



# مفتی جعفر حسین طاب ثراہ کی زندگی پر ایک نظر

جناب مفتی جعفر حسین اعلیٰ اللہ مقامہ ۱۹۱۳ء میں پاکستان کے شہر گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حکیم چراغ دین نے آپ کی تربیت اور پرورش کی ذمہ داری آپ کے تایا حکیم شہاب الدین کے سپرد کر رکھی تھی۔ پانچ برس کی عمر میں تایا نے آپ کو قرآن کریم کے علاوہ عربی زبان کی تدریس بھی شروع کر دی تھی جس کے بعد تقریباً سات سال کی عمر میں آپ نے حدیث و فقہ کی تعلیم کا آغاز کیا۔ جناب مفتی جعفر حسین اعلیٰ اللہ مقامہ نے قرآن حکیم عربی حدیث اور فقہ کی تعلیم اپنے تایا حکیم شہاب الدین کے علاوہ مولانا چراغ علی خطیب جامع مسجد اہل سنت اور حکیم قاضی عبدالرحیم جو کہ ندوی لکھنؤ کے فارغ التحصیل تھے سے بھی حاصل کی۔ آپ نے بارہ برس کی عمر تک طب حدیث فقہ اور عربی زبان میں کافی حد تک عبور حاصل کر لیا تھا۔ ۱۹۲۶ء میں مرزا احمد علی مرحوم آپ کو اپنے بھراؤ لکھنؤ لے گئے جہاں آپ نے مدرسہ ناطلیہ میں مولانا ابوالحسن عرف من صاحب

جناب سعید علی نقوی، جناب ناظم پور الحسن اور جناب مفتی احمد علی مرحوم سے کسبِ علم و فیض فرمایا۔ مدرسہ ناظمیہ میں تحصیلِ علم کے دوران آپ اپنی ذہانت کی وجہ سے بے حد معروف ہوئے۔ آپ نے وہاں استقامت میں نہ صرف یہ کہ امتیازی اور نمایاں حیثیت حاصل کی بلکہ کچھ اعزازی سندیں بھی حاصل کی تھیں۔

تو سال تک مکینو میں تحصیلِ علم کے بعد آپ ۱۹۳۵ء میں نجف اشرف (عراق) تشریف لے گئے جہاں پانچ سال تک آپ نے علمِ فقہ کی مزید تعلیم حاصل کی حوزہ نجف اشرف میں آپ نے دیگر علمائے اعلام کے علاوہ صاحبِ شریعت عالم باعمل جناب آغا شیخ ابوالحسن صفہانی سے بھی کسبِ فیض فرمایا۔ نجف اشرف (عراق) سے پانچ سال کے بعد آپ فارغ التحصیل ہو کر ۱۹۴۰ء میں گوجرانوالہ تشریف لائے تو آپ

حجت الاسلام مفتی جعفر حسین کے نام سے متعارف ہوئے آپ ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مبلغ اور مقرر بھی تھے۔ مفتی جعفر حسین اعلیٰ الشہرت کا ایک نڈر بے باک، است کو اور سادہ انسان تھے، آپ پر جو بھی مذہبی خرافے عائد ہوئے آپ انہیں ہمیشہ لگن، محنت اور

دیانتداری سے انجام دیا۔ آپ اس وادہ فانی سے بروز پیر ۲۹ اگست ۱۹۸۲ء کو کوچ کر گئے۔

إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ

# ترتیب

پیش لفظ

مقدمہ صحیفہ کاملہ

دعا ئے مکارم الاخلاق کی جامعیت

صحیفہ سجادہ کی بے مثال عظمت

مسئلہ دعا

(۱) التحمید للہ عزوجل

(۲) الصلوٰۃ علی محمد وآلہ

(۳) الصلوٰۃ علی حاملہ العرش

(۴) الصلوٰۃ علی مصدق الرسل

(۵) دُعاؤہ لِنَفْسِہِ وَخَاصَّتِہِ

(۶) دُعاؤہ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَالْمَسَاءِ

(۷) دُعاؤہ فِی الْبَہْتَاتِ

(۸) دُعاؤہ فِی الْاِسْتِغَاذَہِ

(۹) دُعاؤہ فِی الْاِسْتِیَاقِ

(۱۰) دُعاؤہ فِی الدَّجَاءِ اِلٰی اللہ تعالیٰ

(۱۱) دُعاؤہ بِخَوَاتِمِ الْخَیْرِ

(۱۲) دُعاؤہ فِی الْاِعْتِرَافِ

(۱۳) دُعاؤہ فِی طَلَبِ الْحَوٰجِ عِجْر

لِک دُعاؤہ فِی الظَّلَامَاتِ

۱- خداوند عالم کی حمد و ستائش

۲- رسول اکرم پر درود و سلام

۳- سلطان عرش اور مقرب فرشتوں پر صلوٰۃ

۴- انبیاء پر ایمان لانے والوں کے حق میں دُعا

۵- اپنے اور اپنے خاص دوستوں کے لئے دُعا

۶- دعا ئے صبح و شام

۷- مشکلات کے وقت پڑھنے کی دُعا

۸- خواستگاری پناہ کے سلسلہ کی دُعا

۹- طلب مغفرت کے سلسلہ میں دُعا

۱۰- طلب پناہ کے سلسلہ میں دُعا

۱۱- انجام بخیر ہونے کی دُعا

۱۲- احترامِ گناہ و طلب توبہ کے سلسلہ میں دُعا

۱۳- طلب حاجات کے سلسلہ میں دُعا

۱۴- دادِ خواہی کی بابت دُعا

۱۵

۲۱

۵۵

۵۹

۷۵

۱۰۳

۱۱۲

۱۱۵

۱۲۱

۱۲۷

۱۳۰

۱۳۸

۱۴۰

۱۴۹

۱۵۲

۱۵۶

۱۵۹

۱۶۵

۱۷۰

(۱۵) دعاؤہ عند المرض

(۱۶) دعاؤہ فی الاستقالة

(۱۷) دعاؤہ علی الشیطان

(۱۸) دعاؤہ فی لمحو ذنوب

(۱۹) دعاؤہ فی الاستسقاء

(۲۰) دعاؤہ فی مکارم الاخلاق

(۲۱) دعاؤہ اذ احزنہ امر

(۲۲) دعاؤہ عند الشدة

(۲۳) دعاؤہ بالغافۃ

(۲۴) دعاؤہ لابویہ

(۲۵) دعاؤہ لولده

(۲۶) دعاؤہ لجیرانہ

(۲۷) دعاؤہ لاهل الثغور

(۲۸) دعاؤہ فی التفرع

(۲۹) دعاؤہ اذ اقتر علیہ

(۳۰) دعاؤہ فی المعونة علی قضاء الدین

(۳۱) دعاؤہ بالتوبة

(۳۲) دعاؤہ فی صلوة اللیل

(۳۳) دعاؤہ فی الاستخارة

(۳۴) دعاؤہ ذالبتلوی میلتہ بفضیلتہ

(۳۵) دعاؤہ فی الرضاء بالقضاء

(۳۶) دعاؤہ عند سماع التوعد

(۳۷) دعاؤہ فی الشکر

(۳۸) دعاؤہ فی الاعتذار

(۳۹) دعاؤہ فی طلب العفو

(۴۰) دعاؤہ عند ذکر الموت

(۴۱) دعاؤہ فی طلب السور والوقایة

(۴۲) دعاؤہ عند ختم القرآن

۱۵۔ مرض کے دفعیہ کی دُعا

۱۶۔ عذر و عفو تقصیر کے سلسلہ میں دُعا

۱۷۔ شر شر شیطان کے دفعیہ کی دُعا

۱۸۔ دفع بلیات کے سلسلہ میں دُعا

۱۹۔ طلب باران کی دُعا

۲۰۔ پاکیزہ اخلاق سے آراستگی کی دُعا

۲۱۔ سچ و اندوہ کے موقع کی دُعا

۲۲۔ شدت و سختی کے وقت کی دُعا

۲۳۔ طلب عافیت کی دُعا

۲۴۔ والدین کے حق میں دُعا

۲۵۔ اولاد کے حق میں دُعا

۲۶۔ دوستوں اور ہمسائیوں کے حق میں دُعا

۲۷۔ حدود مملکت کی حفاظت کرنے والوں کے لئے دُعا

۲۸۔ اللہ تعالیٰ سے تضرع و زاری کے سلسلہ میں دُعا

۲۹۔ تنگی رزق کے موقع پر پڑھنے کی دُعا

۳۰۔ ادائے قرض کی دُعا

۳۱۔ دُعا کے توبہ

۳۲۔ نماز شب کے بعد کی دُعا

۳۳۔ دُعا کے استخارہ

۳۴۔ گناہوں کی رسوائی سے بچنے کی دُعا

۳۵۔ رضائے الہی پر خوش رہنے کی دُعا

۳۶۔ بھل کے کوہنہ اور رعد کے گرجنے کی دُعا

۳۷۔ شکر کے سلسلہ میں دُعا

۳۸۔ عذر و طلب مغفرت کے سلسلہ میں دُعا

۳۹۔ طلب عفو و رحمت کی دُعا

۴۰۔ موت کو یاد کرنے کے وقت کی دُعا

۴۱۔ پردہ پوشی و نگہداشت کی دُعا

۴۲۔ دُعا کے ختم القرآن

|     |                                      |  |
|-----|--------------------------------------|--|
| ۳۱۶ | ۴۳۔ دعائے مذیتِ ہلال                 | (۳۳) دعاؤہ اذا نظر الی الهلال                    |
| ۳۲۴ | ۴۴۔ استقبال ماہِ رمضان کی دعا        | (۳۴) دعاؤہ لدخول شہر رمضان                       |
| ۳۲۲ | ۴۵۔ ودار ماہِ رمضان کی دعا           | (۳۵) دعاؤہ لوداع شہر رمضان                       |
| ۳۲۴ | ۴۶۔ عیدین اور جمعہ کی دعا            | (۳۶) دعاؤہ للعیدین والجمعة                       |
| ۳۲۹ | ۴۷۔ روزِ عرفہ کی دعا                 | (۳۷) دعاؤہ لعرفة                                 |
| ۳۴۳ | ۴۸۔ عیدِ قربان اور جمعہ کی دعا       | (۳۸) دعاؤہ للارضی والجمعة                        |
| ۳۸۲ | ۴۹۔ دشمن کے کمرِ فریب سے بچنے کی دعا | (۳۹) دعاؤہ فی دفع کید الاعداء                    |
| ۳۸۹ | ۵۰۔ خوفِ الہی کے سلسلہ میں دعا       | (۴۰) دعاؤہ فی الرہبة                             |
| ۳۹۳ | ۵۱۔ عجز و زاری کے سلسلہ میں دعا      | (۴۱) دعاؤہ فی التضرع والاستکانة                  |
| ۳۹۷ | ۵۲۔ تضرع و الحاج کے سلسلہ میں دعا    | (۴۲) دعاؤہ فی الحاج                              |
| ۴۰۱ | ۵۳۔ عجز و فروتنی کے سلسلہ میں دعا    | (۴۳) دعاؤہ فی التذلل                             |
| ۴۰۳ | ۵۴۔ رنج و اندوہ کے دور ہونے کی دعا   | (۴۴) دعاؤہ فی استکشاف الہوم                      |
| ۴۰۷ |                                      | (۴۵) تبیع و تقدیس کے سلسلہ میں                   |
| ۴۱۴ |                                      | (۴۶) بزرگی و عظمتِ الہی کے بیان میں              |
| ۴۱۹ |                                      | (۴۷) تذلل و عاجزی کے سلسلہ میں                   |
| ۴۲۲ |                                      | (۴۸) حضرت کی دعا جو ذکرِ آلِ محمدؐ پر مشتمل ہے   |
| ۴۲۵ |                                      | (۴۹) حضرت آدمؑ پر ورودِ صلوٰۃ کے سلسلہ میں       |
| ۴۳۱ |                                      | (۵۰) کرب و مصیبت سے تحفظ اور لغزش و خطا سے معافی |
| ۴۳۵ |                                      | (۵۱) خوف و خطر کے موقع پر                        |
| ۴۴۰ |                                      | (۵۲) دعائے روزِ یکشنبہ                           |
| ۴۴۲ |                                      | (۵۳) دو شنبہ                                     |
| ۴۴۸ |                                      | (۵۴) سہ شنبہ                                     |
| ۴۵۱ |                                      | (۵۵) چہار شنبہ                                   |
| ۴۵۶ |                                      | (۵۶) پنج شنبہ                                    |
| ۴۵۸ |                                      | (۵۷) جمعہ  |
| ۴۶۱ |                                      | (۵۸) شنبہ  |

بِسْمِہٖ سُبْحَانَهُ

# پیش لفظ!

ترجمہ نہج البلاغہ کی تکمیل کے بعد کسی اور کتاب کے ترجمہ کا تصور تو ذہن میں تھا ہی کہ جناب سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مظلہ کے لاہور تشریف فرما ہونے پر مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو انہوں نے فرمایا کہ اب صحیفہ کا ملکہ کا بھی ترجمہ کر ڈالئے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر توفیق الہی شامل حال رہی۔ تو حسب ارشاد اس کام کو بھی انجام دوں گا۔ چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد صحیفہ کے ترجمہ کی ابتدا کر دی، مگر اس خیال سے کہ یہ ایک مختصر سی کتاب ہے اور وہ بھی دعاؤں کی جس میں نہ پیچیدہ مباحث ہیں نہ اُلجھے ہوئے مطالب بلکہ صاف سادہ تحریر اور نکھری سنواری ہوئی عبارت جس کا ترجمہ زیادہ سے زیادہ دوچار ہینوں میں ختم ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ اصول کافی کا ترجمہ بھی شروع کر دیا اور یہ جابجا کہ ان دونوں کتابوں کا سلسلہ ایک ساتھ جاری رہے۔ مگر میری سب سے بغض امتی و کوتاہ قلمی نے چند کام سے زیادہ نہ چلنے دیا اور آخر اصول کافی کے کچھ اجزاء کا ترجمہ کرنے کے بعد اُسے دوسرے موقع کے لئے چھوڑ دیا اور ہم تن صحیفہ کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس وقت یہ حقیقت بھی منکشف ہوا کہ سامنے آگئی کہ جسے دوچار ہینوں کا کام سمجھا تھا وہ دوچار ہینوں کا کام نہ تھا کیونکہ ایک دن میں دوچار صفحوں سے زیادہ نہ لکھ پاتا تھا۔ لیکن اس سست رفتاری سے میں شکستہ خاطر و دل برداشتہ نہ ہوا اور بایں خیال کہ ”قطرہ قطرہ بہم شود دریا“ اس کام کا سلسلہ اپنے دوسرے مشاغل کے ساتھ جاری رکھا اور کم و بیش ایک سال کے عرصہ میں اس سے فراغت ہو گئی اور اب اسے ”ادارہ علمیہ پاکستان“ کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔

یہ ایک عام تاثر اور ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کسی بلند پایہ علمی و ادبی کتاب کا ترجمہ نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور نہ ادبی شہ پاروں کے اسلوب بیان کی لطافت ترجمہ کے بار کی متحمل ہو سکتی ہے کیونکہ ہر زبان کے کچھ اصطلاحات، محاورات اور خصوصیات ہوتے ہیں جو اسکی زبان میں صحیح معنی و مفہوم کی نقاب کشائی کر سکتے ہیں۔ اور دوسری زبان میں منتقل ہونے سے ان کی صفوری و معنوی خوبیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ نہ ان میں وہ کیف انگیزی و اثر آفرینی باقی رہتی ہے اور نہ وہ حسن و شکوہ برقرار رہتا ہے بعد بہت کم ایسے موارد ہوتے ہیں جہاں ایک زبان کا ذوق و اسلوب تعبیر دوسری زبان کے ذوق و اسلوب تعبیر سے ہم آہنگ ہو اس لئے مترجم کے دسترس سے یہ باہر ہے کہ وہ ترجمہ میں اصل کلام کی ٹیپ پٹیا کر دے سکے اور اس کے خصوصیات

کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے آب و رنگ کو بگڑنے نہ دے۔ اگر کوئی مترجم اپنی مترجماۃ اہلیت و صلاحیت سے کام لے کر ظاہر الفاظ کی عکاسی کر بھی لے تو وہ رُوح جو غفلتوں کی ترکیب و ترتیب اور پیرایہ بیان میں مضمر ہوتی ہے اس کی تصویر کشی کیسے کر پائے گا۔

گر مقصود صورتِ آلِ دل ستاں خواہد کشید حیرتے دارم کہ نادرش را چسباں خواہد کشید  
اور اگر کہیں ترجمہ میں کچھ کیفیت و سرستی باقی رہ جائے تو یہ بکھنا چاہیے کہ یہ منظم کے نفس کی پاکیزگی اور اس کی تروتازگی کے تصرف کا کرشمہ ہے جو بادۂ تند و تیز کو تھپٹ کی آمیزش کے باوجود خمار انگیزی و سرشاری سے بالکل بیگناہ نہ بنادے سکی اور تابشِ جمال کی چھوٹ کو پرستے کی دبیز تہوں کے باوجود جلوہ افگنی سے مانع نہ ہو سکی اسے مترجم کی ہنرمندانہ کاوش کا نتیجہ نہیں قرار دیا جاسکتا اور نہ اس کے اختیار میں یہ ہے کہ وہ اصل کلام کی روحانی فضا ترجمہ کے گرد و پیش پیدا کر دے سکے۔ اس کا کام تو بس اتنا ہے کہ وہ ترجمہ کے لئے ایسے الفاظ کا انتخاب کرے جو اصل کلام کے مفہوم سے قریب تر ہوں اور اس سے کچھ آگے قدم بڑھائے تو ترجمہ کی پابندی کے ساتھ عبارت میں سلاست و روانی پیدا کر لے جائے اور پس۔ اس دوسری خوبی کو ایک اضافی خوبی بکھنا چاہیے۔ اصل خوبی یہی ہے کہ اصل کلام کا مفہوم بدلنے نہ پائے اور ہر مقام پر اس سے مطابقت برقرار رہے اور اس صورت میں تو اصل کلام کی مطابقت اور بھی ضروری ہو جاتی ہے جب وہ کسی ایسی ہستی کا کلام ہو جس کی زبان پروردہ اہلِ اہم اور شرعی احکام کی ترجمان ہو۔ ایسے موقع پر ظاہری خوبیوں کو ملحوظ رکھنے کے بجائے اس کی صحت پر نظر رکھنے کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ اس کے تعلیمات و دوسریں تک صحیح شکل و صورت میں پہنچیں اور معنوی لحاظ سے اس میں تغیر و تبدل نہ ہونے پائے۔ کیونکہ دیکھنے والے اسے ایک ہادی و رہبر کے کلام کی حیثیت سے دیکھیں گے اور اسے اپنے عمل کی سند قرار دیں گے۔ البتہ یہ دوسری بات ہے کہ کسی عبارت میں متعدد معانی کا احتمال ہو اور ایک، ایک معنی کو ترجیح دے اور دوسرا دوسرے معنی کو یا کسی ہیچیدہ عبارت کا مطلب ایک کچھ بگھے اور دوسرا کچھ بگھے۔ تو ایک معنی کو اختیار کرنے کی صورت میں دوسرے معنی کو غلط نہیں قرار دیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی ظاہر و واضح معنی کو چھوڑ کر بعید معنی کو اختیار کرے تو اسے بد ذوقی کا نتیجہ سمجھا جاسکتا ہے اور اگر اصل آسمان ہو اور ترجمہ زمین ہو تو اسے غلط کہا جائے گا اور اس صورت میں طرزِ تحریر میں کوئی خوبی ہو بھی تو اس کی کوئی قدر قیمت نہ ہوگی۔ ہاں اگر صحت کے ساتھ اسلوبِ بیان کی شائستگی، طرزِ تحریر کی شگفتگی اور زبان کی بلند معیاری ہو تو ترجمہ کا حسن بڑھ جائے گا اور اسے ایک معیاری حیثیت حاصل ہو سکے گی، بیشک صحت کے التزام کے ساتھ زبان کے معیار کو باقی رکھنا ایک مشکل کام ہے اور یہ الفاظ کے استعمار اور غفر حاضر کے معیار و زبان پر نگاہ رکھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ زبان اور طرزِ تحریر کا معیار ہر دور میں بدلتا رہتا ہے۔ ایک دور وہ تھا کہ متغی و متبغع عبارتوں کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ مگر اب وہی تحریریں متروک اور غیر معیاری سمجھی جاتی ہیں۔ انہی طرح دوسری زبانوں کا اسلوبِ نگارش بھی ہمیشہ بدلتا اور بلند سے بلند تر ہوتا

رہا ہے۔ چنانچہ پچھلے چند سالوں میں آغا سید صدر الدین بلاغی، آغا سید علی نقی اصفہانی اور آغا جواد فاضل کے قلم سے جو صحیفہ کلام کے تراجم ایران سے شائع ہوئے ہیں سابقہ تراجم کے مقابلہ میں انہیں پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور اپنے اسلوب نگارش و انداز تحریر کی وجہ سے خاص مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ اردو زبان میں بھی صحیفہ کے متعدد ترجمے شائع ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک تحت اللفظی ترجمہ ہے جو اسی پرانی ڈگر پر ہے جو اب متروک اور موجودہ ذوق پر ایک بار ہے۔ اور ایک نظامی پریس لکھنؤ کا شائع کردہ ہے۔ جس میں عبارت آرائی کے لئے کہیں اصل الفاظ کا ترجمہ غائب اور کہیں ایسا اضافہ نظر آتا ہے جو اصل الفاظ میں نہیں ہے۔ اور ایک ترجمہ لاہور سے شائع ہوا ہے جو بیس دعاؤں پر مشتمل اور ناتمام ہے۔ یہ تراجم اخلاط سے بھی پاک نہیں ہیں اور بعض مواقع پر تو اصل کلام کے خدو خال ہی مسخ ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان تمام مقامات کی طرف توجہ کرنا ایک طویل اہل ہے اور نہ محل کی تنگنائی اس کی اجازت دیتی ہے کہ ان تمام مقامات کا استقصا کیا جائے۔ صرف نمونہ کے طور پر دو ایک مقام دیکھ لیجئے۔

دُعائے مکارم الاخلاق میں حضرت کا ارشاد ہے والافضال علی غیر المستحق۔ اس کا ایک ترجمہ تو یہ ہے ”اور بے استحقاق والے کو زیادہ دینے ہیں“ دوسرا ترجمہ یہ ہے ”اور غیر مستحق پر (بھی) احسان کرنا“ اور تیسرا ترجمہ یہ ہے ”غیر مستحق پر احسان کرنے“ قبل اس کے کہ یہ دیکھا جائے کہ الفاظ عبارت کا مطلب کیا ہے اسے دیکھئے کہ غیر مستحق کو اپنی عنایات کا مورد قرار دینا کہاں تک درست ہے۔ عقل و نقل سمجھتا ہے کہ غیر مستحق حسن سلوک کا مستحق نہیں ہے اس لئے کہ یہ مستحق کی حق تلفی اور صرف بیجا ہے جسے قرآن مجید میں تہذیب سے تعبیر کیا گیا ہے اور احادیث و آثارِ معصومین میں بڑی کثرت سے اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ تو کیا امام علیہ السلام کی اس پر نظر نہ تھی یا یہ کہ وہ قرآن و حدیث کے ایک واضح حکم کے خلاف تعلیم دینا چاہتے ہیں ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے تو پھر اس عبارت کا مطلب کیا ہے۔ اس کے لئے کم از کم شرح سنید علی خاں ہی کو دیکھ لینا چاہیئے تھا۔ جب کہ ایک صاحب نے دیباچہ میں یہ لکھا بھی ہے کہ شرحوں میں صرف شرح علامہ سید علی خاں پیش نظر رہی اور بس“ علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں:- والافضال علی غیر المستحق عطف علی التعبیر ای و ترک الافضال علی غیر المستحق والافضال علی غیر المستحق کا عطف التبعیر پر ہے جو ترک کے تحت میں واقع ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ غیر مستحق پر احسان نہ کرنا۔ مگر ان ترجموں میں اصل مفہوم کو بالکل الٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔ اور میر باقر داماد اور ملا حسن فیض نے بھی حواشی صحیفہ میں یہی تحریر کیا ہے۔ دُعائے عرفہ میں حضرت کا ارشاد ہے۔ ولہو تلد فتکون من لو گدا۔ ایک ترجمہ یہ ہے ”اور نہ پیٹ سے ہرگز پیدا ہوا ہے کہ کسی کا بیٹا بنے“ اور نہ یہ ہے (جیسا کہ ہوا کرتا ہے) کہ تو کسی سے پیدا ہوتا کہ کسی کا بیٹا بنے“ تیسرے ترجمہ میں دُعائے عرفہ سے ہی نہیں۔ اس جملہ میں لفظ ”لہو تلد“ کا یہ ترجمہ کہ تو کسی سے پیدا نہیں ہوا۔ غلط ہے۔ اس مفہوم کے لئے لفظ لہو تولد یا لہو تولد ہے اور

ولد یلد فعل متعدی ہے جس کے معنی پیدا کرنے کے ہوتے ہیں نہ پیدا ہونے کے۔ چنانچہ علامہ سید علی خاں تحریر فرماتے ہیں ولد یلد من باب وعدا فاخصل منه ولد (ولد یلد باب وعدا یعدا سے ہے اور یہ اس موقع پر کہا جاتا ہے جب کسی کے ہاں اولاد ہو) اور اسی معنی میں لدر یلد قرآن میں آیا ہے۔ اور صیغہ کی جہارت کے معنی یہ ہیں کہ تیرے کوئی اولاد نہیں ہے۔ کہ تیرے متعلق بھی کسی کی اولاد ہونے کا سوال پیدا ہو۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اس کے ہاں اولاد ہوگی تو اس کا اجزاء سے مرکب ہونا ضروری ہوگا۔ کیونکہ اولاد ایک جزو ہوتی ہے جو باپ سے الگ ہو کر نشو و نما کی منزلیں طے کرتی ہے۔ اور جب وہ مرکب ہوگا تو اجزاء کی احتیاج اس کے حادث کی دلیل ہوگی۔ اور جو حادث ہوگا اس کا متولد ہونا بھی ضروری ہوگا۔ مگر ان دونوں ترجموں میں اصل مطلب ہی کو غلط کر دیا گیا ہے۔ دُعا سے تمہید میں حضرت کا ارشاد ہے کہ اللہی ملک یرحب المترحبون۔ اس کا ایک ترجمہ یہ ہے کہ ”اے معبود! تجھ ہی سے ڈرنے والے ڈرتے ہیں“ اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ ”اے میرے اللہ! تجھ سے ڈرنے والے ڈرتے ہیں؟“ اس مقام پر مترحبون کے معنی ”ڈرنے والے غلط ہیں۔ کیونکہ ترحب کے معنی بندگی و عبادت کے ہیں۔ مگر اسے یرحب یرحب کے معنی میں سمجھ لیا گیا ہے۔ چنانچہ صاحب فائوس لکھتے ہیں کہ الترحب، التجدد اور سید نعمت اللہ الجزائر ی تحریر فرماتے ہیں کہ یرحب ای یخاف والترحب التجدد ای یخافک العابدون (یرحب کے معنی یہ ہیں کہ وہ ڈرتے ہیں اور ترحب کے معنی عبادت و پرستش کرنے کے ہیں اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ عبادت گزار تجھ سے ڈرتے ہیں)

اور لا ہو سے جو بیس دعاؤں کا مجموعہ شائع ہوا ہے اس کے اغلاط کی نوعیت کا بھی نمونہ دیکھ لیجئے۔ اس میں مندرجہ دعاؤں کی پانچویں دعا کا ایک جملہ ہے کہ ”اے عبادِ حربی یہ لفظ اجزاء کا رہا ہے امر کا صیغہ ہے مگر اسے اجزاء سے امر کا صیغہ سمجھ لیا گیا ہے کہ جو اجزاء ہے۔ چنانچہ اسی دعا میں دوسری جگہ پر آجڑ ہے۔ تو اسے بھی اجزاء ہی لکھا گیا ہے اور اس جملہ کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے کہ ”میری دوڑ کو جاری رکھ“ دُعا سے استقبال ماہ رمضان میں ہے وان نصف من ظلمنا یہ ظلمنا فعل ماضی کا صیغہ ہے جس کے آخر میں ضمیر منصوب متصل ہے اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ ”جس نے ہم پر ظلم کیا ہو اس سے بھی انصاف کریں۔ مگر ظلمنا تحریر کرنے کے باوجود ترجمہ لفظ ظلمنا کا کیا جاتا ہے جو جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ چنانچہ اس کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ ”ہم نے اگر کسی پر ظلم کیا ہو تو اس سے انصاف کریں“ دُعا سے وداغ ماہ رمضان میں ہے۔ و تعدوا قوالہ طلبا لمزید لہ۔ یہ لفظ تعدوا قوالہ تصدق سے فعل ماضی کا صیغہ ہے اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے تیری نعمتوں میں اضافہ پانہنے کے لئے صدقہ و خیرات دی۔ چنانچہ علامہ سید علی خاں نے تحریر کیا ہے کہ تصدق اعطی صدقة وھی ما یخرجہ الانسان من ماله علی وجه القرية (تصدق کے معنی یہ ہیں کہ اس نے صدقہ دیا اور صدقہ اس مال کو کہتے ہیں جسے انسان بہ نیت تقرب دیتا ہے) مگر اس

کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے۔ اور تیری تصدیق کرتے۔ اس سے مقصد تیسے احسانات ہیں۔ غرض اس قسم کے واضح افلاط اس مجموعہ کے صفات پر بکھرے ہوئے ہیں جس کے بعد ایک مزید ترجمہ کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جس میں صحت و مطابقت اصل کا لحاظ رکھا گیا ہو۔ زیر نظر ترجمہ کے متعلق بھی یہ دعوے نہیں کیا جاسکتا کہ وہ خطا و لغزش اور کوتاہی تعبیر سے بڑی ہوگا۔ لیکن جہاں تک امکان تھا اسے افلاط سے پاک رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور ہر مورد پر علامہ سید علی خاں قدس سرہ کی شرح صحیفہ ”ریاض السالکین“ پیش نظر رہی ہے۔ اور بعض پیچیدہ اور مشکل جہادات کے سلسلہ میں اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شرح و حواشی میں سے شرح نعمت اللہ الجزائرہ رحمہ اللہ، تعلیقات میر باقر داماد رحمہ اللہ، حواشی محسن فیض رحمہ اللہ اور حدیث ہلالیہ جناب شیخ بہار الدین رحمہ اللہ بھی محل استفادہ رہے ہیں اور حواشی کے سلسلہ میں احیاء العلوم غزالی اور جامع السعادات شیخ محمد مہدی نراقی رحمہ اللہ سے استفادہ کے علاوہ ریاض السالکین کی شاداب روشوں سے بھی فطینہ کی گئی ہے اور اب ان پھولوں کو بے سلیقہ ہاتھوں سے سجا کر اس توقع کے ساتھ ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے کہ وہ ان دعاؤں کی تلاوت کے وقت مترجم کو دماغی خیر سے یاد کریں گے۔

الاحق بالمذنب  
جعفر حسین عفی اللہ عنہ

Presented by: Rana Jabir Abbas

# Blank Page

Contact [http://jabir\\_abbas@yahoo.com](mailto:jabir_abbas@yahoo.com)

# مقدمہ صحیفہ کاملہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله مجیب الدعوات و فاعل الخیرات والصلوة علی محمداً و آله صلوة عالیة علی القلوات و مشرفة فوق التحیات صحیفہ کاملہ اسلام کے ابتدائی دور تدوین و تألیف کی ایک الہامی تصنیف ہے۔ جو حضرت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں اور مناجاتوں پر مشتمل ہے۔ اس کی عظمت و اہمیت اور اعتماد و وثوق کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت نے خود اس کی ترتیب و تدوین کا اہتمام فرمایا اور اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور جناب زید شہید رحمہ اللہ سے جب کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی اس موقع پر موجود تھے اسے قلمبند کر دیا۔ تاکہ اس کے ضبط و حفظ کا سامان مکمل ہو جائے اور اس کے ذریعہ تعلیم و ہدایت کا سلسلہ جاری رہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنا تحریر کردہ صحیفہ امام جعفر صادق کے سپرد فرمایا، اور آپ نے وہ دعائیں متوکل ابن ہارون کو لکھوا دیں۔ اور جناب زید کا نسخہ ان کے فرزند یحییٰ کی طرف منتقل ہوا۔ اور ان سے محمد ابن عبد اللہ ابن حسن ثمالی اور ان کے بھائی ابراہیم کے ہاتھوں میں پہنچا اور اس طرح حفظ و سماعت اور نقل و کتابت کے ذریعہ منتقل ہوتا ہوا دنیا سے اسلام میں پھیل گیا، اور ہر دور میں قبولیت عامہ نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور پرستان حقیقت و مطلقہ بگوشتان امامت نے اسے آویزا گزشتہ عقیدت بنایا اور قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کا ورد بھی اپنے معمول میں سے قرار دے لیا اور چھٹی صدی ہجری کے نصف اول میں اسے زبور آل محمد و انجیل اہل بیت کے ناموں سے یاد کیا جانے لگا۔ یہ نام اس لحاظ سے تجویز کئے گئے کہ اس کے حکیمانہ ارشادات و بصائر مؤثرہ و ادبیہ و ادراک و دل نشین حکم و نصائح آسمانی صحیفوں کے اسلوب کے آئینہ دار اور ان کی تعلیمی روح کے حامل ہیں۔ چنانچہ صاحب ریاض السالکین نے بعض اہل عرفان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :-

انہا تجری مجری التزیلات السماویۃ  
وتسیر مسیر الصحف اللوحيۃ والعرضیۃ  
صحیفہ کاملہ آسمانی کتابوں کے اسلوب اور عرش و لوح  
کے صحیفوں کی روش کا مکمل نمونہ ہے۔

اور دوسرے یہ کہ جس صحیفہ کی نسبت امام زین العابدینؑ کی طرف اسی طرح شک و شبہ سے بالا تر ہے۔ جس طرح زبور کی نسبت حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اور انجیل کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہر قسم کے شبہ سے بلند تر ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر بعد میں جتنی کتابیں تألیف ہوئیں ان کے مؤلفین اپنے مجموعوں میں دعاء علی ابن الحسین کے عنوان سے اس مجموعہ کی دعاؤں کو نقل کرتے رہے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی اس کی صحت کے متعلق کسی خدشہ کا اظہار نہیں کیا اور بغیر کسی پس و پیش کے اسے کلام الہم تسلیم کیا ہے۔ اگر انہیں اس کے کسی پہلو

میں کمزوری و خامی کا شاہد نظر آتا تو وہ خاموشی کو اصل دیانت کے خلاف سمجھتے ہوئے اس کے خلاف آواز بلند کرتے اور اپنے شبہات کا اظہار کرتے مگر کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کیا۔ جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ان عرب کے نزدیک یہ کلام امام ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہر کام کے کچھ خصوصیات ہوتے ہیں جن سے انتساب کے سلسلہ میں بڑی حد تک مدد مل جاسکتی ہے۔ اور لب و لہجہ و اسلوب بیان کو دیکھ کر متکلم کو پہچانا جاسکتا ہے۔ جب کلام، متکلم کا آئینہ دار ہوتا ہے تو صحیفہ کے الفاظ کا حسن، معنی کی کشش اور کلام کی دلآویزی اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے خیر کی طرف اس کی نسبت دی ہی نہیں جاسکتی۔ کیونکہ اس کے ایک ایک جملہ کی سادہ بلاغت اور ایک ایک فقرہ کی معجزانہ فصاحت اس کی شاہد ہے کہ اس کا سرچشمہ وہی دروہانِ رسالت ہے جس کا کلام فرق کلام البشر تسلیم کیا جا چکا ہے۔ صحیفہ کا یہ اگر ایک طرف آلِ محمد علیہم السلام کی فصاحت و بلاغت کا آئینہ دار ہے تو دوسری طرف ان کے خصوصیات و ذائقہ کلمات کا بھی ترجمان ہے چنانچہ اس کے صفات پر ان کی حیاتیہ طبعیت کے نقوش کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اگرچہ سیاسی مصالحوں نے دنیا کو ان سے پوری طرح روشناس نہ ہونے دیا۔ اور ان کی علمی و عملی رفعت پر تعجب و تنگ نظری نے پرے سے ڈال دیئے مگر ان کے اقوال و ارشادات وہ ہیں جو ان کی عملی زندگی کی پاکیزگی اور ان کی علمی وسعت و بلند پایگی کی روشن دلیل ہیں۔ چنانچہ اس صحیفہ میں دعاؤں کے ضمن میں علم الہیات، فلکیات اور عصری اکتشافات کی طرف جو اشارے کئے گئے ہیں وہ ان کی وسیع النظری اور علمی ہم گیری کی وہ واضح برہان ہیں جسے عصیت کا جبار حجب نہیں سکتا۔

**صحیفہ اور طرزِ نگارش** | دورِ جاہلیت اور اوائل اسلام کے طرزِ تحریر و اندازِ نگارش کا جائزہ لیا جائے، تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس دور کا ادب دقیق اور بھاری بھر کم الفاظ پر مشتمل ہوتا تھا اور تشبیہ و استعارہ اور ترمیم و تہنیں وغیرہ سے کلام میں حسن و دل آویزی پیدا کی جاتی تھی۔ مگر آلِ محمد نے جس کی امتیازی مثال صحیفہ کا یہ نظر آتی ہے، کلام میں سلاست و روانی سے کام لے کر سلیس و سادہ انشا پر داری کی بنیاد رکھی اور طرزِ نگارش کو ایک نیا اسلوب بخش کر اہل قلم کو اس کے تتبع کی دعوت دی اور سب سے ترمیم کی بندوبست کو توڑ کر تادیہ و تعبیر کی دستیں بڑھا دیں اور ہلکے پھلکے الفاظ کی وہ بستیاں آباد کیں، جن کے سامنے مغنی و مستمع جارتوں کے مزین کا شانے ویران ہو گئے اور سیدھی ساری لفظوں اور سادہ و دل نشین ترکیبوں میں وہ کیف بھر دیا کہ تہنیں و ترمیم کا مصنوعی حسن اس کی قدرتی و فطرتی سادگی کے آگے ماند پڑ گیا۔ اور اصل جو ہر فصاحت ہی ہے کہ موضوع کلام کچھ بھی ہو، زبان کی روانی اور کلام کی سلاست میں لوج نہ آئے اور الفاظ اپنی جزالت اور سحر آفرینی سے دل کی گہرائیوں میں اترتے چلے جائیں۔ اس سہل و دل نشین طرزِ تحریر کا اصل محرک دعا و مناجات کے کلمات تلفظ و ادائیگی اور صوتی کیفیت میں رقت نرمی اور سوز و گداز کی مقتضی ہوتے ہیں اور ان میں ربط و ترتیب اور حسن آفرینی مقصود نہیں ہوتی کہ کلام کے خدخال کو نکھارے اور اس کے نوک پیک کو سنوارا جائے اور اند و مظم کے تاثرات اور رنج و الم کے جذبات میں اس کا موقع ہی کہاں ہوتا ہے کہ جملوں کی ساخت اور لفظوں کی تراش خراش کی طرف

توجہ کی جائے۔ چنانچہ یہ صحیفہ اول سے لے کر آخر تک درد و غم کی آہوں اور کرب و اضطراب کی صداؤں پر مشتمل ہے جس میں کچھ دعائیں ہیں اور کچھ مناجاتیں۔ جن میں نہ تعنیع کا شائبہ ہے نہ آلودگی جھلک، نہ لیلیٰ نہ الجھاؤ ہیں نہ منطقیانہ پیچ و خم بلکہ ہر مقام پر وہی سیدھا سادا انداز بیان ہے جو ایک دعا کا ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر حضرت کی دعا کے اس جز کو دیکھیے کہ اس میں تقترع والخراج کے ساتھ کتنی آمد، بے تکلفی اور سلاست کا رخ ہے۔

پاک ہے تو ہم وہ پریشان دل چار ہیں جن کی دعا کو قبول کرنا تو نے ضروری قرار دیا ہے اور وہ گرفتارانِ بلا ہیں جن کی مصیبتوں کو دور کرنے کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ تیری مشیت کے نہایت مناسب اور تیری عظمت کے بہت شایان یہ ہے کہ جو تجھ سے رحم کی التجا کرے اس پر تو رحم کرے اور جو تجھ سے فریاد کرے اس کی فریاد کو پہنچے۔ تو اب ہماری مجر و زاری پر رحم فرما اور جب کہ ہم نے اپنے کو تیرے سامنے پیش کر دیا ہے تو ہمیں (ہر فکر و غم سے) بے نیاز کر دے۔

سبحانک عن المضطرون الذين  
اوجبت اجابتهم واهل السوء  
الذين وعدت الكشف عنهم و  
اشبه الاشياء بمشيئتك واولى  
الامور بك في عظمتك ورحمة من  
استرحمتك وغوث من استغاث  
بك فارحم تغرعننا واغثنا اذ ظر  
انفسنا بين يديك۔

## صحیفہ اور اسلوب خطاب

اللہ کو پکارنے اور خطاب کرنے کے لئے الفاظ کا دائرہ زیادہ وسیع نہیں ہے۔ کیونکہ اسے گئے چنے ناموں اور مفہوم صفتوں ہی سے یاد کیا جاسکتا ہے۔ اور ہر وہ لفظ جو کسی بلند صفت کا پتہ دیتی ہو ضروری نہیں کہ اس کا اطلاق اللہ کی ذات پر درست ہی ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی شانِ علو و عظمت کے منافی ہو۔ جیسے عارف، مائل، ذکی وغیرہ۔ اسی طرح عربوں کے بعض دعائیہ کلمات میں جو اس قسم کے الفاظ پائے جاتے ہیں انہیں اللہ کی رفعت و عظمت کے لحاظ سے مناسب و موزوں نہیں سمجھا جاسکتا ہے جیسے یا ابا المکرم "اے بزرگیوں کے باپ" اب کے لغوی معنی باپ کے ہیں اور یہ اس کے ساحتِ قدس کے لئے زیبا نہیں ہے۔ اگرچہ یہاں پر اس کے معنی "والے" کے ہیں۔ اسی طرح یا ابعین الوجہ "اے روشن چہرے والے" اگرچہ وجہ انتساب کسی معنی سے اس کی طرف ہوا ہے جیسے فایما تولوا فثو وجہ اللہ "تم جہر بھی رخ کر دے اور اللہ ہی اللہ ہے" مگر اسے اور اس جیسے دوسرے الفاظ کو جن کا اطلاق مہازا اس کی ذات پر ہوا ہے۔ ایسے الفاظ کے ساتھ استہمال کرنا جو دوسروں ہی کے لئے بولے جاتے ہیں۔ قدس کے لئے موزوں نہیں ہیں۔ اگرچہ کہنے والے کی اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی ذات ہر نقص و عیب سے بری ہے۔ اسی طرح یا ہرین الجفنة "اے بڑے پیالے والے" اس سے استعارۃً کریم و سخی مراد لیا جاتا ہے۔ کیونکہ بڑے پیالے اسی کے ہاں ہوں گے جس کے ہاں مہازوں کا ہجوم رہتا ہو۔ مگر اللہ کے جوہر کرم کی دستوں اور خزان کرم کی پہنائیوں کا اندازہ پیالوں اور مہازوں سے نہیں لگایا جاسکتا کہ اس قسم کے استعارہ کو اس کے لئے مناسب و موزوں سمجھا جائے۔ اس کے مقابلہ میں صحیفہ کی دعاؤں کے الفاظ نہ اللہ کی عظمت و تقدس کے آئینہ دار ہیں کہ نہ کوئی کلمہ اس کے ساحتِ علو کے منافی اور نہ کوئی

جملہ اس کی شانِ رفعت کے خلاف نظر آتا ہے۔ بلکہ ہر کلمہ اس کے اوصافِ حسن و کمال کا ترجمان اور ہر جملہ اس کی شانِ تزیین و تہذیب کا حامل ہے۔ چنانچہ دعا و طلبِ گاری کے سلسلہ میں چند متفرق الفاظِ ندا کو دیکھیے کہ امام علیہ السلام کس اسلوب اور کس لب و لہجہ میں اسے واللہ! انداز سے پکارتے ہیں کہ معافی کا حسنِ قلب و ررح کو جذب کرتا اور الفاظ کا ترجمہ تفسیر کی طرح کافروں میں گونجتا معلوم ہوتا ہے۔

تو کرم و بخشش کرنے والا اور ہر عیب سے پاک ہے تو  
جو دوسرا کرنے والا اور بزرگ و بڑتر ہے۔ تو سخی و کرم  
ہے اسے احسان کرنے والے اسے دنیا و آخرت  
میں رحم کرنے والے۔ اسے وہ ذات جو حاجت طلبی  
کی آخری منزل ہے اور اسے وہ ذات جس سے مرادیں  
پوری ہوتی ہیں۔ بے شک تو بڑے فضل والا اور  
قدیم احسان والا ہے۔ اور تو بہت زیادہ احسان  
کرنے والا اور اپنے لطف و کرم سے بہت بخشنے والا  
ہے۔ بے شک تو بزرگی اور اعزاز والا ہے۔

انت الکریم المتکرم انت  
الکریم الاکرم انت الجواد  
الکریم یا دلی الاحسان یا  
رحمن الدنيا والاخرة یا منتهی  
مطلب الحاجات یا منتهی  
عندہ نیل الطلیبات انت ذو  
الفضل العظیم والمن العظیم  
انت المتفضل بالاحسان  
المتطول بالامتنان انت  
ذو الجلال والاكرام۔

**صحیفہ اور دعا کی تعلیم** | صحیفہ کی دعاؤں نے یہاں دعا کی عظمت و اہمیت سے دنیا کو آشنا کیا ہے وہاں دعا کا طریقہ بھی تلقین کیا ہے کہ طلب و سوال کے موقع پر کیا انداز اختیار کرنا چاہئے اور کس نہج اور کس اسلوب سے دعا مانگنا چاہئے۔ مثلاً بیمار ہو تو طلبِ شفا کے لئے کس طرح دعا مانگے، قرض سے سبکدوشی کے لئے کس طرح التماس کرے، مقصد و حاجت کے سلسلہ میں کیا اسلوب اختیار کرے، توبہ و استغفار کے لئے کس طرح اس کے سامنے گڑ گڑائے، مصائب و آلام سے رہائی کے لئے کس طرح اسے پکارے۔ چنانچہ ابن جوزی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ

حضرت زین العابدین علی ابن الحسینؑ انشاء و تحریر  
اور اللہ سبحانہ سے تکلم و خطاب اور اس کے  
حضور عرض حاجات کے سلسلہ میں مسلمانوں پر  
حق تعلیم و اسنادی رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر  
حضرت نہ ہوتے تو مسلمان یہ نہ جان سکتے  
کہ وہ اللہ سبحانہ سے کس طرح خطاب کریں  
اور کس طرح اس سے اپنی حاجتیں طلب کریں

ان علی ابن الحسین زین العابدین  
له حق التعلیم فی الاملا و  
الانشاء و کیفیة المکالمۃ و  
المخاطبۃ و عرض الحوائج  
الی اللہ تعالیٰ فانتہ لولاه لم  
یعلم المسلمون کیف یتکلمون  
و یتفہون سبحانہ فی حوائجہم

فان هذا الامام عليهم بانه  
متى ما استغفرت فقل كذا  
ومتى استسقيت فقل كذا  
ومتى ما خفت من عدو قل كذا

اور یہ حضرت ہی نے مسلمانوں کو سکھایا ہے  
کہ اگر توبہ کرو تو یہ کہو اور طلب باران کرو  
تو یہ کہو اور دشمن کا خطرہ ہو تو یہ

کہو:

(مقدمہ مصیفہ آفاستہ شہاب الدین مرعشی)

اس کے علاوہ یہ تعلیم بھی ملتی ہے کہ کن کن اوقات میں دعا مانگے کہ قبولیت اس کے خیر مقدم کے لئے بڑھے۔ چنانچہ مصیفہ کی وہ دعائیں جو مخصوص اوقات و ایام سے وابستہ ہیں وہ اُن کے اوقات قبولیت و استجابت ہونے کا پتہ دیتی ہیں۔ جیسے دعائے روزِ عرفہ، دعائے نمازِ شب، دعائے روزِ جمعہ وغیرہ۔ ان دعاؤں میں جہاں قبولیت کے اوقات کا لحاظ رکھا گیا ہے وہاں انسان کے عمومی اوقات فراغت کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ جیسے صبح و شام، دوپہر اور شب کے اوقات کہ جن میں بندہ یکسوئی سے اپنے مہبود سے راز و نیاز اور عرض و التہا کر سکتا ہے۔ اور اگر ایسا ہو کہ ان مہینہ اوقات میں طبیعت دعا کی طرف مائل نہ ہو یا دل و دماغ میں یکسوئی پیدا نہ ہو سکے۔ تو مصیفہ میں ایسی دعائیں بھی ہیں جو کسی وقت اور زمانہ سے مقید نہیں ہیں تاکہ انسان اوقات و ساعات سے بے نیاز ہو کر جب بھی اُس سے نو رکھنا چاہے اس کے پاس لو لگانے کا سہرا سامان موجود ہو اور جس مقصد کے لئے اُسے پکارنا چاہے پکار سکے۔ چنانچہ ان دعاؤں میں ہر مقصد و حاجت کی دعا موجود ہے اور ہر درد کا دمان۔ ہر دکھ کا علاج، ہر اضطراب کی تسلی اور ہر مصیبت و اغزو کا ملوٹا پایا جاتا ہے۔ وہ کون سی مشکل ہے جس کے لئے یہ پھر نہ ہوں اور وہ کون سی مصیبت ہے جس کے درد کرنے کا سامان ان میں موجود نہ ہو۔ وہ دشمن کا خطرہ ہو یا غنیم کا کھٹکا، قرض کی گرانہاری ہو یا مذق کی تنگی، غموں کی فراوانی ہو یا بلاؤں کا ہجوم۔ درد و الم کی طوفان انگیزی ہو یا شدت مرض کی جانکاہی افکار دنیا کی کشمکش ہو یا روزِ آخرت کا دھڑکا، سب کی چارہ ساز یوں کا سر و سامان ان میں موجود ہے۔ اب اس دولتِ فراوان کے ہوتے ہوئے کوئی اپنی بے چارگی و بے فوائی کا علاج نہ کرے تو وہ خود اپنی محرومی و ناکامی کا باعث ہو رہا ہے اور کوئی اپنے فقر و احتیاج کو دور کرنے کے لئے کریم کے در پر دستک نہ دے تو وہ خود اپنے لئے افلاس و نکبت کو دعوت دے رہا ہے۔ یہ دستِ کریم کی بخیلی نہیں بلکہ طلب کرنے والے کی کوتاہی و سہل انگاری ہے۔

گر گدا کا ہل بود تقصیر صاحب خانہ چلیست

**خوفِ رجا کی تلقین** | عبودیت کی تکمیل کے لئے خوف و رجا کے لئے مجلے جذبات کا ہونا ضروری ہے کیونکہ خوف و رجا سے فکر و اعتقاد میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور یہی پختگی عمل کی تحریک کرتی ہے اور نتیجہ میں انسان اپنی اعتقادی و عملی زندگی کو سوار لے جاتا ہے۔ چنانچہ اُمید و رجا سے وابستگی ہوگی تو طلب و سعی میں سرگرمی پیدا ہو جائے گی اور وہ کسی حالت میں بھی عمل و اطاعت سے جی نہیں چڑھے گا۔ اور اُمید کے سہارے پر قدم آگے بڑھانا چلا جائے گا۔ اور یہ اُمید و رجا ہی کا کرشمہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جو کلفتیں اور اذیتیں اسے پیش آتی ہیں انہیں خند و شہابی

سے جھیل لے جاتا ہے۔ اور کسی موقع پر زبان کو شکوہ و شکایت ہے آلودہ نہیں ہونے دیتا۔ اور دل میں خوف بسا ہوتا ہو گا تو وہ انجام کار کی کامیابی سے مطمئن ہو کر غفلت میں نہیں پڑے گا اور محاسبہ کے ڈر سے گناہوں کے غبارِ زار میں پھانسنے سے بچے گا اور برائیوں کے بھنڈ میں اترنے سے ڈرے گا کیونکہ خوف طبعاً محرکات سے متناہی گیر، اور نشہ باطل کی فریب خوردگی سے مانع ہوتا ہے اور اسے اپنے کسی عمل پر تازاں و مغرور نہیں ہونے دیتا، چاہے وہ عمل کتنا بلند، پاکیزہ اور خلوص کا حامل ہو۔ یہ جانتیکہ ہر فریب طفلِ تسلیوں سے نفس کو دھوکا دے اور اپنے کو طبعی کی باز پرس سے بالاتر سمجھ لے۔ مگر یہ نتائج و اثرات اُس صوبت میں مرتب ہو سکتے ہیں۔ جب ان دونوں حالتوں میں توازن و اعتدال کا فرما ہوا اور امید و رحمت کے احساس کے ساتھ قہر و غضب کا تصور اور قہر و غضب کے احساس کے ساتھ لطف و رحمت کا تصور بھی قائم ہو۔ اور اگر صرف اُمید ہی لگائے رہے تو وہ خوشیوں کے ایسے خواب دیکھنا سیکھ جاتا ہے جو کبھی پورے نہیں ہوتے اور آخر اُسے نقصان و ہلاکتِ ابدی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

فلا یامن معکرم اللہ الا القوم العاصرون ہ  
اللہ کے عذاب سے صرف گھانا اٹھانے والے ہی مطمئن ہوتے ہیں۔

اور اگر دل دریاغ پر خوف ہی خوف چھایا رہے تو وہ اپنے لئے خوشگوار مستقبل کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور یاس و ناامیدی کی ایسی گہرائیوں میں جا پڑتا ہے جہاں سے کوئی اتھا اسے سہارا دے کر اُبھار نہیں سکتا۔ اور نتیجہ میں یقین کی روح پڑ مردہ اور ایمان کا سوتا خشک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے:-

ولا یتائس من روح اللہ الا القوم الکفرون ہ  
اللہ کی رحمت و بخشش سے صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔

اور اگر ان دونوں متضاد سمتوں میں درمیانی راہ پیدا کر لے اس طرح کہ کسی سمت سے بے تعلق نہ ہونے پائے، تو نہ اُمید کی فتح مندیاں اُسے مغرور بنا سکیں گی اور نہ یاس کی نا اُمیدیاں اسے بھیاںک اندھیروں میں بھٹکنے دیں گی بلکہ زندگی کے تمام گوشے تقویٰ و عبودیت کی تابندگیوں سے روشن و منور ہو جائیں گے اور امید و بیم کے سایہ میں حسنِ عمل کا کارواں کامیابی کے ساتھ منزلی مقصود کی طرف بڑھتا رہے گا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

انھوکانو ایسارحون فی الخیرات  
ویدعوننا رعباً ورهباً وکافوالنا  
خاشعین ہ  
وہ لوگ نیکیوں کی طرف تیزی سے بڑھتے تھے اور ہمارے فضل و کرم سے امید لگائے اور ہمارے عذاب سے ڈرتے ہوئے دعائیں مانگتے تھے اور ہمارے سامنے سر نیا ز سجدہ کرتے تھے۔

امید و بیم کے سلسلہ میں یہودی و مسیحی نظریات اسلام کے نظریۂ اعتدال کے خلاف ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے خدا کو قہر و غضب کا ایک مرقع بنا کر پیش کیا جس کے ہاں رحمت و رحمت و درگزر کی اگر گنجائش ہے تو بہت ہی کم۔ اور مسیحیوں نے قہر و غضب کے مقابلہ میں لطف و رحمت کے عناصر اتنے بڑھا دیئے کہ مکافاتِ عمل سے مطمئن ہو گئے۔ مگر اسلام نے ان دونوں کے درمیان ایک متوازن سطح قائم کی اور رحمت کے ساتھ عدالت اور عدالت کے ساتھ لطف و رحمت کا تصور بھی برقرار رکھا

تاکر رحمت کا تصور انجام کار کی کامیابی سے مایوس نہ ہونے دے۔ اور عدالت کا عقیدہ اس کے احکام کی بجا آوری سے غفلت میں نہ ڈال دے۔ چنانچہ امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

انہ لیس من عبدا مومن الا و فی  
قلبہ نوران نور خیفۃ و نور رجاء  
لو وزن هذا المیزد علی هذا۔  
ہر مومن کے دل میں دو نور ہوتے ہیں۔ ایک نور خوف اور  
ایک نور رجاء۔ اس طرح کہ اگر ان دونوں کو وزن کیا جائے  
تو دونوں ترازو کے تول برابر آئیں گے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ خوف و رجاء کو کس طرح نقطہ اعتدال پر لایا جاسکتا ہے اور کیونکر ان کی شدت کو کم کر کے ان میں ایک متوازن حالت پیدا کی جاسکتی ہے۔ تو یہ خوف و رجاء کے محرکات اور عوامل سے وابستہ ہے۔ اور اس سلسلہ میں صحیفہ کاملہ کی دعائیں اپنی اثر اندازی کے لحاظ سے انفرادی حیثیت کے حامل ہیں۔ چنانچہ صحیفہ کی جس دعا پر نظر کی جائے، ہر دعا میں خوف و رجاء کے دوامی و اسباب دوش بدوش نظر آئیں گے۔ جن سے خوف کی پڑمردگی کے ساتھ اُمید کی تروتازگی اور غم و رحمت کی توقع کے ساتھ خوف و ہراس کی دھڑکن بھی برقرار رہتی ہے۔ وہ خوف و رجاء کے محرکات کیا ہیں۔ ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور صحیفہ میں سے ایک آدھ دعا کا جز بھی بطور نمونہ واستشہاد صریح کیا جاتا ہے تاکہ یہ امر واضح ہو سکے کہ یہ دعائیں ان صفات کے پیدا کرنے میں کس حد تک کامیاب ہیں اور کس موثر پیرایہ سے ہیبت و جبروت الہی اور رحمت و رافت خداوندی کو نگاہوں کے سامنے پیش کرتی اور دُوح کو خوف و رجاء کے جذبات سے متاثر کرتی ہیں۔

**دوامی خوف** پہلا داعی یہ ہے کہ انسان ان گناہوں کو یاد کرے جن کا مرتکب ہوتا رہا ہے، اور ان حقوق کا خیال کرے جن سے عہدہ برآ ہونے کی اب کوئی صورت باقی نہیں رہی کیونکہ وہ افراد دنیا میں موجود ہی نہیں ہیں جن کے حقوق اس کے ذمہ تھے کہ وہ ان کا تدارک کر سکے یا اُن سے غم و غمزدگی درخواست کرے۔ تو اب اللہ کے گناہوں سے اگر توبہ کر بھی لے، تو لوگوں کے حقوق و مظالم سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کیا سہیل کر سکتا ہے۔ امام علیہ السلام اس دوامی خوف کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:-

اللہم و علی تبعات قد حفظتھن  
وتبعات قد نسیتھن و کلھن  
بعینک التي لا تنام و علمک  
الذی لا ینسی فغوض عنھا  
اھلھا و احطط عنی و نہرھا و  
خفف عنی ثقلھا و اعصم منی  
من ان اقارف مثلھا۔

اے اللہ میرے ذمہ کتنے ایسے حقوق ہیں جو مجھے یاد ہیں،  
اور کتنے ایسے مظالم ہیں جو مجھے بھول چکے ہیں۔ لیکن وہ سب  
کے سب تیری ان آنکھوں کے سامنے ہیں جو خواب آلودہ نہیں  
ہوتیں اور تیرے اس علم میں ہیں جس میں فروگزاشت نہیں ہوتی  
لہذا جن لوگوں کا مجھ پر کوئی حق ہے اس کا انہیں عوض دے کر  
اس کا بوجھ مجھ سے برطرف اور اس کا بار ہلکا کر دے اور مجھے  
پھر ویسے گناہوں کے ارتکاب سے بچائے رکھ۔

دوسرا داعی یہ ہے کہ اللہ نے اپنے قہر و غضب سے گنہگاروں اور مجرموں کے لئے جو سزا و عقوبت تجویز کی ہے اس کی شدت و سختی کا تصور کرے اور جہنم کے ان بھڑکتے ہوئے شعلوں کا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے جائے کہ جن میں وہ اندھن کی طرح

بلتا ہو گا اور ہر طرف سے سانپ بھومنے کھولے ہوتے اس پر حملہ آور ہوں گے۔ اور وہاں نہ کوئی فریاد سننے والا ہو گا اور نہ کوئی اس مذاب سے بچانے والا ہو گا۔ چنانچہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں :-

اغوذ بك من عقاربها الفلقة  
افواہها وحیاتها الصالقة  
بایسا بھا و شرا بھا یقطع امعاء  
و افسدة سکانھا و یمنزع  
قلوبھم۔  
اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جہنم کے ان بھتوں سے  
جن کے منہ کھلے ہوں گے اور ان سانپوں سے جو دانتوں کو  
میں پس کر پھنکار رہے ہوں گے اور اس کے کھولتے ہوئے  
پانی سے جو انتر دیوں اور دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور  
(سینوں کو چیر کر) دلوں کو نکال لے گا۔

تیسرا داعی یہ ہے کہ اس امر پر غور کرے کہ جب وہ گرم ہوا کے جھونکوں سے پریشان ہو جاتا ہے، اور ٹھنڈے ہوا کے جھونکوں سے کاشٹے سے چیخ اٹھتا ہے تو جب جہنم کے شعلے اس کی طرف لپکیں گے اور سانپ اور بھتوں سے لپٹیں گے تو کیا وہ قہر الہی کی بھڑکائی ہوئی آگ کی تیش اور زہریلے جانوروں کے حملہ کو سہلے گا، اور وہاں کے قسم قسم کے عذابوں کو برداشت کرے گا۔ بھلا یہ کہاں ممکن ہے۔ چنانچہ امام علیہ السلام جہنم کے مذاب کے مقابلہ میں اپنی بے بسی و لا چاری کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں :-

هذه النفس الجزوعة وهذه  
الرمة الهلوعة التي لا تستطيع  
حزم شمسك فكيف تستطيع حزم  
نارك التي لا تستطيع صمود هلك  
كيف تستطيع صمود غضبك۔  
یہ میرا جیسا نفس اور بے قرار ہڈیوں کا ڈھانچہ جو سورج  
کی تیش کو بھی برداشت نہیں کر سکتا تیرے جہنم کی تیزی  
کو کیسے برداشت کرے گا اور جو تیرے بارل کی گرج سے  
کانپ اٹھتا ہے وہ تیرے غضب کی آواز کو کیسے  
سن سکتا ہے۔

پہنچا داعی یہ ہے کہ ظلم کی لا محدود قوت و طاقت کے مقابلہ میں اپنی کمزوری و لا چاری کا تصور کرے اور یہ سوچے کہ وہ اس پر ہر طرح سے قدرت و اختیار رکھتا ہے اور جب چاہے اور جس طرح چاہے اسے اپنی گرفت میں لے سکتا ہے۔ اور یہ اس کے ادنیٰ اشارے کے سامنے اتنا بھی نہیں ٹھہر سکتا جتنا ایک تنکا طوفانی لہروں کے سامنے، اور ایک پر کاہ تند آندھیلوں کے آگے۔ اور زمین و آسمان، سمندر، پہاڑ و غرض کائنات کے کسی گوشہ میں پناہ نہیں لے سکتا۔ چنانچہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں :-

اللهم انك طالع ان انا هويت  
ومددك ان انا قدرت فها انابین  
یدیک خاضع ذلیل راعی۔  
اے اللہ اگر میں بھاگتا چاہوں تو تو مجھے ڈھونڈ لے گا اور  
اگر راء گر یز اختیار کروں تو تو مجھے پالے گا۔ پھر دیکھ میں غلبہ  
ذلیل اور شکستہ مال تیرے سامنے کھڑا ہوں۔

پہلا محرک یہ ہے کہ اللہ کی ان نعمتوں پر غور کرے کہ جن کے لئے نہ کچھ کہنے سننے کی ضرورت پڑی اور نہ کسی سفارش کرنے والے کی احتیاج ہوئی بلکہ اس نے از خود پرورش و تربیت کے تمام سروسامان مہیا کر دیئے کہ جو شکم مادر سے لے کر زندگی کی آخری سانسوں تک ہر ضرورت اور ہر حالت کے مطابق ملتے رہتے ہیں۔ یہ انداز

پسندش و تہجد داشت و بخشش و رحمت انسان کو آخرت کی کامرانی سے پُر امید نہ کر سکتی ہے۔ چنانچہ امام علیہ السلام اللہ کی ربوبیت و شفقت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:-

حتى انتهيت بي الى تمام العورة  
واثبت في الجوارح كما  
نعت في كتابك نطفة  
ثم مضغة ثم عظاما  
فكسوت العظام لحما  
ثم انشأتني خلقا آخر  
كما شئت حتى اذا احتجت  
الى رزقك ولم استغن عن  
غياث فضلك جعلت لي قوتا  
من فضل طعام وشراب اجريته  
لامتك التي اسكنتني جوفا  
واودعتني قرارا حمها.

یہاں تک کہ تو نے مجھے اس حد تک پہنچا دیا۔ جہاں میری صورت  
کی تکمیل ہو گئی۔ پھر میرے اندر اعصار و جوارح دو بیعت کئے  
جیسا کہ تو نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ (میں) پہلے  
نطفہ تھا، پھر منجھ خون ہوا، پھر گوشت کا ایک ٹوٹھا،  
پھر ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ، پھر ان ہڈیوں پر گوشت کی  
تہیں چڑھا دیں۔ پھر جیسا تو نے چاہا ایک دوسری  
طرح کی مخلوق بنا دیا۔ اور جب میں تیسری روزی کا محتاج  
ہوا اور تیسرے لطف و احسان کی دستگیری سے بے نیاز  
نہ رہ سکا تو تو نے اس بچے ہوئے کھانے پانی میں سے  
جسے تو نے اس کبیر کے لئے جاری کیا تھا جس کے شکم  
میں تو نے مجھے ٹھہرایا اور جس کے شکم میں مجھے ودیعت کیا  
تھا میری روزی کا سر و سامن کر دیا۔

دوسرا محرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کرم و فیضان کی ہمہ گیری پر نظر کرے کہ اس نے اپنی نعمتوں اور بخششوں سے نہ  
صرف زندگی کی راحت و آسائش اور جسم کی نشوونما کا سامان کیا بلکہ روح کی تطہیر نفس کی اصلاح اور اخلاق کی تربیت  
کا بھی لحاظ رکھا اور جسم و روح کی ہر ضرورت کو پورا کر کے اپنی نعمتوں کو تکمیل کی حد تک پہنچا دیا تو جب دنیا میں اس کے  
لطف و احسان اتنا مکمل اور ہمہ گیر ہے تو آخرت میں اس کی رحمت و امانت اور شفقت و مرحمت کتنی کامل، وسیع اور ہمہ گیر  
ہوگی۔ چنانچہ امام علیہ السلام اس کی نعمت و بخشش کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:-

الهي احمداك وانت للحمدا اهل  
على حسن صنيعك الى وسبوغ  
نعمائك على وجزيل عطائك  
عندى وعلى ما فضلتني من  
رحمتك واسبغت على من نعمتك  
فقد اصطنعت عندى ما يعجز  
عنه شكري ولولا احسانك الى و  
سبوغ نعمائك على ما بلغت احرا

اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تو ہی میرے ساتھ  
اچھے سے اچھا سلوک کرنے اور مجھ پر اپنی نعمتوں کے  
کامل کرنے اور بڑے عطیوں کے مرحمت فرمانے اور اس  
بنا ہد کہ تو نے اپنی رحمت سے مجھے زیادہ سے زیادہ دیا  
اور اپنی نعمتوں کو مجھ پر تمام کیا، سزاوار حمد و ثناء ہے  
تو نے مجھ پر وہ احسانات کئے، ہیں جن کے شکر سے میں  
عاجز ہوں اور اگر تیسرے احسانات نہ ہوتے اور مجھ  
پر تیری نعمتیں تمام نہ ہوتیں تو میں نہ اپنا حظ و نصیب حاصل

کر سکتا تھا اور نہ اپنے نفس کی اصلاح کر سکتا تھا۔ تو  
نے میرے ساتھ احسانات میں ابتدا کی اور تمام امور میں  
مجھے بے نیازی عطا فرمائی :-

خلى واصلاح نفسى والكنىك  
ابتدأتنى بالاحسان ورزقتنى  
فى امورى كلها الكفاية۔

تیسرا محرک یہ ہے کہ اللہ کی رحمت و رافت بے پایاں پر نظر کرے کہ اس نے درحمتی وسعت کل شبی (میری رحمت  
ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے) کہہ کر سب کو اپنے فضل و عافیت کے سایہ میں پناہ دی ہے اور گنہگاروں اور خطاکاروں کو اپنی  
آمرزش و رحمت کی امید دلانی ہے۔ تو اس کی وسعت رحمت و ودود مغفرت کے بعد مایوسی کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور  
امید کی کرنیں جگمگانے لگتی ہیں۔ چنانچہ امام علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

وانت الذى تسلى رحمتك امام  
غضبك وانت الذى عطا ذاك اكثر  
من منعه وانت الذى اتسع  
المخلوق كله فى وسعه۔

تو وہ ہے جس کی رحمت اُس کے غضب سے آگے چلتی  
ہے۔ اور تو وہ ہے جس کی عطائیں فیض و عطا کے ردک  
لینے سے زیادہ ہیں اور تو وہ ہے جس کے دامن وسعت میں  
تمام کائنات ہستی کی سمائی ہے۔

چوتھا محرک یہ ہے کہ اس کے اجر و ثواب کی وسعت کو دیکھے کہ جسے کبھی دُش گنا، کبھی سات سو گنا، کبھی اس کا بھی گنا  
اور کبھی بے مد و حساب سے تعبیر کیا ہے۔ تو کیا یہ اجر عظیم عمل کا نتیجہ اور استحقاق کا ثمر ہے ؟ ایسا نہیں بلکہ یہ اس کی  
بخشش و انعام ہے اور اُس کے جوہر کرم کا تقاضا ہے کہ وہ عمل و استحقاق سے کہیں بڑھ چڑھ کر اجر و جزا دیتا ہے۔  
تو جب اجر کے سلسلہ میں اس کا فضل و احسان اتنا بڑھا ہوا ہے تو وہ گناہوں اور خطاؤں سے مد گزر کرنے میں کیونکر  
اپنے تقاضائے کرم سے کام نہ لے گا۔ چنانچہ امام علیہ السلام اس کی بخشش و ثواب کے سلسلہ میں فرماتے ہیں :-

وانت الذى زدت فى السور  
على نفسك لعبادك ترميد  
ربهم فى متاجرهم لك و  
توزهم بالوفاء عليك و  
الزيادة منك نقلت تبارك  
اسمك و تعاليت من جأها الحنة  
فله عسرا مثالها۔

تو وہ ہے جس نے اپنے بندوں کے لئے لین دین  
میں اُونپے زرخوں کا ذکر لیا ہے اور یہ چاہا ہے کہ  
وہ جو سودا تجھ سے کریں اس میں انہیں نفع ہو اور  
تیری طرف بڑھنے اور زیادہ حاصل کرنے میں کامیاب  
ہوں۔ چنانچہ تُو نے کہ جو مبارک نام والا اور بلند مقام  
والا ہے، فرمایا ہے کہ جو نیکی لے کر آئے گا اُسے اس  
کا دس گنا اجر ملے گا۔

**صحیفہ کی جامعیت** | صحیفہ کا ملہ دعاؤں اور مناجاتوں ہی کا ایک مجموعہ نہیں ہے بلکہ الوہیت کے رموز اور اسرار  
موجودیت کے دُر دئے شہوار کا ایک خزانہ عامر ہے جو دل و دماغ کو عظمت الہی کے تصور سے  
معمود اور کاشانہ عبودیت کو جلال حقیقت کے پر تو سے روشن و پُر نور کر دیتا ہے۔ اس سے خوف و رجا، محو فنا، عشق و جذب  
تسلیم و رضا اور بصیرت آگہی و عرفان حقیقت کے سوتے اُبل کر تشنگانِ علم و عرفان کو سیراب کرتے اور یقین و طمانینت کے

آب حیات سے قلب و روح کی پیاس بجھاتے ہیں۔ اس کے صفات پر دو حقائق و معارف پھیلے ہوئے ہیں جن کی قدر قیمت کا اندازہ کچھ دہی افرو کر سکتے ہیں جنہوں نے فلسفہ الہیات کی پُر پیچ وادیوں کے پتھر کاٹے ہوں اور حکمت و اخلاق کی ضمیر کتابوں کی درق گردانی کی ہو۔ اس میں مبداء و معاد اور دوسرے اصول مذہب کو دمائیہ پیرایہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ مہر اصل رُوح عقیدہ بن کر دل و دماغ میں اتر جاتی اور قلب و روح میں سرایت کر جاتی ہے۔ اس کی دعائیں اور مناجاتیں کائناتِ قدرت و مظاہرِ فطرت میں خود و خوض کی دعوت دے کر بصیرت پر جلا کرتی، شکوک و شبہات کے دُھندلوں کو چھانٹ کر حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی اور مایوسی، پست بہتی اور دل شکستگی کے تصورات سے علیدہ کر کے امید و رجاء اور بلند ہمتی و اولوالعزمی کے جذبات سے آشنا کرتی ہیں۔ ان دعاؤں میں الہیاتی و نفسیاتی حقائق کے ساتھ اصلاحِ معاشرہ کے اصول، دین داری و خدا پرستی کے ہدایات، طہارتِ نفس و پاکیزگیِ قلب کے پیمانہات اور فکری و اخلاقی ارتقاء کے وہ تعلیمات بھی پائے جاتے ہیں جو انسان کو اس بلندی پر پہنچا دیتے ہیں جہاں حکمت و اخلاق کی اونچی سے اونچی چوٹیاں اس کے قدموں کے لئے گزر گاہ بن جاتی ہیں اور زندگی کا ہر شعبہ اور فکر و عمل کا ہر گوشہ دینی و اخلاقی تزییروں سے جگمگا اٹھتا ہے۔

**صحیفہ کی غرض و غایت** | صحیفہ کا نصب العین اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان میں خوف ورجاء کے جذبات پیدا کر کے اسے رُوحِ عبادت سے آشنا کرے اور دماغ سے سحر گاہی و نالائذ نیم شبی کی لذت سے ذوقِ نیاز مندی کو تسکین بخٹے اور طلب و دعا اور عجز و نیاز کا سلیقہ سکھائے اور تہذیبِ نفس، پاکیزگیِ کردار، تعمیرِ اخلاق، تشکیلِ سیرت اور تطہیرِ قلب و روح سے انسانیت کے جوہر نکھارے اور اسلامی حقیقتوں کو ان کے صحیح خدا و خالی کے ساتھ ظاہر و آشکارا کرے۔ لیکن یہ مقاصد صرف دعاؤں کے الفاظ دہرانے سے حاصل نہیں ہو سکتے جب تک ان کے معنی و مطلب پر نظر نہ ہو۔ اور اس کے ساتھ طلب و دعا میں جوش و ولولہ اور دل میں قصد و ارادہ بھی ضروری ہے۔ اور اگر صرف الفاظ کی ترکیب و ترتیب پر اکتفا کر لی جائے اور معنی و مفہوم کے سمجھنے کی ضرورت نہ سمجھی جائے تو پھر نیت و ارادہ کے بغیر بھی ٹاپیں قبول ہو جایا کرتیں اور قصد و خواہش کے بغیر بھی سیرت و کردار میں حسن پیدا ہو جایا کرتا۔ اور ایسا ہوتا تو یہ شہدہ گری کا ایک کرشمہ ہوتا کسی طلب و تاثر کا نتیجہ نہ ہوتا۔ ہاں اگر قصد و طلب کے ساتھ الفاظ بھی موقع و محل کے مناسب اور رفعتِ الوہیت کے شایانِ شان ہوں تو قبولیت میں معین اور استجابت پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور اعلیٰ القیوس وہ الفاظ جو ان خاصانِ خدا کی زبان سے نکلے ہوں جو عبودیت کے رمزِ آشنا، الوہیت کے ادبشناس اور بارگاہِ ربوبیت میں آدابِ کلام سے واقف ہوں اور معنی و مفہوم کے سمجھنے کے ساتھ اگر طلب و دعا کے آداب و شرائط اور درود و مناجات کے اوقا و لمحات بھی ملحوظ رکھے جائیں تو دعا کی اثر انگیزی اور بڑھ جائے گی اور استجابت و قبولیت سے جلد ہمکنار ہوگی۔ لہذا اس مقصد و مفاد اور موضوعِ صحیفہ کو دیکھتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و سنت اور آئمہ معصومین کے ارشادات کی روشنی میں دعا کے آداب و شرائط بیان کئے جائیں۔ اور اس کی ضرورت و اہمیت کو بھی واضح کیا جائے اور اس سلسلہ میں جواہرات وارد کئے جاتے ہیں ان کا بھی ایک حد تک ازالہ کر دیا جائے۔

وما توفیقی الا باللہ و بئہ استعین

**دُعا کا مفہوم** | دُعا کے لغوی معنی بکھانے اور پکارتے کے ہیں اور عرف میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز اور بارگاہِ الوہیت میں مقصد و حاجت کے پیش کرنے کو کہتے ہیں اور کبھی ان کلمات پر بھی دُعا کا اطلاق ہوتا ہے جو صرف حمد و ثنائے الہی پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان میں طلب و سوال اور عرضِ حال کی صورت نہیں ہوتی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :-

بہترین دُعا میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی دُعا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو یکیت و لا شریک ہے۔ اسی کے لئے شاہی و جہان داری ہے اور اسی کے لئے مسد و ستائش ہے۔ وہ زندگی و موت دینے والا ہے اور وہ ایسا زندہ ہے جس کے لئے موت نہیں۔ اس کے ہاتھ میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور ہر چیز پر اسے قدرت حاصل ہے۔

خیر الدُعاء دُعاء و دُعاء  
الا نبیاء من قبلی و ہولاء  
الا اللہ و وحدہ لا شریک لہ  
لہ الملك و لہ الحمد یحیی و  
یمیت و ہو حی لا یموت بیدہ  
الخیر و ہو علی کل شیء  
قدیر۔

ان تھیدی کلمات کو دُعا سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ تعریف و ستائش کے اندر طلب و سوال کا پہلو بھی پنہاں ہوتا ہے اگرچہ اس کی نوعیت سوال کی نہیں ہوتی۔ مگر طلب و سوال سے خالی بھی نہیں ہوتی۔ اور یہ طلب و عرضِ حاجت کا ایک لطیف اعلان ہے جس کے بعد کھلے الفاظ میں عرضِ سوال کی احتیاج نہیں رہتی اور سننے والا مزید کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی دولت مند کے جو دوستی کی تعریف کرتے ہوئے اپنی محتاجی و بے مانگی کا ذکر کرے تو اس کے بعد یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ اس کی لب تشنگی اس کے سرخیزہ جو دوستی سے میرا ہی کی طلب گار ہے جب کہ اس مع و توصیف اور اپنی بے نوائی کے ذکر کے بعد سوال مخفی نہیں رہا۔ اس مطلب کی طرف امیر ابن ابی الفضلؒ اپنے اس شعر میں جو ابن ہذمان کی مدح میں کہا ہے اشارہ کیا ہے :-

اذا اثنی علیک المرء یوما کفاه من تعرضہ الشنار

”جب کوئی شخص تمہاری مدح و ثنا کرتا ہے تو یہ مدح و ثنا اسے دستِ طلب بڑھانے سے بے نیاز کر دیتی ہے“

اس طرح اگر کوئی شخص اللہ کی بارگاہ میں اپنی احتیاج و بے نوائی اور اس کے فیضانِ کرم اور شانِ استغنا و بے نیازی کا تذکرہ کرے تو اس کے بعد کون سی بات رہ جاتی ہے جو طلب کے سلسلہ میں نہ کہی گئی ہو کہ اب کہنے کی ضرورت محسوس ہو بلکہ یہی مدح و توصیف عین طلب و سوال ہے۔

**دُعا کا حکم** | اللہ سبحانہ نے اپنی بہت سی بخششوں اور نعمتوں کو دُعا سے وابستہ کیا ہے اور یہ اس کا لطف و احسان ہے کہ اس نے نہ صرف دُعا کی طرف رہنمائی کی بلکہ حکماً دُعا کا فریضہ مقرر کر دیا تاکہ اس کے بندے اس کے فیضانِ کرم سے بہرہ مند اور اس کے انعام و بخشش سے دامن مراد بھر سکیں۔ چنانچہ قرآن و حدیث و آثارِ طاہرینؑ میں دُعا کے شقوق بڑی تاکید وارد ہوئی ہے۔ اور ہر طرح سے اس پر ترضیب و تحریص و دلالت گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے :-

(۱) وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي  
فَإِنِّي قَرِيبٌ اٰجِیْبْ دَعْوَةَ  
الدَّاعِ اِذَا دَعَا ن قَلِیْسْتَجِیْبُوْا  
لِی۔

(۲) اَمِنْ یَجِیْبُ الْمَضْطَرُ اِذَا دَعَا  
وِیَكْشِفُ السُّوْد۔

(۳) وَقَالَ رَبِّكُمُ ادْعُوْنِی اِسْتَجِبْ  
لَكُمْ۔

(۴) ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا  
خَفِیَّةً

(۵) هُوَ الْحَقُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ  
مُخْلِصِیْنَ لَهٗ الدِّیْنَ۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :-

الدَّعَاءُ سَلَامُ الْمُؤْمِنِ وَهُدًى الدِّیْنِ  
امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

الدَّعَاءُ تَرَسُ الْمُؤْمِنِ وَنَتِیْ كَثْرُ  
قَرَعِ الْبَابِ یَفْتَحُ لَكَ۔

امام زین العابدین علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

اِنَّ الدَّعَاءَ لَیْرُدُّ الْبَلَاءَ

امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الدَّعَاءُ

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

الدَّعَاءُ اَنْفَعُ مِنَ السَّنَنِ

الْحَدِیْدِ

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

عَلَيْكُمْ بِالْمَدْعَارِ فَاِنَّ الدَّعَارِ

جب میرے بندے میرے پاس میں تم سے پوچھیں تو کہہ دو  
کہ میں اُن کے پاس ہی تو ہوں اور جب کوئی مجھ سے دُعا  
مانگتا ہے تو میں دعا کرنے والے کی دعا کو سنتا اور مناسب  
ہوتا ہے تو قبول کرتا ہوں۔

وہ کون ہے کہ جب مضطر و لاچار اُسے پکارے تو وہ سنتا  
ہے اور ہر دکھ درد کو دُور کرتا ہے۔

تہاں پر دروگاہ فرماتا ہے کہ مجھ سے دُعا مانگو میں تمہاری دُعا  
قبول کروں گا۔

تم اپنے پروردگار کو تضرع و عاجز بنی کے ساتھ اور چپکے  
چپکے پکارو۔

اُسی تو ہمیشہ رہنے والا ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق  
نہیں۔ لہذا تم صدق نیت سے عبادت کر کے اس سے دُعا  
مانگو۔

دُعا مومن کا ہتھیار اور دین کا ستون ہے۔

دُعا مومن کی سپر ہے۔ جب تم بار بار دُعا پڑھو گے تو  
وہ تمہارے لئے کھول دیا جائے گا۔

دعا بلا و معصیت کو ٹال دیتی ہے۔

بہترین عبادت دُعا ہے۔

دعا تیز و کار والی اتنی سے بھی زیادہ موثر و کارگر ہوتی  
ہے۔

تمہیں لازماً دُعا مانگنا چاہیے کیونکہ اللہ سے طلب و دُعا۔

الطلب الى الله مرد البلاء۔

بلا و مصیبت کو برطرف کر دیتی ہے ۛ

امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

عليكم بسلاح الانبياء فليل وما

سلاح الانبياء قال الدعاء۔

امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

بالدعاء تدفع البلاء۔

دُعا تو بلا کا ذریعہ ہے ۛ

## دُعا کی ہمہ گیری و فطری اہمیت

ہر شخص دعا کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرتا ہے اور جس چیز کی ضرورت کا احساس شدید ہو وہ اپنے مقام پر ایک مسلمہ حقیقت کی حامل اور انسان کی فطری طلب اور قدرتی خواہش ہوتی ہے اور اگر اس کی ضرورت و اہمیت پر کوئی دلیل قائم نہ بھی کی جاسکے جب بھی اس کی واقعیت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے بارے میں اطمینان و یقین میں کوئی فرق پڑ سکتا ہے۔ اس لئے کہ فطرت کی ہم آہنگی بخود سب سے بڑی دلیل ہے چہ جائیکہ اس کی اہمیت پر فطرت و وجدان کی شہادت کے علاوہ بے شمار دلائل بھی قائم ہو چکے ہیں چنانچہ اس کی اہمیت کے ثبوت کے لئے یہ کافی ہے کہ عبادات میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے اور وہ بھی طلب دُعا پر مشتمل ہے جسے ہر روز کم از کم پانچ مرتبہ بجالانا ضروری ہے۔ اور اذکار نماز میں سب سے اہم سورۃ فاتحہ ہے۔ اور وہ سراپا دُعا ہے اور قرآن مجید میں آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ، ایوبؑ، شعیبؑ، یونسؑ، زکریاؑ، سلیمانؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کا تذکرہ ہے۔ اور ان کے علاوہ آئیہ زن زرخون، محمد صبر، شکر طاہر، اصحابِ کہف اور دیگر اہل ایمان کی دعاؤں کا ذکر ہے۔ جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دعا انبیاء کی سیرت، اولیاء کا شیوہ اور خاصانِ خدا کا دستور ہے۔ علاوہ ازیں یہ صرف ملتِ اسلامیہ ہی کا شعار نہیں ہے بلکہ تمام اہلِ ادیان اسے رُوحِ نیاز مندی و حسنِ عبودیت سمجھتے ہیں۔ اور فکر و عمل کے اختلاف کے باوجود اس نظریہ پر یک جہتی سے متفق ہیں کہ کوئی پکار سنبھنے والا ہے اسے پکارنا چاہیئے اور کوئی دکھ درد کا مداوا کرنے والا ہے اس سے چارہ سازی کی التجا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ربود کے ترانے، تورات کے نغمے، انجیل کے زمزمے، شام وید اور شریعہ بھگت کی پرار تھنائیں، گرنٹھ سپرا اور گیتا کی اپاسنائیں اور ژند اوستا میں زردشت کی گاتھائیں اور دوسرے ادیانِ عالم کے مقدس معیضوں کی دعائیں اس کی شاہد ہیں۔ اور اسلام میں تو فریضہ دُعا کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کے ترک پر جہنم کی وعید تک وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے :-

ادعونی استجب لکون الذین

یستکبرون من عبادتی سیدخلون

جہنم و اخرون ۛ

مجھ سے دُعا مانگو میں قبول کر دوں گا، وہ لوگ جو غرور و تکبر

کی وجہ سے میری عبادت سے منہ موڑ لیتے ہیں وہ ذلیل ہو

کر جہنم واصل ہوں گے ۛ

مفسرین نے اس آیت میں عبادت سے دُعا کو مراد لیا ہے۔ کیونکہ دُعا عبادت ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اور امام

زین العابدین علیہ السلام بھی اس کی تائید میں فرماتے ہیں :-

نفسیت دعا ثلاث عبادۃ و تزکۃ  
استکبار و ادتو عداۃ علی ترکہ  
دخول جہنم و اخروین ۵  
تو نے دُعا کا نام عبادت رکھا ہے اور اس کے ترک کو غرور  
سے تعبیر کیا ہے اور اس کے ترک پر جہنم میں ذلیل ہو کر  
داخل ہونے سے ڈرایا ہے ۵

## دُعا کے نفسیاتی فوائد

یہ حقیقت ہے کہ انسان جس قدر اپنے نفسیات پر قابو رکھتا ہے اسی قدر اجتماع خیالات پر قادر ہوتا ہے۔ اور یہ دل و دماغ کی یک سوئی اور خیالات کی ہم آہنگی قوت ارادی کی بنیاد ہے۔ اس قوت کی حقیقت کچھ بھی ہو لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا اور تجربہ شاہد ہے کہ اپنے مقصد میں عموماً وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو اس طاقت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کے خلاف پرانہ خیال لوگ خیالات کے ادھیڑ بن میں اپنی زندگی غم کر دیتے ہیں اور منزل مقصود تک رسائی انہیں نصیب نہیں ہوتی۔ اس قوت ارادی کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے یقین کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ارادہ کی پختگی یقین کی مضبوطی سے وابستہ ہے اس لئے کہ مشکوک و غیر یقینی چیزوں سے ارادہ کا حتمی تعلق نہیں ہوتا۔ لہذا جب تک یقین کامل نہ ہوگا ارادہ بھی کامل نہیں ہو سکتا۔ اور مقصد کے حصول کے لئے جو اسباب درکار ہیں ان کے عناصر صرف دو ہیں۔ ایک ارادہ اور دوسرے یقین۔ لیکن ہر شخص میں یہ قوت و طاقت نہیں ہوتی کہ وہ انہیں براہ راست حاصل کر لے جائے اس لئے ایک ایسی چیز کی ضرورت ہے جو دل و دماغ کو عزم و یقین کے کیفیات قبول کرنے کے قابل بنا سکے اور وہ دعا ہے جو ان دونوں کے مجموعے کی منزل تک پہنچانے میں معین ثابت ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ دُعا کی اہل حقیقت مبداء کائنات سے رابطہ پیدا کرنا اور اس کی قوت و طاقت کو دیکھتے ہوئے کہ وہ ہر حاجت کے پورا کرنے اور ہر مشکل کے حل کرنے پر قادر ہے۔ اس سے اپنی عاجیوں اور آرزوؤں کو وابستہ کر دیتا ہے اور جو حوں حوں یہ رابطہ اور عمل مشکلات پر اس کی قدرت کا تصور مضبوط ہوتا ہے شکوک کے دھندلکے چھٹنے اور یقین کی شعاعیں چمکنے لگتی ہیں اور خیالات اور ارادہ ہر جگہ بھٹکنے اور مختلف آسانوں کی طرف مڑنے کے بجائے ایک مرکز پر جمع ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں ایک متذبذب و غیر مستقل مزاج شخص جو ہر چیز میں شکوک پیدا کرنے کا عادی اور فکری استقامت سے محروم ہو چکا ہوتا ہے یقینیت کے لئے اپنے دل و دماغ میں جگہ پیدا کر لیتا ہے۔ اسی طرح تمام ذرائع سے منہ موڑنے اور صرف ایک مرکز امید سے وابستہ ہونے سے جو ذہن میں یک جہتی و ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے اس سے خیالات کے مجتمع کرنے کی قوتیں ابھر آتی ہیں۔ جس کا نتیجہ قوت ارادی کے استحکام کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ عزم و دُعا، عزم و یقین کا سہ چہرہ اور عزم و یقین کا میبانی کا سنگ بنیاد ہیں۔

دُعا کا دوسرا افادی پہلو یہ ہے کہ انسان کو لہذا اپنی زندگی کے نشیب و فراز میں ایسے لمحات سے دوچار ہونا پڑتا ہے جن میں تمنائیں اور آرزوئیں یا س کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں اور اضطراب کو تسلی دینے کے تمام سہارے اور امیدوں کے سارے بندھن ایک ایک کر کے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس تباہی و ویرانی کے عالم میں انسان فطرتاً کوئی سہارا ڈھونڈتا ہے جو اس کے تلق و اضطراب کے لئے تسلی و تسکین کا سامان فراہم کرے۔ اور اگر وہ یہ تسلیہ کر لے کہ

اب کوئی چیز اسے بچا نہیں سکتی تو پھر اس کے پاس کون سا سہارا رہ جاتا ہے جو اس کا ہاتھ تھام کر اسے زندگی کی شاہراہ پر کھڑا کرے اور یاس کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں اسے اُمید کا چراغ دکھائے۔ اور اگر اس لا چاری و درما ندگی کی حالت میں یہ یقین ہو کہ ایکس بالادست طاقت اس الجھن اور پریشانی سے نکال لے جاسکتی ہے تو اس کی طرف رجوع ہونے سے مضبوط تر سہارا کون ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ یقین ہی وہ چیز ہے جو پریشانیوں کے بلوں کو چھانٹ دیتا ہے اور دنیا کی پیہم ناکامیوں کے بعد بھی مایوس نہیں ہونے دیتا اور وہ ناکامیوں اور نامرادیوں کے هجوم میں انہام کار کی کامیابی کا یقین لئے ہوئے اللہ کی چارہ سادلیوں کا امیدوار رہتا ہے۔ چنانچہ جب مبرا انسانی کی بساط الٹ جاتی ہے اور متابع سکون ٹٹ پکنا ہے اور کامیابی و کامرانی کے تمام ذرائع مسدود اور وسائل ناپید ہو جاتے ہیں تو اس وقت کرب و اضطراب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو پکارنا مجر و الحاح کا ہاتھ اٹھانا اور درد و غم کی روداد اور رنج و الم کی داستان اسے سنانا دل کے لئے سرمایہ تسکین ثابت ہوتا ہے اور یاس و قنوطیت کو امید و رجاء سے بدل دیتا ہے۔ جس سے انسان اپنی پاشان و پریشان قوتوں کو یکجا کر کے نئے عزم و ارادہ کے ساتھ حوادث سے ٹکرانے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے اور ہمت شکنی کے ہولناک غار میں گرنے سے پہلے کو پھلنے جاتا ہے۔

دعا کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے عبودیت کا رشتہ استوار اور عبودیت والوہیت کا رابطہ مضبوط و مستحکم ہوتا ہے۔ کیونکہ جب سارے سہارے ختم ہو جاتے ہیں اور ہر طرف اُمید کے دیئے بجھے نظر آتے ہیں اور ذاتِ معبود کے علاوہ اور کوئی مرکزِ اُمید دکھائی نہیں دیتا تو امتیاع و بے ایمانی کا احساس اور مجر و بے کسی کا جذبہ دل و دماغ کو اس کے جلال و جبروت سے متاثر کر کے اس کے دروازہ پر ٹھکا دیتا ہے اور انسان کے سوسے ہوئے وجدان کو جھنجھوڑ کر بیدار کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ تمام علائق و اسباب سے بے نیاز ہو کر اسے ہی پکارے گا اور اُسی سے اپنے درد کا درمان چاہے گا اور اس طلب و دعا کے ذریعہ اس سنے لو لگائے ہوئے گا اور یہ ربط اور لگاؤ اسے تقربِ معبود کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا دے گا۔

دعا کا چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اس سے خدا کی قوت و طاقت پر اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے اور خود اپنی قوت و توانائی پر سے بھروسہ ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب انسان دعا کے نتیجہ میں کسی مصیبت سے چھٹکارا یا کسی مقصد میں کامیابی حاصل کرتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ قدرت کی کار فرمائی و کار سازی کا نتیجہ ہے جس میں خود اس کی قوت و طاقت اور کار کردگی کا ذرا دخل نہیں ہے۔ اس کے نتیجہ میں وہ ہر موقع پر قدرت کی قوت و طاقت اور کار سازی پر بھروسہ کرنے کا غور ہو جاتا ہے اور اپنی کمزوری و لا چاری کو دیکھتے ہوئے کسی مرحلہ پر اپنی قوت و طاقت پر اعتماد نہیں کرتا۔ اور اصل جو عبودیت یہی ہے کہ انسان کلیتہً اللہ تعالیٰ کی بالادستی پر یقین رکھے اور اپنی طاقت و توانائی پر سے اعتماد ختم کر دے اور یہ دعا کا ایک لازمی اثر ہے۔

دعا کا پانچواں فائدہ یہ ہے کہ اس سے کبر و اتانیت کی طوفان انگیزیوں اور تہر و سرکشی کی طغیانیاں دَب کر رہ جاتی ہیں۔ کیونکہ طلب و سوال کے موقع پر ایسے حرکات و اعمال کا مظاہرہ کیا جاتا ہے جو سراسر مجر و نیاز اور غفلت و انکسار

کے حامل ہوتے ہیں۔ جیسے ہاتھوں کو اوپر اٹھانا، گرد گڑا کر مانگنا، اپنے بھروسہ و قصور کا اعتراف اور بے بغاوتی و لاچارگی کا اظہار کرنا۔ یہ تمام چیزیں مسترد از خیالات کو فنا کر دیتی ہیں اور نتیجہ میں تمام اعمال و افکار مجبور و نیاز کے سانچہ میں ڈھل جاتے ہیں۔

**ایک شبہ اور اس کا حل** | دعا کے سلسلہ میں یہ شبہ عام طور سے وارد کیا جاتا ہے کہ جب خداوند عالم نے قرآن مجید میں قبولیت دعا کا وعدہ کیا ہے تو پھر ہر دعا کو قبول ہونا چاہیے۔ حالانکہ دیکھا یہ جاتا ہے کہ بہت سے دعائیں مانگنے والے نہ تو طلب و الحاح کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتے اور ان کی تمام دعائیں صدا بھرا ثابت ہوتی ہیں۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد لا یخلف اللہ وعدہ کا (خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا) کے منافی نہیں ہے؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ قرآنی آیات دو قسم کے ہیں :- ایک مطلق اور دوسرے مقید۔ مطلق وہ ہیں جن میں کوئی تقيید و پابندی نہ ہو جیسے ادھونی استجب لکم (مجھ سے دعا مانگو میں قبول کر دوں گا) اس میں قبولیت کے لئے قید و پابندی نہیں ہے۔ اور مقید وہ ہیں جن میں کوئی تقيید و پابندی ہو جیسے بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان مشاؤد بلکہ تم اسی سے دعا مانگتے ہو، اگر وہ چاہے تو تمہاری دعا کو قبول کرے) اس میں قبولیت دعا کو مشیت الہی کی قید سے وابستہ کیا گیا ہے۔ اور جب ایک ہی چیز کے لئے مطلق اور مقید دونوں قسم کی آیتیں ہوں تو تقيید کو ایک توضیحی بیان تصور کرتے ہوئے مطلق آیتوں کے اندر بھی تقيید کا ہونا اس کا ثبوت ہے کہ مطلق آیتوں کے اندر بھی تقيید کا وجود مانا جایا کرتا ہے۔ لہذا ان آیات میں قبولیت دعا کا وعدہ قید مشیت کا پابند نہیں ہے۔ ان میں بھی مشیت کی پابندی لازماً مستور ہوگی اگرچہ خود ان میں یہ تقيید نہیں ہے مگر ایک آیت میں تقيید کا ہونا اس کا ثبوت ہے کہ مطلق آیتیں بھی اس تقيید کے حدود میں ہیں تو جب قبولیت دعا، مشیت الہی کی پابند ہے تو پیش کردہ شبہ ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جہاں مشیت الہی دعا کی قبولیت سے متعلق ہوگی وہاں دعا قبول ہو جائے گی اور جہاں مشیت مقتضی نہ ہوگی وہاں رد ہو جائے گی اور اللہ سبحانہ پر یہ پابندی مائد نہیں کی جاسکتی کہ وہ ہر دعا کو ضرور قبول کرے۔ اگر ایسا ہو تو پھر جہاں وہ دعائیں باہم متضاد ہوں گی اس طرح کہ ایک شخص ایک چیز کا "ہونا" چاہے، اور دوسرا اس کا "نہ ہونا" چاہے تو وہاں ان دو متضاد چیزوں کو کیونکر جمع کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ یہ امر واضح ہے کہ ہست اور نیست کو جمع نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ خداوند عالم تو ہر چیز اس کے احاطہ قدرت سے باہر نہیں ہے تو کیا وہ ایسا نہیں کرے سکتا کہ ہست و نیست کو جمع کر دے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ قدرت کا تعلق صرف انہی چیزوں سے ہوتا ہے جن کا وقوع ممکن ہو۔ اور جس چیز کا وقوع عقلاً محال ہو اس سے قدرت کا تعلق بھی نہیں ہوتا۔ لہذا ایسی چیز کا اسے پابند نہیں قرار دیا جاسکتا جس کی عقل میں کوئی گنجائش نہ ہو۔

**عدم قبولیت دعا کے وجوہ و اسباب** | جب دعا کی مقبولیت مصلحت الہی سے وابستہ ہے، تو پھر جہاں مصلحت قبولیت دعا کے وجوہ و اسباب | مصلحت قبولیت کی مقتضی ہوگی وہاں دعا قبول ہوگی اور جہاں مصلحت اس کے خلاف کی مقتضی ہوگی وہاں دعا رد کر دی جائے گی۔ یہ مصلحت الہی مختلف اعتبارات سے قبولیت میں

مانع ہوتی ہے کبھی اس لئے کہ دعا مانگنے والا اپنے نفع و نقصان سے بے خبر ہونے کی وجہ سے جس میں بظاہر کوئی فائدہ یا خرابی دیکھتا ہے اُسے اللہ سے طلب کرتا ہے۔ لیکن واقع میں وہ چیز اس کے لئے مفرد نقصان دہ ثابت ہوتی ہے چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:-

و یدع الانسان  
بالشر دعاءه  
بالخير وكان الانسان  
عجولا۔

بسا اوقات انسان بُرائی کی دُعا اس طرح مانگتا ہے  
جس طرح اپنے لئے بھلائی کی دُعا کرتا ہے (حالانکہ وہ  
یہ نہیں جانتا کہ یہ بُرائی ہے) اور انسان تو بڑا ہی  
جلد باز ہے۔

ایسی صورت میں اس کے سوال کو رد کرنے ہی میں اس کی بھلائی مفید ہوگی اور اس سے وعدہ الہی پر آنچ نہیں آسکتی۔ اس لئے کہ اس نے سائل کی مصلحت کو نظر انداز کر کے قبولیت دُعا کا وعدہ نہیں کیا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں کسی سائل کو ناکام نہیں پھیروں گا اور اس کے سامنے ایک ایسا سائل آجاتا ہے جو اپنی کم عقلی اور نادہی کی وجہ سے ایسی چیز کا سوال کرتا ہے جو واقع میں اس کے لئے مہلک و تباہ کن ہوتی ہے تو اگر وہ شخص اس کے سوال کو فوراً نہ کرے اور اس کی خواہش کو ٹھکرا دے، تو یہ وعدہ کی خلاف ورزی متصور نہ ہوگی کیونکہ وعدہ کرتے وقت اس کے پیش نظر سائل کی بہبودی تھی نہ کہ اس کی ہلاکت و تباہی۔ بلکہ ایسی صورت میں سائل کے سوال کو فوراً کرنا عقلاً اس کے نزدیک ایک قابلِ ذمت فعل ہوگا اور اس سے یہی کہا جائے گا کہ تم نے کیوں اپنے وعدہ کے خلاف کیا۔ اور کبھی مصلحت اس لئے قبولیت میں مانع ہوتی ہے کہ اگر دُعا مانگنے والے کی دُعا کو قبول کر لیا جائے تو وہ اس کے کسی اور اہم مقصد میں رکاوٹ پیدا کر دے گا یا اس کے کسی مفاد کے لئے ضرور سام ہوگا، یا خود اس کے مفاد کے لئے تو ضرور سام نہیں مگر مفادِ عمومی کو اس سے نقصان پہنچتا ہے۔ تو اس صورت میں مفادِ عمومی کو مفادِ شخصی پر ترجیح دے کر اس کی دُعا کو رد کر دیا جائے گا اور کبھی انسانی ناشائستہ جیسے جھوٹ، ظلم، غصبِ حقوق، اکلِ حرام، ترکِ واجبات وغیرہ قبولیت میں سدِ راہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں غلوںِ ثنیتِ حسنِ کردار اور صدقِ عمل کے منافی ہیں اور قبولیت و استجابت دُعا کے لئے اعمال کی پاکیزگی از بس ضروری ہے، چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

الداعي بلا حمل كالدامي  
بلاوتر۔

جو حمل نہیں کرنا اور دُعا مانگتا ہے وہ ایسا ہے جیسے بغیر  
چلہ کمان کے تیر چلانے والا۔

بلاشبہ عمل کے بغیر دُعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مرض کے لئے دوا تو استعمال کرے مگر اس کے ساتھ ایسی چیزیں بھی کھاتا پیتا رہے جو اس دوا کے اثر کو زائل کر دیں یا ایک طرت زمین میں کھیتی بوئے اور دوسری طرف اس میں خوشی چھوڑ دے جو اُسے روئیں اور پامال کریں اور کبھی حکمت و مصلحت دوا کے طبعی اثرات کی طرح دُعا کے نتائج کو ختم کر دیتی ہے اور جس طرح نزل کے وقت عموماً دوا کارگر نہیں ہوتی اسی طرح دُعا بھی بے اثر ہو کر رد جاتی ہے۔ اور کبھی مصلحت کچھ عرصہ کے لئے قبولیت کو تاخیر میں ڈال دیتی ہے تاکہ جب مناسب موقع و محل آئے اس کی حاجت کو پورا کیا جاسکے۔ مگر انسان

منہ بھرت کے لحاظ سے چونکہ جلد باز واقع ہوا ہے، وہ چاہتا ہے کہ اس کی ہر خواہش جلدی پوری ہو جائے۔ اس لئے وہ اس تاخیر سے کھرا کر چیخ اٹھتا ہے حالانکہ جب بعد میں ہو سکتے تھے قرآن مجید کی جگہ پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر اس موقع پر اس کی دعا قبول ہو جاتی تو وہ فائدہ دینا کچھ جواب مرتب ہو رہے ہیں اس وقت مرتب نہیں ہو سکتے تھے۔ اور اس تعویذ کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دعا مانگنے والوں کی فکری بھابھاتی ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اسی طرح سے دعا مانگتا اور دامن پھیلاتا رہے۔ اور کہیں اس تاخیر سے اس کے صبر اللہ تعالیٰ سے اس کی تابستگی کی آدائش مقصود ہوتی ہے کہ وہ قبولیت دعا سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ تو نہیں توڑتا۔ اور اس سے رخ موڑ کر غیر کے در پر جب سائی تو نہیں کرتا۔ لہذا قبولیت میں اگر تاخیر ہو تو اس کی رحمت و رزق سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ کریم کے در پر پکارنے والا کبھی ناکام نہیں رہتا۔ ایک نہ ایک دن اُس کی سنی ہائے گی اور منہ مانگی مراد سے ملے گی۔ لہذا قبولیت و عدم قبولیت کو اللہ پر چھوڑ کر اس سے اپنی حاجت مانگتا رہے اور اپنا دکھ درد اُسے سناتا رہے اور عبودیت و نیاز مندی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم اُسے پکاریں، اُس کے در پر صدا دیں۔ اس کے آگے جھولی پھیلائیں۔ قطع نظر اس کے کہ ہماری جھولی میں کچھ بڑھتا ہے یا نہیں، ہماری پکار کی شنوائی ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہوتی تو ایسا نہیں ہے کہ اُس کے کرم و جزا کا تقاضا جلی گیا ہے۔ بلکہ یہ محرومی ہماری کوتاہی و غفلت دامانی کا نتیجہ ہے۔

اگر بزلغ دراز تو دست ما زبرد گنا و نیت پریشان و دست کوتاہ است

**منکرین دعا کے شبہات اور اُن کا رد** | بعض حکماء و متفلسفین دعا کی افادیت کے منکر اور اسے بے ضرورت سمجھتے ہیں، اور اثبات دعا کے لئے چند دلیل نا شبہات پیش کرتے ہیں جن کا تجزیہ کیا جائے تو ان کا کوئی وزن باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ ان کی پہلی اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہر چیز کے وقوع و عدم وقوع کا علم پہلے ہی سے اللہ کو ہوتا ہے اور وہ تمام واقعات و حوادث کو قبل وقوع جانتا ہے۔ اور جس چیز کے وقوع و عدم وقوع پر اُس کا علم عادی ہو اس کے لئے دعا مانگنا ایک بے نتیجہ کوشش ہے۔ کیونکہ دعا علم الہی پر اثر انداز ہو کر جہنم والی چیز کو روک نہیں سکتی اور نہ ہونے والی چیز کو وجود میں نہیں لاسکتی۔ اور اگر ایسا ہو تو قدرت کے لئے جہالت لازم آئے گی۔ کیونکہ اس کے علم میں یا تو یہ تھا کہ یہ چیز واقع نہیں ہوگی مگر دعا کی وجہ سے وہ واقع ہو گئی یا یہ کہ اس کے علم میں یہ تھا کہ یہ چیز واقع ہوگی مگر دعا اس کے لئے مانع ہو گئی۔ لہذا یا تو دعا کی افادیت سے انکار کیجئے یا اللہ کے لئے جہالت کو تجویز کیجئے۔

یہ شبہ ایک غلط نظریہ پر قائم کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ اس کے علم کو معلوم کا سبب قرار دے لیا گیا ہے۔ حالانکہ معلوم کا وقوع اس لحاظ سے اس کے علم سے وابستہ نہیں کہ وہ اس کا سبب ہو کیونکہ علم صرف معلوم کے ظہور و انکشاف کا نام ہے اور اسے معلوم کے وقوع و عدم وقوع سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہمیں اگر یہ علم ہو کہ فلاں زمین زرخیز ہے اور فلاں شجر یا فلاں کنوئیں کا پانی میٹھا ہے اور فلاں کنوئیں کا پانی شور، تو ہمارا علم زرخیز کو زرخیز اور بنجر کو بنجر اور میٹھے کو میٹھا اور شور کو شور نہیں بناتا۔ اسی طرح ایک بنجم اگر یہ خبر دیتا ہے کہ کل بادشہ ہوگی اور اس کے علم کے مطابق بادشہ ہو بھی جائے

تو اس علم کو بارش کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ یہ بارش تو اس وقت بھی ہوتی جب اسے بارش کے متعلق کچھ بھی علم نہ ہوتا۔ اور اگر اس کا علم ہی سبب ہوتا تو پھر عدم علم کی صورت میں بارش بھی نہ ہونا چاہیے تھی۔ حالانکہ اس کے نہ جاننے کی صورت میں بھی بارش ہوتی۔ لہذا علم کو معلومات کے وقوع کا سبب نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کیونکہ علم معلوم کے تابع کی حیثیت رکھتا ہے اور جو چیز تابع کی حیثیت رکھتی ہو وہ سبب نہیں قرار پاسکتی۔ کیونکہ سبب مستبب سے مقدم ہوتا ہے۔ خداوند عالم کا علم اگرچہ وہ معلومات کے تابع بایں معنی نہیں ہے کہ معلومات کے ذریعہ سے حاصل ہو۔ پھر بھی چونکہ علم نام اسی کا ہے جو مطابق واقعہ ہو لہذا واقعہ پر ایک طرح کا ترتیب اسے ضرور ہے۔ لہذا وہ بھی واقعہ کا سبب نہیں ہو سکتا۔ اسی سے اس استدلال کی رد ہوتی ہے۔ جو جبر پر کیا جاتا ہے کہ جو کچھ انسان کے افعال ہوں وہ اللہ کے علم میں ازل سے ہیں۔ لہذا اب ان افعال کا ہونا ضروری ہے۔ اور انسان کی حیثیت ایک مجبور مفسر قرار پائے گی۔ کہ جو نہ وہ اپنے ارادہ و اختیار سے کچھ کر سکتا ہے اور نہ جس راستے پر وہ چلا یا گیا ہے اس سے انحراف کر سکتا ہے۔ اس صورت میں بعثت انبیاء جزا و سزا وعدہ و وعید سب چیزیں بے معنی ہو جائیں گی اور بندوں کے تمام گناہوں کی ذمہ داری اگر اس صورت میں انہیں گناہ کہا جاسکے تو اسی کے سر ہوگی اس لئے کہ اس کے علم کے مطابق ان گناہوں کا وقوع ضروری تھا۔ چنانچہ اسی نظریے کی ترجمانی کرتے ہوئے عمر خیام کہتا ہے :-

من سے خورم د ہر کہ چوں من اہل بود سے خوردن من نیزد او سہل بود

من سے خوردن من حق نہ ازل سے دانست گرے نہ خورم علم خدا بھل بود

اس قسم کا نظریہ رکھنے والوں کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ بھوک میں کھانے کی اور مرض میں علاج کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ اگر نہ کھائیں تو بھوکے رہیں اور علاج نہ کریں تو شفا حاصل نہ ہو حالانکہ اس نظریہ کی رد سے انہیں نہ کھانے کی ضرورت ہے نہ دوا کی حاجت۔ اس لئے کہ اللہ کے علم میں اگر ان کا بھوکا یا بیمار ہونا ہے تو وہ بہر حال بھوکے اور بیمار ہی ہوں گے اور اگر سیر ہونا ہے تو وہ بہر حال سیر ہی ہوں گے چاہے کچھ کھائیں یا نہ کھائیں۔ اور تندرست ہونا ہے تو بہر حال تندرست ہی ہوں گے چاہے علاج کریں یا نہ کریں۔ لیکن اس کے باوجود بھوک میں وہ کھاتے بھی ہیں اور مرض میں دوا بھی کرتے ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بھوک کھانے سے اور بیماری دوا سے زائل ہوتی ہے اور اللہ کو ان کی سیری و تندرستی کا علم ہے تو اس لئے کہ وہ کھائیں گے اور دوا کریں گے اور خود یہ علم ان کی سیری و شفا یا بی کا سبب نہیں ہے۔ تو جس طرح اُس نے سیری کا سبب کھانے کو اور شفا کا سبب دوا کو قرار دیا ہے اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اُس نے حصول مقصد کو دوا سے وابستہ کر دیا ہو اس طرح کہ اگر اس سے دوا کی جائے تو حاجت بر آئے گی اور دُعا نہ کی جائے تو حاجت پوری نہ ہوگی۔ لہذا علم بالسبب کو سبب سمجھ کر اس شبہ کے لئے ذہن میں گنہائش پیدا نہ کرنا چاہیے۔

دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اگر مقدمات الہیہ میں کسی امر کا واقع ہونا قرار پا چکا ہے تو وہ واقع ہو کر رہے گا۔ اور اگر اس کے خلاف طے پا چکا ہے تو وہ کسی طرح واقع نہیں ہو سکتا۔ لہذا دُعا اگر نوشتہ تقدیر کے مطابق ہے تو دُعا کا فائدہ نتیجہ ہی کیا۔ اور اگر نوشتہ تقدیر اس کے خلاف ہے تو دُعا سے مقدمات کو بدلنے کی کوشش کرنا سنی لاجل اور تقدیر کے خلاف جاننا دریا کے رخ کے خلاف پیرنا ہے۔



روی میسر ابن عبد العزیز عن  
ابی عبد اللہ قال قال لی یا میر  
ادع ولا تقل ان الامر قد فرغ  
منه ان عند الله منزلة لا تمال  
الابمسلتہ ولو ان عبدًا اسد فاه  
ولہ یسئل لم یعط شیئاً  
فاستل تعط یا میر انہ لیس  
من باب یقرع الا یوشک ان  
یفتح لصاحبہ۔

میر ابن عبد العزیز کہتے ہیں کہ مجھ سے امام جعفر صادق علیہ  
السلام نے فرمایا کہ اسے میر دُعا مانگا کرو اور یہ نہ  
کہا کرو کہ جو ہوتا ہے وہ پہلے سے طے ہو چکا ہے۔  
اللہ کے یہاں ایسے درجے ہیں جنہیں سوال ہی سے  
حاصل کر سکتے ہو، اگر کوئی بندہ اپنی زبان بند رکھے  
اور سوال نہ کرے تو اسے دیا بھی نہیں جاتا۔ لہذا تم مانگو  
تاکہ تمہیں دیا جائے۔ دیکھو کوئی دروازہ ایسا نہیں ہے  
کہ اسے کھٹکھٹایا جائے اور وہ دستک دینے والے کے  
لیئے کھول نہ دیا جائے۔

اب اگر کوئی شخص تقدیر پر قناعت کرے اس کے دروازے کو نہ کھٹکھٹائے اور اس کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے دریغ  
کرے، تو وہ خود اپنی نامرادی و حراماں نفسی کا سامان کر رہا ہے۔ ورنہ اُس کا فیضان کہیں نہ کتا نہیں اور نہ اس کا در فین کبھی  
بند ہوتا ہے۔ اور یہ سمجھ لینا کہ جو قضا و قدر میں لکھا جا چکا ہے ویسا ہو کر رہے گا اور اس میں رد و بدل کی گنجائش نہیں ہے  
شغل و مایوسی کو دعوت دینا ہے جس کے نتیجہ میں انسان اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ توڑ لے گا اور اس سے التجا کا سلسلہ  
قطع کر لے گا۔ اور اگر یہ اس کے دل و دماغ میں راسخ ہو جائے کہ اللہ کے آگے طلب و الحاج کا ہاتھ اٹھا کر شفاعت بخشنے  
کو خوشحالی و خوش نصیبی سے تبدیل کیا جاسکتا ہے تو اُس کی مایوسی کو اُمید سے اور جو درد سکون کو حرکت و عمل سے بدلا  
جاسکتا ہے۔ اور تقدیر پر تکیہ کر کے بیٹھ جانے کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ جو جس حد میں ہے اس سے آگے بڑھنے کی سعی و کوشش  
ترک کر دے۔ اگر کوئی محتاج ہے تو فقر و احتیاج کو دور کرنے کی فکر سے بے نیاز ہو جائے۔ کوئی مریض ہے تو صحت کے لئے علاج  
معالجہ کی ضرورت محسوس نہ کرے اور کوئی رنج و مصیبت میں گھرا ہوا ہے تو اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر نہ کرے اور اس  
کسل و اماندگی کے جو نتائج سامنے آئیں گے وہ وہی ہوں گے جو پورے معاشرے کے مفلوج و از کار رفتہ ہونے کے ہو سکتے  
ہیں۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ دُعا و آئین تسلیم و رضا کے منافی ہے کیونکہ دعا اللہ کی تجویز کردہ چیز کے مقابلہ میں اپنی خواہش  
کو پیش کرنا اور اُسے منوانا ہے۔ حالانکہ بندگی و رضا کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی خواہشوں کے مقابلہ میں منسلک الہی پر خوش رہا  
جائے اور ہر آرزو و طلب کو مرضی مولا کے تابع قرار دے لیا جائے اور کسی مصیبت پر پیشانی پر شکن اور دل میں میل نہ آئے۔  
کیونکہ جو مصیبت بھی وارد ہوتی ہے وہ قضا و قدر کے تابع ہوتی ہے اور قضائے الہی پر رضامندی ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث  
قدسی میں وارد ہوا ہے :-

جو شخص میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری آزمائش پر صبر نہ  
کرے اور میری نعمتوں پر شکر ادا نہ کرے اُسے میری زمین

من لہ یرض بقضائی و لہ  
یرض علی بلائی و لہ یشکر

لنعمائی فلیخرج من ارضی و سماوی ولیطلب ریاسوا و  
اور میرے آسمان سے باہر نکل جانا چاہیے اور میرے علاوہ  
کوئی اور پروردگار ڈھونڈ لینا چاہیے ۛ

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر دُعا، شیوہ تسلیم و آئینِ رضا کے خلاف ہوتی تو انبیاء و ائمہ جو رضا کے مرتبہ اعلیٰ پر فائز تھے دُعا کو اپنی زندگی کا جزو نہ بناتے اور نہ اللہ سبحانہ دُعا کا حکم دیتے۔ حالانکہ اس نے نہ صرف دُعا کی ہدایت کی بلکہ اس کے ترک کو غرور و انانیت سے تعبیر کیا ہے۔ تو جو چیز حکمِ الہی کی بنیاد پر بھالائی جائے وہ اس کی رضا کے خلاف کیسے منظور ہو سکتی ہے اور در صورتیکہ اس نے صدقہ و خیرات اور طلب و دُعا وغیرہ کو مقصد کی کامیابی کا سبب و واسطہ قرار دے دیا ہو جس طرح اُس نے دنیا میں اپنی قضا کے ظہور کو اسباب سے وابستہ کیا ہے تو رضائے الہی سے منافات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں جس مقصد کے لئے دُعا مانگی جا رہی ہے وہ وہی فیصلہ و قضا و قدر ہے جس کو دُعا پر موقوف رکھا ہے۔ اور اگر قضا و قدر پر رضا مندی کا مظاہرہ کرنا ہی ہے، تو پھر پتھر کاٹ رہا ہو تو اُسے الگ نہ کیجئے، سانپ ڈس رہا ہو تو اُسے ڈسنے دیجئے۔ پیاس ہو تو پانی نہ پیجئے، بھوک ہو تو کھانا نہ کھاٹیے کیونکہ یہ تمام چیزیں بھی تو قضا و قدر کے تابع ہیں۔ اگر یہ قضا و قدر کے تابع ہیں تو پھر پتھر کو چھڑانا، سانپ سے بچنا، مرض کا علاج کرنا اور بھوک پیاس کے وقت کھانا کھانا قضا و قدر کے حدود سے باہر کیسے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام ایک دیوار کی طرف گز سے جو گڑا چاہتی تھی۔ تو آپ نے خطرہ کے پیش نظر راستہ بدل دیا جس پر ایک شخص نے کہا: "انفرد من قضا و اللہ" کیا آپ اللہ کی قضا سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ فرمایا ان من قضا اللہ الی قدرہ۔ میں قضا سے بھاگ کر قدر کے دامن میں پناہ لے رہا ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ نے میری زندگی کا فیصلہ کیا ہے تو اس کا ظہور اس کے سبب سے وابستہ ہے اس طرح کہ میں گرتی ہوئی دیوار سے نچ کر چلوں۔ بہر حال جب قضا ئے الہی کا ظہور اسباب سے وابستہ ہے اور یہ اسباب اسی کے پیدا کردہ ہیں اور انہی نے دُعا کو مقصد برآری کا سبب قرار دیا ہے تو یہ اس کی رضا سے متصادم نہیں ہو سکتی جب کہ دُعا و رضا دونوں کا سرچشمہ ایک ہے۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ دنیا کے تمام حوادث و نتائج کی انتہا ایک فات ازل پر ہوتی ہے اور اس کی حکمت و مصلحت ازل جس چیز کے وقوع کی مقتضی ہوگی وہ واقع ہو کر رہے گی اور جس کے وقوع کی مقتضی نہیں ہوگی وہ واقع نہیں ہو سکتی۔ تو جب اقتضا ئے ازل کے بغیر کوئی امر واقع نہیں ہو سکتا تو دُعا کا فائدہ ہی کیا جب کہ وہ اُس کی مصلحت کے مقتضیات کو بدل نہیں دے سکتی اور بہر حال وہی ہونا ہے جو اس کے اقتضا ئے ازل نے رزق ازل سے فیصلہ کر دیا ہے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ خداوند عالم نے ہر چیز کا ایک نظام اور ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے اور تمام چیزوں کو ایک ہمہ گیر سلسلہ میں اس طرح بانڈھ دیا ہے جس طرح ایک سلسلہ کی کڑیاں ایک دوسرے سے وابستہ اور مرتبط ہوتی ہیں جس سے عالم کا نظم و نسق اور دنیا کا کارخانہ ایک ڈھرے پر چل رہا ہے۔ اس لئے حکمتِ ازل جہاں کسی چیز کے وقوع کی مقتضی ہوتی ہے وہاں اس کے سبب اور واسطہ کے وجود کی بھی مقتضی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی حکمت کا اگر تقاضا یہ ہے کہ زمین سیر و سیلاب ہو تو وہ بھی چاہتی ہے کہ سمندر سے بخارات اٹھیں اور فضا میں پھیل کر ہواؤں سے ٹکرائیں اور پیاسی زمین کی سیرابی

کا سامان کریں تو جس طرح زمین کی سیرابی، سیرابی کے سرو سامان سے وابستہ ہے اسی طرح مصلحت ازلی نے حاجت برآری اور مقصد کی کامیابی کو بھی مختلف اسباب سے وابستہ کر رکھا ہے۔ اور منجملہ ان اسباب کے ایک حبیب دعا بھی ہے کہ اُس کی حکمت ازلی کسی کی حاجت برآری کی اس صورت میں مقتضی ہو جب اُس کے سامنے گڑ گڑایا جائے اور اُس سے دعا کی جائے اور درود تیکہ و عادت کی جائے حکمت کا تقاضا یہ ہو کہ اسے مقصد میں ناکام رکھا جائے۔ اس کے علاوہ بندوں کی حاجتوں اور مقصدوں کو دعا سے وابستہ کرنا بھی تقاضائے حکمت ہے تاکہ وہ اپنی احتیاج و بے مانگی کے پیش نظر اس سے رابطہ برقرار رکھیں اور دعا کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اس سے ٹو لگائے رہیں۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ جب خداوند عالم کو عالم الغیب مانا جا چکا ہے اور یہ کہ کوئی چیز اس سے ڈھکی چھپی ہوئی نہیں ہے اور وہ دلوں کے بھیدوں اور آنکھوں کے چوری چھپے اشاروں کو جانتا ہے تو پھر اپنی رُوداد اُسے سنانا اور اپنے مقصد کو زبان پر لانا کیا ضروری ہے؟ جب کہ ہمارے بغیر اس کا علم ہر چیز پر عادی ہے اور وہ ہماری ہر خواہش اور ہر آرزو سے آگاہ ہے اور کوئی چیز اس سے مخفی و پوشیدہ نہیں ہے چنانچہ اسی بنا پر جب حضرت ابوبکر علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جائے لگا اور جبرئیل امین نے مدد کی پیش کش کی، اور آپ کے انکار پر جبرئیل نے کہا کہ اگر مجھ سے کوئی حاجت و خواہش نہیں ہے تو جس سے ہے اُسی سے طلب کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا: علمہ بھالی حبیبی من سوائی: اس کا میری حاجت سے آگاہ ہونا مجھے سوال سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ دعا سے یہ مقصد ہی کب ہوتا ہے کہ اُسے بے خبر تصور کرتے ہوئے اپنی حاجتوں اور خواہشوں کو اس کے علم میں لایا جائے۔ کیونکہ وہ کسی مرحلہ پر ہمارے تلسنے اور زبان سے کچھ کہنے کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے دل کے ایک ایک ریشے کی پکار سے آگاہ اور ہمارے قلب کی تہوں میں پیش ہوئی آرزوؤں سے واقف ہے۔ یہ طلب و دعا تذل و انکسار اور رجوع الی اللہ تو صورت عبودیت کا ایک مظاہرہ ہے تاکہ مانگنے کی خاطر اس سے رابطہ قائم رہے اور طلب و حصول کے پردہ میں اس سے ٹو لگی رہے۔ اور اس خیالی سے زبان کو بند رکھنا کہ وہ تو سب کچھ جانتا ہے ایک طرح سے اتانیت و غرور کا مظاہرہ ہے جو بندوں کے سامنے تو قابل ستائش ہو سکتا ہے مگر اللہ کے سامنے اپنی رُوداد باطن پیش نہ کیجئے اور اسے اپنا درود دل نہ سنائے تو یہ شیوہ عبودیت کے خلاف اور مجر و نیاز مندی کے متافی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

قُلْ لَا يَعْْبُدُونِي بَعْدَ رَجْعِي لَوْلَا  
دَعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ  
يَكُونُ لَكُمْ لِمَا مَاءٌ  
مے رسول! کہہ دو کہ اگر تم دعا نہیں کرتے تو میرا پروردگار  
بھی تمہاری کوئی پروا نہیں کرتا۔ تم نے جھٹلایا جس کا وبال  
عنقریب تمہارے سر پڑے گا۔

بلاشبہ دعا، عبودیت کا ایک مظاہرہ اور فطرت انسانی کی ایک آواز ہے۔ چنانچہ جب بھی کوئی معیبت نازل ہوتی ہے یا ضرورت و احتیاج پریشان کرتی ہے تو بے ساختہ حریف و دغا زبان پر آ ہی جاتا ہے۔ اس کو بے ضرورت سمجھنا انسانی تعامل پر ہر پرہیزگارانہ اور فطرت و وجدان کے خلاف صغف آرا ہوتا ہے۔ اور یہ سمجھنا کہ دعا بس اس لئے کی جاتی ہے کہ اپنی آواز اُسے سنائی جائے اور اپنی حاجت و آرزو اس کے علم میں لائی جائے بلاغت کی ماہوں سے بے خبری کی دلیل ہے۔ چنانچہ کلام و

گفتگو میں ایسے بے شمار مواقع ہیں جہاں زبان سے کچھ کہنا مخاطب کو صرف بتانے ہی کے لئے نہیں ہوتا۔ مثلاً دن کی روشنی میں شوکر کھا کر گرنے والے کو یہ کہنا کہ ”سُورج نکل رہا ہے“ یہ بتانے کے لئے ہوتا ہے کہ یہ دن ہے رات نہیں ہے یا کچھ اور مقصد ہوتا ہے یا خداوند عالم کا موسیٰؑ سے خطاب مانتلک بیہینک یلوسی۔ موسیٰؑ! یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ لاطی کی بنا پر تھا یا حضرت موسیٰؑ سے سلسلہ کلام جاری کرنے کے لئے تھا۔ اور موسیٰؑ کا طویل جواب اللہ کو عطا کئے فوائد سے آگاہ کرنے کے لئے تھا یا ”لذیذ بود حکایت دراد تر گفتم“ کے پیش نظر تھا۔ اسی طرح شاعر کی اپنے ساتھی سے یہ فرمائش کہ:

الافاسقنی خمر او قلی ہی الخمر ولا تسقنی سوا اذا امکن الجھر

مجھے شراب پلا اور یہ کہہ کے پلا کہ یہ شراب ہے اور خفیر طور پر نہ پلا جب کہ کھلے بندوں پلانا ممکن ہے۔

کیا یہ جاننے کے لئے ہے کہ یہ شراب ہے۔ ایسا نہیں کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے کہ سامنے شراب رکھی ہے اور شراب ہی اُسے پلائی جائے گی بلکہ اس کا مقصد حصول لذت سماعت ہے اور وہ دوسرے حواس کی طرح کانوں کو بھی لذت اندوز کرنا چاہتا ہے کیونکہ آنکھیں اُسے دیکھ کر سرور و کیف حاصل کر رہی ہیں، قوت شہد اس کی خوشبو سے بہرہ اندوز ہو رہی ہے۔ لب اس کے لمس سے اور زبان اس کے ذائقے سے آشنا ہوا چاہتی ہے۔ بس ایک قوت سامعہ محروم رہی باقی تھی اس کی لذت اندوزی کا سامان اس طرح کیا کہ ساتھی سے کہا کہ تو شراب کہہ کے مجھے شراب پلا تا کہ اس لفظ کی گونج سے حظ و نشاط کی تکمیل ہو جائے اور کوئی حاسہ لذت اندوزی سے محروم نہ رہ جائے۔ پونہی کرم کے کانوں میں سائل کی آواز فخر شیریں بن کر گونجا کرتی ہے اور اس کا ذوق سماعت اور جذبہ کرم چاہتا ہے کہ اس سے مانگا جائے اور مانگنے والوں کی آوازیں اس کے کانوں میں پیہم گونجتی رہیں چنانچہ عرب کے مشہور شاعر مثبتی نے اپنے ممدوح کے متعلق کہا ہے :-

فاذا سئلت فلا لانتلک محوج واذا کئمت وشت بلک الالاء

”جب تجھ سے سوال کیا جاتا ہے تو اس لئے نہیں کہ تو مانگنے والوں کو سوال کی زحمت دینا چاہتا ہے بلکہ اس سے کہ تجھے سائلوں کی آواز اچھی معلوم ہوتی ہے اور جب تجھے پردوں میں چھپایا جائے تو میری نعمتیں تیری غمازی کرتی ہیں“ اس سلسلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ

ان المومن لیدعوا للہ عزوجل مومن خدائے بزرگ و بڑتر سے اپنی حاجت طلب

فی حاجتہ فیقول اللہ اخروا اجابتم کرتا ہے اور قدرت اس کی دعا اور آواز کے اشتیاق

شوقا الی صوتم و دعائہ میں یہ کہتی ہے کہ ابھی اس کی حاجت کو تاخیر میں ڈالیں

اور کہیں اس کے برعکس بھی ہوتا ہے اس طرح کہ اگر کسی کی آواز اُسے ناگوار معلوم ہوتی ہے تو اس کی حاجت جلد روا ہو جاتی ہے تاکہ وہ پھر اس کے درپردہ تک سے اُسے پکارے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

ان العبد لیدعوا للہ فیقول کوئی بندہ اس سے دعا مانگتا ہے تو اللہ سبحانہ کہتا ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ عجلا لہ کہ اس کی حاجت کو جلد پورا کر دیا جائے کیونکہ مجھے اس

کا پکارنا بڑا معلوم ہوتا ہے۔ حاجتہ ذاتی بغض صوتم۔

پہنچے اسی لئے بعض ناہنجار و بدکردار اشخاص کو اس نے گونا گوں نعمتوں سے نوازا تاکہ مہلت دینے کے بعد انہیں جکڑا جائے اور نعمت کی سرشاریوں میں انہیں اللہ کی طرف رجوع ہونے کی توفیق ہی حاصل نہ ہو سکے۔

داد اور حقوق نامہ ملک و مال      تا خالد سوسے حق آں بد سگال  
دہمہ عمرش نہ دید او دود سر      تا نگرید سوسے حق آں بد گھس

اب رہا حضرت ابراہیمؑ کا بارگاہ ایزدی میں دستِ طلب نہ بڑھانا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب بلا و مصیبت کی نوعیت خصوصی آزمائش کی ہو تو اس سے بچاؤ کا سوال کرنا شیوہ تسلیم و رضا کے خلاف ہے۔ چنانچہ جس طرح وہ اپنے فرزند کے ذبح کے موقع پر خدا سے یہ خواہش نہیں کرتے کہ اس انوکھی اور نرالی قسم کی آزمائش کو اٹھایا جائے بلکہ دل و جان سے اس کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں، اسی طرح آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو دیکھ کر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ نہ دعا کے لئے نہ دعا کے لئے ہاتھ اُڑ پڑھتے ہیں اور نہ زبانوں سے کوئی ایسا جملہ نکلتا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ آگ کی لپٹوں کو دیکھ کر ہراساں و پریشان ہو گئے ہیں، کہ ایک طرف کافروں کو طعنہ زنی کا موقع ملے اور دوسری طرف غلت و شیوہ تسلیم و رضا پر حرف آئے بلکہ بڑے صبر و استقلال سے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں کود پڑتے ہیں۔ اس تسلیم و رضا کی آزمائش اور صبر و استقلال کے امتحان کو دعا سے بے نیازی کے ثبوت میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ منزلِ داد و نیازِ اود ہے اور منزلِ صبر و امتحان اود ہے۔

پچھنی دلیل یہ ہے کہ جو چیز انسان کے مصالح میں داخل اور اس کی سود و بہبود اس سے وابستہ ہوگی تو وہ مبداء فیضِ سر چشمہ صولٰ کیسے اس میں فرو گذارِ امت نہ ہیں کہے گا اور نہ اس کے عطا کرنے میں بخل سے کام لے گا اور جو چیز اس کے مصالح میں داخل نہیں ہے اسے طلب کرنا بھی مناسب و قرینِ صواب نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کیونکہ اس کے معنی تو یہ ہوں گے کہ وہ اپنے مصالح کو اللہ سے بہتر سمجھتا ہے۔ اس لئے اس سے کوئی خواہش کرنا یا کوئی چیز طلب کرنا اس کی مصلحت، بینی و کار سازی پر حرف نہ لکھتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی مصلحت عطا کرنے اور بخشنے ہی میں ہوتی ہے چاہے انسان طلب کوے یا طلب نہ کوے جیسے وسائل جن سے زندگی کی بقا و وابستہ ہے۔ اور کبھی مصلحت رد کرنے اور ناکام پھیرنے ہی میں ہوتی ہے جیسے وہ چیزیں جو ہلاکت و تباہی کا سبب اور شیرازہ حیات کے بکھرنے کا باعث ہوتی ہیں۔ اور کبھی مصلحت دُعا و طلب سے وابستہ ہوتی ہے اس طرح کہ طلب و دعا کی صوابت میں اس میں مصلحت کار فرما نہیں ہوتی۔ لہذا طلب و دعا سے پیدا ہونے والے مصالح اودان کے ثمرات سے اپنے کو محروم نہ لکھنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔

ساتویں دلیل یہ ہے کہ دُعا شانِ ادب شناسی کے خلاف ہے کیونکہ دُعا میں ایک طرح سے امرِ نہی کی جھلک ہوتی ہے اور بنوعے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اللہ پر حکم چلائے اور یہ کہے کہ یہ کر اور یہ نہ کر۔ لہذا اسے ترک کرنا چاہیے تاکہ اس کی بارگاہ میں سودا و بی سے بچا جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دُعا کو از قبیلِ امرِ نہی سمجھنا اس لحاظ سے تو صحیح ہے کہ ان دونوں میں طلب کا مفہوم ہوتا ہے مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ امرِ نہی میں تقویٰ و برتری کا پہلو ہوتا ہے اور دُعا میں انتہائی مجرور و انکسار اور پستی و تذلل کا پہلو

ہوتا ہے۔ لہذا ایک دوسرے پر قیاس کرنا غلط اور سورہی کا نتیجہ ہے اور اگر مطلق طلب میں سود ادبی کو تجویز کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ماں باپ سے کوئی چیز مانگنا، استاد سے کچھ دریافت کرنا اور جاننے والے سے کچھ پوچھنا بھی سود ادبی میں داخل سمجھا جائے۔ اور اگر یہ چیزیں سود ادبی میں داخل نہیں ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ہی سے طلب و سوال میں سود ادبی کیوں ہو۔ جبکہ طلب و سوال اپنے فقروا متیاج اور اس کی عظمت و بلا دستی کا ایک واضح اعتراض ہے۔

آنکھوں کی دلیل یہ ہے کہ حمد و ثنا اور ذکر الہی حاجت روائی کا زیادہ کامیاب و مؤثر ذریعہ ہے۔ لہذا بہتر ذریعہ کو چھوڑ کر طلب و سوال کا ہاتھ کیوں پھیلا یا جائے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ:-

من شغلہ ذکرى عن مسئلتی اھطیتہ افضل ما اھطی السائلین۔  
جو شخص میرے ذکر میں اس طرح کھو جائے کہ اسے دعا کا خیال نہ رہے تو میں جو سوال کرنے والوں کو دیتا ہوں اس سے زیادہ اُسے دوں گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مقصد الہی اس سے یہ نہیں ہے کہ اس سے سوال نہ کیا جائے۔ ہاں اگر کوئی حمد و ثنا میں اس طرح ڈوب جائے کہ اسے یہ خیال نہ رہے کہ وہ اسے حاجت برآری و مقصد طلبی کا ذریعہ قرار دینا چاہتا تھا اور اس محویت میں اپنی حاجت ہی کو بھول جائے تو خدا اُسے طلب و سوال کی فراموشی کی وجہ سے اس کے مقصد سے محروم نہیں کرتا۔ بلکہ دوسرے مانگنے والوں سے بڑھ چڑھ کر اُسے دیتا ہے تو خداوند عالم کی اس بخشش و انعام کا سبب ترک سوال کو نہیں قرار دیا جاسکتا کہ اُسے ترک دعا کے ثبوت میں پیش کیا جائے بلکہ یہ دعا کی فراموشی، حمد و ثنا میں محویت اور اللہ کی یاد میں استغراق کی وجہ سے ہے اور اس طرح دعا کو فراموش کر جانا اور چیز ہے اور سرے سے دعا ہی ذکر کرنا اور چیز ہے۔ چنانچہ اسی مطلب کی وضاحت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس ارشاد ہوتی ہے:-

ان العبد لیكون له الحاجة الى الله فیبدأ بالشنا وھلی الله والعنوة علی محمد و آل محمد حتی ینسی حاجتہ فیقضيھا الله له من غیر ان یسأله ایاھا۔  
بندے کو اپنے اللہ سے کوئی حاجت ہوتی ہے اور وہ پہلے حمد و ثنا کرتا ہے اور محمد و آل محمد پر درود بھیجتا ہے اس طرح کہ اس حمد و ثنا میں کھو کر اپنی حاجت کو فراموش کر جاتا ہے تو اللہ اس کی حاجت روائی کر دیتا ہے بغیر اس کے کہ وہ اپنی حاجت طلب کرے۔

**دُعا قبل ابتلا** جس طرح علاج کی دو قسمیں ہیں ایک علاج قبل از مرض یعنی حفظ یا تقدم کے طور پر ایسی تدابیر اختیار کرنا جس سے انسان مرض کے حملہ سے محفوظ رہ سکے اور طبیعت مرض کی پذیرائی سے انکار کر دے، یہ معالجہ احتیاطی ہے، اور دوسری قسم یہ ہے کہ مرض میں مبتلا ہونے کے بعد علاج کیا جائے۔ اطباء کے نزدیک معالجہ احتیاطی زیادہ کارگر اور مفید ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ طبیعت صحیح حالت میں ہوتی ہے اس لئے معالجہ احتیاطی کے اثرات کو جلد قبول کر لیتی ہے اسی طرح دُعا کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک دُعا مصیبت نازل ہونے سے پہلے اور ایک دُعا مصیبت کے وارد ہونے کے بعد۔ اور وہ

دُعا جو قبل مصیبت ہو معاالجہ احتیاطی کی طرح زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ لہذا امن و عافیت کے دنوں میں ابتلا و مصیبت سے بچاؤ کے لئے اور فراخ ریزی و خوش حالی کے زمانہ میں تنگ دستی سے محفوظ رہنے کے لئے دُعا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ اس طرح کی دُعا آفت و ابتلا سے سپر بن جایا کرتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

من تقدم في الدعاء استجيب  
جو شخص مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے دُعا کرتا ہے۔  
له اذا نزل به السلام۔  
مصیبت پڑنے پر اس کی دُعا مستجاب ہوتی ہے۔

## الفاظ دُعا

دُعا ہمیشہ سیدھی سادی جہارت اور ہلکے پھلکے الفاظ میں مانگنا چاہیے۔ کیونکہ دُعا قلب و ضمیر کی آواز ہوتی ہے جو بے ساختہ زبان سے اُبل پڑتی ہے اور مقصد کی ترجمانی کے لئے لفظوں کی ترکیب و ترتیب کا سہارا اور عقلی و جہارت آرائی سے کام نہ لیتا چاہیے اس لئے کہ بناوٹ اور تکلف کی جھلک آتے ہی مجبور و نیاز کا جذبہ مشغول اور بندگی و نیاز مندی کی روح ختم ہو جاتی ہے اور ہمیشہ ایک سے الفاظ بھی استعمال نہ کئے جائیں کہ وہ زبان پر چڑھ جانے کی وجہ سے قصد و ارادہ کے بغیر بھی نکل جایا کرتے ہیں۔ اس طرح کہ دُعا دل کی آواز نہیں ہوتی بلکہ الفاظ ہی الفاظ ہوتے ہیں جن میں اخلاص کا جذبہ، دل کی حضوری اور طلبِ مکاری کا ولولہ نہیں ہوتا۔ اور جب تک طلب میں جوش و سوال میں تڑپ، اور دُعا میں ولولہ نہیں ہوگا وہ دُعا قابلِ پذیرائی نہ ہوگی۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:-

ان الله لا يستجيب الدعاء من  
سبب دل دوسری طرف مشغول اور غافل ہو تو اللہ تعالیٰ  
قلوب لا۔  
دُعا کو قبول نہیں کرتا۔

دُعا میں ایسے الفاظ زیادہ مؤثر ہوتے ہیں جن میں غلبتِ الہی کے اعتراف کے ساتھ مجبور و قصور کا اقرار اور عبودیتِ نیاز مندی کا اظہار ہو اس لئے اپنی دُعاؤں میں معصومین کی دُعاؤں کے کلمات دُہراتے رہنا چاہیے کہ ان میں جلالِ الوہیت کا ہر قوادِر بحالِ عبودیت کا انعکاس پوری طرح جلوہ گر ہوتا ہے۔

دُعا میں اسماءِ الہی کا انتخاب طلب و دُعا کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کو اس نام سے پکارنا چاہیے جو مسائل کے مقصد و مراد سے مناسبت رکھتا ہو۔ یہ طریقِ خطاب صرف خطاب ہی نہیں ہوگا بلکہ خطاب و دلیل دونوں ہوں گے۔ اس طرح کہ جو فقر و احتیاج میں اُسے 'یا غنی' اور بیماری میں 'یا شافی' کہے گا تو ان الفاظ سے ذہن اس طرف تہراً ملتفت ہوگا کہ جب وہ غنی ہے تو غنی کے سوا اور کون ہو سکتا ہے جو فقر و احتیاج کو دُور کرے اور جب وہ شافی ہے تو شافی کے علاوہ کون ہو سکتا ہے جس سے شفا کی آس رکھی جائے۔ اور اُسے غنی ہونے کے لحاظ سے اپنے بندوں کی احتیاج کو دُور کرنا چاہیے اور شافی ہونے کے اعتبار سے بیماروں کو صحت بخشنا چاہیے۔ اور اس کے ساتھ طلبِ سوال کا استعناق بھی واضح ہو جائے گا۔ یوں کہ اگر فقیر و ناچار غنی سے نہ مانگے تو کیا اپنے ایسے ناچاروں سے مانگے۔ اور بیمار شافی مطلق سے شفا کا طلب گار نہ ہو تو کس کے دارالشفاء سے صحت کی بھیک مانگے۔ لہذا جب بھی اس ذاتِ بے نیاز کی بارگاہِ میں دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جائیں تو جس نوعیت کا سوال ہو اسی نوعیت کے مطابق اللہ کے ناموں میں سے مناسب نام کا انتخاب کرے۔ مثلاً فقیر و ناچار مالی و صحت کا سوال کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو الغنی، المغنی، یا رازق و معطی کے نام سے پکارے۔ برعکس

صحت کے لئے دُعا کرے تو یا شانی کہے۔ مظلوم اُسے پکارے تو یا مُقْتَم کہے اور گنہگار آمرزش گناہ کے لئے التجا کرے تو اُسے یا عَفُو، یا غُفُو کے نام سے یاد کرے اور حاجت مند کسی حاجت کے سلسلہ میں اُسے پکارے تو یا مُجِیب کہے۔ اسی طرح دوسرے مطالب و حاجات میں حاجت و مقصد کی نوعیت کے مطابق جو نام مناسب ہو اس نام سے پکارے۔

**دُعائے مغفرت میں ترتیب کا لحاظ** | جب ماں باپ، عزیز واقارب اور صلہاء مؤمنین کے لئے دُعائے مغفرت کی جائے تو انبیاء اور خاسانِ خدا کی ماسی میں پہلے اپنے لئے دُعائے بخشش و آمرزش کرے اور پھر دُوسروں کے لئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں قدوت کا پیغمبر اکرمؐ سے خطاب ہے وَاسْتَغْفِرُوا لِذَنبِكُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اپنے لئے اور برائے دُوسروں کے لئے طلبِ مغفرت کرو۔ حضرت نوحؑ کی دُعا ہے رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدِي وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مَوْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ پروردگار! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور جو مومن میرے گھر میں آئے اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخش دے۔ حضرت ابراہیمؑ کی دُعا ہے رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدِي وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ۔ اے ہمارے پالنے والے! جس دن اعمال کا حساب ہوگا، مجھے اور میرے ماں باپ اور تمام ایمان والوں کو بخش دے۔ حضرت موسیٰؑ کی دُعا ہے۔ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَادْخُلْنِي رَحْمَتَكَ۔ اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کرے۔ اہل ایمان کی دُعا ہے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِأَخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ۔ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے سابق تھے، بخش دے۔

دُعائے مغفرت میں اپنے کو مقدم کرنے میں شاید یہ رمز ہو کہ انسان خود اپنے لئے دُعائے مغفرت کر لے تو پھر اسے دُوسروں کے لئے دُعائے مغفرت کرنا زیب دیتا ہے۔ اور جب خود دُعائے مغفرت سے اللہ کے عفو و درگزر کا مستحق ہو جائے تو پھر اور دُعا کے لئے دُعا کرے گا تو زیادہ مؤثر و مستجاب ہوگی۔ یوں بھیجے کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کے سامنے عفو کی درخواست پیش کرے تو اُس وقت تک دُوسروں کے حق میں اس کی سفارش مناسب نہ ہوگی جب تک وہ خود اپنے لئے معافی نہ مانگ لے اور جب اپنے لئے معافی مانگ لے گا تو پھر دُوسروں کے لئے اس کی درخواست عفو مناسب و بر محل ثابت ہوگی۔

**معیشت و دعا** | دُعا بادِ ضرورت کی حالت میں بیٹھ کر اور رُخ قبلہ ہو کر مانگے اس طرح کہ آواز نہ زیادہ بلند ہو اور نہ زیادہ آہستہ۔ البتہ اگر زیادہ دُعا کا اندیشہ ہو تو پھر بہتر ہے کہ چپکے چپکے سے دُعا کرے۔ دُعا میں اگر شرِ نفس، دُوسرے شیطان اور حملہ دشمن سے پناہ مانگنا چاہے تو اپنے ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں قبلہ کی طرف اس طرح پھیلائے جس طرح تھکرا، لاشی، پتھر وغیرہ کے وار کو روکا جاتا ہے اور طلبِ رزق و حاجت کے لئے دونوں ہتھیلیوں کو چہرے کے بالمقابل پھیلائے جس طرح ہاتھ پھیلا کر کوئی چیز طلب کی جاتی ہے اور تضرع و الحاح کے سلسلہ میں دُعا کرے تو اپنے ہاتھوں کو سر سے اُونچا لے جا کر پھیلائے۔ اور معیشت و ابتلاء اور خوف و خطر کے موقع پر ہاتھ کی ہتھیلیوں کو زمین کی طرف کرے۔ یہ ایک طرح سے اس امر کا اظہار ہے کہ وہ اپنے اعمال کے پیش نظر کسی چیز کے حاصل کرنے کا مستحق نہیں ہے۔ اور جب دُعا ختم کرے تو رُخ، سینہ یا سر پر ہاتھ پھیرے کہ یہ اشرف الاعمال ہیں۔

**شرائط قبولیتِ دعا** | شرائط قبولیتِ دعا میں سب سے مقدم شرط یہ ہے کہ لباس و غذا، جائے رہائش، ذریعہ معاش، قلب و دلالی، ہوا و دل میں اطمینان و رہار کی کیفیت پیدا کرے۔ کیونکہ رہار و دعا کی محرک ہوتی ہے اور جب رہار کا پہلو کمزور ہوگا تو دعا میں اطمینان، خلوص اور دلورہ پیدا نہیں ہو سکتا کہ جو قبولیتِ دعا کا ضامن ہوتا ہے۔ اس لئے قبولیتِ دعا پر دتوں دیکھتے ہوئے خلوص نیت، رقتِ قلب اور تضرع و التماس کے ساتھ بار بار دعا دالتمنا کرے۔ چنانچہ امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

والله لا یدلج عبد مومن علی الله  
تعالی فی حاجۃ الا قضاه لہ  
خدا کی قسم! جب بھی بندہ مومن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں  
الالح و زاری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو برکتاتا ہے۔  
دوسروں کے ساتھ مل کر دعا مانگنا بھی استجابت پر اثر انداز ہوتا ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ ان میں کوئی ایسا مرد صالح بھی ہو جس کی خاطر سب کی دعائیں قبول ہو جائیں۔ اور دوسروں کو اپنی دعا میں شریک کرنا بھی استجابتِ دعا کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے:-

اذا دعا احدکم فلیجہ  
فی الدعاء فانہ اوجب  
للدعاء۔  
جب تم میں سے کوئی ایک دعا کرے تو دوسروں کو  
بھی دعا میں شریک کرے تاکہ وہ قبولیتِ دعا کا مستحق  
قرار پائے۔

**شرع اور ختمِ دعا کے آداب** | جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اس کی ابتداء حمد و ثناء ہی الہی سے کرے۔ ہے۔ اور کرم و بخشش کا اعتراف یہ چاہتا ہے کہ طلب و سوال سے پہلے زبان اس کی رحمت و ستائش میں کھلے اور تحید و شہاد میں نغمہ ریز ہو۔ یہ تحید و ستائش ایسے الفاظ میں ہونا چاہیے جو اس کی پیش کاہِ عظمت و جلال کے شایانِ شان ہو۔ اس لئے بہتر ہے کہ انہی الفاظ میں حمد و ستائش کرے جو معصومین سے مروی ہوں۔ چنانچہ کتابِ علی سے یہ کلماتِ حمد منقول ہیں جنہیں دعا سے قبل پڑھنا چاہیے:-

یا من هو اقرب الی من جبل  
الو سید یا فعلا لالما یریدہ یا  
من یحول بین المرد و قلبہ  
یا من هو بالمتظلل الا علی یا من  
لیس کمثلہ شیئ۔  
اے وہ ذات جو شہِ رگ سے بھی زیادہ مجھ سے نزدیک  
ہے! اے وہ کہ جو وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ اے  
وہ کہ جو آدمی اور اُس کے دل میں حائل ہو جاتا ہے۔  
اے وہ کہ جو بلند و بالا شانِ فالا ہے، اے وہ کہ جس  
کی کوئی مثل و نظیر نہیں ہے۔

حمد کے بعد اس کی نعمتوں اور احسانوں کو یاد کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کرے تاکہ لُٹن شکوہ و لا زید نکو۔ مگر تم میرا شکر کر کے تو میں یقیناً تمہیں زیادہ دوں گا؛ کی بناء پر اُسے زیادہ سے زیادہ نعمتیں حاصل ہوں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آلِ اطہار پر درود بھیجے تاکہ اس درود کی قبولیت کے ضمن میں دعا بھی قبول ہو جائے پھر اپنے گناہوں

کا اعتراف کرے تاکہ اسباب نفس کا جذبہ پیدا ہو۔ پھر توبہ و استغفار کرے تاکہ گناہوں کی کثافت مانع قبولیت نہ ہونے پائے۔ پھر مانع الفاظ میں اپنی حاجت طلب کرے اور آخر میں درود پڑھے بلکہ وسط میں بھی درود پڑھے۔

**فربیعہ و توسل** | تمام امیدوں کا مرکز اور تمام آرزوؤں کا مقبض اللہ سبحانہ کی ذات ہے اور اسی سے تمام حاجتیں اور ضرورتیں وابستہ کی جاتی ہیں اور اس کے علاوہ کسی کو مستقل ملود پر حاجت روا کچھ کر پکارنا صحیح نہیں ہے اور دُائین اسلام میں اس کی گنجائش ہے کہ دعائیں کسی دوسری ہستی کو پکار کر اسے اللہ تعالیٰ کے صفات میں شریک ٹھہرایا جائے مگر ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے عمل دخل کا عقیدہ رکھتے ہوئے کسی کو پکارنا اور مدد چاہنا شرک نہیں ہے اور نہ ان ہستیوں کو کہ جنہیں مشیت کا ہاتھ سفارش کے لئے چن چکا ہے، وسیلہ قرار دینا شرک سے کوئی تعلق رکھتا ہے۔ شرک تو اس صورت میں ہوتا ہے جب انہی کو حاجت روائی کے لئے کافی سمجھ لیا جاتا ہے شیت باری کی ضرورت نہ بھی جاتی۔ اور پھر انہیں وسیلہ قرار دینا، تو ایک طرح سے اللہ کی عظمت کا اعتراف اور اپنی کوتاہ دستی کا اقرار ہے اس طرح کہ اپنے کو براہ راست پیش کاہ سلطان میں عرض معروض کرنے کا اہل نہ سمجھتے ہوئے ان ہستیوں کو وسیلہ قرار دے رہا ہے جو وسیلہ بن سکتے ہیں اور جن کے نفوس تو یہ ظاہری رابطہ حیات کے قطع ہونے کے بعد بھی عالم اسباب سے بے تعلق نہیں ہوتے۔ چنانچہ اسی بقائے ربط و تعلق کی وجہ سے ان کی قبروں کی زیارت کی جاتی ہے اور ان کے مقبات و مشاہد میں استجابت و دعا کے اثرات نمودار میں آتے ہیں۔ تو جو شخص علیٰ اعتقاد کے ذریعہ اُن سے بلا تدریج پیاد کر لیتا ہے وہ اس کے لئے استجابت و دعا کا وسیلہ ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روای ہے کہ آپ نے سماعہ سے فرمایا کہ حاجت طلب کرنے سے پہلے یہ کلمات توسل پڑھو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو جلد قبول کرے۔

اے اللہ میں تجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی  
صلوات اللہ علیہ کا واسطہ دیتا ہوں کیونکہ ان کی تیر  
نزدیک بڑی قدر و منزلت ہے۔ لہذا اسی تسدرو  
منزلت کے پیش نظر تو محمدؐ اور ان کی آل پر رحمت  
نازل فرما۔

اللہم انی استلک بحق محمدؐ و علیؑ  
فان لهما عندک شاناً من الشان  
وقد امن لقد فحق فلک الشان و  
حق فلک القدسان تعطف علی محمدؐ  
و آل محمدؐ

اور حضرت سیدنا ساجدین علیہ السلام ایک دعا میں اس طرح توسل فرماتے ہیں:-

اے میرے مہمدا! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت بلند  
پایہ اور علی علیہ السلام کے مرتبہ روشن و درخشاں کے واسطہ  
سے تجھ سے تقرب کا خواست گزار ہوں اور ان دونوں  
کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوں تاکہ مجھے تو ان  
چیزوں کی برائی سے پناہ دے جن سے پناہ مانگی جاتی

اللہم فانی اتقرب الیک بالمحمدیۃ  
الرفیعیۃ والعلویۃ البیضاء و  
اتوجه الیک بہما ان تصیف  
من شرکذا و کذا۔

**ادعیہ و اذکار میں عدد کی رعایت** | بعض اوقات اذکار کے اوائل یا اواخر میں یہ وارد ہوتا ہے کہ اتنی مرتبہ ورد پڑھو یا اتنی دفعہ فلاں سورۃ پڑھو تو اس موقع پر عدد کا لحاظ رکھنا چاہیے اور اسے گھٹانا بڑھانا نہ چاہیے۔ کیونکہ اس مقام پر اس کے نتائج و اثرات کو اس کے عدد سے وابستہ کیا گیا ہے جو حکم و بیش کرنے کی صورت میں مرتب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ صاحب ریاض السالکین نے سید ابن طاووس الحسینی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ادعیہ و اذکار میں عدد کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے ورنہ مطلوبہ فوائد اس سے حاصل نہ ہو سکیں گے۔ اسے یوں سمجھنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص کہ جس کی راست بیانی پر کئی اعتماد و وثوق ہو اور وہ یہ کہے کہ فلاں مقام سے دس گز کے فاصلہ پر ایک خزانہ مدفون ہے اگر اُسے کھودو گے تو وہ خزانہ تمہیں دست یاب ہوگا و تو اب کوئی شخص دس گز کے فاصلہ سے آگے یا اس فاصلہ سے پیچھے کھودا گا تو وہ خزانہ اس کے ہاتھ نہیں گئے گا۔ بعینہ ہی صورت اذکار و ادعیہ کی ہے کہ ان سے مطلوبہ فوائد اسی صورت میں حاصل ہو سکتے ہیں جب ان میں عدد کا لحاظ رکھا گیا ہو۔ لہذا گفتگو یا دوسرے کاموں میں مشغول ہونے بغیر اس عدد کو تمام کرنا چاہیے اور اگر وہاں ذکر میں کلام کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو پھر اسے از سر نو تیار کرے۔

**اوقات و دعا** | صحیفہ کاملہ یا دوسری کتب ادعیہ میں جو دعائیں اوقات و ایام سے وابستہ ہیں جیسے روزہ عرفہ، عید فطر، عید الاضحیٰ اور نماز شب کے بعد کی دعائیں، انہیں ان کے معتقد اوقات میں پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ وہی اوقات ان کے لئے مناسب اور قبولیت سے قریب تر ہوتے ہیں۔ اور جو دعائیں دن اور وقت کی پابند نہیں ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور دعا مانگنا چاہے تو حسب ذیل اوقات استقامت کے لحاظ سے بہتر ہیں:۔ سحر سے لے کر طلوع آفتاب تک، زوال آفتاب کے وقت، صبح، ظہر اور غروب کی نماز کے بعد، نماز وتر میں، شب کے قدر میں، جمعہ کے دن خطبہ اور نماز کے درمیانی وقفہ میں، جمعہ کے دن جب کہ سورج آدھا ڈوب چکا ہو، اذان اور اقامت کے درمیانی وقفہ میں، تلاوت قرآن کے موقع پر، بارش کے ہونے اور ہواؤں کے چلنے کے وقت اور علی الخصوص نصف شب کے بعد کہ وہ دعا کا بہترین وقت ہے۔

دلا بسود کہ سوز تو کار ہا بکنہ      دُعاے نیم شبی دفع عدد بلا بکنہ

چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام رات کے ایک حصہ میں اٹھے اور ستاروں پر نظر کرنے کے بعد فرمایا: ابن فضلہ بکالی سے فرمایا:۔

اسے نون! داؤد علیہ السلام رات کے ایسے ہی حصہ میں اٹھے اور فرمایا کہ یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں بندہ جو بھی دعا مانگے مستجاب ہوگی سوائے اس کے جو سرکاری میکس وصول کرنے والا یا کسی ظالم حکومت کی پولیس میں ہو یا سارنگی یا ڈھول تاشہ بجانے والا ہو۔

یا نون ان داؤد علیہ السلام  
قام فی مثل ہذا الساعة  
اللیل فقال انھا ساعة لا  
یدعو فیھا عبد الا استجیب  
لہ الا ان یکون هشارا و عرفیا  
او شرطیا او صاحب عرطبة  
او صاحب کوبۃ۔

## مقامات قبولیتِ دعا

اجس طرح اوقات و ساعات اور ازمنہ و ایام کو قبولیتِ دعا میں دخل ہے۔ اس طرح محل و مقام بھی قبولیتِ دعا پر اثر انداز ہوتے ہیں اور وہاں پر دعا جلد مستجاب ہوتی ہے۔ چنانچہ ذیل کے مقامات استجابتِ دعا کے لئے مخصوص ہیں۔ مسجد الحرام، عرفات، مشعر الحرام، مسجد نبویؐ، مسجد کونہ، مزاراتِ ائمہ اہل بیت علیہم السلام اور علی الخصوص روضہ سید الشہداء حسین ابن علی علیہ السلام کہ اس کے متعلق وارد ہوا ہے کہ الاجابۃ تحت قبۃ۔ ان کے گنبد مزار کے نیچے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

وَاخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

Presented by: Rana Jabir Abbas

# Blank Page

Contact [http://jabir\\_abbas@yahoo.com](mailto:jabir_abbas@yahoo.com)

# دُعائے مکارم الاخلاق کی جامعیت

حضرت سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مدظلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الخالق العباد الباسط السراق والقلوة على رسوله المبعوث ليتمم مكارم الاخلاق  
واله الشومس لطالعة على الافاق مادامت الجياد تجرى على الاعواق .

انسانی زندگی کو انسانیت کے بلند ترین اوصاف سے معمور بنانا خالق انسان کا اہم مقصد ہے جس کے لئے انبیاء مبعوث ہوئے، کتابیں نازل ہوئیں اور شریعتیں مقرر ہوئیں۔ انہی بلند انسانی اوصاف کا نام ”مکارم الاخلاق“ ہے اور مکارم الاخلاق کی تکمیل کرنا ہی سلسلہ انبیاء اور نظام ہدایت و تشریع کا حاصل ہے، اسی لئے اس سلسلہ کی فرد اکمل و رسول خاتمہ نے اعلان فرمایا: انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ یہی میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ بلند ترین اخلاق انسانی کی عمارت کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤں۔ اور یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا جب تک آپ خود اس کا مکمل ترین نمونہ نہ ہوتے۔ اس لئے آپ خود اس کمال شہر کے درہم پر فائز بنا کر بھیج گئے جس کو حضرت امدیت کی جانب سے سند عطا ہوئی کہ انتك لعلى خلق عظیم اور انہیں اخلاق کا بہترین نمونہ آنحضرتؐ کے لئے بجا اپنے اہل بیت طاہرین علیہم السلام کو چھوڑا۔ ان کی سیرت زندگی کا سرگوشہ اخلاقی کمالات کے جواہر سے آراستہ تھا۔ لیکن اس کے دیکھنے، پرکھنے اور سمجھنے کے لئے بڑی چشم بینا کی ضرورت ہے اور اگر ہم کچھ بھی جیتے تو ہمیں ان کے اظہار کے لئے مناسب تعظیم و شہادتیں ملنی چاہئیں۔ مگر ان میں کی ایک فرد کمال، شہیدِ کربلا کے درند حضرت امام زین العابدینؑ، سید اساجدین علی بن الحسین علیہ علی آباءہ و ابناءہ القلوة والسلام نے ان اخلاقی کمالات کے تصور کو الفاظ کے قالب میں ڈھان کر دعاؤں کی شکل میں خلق خدا کی تعلیم کے لئے محفوظ کر دیا۔ ان دعاؤں کا مجموعہ: ”ذبور آل محمد“ معروف بہ ”صحیفہ کمالہ یاسینہ سجادہ“ شائع اور متداول ہے۔ ان دعاؤں میں سے ایک خاص دُعا الدعاء فی مکارم الاخلاق و موعظتی الافعال ہے۔ جس میں آپ نے بارگاہ الہی میں عرض و معروض کے سلسلہ میں اپنے خالق سے اعمال خیر سے انصاف اور برے اعمال سے بچنے کی توفیق مانگتے ہوئے تفصیل کے ساتھ تمام اُن باتوں کا ذکر فرمادیا ہے جن سے ایک انسان کو منتصف ہونا چاہیے اور تمام ان اوصاف، کرمیں بیان فرمادیا ہے جن سے ایک انسان کو خالی ہونا چاہیے جہاں تک غور کیا جاتا ہے انسانی کمالات میں شمولیت میں منقسم ہیں۔ اعتقاد، قول اور عمل۔ پہلے کا تعلق دل سے، دوسرے کا زبان سے، تیسرے کا اعماق و جوارح سے ہے۔ اگر

وجہ سے ایمان بھی تین ہی اجزاء سے مرکب ہے۔ تصدیق بالجنان و اقرار باللسان و عمل بالارکان۔ اس لئے انسانی فضائل جن سے مشقت ہونا چاہیے اور انسانی رذائل جن سے غالی ہونا چاہیے۔ وہ بھی تین ہی قسمیں رکھتے ہیں۔ فضائل متعلقہ بقلب، رذائل متعلقہ بقلب، فضائل متعلقہ بلسان، رذائل متعلقہ بلسان، فضائل متعلقہ بجوارح، رذائل متعلقہ بجوارح۔

اس دعا میں امام علیہ السلام نے ان میں سے ہر قسم کے فضائل و رذائل کو انتہائی اختصار کے باوجود اتنی تفصیل سے بیان فرمادیا ہے جس کی توقع ایک مبسوط کتاب ہی سے کی جاسکتی تھی۔

ذیل میں ایک خاکہ ان تمام فضائل و رذائل کا جو اس دعا میں مذکور ہیں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) فضائل متعلقہ بقلب :- ایمان، یقین، حسن نیت، احساس عبودیت، احساس تواضع، محبت خلق، اہل صلاح پر اعتماد، اطمینان، خیر خواہی، قدر شناسی، نرمی، اکتساب فضائل میں رغبت، اپنی نیکیوں کو کم سمجھنا، براہیوں کو زیادہ سمجھنا، ذکر، تفکر، پرہیزگاری، علم باہل، محبت خدا۔

(۲) رذائل متعلقہ بقلب :- غرور، خود بینی، ناز بے جا، شک، بغض، حسد، بدگمانی، خوشامد از محبت، خوف خلق، عیب جوئی، گمراہی، آرزوئے بے عمل، فریفتگی، غفلت۔

(۳) فضائل متعلقہ بلسان :- حسن ذکر، شکر نعمت، اشاعت احسان، عیب پوشی، حق گوئی، بارگاہ الہی میں دُعا، تضرع و زاری، حمد پروردگار، شکر الہی، نطق ہدایت۔

(۴) رذائل متعلقہ بلسان :- احسان جتنا، عیب کرنا، عیب لگانا، غیر خدا سے مدد مانگنا، غیر کے سامنے گڑگڑانا، غش، بیہودہ لفظ، سب و شتم، جھوٹی گواہی، غیر خدا کو اس کا شریک سمجھ کر پکارنا، جو کچھ ہے اس کی تعریف جو نہ ہے اس کی مذمت۔

(۵) فضائل متعلقہ بجوارح :- حسن عمل، فردا کی جواب دہی کا سامان، غرض خلقت میں صرف اوقات، لوگوں کے ساتھ بھلائی، اطاعت خدا، رشتہ داروں سے نیکی، اُن کی امداد، حسن معاشرت، ظالموں پر غلبہ، اصلاح کرنے والے کی فزولت اور ہدایت کرنے والے کی پیروی، محروم کرنے والوں پر بخشش، قطع رحم کرنے والوں کے ساتھ صلہ رحم، انصاف، انکسار رہنے والوں کو ملانا، باہمی مدد و تعاون کو دفع کرنا، جھجک کر ملنا، نیک عادتیں اختیار کرنا، فضیلت کی طرف بڑھنے میں سبقت، واژ و شمش، بر محل صرف، اتفاق و اتحاد کو قائم رکھنا، بدعت والوں کو چھوڑنا، سیدھے راستے پر چلنا، میانہ روی، حق کی طرف ہٹنا، ملل کے صرت کرنے میں نیکی کرنا، عبادت، زہد، علم کے مطابق عمل، ریزی کی طلب میں اعتدال۔

(۶) رذائل متعلقہ بجوارح :- کج روی، شیطان کی اطاعت، مایوسہ عادتیں، رشتہ داروں کے حقوق میں کوتاہی ساتھ رہنے والوں کو دھکیلنا، برادرانِ ایمانی سے قطع تعلقات، قطع رحم، بے جا غصہ سے کام لینا، عبادت میں کسل، جو لوگ خدا سے انکسار ہو گئے ہیں اُن کے ساتھ بیٹھنا، اللہ والے لوگوں سے جدا ہونا، غیر خدا کے سامنے جھکنا، ظلم، سرکشی، مال دنیا کی ہوس، فضول خرچی، کسب مال میں مصروف ہو کر عبادت سے غفلت۔

اس فہرست کو اگر دیکھئے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نفیم کتاب الاخلاق کی فہرست، مگر ان تمام ابواب کو امام علیہ السلام

نے چند صفوں کی دُعا میں اتنی بے نظیر مسانت، جامعیت اور بلاغت کے ساتھ ادا فرمایا ہے جس کی نظیر ملنا غیر ممکن ہے۔  
 پھر ایک خاص بات یہ ہے کہ ان تمام اچھے اخلاق سے انصاف اور اُن برے اوصاف سے علیحدگی کو بطور دُعا اللہ  
 سُبحانہ سے طلب کیا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر تائید الہی شامل حل نہ ہو تو تنہا انسان اس مرحلے کو آخر  
 تک ملے کرنے سے عاجز ہے۔

بے شک ابتدائی منزلِ ذوق و شوق میں قدم رنی کرنا انسان کا خود اختیاری فرض ہے۔ لیکن جب وہ لو لگاتا ہے تو  
 پھر خود لطفِ الہی اس کی اصلاح حال اور تائید و تسدید کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ دال الذین جاهدوا فینا لنہدینہم  
 سہلنا اسی حقیقت کو اس مناجات میں دُعا کے ذریعے ظاہر کیا گیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں جب کہ مادیت کا درد دور ہے  
 خلقِ خدا کی آنکھوں سے غفلت کے پردے بٹانے کے لئے آلِ محمد کے بصیرت افروز کلمات بہترین نسخہ دیکھائے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو باتیں دل سے نکلی ہوئی ہوتی ہیں وہ دلوں پر اثر کر کے رہتی ہیں۔ ہم اگر اپنے نفلوں سے ان باتوں  
 کو ظاہر کرنا بھی چاہیں تو ان کا قارئین کے دلوں تک پہنچنا نہایت دشوار ہے۔ اس لئے کہ نہ دل میں درد ہو اور نہ سوز جگر  
 اور نہ ذوقِ طلب اور نہ شوقِ قبول تو پھر تاثیر کیسے ہو۔

یہ خوش قسمتی ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لئے ایک بہترین ذریعہ موجود ہے اور وہ آلِ رسول کی زبان سے نکلے  
 ہوئے الفاظ ہیں۔ اگر پڑھنے والے اور سننے والے میں کچھ بھی صلاحیتِ قبول ہے تو ممکن نہیں کہ یہ درد سوز اور ذوق و شوق  
 سے بھرے ہوئے کلمات اثر ڈال کر نہ رہیں۔

مبارک ہوں گے وہ جو معصوم کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو اپنے اوراد و وظائف میں داخل کریں ان کے معانی پر  
 غور کریں اور اُن سے صبحِ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ والسلام ۱

Presented by: Rana Jabir Abbas

# Blank Page

Contact [http://jabir\\_abbas@yahoo.com](mailto:jabir_abbas@yahoo.com)

# صحیفہ سجادہ کی بے مثال عظمت پر

علمائے مصر کے محققانہ تبصرے

از جناب سید العلماء مدظلہ

تصعب اور تنگ نظری کو جانے دیا جائے اور خوش اعتمادی سے بھی کوئی واسطہ نہ رکھا جائے، صرف تاریخ اور روایت کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ اسرا نکل حقیقت ثابت ہوگا کہ رسول اللہ کی روایات اور آپ کی سیرت کے بہت سے خصوصیات اور آپ کے ذاتی کمالات کے بہت سے نقوش آپ کی تربیت کردہ اولاد اور ذریت طاہرہ کے ساتھ وابستہ تھے۔ اور ضرورت تھی کہ رسول اللہ کے بعد کسی رسمی جہدہ اور منصب کی حیثیت سے نہ ہی لیکن شریعت اسلام اور احکام دین نیز اسرار و عذائیت و رسالت کی تعلیمی حیثیت کا جہاں تک تعلق ہے ان حضرات کے اقوال و افعال کو پوری اہمیت دی جاتی۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ عام مسلمان فرقہ وارانہ تنگ نظری کا اس طرح شکار ہوئے کہ انہوں نے اہل بیت علیہ السلام سے اجنبیت اختیار کر لی۔ اور چاہے برائے نام ان سے عقیدت کا اظہار میں قائم رکھا ہو لیکن عملی طور پر ان کے افادات و اقوال سے بالکل کنارہ کشی کر لی اور آل محمد کو یا صرف شیعوں کے رسول کے اہل بیت بن گئے۔

عام اسلام کی بیہودی کے لحاظ سے یہ صورت حال نہایت افسوس ناک تھی۔ لیکن شکر ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا مرکز علم و شریعت، مصر آج اپنی علمی ترقیوں کے ساتھ اس جاہلانہ تنگ نظری سے آزاد ہو رہا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے علامہ شیخ محمد عبدہ نے جو "مفتی دیار مصریہ" کا درجہ رکھتے تھے۔ بیچ آبلانہ کو جو امیر المؤمنین کے کلام کا مجموعہ ہے اپنے عالمانہ حواشی اور پُر زور مقدمہ کے ساتھ پورے اہتمام سے مصر میں شائع کرایا جس کے بعد متعدد بار اس کی اشاعت ہو چکی اور مصر کے علمی و ادبی حلقوں میں اس کی اہمیت مسلم ہو گئی ہے۔

اب اس طرف وڈ برس سے مصر کے بلند پایہ علمی حلقوں میں "صحیفہ سجادہ" کو ایک عجیب حیرت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ چنانچہ آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ یہ جلیل المرتبت کتاب جو کچھ کم تیر سو برس سے دنیائے اسلام میں موجود ہے اور سینکڑوں کتب خانوں میں محفوظ ہے اور متعدد بار چھپ بھی گئی ہے، مصر میں ایک بالکل نئی چیز سمجھی گئی۔ وہاں کے بڑے بڑے علماء اور پروفیسروں نے اس پر مہسوط مقالے لکھے اور وہ مصر کے رسالوں میں شائع ہوئے نیز آپ کے ہندوستان کے واحد عربی رسالہ "الروضان" میں بھی درج ہوئے۔

(۱)

پہلا مضمون استاد فیلسوف طنطاوی جوہری کا ہے جس کا عنوان ہے "ادعیۃ علی زین العابدین وماذا یستفید منها المسلمون" حضرت زین العابدین علی بن الحسینؑ کی دعائیں اور ان سے مسلمانوں کو کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں؟ یہ مسلسل چند مقالات کا مجموعہ ہے جو رسالہ ہدی الاسلام، مصر کی متعدد اشاعتوں میں شائع ہوئے ہیں اور مکمل صورت سے "الرضوان" میں دیا ہوئے ہیں۔ بصورت تحریر فرماتے ہیں۔

جامع ازہر کے نوجوان ہندوستانی طالب علم سید مجتبیٰ صن نے مجھے ایک کتاب سے مطلع کیا۔ جس میں کچھ دعائیں، کچھ مناجاتیں، حضرت زین العابدینؑ کی طرہ منسوب موجود ہیں۔ میں نے اس کتاب کو خود سے دیکھا، اور ان کے مندرجات پر گہری نظر ڈالی تو مجھ پر ایک ہیبت طاری ہو گئی اور ان دعاؤں کی عظمت میرے دل میں جاگزیں ہو گئی۔ اور میں نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے! کیونکہ مسلمان اب تک اس ذخیرے سے ناواقف رہے۔ اور کس طرح وہ صدیوں تک خراب غفلت میں مبتلا رہے اور انہیں احساس نہ ہوا کہ اتنا بڑا علمی ذخیرہ خدا نے اُن کے لئے مہیا کر رکھا ہے اگر وہ ان خزانوں کو کھول کر دیکھیں اور ان اسرارِ رموز پر مطلع ہوں تو سمجھیں کہ سستی اور شیعہ فرقتے و دلوں خواہ مخواہ کے لئے افتراقِ باہمی میں مبتلا ہیں اور باہمی عداوت کے نشہ میں سرشار ہیں۔

اس کتاب میں دو قسم کی دعائیں ہیں۔ ایک سنی (یعنی بری باتوں سے دفعہ ہونے کی تعلیم) دوسرے اثباتی (یعنی اچھی باتوں سے متصف ہونے کی تلقین) دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیے کہ یہ دعائیں ایک عجیب و مزید اشارہ کی صورت سے قرار دی گئی ہیں۔ جن دعاؤں میں ندامت اور پشیمانی اور تضرع و زاری اور مصائب کا دفعیہ اور مظلوم سے نجات اور بیماریوں سے شفا کا ذکر ہے۔ وہ زیادہ تر کتاب کے ابتدائی حصہ میں ہیں اور جن دعاؤں میں خدا کے عظمت و بلال کا اظہار ہے اور اس کی منعت اور عجائب قدرت کا تذکرہ ہے وہ زیادہ تر کتاب کے آخر میں ہیں۔

کیا ایک عجیب بات نہیں ہے؟ کیا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ حضرات بہت سے اسرارِ رموز اور علوم و معارف کی طرف اشارہ کر رہے تھے جن سے مسلمان بالکل غافل اور بے خبر ہو گئے ہیں۔

حقیقتہً انسانی افراد کے حالات بھی دو ہی صورتوں پر منقسم ہیں ایک تمکلی عن الرذائل (بُری باتوں سے علیحدگی) دوسرے تمکلی بالفضائل (اچھے اوصاف سے آراستگی) اور اس کے ساتھ بلند مرتبہ علوم و معارف کی تحصیل جس سے نفسِ ناطقہ انسانی کی تکمیل ہو۔

ہم ان دونوں قسموں کی تشریح کریں گے۔ پھر اسلامی اقوام کے لئے اس کے عملی نتائج جو برآمد ہوتے ہیں پیش کریں گے۔

(پہلی قسم) اس میں یہ دعا ہے جو امام زین العابدینؑ مناجات میں پڑھتے تھے۔ اس کو امین الاسلام فضل بن حسن طبری نے اپنی کتاب "مدۃ السفر و مدۃ الحضرة" میں بھی درج کیا ہے۔

"خداوند! اکثر میری آنکھیں خواب آلودہ ہو گئیں اُس وقت جب تیری نمازوں کا وقت تھا، تو میری حالت سے

واقف ہے اور ایک محدود زمانہ تک چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ افسوس ہے ان آنکھوں کے مال پر یہ کیونکر صبر کریں گی اس وقت جب ان پر عذاب کیا جائے گا۔ خداوند! اکثر میرے پاؤں تیری اطاعت کے راستوں سے الگ گامزن ہوئے۔ تو اس پر مطلع ہے اور محدود زمانہ تک چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ افسوس ہے ان پیروں کے مال پر یہ کیونکر صبر کریں گے جب ان پر عذاب ہوگا۔ خداوند! بہت ایسا تھا کہ میں نے ایسی باتوں کا ارتکاب کیا جن میں میرے نفسانی اعزازیں شریک تھے تو اس پر مطلع تھا۔ افسوس! یہ میرا جسم کیونکر صبر کرے گا جب اس پر عذاب ہوگا۔ خداوند! کاش میں اپنی ماں کے بطن سے پیدا نہ ہوا ہوتا۔ خداوند! کاش! درندے پہاڑوں پر میرے ٹکڑے کر ڈالتے اور مجھے بحیثیت جرم تیرے سامنے کھڑا نہ ہوتا۔ خداوند! کاش میرے پر پر راز ہوتے کہ تیرے خوف و ہیبت سے فضا میں پرواز کرتا۔ خداوند! افسوس میرے حال پر اگر آتش جہنم میں میری منزل ہو۔ خداوند! افسوس در افسوس مجھ پر اگر جہنم کے زہریلے پھلوں سے مجھے کھانا نصیب ہو۔ خداوند! افسوس میرے حال پر اگر قطران (تار کولی) کا میرا لباس ہو۔ خداوند! افسوس میرے حال پر اگر آبِ گرم میرے پینے کے لئے لے۔ خداوند! افسوس در افسوس میرے حال پر اگر میں تیرے سامنے آؤں اس حال میں کہ تو مجھ سے ناراض ہو۔ اس صورت میں کون ہے جو تجھ کو مجھ سے رخصت بنا دے یا کون ہے وہ اچھے اعمال میرے ہوں گے جن کے سبب سے میں تیرے سامنے سر اٹھاؤں اور جن کا تذکرہ اپنی زبان پر لاؤں۔ کچھ نہیں سوائے اس امید کے جو تیرے کرم سے ہے کیونکہ تیری رحمت تیرے غضب سے آگے ہے اور تو نے کہا ہے کہ میرے بندوں کو بتلادیں کہ میں بڑا بخشنے والا اور ترس کھانے والا ہوں اور یہ کہ میرا عذاب بہت سخت عذاب ہوگا۔ بالکل سچ کہا تو نے اسے میرے مالک۔ تیرے غضب کو کوئی چیز ٹال نہیں سکتی سوائے تیرے ہی علم کے اور تیرے عذاب سے کوئی چیز پناہ نہیں دے سکتی سوائے تیری رحمت کے اور تجھ سے کوئی چیز بھی نہیں مل سکتی سوائے تیری ہی بارگاہ میں گڑا گڑا ہٹ کے۔ اچھا پھر میں تیرے سامنے کھڑا ہوں بالکل ذلیل بے قدر، شکستہ حال اور بے سرو سامان۔ اگر تو مجھے معاف کرے تو کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ ہمیشہ ہی سے تیری رحمت میرے شامل حال رہی اور تو نے صحت و سلامتی کا لباس مجھ کو پہنائے رکھا۔ اور اگر تو مجھے سزا دے تو اس کا مستحق ہوں اور وہ تیری عدالت کا نتیجہ ہوگا۔ خداوند! اگر میں تیرے ہی پوشیدہ اوصاف اور تیرے ہی اس کمال ذات کا جو حجاب راز میں مضمر ہے، واسطے کر یہ سوال کرتا ہوں کہ میرے اس میثاب نفس اور اس مضطرب جسم اور اس نازک جلد اور ان کمزور ہڈیوں پر رحم کرنا۔ یہ میرا جسم جو اس تیرے آفتاب کی حرارت کو برداشت نہیں کر سکتا، تیری آگ کو کیسے برداشت کرے گا۔ اور جو تیرے بادل کی گرج کی آواز سے تھرا اٹھتا ہے تیرے غضب کی آواز کو کیسے سن سکتا ہے۔ معافی، معافی، معافی! بے شک گناہوں نے مجھے دھوکا دیا، تیسری نعمتوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیرے رکھا مگر میں نے تیرا شکریہ بہت کم ادا کیا۔ میرے اعمال انتہائی کمزور ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جس پر میں بھروسہ کروں سوائے تیری رحمت کے اسے سب دھیموں سے زیادہ رحیم۔

## اس دعائیں جن قرآنی آیات کی طرف اشارہ ہے

دیکھو امام علیہ السلام اس دعائیں آنکھوں کا ذکر کرتے ہیں اور اُن کے گناہوں کا، بیروں کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے جرائم کا، جسم کا اور اس کے عذاب کا جو دردِ قیامت ہو گا، اور اس جسم کی کزوری کا اس عذاب کے تحمل سے بچر اپنی نجاست کا اظہار خدا کی بارگاہ میں اور اس سلسلہ میں جہنم اور دہاں کا نہ ہرٹا کھانا اور دہاں کا مخصوص لباس، اور اس سب سے بڑھ کر خدا کی نامائستگی اور بندہ کی بے بسی اور سب سے آخر میں یہ کہ صرف خدا کی رحمت پر تکیہ ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔

اس دعا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بہترین سوا عطا مغفرت میں جن سے شیعہ سنی سب ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس طرح کی دعاؤں کو حقیقتاً تعلیمی سبق سمجھنا چاہیے جو موعظہ و ہدایت کی خاطر مسلمانوں کے سامنے پیش کئے گئے ہیں۔ ورنہ درحقیقت یہ مقدس ذاتیں ہرگز گناہوں سے اس طرح آلودہ نہ تھیں۔ لیکن چونکہ بارگاہِ الہی میں ان کا تقرب زیادہ تھا۔ اس لئے انہیں خدا کا خوف بھی سخت تھا۔ (انما یخشى الله من عباده العلماء) خدا سے ڈرتے وہی زیادہ ہیں جنہیں خدا کی معرفت زیادہ ہوتی ہے؟ اور چونکہ وہ مسلمانوں کے لئے ایک پیٹھا کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے مسلمانوں کے لئے مثال پیش کی اور یہی وہ طریقہ ہے جو دنیا کی ہدایت کے لئے بہترین صورت پر کامیاب ہو سکتا ہے۔ (دوسری قسم) یعنی فضائل کے ساتھ آراستگی اور علوم و کمال کی تحصیل کی اہمیت۔ اس میں آپ کی یہ دعا ہے جو ۶۴ ماہ رمضان کو آپ پڑھتے تھے۔

”اے سفیدہ سحری کو ظاہر کرنے والے اور ذات کو آرام و سکون کا ذریعہ بنانے والے اور آفتاب و مانتاب کو مقرر جانے کے ساتھ چلانے والے۔ اے عزت کے مالک! اے بخشش و کرم اور قوت و طاقت اور فضل و احسان اور بلال و بزرگی کے سرایہ دار! اے اللہ! اے رحم والے خدا! اے ایک اکیلے یگانہ! اے اسمن و اطمینان کے دینے والے! اے مگرانی و نگہداشت کرنے والے! اے اللہ! اے ظاہر! اے اللہ! اے باطن! اے اللہ! اے زندہ رہنے والے! سوائے تیرے کوئی معبود برحق نہیں۔ اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! تیرے لئے ہیں بہترین نام۔ اور بلند ترین مثالیں اور بزرگی اور تمام نعمتیں رحمت نازل کر محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور مجھے نہ قرار دے ان لوگوں میں سے کہ جب وہ صبح و سالم ہوں تو غافل ہو جائیں اور جب بیمار ہوں تو تجھ سے خوف کریں۔ جب مالدار ہوں تو فریب دنیا کا شکار ہیں اور جب فقیر ہوں تو تجھ سے لو لگائیں۔ جب بیمار ہوں تو گناہوں سے توبہ کریں اور جب اچھے ہوں تو پھر گناہوں میں مبتلا ہو جائیں۔ نہ اُن لوگوں میں سے قرار دے کہ جو اچھے آدمیوں کی محبت کا دعویٰ تو رکھتے ہوں مگر اُن کے سے اعمال نہ کرتے ہوں اور بُرے آدمیوں سے نفرت کا اظہار تو کرتے ہوں مگر خود اپنے افعال کے لحاظ سے اُن ہی بُرے آدمیوں میں داخل ہوں جو اپنے دوسرے بھائیوں کی بُرائی تو ظاہر کرتے ہوں اور خود اپنی برائیوں پر پردہ ڈالتے ہوں۔ خداوند! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت اور پرہیزگاری اور عفت اور بے نیازی کا ان چیزوں سے جنہیں تو نے حرام قرار دیا ہے اور عمل کا تیری اطاعت کے ساتھ ان باتوں میں

جہنمی پسندیدہ ہیں۔ پروردگار! میرے چہرے کو آتش جہنم سے موڑ دے۔ خداوند! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اسے اللہ بے ایک۔ اسے اکیلے، اسے مالک، اسے وہ کہ جس کے اولاد نہیں، نہ رکھی کی اولاد ہے، نہ اس کا کوئی مد مقابل ہے۔ اسے جلالت و بزرگی کے مالک! اسے عاجتوں کے پورا کرنے والے، اسے تکلیفوں کے دور کرنے والے۔ اسے خواہشوں کے عطا کرنے والے۔ اسے اہم مصیبتوں میں مدد کرنے والے، میری مدد کر اُس مہم میں جو مجھے درپیش ہے، میرے قرضوں کو ادا کر دے۔ اور میرے دل میں پاکیزگی پیدا کر دے اور میرے اعمال میں اضافہ کر دے اور میرے لئے آتش جہنم سے آزادی کی دستاویز لکھ دے اور عذاب سے امان کی سند اور صراط پر سے گزرنے کا پروانہ اور جنت میں حصہ پانے کا فرامی لکھ کر دے دے اور مجھ کو حق و صداقت کے اعلا میں داخل کر اور محمدؐ اور آلِ محمدؐ کی رفاقت نصیب کر جنت کے باغوں میں اور ہمیشہ رہنے والی مسرت میں۔ اسے جلالت و بزرگی کے مالک خداوند! درود بھیج محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اور میری دُعا کو قبول کر اور میری تضرع و زاری پر رحم اور اپنی بارگاہ سے میری اُمید کو قطع نہ کر۔ اسے فریاد رس بے کساں میری فریاد کو پہنچ۔ اسے ایمان لانے والے کے پناہ دہندہ! مجھے پناہ دے۔ اسے نیکو کار اشخاص کے مددگار! میری امداد کر، اسے توبہ کرنے والوں کے دوست، میری توبہ قبول کر۔ اسے تہی دستوں کو رزق دینے والے! مجھے رزق عطا کر۔ اسے دردمندوں کی تکلیف کو دور کرنے والے! میری تکلیف کو دور کر۔ اسے مضبوط طاقت و قوت کے مالک! محمدؐ و آلِ محمدؐ پر رحمت نازل کر اور میرے دل کو اپنے دین اور اپنی اطاعت پر مضبوطی سے قائم رکھ۔ یہاں تک کہ میں تیرے سامنے آؤں تو مجھ سے راضی ہو غضب ناک نہ ہو، تو ہی احسان اور بخشش کا مالک ہے۔ پروردگار! ہم کو دنیا میں نعمت عطا کر اور ہم کو اپنی رحمت کے ساتھ آتش جہنم سے بچا دے اسے سب دھیوں سے زیادہ محکم۔!

## جو شخص اس دُعا میں غور کرے اس کو حسبِ ذیل باتیں نظر آئیں گی

(۱) شروع میں سفیدہ سُحری کی نمود اور رات کے آرام و سکون اور آفتاب و ماہتاب کے حساب کے ساتھ پلنے کا تذکرہ ہے۔ یہ تمام آیات قرآنی کی طرف اشارہ ہے۔ (۲) اس کے بعد اوصافِ الہی کا ذکر ہے۔ عزت، بخشش، فضل، نعمت، رحمت اس کے ساتھ وحدانیت، فردانیت وغیرہ مخصوص اوصاف کا ذکر ہے۔ یہ کہہ کر اس میں تعظیم پیدا کر دی گئی ہے کہ تمام بہترین نام اسی کے لئے ہیں۔ (۳) آخر میں ہدایت اور تقویٰ اور دل کی پاکیزگی کا تذکرہ ہے۔ امام نے اس دُعا میں ایک دُعا دیکھا ہے جو توضیح کا مستحق ہے اور ہم تمام مسلمانوں کو اس کی جانب توجہ دلاتے ہیں۔

## اس دُعا سے جو سبق حاصل ہوتا ہے

تمام مسلمانوں کو بلا تفریق میں مخاطب کرتا ہوں۔ دیکھو یہ بلند مرتبہ بزرگوار نبوت کے خاندان کے محترم فرزندِ اعلیٰ تم سے کیا کہہ رہے ہیں کہ تم اپنے دلوں کو پاک کرو اور گناہوں سے ان کی حفاظت کرو۔ یہی نہیں بلکہ اس عالم کی مخلوقات اور اس وسیع و ناسے کائنات کو غور سے دیکھو۔ وہ آفتاب ہے جو حساب کے ساتھ چل رہا ہے اور ماہتاب ہے جو اپنی

منزلوں میں سیر کرتا ہے۔ اس سے آپ سورۃ انعام کی ان آیتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن میں حضرت ابراہیمؑ کا قصہ مذکور ہے کہ انہوں نے آسمان اور زمین کی نشانیوں کا مشاہدہ کیا تاکہ یقین کے درجہ پر فائز ہوں۔ پھر اسی سورۃ میں یہ ہے کہ خدا نے دانہ کو شگانتہ کیا اور گٹھلی سے دخت کو نمایاں کیا۔ وہ ذی حیات کو غیر ذی حیات سے اور غیر ذی حیات کو ذی حیات سے ظاہر کرتا ہے۔ یہ ہے اللہ کی قدرت تم بہن بھراؤ دھر پھر رہے ہو۔ وہ سفیدی سحری کو ظاہر کرنے والا ہے اور اس نے مات کو سکون و اطمینان کا وقت قرار دیا ہے۔ اور آفتاب و مہتاب کو حساب کے ساتھ چلایا ہے۔ یہ اقتدار و حکمت رکھنے والے خدا کی قرار داد ہے۔ اسی نے تمہارے لئے ستاروں کو مقرر کیا ہے کہ تم ان کے ذریعہ سے راستہ حاصل کرو خشکی اور تری میں۔ یہ تمام نشانیاں تفصیل سے پیش کی ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم سے کام لیں۔

اس دعا کے متکلم امام علیہ السلام نے سورۃ انعام کے ابتدائی حصہ کا تذکرہ بھی اسی کتاب (صحیفہ کاملہ) کی بعض دعاؤں میں کیا ہے۔ جہاں آپ نے خدا کے اوصاف میں یہ بتلایا ہے کہ وہ نور اور ظلمت کا خالق ہے اور آفتاب و مہتاب بھی اسی نے پیدا کئے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ اجرام سماویہ خدا نہیں ہیں جیسا کہ جناب ابراہیمؑ کے زمانہ میں صائبیہ کا خیال تھا۔ اور یہ کہ عموماً نور و ظلمت بھی خدا نہیں۔ جیسا کہ ایران کے ملک میں مانوی جماعت کا عقیدہ ہے۔

اللہ اکبر! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیتؑ رسولؐ کس منزل پر تھے، اور تمام مسلمان کس منزل پر ہیں۔ ان دعاؤں میں علمِ افلاک، حساب آفتاب و مہتاب، جہاز رانی وغیرہ کے طریقہ کی طرف اشارہ ہے جو بغیر کو اکب کی حرکتوں کے دریافت کئے ہوئے نہیں حاصل ہو سکتا۔ آج یورپ کی سرسلطنت میں اس کے لئے خاص درسگاہیں قائم ہیں مگر مسلمانوں کا عالم اب تک ان علوم سے بالکل بے خبر رہے ہیں جن کی طرف اہل بیتؑ نے برابر اشارہ کیا ہے۔

چونکہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے تبعین اور ان کے تبعین کے مخالف برابر اہل بیتؑ کے بارے میں جنگ و جدل کرتے رہیں گے۔ مگر خود ان حضرات کے دل میں یہ تھا کہ ہم مشترک اسلامی رُوح کے شائع کرنے کے لئے اور بندوں کو خدا کی معرفت سے قریب کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں اس لئے انہوں نے اس طرح کے اشارات اپنے کلام میں ودیعت کر دیئے ہیں جن سے تمام صاحبانِ علم فائدہ اٹھائیں اور حکماء و معلمین ان کے ذریعہ سے ترقی کریں۔ وہ باتیں ایسی ہیں جو تمام خلق سے متعلق ہیں، اور ان میں کسی فرقہ سے خصوصیت نہیں ہے۔ انہوں نے پہلی قسم میں گناہوں کا ذکر کیا ہے اور قرآن میں جو عذاب مذکور ہوئے ہیں جیسے زقوم، قطران وغیرہ، ان کا ذکر کیا ہے اور دوسری قسم میں ان عجائباتِ قدرت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جن کا سورۃ انعام میں بھی تذکرہ ہے اور جن کی حقیقت بغیر علمِ فلکیات کے معلوم نہیں ہو سکتی اور علمِ فلکیات کے لئے حساب اور ہندسہ اور جبر و مقابلہ کی ضرورت ہے اسی طرح ان آیات میں جن کی طرف اکا دعائیں اشارہ ہے نباتات کا ذکر کیا ہے۔ جس کے لئے علمِ النباتات اور علمِ زراعت کی ضرورت ہے، اور جنین کا بطم مادر میں تذکرہ ہے جس کے لئے علمِ تشریح اور علمِ الحیات (بیا لوجی) ناگزیر ہے۔

گویا امامؑ کے پیشِ نظر تھا یہ عالم کہ دنیا میں دوسری قومیں ترقی کر رہی ہیں۔ مگر سنی شیعہ آپس کے جھگڑوں ہی میں مصروف ہیں اور کس بارے میں؟ خود اہل بیتؑ کے بارے میں۔ حالانکہ اہل بیتؑ ان جھگڑوں سے الگ ہیں۔ کیا

آسمان اور اُس کے ستارے، کیا زمین اور اُس کی زراعتیں خدا کے مخلوقات میں داخل نہیں ہیں۔ کیا ان چیزوں میں خود و خوض کرنا خدا کی معرفت سے قریب نہیں کرے گا۔

مگر افسوس مسلمان غفلت میں ہیں۔ انہوں نے اسلامی ممالک میں ان علوم کو چھوڑ رکھا ہے اور صرف آپس کے جھگڑوں بکھیروں سے مطلب رکھا ہے۔ وہ بھی ایسے معاملات میں جن کا وقت گزر چکا ہے اور وہ نسلیں گزر چکی ہیں۔ یہ زمانہ وہ ہے جب مسلمانوں کے حقوق میں ترقی ہو گئی ہے اور علم کی محبت ان کے دل میں پیدا ہو چکی ہے۔

(۲)

## موازنہ حضرت نوحؑ کی آواز میں اور امام زین العابدین علیہ السلام کی دعائیں

یہ شیخ طنطاوی جوہری کا دوسرا مضمون ہے :-

اے برادران اسلام! میرا سلام قبول کرو۔ میں نے اپنے گزشتہ مقالہ میں امام زین العابدینؑ کی بعض دعاؤں کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں نے بتلایا ہے کہ کس طرح آپ نے علم اور عمل دونوں پہلوؤں پر زور دیا ہے اور عالم کائنات کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اب ایک دعا اور پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے جو آپ تارکین راتوں میں پڑھتے تھے :-

”اے پروردگار! تجھے بخش دے۔ اے پروردگار! مجھ پر رحم کر۔ اے میرے مالک! میرے دل میں پاکیزگی پیدا کر۔ اے میرے مالک! مجھے ریاکاری سے علیحدہ رکھ۔ پروردگار! تو نے رات کو ہماری راحت کا ذریعہ بنایا ہے اور دن کو ہمارے کسب معاش کا موقع قرار دیا ہے۔ تو نے آفتاب و مہتاب کو حساب کے ساتھ جاری کیا ہے۔ تو عالموں کا انتظام کرتے والا ہے۔ تو نے آفتاب، مہتاب اور ستاروں میں اپنے حسن صنعت کا مظاہرہ کیا ہے۔ تو نے ان تمام سیاروں کو اپنی مخلوق کے فائدہ کے لئے اپنے حکم کا پابند بنایا ہے۔ مجھ پر ایک نظر اپنی ڈال دے۔ ایسی نظر جو میرے دل کو ریاکاری، خود بینی، کینہ وری اور حسد کے جذبات سے خالی کر دے۔ اور جس سے مجھے تیرے عذاب کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔“

اس دعا میں امامؑ نے ایک طرف تو تہذیب اخلاق کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس سے نفس میں پاکیزگی پیدا ہو۔ دوسری طرف اس پاکیزگی نفس کی تکمیل پر زور دیا ہے۔ علم اور حکمت اور کائنات قدرت میں خود و خوض کے ساتھ حضرت نے اپنی دعاؤں میں علم النفس اور علم الآفاق دونوں کو جمع کیا ہے۔ جس طرح قرآن مجید میں وارد ہوا ہے، کہ ہم انسانوں کو اپنی نشانیوں دکھاتے ہیں۔ آفاق آسمان و زمین اور خود اُن کے نفوس میں تاکہ ان کو حق کی معرفت ہو۔ ”انفس کے لفظ میں بہت سے علوم کی طرف اشارہ ہے جن میں سے ایک علم الاخلاق ہے اور ”آفاق“ کے لفظ میں ”علم الارض“ نباتات، جبال، بحار اور فلکیات وغیرہ سب داخل ہیں۔

## نوح کی آواز اپنی قوم کے لئے

ہم دیکھتے ہیں نوحؑ کی آواز کو جو قرآن میں درج ہوئی ہے، نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا: ”اے میری قوم کے لوگو! میں تمہیں خوف دلاتا ہوں خدا کی عبادت کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔ خدا تمہارے گناہوں کو معاف کرے۔ اور تمہیں معینہ دے۔“ وہ خدا کی مقرر کردہ مدت حسب پوری ہو جاتی ہے تو اس میں دیر نہیں ہوتی۔ پھر نوحؑ نے خدا سے اپنی قوم کی شکایت کی۔ کہا ”میں نے اس قوم کو شب و روز دعوت دی۔ مگر میری دعوت پر وہ بھاگتے ہی رہے۔ میں نے جب ان کو دعوت دی تاکہ وہ اپنی مغفرت کا سامان کریں، تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں اور چادریں سروں پر ڈال لیں اور اپنے جرائم پر اصرار کیا اور پودے تکبر سے کام لیا۔ پھر میں نے ان کو کھلم کھلا آواز دی اور بلند آواز سے اعلان کیا اور آہستہ سے بھی بھجایا۔ میں نے کہا کہ خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ ابر کو تم پر پانی برسائے کے لئے بھیجتا ہے اور تم کو اموال اور اولاد کے ساتھ مدد پہنچاتا ہے۔ تمہارے لئے بارخ قرار دیتا ہے اور نہریں جاری کرتا ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم خدا کی عزت نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اسی نے تم کو مختلف صورتوں پر پیدا کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کیونکر خدا نے ساتوں آسمانوں کو طبق در طبق پیدا کیا ہے اور مانتاب کر ان میں روشنی کے لئے قرار دیا ہے، اور آفتاب کو چراغ بنایا ہے اور خدا نے زمین سے تمہیں مثل نباتات کے باہر نکالا ہے، پھر تم کو اسی زمین میں واپس لے جائے گا۔ اور اس کے بعد پھر باہر نکالے گا۔ اور خدا نے تمہارے لئے زمین کو فرش قرار دیا ہے تاکہ اس میں مختلف راہوں میں تم راستہ چلو۔“ نوحؑ نے کہا کہ ”پروردگارا! ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور اس شخص کا طریق عمل اختیار کیا جس کو اس کے مال و اولاد سے سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور یہ لوگ بڑے کد و فریب سے کام لیتے رہے۔“

اللہ اکبر! یہ حضرت نوحؑ کی دُعا قابلِ لحاظ ہے۔ کس قدر انفس و آفاق کے علوم اس میں مجتمع ہیں۔ بالکل اسی طرح امام زین العابدینؑ نے اپنی دُعا میں دونوں باتوں کو جمع کر دیا ہے۔ ایک طرف وہ خدا سے دُعا کرتے ہیں کہ میرے نفس میں پاکیزگی عطا کر تاکہ اس میں بندی پیدا ہو سکے۔ دوسری طرف آسمان و زمین کی خلقت اور خدا کی قدرت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ مثلاً، کتاب صحیفہ کاملہ میں ایک دُعا کے ذیل میں آپ کہتے ہیں :-

”خداوند! میرے لئے ایسا دل قرار دے جو تجھ سے ڈرتا رہے اس طرح گویا اس نے تجھے دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ تجھ سے طاقات کرے۔ اے مالک آسمانوں کے اور تمام اُن چیزوں کے جو آسمان کے اندر ہیں۔ روشن ہوں خواہ تاریک۔ اے مالک کشادہ زمینوں کے اور تمام اُس مخلوق کے جو اُن زمینوں کے اندر ہے۔ اے مالک مضبوط بنیاد والے پہاڑوں کے۔ اے مالک چلنے والی ہواؤں کے۔ اے مالک اُن بادلوں کے جو زمین اور آسمان کے درمیان پیدا ہوتے ہیں۔ اے مالک ان ستاروں کے جو آسمان میں تیرے تابع فرمان ہیں خواہ پوشیدہ ہوں اور خواہ ظاہر اے غنی باتوں سے باخبر اور اے آوازوں کے سننے والے۔“

مثلاً میں ہے :-

”خداوند! میں تجھ سے مانگتا ہوں صاحبانِ علم کا خوف، اور عبادت کرنے والوں کا خشوع و خضوع اور علوم رکھنے والوں کی عبادت اور خشوع رکھنے والوں کا اخلاص قلب، اور قتل رکھنے والوں کا یقین اور بزرگ مرتبہ لوگوں کی کامیابی اور ذکر الہی کرنے والوں کا غور و خوض۔“

یہ بالکل مطابقی ہے اس آیت کے ساتھ کہ آسمان و زمین کی خلقت اور شب و روز کی آمد و رفت میں نشانیاں ہیں صاحبانِ عقل کے لئے وہ جو خدا کی یاد کرتے رہتے ہیں۔ اٹھتے اور بیٹھتے اور کھڑکی کی حالت میں اور غور و خوض کرتے ہیں۔ آسمان و زمین کی خلقت میں۔ وہ کہتے ہیں کہ پروردگار تو نے ان کو غلط طور پر نہیں پیدا کیا ہے۔ تیری ہستی پاک ہے ہم کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔“

حضرت کا یہ فقرہ کہ ”ذکر الہی کرنے والوں کا غور و خوض۔“ اسی آیت کا پتہ دیتا ہے اور اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خدا کو یاد کرنے والا اگر اس کی مخلوقات میں غور و خوض نہ کرے تو وہ جاہل رہے گا اور اُسے کوئی بصیرت حاصل نہیں ہو سکتی۔

یہی بتلایا گیا ہے اس آیت میں کہ۔  
”یہ لوگ قرآن میں غور و خوض کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں؟“

اور اس آیت میں کہ۔

”وہ لوگ جنہیں توریت کا حامل بنایا گیا پھر انہوں نے اس کو برداشت نہ کیا۔ مثل گدھے کے ہیں جس کی پشت پر کتابوں کا بار لدا ہوا ہو۔ کیا بڑی مثال ہے اُن لوگوں کی جو خدا کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اور خدا جبری طور پر ظالمین کو ملامت پر نہیں لاتا ہے۔“

**طنطاوی کا شکوہ خدا کی بارگاہ میں**  
خداوند! یہ تیری کتاب موجود ہے قرآن، اور یہ اہل بیت میں سے ایک بزرگ ہستی کے ارشادات ہیں۔ یہ دونوں کلام۔ وہ آسمان سے نازل شدہ کلام، اور یہ اہل بیت کے صدیقین میں سے ایک صدیق کی زبان سے نکلا ہوا کلام دونوں بالکل متفق ہیں۔ اب میں بلند آواز سے پکارتا ہوں ہندوستان میں اور تمام اسلامی ممالک میں اے فرزندانِ اسلام، اے اہل سنت، اے اہل تشیع۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ تم قرآن اور اہل بیت کے مواعظ سے سبق حاصل کرو۔ یہ دونوں تم کو بتلا رہے ہیں اُن علوم کے حاصل کرنے کی طرف جن سے مجاہد قدرت منکشف ہوتے ہیں اور خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ پہلے ان علوم کو حاصل کرو۔ انہی کے حاصل کرنے کا تمہیں قرآن اور شیوا یا ان مذہب کے ارشادات میں حکم ملا ہے۔ جب تم ان میں کامل ہو جانا تو پھر دوسرے امور کی طرف متوجہ ہونا۔

تفرقہ انگیز مباحث سے باز آؤ اور ان ہدایات پر عمل کرو۔ ان علوم سے استفادہ کرو اور سورج کے نیچے زمین کے اوپر اپنے زغہ رہنے کا سامان کرو۔

(طنطاوی جوہری مصری)

(۳)

## امام زین العابدینؑ کی دُعاؤں سے میرے تاثرات

یہ استاد محمد کمال حسین کا مضمون ہے جو جامعہ مصریہ میں پروفیسر ہیں اور کتاب ”الادب فی مصر الاسلامیہ“ اور ”ابن ابی حفصہ کے معنی“ ہیں۔ یہ مضمون آپ کا گذشتہ سال ”الرضوان“ کے جمادی الثانیہ درجہ کے پرچہ میں شائع ہوا ہے۔

تمہارا کیا خیال ہے کہ فرزدق نے امام زین العابدینؑ کی تعریف کا حق ادا کر دیا اپنے ان شعروں میں جن کا مضمون یہ ہے کہ:-

”یہ وہ ہیں جن کے پیروں کی چاپ کو سرزمین کہ پہچانے ہوئے ہے اور خانہ کعبہ اور اس کے محل و حرم سب ان سے واقف ہیں۔ یہ اس ہستی کے فرزند ہیں جو خلق خدا میں سب سے بہتر تھی۔ یہ متقی، پاکیزہ، پاک اور شہدِ رز و گار ہیں۔“ ہرگز نہیں۔ بخدا فرزدق اپنے ان شعروں میں ایک شتمہ بھی نظم نہیں کر سکا ہے۔ بلکہ مجھے تو ملتے ہی نہیں وہ الفاظ جو میرے دلی خیالات کا اظہار کر سکیں اور بتلا سکیں میرے تاثرات کو اس امامؑ کی عظمت کے بارے میں جس نے ایک طرف عرب قوم کے محاسن اخلاق اور اُن کے مذہبی کمالات کو حاصل کیا اور دوسری طرف ملکِ بجم کی سلطنت اور اس کی عزت کے جوہر کا حامل ہوا۔

اس صورت میں کوئی بے جا نہیں کہ اُن کو ”ابن الخیرین“ دو متعجب قوموں کا فرزند کہا جائے۔ کیونکہ آپ کے جدِ بزرگوار حضرت رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا نے اپنے بندوں میں سے دو ہی قوموں کو منتخب کیا ہے۔ عرب میں سے قبیلہ قریش اور غیر عرب میں سے فارس۔ اور بہت سے ایرانیوں نے اس حدیث کو اپنے لئے عملِ نادرش میں پیش کیا ہے۔ مہیار دہلی شاعر سید رضی (جامع نیج البلاغہ) کا شاگرد تھا۔ وہ اسی حدیث کو لیتا ہے اور پھر اپنی تعریف خود کرتے ہوئے کہتا ہے:-

(شعر جس کا مضمون یہ ہے)

”میں نے عزت و بزرگی بہترین باپ دادا سے حاصل کی اور دین کی عزت بہترین بیٹے سے حاصل کی۔ میں مجھے ہر حیثیت سے فخر کا موقع حاصل ہو گیا۔ عزتِ خاندانی فارس کی اور دینی عزتِ عرب کی۔“

یہ انتہائی فخر کی حد ہے جو ایک شاعر پیش کر رہا ہے۔ کون؟ مہیار دہلی۔ جس کی دنیاوی عزت صرف اتنی ہے کہ وہ ملکِ فارس کا ایک مجوسی شخص تھا اور کسی شاہی خاندان سے بھی نہ تھا۔ پھر اپنے استاد سید رضی کے ہاتھ پر اسلام لایا تو دوسرے اسلام لانے والے غلاموں کا سائے بھی درجہ حاصل ہو گیا۔ نہ اُس کا خاندانی کوئی امتیاز ہے نہ اسلام میں کوئی خاص درجہ۔ لیکن باوجود اس کے اپنی دو خصوصیتوں کے اجتماع پر فخر کرتا ہے کہ میں خاندانی حیثیت سے فارسی النسل ہوں

اور دینی حیثیت سے حضرت محمد مصطفیٰؐ کے دین کا پیرو۔ پھر اب میں کیا کہوں اُس ہستی کے بارے میں جس کا وادہ خود مسلمانوں کا رسولؐ ہو اور نانا خود ملک فارس کا بادشاہ کسریٰ ہو۔ وہ کون زبان ہو سکتی ہے جو اس بزرگوار کی عزت و بزرگی کی حد بیان کر سکے۔ یہ ہستی امام زین العابدینؑ علی بن الحسینؑ کی ہے جن کے بارے میں فرزندِ حق نے کہا ہے۔  
جب قبیلہ قریش کے لوگ ان کو دیکھ لیتے ہیں تو کہنے والے کہہ اٹھتے ہیں کہ بس اس شخص کی عزتوں پر عزت کی انتہا ہو جاتی ہے۔

بلکہ میرا تو یہ خیالی ہے کہ میں کہوں۔ ان کے عظیم اخلاق پر فلق کی انتہا ہے۔ اُن کی خاندانی شرافت پر شرافت کی انتہا ہے۔ اور اگر زبان یا راوی اور مجھے الفاظ ملیں جن سے میں مطلب ادا کر سکوں تو پھر بھی میں یہ کہوں گا کہ یہ کم تر تعریف ہے جو امام سجادؑ اور اہل بیتؑ رسولؐ کے بارے میں کی جاسکتی ہے۔

ممکن ہے لوگوں کو تعجب ہو یہ دیکھ کر کہ ایک سنی مضمون نگار ائمہ شیعہ میں سے ایک امام کے بارے میں اس طرح کے خیالات ظاہر کر رہا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اگرچہ ایک ایسے شہر میں پیدا ہوا ہوں جسے سنی مذہب کھاتا ہے اور ایک ایسی جماعت میں جو امام شافعی وغیرہ کے مذہب کی پیروی ہے۔ لیکن میں نے اپنے سنی شہر کو اور اس کے تمام لوگوں میں ہر طبقہ اور جماعت کو یہ دیکھا ہے کہ وہ اہل بیتؑ رسولؐ کی عزت کرتے ہیں۔ ائمہ شیعہ کی عظمت کے اسی طرح قائل ہیں جس طرح شیعہ ہیں۔ یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور محمد بن ادریس شافعی خود ہی فرما گئے ہیں:-

اے ہلنے والے ناقہ پر سوار! خدا سرزمینِ مکہ پر منی کے قریب ٹھہرا دے جو جو ادھر ادھر لوگ ہیں سب سے پکار کر کہہ دے صبح کے وقت۔ اس وقت جب حاجیانِ کعبہ منی کی سرزمین پر جمع ہوتے ہیں اتنی کثرت سے کہ جیسے جہتا ہوا موج زن دریا۔ ان سب سے کہہ دے کہ اگر اُلی رسولؐ کی دوستی کا نام رافضی ہو جاتا ہے تو دونوں جہاں گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔“

اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے کوئی فتنہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ خطرناک نہیں معلوم ہوتا، کہ شیعہ سنی میں التراق پیدا ہو جائے۔

ہم سب ایک دین کو مانتے ہیں جس کا نام ہے اسلام۔ ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ سرورِ انبیاء اور خاتم المرسلینؑ ہیں۔ اور آپؐ کے اہل بیتؑ طاہرین کو واجب الاحترام سمجھتے ہیں جن کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:- (افضایرید اللہ لیدھب عنکم الرجس اهل البیت ویطہرکم تطہیرا) جب تک ہم سب اس نقطہ پر قائم ہیں تو یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ ہم سب کو ہم دست ہونا چاہیئے اور اس راستہ میں جہاد کرنا چاہیئے۔ اپنے دین کی حفاظت میں اور اس کو ترقی دینے میں اور اس مشترک نقطہ کی طرف سب کو دعوت دینا چاہیئے اور اس راستہ میں جہاد کرنا چاہیئے۔ نہ یہ کہ اب ایسی اختلافی باتوں میں پڑیں جو تفرقہ انگیزی کا باعث ہیں۔ صرف ذاتی اغراض اور شخصی مفاد کی خاطر۔ اگر ہم حضرت علیؑ کے پیرو ہوتے کہ آپؑ نے دنیا کو طلاق دے دیا اور اس کی آرائشوں پر کوئی توجہ نہ کی۔ اور اگر آپؑ کی طرح یہ کہتے ہوتے کہ

”اے دنیا! جا کسی اور کو فریب دینا تو آج اسلام کی شان ہی دوسری ہوتی، اور مسلمانوں کو آج وہ عزت حاصل ہوتی جس کے مثل کوئی عزت ہو نہیں سکتی۔“

لیکن دنیاوی خواہش اور ہوا ووس نے مسلمانوں کو اسلام کے بلند مقصد سے ہٹا دیا اور انہیں توحید و ایمان کی حقیقت سے دُور کر دیا جس کی وجہ سے اُن میں فرقہ بندیوں ہو گئیں اور قلاف جماعتیں قائم ہو گئیں جو آپس میں تصادم کرتی رہتی ہیں جس سے مسلمانوں کی عزت و ذلت کے ساتھ بدل گئی۔ اور قوت حاصل ہونے کے بعد ان میں کمزوری پیدا ہو گئی۔

یہ سب میں نے کلمہ ڈالا اس حالت میں کہ میرے سامنے ایک کتاب ہے جو عجم کے لحاظ سے تو چھوٹی ہے مگر قدر و قیمت میں بہت بڑی ہے۔ یہ سیدنا امام زین العابدینؑ کی بعض دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ اور مجھے آرزو تھی کہ میں ان دعاؤں کی نسبت لکھتا اور بتلاتا کہ ان میں کتنی روشن دلیلیں موجود ہیں اس بات کی کہ زین العابدینؑ مثل دوسرے اہل بیت طاہرین کے بالکل رسول اللہ کی تعلیمی روح کے حامل اور عبادت و پرہیزگاری میں آپ کے تابع تھے۔ لیکن مجھے وہ الفاظ کہاں مل سکتے ہیں جو میرے تاثرات کو ظاہر کریں۔ اس وقت جب میں ان سبجہ نما کلمات کو پڑھتا جن کی تشریح میں زبان عاجز ہو کر ٹھہرتی اور عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اور قلم لرزہ بر اندام ہو کر رک جاتا ہے۔ لہذا اس موقع پر میں صرف اپنے مجز اور کوتاہ بیانی کا اعتراف ہی کر لینا اچھا سمجھتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ میں قلم اٹھاؤں اور پھر مومنوں کے حق کو ادا نہ کر سکوں۔ کیونکہ میرا تاثر اور قلبی احساس حضرت سجادؑ کی دعاؤں کے پڑھنے کے موقع پر میری طاقت اظہار سے بالاتر ہے۔

لیکن مجھے ایک اور امر کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ وہ یہ کہ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے انشا پر دانہ اور ادب اور ادبی، مؤرخین قدیم شعراء اور نثر نگاروں کے آثار کے مطالعہ اور درس و تدریس کی طرف متوجہ ہیں اور انہوں نے نثر میں اس ہنرمندانہ طرز تحریر کو اختیار کیا ہے جسے انشا پر دانوں نے مقرر کیا ہے اور اسے اس طرح آراستہ کیا ہے کہ وہ بالکل قدرتی اور نظری حسن ادا سے علیحدہ ہو گیا ہے اور انہوں نے اس میں رنگ و رنگ علم بدیع و بیان کی زینتیں اور سجاوٹیں بھی بھر دی ہیں جو کسی طرح تکلف اور تصنع سے خالی نہیں ہیں اور طبعی حسن کے کسی طرح مطابقت نہیں ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے ان دعاؤں کے ایسے ادبی آثار کو چھوڑ رکھا ہے جو عربی ادب کے معجزات میں شمار کرنے کے قابل ہیں۔ اس لئے کہ وہ دعائیں ایک پاکیزہ اور صاف نفس سے برآمد ہوئی ہیں اور وہ امام کا نفس ہے۔ اور مخاطب بھی ایک پاک اور صاف نفس ہے، اور وہ خدائے بزرگ کی ذات ہے۔ اس لئے وہ حقیقتاً ایک قلبی احساس ہے جو خدا کی طرف سے اس کے بندہ کو عطا ہوا ہے اور جس کے ساتھ بندہ اپنے خدا کی جانب متوجہ ہوا۔ اس لئے ان مذہبی دعاؤں میں ایک بلند مثال ہے جذبہ دینی کی دجی اور تقویٰ کی الہام اور زہد و تقویٰ کی آواز کی۔ ان میں ایک شیریں موسیقیت بھی ہے جو روح کو جذب کرتی ہے۔ کانوں کو اس سے لذت حاصل ہوتی ہے اور دل اس کے جذبات معانی اور وقیع الفاظ کے سننے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو رعب و جلال سے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ دیکھو امام اپنے پروردگار کی تعریف کر رہے ہیں:-

”ستائش ہے اس خدا کے لئے جو اپنی عظمت کے ساتھ دلوں پر جلوہ افگن ہے اور اپنی عزت کے ساتھ آنکھوں

سے پوشیدہ ہے اور تمام چیزوں پر اپنی قدرت کے ساتھ قابو رکھتا ہے۔ پس نہ آنکھیں اس کے مشاہد کی تاب رکھتی ہیں اور نہ توہمات اس کی عظمت کی حقیقی حد تک پہنچ سکتے ہیں وہ عظمت اور بزرگی کے ساتھ جبروت کا مالک ہے اور عزت اور احسان اور جلالت کے ساتھ خلق پر مہربان ہے۔ حسن و جمال کے ساتھ نفائس سے مبرا و منزہ ہے اور فقر و بلندی کے ساتھ بزرگی کی صفت کا مالک ہے۔

تم نے عربی کلام میں کبھی جادو و انکیف اس کلام سے زیادہ بھی دیکھا ہے۔ اور کوئی کلام جو اپنے خوش نما الفاظ اور بڑے معانی کے ساتھ دل میں بیٹھ جائے اور نفس انسانی کو ان بلند مرتبوں تک پہنچائے جن میں صرف پاک و پاکیزہ اور ہوس دنیا سے خالی اور صاف دل ہی پہنچ سکتے ہیں، اس کلام سے زیادہ سنا ہے؛ یہ ہے دینی ادب جس سے دل چاشنی گیر اور لذت اندوز ہوتے ہیں اور اس کی بلندی کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں کان اُن کو سنتے ہیں تو اس کے نغموں کے ساتھ مترنم ہو جاتے ہیں۔ اور عقل ان کے معانی پر غور کرتی ہے تو ایک دوسری فضا میں جو اس فضا کے علاوہ ہے، پرواز کرنے لگتی ہے۔

اس کے جادو و دنیا بدیع الزمان اور حریری اور ابو فواس اور مستنبتی کی گردیدہ ہو رہی ہے۔ کہاں دینی ادب اور کہاں ان لوگوں کا ادب۔ لفظ و معنی دونوں حیثیتوں سے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اور خود ادبی رنگ کے لحاظ سے بہت بڑا فرق ہے۔ ادب کو چاہیے کہ وہ اس جلیل المرتبت ادبی سرمایہ کی طرف متوجہ ہوں۔ یقیناً ان کو اس میں بہت بڑا خزانہ دستیاب ہو گا جو اب تک زمین کے نیچے دفن ہے۔

(۲)

## امام زین العابدینؑ اور ان کا فلسفہ

(یہ احمد محمد حمزہ ابیوتی کا مضمون ہے جو کلیہ شریعت اسلامیہ مصر کے افاضل میں سے ہیں:)

کیا کہنا اس ربانی امامؑ اور روحانی پیشوا اور اخلاقی معلم کا جو افراد بشر کے نفوس اور اقوام و مل کے دلوں کا تکران ہے۔ اور انسانی فسلوں کی درست گیری و رہنمائی کرنے والا ہے تیرہ صدی اس طرف سے لے کر اس وقت تک کہ جب یہ دنیا فنا ہو۔

وہ ان کا ہاتھ تھا مٹا ہے اور انہیں حقیقی زندگی کے راستوں پر لے جاتا ہے اور زندگی کی تنگی اور اس کی کاوش بیجا سے ہٹاتا ہوا انہیں اصل زندگی کے معنی اور عمر کی قیمت اور زمانہ کی واقعی عزت کا سبق سمجھاتا ہے۔ وہ جدوجہد اور انتھاک، کوشش اور عمل کے اصول کو قائم کرتا اور بے کاری اور کاہلی سے نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ دیکھو وہ خدا سے دعا میں کہہ رہے ہیں:-

”ہمارے دلوں کی سلامتی اپنی عظمت کی یاد میں قرار دے اور ہمارے جسم کی بیکاری کے موقع کو بھی اپنی نعمتوں کے

شکریہ میں صرف کر دے اور ہماری زبانوں کی گویائی کو اپنے احسان کی توصیف سے محض بنادے۔

کتنا بلند ہے آپ کا درجہ اسے امام! اور کتنا صاف ہے آپ کا دل، اور کتنا روشن ہے آپ کا ضمیر اور کتنی پاکیزہ ہے آپ کی نیت، اور کتنا بزرگ ہے آپ کا نظریہ، اور کتنا مبارک ہے آپ کا نقطہ نگاہ۔

آپ نے سنا حق و قائم خدا کی آواز اور خالق قدیم کے خطاب کو جو اُس نے اپنے حبیب اور مقدس رسول کے ساتھ کیا تھا۔

لیکن درحقیقت وہ رسول کے لباس میں تمام اقوام اور نسلوں کو مخاطب کر رہا تھا۔ آپ نے اس پر لبیک کہی اور اطاعت کی اور نزدیک پہنچ گئے۔ اور خدا کے قانون کے سامنے سر خم کر دیا۔ وہ خدا کی آواز یہ ہے کہ :- ”اے رسول! کہہ دو کہ خود کرو کہ آسمان و زمین میں کیا کیا عجائب مضمحل ہیں؟ یہ لوگ کیوں نہیں سیر کرتے اور نظر ڈالتے؟ یہ لوگ کیوں نہیں خود کرتے؟ آسمان و زمین کی خلقت اور شب و روز کی آمد و رفت میں اہل عقل کے لئے نشانیاں مضمحل ہیں؟ کیوں نہیں یہ لوگ زمین میں سیر و سیاحت کرتے اور دیکھتے کہ کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو اُن کے پہلے تھے۔ وہ ان سے زیادہ طاقت رکھتے تھے اور انہوں نے زمین میں ہنگامہ برپا کر رکھا تھا اور عمارتیں قائم کی تھیں اس سے زیادہ کہ جتنی انہوں نے عمارتیں بنائی ہیں اور پیغمبران کے پاس کھلی ہوئی دلیلوں کے ساتھ آئے۔ خدا ہرگز ان پر ظلم نہیں کرتا لیکن وہ لوگ تو خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔“

اور رسول کا قول کہ ایک ساعت فکر و غور کرنا ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ ”خدا کے مخلوقات میں غور کرو اور خود خدا کی قات میں فکر نہ کرو کیونکہ تم اس کے درجہ کی عدم مقرر نہیں کر سکتے۔“

یہی تو آپ بھی کہہ رہے ہیں کہ ہمارے دلوں کی سلامتی اپنی عظمت کی یاد میں قرار دے۔

آپ دنیا کو آباد کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنی بے کاری کے اوقات کو بھی ایسی باتوں میں صرف کریں جن سے حقیقی کامیابی کی بنیاد قائم ہوتی اور واقعی عزت حاصل ہوتی ہے اور ہمیشہ کے لئے نام باقی رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بے کاری ہو ہی نہ اور تعطل پیدا ہی نہ ہو۔ اس وقت میں نہ خرابیاں ہوں گی نہ جرائم، کیونکہ عرب شاعر کا شعر ہے کہ :-

”جڑانی اور بے کاری اور دولت مندی یہی انسان کے خراب کرنے کے بڑے اسباب ہیں۔“

امام اعلان کر رہے ہیں کہ جتنی خدا کی نعمتیں ہیں اور اس کی دی ہوئی طاقتیں ہیں اور احضار و جوارح ہیں سب کو ان ہی مقاصد میں صرف کیا جائے جن کے لئے وہ خلق ہوئے ہیں تاکہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا ہو۔

یہی مطلب ہے آپ کے اس فقرہ کا کہ :-

ہماری بے کاری کو بھی اپنی نعمت کے شکریہ میں صرف کر دے۔

اس کے بعد آپ چاہتے ہیں کہ آپ خداوند عالم کے اس قول میں داخل ہوں کہ ”کون اپنی بات کے لحاظ سے زیادہ

بہتر ہو سکتا ہے اس شخص سے جو خدا کی طرف دعوت دے اور اچھے اعمال کرے اور کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔“

آپ کہتے ہیں۔

”خدا دنا! ہم کو قرار دے اُن لوگوں میں سے جو تیری طرف دعوت دینے والے ہیں اور تیری طرف کا راستہ بتانے والے ہیں۔“

یہ پُر مغز جملے اور بیش بہا فقرے ہیں جن میں حسن و عظمت اور بلاغت و ایجاز کے تمام اوصاف مجتمع ہیں۔

”سائنس اللہ تعالیٰ کے لئے جو دلوں پر اپنی عظمت کے ساتھ جلوہ افگن ہے اور آنکھوں سے اپنی عزت کے ساتھ پہنچا ہے۔“ انکھیں اس کے دیدار کی تاب رکھتی ہیں اور نہ انسانی عقلیں اس کی عظمت کی حد تک پہنچ سکتی ہیں۔ وہ عظمت و کبریائی کے ساتھ شان و جبروت کا مالک اور عزت و احسان و بزرگی کے ساتھ خلق پر مہربان اور حسن و جمال کے ساتھ نعمتوں سے منزہ و مبرا اور فخر و کمال کے ساتھ شرف اور بزرگی کا سرمایہ دار اور بخشش و نعمت کے ساتھ تمام خلق کی امید گاہ ہے۔“

تصوف کے ساتھ بلاغت، تفسیر و مناجات میں ادبیت، عبودیت کے مظاہرہ میں سحر آفرینی، بیان کے جوہر کے ساتھ عقلی مغز اور اس پر بدیع کی آرائشیں۔

**شُرک کے خلاف جنگ** | آپ اپنے دل کی گہرائیوں کے ساتھ اور مطمئن نفس کے بالکل مستحکم عقیدہ کے ساتھ شرک سے اور اس کے مواد سے اس کا دعویٰ کیونے والوں اور اس کی حمایت کرنے والوں سے

سنت نفرت کرتے ہیں اور ازل وابدی وحدانیت کو خدا کے لئے ثابت کرتے ہیں اپنے ان الفاظ میں:-

”وہ خالق جس کا کوئی نظیر نہیں۔ وہ یکتا جس کا کوئی مثل نہیں۔ وہ بزرگی کا مالک جس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ سرور و حاکم جس کا کوئی ہمسر نہیں۔ وہ خدا جس کا کوئی دوسرا نہیں؛ اور وہ پیدا کرنے والا جس کا کوئی شریک نہیں اور وہ رزق عطا کرنے والا جس کا کوئی مددگار نہیں۔ وہ سب سے پہلے اور لازوال ہے۔ وہ ہمیشہ رہنے والا غیر فانی ہے۔ وہ دائم و قائم ہے بغیر کسی زحمت اور مشقت کے۔ وہ باقی ہے بغیر کسی آخری حد کے۔ وہ صنعت آفرین ہے بغیر کسی پشت پناہ کے۔ وہ پروردگار ہے بغیر کسی شریک کے۔ وہ خلق کرنے والا ہے بغیر کسی تکلیف کے۔ وہ کام کرنے والا ہے بغیر کسی عاجزی کے۔ اس کی کوئی حد نہیں مکان میں اور نہ کوئی انتہا ہے زمانہ میں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یونہی ہمیشہ ہمیشہ وہ خدا ہے زود، قائم، دائم، قدیم، قادر، علم و حکمت کا مالک، ازبر دست اور علیم؛ جس چیز کو چاہے روکنے والا اور جس کام کو چاہے کرنے والا ہے۔ اس کے لئے ہے خلق اور اس کے لئے ہے حکم۔ تمام زمین اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور آسمان بھی اس کے دست تصرف میں لپٹے ہوئے ہیں۔ پاک ہے وہ خدا اور بلند ہے ان خیالات سے جو مشرکین نے قائم کئے ہیں۔ (صحیفہ خامسہ صفحہ ۲۱، ۲۲۔ مطبوعہ مطبع فیما دمشق)

آپ دنیا کو وحدانیت کے معنی بتلا رہے ہیں اور اپنے نفس پر اعتماد اور اپنے ضمیر کی نگرانی کا درس دے رہے ہیں اور انسانی عقلوں کو ان کی گہری فہم سے بیدار کر رہے ہیں اور انہیں فلاح حقیقی کے ایک بڑے اصول پر متنبہ کر رہے ہیں۔ وہ بڑا ذکاوت جس پر اس زندگی کی عمارت قائم ہے اور اس کے لئے آپ بلند ترین مثال اپنے خالق کو پیش کر رہے

ہیں۔ کیونکہ وہ خلعت اور ایجاد کائنات میں تنہا اور مستقل ہے۔

امام زین العابدینؑ جو پہلی صدی ہجری میں پیدا ہوئے ہیں حریت اور عزت و استقلال کی آواز بلند کرتے ہیں۔ تاکہ اسے چودھویں صدی اور اس کے بعد کے تمام لوگ سنیں اور مادیت اور طبیعت کی زنجیروں کو اتار کر پھینک دیں۔

**ایک عام مذہب کی رُو** | بہت سی جماعتیں مسلمانوں میں سے ایک شرمناک خیال اور کمزور مسلک پر متفق ہو گئی ہیں اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنے اقوال و افعال میں مجبور ہے اور خیر و شر اور تمام جرائم اس کے ہاتھوں زبردستی خدا کی جانب سے کر لئے جاتے ہیں۔ وہ اس کے لئے بہت کمزور دلائل پیش کرتے ہیں۔ ان پر بدبختی اس طرح غالب ہوئی ہے کہ خدا کی ذات کی طرف جبر و قہر کی نسبت کو گوارا کر لیا ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اس تعلیم کے سایہ میں جرائم کا ارتکاب کریں اور اس کی ذمہ داری خدا پر عائد کریں۔

یہ ایسا مذہب ہے جو زمین کو فساد سے لبریز کرنے کا سبب ہے اور جو انتظام عالم کو برباد کر دینے کا ذریعہ ہے۔

امام زین العابدینؑ نے اپنے ان الفاظ میں اسی ممدانہ خیال کی بنیادوں کو علیا میٹ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

”تمام کائنات اس بات کی معترف ہے کہ تو جس کو ہزا دے اس پر ظلم نہیں کرتا اور گواہ ہے اس بات کی کہ جس کو ترسماف کر دے وہ تیرا احسان ہے اور ہر شخص اقرار کرے گا اپنی نفس کی کوتاہی کا ان فرائض کے ادا کرنے میں جو تو نے عائد کئے ہیں۔ اگر شیطان انہیں فریب نہ دیتا تیری اطاعت سے، تو کوئی تیری نافرمانی نہ کرتا۔ اور اگر باطل کو اُن کے سامنے حق کے لباس میں پیش نہ کرتا تو تیرے راستے سے کوئی گمراہ نہ ہوتا۔“

”تو مبارک ہے اس بات میں کہ تیری توصیف احسان ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے، اور بزرگ ہے تو اُس امر سے کہ تجھ سے اندیشہ ہو عدالت کے خلاف طریقہ کا۔ تجھ سے ظلم و جور کا اندیشہ نہیں ہو سکتا اس شخص پر جو تیری نافرمانی کرے، اور تجھ سے حق تعالیٰ کا خوف نہیں ہو سکتا اس شخص کے بارے میں جو تیری اطاعت کرے۔“

”تو بڑا احسان کرنے والا صاحبِ کرم ہے۔ اسے وہ جس کی عظمت کے عجائب ختم ہونے والے نہیں۔ ہم کو ممدانہ خیالات سے اپنی عظمت کے پردوں میں چھپا کر بچالے۔ اسے وہ جس کی سلطنت کی مدت ختم ہونے والی نہیں۔ اپنے غضب اور ناراضی سے ہمیں آنداز رکھ۔ اسے وہ جس کی رحمت کے غزلنے ختم ہونے والے نہیں، اپنی رحمت میں ہمارا بھی حقہ قرار دے۔ اسے وہ جس کے نظارہ کی آنکھوں کو تاب نہیں، اپنی بارگاہ سے ہم کو قریب کر لے۔ اسے وہ جس کی عظمت کے سامنے تمام عظمتیں پست ہیں، ہمیں عزت عطا کر۔ اسے وہ جس کے سامنے باطنی راز کی خبریں بھی ظاہر ہیں اپنے سامنے ہم کو رسوا نہ کرنا۔“

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# مسئلہ دعا

از حضرت سید العلماء مدظلہ

حقیقت یہ ہے کہ بارگاہِ الہی میں بندہ کا کسی سوال کو پیش کرنا ایک جرأت و جسارت کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ ہوں سے۔ ایک تو عرضِ مالِ اس سے کیا جاتا ہے جو حالات سے واقف ہو، اور خداوندِ عالم بندہ کے تمام حالات اور مقاصد سے واقف ہے۔ دوسرے کسی بات کی خواہش اس سے کی جاتی ہے جو طرزِ عمل کے اختیار کرنے میں مشورہ اور رہنمائی کا محتاج ہو۔ لیکن جو خود ہی ہر امرِ خیر اور مصلحت کے انجام دینے کا ضامن ہو اور ہم پر مہربان بھی انتہا سے زیادہ ہو اُس کو کچھ کہنا کہ تو ہمارے لئے یہ کام انجام دے دے۔ ایک ناروا جسارت ہے۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ خود جنابِ باری عزِ اسمائے نے دعا کرنے کا حکم دیا اور اُسے ایک عبادت قرار دیا اور ارشاد کیا کہ ادعویٰ مستجاب لکھو دتم دعا کرو تو میں قبول کروں گا، اتنا ہی نہیں بلکہ اس کو افضل عبادت بنایا۔ کہا گیا ہے ”الدعاء مخرج العبادۃ“ یعنی دعا مغزِ عبادت ہے۔

## آخر اس کا راز کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ تمام نظامِ تشریع کا ماحصل خالق و مخلوق کے علاوہ کو پہنچانا ہے۔ یعنی اُس کی بے نیازی اور اپنی نیاز مندی۔ اسی کا مقصد ہے کہ بندہ ہر موقع پر اس سے طلبِ گاہِ امداد و اعانت لے۔ تمام عبادات کا ماحصل یہی ہے کہ بندہ کو احساسِ جمودیت پیدا ہو اور وہ خالق سے بے نیازی کی بارگاہ میں اپنی نیاز مندی کا اقرار کرے۔ اور دعا اسی جذبہٗ نیاز مندی کا بہترین مظاہرہ ہے۔ بلکہ دعا کے ذریعہ سے اسلام نے مادی اغراض و مقاصد میں خودمانیت کی جلا کا سامان کیا ہے۔ ظاہر میں کھانا پینا، لباس اور نکاح وغیرہ اس قسم کی مادی خواہشیں خدا کی یاد کو دل سے دُکھنے والی ہیں۔ مگر دعا کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان ان خالص مادی خواہشوں کے لئے بھی خالق کو یاد کرتا ہے اور ممکن ہے کہ پہلے تو از روئے مطلب بر آری اس کو یاد کرے اور پھر یہ یاد ایک مستقل حیثیت اختیار کرے۔ اور واقعی اس میں عبادت و اطاعت کا جذبہ پیدا کر دے۔ اسی لئے دعا پر کوئی قید نہیں مائد کی گئی یہاں تک کہ غماز کی حالت میں بھی ایک مطلب کے لئے اگرچہ وہ خالص دنیوی ہو شرط یہ ہے کہ اس پر مشروع نہ ہو دعا کی جاسکتی ہے اور وہ نماز میں محفل نہ ہوگی بلکہ اس کا۔

ایک جزو قرار پا جائے گی۔ رہ گیا یہ کہ دُعا کا فائدہ کیا جب کہ قضاء و قدر نے ہر امر کو پہلے ہی سے طے کر دیا ہے اللہ اب کسی بات میں تبدیلی نہیں ہو سکتی مگر یہ اعتراض اُن لوگوں پر ہو سکتا ہے جو ”جا“ کے منکر ہیں اور خدا کو اپنے ازلی فیصلوں کی بنیاد پر مجبور خیال کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے ان ہی لوگوں کے خیال کو یہود کی زبانی نقل کر کے بڑی سختی سے اس کی رد کی ہے بقالت الیہود ید اللہ مقلوبۃ غلت امیدہم ولعنوا بما قالوا بل یدنا ما مبسوطان ۛ یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بند ہوئے ہیں وہ اب کچھ نہیں کر سکتا۔ خود انہی کے ہاتھ بندھے ہیں اور یہ اپنے اس قول کی وجہ سے مستحق لعنت ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ خدا کے ہاتھ ہر وقت کھلے ہوئے ہیں ۛ

ازلی فیصلوں کی مجبوری تو جب عائد ہوتی کہ جب وہ فیصلے مطلق طور پر ہوتے۔ لیکن اگر اُن میں سے کچھ فیصلے مشروط طور پر ہوں کہ اگر انسان دُعا کرے گا تو ایسا ہوگا اور دُعا نہ کرے گا تو ایسا ہوگا تو پھر دُعا کرنا بے کار نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور جب کہ اُس نے خود وعدہ کیا ہے کہ ا دعوتی استجب لکھ دُعا کرو میں قبول کروں گا۔ اور اجیب دعوت الداع اذا دعان۔ میں پکارنے والے کی آواز کو سنتا ہوں جب وہ پکارے ۛ تو اسی سے ہم سمجھتے ہیں کہ بہت سے فیصلوں میں ہماری دُعا کا لحاظ کیا گیا ہے اور اسی لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر ضرورت پر اُسے آواز دیں اور اس سے مدد طلب کریں۔ جہاں حکم حتمی ہمارے مطلب کے خلاف ہوگا وہاں ہماری دُعا قبول ہوگی۔ لیکن جہاں ایسا نہ ہوگا اور ہماری دُعا کے لئے گنجائش رکھی ہوگی وہاں وہ قبول ہوگی اور اس کا اثر ظاہر ہوگا۔ کوئی شک نہیں کہ جناب باری نے حکم دُعا دینے کے ساتھ قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر اوقات ہم دُعا کرتے ہیں اور وہ دُعا قبول نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ سے بعض اشخاص شکایت کرنے لگتے ہیں اور اُن کے دل میں حتمت شکوک گزرتے ہیں حالانکہ دُعا جب نہیں قبول ہوتی تو اس کے کچھ خاص اسباب ہوتے ہیں۔ جملہ یہاں اُن میں سے بعض اموح کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) دُعا کی قبولیت کا وعدہ بطور کلیہ نہیں ہوا ہے بلکہ اطلاق ہے جس کے ساتھ تنقید کی گنجائش ہے۔ تنقید خواہ عقلی ہو یا عقلی۔ ہم جہاں تک خود کرتے ہیں اس میں عقلی طور پر عمومیت ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ اگر ہر شخص کی دُعا بہر حال پوری ہوا کیے تو کبھی اس میں تناقض یا تضاد بھی پیدا ہو جائے۔ مثلاً ایک ہی شے ایک کے لئے مطلوب ہوتی ہے اور دوسرے کے لئے ناگوار۔ اب اگر دونوں دُعا کریں، ایک اس امر کے ہونے کی اور ایک نہ ہونے کی، تو دونوں کی دُعا کا پورا ہونا محال ہے کیونکہ دونوں کی خواہش کا حاصل ہونا تناقض کا باعث ہے۔ لہذا لازم ہے کہ ایک کی دُعا قبول ہو اور دوسرے کی مسترد ہو جائے۔ ایک یہ بھی صورت ہوتی ہے کہ ایک ہی شخص دو وقتوں میں دو دُعا میں مانگتا ہے جن میں ایک باعتبار اسباب اُقیہ کے دوسرے کے ساتھ مجتمع نہیں ہو سکتی اور حقیقتہً ان دونوں میں متافی ہوتی ہے مگر یہ اس متافی کو نہیں سمجھتا۔ ایسی صورت میں یہ بات ممکن ہی نہیں ہو سکتی کہ ہر ایک کی دُعا ضرور قبول ہو۔ اس لئے عقلی طور پر استجابت دُعا میں یہ شرط قرار پاتی ہے کہ وہ دُعا قبول ہونے کے قابل ہو۔

(۲) دُعا صرف رسمی طور سے زبان پر کچھ الفاظ جاری ہونے کا نام نہیں ہے بلکہ دل سے اپنے مطلب کو بارگاہ الہی میں پیش کرنا اس احساس کے ساتھ کہ ہم اس کی بارگاہ میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ احساس اگر بندہ کو پیدا ہو جائے تو پھر اس کے

مغضوب و مفسوح اور تضرع و زاری کا عالم ہی دوسرا ہوگا۔ زیادہ تر جو دعائیں ہوتی ہیں وہ اس جوہر سے خالی ہوتی ہیں وہ صرف بطور عادت رسمی حیثیت سے ہوتی ہیں ان میں حقیقتِ دعا ہی کا وجود نہیں ہوتا، قبولیت کی منزل تو اس کے بعد ہے۔

(۳) دعا کی قبولیت ایک خاص توجہ باری کا نتیجہ ہے۔ لیکن قرآن مجید میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ اگر تم ہمیں یاد رکھو تو ہم تمہیں یاد رکھیں گے ”فاذکرونی اذکرکم“ بندہ کا خدا کو یاد رکھنا فرائض کو ادا کرنا ہے اور خدا کا بندہ کو یاد رکھنا رحمت کو متوجہ کرنا ہے۔ اکثر دعا کرنے والے انسان دعائیں مانگنے میں تو بڑے خدا پرست معلوم ہوتے ہیں مگر فرائض الہیہ کے احساس سے بالکل بیگانہ ہیں۔ اس صدمت میں انہیں یہ استحقاق بھی نہیں کہ یہ خدا سے اپنی قبولیتِ دعا کے طالب ہوں۔

(۴) حقوق اللہ سے زیادہ اللہ کی نظریں حقوق الناس قابلِ لحاظ ہیں اور قدرت اکثر اپنے کمزور اور مایوس بندوں کا انتقام لیتی ہے۔ ہمیں کیا معلوم کہ کب کسی بے کسی نے ہمیں آواز دی اور ہم نے اس کی آواز کا جواب نہیں دیا۔ کب کسی نے فریاد کی اور ہم نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ قدرت ہماری فریاد کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اور ہماری دعا قبول نہیں کرتی۔

(۵) اس نے ہمیں ضروریات زندگی کی تکمیل کے لئے تو اے عمل مرحمت فرمائے ہیں۔ اگر وہ ہر موقع پر دعا کو قبول ہی کر لیا کرے تو تو اے عمل معطل ہو جائیں اور انسان ذرائع و اسباب سے کام لینے کے بجائے صرف بابِ استجابت کے کشکشانے پر اکتفا کرے۔ اسی لئے ایسا ہوا ہے کہ کسی نے معصوم سے خواہش کی کہ آپ میرے لئے دعا کر دیجئے۔ اور حضرت اے فرمایا میں دعا نہیں کروں گا۔ جاؤ محنت مشقت کرو اور سعی و کوشش کو کام میں لاؤ۔ خدا برکت عطا فرمائے گا۔

(۶) وہ ہمارے مصالح کا نگران ہے۔ ہم نادانی سے اگر کوئی ایسا سوال کریں جسے ہم تو اپنے نزدیک بہتر اور مفید سمجھتے ہوں لیکن حقیقتہً وہ ہمارے لئے مضر اور تباہ کن ہو تو اس کی رحمت کا تعاضل ہے کہ وہ ہماری دعا کو مسترد کرے اور ہمارے لئے وہی کرے جو اس کے علم میں ہمارے لئے بہتر ہے۔ خود قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ عسیٰ ان نکوھوا شیثا وھو خیر لکم و عسیٰ ان تحبوا شیثا وھو شر لکم و اللہ یعلم و انتم لا تعلمون بہت ممکن ہے کہ تم کسی بات کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے مضر ہو۔ اصل یہ ہے کہ خدا تو ہر بات کا علم رکھتا ہے اور تم ہونا سمجھنا نادان۔ کچھ نہیں جانتے یہی وہ سبب ہے جسے دعا نے افتتاح ماہ رمضان میں بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جب تو دعا کے قبول کرنے میں دیر کرتا ہے تو میں اپنی نادانیت سے تیرا شکوہ کرتا ہوں۔ حالانکہ بہت ممکن ہے کہ یہ دیر ہی میرے لئے بہتر ہو اس لئے کہ تو ہر بات کے انجام سے واقف ہے۔

انسان ہر چیز کے وقتی نتیجہ پر نظر ڈالتا ہے لیکن وہ جو انجام کار سے واقف ہے وہ اس کے مستقل اور دیر پا نتیجہ کا لحاظ کرتا ہے۔ اس لئے جو چیز وقتی طور پر مفید ہے لیکن مستقبل میں اس سے نقصان پہنچنے والا ہے اُسے انسان کے

لئے اختیار نہیں کیا جاتا۔ یہ عین اُس کا لطف و مہربانی ہے۔ جب کہ جندہ اس پر اظہارِ ناسمجگی کرتا ہے، یہ اس کی نادانی ہے۔

(۷) کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ صلاحِ شخصی نظامِ عالم کے لئے نقصان رساں ہو سکتا ہے۔ ایسے وقت میں اگرچہ وہ اس جندہ کے لئے انفرادی طور پر بہتر بھی ہو لیکن خالق کی طرف سے اُس دُعا کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔ اُس لئے کہ وہ بحیثیتِ حکیم مطلق کے نظامِ عام کی تکمیل کا ذمہ دار ہے اور اس کا ارادہ اس شے سے متعلق ہی نہیں ہو سکتا کہ جو نظامِ عالم کے لئے مضر ہو بلکہ اکثر حقیقت کے نزدیک تو ارادۃ الہیہ نام ہی ہے علمِ بالنظام کا۔ اور اس لئے اس کا ارادہ وہی ہوگا جو نظامِ عالم کے لئے بہتر سے بہتر صورت ممکن ہو۔ اور اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ لیس فی الامکان اصلاح متاکان۔ یہ شبہ کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ چیزیں یا وہ اشخاص پیدا نہ ہوتے جو شرِ معض ہیں جیسے ابلیس، فرود، فرعون وغیرہ، درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وجود ذاتِ خیر ہے وہ شر ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جب وجود شر نہیں تو ایجاد شر کہاں ہو سکتا ہے۔ بے شک وجود کے بعد یہ ذاتی اختیار کی خرابی ہے کہ اُسے بے کاموں میں صرف کیا جائے۔ اس سے خالق پر کوئی الزام نہیں عائد ہو سکتا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص خود اپنے لحاظ سے شر ہو مگر نظامِ عالم کے لحاظ سے وہ شر نہ قرار پاسکے۔ مثلاً ابلیس، اس نے لاکھوں برس تک اطاعت پروردگار کی۔ اتنی طولانی اطاعت کہ جن ہوتے ہوئے صعبِ طائفہ میں جگہ پائی۔ اس کے بعد وہ سجدہ نہ کرنے سے مردودِ بارگاہ ہو گیا اور اس کے بعد سے وہ برابر معاصی کا ارتکاب کر رہا ہے اور دوسروں سے ارتکاب کراتا ہے۔ یقینی بحالت موجودہ وہ ایک شرمستہ ہے کیونکہ اس نے اپنی پھل طاعتوں کو بعد کے کفر و معصیت سے مٹا دیا اور وہ طاعتیں اس کے لئے مراد مند نہ رہیں مگر نظامِ عالم میں تو اس کی وہ طاعتیں بھی داخل ہیں جو اس کے پہلے جو چکی ہیں اور طویلِ زمانہ کے لحاظ سے جہاں تک اندازہ کیا جاتا ہے اُس کے مقابلہ میں یہ بعد کی مدت بہت کم ہے۔ نظامِ عالم میں جب اس کے وجود کا درجہ دیکھا جائے گا تو ان تمام اچھے کاموں کو بھی پیشِ نظر رکھنا پڑے گا جو اس کے ہاتھوں ہو چکے ہیں، اور اس لحاظ سے ایجاد اس کا شر نہ قرار پاسکے گا۔ اسی طرح بہت سے ایسے آدمی جنہوں نے عمر بھر اچھے کام کئے اور بعد کو گمراہ اور مردودِ بارگاہ ہو گئے۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص شر ہو باعتبارِ اپنی ذات کے۔ لیکن سلسلہ نظام میں وہ جزو ہو بہت سی خیر ہستیوں کا۔ اس کے تحت میں داخل ہو سکتے ہیں ایسے کافر، مشرک یا منافق جن کی اولاد میں بہت سے مومنین اور صلحاء پیدا ہوئے۔ کوئی شک نہیں کہ وہ اشخاص خود اپنی جگہ بہت بُرے تھے۔ مگر نظامِ عالم کی مصلحت کو دیکھتے ہوئے اُس پورے سلسلہ کو دیکھنا پڑے گا۔ جس کے اجزاء وجود میں وہ قرار پاتے ہیں۔ اور اس کو دیکھتے ہوئے یہ شر قرار نہ پاسکیں گے۔

تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص اپنے لحاظ سے شر ہو لیکن شر ہوتے ہوئے بھی وہ نظامِ عالم کی تکمیل کا جزو بنے۔ مثلاً شیطان! کوئی شک نہیں کہ وہ اپنی ذات اور اپنے افعال کے لحاظ سے خراب ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ نظامِ عالم کا اصل ماحصلِ خلافت کا اپنے امکانِ حدود میں انتہائی ترقی کے نقطہ تک پہنچنا ہے۔ اور سلسلہ ارتقاء میں انسان آخری کڑی ہے اور اس کا نقطہ ارتقاء تک پہنچنا اپنی قوتِ اختیار کے بہترین استعمال پر ہے،

اور قوت اختیار کی آزمائش اور اس کی جلا ہمیشہ تصادم اور تضاد پر موقوف ہے۔ اگر تصادم طاقتیں نہیں جوئیں تو طاقت میں جمود اور تعطل پیدا ہو جاتا ہے اور کم اذکم اس کے جوہر کھلتے نہیں۔

اور اس بنا پر انسانیت کے تصادم کے لئے شیطنیت کی ضرورت ہے۔ اسی شیطنیت سے مقابلہ کر کے انسانیت معراج کمال پر پہنچتی ہے، اور اس لئے شیطان اپنی جگہ پر بہت بڑا ہے۔ مگر نظام عالم میں اس کے وجود کی ضرورت تھی۔ تاکہ انسانیت معراج کمال پر پہنچ سکے۔ اور اسی طرح سمجھ لیجئے اس کو کہ فرعون بہت بڑا تھا۔ مگر موسیٰ کی تہل کے لئے فرعون کی ضرورت۔ اور فرود بہت بڑا مگر ابراہیمیت کی شعلہ افزائی کے لئے فرد کی ضرورت۔ اور یزید بہت بڑا مگر حسینیت کے اظہار کے لئے یزید کی ضرورت تھی۔ ان میں سے ہر ایک ہستی اپنے مقام اور اپنے کردار کے لحاظ سے بہت بری۔ لیکن قدرت کو اس کے پیدا کرنے کی ضرورت تھی تاکہ وہ اپنے اختیار سے بڑے افعال کا ارتکاب کر کے انسانیت کی خود اختیاری ترقی اور اس کے معراج کا میابی پر پہنچنے کے نظام کی تکمیل کرے۔ مگر انسان ضعیف البنیان نظام کی ان گہری مصالحتوں کو کیا سمجھے! اس لئے وہ چاہتا ہے کہ ہر اپنی خواہش کو اور جسے وہ بہتر سمجھتا ہے اُس کی خدا سے تکمیل کرائے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ اور ایسا ہو تو پھر خالق و مخلوق کے علم و حکمت میں فرق ہی کیا رہے؟ یہ وجہ بھی ہوتی ہے کہ دعائیں مسترد ہو جاتی ہیں، اور نہیں قبول ہوتیں۔

Presented by: Rana Jabir Abbas

# Blank Page

Contact [http://jabir\\_abbas@yahoo.com](mailto:jabir_abbas@yahoo.com)

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَدَّثَنَا السَّيِّدُ الْأَجَلُ نَجْمُ الدِّينِ بِهَاءِ الشَّرَفِ  
 أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ  
 عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدَ بْنِ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْعَلَوِيِّ  
 الْحَسَنِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ أَخْبَرَنَا الشَّيْخُ السَّعِيدُ  
 أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ شَهْرِيَّارَ  
 الْحَازَنَ لِحِزَانَةِ مَوْلَانَا أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ  
 بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي شَهْرِ رَجَبِ  
 الْأَوَّلِ مِنْ سَنَةِ سِتِّ عَشْرَةَ وَخَمْسِمِائَةٍ  
 قَرَأْتُ عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ قَالَ سَمِعْتُهَا عَلَى  
 الشَّيْخِ الصَّدُوقِ أَبِي مَنْصُورٍ مُحَمَّدَ بْنِ مُحَمَّدٍ  
 بْنِ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْعَكْبَرِيِّ الْمُعَدَّلِ  
 رَحِمَهُ اللَّهُ عَنْ أَبِي الْمُفَضَّلِ مُحَمَّدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
 بْنِ الْمُطَّلِبِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّرِيفُ  
 أَبُو عَبْدِ اللَّهِ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ  
 الْحَسَنِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ  
 بْنِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ  
 السَّلَامُ - قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو  
 ابْنُ خُطَّابِ الزِّيَّاتِ سَنَةَ خَمْسٍ سِتِّينَ  
 وَمِائَتَيْنِ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِي عَلِيُّ بْنُ النُّعْمَانِ

ہم سے سید اجل نجم الدین بہاء الشرف  
 ابو الحسن محمد بن الحسن بن احمد بن  
 علی بن محمد بن عمر بن یحییٰ علوی حسینی  
 رحمہ اللہ نے اس صحیفہ کی روایت کرتے ہوئے  
 بیان فرمایا کہ ۲۵۶ھ میں شیخ سعید ابو عبد اللہ  
 محمد بن احمد بن شہریار خزینیہ دار آستانہ مولانا  
 امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے  
 سامنے صحیفہ پڑھا جاتا تھا اور میں سنا تھا اور  
 انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اس صحیفہ کو شیخ  
 صدوق ابی منصور محمد بن محمد بن احمد بن عبد العزیز  
 العکبری المدلی رحمہ اللہ سے سنا ہے جب کہ وہ  
 ان کے سامنے پڑھا جاتا تھا اور شیخ ابی منصور نے  
 اس کی روایت ابو الفضل محمد بن عبد اللہ ابن  
 مطلب شیبانی سے کی ہے اور انہوں نے شریف  
 ابو عبد اللہ جعفر ابن محمد بن جعفر ابن حسن ابن جعفر  
 ابن حسن ابن حسن ابن امیر المؤمنین علی ابن ابی طا  
 علیہا السلام سے اور انہوں نے ۲۶۵ھ میں عبد اللہ  
 ابن عمر ابن خطاب زیات سے اور انہوں نے  
 اپنے ماموں علی ابن نعمان ائم سے اور انہوں نے

الا علم قال حدثني عمير بن متوكل  
التقفي البلخي عن ابيه متوكل بن هارث  
قال لقيت يحيى بن زيد بن علي عليه  
السلام بعد قتل ابيه وهو متوجه  
الى خراسان فسلمت عليه فقال لي  
من اين اقبلت قلت من الحج فسالني  
عن اهله وبنى عنه بالمدينة واني  
السؤال عن جعفر بن محمد عليه السلام  
فاخبرته بخبره وخبرهم وحزنهم  
علي ابيه زيد بن علي عليه السلام فقال  
لي قد كان عمي محمد بن علي اشهر  
علي ابي بترك الخروج وعزفه ان هو  
خرج وفارق المدينة ما يكون اليه  
مصدرا من فهل لقيت ابن عمي جعفر  
ابن محمد عليه السلام قلت نعم  
قال فهل سمعته يذكر شيئا من  
امري قلت نعم۔

قال بعد ذكرني خبري قلت جعلت  
فداك ما احب ان استقبلك بما سمعته  
منه فقال ابا الموت تخوفني ها ما سمعته  
فقلت سمعته يقول اذك تقتل و  
تصلب كما قتل ابوك و صلب  
فتغير وجهه وقال يمحو الله ما  
يشاء ويثبت وعندك ام الكتاب  
يا متوكل انت الله عز وجل ايتد  
هذا الامر بنا وجعل لنا العلم  
والسيف فجمعنا لنا وحق بنو

عمیر ابن متوکل ثقفی بلخی سے اور انہوں نے اپنے  
باپ متوکل ابن ہارث سے متوکل کا بیان ہے کہ جب  
یحییٰ ابن زید ابن علی اپنے باپ کے شہید ہو جانے  
کے بعد خراسان جا رہے تھے تو میں نے اُن سے  
ملاقات کی اور سلام عرض کیا۔ انہوں نے پوچھا تم  
کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا حج سے واپس  
آ رہا ہوں۔ یحییٰ نے اپنے عزیزوں اور چچا زاد بھائیوں  
کے حالات دریافت کئے جو مدینہ میں تھے۔ اور  
جعفر ابن محمد علیہما السلام کے متعلق بہت دیر تک  
پوچھتے رہے۔ میں نے اُن سب کا حال بیان کیا اور اُن  
کے والد زید بن علی کی شہادت پر ان سب کے حزن و  
تأثر کا ذکر کیا۔ یہ سنی کر انہوں نے کہا کہ میرے چچا  
محمد ابن الباقر علیہ السلام نے میرے والد کو ترک  
خروج کا مشورہ دیا تھا اور انہیں بتلایا تھا کہ اگر انہوں  
نے خروج کیا اور مدینہ کو چھوڑا تو انجام کار کیا ہوگا۔ پھر  
فرمایا کہ تم نے میرے ابن عم جعفر ابن محمد علیہ السلام سے ملاقات  
کی تھی۔ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا کیا تم نے میرے بارے  
میں اُن سے کچھ سنا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا  
جو کچھ میرے متعلق فرمایا ہو بتاؤ۔ میں نے کہا میری جان  
آپ پر نثار ہو مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ جو  
میں نے سنا ہے آپ کے سامنے عرض کروں۔ فرمایا  
مجھے موت سے ڈراتے ہو؟ جو سنا ہے بیان کرو۔  
میں نے عرض کیا کہ میں نے حضرت کو فرماتے سنا  
کہ آپ ہی قتل ہوں گے اور سولی پر لٹکائے  
جائیں گے جس طرح آپ کے والد قتل کئے گئے  
اور سولی پر لٹکائے گئے۔ یہ سنی کر اُن کا چہرہ متغیر  
ہو گیا اور اس آیت کی تلاوت کی: **وَدِينُ بَنِي كُ**

عَمِنَا بِالْعِلْمِ وَحَدَّثَهُ فَقُلْتُ  
 جَعَلْتُ فِدَاءَكَ لِي رَأَيْتَ النَّاسَ  
 إِلَى ابْنِ عَمَّتِكَ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 أَمِيلَ مِنْهُمْ إِلَيْكَ وَإِلَى أَبِيكَ  
 فَقَالَ إِنَّ عَمِّي مُحَمَّدًا بْنُ عَلِيٍّ  
 وَابْنَهُ جَعْفَرًا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ  
 دَعَا النَّاسَ إِلَى الْحَيَاةِ وَخَنَ  
 دَعَا نَاهٍ إِلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا بَنَ  
 رَسُولِ اللَّهِ أَهْمُ أَعْلَمُ أَمْ أَنْتُمْ  
 فَاطْرُقَ إِلَى الْأَرْضِ مَلِيًّا تَوَرَّجَ  
 رَأْسَهُ وَقَالَ كَلَّمَكَ اللَّهُ عَلَيْهِ  
 أَنْتُمْ يَعْلَمُونَ كَلَّمَكَ اللَّهُ وَلَا تَعْلَمُ  
 كُلُّ مَا يَعْلَمُونَ ثُمَّ قَالَ لِي أَكْتَبْتُ  
 مِنْ ابْنِ عَمِّي شَيْئًا قُلْتُ نَعَمْ  
 قَالَ ارْنِيهِ فَأَخْرَجَتْ إِلَيْهِ وَجُوهًا  
 مِنَ الْعِلْمِ وَأَخْرَجَتْ لَهُ دُعَاءَ امْلَاةٍ  
 عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 وَحَدَّثَنِي أَنَّ أَبَا مُحَمَّدٍ  
 بَيْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ امْلَاةٍ عَلَيْهِ  
 وَآخِرُهُ إِنَّهُ مِنْ دُعَاءِ أَبِيهِ  
 عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ  
 مِنْ دُعَاءِ الصَّحِيفَةِ الْكَامِلَةِ  
 فَتَنْظَرُ فِيهِ بِحَيْثُ حَتَّى أَتَى عَلِيٍّ  
 آخِرُهُ وَقَالَ لِي أَتَاذَنْ فِيهِ  
 نَسْخَهُ فَقُلْتُ يَا بَنَ رَسُولِ اللَّهِ  
 أَتَسْتَأْذِنُ فِيهِمَا هُوَ عَنْكُمْ فَقَالَ  
 إِنَّمَا الْأَخْرَجْتُ إِلَيْكَ صَحِيفَةً مِنْ

چاہتا ہے مثلاً دیتا ہے اور جس بات کو چاہتا ہے نقش  
 کر دیتا ہے اور اُس کے پاس لوح محفوظ ہے اور فرمایا  
 اے متوکل اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے فدیعہ اس  
 دین کو تقویت پہنچائی۔ اور ہمارے حصہ میں علم اور  
 تموار آئی ہے اور یہ دونوں چیزیں ہمارے لئے فرائض  
 ہیں۔ اور ہمارے چچا زاد بھائی صرف مسلم سے  
 مخصوص ہیں۔ میں نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں  
 میں نے بہ نسبت آپ کے اور آپ کے والد کے لوگوں  
 کو آپ کے ابن علم جعفر صادق علیہ السلام کی طرف زیادہ  
 مائل پایا ہے۔ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے چچا  
 محمد ابن علی الباقرؑ اور اُن کے فرزند جعفر صادق نے  
 لوگوں کو زندگی و بقا کی دعوت دی ہے اور ہم نے  
 انہیں موت کی جانب بلایا ہے۔ میں نے کہا اے  
 فرزند رسولؐ وہ حضرات زیادہ علم رکھتے ہیں یا آپ۔  
 یہ سن کر کچھ عرصہ کے لئے زمین میں آنکھیں گاڑ دیں۔  
 پھر سر اٹھایا اور فرمایا کہ علم سے تو ہم سب ہی بہرہ مند ہیں  
 مگر ہاں وہ ان تمام چیزوں کا علم رکھتے ہیں جن کا ہم علم  
 رکھتے ہیں۔ اور جو وہ جانتے ہیں وہ سب کا سب ہم  
 نہیں جانتے۔ پھر مجھ سے فرمایا کیا تم نے میرے ابن علم  
 کے افادات بھی کچھ لکھے ہیں؟ میں نے عرض کیا۔ جی  
 ہاں۔ فرمایا جو کچھ لکھا ہے مجھے دکھاؤ۔ میں نے مختلف  
 علوم کے سلسلہ میں حضرت کے ارشادات دکھائے اور ایک  
 دُعا بھی دکھائی جو حضرت نے مجھے لکھوائی تھی۔ اور  
 فرمایا کہ میرے والد بزرگوار محمد ابن علی علیہما السلام  
 نے مجھے لکھوائی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ دُعا میرے والد  
 علی ابن الحسین علیہ السلام کی اذعیہ صحیفہ کاملہ میں سے  
 ہے۔ یہی نے اُسے آخر تک دیکھا اور فرمایا مجھے اس کے

الدَّعَاءِ الْكَامِلِ مَتَّحْفَظَهُ  
 ابی عن ابیہ وَاَن ابی اوطانی  
 بصونہا ومنعہا غیر اہلہا قال  
 عمیر قال ابی فقلت الیہ فقبلت  
 رأسہ وقلت لہ وَاِنَّہ یابن رسول  
 اللہ اتی لادین اللہ بحکم و طاعتکم  
 واتی لارجوان یسعد فی حیویتی  
 و مماتی بولا یتکم فری صحیفتی  
 الّتی دفعتها الیہ الّی غلام کان  
 معہ د قال اکتب هذا الدعاء  
 بخط بَیِّن حسن و اعرضہ علیّ لعلّ  
 احفظہ فاتی کنت اطلبہ من  
 جعفر حفظہ اللہ فیمنعنیہ قال  
 المتوکل فندمت علیّ ما فعلت  
 ولم ادر ما اصنم ولم یکن ابو  
 عبد اللہ علیہ السلام تقدما فی  
 الا ا دفعہ الی احد ثمر دھا بعیبة  
 فاستخرج منها صحیفة مقفلة  
 محتومة فنظر الی الخاتم و قبلہ  
 و بکی ثم فضّہ و فتح القفل ثم  
 نشر الصحیفہ و وضعها علی عینہ  
 و امرها علیّ وجہہ و قال واللہ  
 یا متوکل لو لا ما ذکرک من قول  
 ابن عقیّ لکنی اقتل و اصلب  
 لئلا دفعتها الیک و لکنک بیھا  
 ضنینا و لکنی اعلم ان قوله حق  
 اخذہ عن ابائہ و انتہ سیضح

کہنے کی اجازت دیتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ اسے  
 فرزند رسول آپ مجھ سے ایسی چیز کی اجازت طلب  
 فرماتے ہیں جو خود آپ ہی کے گھر کی ہے۔ یہ سکرانہوں  
 نے فرمایا میں بھی مکمل دعاؤں کا ایک صحیفہ نہیں دکھاؤں  
 گا جو میرے پردہ گرامی نے اپنے والد بزرگوار سے یاد کی  
 تھیں اور مجھے میسر سے والد نے ان کے محفوظ  
 رکھنے کی ہدایت کی تھی۔ اور فرمایا کہ نا اہل لوگوں سے  
 انہیں پوشیدہ رکھوں۔ غیر کہتے ہیں کہ میرے والد  
 (متوکل) نے بیان کیا کہ میں کچھ اٹھ کر ان کے سر کو  
 بوسہ دیا۔ اور عرض کیا خدا کی قسم! اسے فرزند رسول  
 میں تمہاری دوستی و اطاعت کے ساتھ اللہ کی پرستش  
 کرتا ہوں اور اُمید وار ہوں کہ وہ میری زندگی اور میرے  
 مرنے کے بعد تمہاری محبت و دوستی کی وجہ سے سعادت  
 و نیک بختی بخشے۔ پھر آپ نے وہ صحیفہ جو میں نے انہیں  
 دیا تھا ایک سا جہز اسے کو دیا جو ان کے ہمراہ تھا اور  
 اس سے فرمایا کہ اس دعا کو واضح و خوشخط لکھ لو اور  
 مجھے دکھاؤ تاکہ میں اسے زبانی یاد کروں۔ کیونکہ میں نے  
 حضرت جعفر صادق (ع) حفظ اللہ سے اس دعا کو طلب کیا تھا  
 مگر انہوں نے دینے سے انکار کر دیا تھا۔ متوکل کہتے ہیں  
 کہ میں نے یہ سنا تو اپنے کئے پر پشیمان ہوا۔  
 اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ اب کیا کروں (پھر خیال آیا کہ)  
 حضرت جعفر صادق (ع) علیہ السلام نے پہلے سے منع بھی تو  
 نہیں فرمایا تھا کہ یہ دعا کسی کو نہ دینا۔ اس کے بعد کئی  
 نے ایک صندوق طلب کیا اور اس میں سے ایک مقفل و  
 سر بہر صحیفہ نکالا۔ اس مہر کو دیکھا تو اسے چڑھا اور گریہ فرمایا  
 پھر اس کی مہر توڑی قفل کھولا اور صحیفہ کو پھیل کر اپنی  
 آنکھوں سے لگایا اور چہرے پر ملا اور فرمایا اے متوکل خدا کی

عليه السلام فحفت ان يتبع مثل  
 هذا العلم الى بني امية نيكتموه  
 ويدخروه في خزائهم لا نفسهم  
 فاقبضها واكفنيها وترتب بها  
 فاذا قضى الله من امري وامر هؤلاء  
 القوم ما هو قاض في امانتي لي  
 عندك حتى توصلها الى ابن عتي  
 محمد و ابراهيم ابني عبد الله  
 بن الحسن بن الحسن بن علي عليهما  
 السلام فانهما القاثمان في هذا  
 الامر بعدى قال المتوكل فقبضت  
 الصحيفة فلما قتل يحيى بن  
 زيد صرت الى المدينة فلقيت  
 ابا عبد الله عليه السلام فحدثته  
 الحديث عن يحيى فبكى واشتد  
 وحده به وقال رحم الله  
 ابن هتئ والحقة با بائمه واجلادهم  
 والله يا متوكل ما منعني من  
 دفع الدعاء اليه الا الذي خافه  
 علي صحيفة ابيه وابن الصحيفة  
 فقلت ها هي ففتحها وقال هذا  
 والله خط عتي بن زيد ودعاء جدتي  
 علي بن الحسين عليهما السلام ثم  
 قال لا ينه قعريا اسلعل نأتنى  
 بالدعاء الذي امرتك بحفظه و  
 صوته فقام ابيمعليل فاخرج صحيفة  
 كأنها الصحيفة التي دفعها الى يحيى بن

قسم اگر تم میرے ابن عم کے اس قول کو نقل نہ کرتے کہ  
 میں قتل کر دیا جاؤں گا اور سولی پر لٹکا یا جاؤں گا تو میں  
 ہرگز یہ صحیفہ تمہارے حوالے نہ کرتا۔ اور اس کے دینے میں  
 متخل سے کام لیتا۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ جو کچھ انہوں نے  
 فرمایا ہے سچ ہے۔ اور یہ بات انہوں نے اپنے آباؤ  
 اجداد سے سنی ہے اور بہت جلد ہو کر رہے گی۔ اس  
 لئے میں ڈرتا ہوں کہ یہ علی ذخیرہ بنی امیہ کے ہاتھ لگ  
 جائے اور وہ اسے چھپا ڈالیں۔ اور اپنے خسرانوں میں  
 صرت اپنے لئے ذخیرہ کر لیں۔ لہذا تم اسے اپنے پاس  
 رکھو اور میری جگہ اس کی حفاظت کرو، اور منتظر  
 رہنا۔ اور اس صحیفہ کو اپنے پاس امانت رکھنا۔ اور  
 جب اللہ میرا اور اس قوم کا جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے  
 کرے تو اسے میرے چچا زاد بھائیوں محمد و  
 ابراہیم کے پاس پہنچا دینا کیونکہ وہی میرے بعد اس  
 سلسلہ میں میرے قائم مقام ہیں۔ متوکل کا بیان  
 ہے کہ میں نے وہ صحیفہ لے لیا اور جب یحییٰ بن  
 زید شہید کر دیئے گئے تو میں مدینہ گیا اور امام جعفر  
 صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہی  
 کا تمام واقعہ اُن سے نقل کیا۔ حضرت نے  
 گئے اور یحییٰ کے واقعات سن کر بہت غمگین ہوئے  
 اور فرمایا کہ خدا رحمت نازل کرے میرے ابن عم  
 پر اور انہیں اُن کے آباؤ اجداد کے ساتھ رکھے۔  
 اسے متوکل خدا کی قسم مجھے اس دُعا کے دینے میں کُسی  
 خوف مانع تھا جو انہیں خود اپنے باپ کے صحیفہ کے  
 بارے میں تھا۔ اچھا تو وہ صحیفہ کہاں ہے؟ میں نے  
 کہا کہ یہ ہے۔ آپ نے اُسے کھولا اور فرمایا خدا کی  
 قسم یہ میرے چچا زید کی تحریر ہے اور میرے

زید فقیدھا ابو عبد اللہ ووضعیہا  
 علی عینہ و قال هذا خط ابی  
 و املاہ جددی علیہما السلام  
 بمشهد منی فقلت یا بن رسول اللہ  
 ان رایت ان اعرضها مع صحیفۃ  
 زید و یحیی فاذن لی فی ذالک و  
 قال قد رایتک لذلک اھلاً فنتظرت  
 و اذاھما امر و احد و لہما جلد حرقاً  
 منہا یخالف ما فی الصحیفۃ الاخری  
 ثم استأذنت ابا عبد اللہ فی دفع  
 الصحیفۃ الی ابنی عبد اللہ بن الحسن  
 فقال ابن اللہ یا مکرہ ان تؤدوا  
 الامانات الی اھلھا نعم فادفعھا  
 الیہما فلما نهضت للاقائھما قال  
 لی مکانک ثم وجہ الی محمد و  
 ابراھیم فجائا فقال ہذا میراث  
 ابن عتکما یحیی من ابیہ قد  
 خصکما بہ دون اخوتہ و غن  
 مشرطون علیکما یہ شرطاً فقالا  
 رحمک اللہ قل فقولک المقبول فقال  
 لا تخرجبا ہذہ الصحیفۃ من المدینۃ  
 قالوا ولم ذاک قال ان ابن عتکما خاف  
 علیہا امر اخافہ انا علیکما قال انما خاف  
 علیہما حین علم انہ یقتل فقال ابو عبد اللہ  
 انما فلان منافق اللہ اقل لا علم انکما  
 ستخرجان کما خرج و ستقتلان  
 کما قتل نقاما وھما یقولان لا

و اداعی ابن الحسن علیہما السلام کی دعائیں میں پھر آپ  
 نے اپنے فرزند اسمعیل سے فرمایا کہ جا کر وہ دعائیں لے  
 آؤ۔ جن کی حفاظت و نگہداشت کی میں نے تمہیں ہدایت  
 کی تھی۔ اسمعیل گئے اور ایک صحیفہ لائے جو بالکل ویسا  
 ہی تھا جیسا یحییٰ ابن زید نے مجھے دیا تھا۔ امام جعفر  
 صادقؑ نے اس صحیفہ کو بوسہ دیا۔ اپنی آنکھوں سے  
 لگایا۔ کہ یہ میرے والد بزرگوار کا خط ہے جسے میرے  
 سامنے میرے دادا (علی ابن الحسنؑ) نے لکھوایا تھا۔  
 میں نے عرض کیا اسے فرزند رسولؐ اگر آپ کی اجازت  
 ہو تو میں اس صحیفہ کا زید و یحییٰ کے صحیفہ سے مقابلہ  
 کروں۔ حضرتؑ نے اجازت دی اور فرمایا کہ میں تم کو  
 اس کا اہل پاتا ہوں۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ دونوں صحیفے  
 ایک ہی ہیں۔ اور ایک حرف بھی دونوں کا ایک دوسرے  
 سے مختلف نہیں ہے۔ پھر میں نے حضرتؑ سے  
 اجازت مانگی کہ اسے عبد اللہ ابن حسن کے دونوں  
 بیٹوں کے حوالے کر دوں۔ آپؑ نے فرمایا : اللہ  
 تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل تک  
 پہنچا دو۔ میں ان دونوں کی ملاقات کے لئے اٹھا  
 تو حضرتؑ نے فرمایا تم اپنی جگہ پر رہو۔ پھر ایک شخص  
 کے ذریعہ محمد و ابراہیم کو بلوایا۔ جب وہ آئے تو  
 ان سے فرمایا کہ یہ تمہارے ابن عم یحییٰ کی میراث  
 ہے جو انہیں اپنے باپ سے ملی تھی۔ اور انہوں نے  
 اپنے بھائیوں کی بھائے تم دونوں کو اس کے لئے  
 مخصوص کیا ہے۔ مگر میں اس صحیفہ کے بارے میں تم  
 دونوں سے ایک شرط کرتا ہوں۔ انہوں نے  
 کہا خدا آپ پر رحمت نازل کرے، فرمائیے۔ آپؑ کا  
 جو ارشاد ہو گا ہمارے لئے قابل قبول ہو گا۔ فرمایا

حول ولا قوۃ الا بالله العلی العظیم  
فلما خرجنا قال لی ابو عبد اللہ  
علیہ السلام یا متوکل کیف قال  
لک یحییٰ ان ہتی محمد بن علی  
وابنہ جعفر ادعوا الناس الی الخیر  
وہم دعونا ہم الی الموت قلت نعم  
اصحک اللہ قد قال لی ابن عمک  
یحییٰ ذالک فقال یرحم اللہ یحییٰ  
ان ابی حدثنی عن ابیہ عن  
جدہ عن علی ان رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم اخذتہ نعستہ  
وہم علی منبرہ فرأی فی منامہ  
رجالا ینزون علی منبرہ نزول القردة  
ویردون الناس علی اعقابہم القہقری  
فاستوی رسول اللہ جالساً والحزن  
یعرف فی وجہہ فاتاہ جبریل علیہ  
السّلام بہذہ الآیۃ وما جعلنا التّرویّا  
الّتی اریناک الا فتنة للناس والشجرة  
الملعونۃ فی القرآن ونحو فہر فما  
یزیدہم الا طغیاناً کبیراً یعنی بنی امیہ  
قال یا جبریل اعلی عہدی یکونون  
وفی نہمی قال لا ولكن تدور رحی  
الاسلام من مہاجرک فتلبث بذالک  
عشرًا ثم تدور رحی الاسلام علی دس  
خمسة وثلاثین من مہاجرک فتلبث  
بذلک خمسًا ثم لا بد من حسی ضلالة ہی قائمۃ  
علی قطبہا ثم ملک الفراعنة قال انزل اللہ

کہ تم اس صغیر کو مدینہ سے باہر نہ لے جانا۔ انہوں  
نے کہا یہ کس لئے؟ فرمایا کہ تمہارے ابن عم کو اس کے  
متعلق جو خطرہ تھا وہی خطرہ مجھے اس کے بارے میں  
تم دونوں سے ہے کہا کہ انہیں خطرہ تو اس وقت  
لاحق ہوا جب انہیں اپنے مارے جانے کا علم ہوا۔  
حضرت نے فرمایا کہ تم دونوں بھی اس خطرہ سے مطمئن  
نہ رہو۔ خدا کی قسم میں بخوبی جانتا ہوں کہ تم دونوں بھی  
ایسا اقدام کرو گے جیسا انہوں نے کیا تھا، اور تم بھی  
قتل کئے جاؤ گے۔ جس طرح وہ قتل کئے گئے۔ وہ  
دونوں یہ سن کر لا حول ولا قوۃ الا باللہ  
العلی العظیم۔ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔  
جب وہ دونوں چلے گئے تو حضرت نے مجھ سے  
فرمایا اے متوکل! یحییٰ نے یہی تو کہا تھا کہ میرے  
چچا محمد ابن علی الباقر اور ان کے فرزند جعفر صادق  
لوگوں کو زندگی و حیات کی طرف دعوت دیتے ہیں اور  
ہم انہیں موت کی جانب بلاتے ہیں۔ میں نے عرض  
کیا جی ہاں خدا آپ کے حالات سازگار رکھے۔ آپ  
کے ابن عم یحییٰ نے یہی کہا تھا۔ فرمایا خدا یحییٰ پر رحم کرے  
میرے پند گرامی نے اپنے والد بزرگوار جہاد امجد اور  
علی علیہ السلام کے سلسلہ سے روایت کی ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تھے کہ ان پر  
عنودگی طاری ہو گئی۔ اور خواب میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ  
وہ آپ کے منبر پر بندروں کی طرح کود رہے ہیں۔ اور  
لوگوں کو اٹے پیر واپس پٹتا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھل گئی ماؤ  
سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اس عالم میں کہ حزن و اندوہ کے  
آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھے۔ اتنے میں جبریل ابن

تعالى في ذلك انا انزلناه في ليلة القدر وما  
ادريك ما ليلة القدر ليلة القدر خير  
من الف شهر يملكها بنو امية ليس فيها  
ليلة القدر قال فاطمة امته بنيتها  
عليه السلام ان بنى امية تملك  
سلطان هذه الامة وملكها طول  
هذه المدة فلو طاد لتهمر الجبال  
لطالوا عليها حتى ياذن الله تعالى  
بزوال ملكهم وهم في ذلك يستعجلون  
عداوتنا اهل البيت و بغضنا  
اخبار الله نبيه بما يلقى اهل  
بيت محمد و اهل مودتهم  
و شيعتهم منهم في ايامهم و  
ملكهم قال و انزل الله تعالى  
فيهم الرسترا الى الذين بدلوا نعمت  
الله كفرا و احدثوا قومهم دار البوار  
جهنم يصلونها و بئس القرار و  
ونعمت الله محمد و اهليته خيم  
ايمان يدخل الجنة و بغضهم  
كفر و نفاق يدخل النار فاسر  
رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم  
ذلك الى علي و اهل بيته قال ثم  
قال ابو عبد الله ما اخرج ولا يخرج منا  
اهل البيت الى قيام قاتلنا  
احد ليدفع ظلمنا او ينعش حقنا  
الا اصطلمته البلية و كان قيامه  
زيادة في مكروهننا و شيعتنا قال

یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ وہ خواب جو ہم نے تم کو  
دکھایا اس لئے دکھایا کہ وہ لوگوں کے لئے ایک آزمائش  
ہو اور اسی طرح وہ شجرہ جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے  
ہم انہیں ڈراتے ہیں مگر وہ اس ڈرانے کے باوجود سرکشی  
میں بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ تم (شجرہ ملعونہ سے  
مراد بنی امیہ ہیں) پیغمبر اکرم نے جبرئیل سے  
دریافت کیا کہ یہ لوگ میرے وقت اور زمانہ میں ہوں  
گے؟ کہا نہیں بلکہ آپ کی ہجرت کے بعد اسلام کا  
دور دورہ ہوگا۔ جو دس برس تک برقرار رہے گا۔  
پھر اسلام کا دور دورہ ہجرت کے تینتیسویں سال کے  
آغاز میں شروع ہوگا اور پانچ برس تک برقرار رہے گا۔  
اور پھر ایسی گمراہی کا چکر چلے گا جو اپنے مرکز پر  
جم کر کھڑی ہو جائے گی۔ اور پھر فرعونوں کی حکومت  
شروع ہو جائے گی۔ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ خداوند  
عالم نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔  
ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں اتارا اور تم کیا  
جانو کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں  
سے بہتر ہے۔ بنی امیہ ان ہزار مہینوں تک قابض  
رہیں گے مگر ان مہینوں میں شب قدر نہ ہوگی۔ پھر  
فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنے نبی کو آگاہ کر دیا تھا کہ  
بنی امیہ ان ہزار مہینوں کی مدت تک مسلمانوں کے  
عل و عقدہ کے مالک اور برسر اقتدار رہیں گے۔ اس  
طرح کہ پہاڑ بھی ان کی سر بلندی سے مقابلہ کرنے پاویں  
گے تو وہ ان سے بھی اونچے دکھائی دیں گے یہاں  
تک کہ خداوند عالم ان کے ملک سلطنت کو زوال کا  
حکم دے گا اور وہ اس تمام عرصہ میں ہم اہلبیت کے بغض  
و عداوت کو اپنا شعار بنائے رکھیں گے اور ان کے ربا

حکومت میں اہلبیتؑ محمدؐ اور ان کے دوستوں اور پیروی کرنے والوں پر جو مصیبتیں نازل ہوں گی ان سب پر اپنے نبیؐ کو مطلع کر دیا تھا۔ اور انہی نبیؐ ائمہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے: کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بدلے ناشکری اختیار کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا آمارا کہ سب اصل جہنم ہوں گے اور وہ کیا بُرا ٹھکانا ہے۔ (اس آیت میں) نعمت الہی سے مراد محمدؐ اور ان کے اہلبیتؑ ہیں جن کی محبت میں ایمان ہے۔ جو جنت میں لے جائے گی اور ان سے دشمنی سراسر کفر و نفاق ہے جو دوزخ میں لا پھینکے گی۔ اللہ پیغمبرؐ نے علیؑ اور اہلبیت علیہم السلام کو اس امر سے آگاہ کر دیا تھا۔ متوکل کہتے ہیں کہ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ ظہور حق قائم سے پہلے ہم اہلبیت میں سے ظلم کو روک دینے یا حق کو سر بلند کرنے کے لئے کسی نے خرچ نہیں کیا اور نہ کرے گا، مگر یہ کہ آفات و بلیات اس کی بچاؤ کتنی کریں گے۔

المتوکل ابن ہرون ثم املی علی ابو عبد اللہ علیہ السلام الأدعیۃ وہی خمسة وسبعون باباً سقطت عنی منها احد عشر باباً وحفظت منها نیفاً وستین باباً وحدثننا ابوالمفضل قال وحدثنی محمد بن الحسن ابن روضہ ابو بکر المدائنی الكاتب نزیل الرحبة فی داسم قال حدثنی محمد بن احمد بن مسلم المطهری قال حدثنی ابی عن عمیر بن متوکل السدخی عن ابیہ المتوکل ابن ہرون قال لفیت یحییٰ بن زبید بن علی علیہما السلام فذكر الحديث بتمامہ الی رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الّتی ذکرھا جعفر بن محمد عن اباہ صلوٰۃ اللہ علیہم و فی روایۃ المطهری ذکر الابواب وہی۔

اور اس کا یہ اقدام ہمارے اور ہمارے دوستوں کے رنج و آلام میں اضافہ کر دے گا۔ متوکل ابن ہارون کا بیان ہے کہ پھر حضرتؑ نے وہ دعائیں مجھے لکھوا دیں اور وہ پچھتر دعائیں تھیں۔ گیارہ دعاؤں کے ضبط و حفظ سے قاصر رہا اور ساٹھ سے کچھ اوپر دعائیں میں نے زبانی یاد کر لیں۔

(شیخ فکری جن کا ذکر پہلے آچکا ہے دوسری سند سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ) ہم سے ابوالمفضل نے بیان کیا اور ان سے محمد ابن حسن ابن روضہ ابو بکر مدائنی کاتب ساکن رجب نے گھر کے اندر بیان کیا اور انہوں نے محمد ابن احمد ابن مسلم مطہری سے روایت کی۔ اور انہوں نے اپنے باپ (احمد ابن مسلم) سے اور انہوں نے عمیر ابن متوکل یحییٰ سے اور انہوں نے اپنے باپ متوکل ابن ہارون سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے یحییٰ ابن زید ابن علی علیہ السلام سے ملاقات کی اور پھر پیغمبرؐ کے خواب تک کا پورا واقعہ بیان کیا، جسے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤں کے ظاہر میں صلوٰۃ اللہ علیہم سے روایت کیا ہے۔ اور مطہری کی روایت میں دعاؤں کی فہرست کا بھی اس طرح ذکر ہے۔

اور دعاؤں کے اوپر کے عنوانات ابو عبد اللہ حسنی کے الفاظ اور روایت کے مطابق ہیں۔ (ابو الفضل کی پہلی سند میں ان کا ذکر اس طرح ہو چکا ہے کہ)۔  
ہم سے ابو عبد اللہ جعفر ابن محمد حسنی نے کہا مجھ سے ابو عبد اللہ ابن عمر ابن خطاب زیات نے نقل کیا اور انہوں نے اپنے ماموں علی ابن عثمان اعلم سے اور انہوں نے عمیر ابن متوکل ثقفی بلخی سے، اور انہوں نے اپنے باپ متوکل ابن ہارون سے روایت کی کہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے میرے سسر سید و سردار ابو عبد اللہ جعفر ابن محمد علیہ السلام نے یہ دعائیں کھوائیں اور فرمایا کہ میرے دادا علی ابن حسین علیہ السلام نے میرے والد محمد ابن علی علیہ السلام کو میرے سامنے یہ دعائیں کھوائی تھیں۔

و یاقی الابواب بلفظ ابی عبد اللہ الحسنی رحمہ اللہ حدثنا ابو عبد اللہ جعفر بن محمد الحسنی قال حدثنا عبد اللہ بن عمر بن خطاب الزیات قال حدثنی خالی علی ابن النعمان الاعلم قال حدثنی عمیر ابن متوکل الثقفی البلخی عن ابیہ متوکل ابن ہارون قال املى علی سیدی الصادق ابو جعفر بن محمد قال املى جدی علی ابن الحسین علی ابن محمد بن علی علیہما اجمعین السلام بمشهد منی۔

لہ اسناد مصنف کے سلسلہ میں سید نجم الدین بہار الشرف محمد ابن حسن سے جن بزرگوار نے 'حدثنا' کہہ کر اسے روایت کیا ہے وہ اکثر علماء و محدثین کے نزدیک عید الرؤساء ہبۃ اللہ ابن حامد متوفی ۳۸۷ھ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے علی ابن السکون متوفی ۳۷۷ھ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے مصنف پر جو اجازہ روایت ابو جعفر ابن مہیہ کے لئے تحریر فرمایا اس میں لکھتے ہیں کہ "مدوینہ حالہ علی السید بہاؤ الدین الشرف ابی الحسن محمد ابن الحسن ابن احمد۔ میں نے ان کے لئے سید بہاؤ الدین شرف ابو الحسن محمد ابن حسن ابن احمد سے مصنف کی روایت کی۔ اس اجازہ کی تاریخ تحریر ماہ ربیع الاول ۳۸۷ھ ہے اور اسی ابن السکون کے نسخہ پر سے یہ اجازہ ۳۸۷ھ کے لکھے ہوئے ایک قدیمی نسخے پر نقل ہوا جس سے علامہ مجلسی رحمہ اللہ نے نقل کیا اور شہید اول متوفی ۳۸۷ھ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بھی اسی ابن السکون کے نسخہ پر سے نقل ہوا۔ سید نجم الدین بہار الشرف کا سلسلہ روایت ابو الفضل شیبانی پر منتہی ہوتا ہے۔ اور ابو الفضل اسے دو طریق سے روایت کرتے ہیں۔ ایک ابو عبد اللہ جعفر ابن محمد کے سلسلہ سے اور دوسرے محمد ابن حسن ابن ہارون کے طریق سے اور یہ دونوں اسناد متوکل ابن ہارون تک پہنچتے ہیں۔ اور متوکل ابن ہارون کو صادق اکی محمد نے یہ دعائیں امام محمد باقر علیہ السلام کے تحریر کردہ نسخہ سے کھوائی تھیں۔ اور جناب زید کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بھی جناب یحییٰ ابن زید کے ذریعہ ان کی نگر سے گزرا، اور ان دونوں کو ایک دوسرے کے مطابق کر کے دیکھ بھی لیا تھا۔

لے جناب زید ابن علی رحمہ اللہ ۳۸۷ھ میں پیدا ہوئے۔ امامت کی درخشاں فضاؤں میں آنکھ کھولی اور عصمت کے سائوں میں پرورش پائی، علم و عمل، جود و سخا اور صمت و شجاعت کے اعتبار سے بڑی اہم ائمہ عظمیٰ شخصیت کے مالک تھے۔ ہر وقت تلاوت قرآن

دکھتہ جہالت کی دیر سے طبعیت القرآن اور اسطوانۃ المسجد کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ان کے متعلق ارشاد میں تحریر فرمایا ہے:-

کان عاہدا اور عافقہا منغیا شجاعا و ظہر  
بالسیف بامور بالمعروف وینہی عن المنکر  
و یطلب بشارت الحسین علیہ السلام۔  
وہ عابد متورع فقیہ سخی اور بڑے شجاع تھے۔ مجاہدوں  
کے ارتداد اور برائیوں کے استیصال اور خون سید الشہداء  
کے قصاص کے لئے سرکشت کھڑے ہوئے۔

اس خروج کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ آپ ایک مرتبہ حاکم مدینہ خالد ابن عبدالملک کے ذلت آمیز برتاؤ کی شکایت ہشام ابن عبدالملک کے کانوں تک پہنچانے کے لئے رماذ تشریف لے گئے۔ اور جب ہشام کے ہاں جلتے تو وہ ملنے سے انکار کر دیتا، اور کوئی تحریر بھیجتے تو وہ اس کے نیچے لکھ دیتا کہ تم واپس مدینے چلے جاؤ۔ اور جو کہنا سنتا ہو وہ خالد ابن عبدالملک سے کہو۔ اس طرح ایک مدت گزرتی گئی اور اس نے ملاقات کا موقع نہ دیا۔ اور جب دوسرے اصرار زیادہ ہوا تو اس نے بالآخر ملاقات کی اجازت دی مگر اس طرح کہ انہیں مجلس کے آخری کونے میں جگہ دی گئی۔ اور گفتگو میں تہذیب و شرافت کے معیار کو پس پشت ڈال دیا۔ ابھی آپ بیٹھے ہی تھے کہ اس نے کہا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم حکومت و اقتدار کے خواب دیکھ رہے ہو حالانکہ تمہاری حیثیت یہ ہے کہ تم ایک کنیز زاد ہو۔ آپ نے فرمایا تمہارا یہ کہنا کہ میں حکومت و خلافت کا خواہشمند ہوں، تو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، میری ماں کا کنیزی کا سوال تو ان الامہات لا یقعن بالرجال عن انعیات۔ ماؤں کی پستی مردوں کو بلند یوں کی انتہا تک پہنچنے سے بڑھ نہیں دیتی۔ اور تم کنیز زاد کہہ کر مجھے نظروں سے گرانے اور لوگوں کی نگاہوں میں سبک کرنا چاہتے ہو حالانکہ جناب اسمعیلؑ بھی کنیز کے بطن سے تھے مگر خدا نے انہیں فتوح و تسار دیا اور ان ہی کے صلب سے پیغمبر خدا پیدا ہوئے۔ اور ان ہی کی نسل سے عرب پھیلے پھولے اور اطراف عالم میں پھیلے تم مجھے میری ماں کی کنیزی پر کیا طعنہ دے سکتے ہو۔ جب کہ میں علی و فاطمہؑ کی اولاد میں ہوں۔ ہشام یہ سن کر تھلا یا تو، مگر کچھ جواب نہ دے سکا۔ غصہ میں آکر حکم دیا کہ اس سر پھرے کو یہاں سے باہر نکال دو۔ چنانچہ چند آدمیوں کی حواست میں انہیں شام کے دروازے سے خارج کر دیا گیا۔ جب وہ آدمی واپس چلے گئے تو آپ نے مدینہ کے بجائے عراق کا رخ کر لیا اور کوفہ میں قیام کے ارادے سے ٹھہر گئے۔ یہاں کے حالات یہ تھے کہ لوگ حکومت سے بد دل اور ہشام کے ظلم و جود سے تنگ آئے ہوئے تھے انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا شروع کر دی۔ ان بیعت کرنے والوں میں اصیان و اشراق کوہ کی بھی ایک کثیر جماعت تھی۔ جب حاکم عراق یوسف ابن عمر ثقفی نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ اس تحریک کو کچلنے کے لئے جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ دوسرے بھی جنگ کی تیاری شروع ہو گئی اور آخر کار دونوں طرف سے تحواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں اور حرب پیکار کے شعلے بھڑکنے لگے۔ جب اہل کوفہ نے جنگ کا رخ کچھ بدلا ہوا پایا تو وہ اپنی روایتی فداوری کا ثبوت دیتے ہوئے پھٹنے لگے، اور صرف دو سو بیس آدمی ان کے ہمراہ رہ گئے۔ آپ انہی گئے چنے آدمیوں کو ساتھ لے کر بڑی جرات پامردی سے یوسف ثقفی کی کئی ہزار فرج کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ لڑتے لڑتے اندھیرا پھا گیا اور جنگ روک دینا پڑی۔ جناب زید زخون سے نڈھال ہو چکے تھے، اور کنہی پر ایک ایسا تیرگا تھا جو سر کی ہڈی کو توڑ کر دماغ میں پیوست ہو گیا تھا۔ جب اس تیر کو نکالا گیا تو اس کے نکلنے ہی طرح بھی جسدِ عنبری سے پرواز کر گئی۔

موقع کی نزاکت کے پیش نظر انہیں اسی دقت دفن کرنا ضروری تھا اور وہ بھی اسی طرح کر کسی کو کانوں کا قیصر نہ ہو۔ چنانچہ پوری امتیاط کے ساتھ پانی کی ایک گرزگاہ میں گرجھا کھود کر انہیں دفن کر دیا گیا اور اس کے اوپر سے پانی بہا کر نشان قبر مٹا دیا گیا۔ مگر یوسف ثقفی نے ایک مقبرہ کی اطلاع پر قبر کا سراغ نکال لیا اور اس کو کھدوا کر لاش نکلائی اور سر کو قطع کر کے ہشام کے پاس بھیج دیا جو دمشق کے دروازے پر نصب کیا گیا اور لاش کنا سر کو ذمہ میں سولی پر لٹکا دی گئی جو چار برس تک اپنی مظلومیت، خود داری اور آزادی ضمیر کی داستان و ہراتی رہی۔ ہشام کے بعد جب ولید ابن یزید برسر اقتدار آیا تو اس کے حکم سے یوسف ثقفی نے پہلے لاش کو ملبایا اور پھر اس کی خاک کو ہوا میں اڑا دیا۔ جناب زید کی شہادت کا رات و روز دشمنہ ۲۰ صفر ۱۱۱ھ میں پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۰ سال تھی۔ آپ نے اپنے بعد چار فرزند چھوڑے۔ یحییٰ، ابو عبد اللہ حسین ذوالدعاء ابو یحییٰ یحییٰ، اور ابو جعفر محمد۔ جناب یحییٰ اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے موقع پر کوفہ میں موجود تھے مگر ان کے بعد وہ جنگ کا سلسلہ برقرار نہ رکھ سکے کیونکہ اس سانحہ کے بعد تمام اتباع و انصار متفرق ہو چکے تھے اور صرف دس آدمی آپ کے ہمراہ رہ گئے تھے۔ اس وقت بنی اسد کے ایک شخص نے آپ کو مشورہ دیا کہ وہ خراسان چلے جائیں۔ کیونکہ وہاں کے باشندے اہل بیتؑ نبوت سے خاص عقیدت و ارادت رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے ساتھیوں کو لے کر راتوں رات خراسان کے اران سے مدائن کی طرف چل دیئے کیونکہ اس زمانہ میں خراسان مدائن ہی کے راسخہ سے جاتا ہوتا تھا۔ اسی سفر میں متوکل ابن ہارون آپ کی خدمت میں باریاب ہوئے اور آپ نے جناب زیدؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا مصیغہ کا ملہ ان کے سپرد فرمایا تاکہ وہ اسے محمد اور ابیہم فرزند ابن عبد اللہ المفضل تک پہنچا دیں۔ اس موقع پر متوکل نے جناب زیدؑ کے دعوائے امامت کے متعلق بھی استفسار کیا۔ اس کا جواب جناب یحییٰ نے دیا۔ اس سے جناب زیدؑ کے دعوائی امامت اور خروج کی نوعیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ متوکل کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا:-

اے فرزند رسولؐ کیا آپ کے والد بزرگوار نے امامت کا دعویٰ نہیں کیا تھا؟ حالانکہ پیغمبرؐ نے امامت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے کے لئے جو فرمایا ہے وہ فرمایا ہے۔ فرمایا خاموش اے بندہ خدا! میرے والد اس سے کہیں زیادہ بائیم تھے کہ وہ کسی ایسی چیز کا دعویٰ کرتے جس کا انہیں حق نہ تھا۔ بلکہ انہوں نے خود فرمایا تھا کہ میں لوگوں کو رہانے آل محمدؑ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس سے میرے ابن عم جعفر صادقؑ مراد تھے۔ میں نے کہا کیا وہ اس زمانہ میں صاحب الامر تھے؟ فرمایا ہاں۔ اور وہی تو تمام جی ہاشم میں سب سے بڑے عالم ہیں ۵

(کفایۃ اللارٹمن)

یا بن رسولؐ اللہ امان اباک قد ادعی الامامة وقد جاء عن رسولؐ اللہ فیمن ادعی الامامة کاذباً فقال ما مدیا عبد اللہ ان ابی کان ا عقل من ان مدعی مالیس له بحق انما قال ادعو کما الی الرضا من ال محمد عنی بذالک ا من عمتی جعفر قلت فہم الیوم صاحب الامر قال نعم ہوا فقہ بنی ہاشم۔ (کفایۃ اللارٹمن)

بہر حال جب یہی لکل گئے اور یوسف ثقفی کو علم ہوا تو اس نے حریش کلبی کو ان کی گرفتاری کے لئے مدائن بھیجا۔ جب آپ کو اس کے قیام

کا علم ہوا تو ماٹن سے دے اور دے سے سرخس کی طرف ہل دیے، اور سرخس میں زید ابن عمرو قیس کے ہاں چھ بیٹے قیام کرنے کے بعد بلخ روانہ ہو گئے اور وہاں حریش ابن عبدالرحمن شیبانی کے ہاں اتنا عرصہ مقیم رہے کہ شام و نیا سے ہل بسا، اور ولید ابن یزید بر سر اقتدار آگیا۔ اب یوسف ثقفی نے نصر ابن سیار عامل خراسان کو لکھا کہ حریش کو پیغام بھیجو کہ وہ یحییٰ کو اپنی نگاہوں میں رکھے اور کہیں آنے جانے نہ دے۔ نصر ابن سیار نے عقیل ابن معقل عامل بلخ کو لکھا کہ حریش کو گرفتار کر لو۔ اور جب تک وہ کوئی کو تہا سے حوالے نہ کرے اسے نہ چھوڑو۔ عقیل نے حریش کو گرفتار کر لیا اور اُن سے سختی کے ساتھ یحییٰ کا مطالبہ کیا۔ اور اُن کے انکار پر چھ سو کڑوں کی انہیں سزا دی گئی۔ مگر انہوں نے یہاں نوازی کے اقتدار کا تحفظ کرتے ہوئے کسی طرح یحییٰ کا پتہ دینا گویا نہ کیا۔ بالآخر اُن سے کہا گیا کہ اگر تم یحییٰ کو ہمارے حوالے نہ کر دے تو تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ حریش کے فرزند قریش نے جب یہ سنا تو عقیل سے کہا کہ تم میرے باپ سے کوئی تعزیر نہ کرو۔ میں اس امر کا ذمہ لیتا ہوں کہ بہت جلد انہیں ڈھونڈ کر تمہارے حوالے کر دوں گا۔ یہ اپنی ایک جماعت کے ساتھ تلاش کے لئے نکلا اور یحییٰ اور ان کے ایک ساتھی یزید ابن عمر کو گرفتار کر لیا اور نصر ابن سیار کے پاس روانہ کر دیا۔ نصر نے انہیں طوق و زنجیر میں جکڑ کر قید خانہ میں ڈال دیا اور تمام واقعہ یوسف ثقفی کو لکھا۔ ولید نے حکم دیا کہ یحییٰ اور اس کے ساتھیوں کو رہا کر دیا جائے۔ جب یحییٰ قید سے رہا ہوئے تو پھر سرخس کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں سے عمرو ابن زمارہ والی ابر شہر کے ہاں گئے۔ اُس نے آپ کو کچھ زاد سفر دے کر خراسان کی آخری سرحد بہق کی طرف روانہ کر دیا۔ بہق سے ستر آدمیوں کی ایک فوج ترتیب دے کر عمرو ابن زمارہ سے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ عمرو کو جب آپ کی نقل و حرکت کا علم ہوا تو اس نے نصر ابن سیار کو لکھا۔ نصر نے والی سرخس اور حاکم طوس کو پیغام بھیجا کہ وہ فوراً عمرو کی مدد کے لئے فوجیں روانہ کریں۔ چنانچہ دس ہزار جنگ جو سپاہی عمرو کے پرچم کے نیچے جمع ہو گئے۔ یحییٰ اپنی سٹی بھر فوج کے ساتھ میدان میں اتر آئے اور پوری ہمت و جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ نتیجہ میں عمرو ابن زمارہ مارا گیا اور اس کی تمام فوجیں تتر بتر ہو گئیں۔ یہاں سے دشمن کو شکست دے کر ہرات کی طرف روانہ ہو گئے اور ہرات سے جوزجان پہنچے جو مرو اور بلخ کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ جب نصر ابن سیار کو اس شکست کا علم ہوا تو اس نے مسلم ابن اعجاز کو آٹھ ہزار کی فوج دے کر اُن کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور جوزجان کے قریب مقام ارغوا میں لڑائی چھڑ گئی۔ دونوں نے ایک دوسرے پر حملے شروع کر دیئے اور تھوڑی تھوڑی سے ٹکرا کر جنگاڑیاں برسٹنے لگیں۔ یحییٰ تین شبانہ روز تک اپنی مختصر فوج کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی فوج کا ایک ایک آدمی مارا گیا۔ اور یحییٰ معتر نے ایک تیر آپ کی پیشانی پر ایسا مارا جو سر کی ہڈی کو توڑ کر نکل گیا اور آپ نے وہی دم توڑ دیا۔ سورہ ابن حمر نے آپ کے سر کو قطع کیا اور نصر کے پاس بھجوا دیا۔ نصر نے ولید کے پاس بھیجا اور ولید نے مدینہ روانہ کر دیا جو ان کی والدہ گرامی رطل بنت ابی ہاشم عبداللہ ابن محمد حنفیہ کی گود میں لا کر ڈال دیا گیا۔ اور جیمہ ذنین کو جوزجان کے مدائن سے پر لٹکا دیا گیا۔ جب اموی اقتدار متزلزل ہوا تو ابو مسلم خراسانی نے اُن کی لاش کو اُترا کر غسل و کفن دیا اور جوزجان میں ہمیشہ کے لئے سپرد خاک کر دیا۔ لیکن ابو جعفر طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ولید ابن یزید نے یوسف ثقفی کو لکھا کہ وہ ان کی لاش کو جلاد اور خاکستر کو دریا میں بہا دے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بہر حال اتنا ضرور ہوا کہ ابو مسلم خراسانی نے جناب یحییٰ کے قاتلوں

کو چُن چُن کر قتل کیا بلکہ جس جس نے اس جنگ میں شرکت کی تھی اُسے بھی تیر تین کر دیا۔ اب چونکہ وقتی طور پر فتنہ کا دھمک کچھ بدل گیا تھا اس لئے خراسان اور اُس کے مضافات میں جناب یحییٰ کا ایک ہفتہ تک سوگ منایا گیا۔ اور اس سال خراسان میں جو بچہ پیدا ہوا اس کا نام یحییٰ رکھا گیا۔ جناب یحییٰ کی شہادت کا واقعہ بہت جلد جبرائیلؑ میں پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی۔

جناب یحییٰ نے اپنے سلسلہ کا قائم مقام محمد اور ابراہیم فرزند ابن عبد اللہ المصطفیٰ ابن حسن ثنی کو قرار دیا۔ اور حالات اس کی بخاری کرتے تھے کہ وہ اس سلسلہ میں کوئی نہ کوئی قدم ضرور اٹھائیں گے۔ چنانچہ انہی حالات کے پیش نظر جناب امام جعفر صادقؑ نے ان دونوں کو متوکل ابن ہارون کی موجودگی میں طلب کیا اور یحییٰ کی وصیت کے مطابق صحیفہ کا طرآن کے حوالے کیا، تو اُن سے فرمایا کہ تم اس صحیفہ کو مدینہ سے باہر نہ لے جانا۔ کیونکہ مجھے نظر آ رہا ہے کہ تم خروج کرو گے اور قتل کئے جاؤ گے۔ حضرت ایسی ہی پیشین گوئی زید اور یحییٰ ابن زید کے بارے میں کر چکے تھے جو حرف بحرف پوری ہو چکی تھی۔ اور یہ چیز آپ کے علم غنی کے حامل اور مرکز القاد و الہام ہونے کی دلیل اور منجملہ آپ کے کرامات کے ہے۔ چنانچہ ابن خلدون نے تحریر کیا ہے کہ :-

كان جعفر الصادق اخبرهم  
بذلك كله وهي معدودة في  
كراماته - (مقدمه)

جناب یحییٰ کی شہادت ایک ایسا واقعہ تھا جس نے اموی حکومت کے خلاف ایک عام نفرت و بیزاری کی لہر دوڑادی تھی جس کا حکومت پر اثر انداز ہونا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ ان کا تیر اقبال گہنلے لگا اور ولید ابن یزید کے ماسے جانے کے بعد توان کا نڈال یقینی ہو گیا۔ اس موقع پر بنی عباس اور بنی ہاشم کے نمائندوں کا ماد ذی الحجہ ۱۲۰ھ میں مدینہ کے اندر ایک اجتماع ہوا اور اس بزم مشامت میں بیٹے کیا گیا کہ اموی اقتدار کے دم توڑتے ہی محمد ابن عبداللہ المصطفیٰ کی خلافت کا اعلان کر دیا جائے، اور اسی وقت اُن کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس معاہدہ کی تکمیل بھی کر لی گئی۔ ان بیعت کرنے والوں میں سفاح اور منصور و انیقی بھی تھے۔ جب یہ مرحلہ طے ہو گیا تو امام جعفر صادقؑ کو بھی وہاں طلب کر لیا گیا۔ حضرت نجیب مشرفیت لائے اور صورتِ حل پر مطلع ہوئے تو آپ نے اُن کی رائے کے خلاف رائے دی۔ اور جب آپ کی بات نہ سنی گئی تو آپ محمد ابن عبداللہ کے قتل اور آئندہ ہونے والے واقعات کی طرف اشارہ کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آخر وہ وقت آیا کہ اموی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور حین کے نام کی آڑ لے کر انقلابی ہنگامے کھڑے کئے تھے وہ محروم کر دیئے گئے اور خلافت بنی عباس کے پائے نام ہو گئی۔ اور محمد جن کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی اور ان کے بھائی ابراہیم جنگلوں اور پہاڑوں میں روپوش ہو گئے یہاں تک کہ سفاح کا دور اپنے اقتدار کے استقام اور بنی امیہ کے استیصال میں گذر گیا۔ اس کے بعد منصور و انیقی تحت خلافت پر متمکن ہوا اس نے برسرِ اقتدار آتے ہی محمد و ابراہیم کی تلاش شروع کر دی۔ اور وہ دونوں بھائی اس کی گرفت سے بچنے کے لئے حجاز کے قبائل اور غیر معروف مقامات میں سر چھپائے پڑے رہے۔ ۱۲۰ھ میں منصور حج سے فارغ ہو کر مدینہ آیا اور عبداللہ المصطفیٰ کو طلب کیا۔ اور جب وہ آئے

قرآن سے محمد و ابراہیم کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں روپوش ہیں۔ جناب عبداللہ نے کہا مجھے ان دونوں کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ منصور یہ سن کر جھٹکا اٹھا اور بدذاتی پر اتر آیا۔ اور حکم دیا کہ انہیں لے جا کر بند کر دو۔ چنانچہ مروان کے گھر کو زندان قرار دے کر انہیں بند کر دیا گیا۔ اور ان کے علاوہ سادات حسنی کے دوسرے نمایاں افراد کو بھی گرفتار کر کے اسی قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ جب ان اسیرانِ محن کو تین سال قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے گزر گئے تو مسئلہ میں منصور دوبارہ حج کے لئے مکہ آیا اور واپسی میں مدینہ جانے کے بجائے ربذہ میں اتر پڑا اور وہیں پر دار و فذہ جیل کے ذریعے تمام اسیروں کو طلب کر لیا۔ ان گرفتارینِ بلا میں جناب محمد و یاج ابراہیم کے خسر بھی تھے۔ منصور نے ان سب کو اپنے سامنے کھڑا کر کے تہدید و سرزنش کی اور محمد و یاج سے محمد و ابراہیم کا پتہ پوچھا۔ انہوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا جس پر انہیں چار سو تازیانوں کی سزا دی گئی۔ اور بعض دوسرے سادات کو بھی مختلف سزائیں دی گئیں۔ پھر ان سب قیدیوں کو زنجیروں میں جکڑ کر اور بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کر کے کوہ کی طرف روانہ کر دیا جہاں انہیں مجلس ہاشمیہ میں بند کر دیا گیا۔ یہ مجلس ایک تہ خانہ تھا جہاں شب و روز کی قیصر نہ ہو سکتی تھی۔ ان اسیروں میں سے کچھ قتل کر دیئے گئے اور کچھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت نہ کر سکے اور شتم ہو گئے، اور کچھ ان مصائبِ آلام کے باوجود سخت جان ثابت ہوئے اور انتہائی سختیوں میں سسکتے ترپتے زندگی کی سانسیں لیتے رہے۔ جب مظالم کی انتہا ہو گئی اور امام حسن کی اولاد میں سے کوئی شخص ایسا نہ رہا جو قتل یا قید نہ کیا گیا ہو تو ماہِ رجب ۳۵ھ میں محمد ابن عبداللہ حکومت کے مظالم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ڈھائی سو آدمیوں کی ایک مختصر جمیت کے ساتھ خروج کر دیا۔ اور مدینہ میں وارد ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ شاہی قید خانہ کے تمام دروازے توڑ ڈالے اور جتنے قیدی بند پڑے تھے سب کو رہا کر دیا اور قید خانہ کے محافظ رباح ابن عثمان کو جیل میں ڈال دیا۔ اس کے بعد اہل مدینہ کے ایک عمومی اجتماع میں خطبہ دیا اور منصور کے گھناؤنے کردار پر سے پردہ اٹھایا۔ اس کے ظلم و ستم کے لرزہ بھاذام کر دینے والے واقعات دہرائے جس سے حکومت کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات پوری شدت سے ابھر آئے۔ جنہاں اقتدار کی بنیادیں متزلزل ہوتی نظر آنے لگیں۔ اور طبیعتیں ایک نئے انقلاب کی پذیرائی کے لئے آمادہ ہو گئیں۔ اگر کوئی مانع تھا تو یہ کہ منصور کے ہاتھ پر بیعت کی جا چکی ہے۔ مگر مالک بن انس نے فتویٰ دے دیا کہ وہ بیعت جبر و اکراہ کے نتیجہ میں ہوئی تھی۔ اس لئے اُسے توڑا جا سکتا ہے۔ ان کی تائید میں امام ابوحنیفہ، ابن جلال اور عبدالحمید ابن جعفر نے بھی فتوے دیئے۔ جب یہ مانع برطرف ہو گیا۔ تو اہل مدینہ محمد کے ہاتھوں پر بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے حجاز و مین پر ان کا پرچم لہرانے لگا۔ جب منصور کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو وہ سخت پریشان ہوا اور فوراً کوہ آیا۔ اور ایک خط بطور امان نامہ محمد کے پاس بھیجا اور سیاسی طاؤں میں چپ کھیلے ہوئے صلح کی پیشکش کی۔ اور امان کا وعدہ کیا۔ محمد نے خط پڑھا اور اس کا ایک مفصل جواب لکھا۔ اور امان کے سلسلہ میں تحریر کیا کہ تم امان دینے والے ہوتے کون ہو، اور پھر تمہارے قول کا اعتبار ہی کیا ہے۔ تم نے ابنِ سیرہ اور اپنے چچا عبداللہ ابن علی اور ابو مسلم خراسانی سے بھی امان کا وعدہ کیا تھا۔ مگر اس کا حشر کیا ہوا۔ یہی ناکہ سب کو موت کے گھاٹے اترادیا۔ اور اب مجھ سے امان کا وعدہ کرتے ہو۔ مجھ سے معنی نہیں ہے کہ اس امان کے پرچم میں تمہارا مقصد کیا ہے۔ جب منصور کا یہ حربہ کارگر ثابت نہ ہوا۔ تو اس نے عیسیٰ ابن موسیٰ کو چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں کا

ایک لشکر سے کہ مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر نے مدینہ پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا اور چاروں طرف سے دسد رسانی کے راستے بند کر دیئے۔ مدینہ کے سوراڑوں نے جب چلتی ہوئی تلواریں دیکھیں تو سخت ہراساں ہوئے، اور انقلاب آفرین جذبات جس تیزی سے اُبھرے تھے اُسی تیزی سے دب گئے۔ بیعت کا رشتہ پھر سے جوڑ لیا اور حکومت کے سامنے سر جھکا دیئے۔ ہزاروں میں سے صرف تین سو سولہ آدمی محمد کے ہمراہ رہ گئے جنہوں نے غسل کیا۔ جسموں پر حنوط ملا، سرس پر کفن باندھے اور جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ اس مختصر فوج نے ابھی قدم اٹھایا ہی تھا کہ عیسیٰ نے کوہِ سلع پر سے لٹکا کر محمد کو کہا: اے محمد! تم ہتھیار رکھ دو تمہارے لئے امان ہے۔ محمد نے کہا کہ نہ تمہارے وعدہ کا کوئی اعتبار ہے اور نہ اس کے وعدہ کا جو تختہ امارت پر منکس ہے۔ اور ہو بھی تو ہم ہمیشہ عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دیتے رہے ہیں۔ اب اس عار کو کیسے گوارا کر سکتے ہیں۔ ہم ایک ایک کر کے مر جائیں گے۔ مگر اپنے خاندانی دستور کے خلاف نہیں کریں گے۔ اور یہ کہہ کر تلوار نیام سے باہر نکال لی۔ اور سچی بھر فوج کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اور اس طرح حجاز توڑ کر لڑے کہ تین مرتبہ دشمن کو اپنی جگہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ دشمن کے ایک سپہ سالار حمید ابن قحطبہ نے دیکھا کہ اس طرح جیسا مشکل ہے، اس نے خندق کی طرف سے بڑھنا چاہا۔ محمد کے ہمراہیوں نے تیرکافوں میں جوڑ لئے اور دشمن کا راستہ روکنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ مگر ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی اور وہ خندق کو عبور کر کے آگے بڑھ آیا۔ اور دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ عیسیٰ نے اپنی پوری فوج کو ایک دم حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ محمد کی فوج نے تلواروں کے نیام توڑ ڈالے اور ایسا شدید حملہ کیا کہ عیسیٰ کی فوج شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئی۔ لیکن یہ پیچھے ہٹنا ایک دوسرے حملہ کا پیش خیمہ تھا، چنانچہ اس نے دوسری طرف سے پھر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ یہ مختصر سی فوج بے دست و پا ہو کر رہ گئی۔ اور ایک ایک کر کے موت کے گھاٹ اتر گئے۔ حمید ابن قحطبہ نے محمد کے سینہ پر نیزہ مارا اور انہیں شہید کر دیا اور سر کو قطع کر کے منصور کے پاس روانہ کر دیا جو کوفہ میں نصب کیا گیا، اور مختلف شہروں میں پھرایا گیا۔ اور لاش کو ان کی ہمیشہ دنیب اور دخترِ فاطمہ نے مل کر اٹھایا اور جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ یہ واقعہ ۵ مارچ رمضان روزِ شنبہ ۶۲۷ء میں پیش آیا۔ اُس وقت محمد کی عمر صرف ۴۵ برس کی تھی۔

ادھر محمد کا تزیہ انجام ہوا اس طرف انہوں نے اپنے بھائی ابراہیم کو بصرہ روانہ کر دیا تھا تاکہ وہاں کی فضا ہموار کریں اور جب حالات ساں گار ہوں تو خروج کر دیں۔ ابھی انہوں نے کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا کہ محمد اُن کے تمام ہمراہیوں کے قتل کی خبر آگئی۔ آپ نے بغیر کسی تاخیر کے کچھ فوج فراہم کی اور کم شوال ۶۲۷ء کو خروج کر دیا۔ منصور کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت سٹ پٹایا اور یہ عہد کیا کہ جب تک ابراہیم کو ٹھکانے نہیں لگالے گا بستر پر آرام نہیں کرے گا اور نہ عیش و تنم سے کوئی سرکار رکھے گا۔ اگرچہ اس کی فوج میں مختلف محاذوں پر لڑ رہی تھیں اور شام، افریقہ اور خراسان ایسے دور دراز مقامات پر پھیلی ہوئی تھیں، پھر بھی اُس نے ایک فوج ترتیب دی اور عیسیٰ ابن موسیٰ کی زیر قیادت اسے ابراہیم کے تعاقب میں روانہ کر دیا۔ ابراہیم نے ابھی محاذِ جنگ کے لئے کچھ طے نہ کیا تھا کہ اہل کوفہ کی ایک جماعت ان کے پاس آئی اور اُن سے عرض کیا کہ آپ یہاں سے کوفہ تشریف لے چلئے ورنہ ایک لاکھ جانبازا آپ کے پرچم کے نیچے جمع ہیں۔ ابراہیم اہل بصرہ کے رز کے سکے باد و آواز ہو گئے اور اپنی فوج کو بجاکر کے کوفہ کی طرف چل پڑے۔ ابھی کوفہ تقریباً پچاس میل کے فاصلہ پر ہو گا، کہ مقام

باختری میں عیسیٰ کے لشکر سے ٹکریٹ ہو گئی۔ اب نہ آگے بڑھنے کی کوئی صورت رہی اور نہ پیچھے ہٹنے کی وہیں پر مگلاؤ شروع ہو گیا۔  
 تواریں بے غیام ہو کر نکل آئیں۔ تیراغازوں نے کمائیں سیدی کہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ ابراہیم کی فوج  
 نے اس طرح بڑھ بڑھ کے حملے کئے کہ فوجِ مخالف کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر کوڑی عددوں کو چھوٹنے لگے۔ عیسیٰ  
 کے ہمراہ صرف سو آدمی رہ گئے۔ اور قریب تھا کہ فوج کا ایک ریلہ انہیں بھی بہا لے جائے کہ ابراہیم نے میدان جنگ کی کشش  
 اور گرمی دیکھ کر بند تباہوں سے گھبرا کر بند تباہوں کے اوپر سے پیرا بن اٹھا لیا۔ ایک تیرا انداز نے اس موقع سے فائدہ  
 اٹھاتے ہوئے آپ کے ملحق پر ایک ایسا کاری تیر لگایا کہ آپ نے بے دم ہو کر گھوڑے کی گردن میں باہیں ڈال دیں۔ اور  
 جب سنبھلا نہ جاسکا تو زمین پر گر پڑے اور دم توڑ دیا۔ اُن کے دم توڑتے ہی جنگ کا پورا نقشہ بدل گیا۔ داری ہوئی فوج  
 فاتح بن گئی و مڑجھائے ہوئے چہرے شاداب ہو گئے۔ اور شاداب چہرے مڑجھائے ہوئے عیسیٰ نے اُن کے سر کو قطع کر کے منصور کے پاس  
 روانہ کر دیا۔ اس نے پہلے تو اسے کوڑیوں آویزاں کیا اور پھر ربیع کے ہاتھ اُن کے والد عبداللہ المحض کے پاس بھیج دیا۔ جب  
 ربیع اُن کا سر لے کر زندان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ عبداللہ مصطفیٰ عبادت پر کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب نماز سے فارغ  
 ہوئے تو وہ سر اُن کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے اپنے فرزند کے سر پر یہ کو سینے سے لگایا اور فرمایا رحمک اللہ یا ابا القاسم  
 و اھلا بک و سھلا لقد وفیت بعھد اللہ و عیثا قہ (اے ابراہیم اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک مر جا۔ بے شک تو نے  
 اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان کو پورا کیا) اس کے بعد ربیع سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ منصور سے بس اتنا کہنا کہ ہمارے معیبتوں کے دن  
 ختم ہو گئے۔ تم گھوڑے دن اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کر لو اور یاد رکھو کہ تمہیں بھی ایک دن مرنا ہے۔ اب ہماری اور  
 تمہاری ملاقات اللہ تعالیٰ کی مہلت گاہ میں ہوگی اور وہی ہمارا اور تمہارا فیصلہ کرے گا۔

ابراہیم کی شہادت کا واقعہ روزِ دو شنبہ ماہ ذی الحجہ ۳۴ھ میں پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر اڑتالیس برس کی تھی۔  
 اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اقدامات دفاعی حیثیت رکھتے تھے کہ ان کے بغیر جان و مال و ناموس کا تحفظ ممکن  
 ہی نہ تھا، یا بارِ مانہ حیثیت رکھتے تھے اور مقصدِ امنِ عالم کو خاک میں ملا کر ذاتی نفوذ و اقتدار حاصل کرنا تھا یا صحیح اسلامی  
 حکومت کے قیام، حدودِ الہیہ کے اجراء اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سلسلہ میں تھے۔ اور اس صورت میں وہ امامِ جعفر  
 صادق علیہ السلام کی اجازت سے تھے یا از خود۔ اگر از خود تھے تو امام علیہ السلام ان اقدامات پر خوش تھے یا ناراض کہ اُن کی  
 اجازت و رضامندی کی صورت میں مذہبی حیثیت سے یہ اقدامات صحیح کجے بائیں ورنہ غلط۔ ضرورت ہے کہ واقعات کو حقیقت  
 کے دھند لکوں سے بچا کر ان تمام گوشوں کا ایک اجمالی جائزہ لیا جائے تاکہ ان شخصیتوں کا صحیح موقف معلوم ہو سکے۔ جنابِ نبی  
 کے بارے میں لکھا جا چکا ہے کہ وہ امام زین العابدین علیہ السلام کے ایک جلیل القدر فرزند تھے اور اس نسب و رفعت کے ساتھ علم  
 عمل کی بلندیوں پر بھی فائز تھے۔ لیکن ایک وقت وہ آتا ہے کہ حالات انہیں مجبور کر دیتے ہیں کہ ہشام ابن عبدالملک کے سامنے  
 اس کے عامل خالد ابن عبدالملک کی شکایت پیش کریں۔ مگر غرتِ شاہی انہیں دوبار میں معصوری کی اجازت نہیں دیتی۔ اور وہ ہم  
 امر کے بعد موقع دیا جاتا ہے تو اس وقت جب دوبارہ حاشیہ نشینوں اور اموی کارندوں سے کچھ کچھ بھرا ہوا تھا تاکہ نہ انہیں  
 بیٹھنے کو جگہ ملے اور نہ کھڑے ہونے کو۔ اور لونڈی بچ اور اس قسم کے دوسرے ناشائستہ الفاظ سے ان کی توہین و تذلیل کی جاتی

ہے۔ اور پھر شرکایت کا ازالہ تو دیکھ کر اس کا سننا بھی گوارا نہیں کیا جاتا اور ذلت کے ساتھ باہر نکال دیا جاتا ہے۔ اس طرز عمل نے انہیں مجبور کیا کہ وہ گھر کا گوشہ چھوڑ کر اس توہین اور اسوی اقتدار کے ان مظالم کا بدلہ لیں جو ان کے دادا امام حسین علیہ السلام اور ان کے خاندان کے دوسرے افراد پر کئے گئے تھے۔ اور ہر قتل و قیصری نظام کو ختم کر کے اقتدار کو اس کے صحیح مرکز پر قائم کریں۔ اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے بغاوت ہر اسباب بھی مہیا ہو گئے تھے اس طرح کہ مدائن، بصرہ، واسطہ، موصل، عسلاں، جرجان اور جزیرہ کے باشندوں کے علاوہ صرف کوفہ کے پندرہ ہزار آدمیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنی مدد کا یقین دلا دیا۔ اب صرف امام علیہ السلام کی اجادت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ آپ نے امام علیہ السلام سے خروج کے متعلق استفسار کیا تو حضرت نے فرمایا:-

یا ہم ان رضیت ان تكون المقتول  
المصلوب بالکناسة فثا نك  
اے چچا اگر آپ اس پر راضی ہیں کہ کتا سہ کو ذبح میں قتل کئے جائیں اور سولی دئے جائیں تو پھر بیسے آپ کی مرضی و

اس سے اگرچہ واضح طور پر اجازت ظاہر نہیں ہوتی مگر رضامندی کا پتہ ضرور چلتا ہے اور اس کے ساتھ انہیں انجام سے بھی مطلع کر دیا ہے اور یہ رضامندی کے منافی نہیں ہے۔ اس رضائے امام کے سلسلہ میں علامہ مامغانی نے تنقیح المقال میں تحریر کیا ہے:-  
هذا في نريد حق دل حليه الاجاز  
من اصحابنا والاخبار المستفیضة  
التي كادت تبلغ حد التواتر۔  
یہ رضامندی زید کے بارے میں تو صحیح ہے۔ اور اس کی دلیل ہمارے اصحاب کا اجماع اور وہ احادیث ہیں جو مد استفاضہ بلا قریب قریب مد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں:-

اور شہید علیہ الرحمہ نے قواعد میں اسر بالمعروف وغیرہ من المنکر کے تحت اس کی تصریح کی ہے کہ جناب زید کا خروج امام علیہ السلام کے اذن سے تھا۔ اور جناب زید کی مصلحت اندیشی تھی کہ انہوں نے اس اذن کو مخفی رکھنے کی کوشش کی تاکہ اس زمانہ انقلاب و دعوہ پر فتن میں امام علیہ السلام کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ تو اب کوئی وجہ نہیں کہ جناب زید کے اقدام کو غلط اور جہاد اسلامی کے مفاد سے خارج تصور کیا جائے۔ اب یہ ہے جناب یحییٰ، تو وہ اگرچہ فرقہ زیدیہ کے نزدیک زیدی المسک و بسلسلہ امامت اپنے پدے گرامی کے جانشین تصور کئے جاتے ہیں اس لئے کہ زید یہ کے نزدیک امام کے لئے صرف دویاتوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ غاطی ہو خواہ امام حسن کی اولاد میں سے ہو یا امام حسین کی اولاد میں سے۔ اور دوسرے یہ کہ وہ خروج و معرکہ آرائی کرے۔ اور یہ دونوں باتیں جناب یحییٰ میں جمع تھیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہیں فرقہ زیدیہ سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ وہ ائمہ اثنا عشر کی امامت کے قائل تھے۔ چنانچہ کتاب معتصب الاثر سے صاحب تنقیح المقال نے یہ روایت نقل کی ہے:-

عن یحییٰ ابن زید قال سئلت ابا  
عن الاثمة فقال الاثمة اثنا  
عشر اربعة من الماضین  
وشمانية من الباقین قلت  
فسمهم یا ابا قال اما الماضین  
یہی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (زید بن علی) سے ائمہ کے متعلق سوال کیا انہوں نے فرمایا ائمہ بارہ ہیں چار گزر چکے اور آٹھ باقی ہیں۔ میں نے پوچھا ان کے نام کیا ہیں؟ فرمایا جو گزر گئے وہ علی ابن ابی طالب، حسن، حسین اور علی ابن حسین ہیں۔ اور جو باقی ہیں ان میں سے ایک میرے بھائی محمد باقر

فعلى ابن ابيطالب والحسن والحسين  
وعلى ابن الحسين ومن الباقرين اخي  
الباقر وبعد جعفر الصادق ابنه و  
بعد موسى ابنه وبعد علي ابنه بعد  
محمد ابنه وبعد علي ابنه بعد الحسن  
ابنه وبعد المهدي ابنه فقلت يا ابا  
المست منهم قال لا ولكني من العترة  
قلت فمن اين طرقت اسمائهم قال عهد  
معهود مهادة النبي رسول الله -

ہیں۔ اور ان کے بعد ان کے فرزند جعفر صادقؑ اور  
ان کے بعد موسیٰ ابن جعفرؑ اور ان کے بعد علی ابن موسیٰ  
اور ان کے بعد محمد ابن علیؑ اور ان کے بعد حسن ابن محمد  
اور ان کے بعد ان کے فرزند حضرت مہدیؑ ہیں۔ میں  
نے کہا بابا کیا آپ ان میں سے نہیں ہیں؟ فرمایا میں  
نہیں ہوں۔ میں نے عرض کیا یہ نام آپ کو کس ذریعہ  
سے معلوم ہوئے؟ فرمایا یہ ایک سلسلہ بلسلہ عہد کی  
صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم  
یک پہنچے ہیں؟

اس روایت سے جہاں جناب زید کے عقائد پر روشنی پڑتی ہے وہاں جناب یحییٰ کے متعلق بھی واضح ہو جاتا ہے کہ وہ امامت کے سلسلہ  
میں کیا عقیدہ رکھتے تھے اس لئے کہ یہ امر نہایت مستبعد ہے کہ وہ ایک روایت اپنے پدر گرامی سے نقل کریں اور بغیر کسی رد و قدح  
کے اسے بیان فرمائیں اور خود اس کے معتقد نہ ہوں۔ یا جناب زید کے اس اقرار کے باوجود کہ وہ امام نہیں ہیں ان کی امامت  
کے قائل ہو کر فرقہ زیدیہ کے ہمنوا ہو جائیں اور ان کے جہاد بالسیف سے ان کے زیدی المسلک ہونے پر استشہاد بھی صحیح نہیں  
ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے پدر گرامی کے انتقام یا حفظ جان کے لئے جنگ کی ہو یا علانیہ فسق و فجور کو پران چڑھتے  
اور ظلم و استبداد کو فروغ پاتے دیکھ کر یہ نظریہ قائم کیا ہو کہ یہ کموار کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مورد ہے اور اس میں فرقہ  
زیدیہ کے معتقدات دخل نہ ہوں۔ بہر حال ان کے جہاد بالسیف کی نوعیت کے متعلق ایک رائے نہیں قائم کی جاسکتی اور ان کا یہ انداز  
کتنے بھی حق بجانب شکایات کا نتیجہ ہو کوئی استناد خاص نہیں رکھتا۔ البتہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ان کے حق میں دُعا سے خیر  
کرناء اور یہ فرمان رحمہ اللہ ابن علیؑ والحقہ بآباءہ واجدادہ خدا رحمت کرے میرے ابن علم پر اور انہیں ان کے آباؤ اجداد  
کے ساتھ جنت رکھے۔ ان کے حق میں انجام کا کاشف ہے۔

محمد و ابراہیم کے خراج کا پس منظر یہ ہے کہ جب اموی اقتدار اپنے جبر و تشدد اور ظلم و استبداد کے قیجہ میں چلا رہا تھی  
کی طرح شیعہ نے لگا اور ملک میں بغاوت کے آثار نمودار ہوئے تو محمد ابن عبداللہ الحنفیؑ کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی اور یہ امر یقینی  
تصور کیا جانے لگا کہ بنی اُمیہ کا تختہ الٹے ہی اقتدار کی باگ ڈور اولادِ علیؑ کے ہاتھ میں آجائے گی۔ مگر سیاست نے اپنا کام  
کیا اور اقتدار اولادِ علیؑ کے بجائے بنی عباس کی طرف منتقل ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں میں ٹھنہ لگی۔ سجاج نے  
اپنی حکمت عملی سے کام لے کر عبداللہ الحنفیؑ کا منہ اپنی داد و دہش سے بند کر دیا۔ اور شروع شروع میں محمد و ابراہیم کے  
متعلق کچھ پوچھ گچھ کی۔ مگر بعد میں بالکل سکوت اختیار کر لیا۔ سجاج کے بعد جب منصور تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو اس کے  
دل میں وہ بیعت کھینکنے لگی جو اس نے محمد کے ہاتھ پر کی تھی۔ اس نے چاہا کہ جس طرح محمد کے محمد اور ابراہیم کا خاتمہ کر دے  
تاکہ یہ غلطی نہ ہو۔ ورنہ منصور کو محمد و ابراہیم کی تلاش و جستجو کی اتنی ضرورت ہی کیا تھی۔ اس کے علاوہ اسے اس خطرہ کا

بھی پوری طرح احساس تھا کہ وہ کسی نہ کسی وقت شعلہ جوالہ بن کر بھڑک سکتے ہیں اور پورے ملک میں آگ لگا دے سکتے ہیں۔ اس غدشہ کے پیش نظر اُس نے تمام بنی صحن کو گرفتار کر لیا تاکہ ان کے ذریعہ خود و ابراہیم کا کچھ کھوج نکل سکے۔ مگر وہ دونوں اس طرح رد و پیش رہے کہ حکومت اُن تک دسترس حاصل نہ کر سکی۔ لیکن وہ کب تک حکومت کے پنجہ استبداد سے محفوظ اور نظروں سے اوجھل رہ سکتے تھے۔ آخر انہوں نے خروج کا تہیہ کر لیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام جو روحانی سلطنت کے تاجدار اور علم نبوت کے عزیز دار تھے انہوں نے محمد کے والد عبداللہ المہض کو کھایا بھجایا اور محمد کو خروج سے منع کیا اور اس کے انجام سے ڈرایا۔ مگر ان کی پہلی طبیعت نہ مانی اور گنتی کے چند آدمیوں کے ساتھ حکومت سے ٹکر لینے پر آمادہ ہو گئے۔ اور نتیجہ ڈھبی ہوا جس کا ذکر حضرت زین العابدین علیہ السلام کے اس ارشاد میں ہے :-

واللہ ما یخدج منا واحد قبل خسروج  
القائر الاکان مثله مثل فرخ طائر  
طار من وکرہ قبل ان یستوی جناحا  
فاخذہ الصبیان فعبثوا بہ۔

خدا کی قسم ظہور حضرت قائم سے پہلے ہم میں سے جو خروج کرے گا  
اس کی مثال اس پرندے کی سی ہے جس کے بال رد و پوری  
طرح مستحکم نہ ہوئے ہوں اور وہ گھونسلے سے اڑ کر اڑا ہوا اور  
بچے اُسے پکڑ لیں اور جس طرح بچہ اُسے توڑیں گھسیٹیں۔

اس سلسلہ میں جو چیز کھشتی ہے یہ کہ یہ اقدام بلاشبہ امام علیہ السلام کی رضامندی کے خلاف تھا۔ اور مختلف موارد پر اُن کے حکم سے سرتابی کی گئی جس کے بعد اس جنگ کی دین و مذہبی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ مگر با ایں ہمہ بعید نہیں کہ امام علیہ السلام چشم پوشی فرمائیں اور خداوندِ عالم ان کی مظلومیت و بے چارگی کے پیش نظر ان سے مدد گز فرمائے۔ ان شہداء پر مختلف شعراء نے رثیے کہے اور جبل خزامی نے اپنے مشہور قصیدہ تائید میں ان کا بھی ذکر کیا ہے ان میں سے چند شعریہ ہیں :-

اقاظم قوی یا ابنہ الخیر قائدہ  
نجوم سلوات باراض فلات  
اسے فاطمہؑ اسے پیغمبر کی برگزیدہ بیٹی اٹھیے اور بیابان میں بکھرے ہوئے آسمان کے تاروں کی صفِ ماتم بچھائیے۔

قبور بکثرتان و آخری بطیبة  
و آخری بغنم نالها حسلوای  
کچھ قبریں کونہ میں ہیں کچھ مدینہ میں اور کچھ مکہ کے نزدیک مقام فح میں ان قبروں پر میرا سلام ہو۔

و آخری بارض الجوز جان محلها  
و قبر بباخسری لدی الغریبات  
اور کچھ سرزمین جوز جان میں واقع ہیں اور کچھ غرات کے پاس مقام باخسری میں۔

سبا بکیہو ما حبر ملکہ راکب  
وما ناح قسمی علی الشجرات  
سیرے آنسوؤں کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک حاجی حج کے لئے سفر کرتے رہیں گے اور قریاں مدد ختوں پر  
نوجو خوافی کرتی رہیں گی۔

سہ آیہ قرآنی میں شجرہ طعور سے مراد بنی امیہ ہیں۔ صادق آلِ محمدؑ کی روایت کے علاوہ متعدد مفسرین نے اس کا ذکر کیا ہے چنانچہ امام فخرالدین رازی نے تحریر کیا ہے :-

عن ابن عباس ان الشجرة الملعونة فی  
حضرت ابن عباس سے وارد ہوا ہے کہ قرآنِ مجید میں شجرہ

القرآن ہی بنو امیۃ (تفسیر جلد ۴۹) ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں۔

اور اس کی تائید میں حضرت عائشہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے مردان سے خطاب کر کے فرمایا لعن اللہ اباکم و انت فی صلبہ فانت من لعنہ اظہار اخوانے تیرے باپ حکم پر لعنت کی جب کہ تو بھی اس کے صلب میں تھا۔ لہذا تو بھی وہ ہے جس پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ اسی طرح تفسیر ابن جریر، تفسیر درمنثور، شرح ابن ابی الحدید، تاریخ خطیب بغدادی وغیرہ میں ذکر ہے۔ اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس شجر کے زیر سایہ نفاقیت و خواہش پرستی نے منزل کی، اس کی ساقوں میں فسق و بدکاری نے اپنا آشیانہ بنایا۔ اور اس کے مسموم پھلوں نے اسلام کے کام و دین کو تلخ کر دیا۔ اس دور نے اخلاقی اقدار یکسر ختم کر دیئے۔ حق طلبی کو جرم قرار دے کر آزادی رائے کو سلب کر لیا۔ اور اپنے اقدار کے تحفظ کے لئے اہلبیت رسول اور ان کے دستوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور امت کے لئے بلائے جان بن گئے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے لکل امة آفة و افة هذه الامة بنو امیۃ دکنز المال ہر امت کے لئے ایک آفت ہوتی ہے اور اس امت کے لئے بنو امیہ آفت ہیں۔ چنانچہ سینکڑوں نہیں ہزاروں اسلام کی قیمتی شخصیتیں ان کی تیغ ظلم کی نذر ہوئیں، بے شمار شہیدوں کی مقدس لاشیں آگ میں جلائی اور دور جاہلیت کی رسمیں پھر سے زندہ کر دی گئیں۔ آخر اس ظلم و سفاکی کے نتیجہ میں اس ششکوم دلد پر زلزل آیا، اور تراسی سال چار مہینے جو ہزار ہفتوں کے ہمارے ہوتے ہیں حکومت کرنے کے بعد صفرِ عالم سے حزن غلط کی طرح مٹ گئے۔

Presented by: Rana Jabir Abbas

# Blank Page

Contact [http://jabir\\_abbas@yahoo.com](mailto:jabir_abbas@yahoo.com)

# الصَّحِيفَةُ الْكَامِلَةُ السَّجَّادِيَّةُ

جب آپ دعا مانگتے تو اس کی ابتداء خدائے  
بزرگ و برتر کی حمد و ستائش سے فرماتے چنانچہ  
اس سلسلہ میں فرمایا :-

سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو ایسا اول ہے  
جس کے پہلے کوئی اول نہ تھا اور ایسا آخر ہے جس کے  
بعد کوئی آخر نہ ہوگا۔ وہ خدا جس کے دیکھنے سے دیکھنے  
والوں کی آنکھیں عاجز اور جس کی توصیف و ثناء سے وصف  
بیان کرنے والوں کی عقلیں قاصر ہیں۔ اس نے کائنات کو  
اپنی قدرت سے پیدا کیا، اور اپنے منشاء ازل سے جیسا  
چاہا انہیں ایجاد کیا۔ پھر انہیں اپنے ارادہ کے راستہ پر  
چلا دیا اور اپنی محبت کی راہ پر ابھارا۔ جن محدود کی طرف  
انہیں آگے بڑھایا ہے اُن سے پیچھے رہنا اور جن سے  
پیچھے رکھا ہے اُن سے آگے بڑھنا ان کے قبضہ اختیار  
سے باہر ہے۔ اسی نے ہر (ذی) رُوح کے لئے اپنے (پیدا  
کردہ) رزق سے معین و معلوم روزی مقرر کر دی ہے  
جسے زیادہ دیا ہے اُسے کوئی گھٹانے والا گھٹا نہیں  
سکتا اور جسے کم دیا ہے اُسے کوئی بڑھانے والا بڑھا نہیں  
سکتا۔ پھر یہ کہ اسی نے اُس کی زندگی کا ایک وقت مقرر  
کر دیا اور ایک معینہ مدت اس کے لئے ٹھہرا دی جس  
مدت کی طرف وہ اپنی زندگی کے دنوں سے بڑھتا اور  
اپنے زمانہ زیست کے سالوں سے اس کے نزدیک ہوتا  
ہے یہاں تک کہ جب زندگی کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور

وَكَلَّمَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
إِذَا ابْتَدَأَ بِالدُّعَاءِ بَدَأَ بِالتَّحْمِيدِ  
لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ فَقَالَ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ الْأَوَّلِ بِدَلَّ الْأَوَّلِ كَانَ  
قَبْلَهُ وَالْآخِرِ بِدَلَّ الْآخِرَ يَكُونُ بَعْدَهُ  
الَّذِي تَصَوَّرْتَ عَنْ رُؤْيَيْهِ أَبْصَارُ  
التَّأْظِرِّينَ وَعَجَزَتْ عَنْ تَعْيِهِ أَوْهَامُ  
الْعَوَاصِفِينَ ابْتَدَعَ بِقُدْرَتِهِ الْخَلْقَ  
ابْتَدَعَ عَالَمًا فَخَلَقَهُمْ عَلَى مَشِيَّتِهِ  
اخْتَرَعَ عَالَمًا ثُمَّ سَلَكَ بِهِمْ طَرِيقَ ارْتَادِهِ  
وَيَعْتَهُمْ فِي سَبِيلِ مَحَبَّتِهِ لَا  
يَسْلُكُونَ تَأْخِيرًا عَنَّا كَلَّ مَقَرُّ  
إِلَيْهِ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَقَدُّمًا إِلَى  
مَا أَخَّرَهُ عَنْهُ وَجَعَلَ لِكُلِّ رُوحٍ  
مِنْهُمْ قُوَّتًا مَعْلُومًا مَقْسُومًا  
مِنْ رِزْقِهِ لَا يَنْقُصُ مِنْ زَادِهِ  
نَاقِصٌ وَلَا يَزِيدُ مَنْ نَقَصَ مِنْهُمْ  
زَائِدٌ ثُمَّ ضَرَبَ لَهُ فِي الْحَيَاةِ أَجَلًا  
مَوْتَوَاتًا وَنَصَبَ لَهُ أَمَدًا مَحْدُودًا  
يَخْطَأُ إِلَيْهِ بِأَيَّامِ عُمُرِهِ وَ  
يَرْهَقُهُ بِأَعْوَامِ دَهْرِهِ حَتَّى إِذَا  
بَلَغَ أَقْصَى أَكْرَمِهِ وَاسْتَوْعَبَ حَبَابَ

عَمْرِهِ قَبَضَهُ إِلَى مَا نَدَبَهُ إِلَيْهِ مِنْ  
مَوْفُورٍ تَوَابِهِ أَوْ مَعْدُورٍ عِقَابِهِ  
لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا  
وَلِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَىٰ  
عَدْلًا مِنْهُ تَقَدَّسَتْ أَسْمَاؤُهُ وَتَظَاهَرَتْ  
الْأَعْوَادُ لَا يُسْأَلُ عَنْهَا يَفْعَلُ وَهُمْ  
يَسْتَعْلُونَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَوْ  
حَبَسَ عَنْ عِبَادِهِ مَعْرِفَةَ حَمْدِهِ عَلَى  
مَا أَنْبَلَاهُمْ مِنْ مَنِيِّهِ الْمُتَابِعَةِ وَ  
أَسْبَغَ عَلَيْهِمْ مِنْ نِعَمِهِ الْمُتَكَاهِفَةِ  
لَتَصَرَّفُوا فِي مَنِيِّهِ فَلَمْ يَحْمَدُوا  
وَكَوَسَعُوا فِي رِزْقِهِ فَلَمْ يَشْكُرُوهُ  
وَلَوْ كَانُوا كَذَلِكَ لَخَرَجُوا مِنْ  
حُدُودِ الْإِنْسَانِيَّةِ إِلَى حَقِّ الْبَهِيمِيَّةِ  
فَكَانُوا كَمَا وَصَفَتْ فِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ  
إِنَّ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ  
سَبِيلًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى مَا عَرَّفْنَا  
مِنْ نَفْسِهِ وَأَكْفَمْنَا مِنْ شُكْرِهِ وَ  
فَتَحَ لَنَا مِنْ أَبْوَابِ الْعِلْمِ مَنَاجِيذُ  
وَدَلَّنَا عَلَيْهِ مِنَ الْوَحْدَانِ لَهُ فِي  
تَوْحِيدِهِ وَجَنَّبَنَا مِنَ الْإِلَهَادِ  
وَالشُّكِّ فِي أَمْرِهِ حَمْدًا نُعَمَّرُ بِهِ  
فِيمَنْ سَمِعَهُ مِنْ خَلْقِهِ وَتَسْبِيحُ  
بِهِ مَنْ سَبَّحَ إِلَى رِضَاؤِهِ وَعَفْوِهِ  
تَحْمِيدًا يُبَيِّنُ لَنَا بِهِ ظُلُمَاتِ الْبَرَاءَةِ  
وَيَسْهِّلُ عَلَيْنَا بِهِ سَبِيلَ التَّبَعِثِ  
وَيُثَبِّتُ بِهِ مَنَانَنَا عِنْدَ مَوَاقِفِ

اپنی عمر کا حساب پورا کر لیتا ہے تو اللہ اُسے اپنے ثواب  
بے پایاں تک جس کی طرف اُسے بلایا تھا یا خوفناک عذاب کی  
جانب جسے بیان کر دیا تھا قبض کر کے بعد پہنچا دیتا ہے تاکہ  
اپنے عدل کی بنیاد پر بریل کی اُن کی برائیاؤں کی سزا اور  
نیکو کاروں کو اچھا بدلہ دے۔ اس کے نام پاکیزہ اور اس کی نعمتوں  
کا سلسلہ لگاتار ہے۔ وہ جو کرتا ہے اس کی پوجہ کچھ اس سے  
نہیں ہو سکتی اور لوگوں سے بہر حال باخبر کس ہو گی۔

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے کہ اگر وہ اپنے بندوں کو  
حمد و شکر کی معرفت سے محروم رکھتا اُن پریم عطیوں پر جو اس  
نے دیئے ہیں اور اُن پر درپے نعمتوں پر جو اس نے فراوانی  
سے بخشی ہیں تو وہ اس کی نعمتوں میں قصرت تو کرتے مگر اس  
کی حمد نہ کرتے۔ اور اس کے مدق میں فارغ البالی سے بسر تو  
کرتے مگر اس کا شکر بجا نہ لاتے اور ایسے ہوتے تو انسانیت  
کی حدوں سے نکل کر چوپایوں کی حد میں آجاتے، اور اس  
توصیف کے مصداق ہوتے جو اس نے اپنی محکم کتاب میں کی  
ہے کہ وہ تو ایسے چوپایوں کے مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ  
راہِ راست سے بھٹکے ہوئے۔

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے کہ اُس نے اپنی ذات کو ہمیں  
پہنچوایا اور حمد و شکر کا طریقہ سمجھایا اور اپنی پروردگاری پر  
علم و اطلاع کے دروازے ہمارے لئے کھول دیئے اور توحید  
میں تنزیہ و اخلاص کی طرف رہنمائی کی اور اپنے معاملہ میں  
شرک و کج روی سے ہمیں بچایا۔ ایسی حمد جس کے ذریعہ ہم اُن  
کی مخلوقات میں سے حمد گزاروں میں زندگی بسر کریں اور اس  
کی خوشنودی و بخشش کی طرف بڑھنے والوں سے سبقت لیا کریں  
ایسی حمد جس کی بدولت ہمارے لئے برزخ کی تاریکیاں چھٹ  
جائیں اور جو ہمارے لئے قیامت کی راہوں کو آسان کر  
دے اور حشر کے مجمع عام میں ہماری قدر و منزلت کو بلند

الْأَشْهَادِ يَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا  
كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ يَوْمَ لَا  
يُغْنِي مَوْلَى عَنْ مَوْلَى شَيْئًا وَلَا  
هُم يُنصَرُونَ حَمْدًا أَتَرْتِفِعُ مِنَّا  
إِلَى أَعْلَى عِلِّيَّيْنِ فِي كِتَابٍ مَرْقُومٍ  
يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ حَمْدًا أَتَقَرُّ بِهِ  
عِيُونُنَا إِذَا بَرَقَتِ الْأَبْصَارُ وَكَبِيعُ  
بِهِ وَجُوهُنَا إِذَا اسْوَدَّتِ الْأَبْشَارُ  
حَمْدًا نُغْتَقِي بِهِ مِنَ الْبُحْرِ نَارِ اللَّهِ إِلَى  
كَرِيمِ جَوَارِ اللَّهِ حَمْدًا أَنْزَلْهُم بِهِ مَلَكُوتَهُ  
الْمُقَرَّبِينَ وَنَضَامٌ بِهِ أَنْبِيَاؤُهُ  
الْمُرْسَلِينَ فِي دَارِ الْمَقَامَةِ الَّتِي لَا  
تَزُولُ وَمَحَلِّ كَرَامَتِهِ الَّتِي لَا تَحُولُ  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اسْتَنَارَ لَنَا مَحَاسِنَ  
الْخَلْقِ وَأَجْلَى عَلَيْنَا طَيِّبَاتِ الرِّزْقِ  
وَجَعَلَ لَنَا الْفَضِيلَةَ بِأَلْمَلِكَةِ عَلَى  
جَمِيعِ الْخَلْقِ فَكُلُّ خَلْقِيَّتِهِ مُنْقَادَةٌ  
لَنَا بِقُدْرَتِهِ وَصَابِرَةٌ إِلَى طَاعَتِنَا  
بِعِزَّتِهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَغْلَقَ عَنَّا  
بَابَ الْحَاجَةِ إِلَّا إِلَيْهِ فَكَيْفَ نُطِيقُ  
حَمْدَهُ أَمْ مَقَى لَوْدِي شُكْرَهُ لَا مَقَى  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي رَكَّبَ فِيْنَا أَلَاتِ  
الْبَسْطِ وَجَعَلَ لَنَا أَدْوَابَ الْقَبْضِ وَ  
مَتَعَنَا بِأَفْوَاحِ الْحَيَوَةِ وَأَثَبَتْ فِيْنَا  
جَوَارِحَ الْأَعْمَالِ وَعَدَّ أُنَا بِطَيِّبَاتِ الرِّزْقِ  
وَأَعْنَانَا بِفَضْلِهِ وَأَقْنَانَا بِمَنْهِ ثُمَّ  
أَمَرَنَا بِالْخَيْرِ طَاعَتَنَا وَهَمَانَا بِالْبَيْتِ

کر دے جس دن ہر ایک کو اُس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا  
اور اُن پر کسی طرح کا ظلم نہ ہو گا۔ جس دن کوئی دوست کسی  
دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔  
اسی حمد جو ایک گھٹی ہوئی کتاب میں ہے جس کی مقرب فرشتے  
نہجداشت کرتے ہیں ہماری طرف سے بہشت بریں کے بلند  
ترین درجات تک بلند ہو، ایسی حمد جس سے ہماری  
آنکھوں میں ٹھنڈک آئے جبکہ تمام آنکھیں حیرت و دشت  
سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اور ہمارے چہرے روشن و  
مدخشاں ہوں جبکہ تمام چہرے سیاہ ہوں گے۔ ایسی حمد جس  
کے فدایہ ہم اللہ کی بھڑکائی ہوئی اذیت وہ آگ سے آزادی  
پاکر اس کے جوار رحمت میں آجائیں۔ ایسی حمد جس کے فدایہ  
ہم اس کے مقرب فرشتوں کے ساتھ شانہ بشانہ بڑھتے ہوئے  
نہجرائیں اور اس منزل جاوید و مقام عزت و رفعت میں جسے تغیر و  
زوال نہیں اس کے فرستادہ پیغمبروں کے ساتھ یکجا ہوں۔

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے خلقت و آفرینش کی  
تمام خوبیاں ہمارے لئے منتخب کیں اور پاک و پاکیزہ رزق کا سلسلہ  
ہمارے لئے جاری کیا اور ہمیں غلبہ و تسلط دے کر تمام مخلوقات پر  
برتری عطا کی چنانچہ تمام کائنات اس کی قدرت سے ہمارے زیرِ فرمان  
اور اس کی قوت و سر بلندی کی بدولت ہماری اطاعت پر آمادہ ہے  
تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے سوا طلب و  
حاجت کا ہر دروازہ ہمارے لئے بند کر دیا تو ہم اس حاجت و  
احتیاج کے ہوتے ہوئے کیسے اُس کی حمد سے عہدہ برآ ہو سکتے  
ہیں اور کب اس کا شکر ادا کر سکتے ہیں۔ نہیں کسی وقت بھی اس کا  
شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے  
ہمارے جسموں میں پھیلنے والے اعصاب اور سٹنے والے عضلات ترتیباً  
دیئے اور زندگی کی اس آئینوں سے بہرہ مند کیا اور کار و کسب کے  
اعضا ہمارے اندر ودیعت فرمائے اور پاک و پاکیزہ روزی سے

شُكْرَنَا فَخَالَفْنَا عَنْ طَرِيقِ آمِرِهِ وَ  
رَكِبْنَا مَتُونَ زَجْرِهِ فَلَمْ يَبْتَدِرْنَا  
بِعُقُوبَتِهِ وَلَمْ يُعَاجِلْنَا بِنِقْمَتِهِ بَلْ  
نَأْتَانَا بِرَحْمَتِهِ تَكَرُّمًا وَانْتِظَارَ  
مُرَاجَعَتِنَا بِرَأْفَتِهِ جِلْمًا وَالْحَمْدُ  
لِلَّهِ الَّذِي دَلَّنَا عَلَى التَّوْبَةِ الْيُسْرَى  
لَمْ نُفِدْهَا إِلَّا مِنْ قَضِيهِ فَلَوْ لَمْ  
تَعْتِدْ مِنْ قَضِيهِ إِلَّا بِهَا لَقَدْ حُسِّنَ  
بَلَاءُكَ عِنْدَنَا وَجَلَّ رَجْسَانُ  
إِلَيْنَا وَجَسَمَ فَضْلُهُ عَلَيْنَا فَمَا هَكَذَا  
كَانَتْ سُنَّتُهُ فِي التَّوْبَةِ لِمَنْ كَانَ  
قَبْلَنَا لَقَدْ وَضَعْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا  
بِهِ وَلَمْ يُكَلِّفْنَا إِلَّا دُسْعًا وَلَمْ  
يُجَسِّمْنَا إِلَّا يُسْرًا وَلَمْ يَدْعَ لَاحِدٍ  
مِنَّا حُجَّةً وَلَا عُدَّةً قَالَهُ الْهَالِكُ وَمِنَّا  
مَنْ هَلَكَ عَلَيْهِ وَالسَّوِيدُ وَمِنَّا مَنْ  
رَغِبَ إِلَيْهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ بِكُلِّ مَا  
حَمَدَ بِهِ أَذْنَى مَلَأَ قُلُوبَهُ الْيُسْرَى  
أَكْرَمَ خَلِيقَتِهِ عَلَيْهِ وَأَرْضَى حَامِدِيهِ  
لَدَيْهِ حَمْدًا يُفْضِلُ سَائِرَ الْحَمْدِ  
كَفَضْلِ رَبِّنَا عَلَى جَمِيعِ خَلْقِهِ ثُمَّ  
لَهُ الْحَمْدُ مَكَانَ كُلِّ نِعْمَةٍ لَنَا  
عَلَيْنَا وَعَلَى جَمِيعِ عِبَادِهِ الْمَاهِنِينَ  
وَالْبَاقِينَ عَدَدَ مَا أَحَاطَ بِهِ عِلْمُهُ  
مِنْ جَمِيعِ الْأَشْيَاءِ وَمَكَانَ كُلِّ  
وَاحِدَةٍ مِنْهَا عَدَدُهَا أَطْبَعَانَا  
مُعْنَاهُ أَبَدًا سُرْمَدًا إِلَى يَوْمِ

ہماری پردوش کی اور اپنے فضل و کرم کے ذریعہ ہمیں بے نیاز  
کرویا اور اپنے لطف و احسان سے ہمیں (نعمتوں کا) سرایہ بخشا۔  
پھر اس نے اپنے اظہار کی پیروی کا حکم دیا تاکہ فرمانبرداری میں ہم  
کو آرائے اور نواہی کے ارتکاب سے منع کیا تاکہ ہمارے شکر کو  
جانچے مگر ہم نے اس کے حکم کی راہ سے انحراف کیا اور نواہی کے  
مکرب پر سوار ہو گئے۔ پھر بھی اس نے مذاب میں جلدی نہیں کی  
اور سزا دینے میں تعیل سے کام نہیں لیا بلکہ اپنے کرم و رحمت  
سے ہمارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا اور علم و رافت سے ہمارے  
باز آجانے کا منتظر رہا۔

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں توبہ کی راہ بتلای  
کہ جسے ہم نے صرف اس کے فضل و کرم کی بدولت حاصل کیا  
ہے۔ تو اگر ہم اس کی بخششوں میں سے اس توبہ کے سوا  
اور کوئی نعمت شمار میں نہ لائیں تو یہی توبہ ہمارے حق میں اس کا  
حمد و انعام بڑا احسان اور عظیم فضل ہے اس لئے کہ ہم سے  
پہلے لوگوں کے لئے توبہ کے بارے میں اس کا یہ رویہ نہ تھا۔  
اس نے تو جس چیز کے برداشت کرنے کی ہمیں طاقت نہیں ہے۔  
وہ ہم سے ہٹا لی اور ہماری طاقت سے بڑھ کر ہم پر ذمہ داری  
عائد نہیں کی اور صرف سہل و آسان چیزوں کی ہمیں تکلیف دی  
ہے اور ہم میں سے کسی ایک کے لئے حیل و محنت کی گنجائش  
نہیں رہنے دی۔ لہذا وہی تباہ ہونے والا ہے۔ جو اس کی  
فتنہ کے خلاف اپنی تباہی کا سامان کرے اور وہی خوش  
نصیب ہے جو اس کی طرف توجہ و رغبت کرے۔

اللہ کے لئے حمد و ستائش ہے ہر وہ حمد جو اس کے مقرب  
فرشتے بزرگ ترین مخلوقات اور پسندیدہ حمد کرنے والے مجاہد  
لائے ہیں۔ ایسی ستائش جو دوسری ستائشوں سے بڑھی ہوئی  
ہوئی ہو جس طرح ہمارا پروردگار تمام مخلوقات سے بڑھا ہوا  
ہے۔ پھر اسی کے لئے حمد و ثنا ہے اس کی ہر نعمت کے

الْقِيَمَةِ حَمْدًا لَا تَكْفِي يَحْيَاهُ  
وَلَا حِسَابَ يَحْدِيهِ وَلَا مَبْلَغَ  
يَقَاتِيهِ وَلَا انْقِطَاعَ لِأَمْدِهِ حَمْدًا  
يَكُونُ وَصْلَةً إِلَى طَاعَتِهِ وَ  
عَفْوٍ وَسَبَبًا إِلَى مَحْضَوَانِهِ وَ  
ذَرِيْعَةً إِلَى مَغْفِرَتِهِ وَطَرِيقًا  
إِلَى جَلَّتِهِ وَخَفِيَّتِهِ مِنْ تَقِيَمَتِهِ  
وَأَمْنًا مِنْ غَضَبِهِ وَظَلِيلًا  
عَلَى طَاعَتِهِ وَحَاجَةً عَنِ  
مَنْصِيَّتِهِ وَعَوْنًا عَلَى شَاوِسِهِ  
حَقِيْقَةً وَوَحْطًا لِعِيَةِ حَمْدًا لَا تَسْعُدُ  
بِهِ فِي السَّعْدِ آخِرٌ مِنْ أَقْرَبِ آيَةٍ  
وَأَكْبَرِ بِيَمٍ فِي كُتُبِ الشَّهَادَةِ  
بِسُيُوفِ أَعْدَائِهِمْ إِنَّهُ وَلِيُّ  
حَبِيْبِهِ ۝

بدلے میں جو اس نے ہمیں اور تمام گزشتہ و باقی ماندہ بندوں  
کو بخشا ہے ان تمام چیزوں کے شمار کے برابر جن پر اس  
کا علم حاوی ہے اور ہر نعمت کے مقابلہ میں دوگنی چوگنی  
جو قیامت کے دن تک دائمی و ابدی ہو۔ ایسی حمد جس کا  
کوئی آخری کنارہ اور جس کی گنتی کا کوئی شمار نہ ہو۔ جس کی  
حد و نہایت دسترس سے باہر اور جس کی مدت غیر ختم ہو ایسی  
حمد جو اس کی اطاعت و بخشش کا وسیلہ، اس کی رضا مندی  
کا سبب، اس کی مغفرت کا ذریعہ، جنت کا راستہ، اس کے  
عذاب سے پناہ، اس کے غضب سے امان، اس کی اطاعت  
میں معین، اس کی معصیت سے مانع اور اس کے حقوق و  
واجبات کی ادائیگی میں مددگار ہو۔ ایسی حمد جس کے ذریعہ  
اس کے خوش نصیب دوستوں میں شامل ہو کر خوش نصیب  
قرار پائیں اور شہیدوں کے زمرہ میں شمار ہوں جو اس کے  
دشمنوں کی تلواروں سے شہید ہوئے۔ بے شک وہی مالک  
مختار اور قابل ستائش ہے۔

یہ کلمات دعاء کا اقتداء یہ ہیں جو ستائش الہی پر مشتمل ہیں۔ حمد و ستائش اللہ تعالیٰ کے کرم و فیضان اور بخشش و احسان  
کے اعتراف کا ایک مظاہر ہے اور دعا سے قبل اس کے جوہر کرم کی فراوانیوں اور احسان فرمایوں سے جو تاثر دل و دماغ  
پر طاری ہوتا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ زبان سے اس کی حمد و ستائش کے نئے اہل پریشی جس نے ایک طرف دُعا سئلوا اللہ  
مِنْ فَضْلِهِ (اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو) کہہ کر طلب سوال کا دروازہ کھول دیا اور دوسری طرف اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ  
نکڑ (مجھ سے دُعا کرو میں قبول کروں گا) فرما کر استجاب دعا کا ذمہ لیا۔

اس تحمید میں خداوند عالم کی وحدت و یکنائی، جلال و عظمت، عل و رافت اور دوسرے صفات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔  
پنا پر سرسار دُعا میں غلاق عالم کی تین اہم صفتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں تنزیہ و تقدس کے تمام جوہر جمع ہو  
گئے ہیں۔ پہلی صفت یہ کہ وہ اول جس ہے اور آخر بھی۔ لیکن ایسا اول و آخر کہ نہ اس سے پہلے کوئی تھا اور نہ اس کے بعد کوئی  
ہو گا۔ اسے اول و آخر کہنے کے ساتھ دوسروں سے اولیت و آخریت کے مطلب کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کی اولیت و آخریت  
اضافی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ یعنی وہ اولی و ابدی ہے جس کا نہ کوئی نقطہ آغاز ہے اور نہ نقطہ اختتام۔ ہمیں کی ابتداء کا  
تصور ہو سکتا ہے اور نہ اس کی انتہا کا۔ نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ کب سے ہے، اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ کب تک ہے۔

اور جو ”کب سے“ اور ”کب تک“ کے حدود سے بالاتر ہو اس کے لئے ایک لمحہ بھی ایسا فرض نہیں کیا جاسکتا جس میں وہ نیستی سے ہٹکار رہا ہو اور جس کے لئے عدم نیستی کو تجویز کیا جاسکے وہ ہے ”واجب الوجود“ جو مبداء اول ہونے کے لحاظ سے اول اور غایت آخر ہونے کے لحاظ سے آخر ہوگا۔

دوسری صفت یہ ہے کہ وہ آنکھوں سے دکھائی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ کسی چیز کے دکھائی دینے کے لئے فردی ہے کہ وہ کسی طرف میں واقع ہو۔ اور جب اللہ کسی طرف میں واقع ہوگا تو دوسری طرفیں اس سے خالی ماننا پڑیں گی۔ اور ایسا عقیدہ کیونکہ درست تسلیم کیا جاسکتا ہے جس کے نتیجہ میں بعض جہات کو اس سے خالی ماننا پڑے۔ اور دوسرے یہ کہ اگر وہ کسی طرف میں واقع ہوگا تو اس طرف کا محتاج ہوگا۔ اور چونکہ وہ خالق اطراف ہے اس لئے کسی طرف کا محتاج نہیں ہو سکتا ورنہ اس کا خالق نہ ہے گا اور تمسح ہے یہ کہ جہت میں وہی چیز واقع ہو سکتی ہے جس پر حرکت و سکون طاری ہو سکتا ہے اور حرکت و سکون چونکہ ممکن کی صفات ہیں اس لئے اللہ کے لئے انہیں تجویز نہیں کیا جاسکتا۔ اور جب وہ حرکت و سکون سے بری اور عرض و جوہر جسمانی کی سطح سے برتر ہے تو اس کے دکھائی دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود ایک جات اس کی رویت کی قائل ہے۔ یہ جہات تین مختلف قسم کے مقام کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے کچھ کا عقیدہ یہ ہے کہ اس کی رویت صرف آخرت میں ہوگی؛ دنیا میں رہتے ہوئے اسے دیکھا نہیں جاسکتا۔ اور کچھ افراد کا نظریہ یہ ہے کہ وہ آخرت کی طرح دنیا میں بھی نظر آ سکتا ہے اگرچہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اور کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جس طرح آخرت میں اس کی رویت ہوگی اسی طرح دنیا میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ پہلے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ رویت کا قرآن و حدیث میں صریح ذکر ہے جس کے بعد انکار کا کوئی عمل باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَجَوَّادٌ يَوْمَئِذٍ نَاطِقٌ“ (اس دن بہت سے چہرے تروتازہ و شاداب اور اپنے پروردگار کی طرف نگران ہوں گے) اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ قیامت میں نظر آئے گا۔ اور دنیا میں اس لئے نظر نہیں آ سکتا کہ یہاں ہمارے ادراکات و قوتی کمزور ہیں جو تجلی الہی کی تاب نہیں رکھتے۔ اور آخرت میں ہمارے حس و شعور کی قوتیں تیز ہو جائیں گی جیسا کہ ارشاد الہی ہے ”فَلَنُفْشِفَنَّ عَنْكَ غُطَاؤَكَ فَتَصْهَرُ“ (ایک روز صبح صادق کے ہم نے تمہارے سامنے سے پردے ہٹا دیئے اب تمہاری آنکھیں تیز ہو گئیں)۔ لہذا وہاں پر رویت سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔

دوسرے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر دنیا میں اس کی رویت ممکن نہ ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ص ۲۱۱ (۱) نے ارشاد فرمایا: ”وَلَا تَنْظُرُوا إِلَىٰ إِلَهِكُمْ“ (اسے پروردگار اچھے اپنی جھلک دکھانا کہ میں تجھے دیکھوں) کہہ کر انہونی اور ناممکن بات کی خواہش نہ کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسے استغفار جبل پر موقوف کر کے امکان رویت کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس طرح اگر رویت ممکن نہ ہوتی، تو اسے پہاڑ کے ٹھہرائے پر کہ جو ایک امر ممکن ہے موقوف نہ کرتا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ”وَلَكِنْ انْظُرُوا إِلَىٰ الْجِبَلِ فَإِنَّهَا تَنْظُرُ“ (اگرچہ پہاڑ کی طرف دیکھو، اگر یہ اپنی جگہ پر ٹھہرا ہے تو پھر مجھے بھی دیکھ لو گے)۔ اور اگر اس سلسلہ میں لن ترانی (تم مجھے قطعاً نہیں دیکھ سکتے) فرمایا تو اس سے صریح دنیا میں وقوع رویت کی نفی مراد ہے نہ امکان رویت کی اور نہ اس سے رویت آخرت کی نفی مقصود ہے۔ کیونکہ جب یہ کہا جائے کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا، تو

صرف میں اس کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ دنیا میں ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ یہ مقصد نہیں ہوتا کہ آخرت میں بھی ایسا نہیں ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہود کے متعلق ارشاد ہے کہ لَنْ يَتَمَنَّوْا (وہ موت کی کبھی تمنا نہیں کریں گے) تو یہ تمنا کی نفی دنیا کے لئے ہے کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے موت کے خواہشمند کبھی نہیں ہوں گے اور آخرت میں تو وہ عذاب جہنم سے جھٹکا حاصل کرنے کے لئے بہر حال موت کی تمنا و آرزو کریں گے۔ تو جس طرح یہاں پر نفی کا تعلق صرف دنیا سے ہے اسی طرح وہاں بھی نفی کا تعلق صرف دنیا سے ہے نہ آخرت سے۔

تیسرے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ جب بیان سابق سے دنیا میں اس کی رویت کا امکان ثابت ہو گیا تو اس کے وقوع کے لئے حسن بصری اور احمد بن حنبل وغیرہ کا یہ قول کافی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیلۃ الاسرا میں اسے دیکھا۔

جب ان دلائل کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ انتہائی کمزور اور اثباتِ دعا سے قاصر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ پہلے گروہ کا یہ دعویٰ کہ قرآن و حدیث میں روایت کے شواہد بکثرت ہیں ایک غلط اور بے بنیاد دعویٰ ہے اور قرآن و حدیث سے قطعاً اس کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ قرآن کے واضح تصریحات اس کے خلاف ہیں اور قرآنی تصریحات کے خلاف اگر کوئی حدیث ہوگی تو وہ موضوع و مسطورح قرار پائے گی۔ چنانچہ قرآن مجید میں نفی رویت کے سلسلہ میں ارشادِ الہی ہے کہ لا تدركه الابصار و هو يدرك الابصار و هو اللطيف الخبير۔ (آنکھیں اسے دیکھ نہیں سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ اور باخبر ہے) اور جس آیت کو اثباتِ رویت کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے اس میں لفظ ناظرۃ سے رویت پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اہل لغت نے نظر کے معنی انتظار، غور و فکر، ہمت، شفقت اور عبرت اندوزی کے بھی کئے ہیں اور جب ایک لفظ میں اور معنی کا بھی احتمال ہو تو اسے دلیل بنا کر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ کچھ مفسرین نے اس مقام پر نظر کے معنی انتظار کے لئے ہیں اور اس معنی کے لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس دن اللہ کی نعمتوں کے منتظر ہوں گے اور اس معنی کی شاہد یہ آیت ہے فَنَظَرُوا بَعْدَ رَجْعِ الْمُرْسَلُونَ (وہ منتظر تھے کہ قاصد کیا جواب لے کر پلٹے ہیں) اور کچھ مفسرین نے نظر کے معنی دیکھنے کے لئے ہیں اور اس صورت میں لفظ ثواب کو یہاں محذوف مانا ہے اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کے ثواب کی جانب نگراں ہوں گے۔ جس طرح ارشادِ الہی وجاءوا بآب (تمہارا پروردگار آیا) میں لفظ امر محذوف مانا گیا ہے اور معنی یہ کئے گئے ہیں کہ تمہارے پروردگار کا حکم آیا۔ اور پھر یہ کہاں ضروری ہے کہ جہاں نظر صادق آئے وہاں رویت بھی صادق آئے۔ چنانچہ عرب کا متوالہ ہے کہ نظرت الی المہلال فلم ادرک (میں نے چاند کی طرف نظر کی مگر دیکھ نہ سکا) یہاں نظر ثابت ہے مگر رویت ثابت نہیں ہے۔ اب رہا یہ کہ وہ دنیا میں اس لئے نظر نہیں آسکتا کہ یہاں انسانی ادراکات و قویٰ ضعیف ہیں اور آخرت میں یہ ادراکات قوی ہو جائیں گے۔ تو یہ دنیا و آخرت کی تفریق اس بنیاد پر تو صحیح ہو سکتی ہے اگر اس کی قات دکھائی دیئے جانے کے قابل ہو اور ہماری نگاہیں اپنے مجرد قصد کی بنیاد پر قاصر ہیں۔ لیکن جب اس کی ذات کا تعاضل ہی یہ ہے کہ وہ دکھائی نہ دے تو عمل و مقام کے بدلنے سے ناقابلِ رویت ذات قابلِ رویت نہیں قرار پاسکتی۔ اور اس سلسلہ میں جو آیت پیش کی گئی ہے اس میں تو یہ نہیں ہے کہ ادکالات و حواس کے تیز ہو جانے سے خدا کو بھی دیکھا جاسکے گا بلکہ آیت کے

معنی تو یہ بھی کہ اس دن پر دس ہزار سال بائیں گے اور آٹھویں تیز ہو جائیں گی۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہاں پر تمام شہادت مٹ جائیں گے اور آنکھوں پر پڑے ہوئے غفلت کے پڑے اٹھ جائیں گے، یہ معنی نہیں کہ وہ اللہ کو بھی دیکھنے لگیں گے۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو یہ غفلت کے پڑے تو کافروں کی آنکھوں سے اٹھیں گے لہذا انہی کو نظر آنا چاہیے۔

دوسرے گروہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے رویت باری کی خواہش اس لئے نہیں کی تھی کہ وہ اس کی رایت کو ممکن سمجھتے تھے اور انہیں اس کے ناقابل رویت ہونے کا علم نہ تھا۔ یقیناً وہ مانتے تھے کہ وہ ادراک حواسِ مشاہد جبری سے بلند تر ہے تو اس سوال کی نوبت اس لئے آئی کہ بنی اسرائیل نے کہا کہ یا موسیٰؑ لمن فومن لدی حتی یرى اللہ جہرداً (اے موسیٰؑ! ہم اُس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں گے) تو موسیٰؑ علیہ السلام نے چاہا کہ ان پر ان کی بے راہروی ثابت کر دیں اور یہ واضح کر دیں کہ وہ کوئی دکھائی دینے والی چیز نہیں ہے اس لئے اللہ کے سامنے ان کا سوال پیش کیا تاکہ وہ اپنے سوال کا نتیجہ دیکھ لیں۔ اور اس غلط خیال سے باز آجائیں۔ چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ اَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا ارِنَا اللہ جہرداً (یہ لوگ تو موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے ہیں اور وہ یہ کہ موسیٰؑ سے کہنے لگے کہ ہمیں خدا کو ظاہر بظاہر دکھا دیجئے) جب موسیٰؑ نے اُن کے اپنے پر سوال کیا تو اس موقع پر قدرت کا یہ ارشاد کہ ”تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ پر برقرار رہے تو مجھے دیکھ لو گے۔“ ارکانِ رویت کا پتہ نہیں دیتا۔ اس لئے کہ موقوف علیہ صفت پہاڑ کا ٹھہراؤ نہیں تھا کیونکہ وہ تو اس وقت بھی ٹھہرا ہوا تھا جب رویت کو اس پر سعلق کیا جا رہا تھا بلکہ تہل کے وقت اس کا ٹھہراؤ مقصود تھا۔ اور جب تک اس موقع کے لئے اس کے ٹھہراؤ کا ارکان ثابت نہ ہو اس ٹھہراؤ کو ارکانِ رویت کی دلیل نہیں قرار دیا جاسکتا۔ مالاگدا اس موقع پر تو یہ ہوا کہ جَمَلَهُ دَنًا وَخَرَّ مُوسَىٰ مُسْتَعِظًا (تہل نے اس پہاڑ کو چکنا چھد کر دیا اور موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے) اور بنی اسرائیل پھلن کے بے عمل سوال کی وجہ سے بھلی گری۔ جیسا کہ ارشادِ الہی ہے۔ فَاخْذُ تَحَذُّرًا الصَّلَاقَةَ بِظُلْمٍ (ان کی شر پسندی کی وجہ سے بھلی نے انہیں جکڑ لیا) اگر خداوند عالم کی رویت ممکن ہوتی تو ایک ممکن الوقوع چیز سے ایمان کو وابستہ کرنا ایسا جرم نہ تھا کہ انہیں صاعقہ کے عذاب میں جکڑ لیا جائے اور ان کی خواہش کو ظلم سے تعبیر کیا جائے۔ آخر حضرت ابراہیمؑ نے بھی تو اپنے اطمینان کو مردوں کو زندہ کر کے وابستہ کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ صابِ اِیْمَانِیْ کَیْفَ تَحْذَرُ الْمَوْتَ (اے میرے پروردگار! مجھے دکھا کہ تو کیوں مردوں کو زندہ کرتا ہے) اس کے جواب میں قدرت نے فرمایا:۔ اَدُلُّوْا مَوْتَی (کیا تم ایمان نہیں لوئے) ابراہیمؑ نے عرض کیا بلی! وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ (ہاں ایمان تو لایا! لیکن چاہتا ہوں کہ دل مطمئن ہو جائے) اگر حضرت ابراہیمؑ اپنے اطمینان کو مردوں کے زندہ ہونے سے وابستہ کر سکتے ہیں تو ان لوگوں نے اگر اپنے ایمان کو رویت باری پر سعلق کیا تو جرم ہی کون سا کیا جس پر انہیں رزقِ برائدام کر دینے والی سزا دی جائے اور اگر یہ کہا جائے کہ سزا اس بنا پر نہ تھی کہ انہوں نے رویت باری کا مطالبہ کیا تھا، ان کی سابقہ ضد، ہٹ دھرمی اور کٹ جھتی کے پیش نظر تھی، مگر یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ مطالبہ تو یہی کر رہے جو کیا جاسکتا ہے اور ممکن الوقوع ہے اور اس ذریعہ سے اپنے ایمانی کی تکمیل پا رہی مگر ان کی کسی سابقہ ضد اور سرکشی کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں ایسی سزا دی

جائے جو انہیں نیست و نابود کر دے۔ عقل میں آنے والی بات نہیں ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ رویت کے سلسلہ میں ان کی ضد پر انہیں سزا دی گئی تھی تو اس میں ضد کی کیا بات تھی اگر انہوں نے موسیٰ کے قول کو مشاہدہ کے مطابق کر کے دیکھنا چاہا، اور اگر رویت مردوں کو زندہ کرنے کی طرح ممکن تھی تو اس میں مضائقہ ہی کیا تھا کہ ان کی خواہش کو پورا کر دیا جاتا۔ اور جس طرح ابراہیم کے ہاتھوں پر مردوں کو زندہ کر کے ان کی تلاش کو ہٹا دیا تھا، اسی طرح یہاں بھی رویت سے ان کے ایمان کی صورت پیدا کر دی ہوئی۔ اور اگر مصلحت اس کی مقتضی نہ تھی تو حضرت موسیٰ کے ذریعہ انہیں بھبا دیا جاتا کہ دنیا میں نہ ہی آخرت میں اسے دیکھ لینا۔ مگر ان کا مطالبہ پورا کرنے کے بجائے انہیں موردِ عتاب ٹھہرایا جاتا ہے اور ان کی خواہش کو ظلم و عدسکنی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آخر انہیں عذابِ حشر میں ہستی کو بدلنے والی جھیلوں میں جکڑ لیا جاتا ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ انہوں نے ایک ایسی خواہش کا اظہار کیا جس سے خدا کے دامنِ تزیہ پر دھنر آتا تھا۔ اور یہ ایک ایسی انتہائی چیز کا مطالبہ تھا جس پر انہیں سزا دینا ضروری سمجھا گیا تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو، اور بنی اسرائیل کے انجام کو دیکھ کر رویت باری کا تصور نہ کریں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے اپنی رویت کو پہاڑ پر معلق کرنے سے پہلے واضح الفاظ میں فرمایا کہ لَنْ تَرَانِی۔ (اے موسیٰ! تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔) نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ کیونکہ لَفْظ لَنْ نفیِ تابید کے لئے آتا ہے اور اس نفیِ تابید کو دوامِ عمری پر محمول کرنا غلط ہے۔ یہ دوامِ عمری وہاں پر تو صحیح ہو سکتا ہے جہاں متکلم و مخاطب دونوں قافی اور معرضِ زوال میں ہوں اور جہاں متکلم ابدی سرمدی اور دائمی ہو وہاں نفی کے محدود ہیں وہاں تک پھیلے ہوئے ہوں گے۔ جہاں تک اس ذاتِ سرمدی کا دامنِ بقا پھیلا ہوا ہے۔ اور چونکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہے اس لئے اس کی طرف سے جو نفیِ تابید وارد ہوگی وہ دنیا کی مدتِ بقا میں محدود نہیں کی جاسکتی اور جس آیت کی نفی کو دوامِ عمری کے معنی میں پیش کیا گیا ہے اس سے استشہاد اس بنا پر صحیح نہیں کہ وہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو قافی و محدود ہیں۔ لہذا اس مقام کی نفی کا اس مقام کی نفی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر آیت لَنْ یَمُوتُوا کا وہ موت کی ہرگز تمنا نہیں کریں گے میں بھی تابیدِ حقیقی کے معنی مراد لئے ہائیں تو لئے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ آخرت میں وہ موت کی تمنا کریں گے تو وہ حقیقتِ موت کی تمنا نہ ہوگی بلکہ اصل تمنا عذاب سے نجات ملنے کی ہوگی جسے طلبِ موت کے پڑے ہیں طلب کریں گے۔ اور یہ موت کی طلب نہ ہوگی بلکہ راحت و آسائش اور عذاب سے بچنے کی طلب ہوگی۔ اور جب کہ عذاب کے بجائے انہیں راحت و سکون نصیب ہو تو وہ یقیناً زندگی کے خواہاں ہوں گے۔ اور پھر جب اصل معنی تابیدِ حقیقی کے ہیں تو اس سے تابیدِ عمری مراد لینے کے لئے کسی قرینہ کی ضرورت ہے اور یہاں کوئی قرینہ و دلیل موجود نہیں ہے کہ حقیقی معنی سے عدول کرنا صحیح ہو سکے۔

تیسرے گروہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر کچھ صحابہ و تابعین کا قول یہ ہے کہ پیغمبر اکرم نے قبلۃ الاسلام میں اپنے رب کو دیکھا تو صحابہ و تابعین کی ایک جماعت اس کی بھی تو قائل ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ چنانچہ حضرت عائشہ اور صحابہ کی ایک بڑی جماعت کا بھی مسلک ہے۔ لہذا چند افراد کی ذاتی رائے کو کیسے سند سمجھا جاسکتا ہے جب کہ اس کے مقابلہ میں ایسے ہی افراد اس کے نفی کی نظر یہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ جناب عائشہ کا قول ہے۔

من حدثك ان محمدا راي ربه  
فقد كذب وهو يقول لا تدركها ابصارا  
وهو يدرك الابصار وهو اللطيف  
الخبير (معجم نهای حج ص ۱۶۱)

جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
اپنے رب کو دیکھا تو اس نے جھوٹ کہا۔ اور اللہ کا ارشاد تو یہ ہے  
کہ اُسے نگاہیں دیکھ نہیں سکتیں البتہ وہ نگاہوں کو دیکھ رہا  
ہے اور وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ و خبردار ہے۔

تیسری صفت یہ ہے کہ عقل انسانی اس کے اوصاف کی نقاب کشائی سے قاصر ہیں کیونکہ زبان انہی معانی و مقامات کی  
ترجمانی کر سکتی ہے جو عقل و فہم میں سما سکتے ہیں اور جن کے سمجھنے سے عقلیں عاجز ہوں وہ الفاظ کی صورت میں زبان سے ادا  
ہی نہیں ہو سکتے اور خدا کے اوصاف کا ادراک اس لئے ناممکن ہے کہ اس کی ذات کا ادراک ناممکن ہے اور جب تک اس  
کی ذات کا ادراک نہ ہو اس کے نفس الامری اوصاف کو بھی نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور ذات کا ادراک اس لئے نہیں ہو سکتا کہ انسانی  
ادراکات محدود ہونے کی وجہ سے غیر محدود ذات کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ لہذا اس سلسلہ میں جتنا بھی غور و خوض کیا جائے اس  
کی ذات اور اس کے نفس الامری اوصاف عقل و فہم کے ادراک سے بالاتر ہی رہیں گے۔

تحمید و ستائش کے بعد رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے سلسلہ میں  
آپ کی دعا۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
بَعْدَ هَذِهِ التَّحْمِيدِ فِي الصَّلَاةِ عَلَى رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي مَنَّ عَلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ  
نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دُونَ  
الْأَمْوَالِ الْبَاطِنَةِ وَالْقُرُونِ السَّالِفَةِ  
بِقُدْرَتِهِ الَّتِي لَا تُعْجِزُ عَنْ شَيْءٍ وَ  
إِنْ عَظُمَ وَلَا يَكُونُ لَهَا شَيْءٌ وَإِنْ  
لَطُفَ فَخَتَمَ بِهَا عَلَى جَمِيعٍ مَنْ ذَرَأَ  
وَجَعَلَنَا شُهَدَاءَ عَلَى مَنْ جَعَلَ وَ  
كُنَّا بِمَنْتِهِ عَلَى مَنْ قَالَ اللَّهُ فَصَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ أَمِينِكَ عَلَى وَحْيِكَ وَ  
تَحِيَّاتِكَ مِنْ خَلْقِكَ وَصَفِيَّتِكَ  
مِنْ عِبَادِكَ إِمَامِ الرَّحْمَةِ وَ  
قَائِدِ الْخَيْرِ وَمِفْتَاحِ الْبَرَكَاتِ

تمام تعریف اس شہنائی کے لئے ہے جس نے اپنے پیغمبر  
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے ہم پر وہ احسان  
فرمایا جو نہ گزشتہ امتوں پر کیا اور نہ پہلے لوگوں پر اپنی  
اس قدرت کی کار فرمائی سے جو کسی شے سے عاجز و در ماندہ  
نہیں ہوتی اگرچہ وہ کتنی ہی بڑی ہو اور کوئی چیز اس کے  
قبضہ سے لٹکنے نہیں پاتی اگرچہ وہ کتنی ہی لطیف و نازک  
ہو۔ اس نے اپنے مخلوقات میں ہمیں آخری اُمت  
قرار دیا، اور انکار کرنے والوں پر گواہ بنایا، اور اپنے  
لطف و کرم سے کم تعداد والوں کے مقابلہ میں ہمیں  
کثرت دی۔ اے اللہ! تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور  
اُن کی آلؑ پر جو تیری وحی کے امانت دار تمام مخلوقات  
میں تیرے برگزیدہ، تیسے بندوں میں پسندیدہ رحمت

كَمَا تَصَبَّيْكَ لَمْ يَكُنْ نَفْسُهُ وَغَرَضُ  
 فِيكَ لَمْ يَكُنْ بَدَنُهُ وَكَاشَفَتْ  
 فِي الدُّعَاءِ إِلَيْكَ حَامَتُهُ وَخَارِبَ  
 فِي رَحْمَتِكَ أَسْرَتُهُ وَقَطَعَ  
 فِي إِخْيَاكِ دِينِكَ لَحْمَهُ وَأَقْصَى  
 الْأَذْنَيْنِ عَلَى جُحُودِهِمْ وَ  
 قَرَّبَ الْأَقْصَيْنِ عَلَى اسْتِجَابَتِهِمْ  
 أَنْتَ وَوَالِي فِيكَ الْآتِعِدِينَ  
 وَعَادَى فِيكَ الْآقْرَبِينَ وَأَذَابَ  
 نَفْسِهِ فِي تَبْلِيغِ رِسَالَتِكَ  
 وَأَتْعَمَهَا بِالدُّعَاءِ إِلَى مَلِكِكَ  
 وَشَعَلَهَا بِالنَّصْرِ لِأَهْلِ دَعْوَتِكَ  
 وَهَاجَرِي إِلَى بِلَادِ الْغُرَبَاءِ وَ  
 مَعِيَ النَّاسُ مِنْ مَوْطِنِ رَحْلِهِ وَ  
 مَوْضِعِ رِجْلِهِ وَمَسْقُطِ رَأْسِهِ  
 وَمَأْنَسِ نَفْسِهِ إِمَّا ذَا مَشْرِئٍ  
 لِإِعْذَارِ دِينِكَ فَاسْتَنْصَارًا  
 عَلَى أَهْلِ الْكُفْرِ بِكَ حَتَّى  
 اسْتَتَبَ لَكَ مَا حَاوَلَ فِي أَعْدَائِكَ  
 فَاسْتَكْمَلَ لَكَ مَا كَبَّرَ فِي  
 أَوْلِيَاءِكَ فَتَهْدَى إِلَيْهِمْ  
 مَسْتَفْتِحًا بِعَوْنِكَ وَمُتَقَوِّيًا  
 عَلَى صَغْفِهِ بِتَصَرُّكِ فَغَزَاهُمُ  
 فِي عُقُودِيَّارِهِمْ وَهَجَمَ عَلَيْهِمْ  
 فِي بَحْبُوحِهِ كَرَارِهِمْ حَتَّى  
 ظَهَرَ أَمْرُكَ وَعَلَتْ كَلِمَتُكَ  
 وَكَوْكَرَ الْمُشْرِكُونَ أَلْفَهُمُ

کے پیٹوا، غیر وسعدت کے پیشرو اور برکت کا سرچشمہ  
 تھے جس طرح انہوں نے تیری شریعت کی خاطر اپنے کو  
 مضبوطی سے جمایا اور تیری راہ میں اپنے جسم کو ہر طرح  
 کے آزار کا نشانہ بنایا اور تیری طرف دعوت دینے کے  
 سلسلہ میں اپنے عزیزوں سے دشمنی کا مظاہرہ کیا،  
 اور تیری رضا مندی کے لئے اپنے قوم قبیلے سے جنگ  
 کی اور تیرے دین کو زندہ کرنے کے لئے سب رشتے ٹاٹے  
 قطع کر لئے۔ نزدیک کے رشتہ داروں کو انکار کی وجہ  
 سے دور کر دیا اور دور والوں کو اقرار کی وجہ سے  
 قریب کیا۔ اور تیری وجہ سے دور والوں سے دوستی اور  
 نزدیک والوں سے دشمنی رکھی اور تیرا پیغام پہنچانے کے  
 لئے تکلیفیں اٹھائیں اور دین کی طرف دعوت دینے کے سلسلہ  
 میں دھتیں برداشت کیں اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے  
 پند و نصیحت کرنے میں مصروف رکھا جنہوں نے تیری دعوت  
 کو قبول کیا، اور اپنے عمل سکونت و مقام رہائش اور  
 جائے ولادت و وطن مالوت سے پردیس کی سرزمین اور  
 دور دراز مقام کی طرف محض اس مقصد سے ہجرت کی کہ  
 تیرے دین کو مضبوط کریں اور تجھ سے کفر اختیار کرنے والوں  
 پر غلبہ پائیں یہاں تک کہ تیرے دشمنوں کے ہاتھ میں  
 جو انہوں نے چاہا تھا وہ مکمل ہو گیا اور تیرے دوستوں  
 کو جنگ و جہاد پر آمادہ کرنے کی تدبیریں کامل ہو گئیں  
 تو وہ تیری نصرت سے نفع و کامرانی چاہتے ہوئے اور اپنی  
 کمزوری کے باوجود تیری مدد کی پشت پناہی پر دشمنوں کے  
 مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے گھروں کے مدد  
 میں ان سے لڑے اور ان کی قیام گاہوں کے وسط میں  
 ان پر ٹوٹ پڑے۔ یہاں تک کہ تیرا دین غالب اور  
 تیرا کلمہ بلند ہو کر رہا۔ اگرچہ مشرک اُسے ناپسند کرتے

كَارْتَعَهُ بِمَا كَدَحَ فِيكَ رَأَى  
الَّذِي جَلَّ الْعُلْيَا مِنْ جَنَّتِكَ مَحْنَى  
لَا يَسَافِي فِي مَنْزِلَةٍ وَلَا يَكَا فَا فِي  
مَنْزِلَةٍ وَلَا يُعَا زِيَهُ لَدَيْكَ مَلَكٌ  
مُقَرَّبٌ وَلَا تَبِيُّ مُرْسَلٌ وَعَرَفَهُ  
فِي أَهْلِ الطَّاهِرِينَ وَأَمْتِهِ الْمُؤْمِنِينَ  
مِنْ حُسْنِ الشَّفَاعَةِ أَجَلٌ مَا  
وَعَدْتَهُ يَا نَافِذَ الْعِدَّةِ يَا وَافِي  
الْقَوْلِ يَا مُبْدِلَ السَّيِّئَاتِ بِأَضْعَافِهَا  
مِنَ الْعَسَنَاتِ إِنَّكَ ذُو الْفَضْلِ  
الْعَظِيمِ۔

ہے۔ اے اللہ! انہوں نے تیری خاطر جو کوششیں کی  
ہیں ان کے عوض انہیں جنت میں ایسا بلند و جبر عطا کر  
کہ کوئی مرتبہ میں اُن کے برابر نہ ہو سکے اور نہ منزلت میں  
اُن کا ہم پایہ قرار پاسکے، اور نہ کوئی مقرب بارگاہ فرشتہ  
اور نہ کوئی فرستادہ پیغمبر تیرے نزدیک اُن کا ہمسر ہو سکے  
اور اُن کے اہلبیت اطہار اور مومنین کی جماعت کے بارے  
میں جس قابل قبول شفاعت کا تولے اُن سے وعدہ فرمایا،  
اس وعدہ سے بڑھ کر انہیں عطا فرما اسے وعدہ کے نافذ  
کرنے والے قول کے پورا کرنے اور برائیوں کو کئی گنا زائد  
اچھائیوں سے بدلی دینے والے بے شک تو فضل عظیم کا  
مالک ہے۔

یہ دُعا کا دوسرا افتتاحیہ ہے جو پہلے افتتاحیہ کے لئے ایک کلمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے واؤ عطف کے ذریعہ اس کا  
سلسلہ پہلے افتتاحیہ سے جوڑ دیا گیا ہے۔ پہلا افتتاحیہ حمد و ثنائی الہی پر مشتمل تھا اور یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم پر درود و سلام کے سلسلہ میں ہے۔ حمد و ستائش اور درود و سلام ایک دوسرے سے مرتبط اور ایک قدرتی  
ترتیب کے زیر اثر ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ چنانچہ جب خداوند عالم کے اس احسان و انعام پر نظر جاتی ہے  
کہ اس نے نور انسان کی ہدایت کے لئے پیغمبروں اور دین کے رہنماؤں کا سلسلہ جاری کیا تاکہ وحی و تنزیل کے  
ذریعہ ہدایت کی تعلیم ہوتی ہے تو بے ساختہ زبان اس کی تحمید و ستائش کے استغاثی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے  
کہ جس نے ملای ترتیب کے سر و سامان کے ساتھ روحانی تربیت کے سامان کی بھی تکمیل کی۔ تو جب خدا کے انعامات  
اس کی حمد و ستائش کے محرک ہوتے ہیں تو جو عرفان الہی کا ذریعہ ہوں اور انسانی صلاحیتوں کو اس قابل بنائیں کہ ان میں  
ہدایت کے عناصر نشو و نما پاسکیں۔ تو تحمید الہی کے بعد احسان شناسی کا تعاضل یہ ہو گا کہ ان ہستیوں سے بھی درود  
وسلام کے ذریعہ اطہار عقیدت و ارادت کیا جائے۔ اور ان ذات مقدسہ میں سب سے اکمل و افضل ہستی رسول اکرم  
کی تھی جنہوں نے تہذیب نفس و ترقی روحانی کی راہیں بتائیں اور صداقت و رہبانیت کی تعلیم سے مردہ انسانیت کو نشاۃ ثانیہ  
عطا کیا۔ لہذا حمد کے بعد درود و سلام کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ دُعا کے ساتھ جس طرح حمد کو منضم کیا گیا ہے اسی  
طرح درود و صلوة کو بھی استجاب دُعا کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرے تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج پھر اپنی حاجت مانگو۔ کیونکہ خدا اس

اِذَا كَانَتْ لَكَ إِلَى اللَّهِ شَيْعَةٌ مَحَاجَةٌ  
فَا بَدَأْ بِسُئْلَةِ الصَّلَاةِ عَلَى رَسُولِهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ ذَا لِهٖ وَسَلَّم ثَوْبًا حَلَاكًا  
فَإِنَّ اللّٰهَ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يَسْتُلَّ حَاجَتَيْنِ  
فَيَقْضِي أَحَدَهُمَا وَيَمْنَعُ الْآخَرَىٰ -

سے بند تر ہے کہ اس سے دُعا جتنیں طلب کی جائیں اور ایک  
پوری کر دے اور ایک رک لے۔

اہم علیہ السلام نے درود سلام کے سلسلہ میں آنحضرت کی شخصیت پر اس طرح جچے تلے الفاظ میں روشنی ڈالی ہے  
کہ ان کی زندگی کے تمام گوشوں کی مکمل تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ چنانچہ ان کلمات سے آپ کی ہستی کے حسب  
ذیل اوصاف و کمالات واضح ہوتے ہیں۔ آپ رحمت الہی کے حامل، پاکیزہ نسب اور برگزیدہ خلق تھے۔ خداوند عالم نے آپ کو  
تمام انبیاء کے آخر میں بھیجا جس کے بعد سلسلہ نبوت ختم کر دیا۔ لہذا آپ آخری پیغمبر اور آپ کی اُمت آخری اُمت ہے  
اور اُن کے اہل بیت لوگوں کے اعمال کے نگران اور اُن کے گواہ ہیں۔ آپ رحمت و رافت کا مجسمہ اور خیر و برکت کا سرچشمہ  
تھے۔ ان کی دوستی و دشمنی کا سید مرتب ایمان و عمل صالح ہے اور اس سلسلہ میں اپنے اور بیگانے میں کوئی امتیاز و تفرقہ روا  
نہیں رکھا۔ انہوں نے تبلیغ احکام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جان کی بازی لگا دی۔ دین کی خاطر دیکھ سبے معصیتیں چھینیں  
گھر بار چھوڑا اور ہجرت اختیار کی اور اپنی صلاحیت نظم و نسق سے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی اور ان کی فلاح و نجات  
کا سامان کیا اور ہر طرح کے خطرات کا مقابلہ کرتے ہوئے دشمنوں سے صفت آراء ہوئے اور کسی موقع پر اپنی قوت و طاقت پر  
بھروسہ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ خدا کی نصرت و تائید کے خواہاں اور اس کی مدد کے طالب رہے اور آخر حسن نیت و حسن عمل کی  
بدولت انجام کار کی کامیابی انہیں نصیب ہوئی اور قبولیت شفاعت کے درجہ رفیع پر فائز ہوئے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي  
الصَّلَاةِ عَلَى حَكَمَةِ الْعَرْشِ كُلِّ مَلِكٍ مُّقَرَّبٍ

اللَّهُمَّ وَحَمَلَةُ عَرْشِكَ الَّذِينَ لَا  
يَقْدُرُونَ مِنْ كَسْبِهِمْ جَكَ وَلَا  
يَسْأَلُونَ مِنْ تَقْدِيرِكَ وَلَا  
يَسْتَخِيرُونَ مِنْ عِبَادَتِكَ وَلَا  
يُؤْثِرُونَ التَّفْصِيلَ عَلَى الْجِدِّ فِي  
أَمْرِكَ وَلَا يَغْفُلُونَ عَنِ الْوَلِيِّ إِلَيْكَ  
وَلَا سِرَافِيلُ صَاحِبِ الصُّورِ الشَّاهِصِ  
الَّذِي يَنْتَظِرُ مِنْكَ الْإِذْنَ وَحُلُولَ  
الْأَمْرِ قُبَيْلَهُ بِالنَّفْعَةِ صَرَعِي رَهَائِي

حاملان عرش اور دو کے مقرب فرشتوں پر  
درود و صلوة کے سلسلہ میں آپ کی دعا:-

اے اللہ! تیرے عرش کے اٹھانے والے فرشتے جو تیری  
تسبیح سے اگتاتے نہیں اور تیری پاکیزگی کے بیان سے  
تھکتے نہیں اور تیری عبادت سے خستہ و طول  
ہوتے ہیں اور تیرے تعمیل امر میں سعی و کوشش کے  
بجائے کوتاہی بہتتے ہیں اور نہ تجھ سے کوئی لگانے سے  
غافل ہوتے ہیں اور اسرافیل صاحب صور جو نظر اٹھائے  
ہوئے تیری اجازت اور تقاضا حکم کے منتظر ہیں تاکہ صور  
پھونک کر قبروں میں پڑے ہوئے مردوں کو ہوشیار کریں  
اور میرا ٹیل جو تیرے یہاں مرتبہ والے اور تیری اطاعت

الْقُبُورِ وَرَبِّكَائِيلُ ذُو الْجَايِ عِنْدَكَ وَالْمَلَأُ  
الْزَفِيرِ مِنْ طَاعَتِكَ وَجِبْرِيلُ الْأَمِينُ عَلَى  
وَحْيِكَ الْمَطَاعُ فِي أَهْلِ سَمَوَاتِكَ الْمَلَكِينَ  
لَدَيْكَ الْمُقَرَّبُ عِنْدَكَ وَالزُّوْمُ الَّذِي  
هُوَ عَلَى مَلِكَةِ الْحَبِيبِ وَالزُّوْمُ الَّذِي  
هُوَ مِنْ أَمْرِكَ فَصَلِّ عَلَيْهِمْ وَعَلَى  
الْمَلَائِكَةِ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِمْ مِنْ سَكَّانِ  
سَمَوَاتِكَ وَأَهْلِ الْأَمَانَةِ عَلَى رِسَالَتِكَ  
وَالَّذِينَ لَا تَدْخُلُهُمْ سَاعَةٌ مِنْ ذُؤُوبٍ  
وَلَا إَغْيَاءٍ مِنْ لُغُوبٍ وَلَا تُشْرِكُ وَلَا  
تُشْفَلُهُمْ عَنْ تَسْبِيحِكَ الْمَهْوَاتُ وَلَا  
يَقْطَعُهُمْ عَنْ كَعْظِيمِكَ سَهْوُ الْعَفْلَانِ  
الْخَشْمُ الْأَبْصَارِ فَلَا يَرُدُّوْنَ النَّظَرَ  
إِلَيْكَ الْوَاكِسُ الْأَذْقَانِ الَّذِينَ قَدْ  
طَلَتْ رَغْبَتُهُمْ فِيمَا لَدَيْكَ الْمُسْتَهْزِؤُونَ  
بِدِكْرِ آلِكَ وَالْمُتَوَاضِعُونَ دُونَ  
عَظَمَتِكَ وَجَلَالِ كِبَرِيَاثِكَ الَّذِينَ  
يَقُولُونَ إِذَا نَظَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ تَزْفِرُ  
عَلَى أَهْلِ مَغْصَبَتِكَ سُبْحَانَكَ مَا  
عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ فَصَلِّ عَلَيْهِمْ  
وَعَلَى الزُّوْحَانِيَّتَيْنِ مِنْ مَلَائِكَتِكَ  
وَأَهْلِ الزُّكُفَةِ عِنْدَكَ وَحَمَالِ  
الْغَيْبِ إِلَى رُسُلِكَ وَالْمُؤْتَمِنِينَ عَلَى  
وَحْيِكَ وَقَبَائِلِ الْمَلَائِكَةِ الَّذِينَ  
اخْتَصَصْتَهُمْ لِنَفْسِكَ وَأَعْلَيْتَهُمْ عَنِ  
الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ بِتَقْدِيرِكَ وَ  
أَسَكَنْتَهُمْ بُطُونِ أَطْبَاقِ سَمَوَاتِكَ

کی وجہ سے بلند منزلت ہیں اور جبریل جو تیری وحی کے  
امانتدار اور اہل آسمان جن کے مطیع و فرمان بردار ہیں اور  
تیری بارگاہ میں مقام بلند اور تقرب خاص رکھتے ہیں اور وہ  
روح جو فرشتگانِ مجاب پر موقوف ہے اور وہ روح جس کی خلقت  
تیرے عالم امر سے ہے ان سب پر اپنی رحمت نازل فرما کر اور اسی  
طرح ان فرشتوں پر جو ان سے کم درجہ اور آسمانوں میں ساکن  
اور تیرے پیغاموں کے امین ہیں اور ان فرشتوں پر رحمت میں  
کسی سعی و کوشش سے بدولی اور کسی مشقت سے خستگی و  
درماندگی پیدا نہیں ہوتی اور نہ تیری تسبیح سے نفسانی خواہشیں  
انہیں روکتی ہیں اور نہ ان میں غفلت کی رو سے ایسی بھول  
چوک پیدا ہوتی ہے جو انہیں تیری تعظیم سے باز نہ رکھے۔  
وہ آنکھیں جھکائے ہوئے ہیں کہ تیرے نورِ عظمت کی  
طرت نگاہ اٹھانے کا بھی ارادہ نہیں کرتے اور ٹھوڑوں  
کے بل گرے ہوئے ہیں اور تیرے یہاں کے درجات کی طر  
ان کا اشتیاق بے حد و بے نہایت ہے اور تیری نعمتوں کی  
یاد میں کھوئے ہوئے ہیں اور تیری عظمت و جلال کی بربائی  
کے سامنے سرائگندہ ہیں۔ اور ان فرشتوں پر جو بہنم کو  
گنہگاروں پر شعلہ در دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں:-  
پاک ہے تیری ذات! ہم نے تیری عبادت جیسا حق تھا  
وہیں نہیں کی۔ (اے اللہ!) تو ان پر اور فرشتگانِ رحمت پر  
اور ان پر جنہیں تیری بارگاہ میں تقرب حاصل ہے اور  
تیرے پیغمبروں کی طرف چھپی ہوئی خبریں بے جانے والے  
اور تیری وحی کے امانت دار ہیں اور ان قسم قسم کے فرشتوں  
پر جنہیں تو نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اور جنہیں  
تسبیح و تقدیس کے ذریعہ کھانے پینے سے بے نیاز کر  
دیا ہے اور جنہیں آسمانی طبقات کے اندرونی حصوں  
میں بسایا ہے اور ان فرشتوں پر جو آسمانوں کے کناروں میں

وَالَّذِينَ عَلَىٰ أَرْجَائِهِمْ إِذَا نَزَلَ الْأَمْرُ  
بِتَمَامٍ وَعْدِكَ وَخُذَانِ الْمَطِيرِ وَكَوَالِدِ  
السَّحَابِ وَالَّذِينَ يَصُوتُ زَجْرِهِ  
يَسْمَعُ رَجُلُ الرُّعُودِ وَإِذَا سَبَحَتْ بِهِ  
خَفِيفَةُ السَّحَابِ السَّمْعُ صَوَاعِقُ  
الْبَرْقِ وَمَشْيِي السَّحَابِ وَالْبَرْقُ  
الْقَابِطِينَ مَعَ قَطْرِ الْمَطِيرِ إِذَا نَزَلَ  
وَالْقَوَامِ عَلَى خُذَانِ الرِّيَّاحِ وَ  
الْمُؤَلِّينَ بِالْجِبَالِ فَلَا تَرُفُ وَالَّذِينَ  
عَدَّتْهُمْ مَثَاقِيلَ الْمِيَاهِ وَكَيْلَ مَا  
تَحْوِيهِ كَوَالِدِ الرَّمْطِ وَكَوَالِدِ  
رُسَيْدِكَ مِنَ الْمَلَايِكَةِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ  
يَسْكُرُونَ مَا يَنْزِلُ مِنَ الْبَلَاءِ وَخَبُوبِ  
الرَّغَاوِ وَالسَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَاءِ وَ  
الْحَفَظَةِ الْكِرَامِ الْكَارِبِينَ وَمَلَكِ  
الْمَوْتِ وَأَعْوَانِهِ وَمُسْكِرِ وَكَبِيرِ وَنُفَعَانَ  
كُتَّانِ الْقُبُورِ وَالْطَّالِبِينَ بِالْبَيْتِ  
الْمَعْمُورِ وَمَالِكِ وَالْخَزَنَةِ وَرُضْوَانَ  
وَسَدَنَةِ الْجَنَّةِ وَالَّذِينَ لَا يَعْصُونَ  
اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ  
وَالَّذِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا  
صَبَرْتُمْ فَنَجِّهِمْ عَذَابَ الدَّارِ وَالْآخِرَةِ  
الَّذِينَ إِذَا قِيلَ لَهُمْ خُذُوا فُكُوتَكُمْ  
أَجْعَلِ الْجَنَّةَ صَلَواتُكُمْ أَنْتَدِرُوهُ بِدَاعَا  
وَلَمْ يَنْظُرُوا وَمَنْ أَوْهَمْنَا ذِكْرًا وَ  
لَمْ نَعْلَمْ مَكَانَهُ مِنْكَ وَيَأْتِي أَمْرٌ  
وَكَلِمَةٌ وَسُكَّانِ الْهَوَاءِ وَالْأَرْضِ

توقف کریں گے جب کہ تیرا حکم وعدے کے پورا کرنے کے  
سلسلہ میں صادر ہوگا اور بارش کے غزینہ داروں اور  
بادلوں کے ہنکانے والوں پر اور اس پر جس کے بھر پور  
سے رعد کی کڑک سنائی دیتی ہے اور جب اس ڈانٹ فٹ  
پر گرجنے والے بادل رواں ہوتے ہیں تو بجلی کے کوندے ٹپنے  
گھٹتے ہیں۔ اور ان فرشتوں پر جو ہر طرف اور اولوں کے  
ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور جب بارش ہوتی ہے اس کے  
قطروں کے ساتھ اترتے ہیں اور ہوا کے ذخیروں کی دیکھ  
بھال کرتے ہیں اور ان فرشتوں پر جو پہاڑوں پر ٹوکل  
ہیں تاکہ وہ اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائیں اور ان فرشتوں  
پر جنہیں تو نے پانی کے وزن اور موسلا دھار اور تلاطم افزا  
بارشوں کی مقدار پر مطلع کیا ہے اور ان فرشتوں پر جو ناخوار  
ابتلاؤں اور خوش آئند آسائشوں کو لے کر اہل زمین کی جانب  
تیرے فرستادہ ہیں اور ان پر جو اعمال کا احاطہ کرنے والے  
گرامی منزلت اور نیکو کار ہیں اور ان پر جو گھبالی کرنیوالے  
کراما کا تبیین ہیں اور ملک الموت اور اس کے اعوان انصاف  
اور منکر نکیر اور اہل قبور کی آزمائش کرنے والے رومان  
پر اور بیت المعمور کا طواف کرنے والوں پر اور مالک اور جہنم  
کے دربانوں پر اور رضوان اور جنت کے دوسرے پاسالوں  
پر اور ان فرشتوں پر جو خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے  
اور جو حکم انہیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں اور ان  
فرشتوں پر جو آخرت میں سلام علیکم کے بعد کہیں گے کہ  
دنیا میں تم نے صبر کیا (یہ اسی کا بدلہ ہے) دیکھو تو آخرت  
کا گھر کیسا اچھا ہے اور روزخ کے ان پاسالوں پر کہ  
جب ان سے کہا جائے گا کہ اُسے گرفتار کر کے طوق و زنجیر  
پہنا دو پھر اُسے جہنم میں بھونک دو تو وہ اس کی  
طرف تیزی سے بڑھیں گے اور اُسے ذرا مہلت دیں گے

وَالْمَاءِ وَمَنْ مِنْهُمْ عَلَى الْخَلْقِ  
فَصَلِّ عَلَيْهِمْ يَوْمَ يَأْتِي كُلُّ  
نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ وَ  
صَلِّ عَلَيْهِمْ صَلَواتُكَ تَزِيدُهُمْ  
كَرَامَةً عَلَى كَرَامَتِهِمْ وَطَهَارَةً  
عَلَى طَهَارَتِهِمْ تَبَارَكَ اللَّهُ  
صَلَّيْتَ عَلَى مَلَائِكَتِكَ وَرُسُلِكَ  
وَبَلَّغْتَهُمْ صَلَواتِنَا عَلَيْهِمْ فَصَلِّ  
عَلَيْنَا بِمَا فَتَحْتَ لَنَا مِنْ حَسَنِ  
الْقَوْلِ فِيهِمْ لَا تَكُ جَوَادُ  
كَرِيمٌ.

اور ہر اس فرشتے پر جس کا نام ہم نے نہیں لیا اور نہ ہمیں معلوم  
ہے کہ اُس کا تیرے ہاں کیا مرتبہ ہے اور یہ کہ تو نے کس کام  
پر اسے معین کیا ہے اور ہوا، زمین اور پانی میں رہنے والے  
فرشتوں پر اور ان پر جو مخلوقات پر معین ہیں بن سب پر رحمت  
نازل کر اس دن کہ جب ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ  
ایک سنگ لٹے والا ہو گا اور ایک گواہی دینے والا اور ان سب پر  
ایسی رحمت نازل فرما جو ان کے لئے عزت، بلائے عزت اور طہارت  
بالائے طہارت کا باعث ہو۔ اسے اللہ واجب تو اپنے فرشتوں  
اور رسولوں پر رحمت نازل کرے اور ہمارے صلوة و سلام کو  
ان تک پہنچائے تو ہم پر بھی اپنی رحمت نازل کرنا اس لئے کہ  
تو نے ہمیں ان کے ذکر و تحریکی توفیق بخشی۔ بیشک تو بخشنے  
والا اور کریم ہے۔

اس دعا میں امام علیہ السلام نے فرشتوں اور ملائکہ اعلیٰ کے رہنے والوں پر درود و صلوة کے سلسلہ میں ان کے اوصاف و  
اقسام اور خدایہ و طبقات کا ذکر فرمایا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ملائکہ کے بارے میں وہی کچھ کہہ سکتا ہے جس کی نگاہیں  
عالم ملکوت کی منزلوں سے آشنا ہوں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے جس نے تفصیل سے روشنی ڈالی وہ حضرت علی  
ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور اس کے لئے آپ کے خطبات شامہ میں جن میں ملائکہ کے صود و اشکال صفات  
و خصوصیات اور اللہ سے ان کی دالہانہ محبت و شفقت اور ان کی عبادت و وارفتگی کی مکمل تصویر کشی کی ہے۔ جس کی  
نظیر انگوٹوں کے کلام میں ملتی ہے نہ پچھلوں کے اسلام سے قبل اگرچہ کچھ افراد ایسے موجود تھے جو حقائق و معارف  
سے وابستگی رکھتے تھے۔ جیسے عبداللہ بن سلام، امیہ ابن ابی الصلت، ورقہ ابن نوفل، طلحہ ابن ساعدہ، اکثم ابن صیفی  
وغیرہ۔ مگر اس سلسلہ میں وہ زبان و قلم کو حرکت نہ دے سکے۔ اور اگر کچھ کہتے بھی تو وہ طرز بیان اور کلام پر اقتدار  
انہیں کہاں نصیب تھا جو پروردگار فرشتوں و نبیوں کو مامول تھا۔ اور جو سرے ادبار و شعلے عرب تھے تو ان  
کا موضوع کلام عموماً گھوڑا، نیل گائے، اونٹ وغیرہ ہوتا تھا یا حرب و پیکار کے خونی ہنگاموں اور خودستائی و تفاخر  
کے تذکروں پر مشتمل ہوتا تھا یا اس میں باد و باران کے مناظر عشق و محبت کے واردات اور کھنڈروں اور ویرانوں کے نشانات  
کا ذکر تھا اور مادیات سے بلند تر چیزوں تک ان کے ذہنوں کی رسائی ہی نہ تھی کہ ان کے متعلق وہ کچھ کہہ سکتے۔  
اگرچہ وہ فرشتوں کے وجود کے قائل تھے مگر انہیں خدا کی چھیتی اور لاڈلی بیٹیاں تصور کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن  
مجید میں ان کے غلط عقیدہ کا تذکرہ اس طرح ہے:-

فاستفتحهم الرب الرب البينات ولهم  
البنون - ام خلقنا الملائكة انا اناء  
هم ضاعون -

اے رسول! ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے پروردگار کی بیٹیاں  
ہیں اور ان کے بیٹے ہیں۔ کیا ہم نے فرشتوں کو طبقہ اناء  
سے پیدا کیا تو وہ دیکھ رہے تھے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کے بعد حضرت علی بن الحسین علیہ السلام نے ملائکہ کے اصناف، ان کے درجات و مراتب  
کے تفاوت اور ان کے فرائض و وظائف پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

مذہب عالم میں فرشتوں کے متعلق مختلف نظریے پائے جاتے ہیں۔ کچھ تو انہیں نور کا مظہر قرار دیتے ہیں اور کچھ  
سعد ستاروں کو ملائکہ رحمت اور غم ستاروں کو ملائکہ عذاب تصور کرتے ہیں۔ اور کچھ کا خیال ہے کہ وہ عقول مجرد و نفوس  
فکیہ ہیں اور کچھ کا مضمون یہ ہے کہ وہ طبائع و قوئی ہیں یا دفع و جذب کی قوتیں ہیں۔ اور پھر جو انہیں کسی مستقل حیثیت سے  
منسے ہیں ان میں بھی اختلافات ہیں کہ آیا وہ روحانی معنی ہیں یا جسمانی معنی یا جسم و روح سے مرکب ہیں۔ اور اگر جسمانی  
ہیں تو جسم لطیف رکھتے ہیں یا جسم غیر لطیف۔ اور لطیف ہیں تو از قبیل نور ہیں یا از قبیل ہوا۔ یا ان میں سے بعض از  
قبیل نور ہیں اور بعض از قبیل ہوا۔ بہر حال ان کی حقیقت کچھ بھی ہو ہمیں یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ وہ اللہ کی ایک ذی  
عقل مخلوق ہیں جو گناہوں سے بری اور انبیاء و رسل کی جانب الہی احکام کے پہنچانے پر مامور ہیں۔ چنانچہ ان پر ایمان  
لانے کے سلسلہ میں قدرت کا ارشاد ہے:-

امن الرسول بما انزل الیہ من ربه  
والمؤمنون كل امن بالله  
وملائکته -

(ہمارے) پیغمبر جو کچھ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے نازل  
کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور مومنین بھی سب کے سب خدا  
پر اور اس کے فرشتوں پر ایمان لائے۔

حضرت نے اس دعا میں دس فرشتوں کو نام کے ساتھ یاد کیا ہے جو یہ ہیں: جبریل، میکائیل، اسرافیل، ملک الموت  
(عزرائیل)، روح القدس، منکر، نکیر، رومان، رضوان، مالک۔ ان میں پہلے چار فرشتے جن کے نام کا آخری جز ایل ہے  
جس کے معنی عبرانی یا سریانی زبان میں "اللہ" کے ہوتے ہیں، سب ملائکہ سے افضل و برتر ہیں۔ اور میکائیل کے متعلق یہ بھی  
کہا گیا ہے کہ یہ کیل سے مشتق ہے جس کے معنی ناپنے کے ہوتے ہیں اور یہ چونکہ پانی کی پیمائش پر معین ہیں، اس  
لئے انہیں میکائیل کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں ان کے نام کا آخری جز ایل بنی "اللہ" نہیں ہوگا۔ اور روح کے  
متعلق مختلف روایات ہیں۔ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک فرشتہ کا نام ہے جو تمام فرشتوں سے  
زیادہ قدر و منزلت کا مالک ہے اور بعض روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جبریل ہی کا دوسرا نام روح ہے اور بعض روایات  
میں یہ ہے کہ روح ایک نوع ہے جس کا کثیر التعداد ملائکہ پر مطلق ہوتا ہے اور منکر نکیر اور رومان قبر کے سوال و جواب  
تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ رومان، منکر و نکیر سے پہلے قبر میں آتا ہے اور ہر آدمی کو جانچتا ہے اور پھر منکر و نکیر کو اس کی چھان  
یا برائی سے آگاہ کرتا ہے اور رضوان جنت کے پاسبانوں کا راس و رئیس اور مالک جہنم کے دربانوں کا سرخیل ہے جن کی  
تعداد انیس ہے۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے: وعلیہا تسعة عشرون جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔ ان کے علاوہ

حسب ذیل اصناف ملائکہ کا تذکرہ فرمایا ہے:-

- (۱) **عالم ان عرش** :- یہ وہ فرشتے ہیں جو عرش الہی کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان کے متعلق ارشاد الہی ہے  
الذین يحملون العرش ومن حوله يسبحون بحمد ربهم۔ جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد گرد ہیں اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔
- (۲) **ملائکہ محجب** :- اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اس عالم انوار و تجلیات سے تعلق رکھتے ہیں جس کے گرد سداوق جلال و حجاب غلظت کے پہرے ہیں اور انسانی علم و ادراک سے بالاتر ہیں۔
- (۳) **ملائکہ سموات** :- اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو طبقات آسمانی میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے :- وانا المسمتا السماء فوجدناها ملئت حرساً شديداً۔ ہم نے آسمانوں کو ٹٹولا تو اسے قوی نگہبانوں سے بھرا ہوا پایا۔
- (۴) **ملائکہ روحانیین** :- اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو آسمان ہفتم میں حظیرۃ القدس کے اندر مقیم ہیں اور شہدائے زمین پر اترتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے :- وتنزل الملائكة والروح ذهاباً باذن ربهم من كل امر۔ اس رات فرشتے اور روح (القدس) ہر بات کا حکم لے کر اپنے پروردگار کی اجازت سے اترتے ہیں۔
- (۵) **ملائکہ مقررین** :- یہ وہ فرشتے ہیں جنہیں بارگاہ الہی میں خاص تقرب حاصل ہے اور انہیں کرونیین سے بھی یاد کیا جاتا ہے جو کرب بطنی قرب سے ماخوذ ہے۔ ان کے متعلق ارشاد قدرت ہے :- لن يستكف المصيح ان يكون عبداً لله ولا الملائكة المقربون۔ "مسیح اگر اس میں غار نہیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ اس کے مقرب فرشتوں کو۔"
- (۶) **ملائکہ رسل** :- یہ وہ فرشتے ہیں جو پیغامبری کا کام انجام دینے پر مامور ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے :- الحمد لله فاطر السموات والارض جاعل الملائكة رسلاً۔ سب تعریف اس اللہ کے لئے جو آسمان و زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو اپنا قاصد بنا کر بھیجنے والا ہے۔
- (۷) **ملائکہ تدبیرات** :- یہ وہ فرشتے ہیں جو عناصر بسیط و اجسام مرکب جیسے پانی، ہوا، برق، باد و باران، سردی اور جمادات و نباتات و حیوان پر مقرر ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فالله جودات امواً۔ "ان فرشتوں کی قسم جو اموء عالم کے انتظام میں لگے ہوئے ہیں" پھر ارشاد ہے والمزاجات زجواً۔ "جھرمک کر ڈانٹنے والوں کی قسم" ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو بادلوں پر مقرر ہیں۔
- (۸) **ملائکہ حفظہ** :- یہ وہ فرشتے ہیں جو افراد انسانی کی حفاظت پر مامور ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے :- له معقبات من بین یدیه ومن خلفه يحفظونه من امراض۔ اس کے لئے اس کے آگے اور پیچھے حفاظت کرنے والے فرشتے مقرر ہیں جو خدا کے حکم سے اس کی حفاظت و نگرانی کرتے ہیں۔
- (۹) **ملائکہ کا تبین** :- وہ فرشتے جو بندوں کے اعمال ضبط تحریر میں لاتے ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے :- واذ

يتلقى المتلقيان عن اليمين وعن الشمال قعيد وما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد۔ جب وہ کوئی کام کرتا ہے تو وہ دیکھنے والے جو اس کے دائیں بائیں ہیں لکھ لیتے ہیں اور وہ کوئی بات نہیں کہتا مگر ایک نگران اس کے پاس تیار رہتا ہے۔

(۱۰) ملائکہ موت :- وہ فرشتے جو موت کا پیغام لاتے اور روح کو قبض کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے :-  
النازعات غرقا والناشطات نشطا۔ ان فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر انتہائی شدت سے کافروں کی روح کھینچ لیتے ہیں، اور ان کی قسم جو بڑی آسانی سے مومنوں کی روح قبض کرتے ہیں۔

(۱۱) ملائکہ طلقاء :- وہ فرشتے جو عرش اور عرش کے نیچے بیت المعمود کا طواف کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے :- وترى الملكة حافين حول العرش۔ تم عرش کے گرد اگر دو فرشتوں کو گھیراؤ گے دیکھو گے۔

(۱۲) ملائکہ حشر :- وہ فرشتے جو میدان حشر میں انسانوں کو لائیں گے اور ان کے اعمال و افعال کی گواہی دیں گے۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے :- وجاءت كل نفس معها سائق وشهيد۔ اور ہر شخص ہمارے پاس آئے گا۔ اور اس کے ساتھ ایک فرشتہ ہنگامے والا اور ایک اعمال کی شہادت دینے والا ہوگا۔

(۱۳) ملائکہ جہنم :- وہ فرشتے جو دوزخ کی پاسبانی پر مقرر ہیں۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے :- عليها ملئكة غلاظ شداد۔ جہنم پر وہ فرشتے مقرر ہیں جو تند غم اور تیز مزاج ہیں۔

(۱۴) ملائکہ بہشت :- وہ فرشتے جو جنت کے دروازوں پر مقرر ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے :- حتی اذا جاءوها ففتحت ابوابها وقال لهم خزنتها سلام عليكم طيبتم فادخلوها خالدين۔ یہاں تک کہ جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس کے نگہبان ان سے کہیں گے سلام علیکم تم خیر و خوبی سے رہے لہذا بہشت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔

یہ وہ اصناف ملائکہ ہیں جن کا اس دعا میں تذکرہ ہے اور ان کے علاوہ اور کتنے اقسام و اصناف ہیں تو ان کا احاطہ اللہ کے سوا کون کر سکتا ہے۔ وما یعلم جنود ربك الا هو۔ تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

انبیاء و تابعین اور ان پر ایمان لانے والوں کے حق میں حضرت کی دعاء

اے اللہ! تو اہل زمین میں سے رسولوں کی پیروی کرنے والوں اور ان مومنین کو اپنی مغفرت اور خوشنودی کے ساتھ یاد فرما جو غیب کی روش سے ان پر ایمان لائے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الصَّلَاةِ  
عَلَى إِبْرَاهِيمَ الرُّسُلِ وَمُصَدِّقِيهِمْ  
اللَّهُمَّ وَاتَّبَاعِ الرُّسُلِ وَمُصَدِّقِيهِمْ  
مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ بِالْغَيْبِ عِنْدَ  
مُعَازِظَةِ الْمُعَايِدِينَ لَهُمْ

بِالتَّكْدِيبِ وَالْإِشْتِيَاقِ إِلَى الْمُرْسَلِينَ  
بِحَقَائِقِ الْإِيمَانِ فِي كُلِّ ذَهْرٍ وَ  
زَمَانٍ أُرْسِلَتْ فِيهِ رَسُولًا قَامَتْ  
لِأَهْلِهِ دَلِيلًا مِنْ لَدُنْ آدَمَ إِلَى  
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
مِنْ أَيْتَةِ الْهُدَى وَقَادَةَ أَهْلِ الشَّقَى  
عَلَى جَمِيعِهِمُ السَّلَامُ فَإِذَا ذَكَرَهُمْ  
مِنْكَ بِمَغْفِرَةٍ وَرِضْوَانِ اللَّهِ  
وَأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ خَاصَّةً وَالَّذِينَ آمَنُوا الصَّالِبَةَ  
وَالَّذِينَ أَتَوْا الْبَلَاءَ الْحَسَنَ فِي نَصْرِهِ  
وَكُلْفُوهُ وَأُسْرِعُوا إِلَى وَفَادَتِهِ  
وَسَانَقُوا إِلَى دَعْوَتِهِ وَاسْتَجَابُوا لَهُ  
حَيْثُ أَسْتَعْلَمَهُمْ حُجَّةَ رِسَالَتِهِ وَ  
فَارَقُوا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ فِي  
إِظْهَارِ كَلِمَتِهِ وَقَاتَلُوا الْأَبَاءَ وَ  
الْأَبْنَاءَ فِي تَلْبِيسِ نَبْوَتِهِ وَانْتَصَرُوا  
بِهِ وَمَنْ كَانُوا مُنْطَوِينَ عَلَى مَحَبَّتِهِ  
يَرْجُونَ تَجَارَةً لَنْ تَبُورَ فِي  
مَوَدَّتِهِ وَالَّذِينَ هَجَرْتَهُمُ الْعَشَائِرُ  
إِذْ تَعَلَّقُوا بِعُدْوَتِهِ وَانْتَفَتْ مِنْهُمْ  
الْقَرَابَاتُ إِذْ سَكَنُوا فِي ظِلِّ  
كَرَامَتِهِ فَلَا تَنْسَ لَهُمُ اللَّهُمَّ  
مَا كَرَّكَوْا لَكَ وَفِيكَ وَأَنْزَلْتَهُمْ  
مِنْ رِضْوَانِكَ وَبِمَا حَاشَا الْخَلْقَ  
عَلَيْكَ وَكَانُوا مَعَ رَسُولِكَ  
دُعَاةً لَكَ إِلَيْكَ وَاشْكُرْهُمْ

اس وقت کہ جب دشمن اُن کے جھٹلانے کے درپے تھے  
اور اس وقت کہ جب وہ ایمان کی حقیقتوں کی روشنی میں  
ان کے (ظہور کے) مشتاق تھے۔ ہر اُس دور اور ہر  
اس زمانہ میں جس میں تو نے کوئی رسول بھیجا اور اس وقت  
کے لوگوں کے لئے کوئی رہنما مقرر کیا۔ حضرت آدمؑ کے  
دنت سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد  
تک جو ہدایت کے پیٹھا اور صاحبانِ تقویٰ کے سربراہ تھے  
دان سب پر سلام ہو) بارِ الہا! خصوصیت سے  
اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے وہ افراد جنہوں  
نے پوری طرح پیغمبرؐ کا ساتھ دیا اور اُن کی نصرت میں  
پوری شہادت کا مظاہرہ کیا اور ان کی مدد پر کمر بستہ رہے  
اور اُن پر ایمان لانے میں جلدی اور ان کی دعوت کی  
طرف سبقت کی۔ اور جب پیغمبرؐ نے اپنی رسالت کی  
دلیلیں ان کے گوشِ گزار کیں تو انہوں نے لبیک کہا  
اور ان کا بول بالا کرنے کے لئے بیوی بچوں کو چھوڑ  
دیا اور امرِ نبوت کے استحکام کے لئے باپ اور بیٹوں تک  
سے جنگیں کیں اور نبی اکرمؐ کے وجود کی برکت سے کامیابی  
حاصل کی اس حالت میں کہ اُن کی محبت دل کے ہر رگ و  
ریشہ میں لئے ہوئے تھے اور ان کی محبت و دوستی  
میں ایسی نفع بخش تجارت کے موقع تھے جس میں  
کبھی نقصان نہ ہو۔ اور جب اُن کے دین کے بندھن سے  
وابستہ ہوئے تو ان کے قوم قبیلے نے انہیں چھوڑ دیا۔  
اور جب اُن کے سایہٴ قرب میں منزل کی توپاٹے بیگانے  
ہو گئے۔ تو اے میرے معبود! انہوں نے تیری خاطر اور  
تیری راہ میں جو سب کو چھوڑ دیا تو (جزا کے موقع پر) انہیں  
فراموش نہ کیجو اور ان کی اس فداکاری اور خلقِ خدا کو تیرے  
دین پر جمع کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

عَلَىٰ هَاجِرِهِمْ فَيُكَدِّبُهُمْ  
 قَوْمُهُمْ وَخَدُّوْهُمْ مِنْ سَعَةِ  
 اِسْمَاعِيْلَ اِلَىٰ صُنَيْفِهِ وَمَنْ كَثُرَتْ  
 فِيْ اِغْزَايْرِ دِيْنِكَ مِنْ مَّظْلُوْمِهِمْ  
 اَللّٰهُمَّ وَاصِلِ اِلَى الثَّابِعِيْنَ  
 لَهُمْ بِاِحْسَانِ الدِّيْنِ يَقُوْلُوْنَ  
 رَبَّنَا اَعْفُفْ كُنَا وَلَا تُخَوِّدْنَا  
 اَلدِّيْنَ سَبِّقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ خَيْرَ  
 حُدَايِكَ اَلدِّيْنِ فَصَدُّوا  
 سَمْتَهُمْ وَتَحَرَّوْا وَجْهَهُمْ  
 وَمَضَوْا عَلَى شَاكِلَتِهِمْ لَمْ  
 يَنْتَبِهْ رَئِبٌ فِيْ بَصِيْرَتِهِمْ  
 وَلَمْ يَخْتَلِجْهُمْ شَكٌّ فِيْ قَلْبِ  
 اَثَارِهِمْ وَالْاِيْمَانِ بِهَذَا اِيْتِ  
 مَنَارِهِمْ مُكَانِفِيْنَ وَمَوَازِيْرِيْنَ  
 لَهُمْ يَدِيْنُوْنَ بِدِيْنِهِمْ وَيَهْتَدُوْنَ  
 بِهَدْيِهِمْ يَتَفَقُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَلَا  
 يَتَهَمُّوْنَهُمْ فَيَمَّا اَدَّوْا اِلَيْهِمْ  
 اَللّٰهُمَّ وَصِلِ عَلَى الثَّابِعِيْنَ مِنْ  
 يَوْمِنَا هَذَا اِلَى يَوْمِ الدِّيْنِ وَ  
 عَلَى اَزْوَاجِهِمْ وَ عَلَى ذُرِّيَّاتِهِمْ  
 وَ عَلَى مَنْ اطَاعَكَ مِنْهُمْ صَلَوةً  
 تَعْصِمُهُمْ بِهَا مِنْ مَعْصِيَّتِكَ  
 وَ تَقْسَحُ لَهُمْ فِيْ رِيَاضِ جَنَّتِكَ  
 وَ تَمْنَعُهُمْ بِهَا مِنْ كَيْدِ الشَّيْطَانِ  
 وَ تُعِيْنُهُمْ بِهَا عَلَى مَا اسْتَعَاوُوكَ  
 عَلَيْهِ مِنْ بَرٍّ وَكَفِيْنُهُمْ طَوَارِقَ

داعی حق بن کر کھڑا ہونے کے صلہ میں انہیں اپنی خوشنودی  
 سے سرفراز و شاد کام فرما اور انہیں اس امر پر بھی جزائے  
 کہ انہوں نے تیری خاطر اپنے قوم قبیلے کے شہرہاں سے  
 ہجرت کی اور وسعت معاش سے تنگی معاش میں جا پڑے  
 اور یو بھی ان مظلوموں کی خوشنودی کا سامان کر کہ جن  
 کی تعداد کو تو نے اپنے دین کو غلبہ دینے کے لئے بڑھایا  
 بار الہا! جنہوں نے اصحاب رسول کی احسن طریق سے  
 پیروی کی انہیں بہترین جزائے خیر دے جو ہمیشہ یہ دعا  
 کرتے رہے کہ ”اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اور ہمارے  
 اُن بھائیوں کو بخش دے جو ایمان لانے میں ہم سے  
 سبقت لے گئے۔“ اور جن کا سطح نظر اصحاب کا  
 طریق رہا اور انہی کا طور طریقہ اختیار کیا اور انہی کی روش  
 پر گامزن ہوئے۔ ان کی ہسیرت میں کبھی شبہ کا گز نہیں  
 ہوا کہ انہیں (راہ حق سے) منحرف کرتا اور ان کے نقش قدم  
 پر گام فرمائی اور ان کے روشن طرز عمل کی اقتدار میں  
 انہیں شک و تردید نے پریشان نہیں کیا وہ اصحاب نبی کے  
 مساوی و دستگیر اور دین میں اُن کے پیرو کار اور سیرت و  
 اخلاق میں اُن سے درس آموز رہے اور ہمیشہ اُن کے  
 ہمنوا رہے اور اُن کے پہنچائے ہوئے احکام میں اُن پر  
 کوئی الزام نہ دھرا۔ بار الہا! ان تابعین اور ان کی ازواج  
 اور آل و اولاد اور اُن میں سے جو تیرے فرماں بردار و مطیع  
 ہیں اُن پر آج سے لے کر روز قیامت تک درود و رحمت  
 بھیج۔ ایسی رحمت جس کے ذریعہ تو انہیں معصیت سے  
 بچائے و جنت کے گلزاروں میں فراخی و وسعت دے۔  
 شیطان کے کمر سے محفوظ رکھے اور جس کا و خیر میں تجھ  
 سے مدد چاہیں ان کی مدد کرے اور شب روز کے حوادث  
 سے سوائے کسی زبرد خیر کے ان کی نگہداشت کرے اور

الَّذِينَ وَاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِلَّا ظَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ  
وَمَنْعَكُمْ مَهْرَ بَهَا عَلَىٰ اعْتِقَادٍ مُحْسِنٍ التَّجَارَةِ  
لَكَ وَالطَّمَحِ فِيمَا عِنْدَكَ وَتَرْكِ  
الْهُمَمِ فِيمَا تَخَوَّنِيهِ أَيْدِي الْعِبَادِ  
لِيَتَرَدَّ هُمْ إِلَى الرَّعْبَةِ إِلَيْكَ وَالرَّهْبَةِ  
مِنْكَ وَتَحْزَنَ هُمْ فِي سَعَةِ الْعَاجِلِ  
وَتَحْتَبِ إِلَيْهِ الْعَمَلُ لِأَجْلِ قِي  
الِاسْتِعْدَادِ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَتُكْفُونَ  
عَلَيْهِمْ كُلَّ كَرْبٍ يَحِلُّ بِهِمْ يَوْمَ تَخْرُجُ  
الْأَنْفُسُ مِنْ أَجْدَانِهَا وَتُعَاقِبُهُمْ بِمَا تَقَعُ  
بِهَا الْفِتْنَةُ مِنْ تَحَدُّ ذُرَائِهَا وَكَلْبَةِ الشَّارِ  
وَطَوْلِ الْخُلُودِ فِيهَا وَتَصْدِيرُهُمْ إِلَى  
أَمْنٍ مِنْ مَقْبِلِ الْمُتَّقِينَ -

اس بات پر انہیں آمادہ کرے کہ وہ تجھ سے حسنِ امید کا  
عقیدہ وابستہ رکھیں اور تیرے ہاں کی نعمتوں کی خواہش  
کریں اور بندوں کے ہاتھوں میں فراخیِ نعمت کو دیکھ کر  
تجھ پر (بے انتصافی کا) الزام نہ دھریں تاکہ تو اُن کا رخ  
اپنے امید و بیم کی طرف پھیر دے اور دنیا کی وسوسہ و  
فراخی سے بے تعلق کر دے اور عملِ آخرت اور موت کے  
بعد کی منزل کا سا زورِ گم ہٹیا کرنا اُن کی نگاہوں میں  
عکس آئند بنادے۔ اور مدحوں کے جموں سے جدا  
ہونے کے دن ہر کرب و امداد جو اُن پر وارد ہو اُن  
کر دے اور فتنہ و آزمائش سے پیدا ہونے والے  
خطرات اور جہنم کی شدت اور اس میں ہمیشہ پڑے رہنے  
سے نجات دے اور انہیں جائے امن کی طرف جو پرہیزگاروں  
کی آسائش گاہ ہے منتقل کر دے۔

حضرت نے اس دعا میں صحابہ و تابعین و اہل ایمان کے لئے کلماتِ ترحم ارشاد فرمائے ہیں اور حسبِ ارشاد  
الہی کہ اہل ایمان کو دے ہوئے عہد کے مومنین کے لئے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مَا تَنَاوَلْنَا وَلَا خَوَّانَا الَّذِينَ سَبَقُونَا  
بِالْإِيمَانِ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے گئے  
ان کے لئے دعائے مغفرت فرماتے ہیں۔ امام علیہ السلام کے طرزِ عمل اور اس آیتِ قرآنی سے ہمیں یہ درس حاصل  
ہوتا ہے کہ جو مومنین رحمتِ الہی کے جوہر میں پہنچ چکے ہیں اُن کے لئے ہماری زبان سے کلماتِ ترحم نکلیں اور ان کی  
سبقتِ ایمانی کے پیش نظر ان کے لئے دعائے مغفرت کریں اور یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان میں سبقت  
حاصل کرنا بھی فضیلت کا ایک بڑا اور جہ ہے تو اس لحاظ سے سبقت لے جانے والوں میں سب سے زیادہ فضیلت کا  
حامل وہ ہو گا جو ان سب سے سابق ہو اور یہ مسئلہ امر ہے کہ سب سے پہلے ایمان میں سبقت کرنے والے امیر المومنین  
علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ چنانچہ ابن عبد البر کی نے تحریر کیا ہے۔  
أَوَّلُ مَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالْوَطَنُ عَلَى ابْنِ أَبِي طَالِبٍ (استیعاب ج ۱، ص ۱۷۷)  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو سب سے پہلے اللہ  
پر ایمان لایا وہ علی ابن ابی طالب تھے۔

اسی بنا پر عبد اللہ ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ۔

فَرَضَ اللَّهُ تَعَالَى الْإِسْتِغْفَارَ لِعَلِيٍّ فِي الْقَدَرِ

خداوندِ عالم نے اپنے ارشاد اے ہمارے پروردگار! تو

عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ بِقَوْلِهِ تَعَالَى رَبَّنَا  
اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا  
بِالْإِيمَانِ فَكُلٌّ مِنْ أَصْلَابِهِ عَلَى  
فَهْلِهِ يَسْتَغْفِرُ لَعَلَّ

(شرح ابن ابی الحدید: ج ۲، ص ۲۵۱)

ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے سابق  
تھے بخش دے۔ کی رو سے ہر مسلمان پر اپنے کلام میں یہ فریقہ عائد  
کر دیا ہے کہ وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کے لئے دعائے مغفرت رحمت  
کرتا ہے۔ لہذا ہر وہ شخص جو علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بعد ایمان  
لائے وہ آپ کے حق میں دعائے مغفرت کرے۔

ہر حال جن صحابہ اور سابقین بالایمان کا اس دعا میں تذکرہ ہے یہ وہ اصحاب تھے جنہوں نے ہر مرحلہ پر فداکاری کے جوہر  
دکھائے، باطل کی طاغوتی قوتوں کے سامنے سینہ سپر رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے سانچے میں اپنی  
زندگیوں کو ڈھال کے دوسروں کے لئے منار ہدایت قائم کر گئے اور جاوہ حق کی نشاندہی اور اسلام کی صحیح تعلیمات کی طرف  
رہنمائی کرتے رہے، دین کی خاطر ہر قربانی پر آمادہ نظر آئے۔ قوم قبیلے کو چھوڑا، بیوی بچوں سے منہ موڑا، گھر سے بے گھر  
ہوئے جنگ کی شعلہ فشا نیوں میں تلواریں کے وار ہے اور صبر و استقلال کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں جم کر لڑے، جس سے اسلام  
ان کا رہن منت اور اہل اسلام ان کے زیر احسان ہیں۔ کیا سلمان، ابوذر، مقداد، عمار ابن یاسر، عبابہ ابن ارت، بلال  
ابن رباح، قیس ابن سعد، جاریہ ابن قدامہ، حجر ابن عدی، حذیفہ ابن الیمان، حنظلہ ابن نعمان، خزیمہ ابن ثابت،  
احنف ابن قیس، عمرو ابن الحمق، عثمان بن حنیف، ایسے جلیل القدر صحابہ کو اہل اسلام فراموش کر سکتے ہیں، جن کی  
ہاں فروشا د خدمات کے تذکروں سے تاریخ کا دامن پھلک رہا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ یہ دعا مہد نبویؐ کے تمام مسلمانوں کو شامل نہیں ہے کیونکہ ان میں ایسے بھی تھے جو نبی قرآنی فاسق  
تھے جیسے ولید ابن عقبہ، ایسے بھی تھے جنہیں پیغمبرؐ نے فتنہ پروری و شرا گیزی کی وجہ سے شہر بدر کر دیا تھا جیسے حکم ابن عامر  
اور اس کا بیٹا مروان، ایسے بھی تھے جنہوں نے محض حصول اقتدار و طلب وجاہ کے لئے اہل بیت رسولؐ سے جنگیں کیں۔  
جیسے معاویہ، عمرو ابن عامر، بسر ابن ابی ارطاة، حبیب ابن مسلمہ، عمرو ابن سعد وغیرہ۔ ایسے بھی تھے جو پیغمبرؐ کو مسجد  
میں تنہا چھوڑ کر آگ بولجاتے تھے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے :-

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا  
انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ  
قَائِمًا

یہ وہ ہیں کہ جب کوئی تجارت یا بہو دگی کی بات دیکھتے  
ہیں تو اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں اور تم کو کھڑا ہوا  
چھوڑ بھاتے ہیں۔

اور ایسے بھی تھے جن کے دماغوں میں باہلیت کی بوبسی ہوئی تھی اور پیغمبر اکرمؐ کی رملت کے بعد اپنی سابقہ سیرت کی  
طرف پلٹ گئے۔ چنانچہ محمد ابن اسماعیل بخاری یہ حدیث تحریر کرتے ہیں :-

قَالَ يَرِدُ عَلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ رَهْطٌ  
مِنْ أَصْحَابِي فَيَحْلِقُونَ عَنِ الْحَوْضِ  
فَأَقُولُ يَا رَبِّ أَصْحَابِي فَيَقُولُ لَا أَعْلَمُ

فرمایا کہ قیامت کے دن میرے اصحاب کی ایک جماعت میرے  
پاس آئے گی۔ جسے حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا۔ میں اس موقع  
پر کہوں گا کہ اے میرے پروردگار! یہ تو میرے ہیں ارشاد

لک بھا احد ثواب بعدک انھم  
ارتدا و اعلى اعقابہم القہقری۔  
(صحیح بخاری باب الحوض)

ہو گا کہ تمہیں خبر نہیں ہے کہ انہوں نے تمہارے بعد  
دین میں کیا کیا بدعتیں پیدا کیں۔ یہ تو اُسٹے پاؤں اپنے  
سابقہ ذہب کی طرف پلٹ گئے تھے۔

ان حالات میں ان سب کے متعلق یکساں حسن عقیدت رکھنا اور ان سب کو ایک سامادل قرار دے لینا ایک تعلیمی  
عقیدت کا نتیجہ تو ہو سکتا ہے مگر واقعات و حقائق کی روشنی میں پرکھنے کے بعد اس عقیدہ پر برقرار رہنا بہت مشکل ہے۔ آخر ایک  
ہوشمند انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو گا کہ پیغمبر کے ولایت فرماتے ہی یہ ایک دم انقلاب کیسے رونما ہو گیا کہ اُن کی زندگی میں تو  
اُن کے مراتب و درجات میں امتیاد ہو اور اب سب کے سب ایک سطح پر آکر عادل قرار پائیں۔ اور انہیں ہر طرح کے نقد و جرح  
سے بالاتر رکھتے ہوئے اپنی عقیدت کا مرکز بنا لیا جائے۔ آخر کیوں؟ بیشک بیعت رضوان کے موقع پر اللہ تعالیٰ اسے اُن کے  
متعلق اپنی خوشنودی کا اظہار کیا چنانچہ ارشاد الہی ہے: ۱۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ میا یعونک تحت  
المشجرة۔ جس وقت ایمان لانے والے تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا ان کی اس بات سے ضرور خوش  
ہوا۔ تو اس ایک بات سے خوشنود ہونے کے معنی یہ نہیں ہوں گے کہ بس اب ان کا ہر عمل اور ہر اقدام رضامندی ہی  
کا ترجمان ہو گا اور اب وہ جو چاہیں کریں یہ خوشنودی اُن کے شریکِ حال ہی رہے گی۔ اور پھر یہ کہ خداوندِ عالم نے اس  
آیت میں اپنی رضامندی کو صرف بیعت سے وابستہ نہیں کیا بلکہ بیعت اور ایمان دونوں کے مجموعے سے وابستہ کیا ہے۔  
لہذا یہ رضامندی صرف اُن سے متعلق ہوگی جو دل سے ایمان لائے ہوں۔ اور اگر کوئی منافقت کے ساتھ اظہارِ اسلام کیلئے  
بیعت کرے تو اس سے رضامندی کا تعلق ثابت نہیں ہو گا۔ اور پھر جہاں یہ رضامندی ثابت ہو وہاں یہ کہاں ضروری ہے  
کہ وہ باقی و برقرار رہے گی۔ کیونکہ یہ خوشنودی تو اس معاہدہ پر مبنی تھی کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں پیغمبر اکرم کا ساتھ  
نہیں چھوڑیں گے اور جہاد کے موقع پر جہم کر حریف کا مقابلہ کریں گے۔ تو اگر وہ اس معاہدہ کے تقاضوں کو نظر انداز  
کر کے میدان سے منہ موڑ لیں اور بیعت کے ماتحت کئے ہوئے قولِ قرار کو پورا نہ کریں تو یہ خوشنودی کہاں باقی رہ  
سکتی ہے۔ اور واقعات یہ بتاتے ہیں کہ ان میں سے ایسے افراد بھی تھے جنہوں نے اس معاہدہ کو درخدا متنا نہیں سمجھا اور  
حمایتِ پیغمبر کے فریضہ کو نظر انداز کر دیا۔ چنانچہ جنگِ حنین اس کی شاہد ہے کہ جو اسلام کی آخری جنگ تھی۔ اگرچہ  
اس کے بعد غزوہٴ طائف و غزوہٴ تبوک پیش آیا۔ مگر ان غزویں میں جنگ کی قربت نہیں آئی۔ اس آخری معرکہ میں  
مسلمانوں کی تعداد چار ہزار سے زیادہ تھی جو دشمن کی فوج سے کہیں زیادہ تھی۔ مگر اتنی بڑی فوج میں سے صوتِ ملت آدمی  
نکلے جو میدان میں جھے رہے اور باقی دشمن کے مقابلہ میں چھوڑ کر چلے گئے۔ چنانچہ قرآن مجید ہے: ۲۔ وضاعت علیکم الارض  
بما رحمت لہم ولیتو مدبرین۔ زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھرا کر چل دیئے۔ یہ کوئی  
اور نہ تھے بلکہ وہی لوگ تھے جو بیعت رضوان میں شریک تھے۔ چنانچہ پیغمبر نے اس معاہدہ کا ذکر کرتے ہوئے عباسؓ  
سے فرمایا:۔

ان درخت کے نیچے بیعت کرنے والے مباحروں

اصغر بالمہاجرین الذین ہایعوا

کو پکارو اور ان پناہ دینے والے اور مدد کرنے والے  
انصار کو لکارو۔

تحت الشجرة وبانصار الذين اؤوا  
ونصروا۔ (خصائص ص ۱۷۱ ج ۲)

کیا اس موقع پر یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ اللہ کی خوشنودی ان کے شامل حال رہی ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ  
خوشنودی تو صرف معاہدہ سے وابستہ تھی اور جب اس معاہدہ کی پابندی نہ کی جاسکی تو خوشنودی کے کیا معنی۔ اور بیعت  
رضوان میں شامل ہونے والے بھی یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کی خوشنودی بشرط استواری ہی باقی رہ سکتی تھی۔ چنانچہ محمد  
ابن اسماعیل بخاری تحریر کرتے ہیں:-

ہلال ابن سیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے  
کہا کہ میں نے براء ابن مازب سے ملاقات کی اور ان سے  
کہا کہ خوشا نصیب تمہارے کہ تم نبی کی بیعت میں رہے  
اور درخت کے نیچے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ فرمایا کہ  
اے براء زادے! تم نے نہیں جانتے کہ ہم نے ان کے بعد  
کیا کیا بدعتیں پیدا کیں۔

عن هلال ابن المسيب عن ابيه  
قال لقيت البراء ابن عازب فقلت  
طوبى لك صحبت النبي وبأيعته  
تحت الشجرة فقال يا ابن اخی  
انك لاتدري ما احدثنا بعدہ۔  
(مجمع بخاری ج ۳ - ج ۲)

لہذا محض صحابیت کوئی دلیل عدالت ہے اور نہ بیعت رضوان سے ان کی عدالت پر دلیل لائی جاسکتی ہے۔

اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے  
حضرت کی دعا۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
لِنَفْسِهِ وَاهْلٍ وَوَلَدِهِ۔

اے وہ جس کی بزرگی و عظمت کے مجائب ختم ہونے والے  
نہیں، تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں  
اپنی عظمت کے پردوں میں چھپا کر کج اندیشیوں سے بچا  
لے۔ اے وہ جس کی شاہی و فرماں روائی کی مدت ختم ہونے  
والی نہیں تو رحمت نازل کر محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور ہماری  
گردنوں کو اپنے غضب و عذاب (کے بندھنوں) سے آزاد  
کر۔ اے وہ جس کی رحمت کے خزانے ختم ہونے والے  
نہیں، رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور اپنی رحمت  
میں ہمارا بھی حصہ قرار دے۔ اے وہ جس کے مشاہدہ سے  
آنکھیں قاصر ہیں، رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر۔

يَا مَنْ لَا تَنْقِضُ مَجَابِثَ عَظَمَتِهِ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا  
عِنَ الْإِثْمَادِ فِي عَظَمَتِكَ يَا مَنْ لَا  
تَنْتَهِي مَدَّةُ مُلْكِهِ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ  
آلِهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْ رِقَابَنَا مِنْ نِقْمَتِكَ  
وَيَا مَنْ لَا تَقْنِي خَدَّائِنُ رَحْمَتِهِ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْ لَنَا  
نَصِيبًا فِي رَحْمَتِكَ يَا مَنْ تَنْقُطُ  
دُونَ رُؤُوسِهِ إِلَّا بَصَارًا صَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَادْنِنَا إِلَى

قُرْبِكَ وَيَا مَنْ تَصْغُرُ عِنْدَ خَطَرِهِ  
الْأَطْلَافُ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ  
كَرِّمْنَا عَلَيْكَ وَيَا مَنْ تُظْهَرُ عِنْدَهُ  
بَوَاطِنُ الرُّجُبِ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
وَآلِهِ وَلَا تَقْضِ خَلَائِكَ اللَّهُمَّ  
أَعْنَانَا عَنْ هَبَةِ الْوَهَابِينَ بِهَبَّتِكَ  
وَأَكْفِنَا وَاشْرَ الْقَاطِعِينَ بِصِلَتِكَ  
حَتَّى لَا نَرْغَبَ إِلَى أَحَدٍ مَعَ يَدِكَ  
وَلَا نَسْتَوْجِزُ مِنْ أَحَدٍ مَعَ  
فَضْلِكَ اللَّهُمَّ فَصِّلْ عَلَى مُحَمَّدٍ  
وَآلِهِ وَكِدْنَا وَلَا تَكِدْ عَلَيْنَا وَ  
امْكُرْنَا وَلَا تَمْكُرْنَا وَأَدِلْنَا  
وَلَا تُدِلْ مِنَّا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَفِنَا مِنْكَ وَاحْفَظْنَا  
بِكَ وَاهْدِنَا إِلَيْكَ وَلَا تُبَا عِدْنَا  
عَنْكَ إِنْ مِنْ نَفْسٍ يَسْلَمُ وَمَنْ  
كَلِمَةٍ يَعْلَمُ وَمَنْ تُقَرِّبُهُ إِلَيْكَ  
يَعْلَمُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَأَكْفِنَا حَذَّ نَوَاسِبِ الزَّمَانِ وَ  
شَرَّ مَصَائِدِ الشَّيْطَانِ وَمَرَامَةَ  
مَوَلَةِ السُّلْطَانِ اللَّهُمَّ إِنَّمَا  
يُكْتَفَى الْمُكْتَفُونَ بِفَضْلِ قُوَّتِكَ  
فَصِّلْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ  
أَكْفِنَا وَإِنَّمَا يُفْعَلُ الْمُعْطُونَ  
مِنْ فَضْلِ حَيْدَتِكَ فَصِّلْ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاعْطِنَا  
إِنَّمَا يُلْتَدَى الْمُتَهَدُّونَ

اور اپنی بارگاہ سے ہم کو قریب کرے۔ اے وہ جس کی عظمت  
کے سامنے تمام عظمتیں پست و حقیر ہیں، رحمت نازل فرما محمد  
اور اُن کی آل پر اور ہمیں اپنے ہاں عزت عطا کرے۔ اے  
وہ جس کے سامنے راز ہائے سرستہ ظاہر ہیں۔ رحمت نازل  
فرما محمد اور اُن کی آل پر اور ہمیں اپنے سامنے رسوا نہ کر۔  
بار الہا! ہمیں اپنی بخشش و عطا کی بدولت بخشش کرنے  
والوں کی بخشش سے بے نیاز کر دے اور اپنی پوششگی کے  
دریغ قطع تعلق کرنے والوں کی بے تعلقی و دوری کی تلافی  
کرے تاکہ تیری بخشش و عطا کے ہوتے ہوئے دوسرے  
سے سوال نہ کریں اور تیرے فضل و احسان کے ہوتے ہوئے  
کسی سے ہراساں نہ ہوں۔ اے اللہ! محمد اور اُن کی آل  
پر رحمت نازل فرما اور ہمارے نفع کی تدبیر کر اور ہمارے  
فغان کی تدبیر نہ کر اور ہم سے مکر کرنے والے دشمنوں کو  
اپنے مکر کا نشانہ بنا اور ہمیں اس کی زد پر نہ رکھ۔ اور ہمیں  
دشمنوں پر طلبہ دے دشمنوں کو ہم پر طلبہ نہ دے۔ بار الہا!  
محمد اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اپنی ناراضی سے  
محفوظ رکھ اور اپنے فضل و کرم سے ہماری نگہداشت فرما اور  
اپنی جانب ہمیں ہدایت کر اور اپنی رحمت سے دور نہ کر۔  
کہ جسے تو اپنی ناراضگی سے بچائے گا وہی بچے گا۔ اور  
جسے تو ہدایت کرے گا وہی حقائق پر مطلع ہوگا اور جسے تو  
(اپنی رحمت سے) قریب کرے گا وہی فائدہ میں رہے گا۔  
اے مہربان! تو محمد اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور ہمیں  
زمانہ کے حوادث کی سختی اور شیطان کے ہتھکنڈوں کی  
فتنہ انگیزی اور سلطان کے قہر و غلبہ کی تلخ کلاہی سے  
اپنی پناہ میں رکھ۔ بار الہا! بے نیاز ہونے والے تیرے  
ہی کمال قوت و اقتدار کے سہارے بے نیاز ہوتے ہیں۔  
رحمت نازل فرما محمد اور اُن کی آل پر اور ہمیں بے نیاز

بَنُوں وَجْهَكَ فَصَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاهْدِنَا آلَٰهُمَّ  
إِلَيْكَ مَنْ وَآلَيْتَ لَوْ يَضُرُّكَ  
خَيْرٌ لَّانِ الْخَازِلِينَ وَمَنْ  
أَعْطَيْتَ لَوْ يَنْقُصُهُ مِنْهُ  
الْمَائِعِينَ وَمَنْ هَدَيْتَ لَوْ  
يُغْوِيهِ ضَلَالُ الضَّالِّينَ  
فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَأَمْنَعْنَا بِعِزِّكَ مِنْ عِبَادِكَ  
وَأَغْنِنَا عَنْ غَيْرِكَ يَا مُنَادِيكَ  
وَأَسْأَلُكَ بِمَا سَبَّحَكَ الْحَقُّ  
بِإِشَادِكَ أَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْ  
سَلَامَةً قُلُوبِنَا فِي ذِكْرِ  
عَظَمَتِكَ وَفِرَارًا أَبَدَانِنَا  
فِي شُكْرِ نِعْمَتِكَ وَالْإِطْلَاقِ  
إِلَيْسَتِنَا فِي وَضْعٍ مِنْكَ  
أَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَاجْعَلْنَا مِنْ دُعَايِكَ  
الدَّاعِينَ إِلَيْكَ وَهَذَا إِلَيْكَ  
الدَّاعِينَ عَلَيْكَ وَمِنْ  
خَاصَّتِكَ الْخَاصَّةِينَ  
لَدَيْكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

کروے اور عطا کرنے والے تیری ہی عطا و بخشش کے  
حصصہ وافر میں سے عطا کرتے ہیں۔ رحمت نازل فرما محمدؐ  
اور اُن کی آلؑ پر اور ہمیں بھی (اپنے خزانہ رحمت سے) عطا  
فرما۔ اور ہدایت پانے والے تیری ہی ذات کی درخشندگیوں  
سے ہدایت پاتے ہیں۔ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی  
آلؑ پر اور ہمیں ہدایت فرما۔ بار الہا! جس کی تو نے مدد کی  
اُسے مدد کرنے والوں کا مدد سے محروم رکھنا کچھ نقصان  
نہیں پہنچا سکتا۔ اور جسے تو عطا کرے۔ اس کے ہاں روکنے  
والوں کے روکنے سے کچھ کمی نہیں ہو جاتی۔ اور جس کی  
تو خصوصی ہدایت کرے اُسے گمراہ کرنے والوں کا  
گمراہ کرنا بے راہ نہیں کر سکتا۔ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن  
کی آلؑ پر اور اپنے غلبہ و قوت کے ذریعہ بندوں (کے شر)  
سے ہمیں بچائے رکھ اور اپنی عطا و بخشش کے ذریعہ  
دوسروں سے بے نیاز کر دے اور اپنی رہنمائی سے ہمیں  
راہ حق پر چلا۔ اے معبود! تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت  
نازل فرما اور ہمارے دلوں کی سلامتی اپنی عظمت کی یاد  
میں قرار دے اور ہماری جسمانی فراغت (کے لمحوں) کو اپنی  
نسبت کے شکر میں صرف کر دے اور ہماری زبانوں کی  
گویائی کو اپنے احسان کی توصیف کے لئے وقف کر دے  
اے اللہ! تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور  
ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو تیری طرف دعوت  
دینے والے اور تیری طرف کا راستہ بتانے والے ہیں  
اور اپنے خاص الخاص مقربین میں سے قرار دے اے سب  
رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

یہ دعا جس کی ابتداء عظمت الہی کے تذکرے سے ہے بندوں کو اللہ کی عظمت و رفعت کے آگے سمجھنے اور صرف  
اسی سے سوال کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ اگر انسان ہر دروازے سے اپنی حاجتیں وابستہ کرے گا تو یہ چیز عزت نفس  
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

و خود داری کے متانی ہونے کے علاوہ ذہنی انتشار کا باعث بن کر اسے ہمیشہ پریشانیوں اور الجھنوں میں مبتلا رکھے گی اور جو شخص قدم قدم پر دوسروں کا سہارا ڈھونڈتا ہے اور ہر وقت یہ اس لگائے بیٹھا ہے کہ یہ مقصد فلاں سے پورا ہو گا اور یہ کام فلاں شخص کے ذریعہ انجام پائے گا تو کبھی کسی کی چوکھٹ پر جھکے گا اور کبھی کسی کے آستانہ پر سر نیاز خم کرے گا کبھی کسی سے توقع رکھے گا اور کبھی کسی سے اُمید باندھے گا۔ کہیں مایوسی کا سامنا ہو گا کہیں ذلت کا اور غیب میں ذہنی منتشر اور خیالات پر آگندہ ہو جائیں گے۔ نہ سکون قلب نصیب ہو گا نہ ذہنی یکسوئی حاصل ہوگی اور اس کی تمام اُمیدیں آرزوؤں اور عاجتوں کا ایک ہی محو ہو تو وہ اپنے کو انتشارِ ذہنی سے بھالے جاسکتا ہے۔ اُسے یوں گھننا چاہیے کہ اگر کوئی شخص چھوٹی چھوٹی رقموں کا بہت سے آدمیوں کا مقروض ہو اور صبح سے شام تک اُسے مختلف قرض خواہوں سے نمٹنا پڑتا ہو تو وہ یہ چاہے گا کہ متعدد آدمیوں کا مقروض ہونے کے بجائے ایک ہی آدمی کا مقروض ہو۔ اگرچہ اس سے قرض کی مقدار میں کمی واقع نہیں ہوگی مگر متعدد قرض خواہوں کے تقاضوں سے تو بچ جائے گا۔ اب تعاضا ہو گا تو ایک کا اور ذریعہ باری ہوگی تو ایک کی۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ قرض خواہ زیادہ تقاضا کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہونے کی صورت میں درگزر کرنے والا بھی ہے تو اس سے ذہنی بار اور ہلکا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی اپنی عاجتوں اور طلب گاریوں کا ایک ہی مرکز قرار دے لے اور صرف اسی سے اپنے توقعات وابستہ کرے اور تمام متفرق و پاشاں اور ناقابلِ اطمینان مرکزوں سے ٹھخ موڑ لے تو اس کے غیب میں ذہنی آسودگی حاصل کر سکتا ہے اور دل و دماغ کو پریشان خیالی سے بھالے جاسکتا ہے۔ گویا کہ وہ متعدد قرض خواہوں کے چنگل سے چھوٹ کر اب صرف ایک کا ذریعہ بار اور حلقہ جکوش ہے۔

اک در پہ بیٹھ کر ہے توکلِ کلیم پر اللہ کے نیک کو پھیرا نہ چاہیے  
اس دعا میں ہر جملہ کے بعد درود کی تکرار استقامتِ دعا کے لئے ہے کیونکہ دعائیں محمد و آلِ محمد پر درود بھیجنا استقامتِ دعا کا ذمہ دار اور اس کی مقبولیت کا ضامن ہے اور وہ دعا جس کا تکملہ درود نہ ہو وہ بابِ مقبولیت تک نہیں پہنچتی۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

دعا اس وقت تک رکی رہتا ہے جب تک محمدؐ اور  
اُن کی آلِ پر درود نہ بھیجا جائے :-

لَا يَزَالُ الدُّعَاءُ مَجْزِيًا حَتَّى يَصِلَ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ :-

## دُعائے صبح و شام

سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنی قوت و توانائی سے شب و روز کو خلق فرمایا اور اپنی قدرت کی کار فرمائی سے ان دونوں میں امتیاز قائم ہے اور ان میں سے ہر ایک کو معینہ حدود و معرہ اوقات کا یا بند بنایا۔

دُعَاؤُهُ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَالْمَسَاءِ  
أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَ  
النَّهَارَ بِقُوَّتِهِ وَمَا بَيْنَهُمَا بِقُدْرَتِهِ  
وَجَعَلَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا  
حَدًّا مَّخْدُودًا وَآمَدًا مَّتَدُودًا

يُؤَلِّجُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي صَاحِبِهِ وَيُؤَلِّجُ صَاحِبَهُ فِيهِ يَتَقَدَّرُ مِنْهُ الْعِبَادُ فَيَمْلِكُ بِهِ وَيُؤْثِرُهُ عَلَيْهِ فَنُفِخَ لَهُمُ الْنُفُثُ لِيَسْكُنُوا فِيهِ مِنْ حَرَكَاتِ الشَّعْبِ وَكُلِّ صَنَائِعِ النَّصَبِ وَجَعَلَهُ لِبَاسًا لِيَلْبَسُوا مِنْ رَاحَتِهِ وَمَنَامِهِ فَيَكُونُ ذَلِكَ لَهُمْ جَنَامًا وَقُوَّةً وَلِيَنَالُوا بِهَا لَذَّةَ وَشَهْوَةً وَخُلِقَ لَهُمُ النَّهَارُ مَبْعُوثًا لِيَتَنَبَّهُوا فِيهِ مِنْ قُضَائِهِ وَلِيَتَسَيَّعُوا فِيهِ رِزْقَهُ وَيَسْرَحُوا فِي أَرْضِهِ طَلَبًا لِمَا فِيهِ نَيْلُ الْعَاجِلِ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَدَرَكُ الْآجِلِ فِي أَخْرَاجِهِمْ بِكُلِّ ذَلِكَ يُصَلِّحُ شَأْنَهُمْ وَيَبْلُغُوا أَخْبَارَهُمْ وَيَنْظُرُ كَيْفَ هُمْ فِي أَوْقَاتِ طَاعَتِهِ وَمَنَازِلِ قُرُوبِهِ وَمَوَاقِعِ أَحْكَامِهِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى اللَّهُمَّ فَكَفَى الْحَمْدُ عَلَى مَا فَتَقْتَ لَنَا مِنَ الْإِصْبَاحِ وَمَنْعَتَنَا مِنَ ظُهُورِ النَّهَارِ وَبَصُرَتَنَا مِنْ مَطْلَبِ الْآلُومَاتِ وَدَقِيقَتَنَا فِيهِ مِنْ طَوَائِقِ الْإِفَاتِ أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَتِ الْأَشْيَاءُ كُلُّهَا بِجُودِكَ لَكَ سَمَاءٌ وَهَا وَارْضَاهَا وَفَا بَنَيْتَ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا سَاكِنًا

اور ان کے کم و بیش ہونے کا جو اندازہ مقرر کیا اس کے مطابق رات کی جگہ پر دن اور دن کی جگہ پر رات کو لاتا ہے تاکہ اس ذریعہ سے بندوں کی روزی اور ان کی پرسش کا سہ و سامان کرے۔ چنانچہ اس نے ان کے لئے رات بنائی تاکہ وہ اس میں تھکا دینے والے کاموں اور خستہ کر دینے والی کلفتوں کے بعد آرام کریں، اور اُسے پروردگار قرار دیا تاکہ سکون کی چادر تان کر آرام سے سوئیں اور یہ ان کے لئے راحت و نشاط اور طبعی قوتوں کے بحال ہونے اور لذت و کیف اندازی کا ذریعہ ہو اور دن کو ان کے لئے روشن و درخشاں پیدا کیا تاکہ اس میں (کار و کسب میں سرگرم عمل ہو کر) اس کے فضل کی جستجو کریں اور روزی کا وسیلہ ڈھونڈیں اور دنیاوی منافع اور اخروی فوائد کے وسائل تلاش کرنے کے لئے اس کی زمین میں چلیں پھریں۔ ان تمام کار فرماؤں سے وہ ان کے حالات سنوا رہا اور ان کے اعمال کی جانچ کرتا، اور یہ دیکھتا ہے کہ وہ لوگ اطاعت کی گھڑیوں، فرائض کی منزلوں اور تعمیل احکام کے موقعوں پر کیسے ثابت ہوتے ہیں تاکہ بروں کو ان کی بد اعمالیوں کی سزا اور نیکو کاروں کو اچھا بدلہ دے۔ اے اللہ! تیرے ہی لئے تمام تعریف و توصیف ہے کہ تو نے ہمارے لئے درات کا دامن چاک کر کے، صبح کا اُجالا کیا اور اس طرح دن کی روشنی سے ہمیں فائدہ پہنچایا اور طلب رزق کے مواقع ہمیں دکھائے اور اس میں اوقات و بلیات سے ہمیں بچایا۔ ہم اور ہمارے علاوہ سب چیزیں ساری ہیں آسمان بھی اور زمین بھی اور وہ سب چیزیں جنہیں تو نے ان میں پھیلا یا ہے۔ وہ ساکن ہوں یا متحرک، مقیم ہوں یا راہ نور، فضا میں بلند ہوں یا زمین کی تہوں

مُتَحَرِّكُهُ وَمُقِيمُهُ وَشَلِخَصْنَهُ وَمَا عَلَا  
 فِي الْهَوَاوِ وَمَا كُنْتَ تَحْتَ الْكُرَى أَصْحَابَنَا  
 فِي قَبْضَتِكَ يَحْيُونَا مَمْلُوكَكَ وَسُلْطَانِكَ  
 وَتَضَمَّنَا مَشِيتَكَ وَتَتَصَرَّفُ عَزَائِكَ  
 وَتَتَقَلَّبُ فِي تَدْبِيرِكَ كَيْسَ لَنَا مِنَ  
 الْأُمْرِ إِلَّا مَا قَطَعْتَ وَلَا مِنَ الْخَيْرِ  
 إِلَّا مَا أَقْطَعْتَ وَهَذَا يَوْمُ مَحَادَثٍ  
 جَدِيدٍ وَهُوَ عَلَيْنَا شَاهِدٌ عَتِيدٌ  
 إِنْ أَحْسَنَّا وَدَعْنَا بِحَمْدِ قُرْآنِ  
 آسَانَا فَإِنَّ كُنَا بِدَمِ اللَّهِ قَرِيبِينَ  
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ فَإِنَّ رُتْنَا خَيْرٌ  
 مَصَابِيحِهِمْ وَأَعْصَمْنَا مِنْ سُوءِ  
 مَفَارِقَتِهِ بِإِذْنِكَ بِحَبْرَةِ  
 أَوْ قَلَمَاتٍ صَغِيرَةٍ أَوْ كَبِيرَةٍ وَأَجْزَلِ  
 لَنَا فِيهِ مِنَ الْحَسَنَاتِ وَأَخْلَيْنَا فِيهِ  
 مِنَ النِّسِيَّاتِ وَأَمْلَأْنَا مَا بَيْنَ  
 ظَرْفَيْنِ حَمْدًا وَشُكْرًا وَأَجْزَلًا  
 دُخْرًا وَفَضْلًا وَحَسَنًا اللَّهُمَّ يَسِّرْ  
 عَلَى الْكَرَامِ الْكَاتِبِينَ مَوْنَنَا وَ  
 أَمْلَأْنَا مِنْ حَسَنَاتِنَا صَحَابِنَا وَلَا  
 تُخْزِنَا عِنْدَ هَمِّ سُوءِ أَعْمَالِنَا  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لَنَا فِي كُلِّ سَاعَةٍ مِنْ  
 سَاعَاتِهِ حَقًّا مِنْ عِبَادِكَ وَ  
 نَصِيبًا مِنْ شُكْرِكَ وَشَاهِدًا صَدَقَ  
 مِنْ مَلَائِكَتِكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاحْفَظْنَا مِنْ  
 بَيْنِ أَيْدِينَا وَمِنْ خَلْفِنَا وَعَنْ

میں پوشیدہ۔ ہم تیرے قبضہ قدرت میں ہیں اور تیرا اقتدار  
 اور تیری بادشاہت ہم پر مادی ہے اور تیری مشیت کا محیط  
 ہمیں گھیرے ہوئے ہے۔ تیرے حکم سے ہم تصرف کرتے اور  
 تیری تدبیر و کارسازی کے تحت ہم ایک حالت سے  
 دوسری حالت کی طرف پلٹتے ہیں۔ جو امر تو نے ہمارے  
 لئے نافذ کیا اور جو خیر اور بھلائی تو نے بخشی اس کے  
 علاوہ ہمارے اختیار میں کچھ نہیں ہے اور یہ دن نیا اور  
 تازہ وارد ہے جو ہم پر ایسا گواہ ہے جو ہمہ وقت حاضر  
 ہے۔ اگر ہم نے اچھے کام کئے تو وہ توصیف و ثناء کرتے  
 ہوئے ہمیں رخصت کرے گا اور اگر بُرے کام کئے تو  
 بُرائی کرتا ہوا ہم سے علیحدہ ہوگا۔ اے اللہ! تو  
 محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اس  
 دن کی اچھی رفاقت نصیب کرنا اور کسی خطا کے ارتکاب  
 کرنے یا صغیرہ و کبیرہ گناہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس  
 کے میں بہ جہیں ہو کر رخصت ہونے سے ہمیں بچائے  
 رکھنا اور اس دن میں ہماری نیکیوں کا حصہ زیادہ کر۔  
 اور بڑائیوں سے ہمارا دامن خالی رکھ۔ اور ہمارے لئے  
 اس کے آفساز و انجام کو حمد و سپاس، ثواب و  
 ذخیرہ آخرت اور بخشش و احسان سے بھر دے۔  
 اے اللہ! کراما کا تبین پر (ہمارے گناہ قلمبند کرنے کی)  
 رحمت کم کر دے اور ہمارا نامہ اعمال نیکیوں سے بھر  
 دے اور بد اعمالیوں کی وجہ سے ہمیں ان کے سامنے  
 رسوا نہ کر۔ ہار اٹھا! تو اس دن کے لمحوں میں سے ہر  
 لمحہ وساعت میں اپنے خاص بندوں کا حفظ و نصیب  
 اور اپنے شکر کا ایک حصہ اور فرشتوں میں سے ایک  
 سچا گواہ ہمارے لئے قرار دے۔ اے اللہ! تو محسن مدد  
 ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور آگے پیچھے اور سامنے اور

اٰیٰتِنَا وَعَنْ سَمَاعِلِنَا وَمِنْ جَمِيعِ  
 كَوَاجِبِنَا حِفْظًا مَا صَبَّأَ مِنْ مَقْصِدِيكَ  
 هَادِيًا اِلَى طَاعَتِكَ مُسْتَعْمِلًا لِمَحَبَّتِكَ  
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَوَقِّفْنَا  
 فِيْ يَوْمِنَا هَذَا وَلَيْلَتِنَا هَذِهِ وَفِيْ جَمِيعِ  
 اَيَّامِنَا لِشَيْعَتِكَ اَلْحَمْدُ وَهَجْرَانِ  
 الشُّكْرِ وَشُكْرِ النِّعَمِ وَارْتِبَاعِ الشُّكْرِ  
 وَمُجَانِبَةِ الْبَدْرِ وَالْاَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ  
 وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَجِيَا طَةِ الْاِسْلَامِ  
 وَالتَّقَايِصِ الْبَاطِلِ وَارْخَلَ لِمَ وَنُصْرَةِ  
 الْحَقِّ وَارْتِبَاعِهَا وَلَا زُشَادِ الضَّالِّ  
 وَمُعَاوَنَةِ الظُّلُمِ وَارْزَاكِ الْاَلْفِ  
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْهُ  
 اَيَّامِنَا يَوْمَ عَهْدِنَا وَافْضَلْ صَاعَةً  
 صَرَحْنَاهُ وَخَيْرَ وَقْتٍ ظَلَمْنَا فِيْهِ وَ  
 اجْعَلْنَا مِنْ اَرْضِيْ مَنْ مَرَّ عَدِيْبِ  
 اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنْ جُمْلَةِ خَلْقِكَ  
 اَشْكُوْهُ لِيْمَا اَوَلَيْتَ مِنْ نِّعَمِكَ  
 وَاَقُوْهُ لِيْمَا شَرَعْتَ مِنْ شَرِّ اَيُّوْمِكَ  
 وَاَوْقَفْهُ عَنَّا حَدَّثْتَ مِنْ تَهْمِكَ  
 اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَشْهَدُكَ وَكَفَى بِكَ شَهِيدًا  
 وَاَشْهَدُ سَمَاعَتَكَ وَاُمَّ طَهْرَكَ وَمَنْ  
 اَسْكَنَتْهُمَا مِنْ مَلَايِكَتِكَ وَسَائِرِ  
 خَلْقِكَ فِيْ يَوْمِيْ هَذَا وَسَاعَتِيْ  
 هَذِهِ وَلَيْكَتِيْ هَذِهِ وَمُسْتَقْرَرِيْ  
 هَذَا اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ الْاَلَدُ  
 الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ قَائِمٌ بِالْقِسْطِ

بائیں اور تمام اطراف و جوانب سے ہماری حفاظت کر۔  
 ایسی حفاظت جو ہمارے لئے گناہ و معصیت سے سدا  
 ہو، تیری اطاعت کی طرف رہنمائی کرے اور تیری محبت  
 میں صرف ہو۔ اے اللہ! تو محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت  
 نازل فرما۔ اور ہمیں آج کے دن آج کی رات اور زندگی  
 کے تمام دنوں میں توفیق عطا فرما کہ ہم نیکیوں پر عمل کریں،  
 برائیوں کو چھوڑیں، نعمتوں پر شکر اور سنتوں پر عمل کریں،  
 بدعتوں سے الگ تھک رہیں اور نیک کاموں کا حکم دیں۔  
 اور بُرے کاموں سے روکیں۔ اسلام کی حمایت و طرف  
 داری کریں۔ باطل کو کھلیں اور اسے ذیل کریں۔ حق  
 کی نصرت کریں اور اُسے سر بلند کریں، گمراہوں کی  
 رہنمائی، کمزوروں کی اعانت اور درد مندوں کی چارہ بولی  
 کریں۔ بار اہل! محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما  
 اور آج کے دن کو اُن تمام دنوں سے جو ہم نے گزارے  
 زیادہ مبارک دن اور ان تمام ساتھیوں سے جن کا ہم نے  
 ساتھ دیا اس کو بہترین رفیق اور ان تمام وقتوں سے  
 جن کے ذریعہ ہم نے زندگی بسر کی اس کو بہترین  
 وقت قرار دے اور ہمیں ان تمام مخلوقات میں سے زیادہ  
 راضی و خوشنود رکھ جن پر شب روز کے چکر چلتے  
 رہے ہیں اور ان سب سے زیادہ اپنی مصلحت کی ہوئی نعمتوں  
 کا شکر گزار اور ان سب سے زیادہ اپنے باری کے  
 ہوئے احکام کا پابند اور ان سب سے زیادہ ان چیزوں  
 سے کنارہ کشی کرنے والا قرار دے جن سے تو نے خوف  
 دلا کر منع کیا ہے۔ اے خدا! میں تجھے گواہ کرتا ہوں  
 اور تو گواہی کے لئے کافی ہے اور تیرے آسمان اور  
 تیری زمین کو اور ان میں جن جن فرشتوں اور جس جس مخلوق  
 کو تو نے بسایا ہے۔ آج کے دن اور اس گھڑی اور

عَدْلٌ فِي الْحُكْمِ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ  
مَا لَكَ الْمَلِكُ رَحِيمٌ بِالْحَلِقِ  
وَأَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَ  
رَسُولُكَ وَخَيْرُكَ مِنْ خَلْقِكَ  
حَمَلْتَهُ بِرِسَالَتِكَ فَأَذْهَبَ  
وَأَمَرْتَهُ بِالنَّصِيحِ لِأُمَّتِهِ  
فَنَصَحَ لَهَا أَلْفَ نَصِيحَةٍ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ أَكْثَرَ مَا  
صَلَّيْتَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ  
وَأَتَيْتَهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا أَتَيْتَ  
أَحَدًا مِنْ عِبَادِكَ وَاجْتَنَبَ  
عَنَّا أَفْضَلَ وَأَكْثَرَ مَا جَزَيْتَ  
أَحَدًا مِنْ أُنْثِيَايِكَ عَنْ أُمَّتِهِ  
إِنَّكَ أَنْتَ الْمَنَّانُ بِالْجَبِيحِ  
الْغَافِرِ لِلْعَظِيمِ وَأَنْتَ أَرْحَمُ مِنْ  
كُلِّ رَحِيمٍ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ  
آلِهِ الطَّيِّبِينَ الظَّاهِرِينَ الْأَخْيَارِ  
الْأَنْجَيْنِ -

اس رات میں اور اس مقام پر گواہ کرتا ہوں کہ میں اس  
بات کا معترف ہوں کہ صرف تو ہی وہ معبود ہے جس  
کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ انصاف کا قائم کرنے والا،  
حکم میں مدد ملحوظ رکھنے والا، بندوں پر مہربان، اقتدار  
کا مالک اور کائنات پر رحم کرنے والا ہے اور اس بات  
کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے  
خاص بندے، رسول اور برگزیدہ کائنات ہیں۔ ان پر تو نے  
رسالت کی ذمہ داریاں عاید کیں تو انہوں نے اُسے پہنچایا،  
اور اپنی امت کو پند و نصیحت کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے  
نصیحت فرمائی۔ ہماری طرف سے انہیں وہ بہترین تحفہ  
عطا کر جو تیرے ہر اس انعام سے بڑھا ہوا ہو جو اپنے  
بندوں میں سے تو نے کسی ایک کو دیا ہو، اور ہماری طرف  
سے انہیں وہ جزا دے جو ہر اس جزا سے بہتر و برتر ہو  
جو انبیاء میں سے کسی ایک کو تو نے اس کی امت کی طرف  
سے عطا فرمایا ہو۔ بے شک تو بڑی نعمتوں کا بخشنے والا  
اور بڑے گناہوں سے درگزر کرنے والا اور سر رحیم سے  
زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ لہذا تو محمدؐ اور اُن کی پاک و  
پاکیزہ اور شریف و نجیب اولاد پر رحمت نازل فرما۔

اس دُعا کا سرنامہ ”دُعائے صبح و شام“ ہے جس میں اختلافِ شب و روز کی کرشمہ سازی، اوقات کی تبدیلی و تنوع  
کی حکمت اور قدرت کے اراد و مشیت کی کار فرمائی کا ذکر فرمایا ہے اور حسنِ عمل، شکرِ نعمت، اتباعِ سنت، ترکِ بدعت،  
امر بالمعروف و نہی منکر، اسلام کی طرف ہدایت و حفاظت، باطل کی تذلیل و سرکوبی، حق کی نصرت و حمایت، ارشاد و  
ہدایت میں سرگرمی اور کمزور و ناتواں کی خبر گیری کے لئے توفیقِ الہی کے شاملِ حال ہونے کی دُعا فرمائی ہے تاکہ دُعا کے تاثرات  
عملی استحکام کا پیشِ غیمہ ثابت ہوں اور زندگی کے لمحات مقصدِ حیات کی تکمیل میں صرف ہوں۔

یہ اوقات کا تبدیلی، طلوع و غروب کا تسلسل اور صبح کے بعد شام اور شام کے بعد سپید فہ سحر کی نمودار کار فرمائیے  
نظرت کی وہ حسین کار فرمائی ہے جو نگاہوں کے لئے حظ و کیف اور قلب و روح کے لئے سرور و نشاط کا سامان ہونے کے  
علاوہ بے شمار مصالح و فوائد کی بھی حامل ہے۔ چنانچہ شب و روز کی تعین مہینوں اور سالوں کا انقباض اور کاروبار

معیشت اور آرام و استراحت کے اوقات کی حد بندی اسی سے وابستہ ہے اور پھر اس میں زندگی کی تسکین و راحت کا بھی سامان ہے کیونکہ وقت اگر ہمیشہ ایک حالت پر رہتا اور میل و نہار کے سیاہ و سفید ورق نگاہوں کے سامنے اُلٹے نہ جاتے تو طبیعتیں بے کیف، دل سیر اور زندگی کے لئے دل بستگی کے تمام ذرائع ختم ہو جاتے۔ اور حسن یک رنگ آنکھوں میں کھٹکنے لگتا۔ اور فہم بے زبرد و بامبال گزشت ہو جاتا۔ کیونکہ انسان کی تنوع پسند طبیعت یکسانی و یک رنگی کی حالت سے جلد اکتا جاتی ہے اس لئے قدرت نے انسانی طبیعت کے خواہش کے مطابق شب و روز کی تفریق قائم کر دی تاکہ شام کے بعد صبح اور صبح کے بعد شام کا انتظار زندگی کی خشکی اور اس کی مسلسل الجھنوں اور پریشانیوں سے سہارا دیتا رہے۔ چنانچہ قدرت نے اختلافِ شب و روز کی مصلحت کی طرت متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:-

ان جعل علیکما النهار سیراً والیوم  
القیامۃ من الہ غیر اللہ یا تم بلیل  
تسکون فیہ افلا تبصرون ومن  
رحمتہ جعل لکم الیل والنهار  
لتسکون فیہ ولتبتغوا من فضلہ  
ولعلکم تشکرون ۵

اگر خدا تمہارے لئے قیامت کے دن تک دن ہی رکھتا تو  
اللہ کے علاوہ اور کون ہے جو تمہارے لئے رات لانا کہ تم  
اس میں آرام کرو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں دیکھتے۔ اور اس  
نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن قرار دیئے  
تین تاکہ رات کو آرام کرو اور دن کو اس کا رزق تلاش کرو  
تاکہ اس کے فیض میں تم شکر ادا کرو ۵

اسی نظمِ اوقات کا نتیجہ ہے کہ جب صبح نمودار ہوتی ہے اور سورج کی تاب ناک کرنیں فضا میں پھیل کر کارگاہِ ہستی کے  
گرشہ گوشہ کو جگمگاتی ہیں تو خاموشی و پرسکون فضا میں گہا گہی شروع ہو جاتی ہے۔ پرندے اشیانوں سے حیران بھٹوں  
اور کھوڑوں سے، کیڑے مکوڑے بول اور سوراخوں سے اور انسان جھوپڑوں اور مکانوں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ حرکت  
عمل کی دنیا آباد ہو جاتی ہے اور ہر صنعت اپنے کار و کسب میں مصروف اور اپنے مشاغل میں سرگرم عمل نظر آنے لگتی  
ہے۔ پرندے فضا میں، حیوان زمین کے اوپر سے اور کیڑے مکوڑے زمین کے اندر سے اپنی روزی و مہوٹے لگتے ہیں۔  
اور چیزیں بھی اپنی مختصر جماعت کے باوجود سعی و جہد مسلسل کا وہ مظاہرہ کرتی ہیں کہ انسانی عقلیں دنگ رہ جاتی  
ہیں و صوب ہو یا سایہ نہ محنت سے جی چراتی ہیں نہ مشقت سے منہ موڑتی ہیں اور ہر وقت ددڑ و دھوپ کرتی اور طلب و  
تلاش میں مصروف نظر آتی ہیں۔ غرض کائنات کی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی مخلوق محنت و کادش کو اپنا دستور  
حیات بنائے ہوئے پیٹ پالنے کے لئے بھاگ ددڑ کرتی ہے اور کمزور سے کمزور حیوان بھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ جب تک اس کے  
ہاتھ پاؤں میں سکت ہے بیکار پڑا ہے اور اپنے ہم جنسوں سے بھیک مانگے اور ان کے آگے ہاتھ پھیلائے۔ یہ حیوانی سیرت  
انسانی غیرت کے لئے ایک تادیب ہے اور انسان کے لئے ایک حلیہ فکر ہے کہ جب حیوان اس کی سطح سے کہیں پست تر جانے  
کے باوجود سوال میں عاجز محسوس کرتا ہے تو وہ اپنے ہم جنسوں کے آگے کس طرح ہاتھ پھیلا کر گوارا کر لیتا ہے۔ انسانی بلندی  
کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے قوتِ باند سے کھائے اور سوال کی ذلت اور احتیاج کی نکبت سے عزت نفس پر حرف اُٹانے سے

وہ افراد جو حق آسانی کی وجہ سے بے کار پڑے رہتے ہیں وہ آرام سکون کی حقیقی لذت سے یکسر محروم رہتے ہیں۔ سچی راحت ادا اصلی سکون تو محنت و مشقت کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔ سایہ کی قدر و قیمت کو وہی جان سکتا ہے جو سورج کی تمازت اور دھوپ کی پیش میں مصروف کار ہو اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے وہی کیفیت اندوز ہو سکتا ہے جو گرمی و حرارت کی شعلہ باریکوں میں پسینہ سے شرابزدہ ہو اور رات کے پرسکون لمحات اسی کے لئے سکون و راحت کا پیغام ثابت ہو سکتے ہیں جس کا دن محنت و جھناکشی کا حامل ہو۔ چنانچہ ایک ٹوکری ڈھونے والا مزدور اور چمپلائی و دھوپ میں ہل چلانے والا کسان جب دن کے کاموں سے فارغ ہوتا ہے تو فطرت پوری فراخ حوصلگی سے اس کے لئے سرد سامان راحت مہیا کر دیتی ہے۔ سوچ کا چراغ گل ہو جاتا ہے، چاند کی ہلکی اور ٹھنڈی شاعری کا شامیہ تن جاتا ہے سادگی کی قندیلیں ٹٹلنے لگتی ہیں۔ شفق کے رنگین پردے آدیاں ہو جاتے ہیں۔ ہری بھری گھاس کا مٹلی فرش بچھ جاتا ہے شائیں جھوم کر مردہ جنبانی کرتی ہیں۔ اور پتے ہوا کے جھونکوں سے ٹکرا کر فضا کے دامن کو خواب آلود غموں سے بھر دیتے ہیں اور فرش زمین کے اوپر اور شامیہ ننگ کے نیچے سونے والا رات کی سیاہ چادر اوڑھ کر آرام سے سو جاتا ہے کیا اس کے مقابلہ میں وہ کابل و آرام طلب جس کے ہاں نرم و گداز گدے، آرام دہ مسہریاں، ہوا میں لہریں پیدا کرنے والے بھلی کے ٹکڑے اور آنکھوں کو خیرگی سے بچانے والے بکے سبز رنگ کے قلعے اور دوسرے مصنوعی و غرض ساختہ سامان آسائش مہیا ہوں زیادہ پرسکون و پر کیفیت بات بسر کر سکتا ہے؟ بہر حال کارخانہ نیست و بود کی جو قلمونیاں اور فطرت کی متنوع رعنائیاں انسان کے حسیات کی تسکین اور زندگی کی دل بستگی و آسائش کا کل سرد سامان لئے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ عالم کے دل آویز نقوش اور راحت و آسائش کے سامان کس لئے ہیں؟ کیا اس لئے ہیں کہ انسان چند دن کھائے پیئے، گھوڑے، پھرے اور پھر قبر میں جا سوتے۔ اگر ایسا ہو تو زندگی کا کوئی مالی مقصد ہی نہیں رہتا۔ حالانکہ دنیا کے کائنات کی ہر چیز کا ایک مقصد اور ایک قہر ہے تو پھر زندگی اور زندگی کے سرد سامان بغیر مقصد کے کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اس کا بھی کوئی مقصد ہونا چاہیے اور وہ مقصد صرف آخرت کی زندگی ہے۔ جس کی سادقوں اور کامرانوں کو حاصل کرنے کے لئے دنیا کو ایک ذریعہ اور امتحان گاہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:

ولکن لیبلو کو فیما اتاکو  
فاسلبقوا الخیرات۔  
لیکن جو اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمانا چاہتا ہے لہذا نیکیوں کی طرف بڑھنے میں ایک دوسرے سے سبق لے جانے کی کوشش کرو۔  
یہ آزمائش اسی صورت میں آزمائش رہ سکتی ہے جب ان نیکیوں پر عمل پیرا ہونے اور ان میں سبقت لے جانے میں انسانی اختیار کا عمل دخل ہو اور اگر وہ ایمان و عمل صالح پر مجہد ہو تو آزمائش کے معنی ہی کیا ایسی صورت میں تو ہر ایک کو ایمان لانا پڑتا اور اعمال بجالانے پڑتے کیونکہ قدرت اپنی بات کے منولے میں مجبور و قاصر نہیں ہے چنانچہ ارشاد الہی ہے:

ولو شاء ربک لامن من فی  
الارض کلہا جمیعاً۔  
اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو زمین میں بسنے والے  
سب کے سب اس پر ایمان لے آتے۔

بے شک کائنات کا ہر ذرہ اس کی مشیت کے تابع ہے۔ اس طرح کہ کوئی اس کے محیط اقتدار سے باہر نہیں ہے وہ زمین ہو یا اس پر چلنے پھرنے والی مخلوق، پہاڑ ہوں یا اُن کے دامن میں معدنیات، دریا ہوں یا اُن میں رہنے والی مچھلیاں، سمندر ہوں یا اُن میں منبر مونگے اور موتیوں کے خزانے، فضا ہو یا اس میں پرواز کرنے والے پرندے، بادلوں کے کتے ہوں یا اُن میں اٹھتے ہوئے پانی کے ذخیرے، پاند سوچ ہوں یا اُن کی جوہری شعاعیں، ستارے ہوں یا اُن کی مخصوص تاثیریں، فرشتے ہوں یا اُن کی سرگرمیاں سب ہی تو اس کی مشیت کے اندر بکھڑی بندھی ہوئی ہیں۔ اگر انسان بھی اعتقاد و اعمال میں اسی طرح بے بس ہوتا اور مشیت ہر ایک کو ایک مخصوص طریق کار کا پابند بنا دیتی تو جزا و سزا بیکار ہو جاتی۔ حالانکہ قانون مکافات کی رو سے جزا و سزا سے دوچار ہونا ضروری ہے جیسا کہ ارشاد الہی ہے:-

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا  
اَكْتَسَبَتْ۔  
اگر اس نے اچھا کام کیا تو اپنے فائدہ کے لئے اور بُرا  
کام کیا تو اُس کا وبال اُس کے سر پہ گرا۔

تو جب اپنے ہی اعمال سامنے آتے ہیں تو وہی اوقات و لمحات زندگی کا سرمایہ ہیں جن میں اعمال خیر کے ذریعہ آخرت کا سرمایہ ہم پہنچا لیا گیا ہو، اور وہی شبِ روزِ مبارک و مسعود ہیں جن میں انہوی ہلاکت و تباہی سے بچنے کا سامان کر لیا گیا ہو۔ یہ دن اور یہ راتیں ہمارے اچھے اور بُرے اعمال کی تکرار ہیں۔ اگر اُن کے سامنے ہماری نیکیاں آتی ہیں تو اُن کی پیشانی کی گرہیں کھل جاتی ہیں اور اُن کے چہرے پر سکراہٹ پھیل جاتی ہے اور وہ ہم سے خوش خوش رخصت ہوتے ہیں اور اگر بُرائیوں کو دیکھتے ہیں تو ان کی جبین پر شکنیں پڑ جاتی ہیں اور بُرائی کرتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

مَا مِنْ يَوْمٍ يَمُرُّ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْاَقَالِ  
لَهُ ذَلِكِ الْيَوْمِ اَنَا يَوْمٌ جَدِيدٌ وَاَنَا  
عَلَيْكَ شَهِيدٌ فَقُلْ فِي خَيْرٍ وَاَهْمَلْ  
فِي خَيْرٍ اَشْهَدُ لَكَ بِمِ يَوْمِ الْقِيَمَةِ۔  
انسان کی زندگی کا جو دن گزرتا ہے وہ (زبانِ حال سے)  
خطاب کرتے ہوئے اُس سے کہتا ہے کہ میں تیرے لئے نیا  
دن اور تیرے اعمال کا گواہ ہوں۔ لہذا زبان اور اعضاء سے  
نیک عمل کرو۔ میں اس کی قیامت کے دن گواہی دوں گا۔

لہذا صبح کی پرسکون فضا اور ستاروں کی ٹھنڈی چھاؤں میں آنے والے دن کا استقبال اس دُعا سے کیا جائے تاکہ کم از کم اس دن تو اس کے تاثرات ہماری زندگی پر چھائے رہیں۔ اور فکر و عمل کی پاکیزگی ہمارے تصورات پر محیط رہے اور یہی اس دُعا کا مرکزی نقطہ نگاہ ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا  
عَرَضَتْ لَهُ مُصِيبَةٌ أَوْ نَزَلَتْ بِهِ  
مُلِمَّةٌ وَعِنْدَ الْكَرْبِ -

يَا مَنْ تَحَلَّى بِهِ عَقْدُ الْمَكَارِهِ وَيَا مَنْ  
يُعْتَقِلُ بِهِ حَدَّ الشَّدَائِدِ وَيَا مَنْ  
يَلْتَمِسُ مِنْهُ الْمُتَحَرِّجُ إِلَى مَا وَجَّحَ  
الْفَرَجَ ذَلِكَ يَقْدَرُ لَكَ الصَّعَابُ وَ  
تُسَبِّحُ بِطُغْيَانِكَ الْأَسْبَابُ وَجَبَى  
بِقُدْرَتِكَ الْقَضَاءُ وَمَصْرُوعٌ عَلَى  
إِمْرَادَتِكَ الْأَشْيَاءُ فَهِيَ بِمَشِيئَتِكَ  
دُونَ قَوْلِكَ مُؤْتَمِدَةٌ وَيَا رَادَّيَكَ  
دُونَ نَهْيِكَ مُنْزَجَةٌ أَنْتَ  
الْمَدْعُوُّ لِلْمُهِمَّاتِ وَأَنْتَ الْمَفْرُوعُ  
فِي الْمُلْكِيَّاتِ لَا يَشَدُّ فِعْرٌ مِنْهَا إِلَّا  
مَا دَلَعْتَ وَلَا يَنْكَشِفُ مِنْهَا إِلَّا  
مَا كَشَفْتَ وَكَذَلِكَ نَزَلَ فِي يَارَبِّ مَا  
كَذَلِكَ دَنَى ثِقَلُهُ وَأَلْهَوِي مَا  
كَذَلِكَ بَلَغَنِي حَمْلُهُ وَبِقُدْرَتِكَ  
أَوْرَدْتَنِي عَلَى وَبِسُلْطَانِكَ وَجَّهْتَنِي  
إِلَى فَلَا مَصْدِرَ لِي مَا أَوْرَدْتَ وَلَا  
صَارَتْ لِي مَا وَجَّهْتَ وَلَا قَاتِلَ لِي مَا  
أَعْلَقْتَ وَلَا مُغْلِقَ لِي مَا فَتَحْتَ وَلَا  
لَا مَيْيَسَرَ لِي مَا عَشَرْتَ وَلَا  
نَاصِرَ لِي مَنْ خَذَلْتَ فَصَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَافْتَحْ لِي  
يَا رَبِّ بَابَ الْفَرَجِ يَطْوِيكَ

جب کوئی مہم درپیش ہوتی یا کوئی مصیبت  
نازل ہوتی یا کسی قسم کی بے چینی ہوتی تو حضرت  
یہ دعا پڑھتے تھے۔

اے وہ جس کے ذریعہ مصیبتوں کے بندھن کھل جاتے ہیں  
اے وہ جس کے باعث سختیوں کی بارگاہ کھل جاتی ہے  
اے وہ جس سے (تنگی و دشواری سے) وسعت و فراخی  
کی آسائش کی طرف نکال لے جانے کی التجا کی جاتی  
ہے۔ تو وہ ہے کہ تیری قدرت کے آگے دشوار یا آسان  
ہو گئیں۔ تیرے نطق سے سلسلہ اسباب برقرار رہا۔  
اور تیری قدرت سے قضا کا نفاذ ہوا اور تمام چیزیں  
تیرے ارادہ کے رُخ پر گامزن ہیں۔ وہ بن کہے تیری  
مشیت کی پابند اور بن رو کے خود ہی تیرے ارادہ سے  
رُک جاتی ہیں۔ مشکلات میں تجھے ہی پکارا جاتا ہے اور  
تجلیات میں تو ہی جاسے پناہ ہے۔ ان میں سے کوئی  
مصیبت حل نہیں ہو سکتی مگر جسے تو مثال دے اور کوئی  
مشکل حل نہیں ہو سکتی مگر جسے تو حل کر دے۔ پُروردگار!  
مجھ پر ایک ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے جس کی  
سنگینی نے مجھے گراں بار کر دیا ہے اور ایک ایسی  
آفت آ پڑی ہے جس سے میری توبہ برداشت عاجز  
ہو چکی ہے۔ تو نے اپنی قدرت سے اس مصیبت کو مجھ  
پر وارد کیا ہے اور اپنے اقتدار سے میری طرف  
مستوجہ کیا ہے۔ تو جسے تو وارد کرے، اُسے کوئی پٹانے  
والا، اور جسے تو مستوجہ کرے اُسے کوئی پٹانے والا،  
اور جسے تو بند کرے اُسے کوئی کھولنے والا اور جسے تو  
کھولے اُسے کوئی بند کرنے والا اور جسے تو دشوار بنائے  
اُسے کوئی آسان کرنے والا اور جسے تو نظر انداز

وَأَكْسِرْ عَنِّي سُلْطَانَ الْهَجْرِ  
بِحَوْلِكَ وَأَيِّدْنِي حُسْنَ التَّظَرِّ  
فِيمَا شَكَّوْتُ وَأَذِقْنِي  
خَلَاوَةَ الصَّنِيعِ فِيمَا سَأَلْتُ  
وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً  
وَقَرَجًا هَنِيئًا وَاجْعَلْ لِي  
مِنْ عِنْدِكَ مَخْرَجًا وَحَيًّا  
وَلَا تَشْغَلْنِي يَا لِاهِتِبَا  
عَنْ تَعَاهِدِ قُرْبُصِكَ وَ  
اسْتِعْمَالِ سُنَّتِكَ فَقَدْ  
ضَيَّعْتُ لِمَا نَزَلَ بِي يَا رَبِّ  
ذُرْعًا وَامْتَلَأْتُ بِحَبْلِ مَا  
حَدَّثَ عَلَيَّ هَمًّا وَأَنْتَ  
الْقَادِرُ عَلَى كُشْفِ مَا مَنَيْتُ  
بِهِ وَذَقِيعَ مَا وَقَعْتُ فِيهِ  
فَأَفْعَلْ بِي ذَلِكْ وَإِنْ لَمْ  
أَسْتَوْجِبْهُ مِنْكَ يَا ذَا الْعَرْشِ  
الْعَظِيمِ -

کرے اُسے کوئی مدد دینے والا نہیں ہے۔ رحمت مانل  
فرما محمد اور اُن کی آل پر اور اپنی کرم فرمائی سے لمے  
میرے پالنے والے میرے لئے آسائش کا دروازہ کھول  
دے اور اپنی قوت و توانائی سے غم و اندوہ کا زور توڑ  
دے اور میرے اس شکوہ کے پیش نظر اپنی نگاہ کرم کا رخ  
میری طرف موڑ دے اور میری حاجت کو پورا کر کے شیرینی  
احسان سے مجھے لذت اندوز کر۔ اور اپنی طرف سے رحمت  
اور خوشگوار اسودگی مرحمت فرما اور میرے لئے اپنے  
لطف خاص سے جلد چھٹکارے کی راہ پیدا کر اور اس  
غم و اندوہ کی وجہ سے اپنے فرائض کی پابندی اور مستحبات  
کی بجا آوری سے غفلت میں نہ ڈال دے۔ کیونکہ میں  
اس مصیبت کے ہاتھوں تنگ آچکا ہوں اور اس  
عادثہ کے ٹوٹ پڑنے سے دل رنج و اندوہ سے بھر گیا  
ہے جس مصیبت میں مبتلا ہوں اُس کے دور کرنے اور  
جس بلا میں پھنسا ہوا ہوں اس سے نکالنے پر تو ہی قادر  
ہے۔ لہذا اپنی قدرت کو میرے حق میں کار فرما کر۔ اگرچہ  
تیری طرف سے میں اس کا سزاوار نہ قرار پاسکوں مگر  
عرش عظیم کے مالک۔

جب زہر غم رگڑے میں اُترتا اور کرب و اندوہ کے شرادوں سے دل و دماغ پھنکتا ہے تو درد و الم کی ٹیسیں  
سکون و قرار چھین لیتی ہیں اور صبر و شکیب کا دامن لا تھمے چھوٹ جاتا ہے۔ تسلی و تسکین کا کوئی سامان نظر آتا ہے  
نہ سبر و ضبط کی کوئی صورت۔ اسی حالت میں یا کس نا اُمیدی کبھی جنون و دیوانگی میں مبتلا اور کبھی موت کا سہارا ڈھونڈنے پر  
مجبور کر دیتی ہے۔ اگر انسان اس موقع پر بلند نظری سے کام لے تو اسے ایک ایسا سہارا مل سکتا ہے جو حوادث و آلام کے بھنڈ  
اور رنج و اندوہ کے سیلاب سے نکال لے جا سکتا ہے اور وہ سہارا اللہ ہے جو اضطراب کی تسلی اور درد و کرب کا چارہ کر سکتا ہے  
چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:- اذا اشتد المزعج فالى الله المزعج۔ جب یہ پھپھنی حد سے بڑھ جائے تو پھر اللہ ہی تسکین  
کا مرکز ہے۔ اور اگر اللہ کی ہستی پر ایمان نہ بھی ہو جب بھی فطرت خرابیدہ کوٹ لے کر اس کا راستہ دکھا دیتی ہے اور مصیبت و  
بیماری کسی ان دیکھی ہستی کے آگے جھکنے اور اُس کا سہارا لینے کے لئے پکارتی ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام

سے وجود باری کے سلسلہ میں گفتگو کی تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہیں کشتی پر سوار ہونے کا کبھی اتفاق ہوا ہے اس نے کہا ہاں۔ فرمایا کبھی ایسا اتفاق بھی پیش آیا ہے کہ کشتی بھنور میں گھر گئی ہو اور سمندر کی تہلاقی لہروں نے تمہیں اپنی پیٹ میں لے لیا؟ اس نے کہا کہ جی ہاں، ایسا بھی ہوا ہے۔ فرمایا کہ اس وقت تمہارے دل میں کوئی خیال پیدا ہوا تھا؟ کہا کہ ہاں۔ جب ہر طرف سے ایسی ہی مایوسی نظر آنے لگی تو میرا دل کہتا تھا کہ ایک ایسی بالادست قوت بھی موجود ہے جو چاہے تو اس بھنور سے مجھے نکال لے جاسکتی ہے۔ فرمایا بس وہی تو خدا تھا جو انتہائی مایوس کن حالتوں میں بھی مایوس نہیں ہونے دیتا۔ اور جب کوئی سہارا نہ رہے تو وہ سہارا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ جب انسان اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین و اعتماد پیدا کر کے اس پر اپنے امور کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اپنی ذہنی قوتوں کو منتشر ہونے سے بچنے لے جاتا ہے۔ اور جب ہم تنہا اس کی یاد میں کھو جاتا ہے تو الجھنیں اور پریشانیاں اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ کیونکہ ذہن کا سکون اور قلب کی طاعت اس کے ذکر کا لازمی نتیجہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے: **الابيد كذا قلنا قطعنا القلوب**۔ دل تو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں، وہ لوگ جو اطمینان کو بظاہر غم غلط کرنے والی کیفیت انگیز و مسرت افزا چیزوں میں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ کبھی سکون و اطمینان حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نہ مشرت کہ دل میں اطمینان نظر آتا ہے، نہ تاج و دیہیم کے سایوں میں، نہ نعمہ و سہو کی محفوں میں سکون و قرار ہوتا ہے، نہ ناؤ و فوسش کی مجلسوں میں۔ بے شک ہر موقع پر ذکر و عبادت کے لئے دل آمادہ اور طبیعت حاضر نہیں ہوتی خصوصاً جب کہ انسان کسی مصیبت کی وجہ سے ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو۔ اس لئے کہ مصیبت بہر صورت مصیبت اور اس سے متاثر ہونا طبعی و فطری ہے۔ تو ایسے موقع پر نوافل سے دست کش ہوا جاسکتا ہے مگر بہت سے لوگ ایسے بھی ملیں گے جو پریشان کن حالات میں فرائض تک سے غافل ہو جاتے ہیں۔ تو انہیں امام علیہ السلام کی اس دعا پر نظر کرنا چاہیئے کہ وہ بارگاہ الہی میں یہ دعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ خواہ کتنے باز کا و حوادث و آلام سے سابقہ پڑے مگر تیرے فرائض و نوافل سے غفلت نہ ہونے پائے۔ کیونکہ فرائض پر صورت فرائض ہیں اور نوافل عبودیت کا تقاضا ہیں۔ اور ایسا نہ ہو کہ معائب و آلام کے تاثرات عبودیت کے اظہار پر غالب آجائیں۔

مصیبتوں سے بچاؤ اور برے اخلاق و اعمال سے حفاظت کے سلسلہ میں حضرت کی دعا

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں حرص کی طغیانی، غضب کی شدت، حسد کی چیر و دستی، بے مہربانی، قناعت کی کمی، کج اخلاقی، خواہش نفس کی فراوانی، عصیت

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي  
الِاسْتِعَاذَةِ مِنَ الْمَكَارِهِ وَسَيِّئِ  
الْاَخْلَاقِ وَفَذَلِكَ اَمَّا الْاَعْلَالُ  
اَللّهُمَّ خَرِّجْنِي اَعُوذُ بِكَ مِنْ هَيْجَانِ  
الْحِرْصِ وَسُورَةِ الْغَضَبِ وَغَلَبَةِ  
الْحَسَدِ وَضَعْفِ الصَّبْرِ وَقِلَّةِ الْقَنَاعَةِ

وَشَكَاسَةِ الْخُلُقِ وَالْحَاجَةِ الشَّهَوَةِ  
وَمَلَكَةِ الْحَمِيَّةِ وَمَتَابَعَةِ الْهَوَى  
وَمُخَالَفَةِ الْهَدَى وَسِنَةِ الْغَفْلَةِ  
وَتَعَامُلِ الْكُلْفَةِ فَإِثَارِ الْبَاطِلِ عَلَى  
الْحَقِّ وَالْإِضْرَارِ عَلَى الْمَالِ وَلَا تَسْتَصْفِرَ  
الْمَعْصِيَةَ وَاسْتِكْبَارِ الطَّاعَةَ وَمَبَاهِجِ  
الْمَكْتَرِبِينَ وَالْإِمْرَارِ بِالْمُقَدِّينَ وَسُوءِ  
الْوَلَايَةِ لِمَنْ تَخْتِ أَيْدِيَنَا وَتَمْرُكِ  
الشُّكْرِ لِمَنْ أَصْطَنَعَ الْعَارِ فَتَعْنَدْنَا  
أَوْ أَنْ نَعْصِدَ ظَالِمًا أَوْ نَعْدِلَ مَلُوفًا  
أَوْ نُرْوِمَ مَا لَيْسَ لَنَا بِحَقٍّ أَوْ نَقُولَ  
فِي الْعِلْمِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَكَعُودُكَ أَنْ  
تَنْطَوِيَ عَلَى غَيْرِ أَحَدٍ وَأَنْ تُعْجِبَ عَالِمًا  
وَكُنْ فِي أَمَانِنَا وَكَعُودُكَ مِنْ سُوءِ التَّوْبِ  
فَإِحْتِقَارِ الصَّغِيرَةِ وَأَنْ تَسْتَعْوِذَ عَلَيْنَا  
الشَّيْطَانُ أَوْ يَنْكَبِتَ الزَّمَانُ أَوْ يَهْضُمَنَا  
السُّلْطَانُ وَكَعُودُكَ مِنْ تَنَاوُلِ الْإِشْرَافِ  
وَمِنْ فَقْدَانِ الْكَمَائِثِ وَكَعُودُكَ مِنْ  
شَسَاتِي الْأَعْدَاءِ وَمِنْ الْفَقْرِ إِلَى الْكَلَالَةِ  
وَمِنْ مَعْيشَةٍ فِي شِدَّةٍ وَمَيْتَةٍ عَلَى غَيْرِ  
عُدَّةٍ وَكَعُودُكَ مِنَ الْحَسَنَةِ الْعُظْمَى  
وَالْمَعْصِيَةِ الْكُبْرَى وَالشَّقَى الشَّقِيرِ وَ  
سُوءِ الْمَبِيعِ وَجَزَائِنِ الثَّوَابِ وَحُلُولِ  
الْعِقَابِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
أَعِدْ لِي مِنْ كُلِّ ذِيكَ بِرَحْمَتِكَ وَجَمِّعْ  
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَا رَحِيمَ الرَّحِيمِينَ

کے غلبہ، ہوا و ہوس کی پیروی، ہدایت کی خلاف ورزی  
خواب غفلت (کی مددوشی) اور تکلف پسندی سے نیز باطل  
کو حق پر ترجیح دینے، گناہوں پر اصرار کرنے، معصیت کو  
حقیر اور اطمینان کو عظیم سمجھنے، دولت مندوں کے سے  
تفاثر، محتاجوں کی حقیر اور اپنے زیر دستوں کی بری  
تکبرداشت اور جو ہم سے بھلائی کرے اس کی ناشکری  
سے اور اس سے کہ ہم کسی ظالم کی مدد کریں اور معصیت نہ  
کو نظر انداز کریں یا اس چیز کا قصد کریں جس کا ہمیں حق نہیں  
یا دین میں بے جا بوجھے دخل دیں۔ اور ہم تجھ سے پناہ  
مانگتے ہیں اس بات سے کہ کسی کو فریب دینے کا قصد کریں  
یا اپنے اعمال پر نازاں ہوں اور اپنی امیسیوں کا  
دامن پھیلانیں۔ اور ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں۔ بد باطنی  
اور چھوٹے گناہوں کو حقیر تصور کرنے اور اس بات سے کہ  
شیطان ہم پر غلبہ حاصل کر لے جائے یا دامن ہم کو  
معصیت میں ڈالے یا فرمانروا اپنے مظالم کا نشانہ بنے  
اور ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں فضول خرچی میں پڑنے،  
اور سب ضرورت ذوق کے نہ ملنے سے۔ اور ہم تجھ  
سے پناہ مانگتے ہیں دشمنوں کی شہادت، ہم چشموں  
کی احتیاج، سختی میں زندگی بسر کرنے اور توشہ آخرت  
کے بغیر مرنے سے اور تجھ سے پناہ مانگتے ہیں بڑے  
تاسف، بڑی معصیت، بدترین بد بختی، بڑے انجام،  
ثواب سے محرومی اور عذاب کے وارد ہونے سے۔  
اے اللہ! محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما، اور  
اپنی رحمت کے صدقہ میں مجھے اور تمام مومنین و مومنات کو  
ان سب برائیوں سے پناہ دے۔ اے تمام رحم کرنے والوں  
میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

انسان اس وقت تک مکالمہ اطلاق سے آراستہ نہیں ہو سکتا جب تک ایک صحت مند ذہنیت کی تخلیق نہ کرے۔ اور امراض نفسانہ کے جراثیم سے قلب و ضمیر کی تطہیر کر کے اپنے کو فضائل و فواضل کے قبول کرنے کے قابل بنائے۔ اس دوا میں جن معائب و رذائل کو گنوا یا گیا ہے وہ وہی جراثیم ہیں جو امراض نفسانہ کی تولید کرتے اور انہیں پران چڑھاتے ہیں اور انسان کے ارفع و اعلیٰ احساسات کو ختم کر کے اسے خواہشات کا پرستار بنا دیتے ہیں جس کے بعد وہ اس سطح پر آ جاتا ہے جو ایک عام حیوان کی سطح ہوتی ہے جہاں پر پیچ کر فضائل کی بلندیاں اس کے دسترس سے باہر ہو جاتی ہیں اور رذائل و قبائح اس کی قوجہ کا مرکز بن جاتے ہیں اور اُسے اُن کی برائی کا احساس تک نہیں ہوتا کہ انہیں چھوڑنے کی ضرورت محسوس کرے۔ یوں تو اُن معائب میں سے ہر عیب ہلاکت آفرین و تباہ کن ہے مگر حرص، غضب، حسد اور شہوت سر فہرست اور سب برائیوں کا سرچشمہ ہیں۔

حرص یہ ہے کہ مالی دنیا کی ہوس حد اعتدال سے تجاوز کر جائے اور در پیہ پیہ، گھر بار سب کچھ ہونے کے باوجود طلب و خواہش بڑھتی ہی چلی جائے اور کہیں بھی اس میں کمی پیدا نہ ہونے پائے۔ حرص کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس طرح بن پڑے دنیا جہان کی دولت سمیٹ لے جائے اس کے لیے جو ذریعہ بھی اختیار کرنا پڑے۔ چنانچہ اسی جنگ دو میں اپنی عمر اور قوت فکر و عمل کو ضائع کر دیتا ہے۔ اور چونکہ اپنی ہی سعی و کوشش پر اعتماد کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اس لئے خدا پرستے اُس کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ اور جہاں خدا پر اعتماد ختم ہو جاتا ہے وہاں انسانی قدروں کی اہمیت بھی اس کی نظروں میں باقی نہیں رہتی۔ اسے نہ کسی کے مفاد کا لحاظ ہوتا ہے نہ کسی کے نقصان کی پروا بلکہ دوسروں کے مفاد سے اگر تصادم ہوتا ہے تو ان کے بڑے سے بڑے نقصان کو نظر انداز کر کے اپنے تھوڑے سے فائدہ کو ترجیح دیتا ہے اور نتیجہ میں ایک ایسی خود غرضانہ ذہنیت تشکیل پا جاتی ہے جو حسد، نفرت و بدخواہی ایسے جذبات پیدا کرے کہ اس کی زندگی کو تلخ کر دیتی ہے۔ وہ مال کی اندھی ہوس میں دوسروں سے اُلجھتا اور ٹکراتا ہے جس سے ایک طرف معاشرہ پر برا اثر پڑتا ہے اور دوسری طرف وہ اس خوش نما جال سے نکلنے کے بجائے اس میں پھنستا ہی چلا جاتا ہے چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

مثلاً الحریص فی الدنیا مثل  
دودة القز کلما ازدادت من القز  
علی نفسہا لفا کان ابعدا لہامن  
الخروج حتی تموت غمما۔  
دنیا میں حریص ریشم کے کیڑے کے مانند ہے کہ جتنا  
اپنے اوپر ریشم پیٹتا جاتا ہے اتنا ہی اس میں پھنستا  
چلا جاتا ہے اور نکلتا اس کے لئے دشوار ہو جاتا ہے  
یہاں تک کہ اسی میں گھٹ کر مر جاتا ہے۔

اسلام نے مال کی پرستاری و سرمایہ اندوزی کے انسداد کے لئے جمع آوری کے بجائے دولت کی تقسیم پر زیادہ زور دیا ہے اور مالی فراٹس، خمس، زکوٰۃ، روئے نظام وغیرہ کی صورت میں عاید کر دیئے تاکہ دولت آتی ہی رہے اور بٹی ہی رہے۔ اس طرح جمع آوری کا وہ جذبہ قہراً باقی نہیں رہتا جسے حرص سے تعبیر کیا جاسکے۔

غضب، یہ ایک دماغی جذبہ ہے جو انسانی فطرت میں ودیعت ہے جس سے انسان ان چیزوں کی روک تھام کرتا

ہے جو اسے ناگوار معلوم دیتی ہیں یا جن سے گزند پہنچتا ہے۔ چنانچہ جب ناگوار یوں سے دوچار ہوتا ہے تو اس کے غصہ کا پارہ چڑھ جاتا ہے اور قوت برداشت کم یا بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ یہ ناگواری کی صورت اگر ایسے شخص کے مقابلہ میں ہو جو اس سے زیادہ طاقتور اور بااقتدار ہو اور اس سے انتقام لینا اس کے لئے ممکن نہ ہو تو اس سے خون کا دباؤ دل کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ جس سے ایک ٹھن سی محسوس کرتا ہے۔ اس انتباہی کیفیت کا نام غم و حزن ہے اور اگر ایسے شخص کے مقابلہ میں ہو جو اسی کی سطح پر ہو تو اس سے انتباہی و انبساط کی ایک نئی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ تھلا تا اور پیچ و تاب کھاتا ہے اس حالت کو خفہ (کینہ) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اگر اس شخص کے مقابلہ میں ہو جسے اپنے سے بہت تر تصور کرتا ہے تو اس سے غون کھوننا اور باہر کی طرف جوش مارتا ہے جس سے گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں اور چہرہ اند آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ اس بیماری کی کیفیت کا نام غضب ہے جو بر عمل اور جذباتی اعتبار میں ہو تو مدد و مدد سے بڑھ جائے تو مذہوم۔ اغراط کی حالت میں پیش بینی و اکل اندیشی کے اوصاف سلب ہو جاتے ہیں۔ دماغی رطوبتیں خشک ہو جاتی ہیں اور ذہنی توازن برقرار نہیں رہتا۔ چنانچہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

الحرة ضروب من الجنون لان  
صاحبها يندم فان لم يندم  
فجنونه مستحکم۔  
خفہ ایک قسم کی دیوانگی ہے کیونکہ خفہ و بعد میں پشیمان  
ضرور ہوتا ہے۔ اور اگر پشیمان نہیں ہوتا تو اس کی  
دیوانگی پختہ ہے۔

یہ ایک ایسی بیماری غصہ کی ہے جو انسان کو مجسم حیوان اور سہرا پا درندہ بنا دیتی ہے۔ چنانچہ جب آدمی کو بے تحاشا خفہ آتا ہے تو اس کی نگاہوں میں تہرکی گھٹائیں آمنت آتی ہیں۔ منہ سے جھاگ بنے نکلتی ہے۔ سانس پھول جاتی ہے۔ جھکا منتشر اور چہرہ بھیانک ہو جاتا ہے بھوئیں چڑھ جاتی ہیں۔ آنکھوں سے شلوسے برسے نکلتے ہیں۔ جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ زبان سے اول قول بکاتا ہے۔ ذرا تصور تو کیجئے کہ خفہ میں اس کی ہیئت کدائی کیسے کیا ہو جاتی ہے اور اگر ذمہ قابل کو زبرد کر سکے تو اور عجیب و غریب قسم کی وحشیانہ حرکتیں کرتا ہے۔ کبھی کپڑے پھاڑتا ہے، کبھی منہ پر طمانچہ لگاتا ہے، بدحواسی میں ادھر سے ادھر دوڑتا ہے، ہیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکتا اور توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے اور گالیاں دینے پر آتا ہے تو درد و دیوانگی کو گالیاں دیتا ہے اور کبھی یہ غضب انتہائی خطرناک اقدامات کو جنم دیتا ہے اور قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور اکثر و بیشتر قتل کی وارداتیں اسی غیظ و غضب کا نتیجہ ہوتی ہے اور کبھی انتہائی طیش میں خود اس کی اپنی سوت و وقع ہو جاتی ہے۔ ایسے موقع پر سمجھانا بھگانا اور غصہ کے نتائج سے آگاہ کرنا عموماً بے کار ثابت ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات الٹا اثر کرتا ہے، اور سمجھانے والا خود اس کے غصہ میں آ جاتا ہے۔ اس لئے بھگانے بھگانے کے بجائے نفسیاتی طریقہ پر علاج کرنا چاہئے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا انشیاتی علاج یوں وارد ہوا ہے کہ اگر خفہ کی حالت میں انسان کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو تو ٹھیک لگائے، اور ٹھیک لگائے ہو تو لیٹ جائے۔ اور ٹھنڈے پانی سے جسم کو دھوئے۔ اور امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ خفہ کی حالت میں ایک سے لے کر دس تک انگلیوں پر گھسی کوئے۔ اس طرح جسم کو الٹنے پلٹنے اور بدن کو تر کرنے اور

گنتی گنتے سے طبیعت پلٹا کھائے گی اور طبیعت کے ساتھ غصہ کا دھارا بھی مڑ جائے گا۔

حسد: یہ بھی ایک نفسانی مرض ہے جو انسان کو گھن کی طرح اندر ہی اندر چاٹ جاتا ہے۔ حاسد اپنی خود ساختہ طبیعت سے مجبور ہو کر دوسرے کی بلندی و برتری اور جاہ و اقبال کو دیکھتا ہے تو انگاروں پر لڑتا اور پیچ و تاب کھاتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ اس کی برتری ذلت میں، اور اقبال و دولت نکبت و ادبار میں بدل جائے۔ اور اگر یہ چاہے کہ یہ عزت و اقبال اسے بھی حاصل ہو جائے تو یہ غبطہ ہے۔ اور اگر اسے حاصل کرنے کے لئے عملاً تنگ و دو بھی کرے تو یہ منافسہ ہے اور غلبہ اور منافسہ دونوں ممدوح صفتیں ہیں۔ اور حسد، پست ذہنیت و بد باطنی کی علامت ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ المؤمن یغبط و المنافق یحسد۔ مؤمن غبطہ کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے۔ اور منافسہ کے متعلق ارشاد الہی ہے: وَفِیْ ذٰلِکَ قَلِیْلَتًا مِّنَ الْمُتَنَافِسِیْنَ۔ اس کی طرف رغبت کرنے والوں کو شوق سے بڑھنا چاہیے۔ اور اگر انسان یہ سوچے کہ اس کے حسد کرنے سے دوسرے کا کچھ نہیں بگڑ سکتا اور نہ اُس کے جلنے کڑھنے سے کسی کی قدر و منزلت اور مال و دولت میں کمی واقع ہو سکتی ہے تو وہ اپنے کو حسد کی آگ میں جھونکنے سے بچا لے سکتا ہے اور یہ سمجھ لینا کہ اس کے حسد سے دوسرے کی نعمتیں زائل ہو جائیں گی انتہائی جہالت کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ اگر حسد سے نعمتیں زائل ہونے لگیں تو پھر دنیا میں کسی کے پاس نعمت و دولت نہ رہتی کیونکہ صاحب نعمت و ثروت دوسروں کے حسد سے بچا نہیں سکتا۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: کُلُّ ذِیْ نِعْمَةٍ مَّحْسُودٌ۔ ہر صاحب نعمت محسود ہوتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ جہالت ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اس کے حسد سے تو دوسروں کی نعمت پر اثر پڑ سکتا ہے اور کوئی اس پر حسد کرے تو اس کا بال بھی بیکار نہ ہو گا اور نہ اس کی نعمتوں پر زوال آئے گا۔

شہوت: ہو کس و خواہش نفس کی پیروی کا نام ہے۔ خواہ اس خواہش کا تعلق شکم سے ہو یا جذبہ نفسانی سے۔ یوں تو دونوں کشش کا مرکز اور حظ اندوزی کا سرچشمہ ہیں مگر نفسانی جذبہ سب جذبات سے زیادہ انسان کے ذہن و عواطف کو مغلوب و متاثر کرتا ہے اور جب انسان اس میں منہمک رہنے کا خوگر ہو جاتا ہے تو پھر اس سے دست کش ہونا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں کھجیے کہ ایک سوار ایسی تنگ گلی میں داخل ہونا چاہتا ہے جس میں سواری سمیت داخل تو ہو سکتا ہے مگر آگے راستہ ہے کہ گزر سکے اور نہ سواری کے موڑنے کی کوئی جگہ ہے تو اب ایک صورت تو یہ ہے کہ گلی کے باہر سواری کو کھڑا کرے اور خود اندر داخل ہو جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ سواری سمیت اندر داخل ہو جائے اور جب پلٹنا چاہے تو اسے باہر نکالنے کے لئے دُم سے پکڑ کر گھسیٹے اور زور لگائے ظاہر ہے کہ پہلی صورت ایک آسان صورت ہے اور دوسری صورت مشکل۔ اور اگر سواری اڑیل اور منہ زود ہو تو دشواری اور بڑھ جائے گی اور اُسے نکال لے جانا طاقت و اختیار سے باہر ہو جائے گا۔ اسی طرح ابتداء میں نفس کو روکنا سہل ہوتا ہے مگر عادی و خوگر بنا دینے کے بعد روکنا ایسا ہی ہے۔ جیسے اڑیل جانور کو دُم سے پکڑ کر پیچھے کی طرف گھسیٹنا۔ چنانچہ جب آدمی خوگر ہو جاتا ہے اور ہو کس پرستی کا جذبہ مد سے بڑھ جاتا ہے تو وہ ملال و حرام کا امتیاز بھی ختم کر دیتا ہے اور اس منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں نہ مذہبی قیود آڑے آتے ہیں اور نہ اخلاقی حدود مانع ہوتے ہیں اور وہ نفس کی ذمائی تحریک پر خواہشات

کے بہاؤ میں بہتا ہوا چلا جاتا ہے۔ کسی کو خوف و خطر، شرم و حیا اور تحفظِ صحت کا خصوصی خیال مانع ہو تو ہو درہم و ہوا یہ مرحلہ انتہائی شکیب آزما ہوتا ہے اور انسان حسن کی سکراہٹوں اور جرات کی انگڑائیوں میں کھو جاتا ہے اور اپنی سیرت کو مانع بنا لیتا ہے اور جو نفس کی منہ زوری اور خواہش کی طغیانی پر قابو پا کر اپنے کردار پر دھبہ نہیں آنے دیتا اور اپنا دامن بچالے جاتا ہے وہ ایک شہیدِ راہِ خدا سے بھی بڑھ کر اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین علیہ الصلوٰۃ و السلام کا ارشاد ہے:-

وَالْمَجَاهِدُ الشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
بِأَعْظَمِ أَجْرٍ مِّنْ قَدْرِ رَفْعِ لَكَ  
الْعَفِيفُ إِنْ يَكُونُ مَلِكًا مِنْ  
الْمَلَائِكَةِ۔  
وہ مجاہد جو خدا کی راہ میں شہید ہو اس شخص سے زیادہ  
اجر کا مستحق نہیں ہے جو قدرت و اختیار رکھتے ہوئے  
پاکدامن رہے، کیا بعید ہے کہ پاکدامن فرشتوں میں  
سے ایک فرشتہ ہو جائے۔

ان فسانہ جذبات کی اشتعال انگیزی کا سرچشمہ نگاہوں کا تصادم اور ان کا جیبا کا نہ ٹکراؤ ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے الْمَنَظَرَةُ سَهْوٌ مَّسْمُومٌ ”نظر ہر میں بجھا ہوا ایک تیر ہے“ چنانچہ جس طرح سم آلودہ تیر کے زہر کا اثر جسم کے تمام رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور صرف تیر خوردہ مقام ہی متاثر نہیں ہوتا اسی طرح نگاہوں کا تبادلہ فکر و خیال اور جذبات و حیات کو متاثر کرتا ہوا اپنی خار آگیں کیفیتوں سے عقل و خرد پر چھا جاتا ہے۔ اسی کی تیر تقی میر نے ترجائی کی ہے:-

تیراں عیم باد آنکھوں میں ساری سستی شراب کی سی ہے

اس لئے نظر کے مسوم اثرات سے بچنے کے لئے نگاہوں کا احتساب ضروری ہے اور اس میں سہل انگاری سے کام لینا ایک طرح سے مفاسد کو دعوت دینا ہے۔ اور وہ مفاسد کیا ہیں؟ انہیں ایک مصری شاعر نے انتہائی اختصار کے ساتھ ایک طبعی ترتیب سے اس شعر میں جمع کر دیا ہے جس میں شاعری کے صن کے ساتھ حقیقت کی رعنائی بھی جلوہ گر ہے:-

نظری فابلسامۃ لسلام فکلام فموعد فلفلقو

”پہلے نادر نگاہ، پھر دلفریب سکراہٹ، پھر سلام شوق، پھر باہمی گنگو، پھر ایفائے عہد کے تحت ملاقات“  
بہر حال حرص، غضب، حسد اور ہوائے نفس کے علاوہ جن دوسرے رذائل و اخلاقی معائب کا اس دعا میں ذکر ہے ان کا سرچشمہ انہی چاروں عیوب میں سے کسی ایک نہ ایک کو کھتا چاہیے۔ چنانچہ بے جا تنگ دود، عدم قناعت، بے صبری اور طول اہل حرص کی پیداوار ہیں اور جن رذائل میں تفرق و سر بلندی کا شائبہ ہے۔ جیسے خود پسندی، حییت، مابغیت، کج اخلاقی، غرور، اطاعت، احسان ناشناسی، غرور مباحات، طریبوں کی تحقیر و تذلیل، دیربستوں پر ظلم و تعدی یہ سب غضب کا شاخسانہ ہیں اس لئے کہ غضب کا تجزیہ کیا جائے تو اس کا اصل سبب کبر و احساسِ برتری ہی نظر آئے گا۔  
اسی بنا پر غضب کا مظاہرہ ہمیشہ اس کے مقابلہ میں کیا جاتا ہے جسے اپنے سے پست تر تصور کیا جاتا ہے۔ اور یہ تفرق

وسر بلندی کا جذبہ اس اتشی کیفیت کا نتیجہ ہے جو غضب میں کار فرما ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ان الغضب جمرۃ فی قلب بنی آدم۔ غضب اور آدم کے دل میں چنگاری کی صورت میں دھکتا ہے اور آگ طبعاً بلندی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی مادہ ناری کی وجہ سے شیطان نے حضرت آدم کے مقابلہ میں غرور اور سر بلندی کا مظاہرہ کیا جیسا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ فافتح علی آدم بخلقہ و تعصب علیہ لاصلہ۔ اس نے اپنے مادہ تخلیق کی بناء پر آدم کے مقابلہ میں گھمنڈ کیا اور اپنی اصل کے لحاظ سے ان کے سامنے اکڑ گیا۔ اور حبش باطن، غش و فریب اور ثنات، حسد کا کرشمہ، اور فضول خرچی، غفلت و بے اعتنائی، حق و ہدایت سے بے رخی اور چھوٹے گناہوں کو حقیر سمجھنا یہ سب ہوائے نفس کی کار فرمائی کا نتیجہ ہیں۔

ان تمام معائب و معاصی میں اطاعت پر غرور اور چھوٹے گناہوں کو حقیر تصور کرنا سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس لحاظ سے کہ غرور اطاعت کو عیب ہی تصور نہیں کیا جاتا کہ اس جذبہ کو ختم کرنے کی ضرورت محسوس کی جائے حالانکہ اطاعت پر غرور و افتخار کرنے اور اسے غیر معمولی اہمیت دینے سے مجر و غلوں کی روح ختم ہو جاتی ہے اور اطاعت اطاعت ہی نہیں رہتی کہ اسے سرایہ نازش سمجھ لیا جائے۔ کیونکہ روح بندگی تو یہ ہے کہ اللہ کے حضور مجر و تقصیر کا اعتراف اپنی کوتاہی و بے بضاعتی کا اقرار اور اس کے جنبہ الوہیت کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی عبادت کو بھی حقیر و پست تصور کیا جائے۔ اور چھوٹے گناہوں کو حقیر اور غیر اہم سمجھنا دو لحاظ سے خطرناک ہے۔ ایک تو یہ کہ یہی چھوٹے گناہ بڑے گناہوں کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ مثلاً زنا گناہ کبیرہ ہے مگر اس کا ارتکاب برا و راست کم ہی ہوتا ہے۔ بلکہ نظر، لمس وغیرہ جذبات میں تحریک پیدا کر کے اس منزل تک لے آتے ہیں۔ اس لئے نبی شناس فطرت نے گڑھے میں گرنے سے روکنے کے لئے اس کے ارد گرد پکڑ کاٹنے سے بھی منع کر دیا۔ کیونکہ جو اس پاس رہتا ہے وہی گرتا ہے۔ اور جو اس سے دور رہتا ہے اس کے گرنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ کبیرہ گناہ میں وہی جلا ہوتا ہے جس کے لئے صغیرہ گناہ راستہ ہموار کرتے۔ قدم بقدم چلاتے اور ہمت بڑھاتے اس مقام پر لا کھڑا کرتے ہیں جہاں گناہ کبیرہ اپنی مقناطیسی کشش سے جذب کر لیتا ہے اور انسان بے اختیار اس کی طرف کھینچ جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ صغیرہ گناہ سے بچا جائے تاکہ کبیرہ کی فوبت ہی نہ آئے۔

سرچشمہ بایہ گرفتہ بہ میل چو پڑ شد نشاید گوشتن بہ پیل

اور دوسرے یہ کہ یہی صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:- لا صغیرۃ مع الاصرار ولا کبیرۃ مع الاستغفار۔ اگر صغیرہ پر اصرار ہو تو وہ صغیرہ نہیں رہتا اور کبیرہ کے ساتھ توبہ و استغفار ہو تو وہ کبیرہ نہیں رہتا۔ مقصد یہ کہ اگر گناہ کبیرہ کے بعد صدق دل سے توبہ کر لی جائے تو خدا اس گناہ کو بخش دیتا ہے جس کے بعد وہ گناہ ہی نہیں رہتا۔ چہ جائیکہ کبیرہ اور صغیرہ کا اگر بار بار ارتکاب ہوتا رہے تو وہ سنگینی میں کبیرہ کے ہموار ہو جاتا ہے اور چونکہ اس کے ہلاکت آفرین پہلو پر نظر نہیں کی جاتی اور اس سے توبہ کرنے میں سہل انگاری سے کام لیا جاتا ہے اس لئے توبہ کے بعد گناہ کبیرہ اتنا ہلاکت آفرین نہیں جتنا جتنا صغیرہ پر اصرار ہو گیا ثابت ہوتا ہے

چنانچہ اگر کسی پتھر پر قطرہ قطرہ کوہ کے پانی ٹپکتا رہے تو اس سے پتھر پر نشان سا پڑ جاتا ہے، اگر انہی قطروں کے مجموعی وزن کے برابر ایک دم اس پر پانی انڈیل دیا جائے تو اس سے نہ پتھر پر کچھ اثر ہوتا ہے اور نہ کوئی نشان اُبھرتا ہے۔ اسی طرح اگر صغیر گناہ کا سلسلہ مسلسل ہماری رہے تو وہ اپنا دیر پا اثر چھوڑ جاتا ہے۔ اور کبیرہ گناہ کی ہلاکت آخری قربہ سے ختم ہو جاتی ہے۔

بہر حال وہ معائب جو بنیادی حیثیت رکھتے ہوں یا وہ جو ان سے جنم لیتے ہوں سب ایسے ہیں جن سے مجاہدیت ہی سے انسانیت کا جوہر باقی رہ سکتا ہے۔ چنانچہ امام علیہ السلام دوسروں کو ان عیوب کے عیوب ہونے سے آگاہ کرنے اور ان سے واپس پھانے کی تعلیم دینے کے لئے ان رذائل سے یکسر پاک ہونے کے باوجود اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان سے بچنے کی توفیق شامل حال رکھے۔ اور یہ خاصا خدا اور رہبران حقیقی کا شیوہ ہے کہ وہ زیور کمال سے آراستہ ہونے کے باوجود کمال الہیت کے آگے اپنے نقص کا اقرار اور پاکیزگی نفس کے ہر گوشے کی تکمیل کے بعد اس کے مقام تقدیس کے سامنے مجر و تقصیر کا اعتراف کرتے ہیں تاکہ حمایت کا فریضہ بھی ادا ہوتا رہے اور عبودیت کا حسن بھی نکھرتا رہے۔ ورنہ اس قسم کے عیوب نہ ان کے منصب کے لحاظ سے درست اور نہ ان کے مزاج امامت سے سازگار ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ جب ابن عمر سے شام ابن حکم نے عصمتِ آئمہ کی دلیل طلب کی تو انہوں نے کہا کہ تمام گناہوں کے محرک حرم، غضب، حسد اور شہوت کے جذبات ہوتے ہیں اور دوسرے تمام گناہ انہی کی پیداوار ہیں۔ تو جب یہ ثابت کر دیا جائے کہ ان میں سے کسی چیز کا وجود امام میں نہیں پایا جاسکتا تو عصمت اپنے مقام پر ثابت ہو جائے گی۔ چنانچہ حرم اس لئے نہیں ہو سکتی کہ وہ ایسے خزاؤں کے مالک ہوتے ہیں جن کے سامنے فرارِ فاؤل کے خزانے ہیچ ہوتے ہیں۔ جس کے بعد ان سے حرم و طمع کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ شام ہے کہ عبدالملک جب حج کے لئے آیا تو اس نے امام زین العابدین علیہ السلام کو یاد کیا۔ جب حضرت اس کے ہاں گئے تو اس نے کہا کہ آپ کا ہے بگا ہے ملتے رہا کیجئے تاکہ اس کے ذریعہ سے آپ کی دنیوی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ آپ نے یسٹن کر دوش پر سے عبا آٹاری اور اُسے زمین پر بچھا دیا اور کچھ ریت جمع کر کے اُس پر ڈال دی۔ عبدالملک نے دیکھا کہ وہ ریت کے فذے جماعت کی صورت میں چمک رہے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ جسے اللہ کی طرف سے یہ دولت نصیب ہو وہ دنیا کے لئے کسی آسانے پر نہیں بھج سکتا۔ جس کے بعد عبدالملک خود اپنی پیش کش پر سرسٹا ہوا۔ اور غضب اس لئے نہیں ہوتا کہ امام کے فرائض میں سے یہ ہے کہ وہ حق و انصاف کے ساتھ باہمی قضیوں کا فیصلہ کرے مدو شرعیہ کو نافذ کرے۔ تو اگر وہ اپنے ذاتی غضب سے متاثر ہوگا تو اس سے عدل و انصاف کئے قائم کرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ذاتی غضب سے مشتعل ہو کر کوئی بے ہا اقدام کر بیٹھے۔ اس لئے امام کا غضب کسی ذاتی جذبہ کے زیر اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ جہاں غضب کا مظاہرہ ہوتا ہے وہاں اللہ کی رضامندی ہی پیش نظر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا شام یہ واقعہ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے میدان جنگ میں ایک دشمن کو زمین پر گرا دیا اور اُس کے سینہ پر سوار ہو گئے۔ اُس نے پیش میں آپ کے چہرے پر تھوک دیا۔ آپ فرما اُس کے سینہ سے اتر

آئے۔ جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ میں کسی مرحلہ پر بھی ذاتی غضب کو کارفرما کرنا نہیں چاہتا۔

اور حسد اس لئے نہیں ہوتا کہ حسد کا قتل وہ ہے جہاں فریقِ مخالفت اپنے سے بلند مرتبہ کا حامل ہو۔ لہذا امیرِ غریب پر عالمِ جاہل پر، قویٰ کمزور پر اور بلند مرتبہ پست درجہ والے پر حسد نہیں کرے گا۔ تو اس اصول سے امام اسی پر حسد کرے گا جو اس سے بلند درجہ کا مالک ہو۔ اور جب امامت سے بلند تر دوسرا منصب نہیں ہے تو اس منصب پر فائز ہونے والا کس پر حسد کرے گا اور منصبِ امامت کی رفعت کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت کا اعلان [فِي جَاهِلِيَّةٍ لِّلنَّاسِ] امامانہ کے ذریعہ اس وقت کیا جاتا ہے جب وہ نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہو چکے تھے تو جو منصب نبوت و رسالت اور خصوصاً امتحان کی کامیابی کے بعد حاصل ہوا ہو اس کی رفعت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ لہذا اس بلند منزل پر فائز ہونے والا محسود ہو سکتا ہے مگر ماسد نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ارشادِ الہی: اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَدُوًّا مَّا اَنْتُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ فَخُذُوْهُمۡ ۚ اِنَّ لَّكُمْ فِیْہِمْ عَذَابًا عَظِيْمًا۔ "یا ان لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس نعمت پر جو خدا نے ان کو اپنے فضل سے عطا کی ہے۔" کے ذیل میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نَحْنُ وَاللّٰہُ الْمُحْسِنُوْنَ۔ خدا کی قسم! ہم ہی وہ ہیں جن پر حسد کیا گیا۔

اور ہوائے نفس کی چیر و دستیوں سے اس لئے مغلوب نہیں ہوتا کہ یہ ایک فطری چیز ہے کہ بھولوں کو چھوڑ کر کانٹوں کے لئے دامن میں جگہ پیدا نہیں کی جاتی اور کتے کی کانٹیں کانٹوں کی خاطر جھانگ ہزار سے کان بند نہیں کئے جاتے تو جس کی لگا ہوں کے سامنے جنت کے دلفریب نظارے اور حسین پسکروں کے محبوب اشارے ہوں وہ حسنِ دنیا پر دارِ فتنہ اور نفس کی ترغیب سے متاثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ واقعہ اس کا شاہد ہے کہ ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو متہم کرنے کے لئے ان کے زانا امیری میں ایک کنیز کو ان کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا۔ مقصد یہ تھا کہ امام پر الزام عائد کر کے ان کے قتل کا جواز پیدا کرے۔ امام علیہ السلام کو جب معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: لا حاجة لی الی ذلک۔ "مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" مگر اُسے تو بہر صورت بھیجتا تھا وہ بھیج دی گئی۔ اور پھر عصر کے وقت ایک شخص کو ٹوہ لگانے کے لئے تعاقب میں روانہ کیا۔ جب وہ زندان میں پہنچا تو دیکھا کہ کنیز سجدہ میں پڑی ہے۔ اس نے پلٹ کر ہارون رشید کو اطلاع دی۔ ہارون نے اس کنیز کو طلب کیا اور سجدہ کی وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا کہ جب میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا کہ وہ مصروفِ نماز ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا کہ مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا گیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے ایک طرف ہاتھ کا اشارہ کیا۔ میں نے اُدھر دیکھا تو ایک عجیب منظر تھا۔ پھلوں سے لدے چھتے درختوں کے جھنڈ، بلند و بالا عمارتیں اور اُن میں ایسی تاب ناک صورتیں کہ میری نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے کنیز تو کیا خدمت کرے گی۔ ہم خدمت سے منتظر ہیں کہ یہ عبد صالح ہمیں کوئی حکم دے تو ہم اُسے بجالائیں۔ یہ دیکھ کر مجھ پر ایک دہشت سی طاری ہو گئی۔ اور میں بے اختیار سجدہ میں گر پڑی۔ یہاں تک کہ آپ کا آدمی آیا، اور مجھے یہاں سے لے آیا۔

دَعَاؤُكَ فِي الْاِسْتِیَاقِ اِلَى طَلِبِ الْغُفْرَةِ  
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَصَلِّتُنَا  
 اِلَى تَحْبُوْبِكَ مِنَ التَّوْبَةِ وَاٰیۤ اِنَّا لَنَا  
 عَنْ مَكْرُوْهِكَ مِنَ الْاِصْحَابِ اَللّٰهُمَّ  
 وَمَنْ وَفَّقْنَا بَيْنَ نَقْصَدَيْنِ فِيْ دِيْنٍ  
 اَوْ دُنْيَا فَاَوْقِعِ النِّقْصَ بِاَسْمٰی عَرَبِيَّاتِ  
 كُنَاءٍ وَاَجْعَلِ التَّوْبَةَ فِيْ اَطْوَالِهَا  
 بَقَاءٍ وَاِذَا هَمَمْنَا بِهٰكُنَّ يَرْضِيْكَ  
 اَحَدُهَا عَنَّا وَیُسْخِطُكَ الْاٰخَرُ  
 عَلَيْنَا فَبَلِّغْنَا اِلَى مَا یَرْضِيْكَ عَمَّا  
 فَاَوْهِنُ قُوَّتِنَا عَمَّا یُسْخِطُكَ عَلَيْنَا  
 وَلَا تَخْلُ فِيْ ذٰلِكَ بَيْنَ نَفْسِنَا  
 وَالتَّحِيَّارِ هَا فَاِنَّهَا فَتَنَةٌ لِلْبَاطِلِ  
 اِلَّا مَا وَفَّقْتَ اَمَّا رَءَا بِالسُّوْرَةِ  
 مَا رَحِمْتَ اَللّٰهُمَّ وَرَأٰیكَ مِنْ  
 الضَّعْفِ خَلَقْتَنَا وَ عَلٰی الْوَهْنِ  
 بَنَيْتَنَا وَمِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ اَبْتَدَا تَنَا  
 فَلاَ حَوْلَ لَنَا اِلَّا بِقُوَّتِكَ وَلاَ قُوَّةَ  
 لَنَا اِلَّا بِعَوْنِكَ فَاَيَّدُنَا بِتَوْفِیْقِكَ  
 وَسَدِّ دَنَا بِتَسْدِیْدِكَ وَاعْجِبْ  
 اَبْصَارَ قُلُوْبِنَا عَمَّا خَالَفَ تَحَبُّتَكَ  
 وَلَا تَجْعَلْ لِّشَيْءٍ مِنْ جَوَارِحِنَا  
 لُفُوْذًا اِنِّیْ مَعْصِيَّتِكَ اَللّٰهُمَّ فَصِّلْ عَلٰی  
 مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاَجْعَلْ هَمَّسَاتِ  
 قُلُوْبِنَا وَحَرَكَاتِ اَعْضَاۤئِنَا وَ  
 كَلِمَاتِ اَعْيُنِنَا وَكَلِمَاتِ

طلب مغفرت کے اشتیاق میں حضرت کی دُعا  
 اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور ہماری  
 توجہ اس توبہ کی طرف مبذول کر دے جو تجھے پسند ہے  
 اور گناہ کے اصرار سے ہمیں دور رکھ جو تجھے ناپسند ہے  
 بار الہا! جب ہمارا موقف کچھ ایسا ہو کہ ہماری کسی کوتاہی  
 کے باعث، دین کا زیاں ہوتا ہو یا دنیا کا تو نقصان (دنیا  
 میں) قرار دے کہ جو جلد فنا پذیر ہے اور غفور و درگزر کو (دین  
 کے معاملہ میں) قرار دے جو باقی و برقرار رہنے والا ہے۔  
 اور جب ہم ایسے دو کاموں کا ارادہ کریں کہ ان میں سے  
 ایک تیری خوشنودی کا اور دوسرا تیری ناپاکی کا باعث ہو  
 تو ہمیں اس کام کی طرف مائل کرنا جو تجھے خوش کرنے والا  
 ہو۔ اور اس کام سے ہمیں بے دست پا کر دینا جو تجھے  
 ناراض کرنے والا ہو۔ اور اس مرحلہ پر ہمیں اختیار دے کہ  
 آزاد نہ چھوڑ دے، کیونکہ نفس تو باطل ہی کو اختیار کرنے  
 والا ہے۔ مگر جہاں تیری توفیق شامل حال ہو اور برائی  
 کا حکم دینے والا ہے مگر جہاں تیسرا رحم کار فرما ہو۔  
 بار الہا! تو نے ہمیں کمزور اور سست بنیاد پیدا کیا ہے  
 اور پانی کے ایک حقیر قطرہ (نقطہ) سے خلق فرمایا ہے  
 اگر ہمیں کچھ قوت و تصرف حاصل ہے تو تیری قوت کی  
 بدولت، اور اختیار ہے تو تیری مدد کے سہارے سے  
 لہذا اپنی توفیق سے ہماری دستگیری فرما اور اپنی رہنمائی  
 سے استقامت و قوت بخش اور ہمارے دیدہ دل کو ان باتوں  
 سے جو تیری محبت کے خلاف ہیں ناپاک کر دے اور ہمارے  
 اعضاء کے کسی حلقہ میں معصیت کے سرایت کرنے کی  
 گنجائش پیدا نہ کر۔ بار الہا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی  
 آلؑ پر اور ہمارے دل کیے خیالوں، اعضاء کی جنبشوں

الْإِسْتِغْفَارُ فِي مَوْجِبَاتِ كَوَائِدِ  
حَالِي لَا تَقْوِيَتَا حَسَنَةً كَسْتَجِزُّ  
بِهَذَا جَزَاءُكَ وَلَا تَبْقَى لَنَا  
سَيِّئَةٌ كَسْتَوْجِبُ بِهَا  
عِقَابَكَ -

آنکھ کے اشاروں اور زبان کے کلموں کو ان چیزوں  
میں صرف کرنے کی توفیق دے جو تیرے ثواب کا باعث  
ہوں یہاں تک کہ ہم سے کوئی ایسی نیکی چھوٹنے نہ پڑے۔  
جس سے ہم تیرے اجر و ثواب کے مستحق قرار پائیں۔  
اور نہ ہم میں کوئی بُرائی رہ جائے جس سے تیرے عذاب  
کے سزاوار ٹھہریں۔

یہ دُعا اللہ تم سے توبہ و استغفار حسن عمل کی توفیق اور مغفرت و غور شنودی کی طلب پر مشتمل ہے۔ اگرچہ امام علیہ السلام  
مسموم اور آغوش عصمت کے پروردہ تھے اور عصمت فکری و عملی و اعتقادی ہر قسم کے گناہ سے حفاظت کی ذمہ دار ہوتی ہے مگر  
پھر بھی گناہ کا احترام کرتے اور توبہ و استغفار کا دامن پھیلاتے ہیں، کیونکہ توبہ خود ایک عبادت اور احساسِ عبودیت کا جوہر  
ہے۔ اور عصمت، عبودیت و نیاز مندی سے بے نیاز نہیں کر دیتی کہ توبہ و انابت کا ہاتھ نہ اٹھے جب کہ عبودیت کے تقاضا  
کی تکمیل ہی کا نام عصمت ہے۔ اس لئے آپ گناہوں کی آلودگیوں سے محفوظ ہونے کے باوجود توبہ و استغفار میں  
مصرورت دیتے تاکہ توبہ کا ثواب بھی حاصل ہو اور دوسرے گناہگار توبہ کی تعلیم بھی پاسکیں۔ توبہ زبان سے گناہ کے اقرار  
اور اس کے ترک کے اظہار کا نام نہیں ہے بلکہ اپنے گناہوں پر صدقِ دل سے مذمت اور آئندہ ترکِ گناہ کے حزمِ اقل  
تلاشِ امداد کے تدارک کا نام ہے۔ اور جب اس طرح سے توبہ ہوتی ہے تو خداوندِ عالم نہ صرف گناہوں سے درگزر کرتا ہے۔  
بلکہ توبہ پر مزید اجر و ثواب عطا کرتا اور توبہ کرنے والے کو پسندیدگی و قبولیت کی سند دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد  
الہی ہے: **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ** اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اسی بناء پر امام علیہ السلام  
نے توبہ کو اللہ کی ایک محبوب و پسندیدہ چیز قرار دینے کے ساتھ اصرارِ گناہ کو مکروہ و ناپسندیدہ چیز قرار دیا ہے کیونکہ  
گناہ پر اصرار کے معنی ہی یہ ہیں کہ توبہ کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اور جب کہ توبہ مطلوب و مرغوب ہے تو جو چیز ترکِ توبہ  
کا نتیجہ ہوگی وہ بہر حال مبغوض و ناپسند ہوگی۔ گناہ اور خصوصاً گناہ پر اصرار انسان کے ارد گرد ایک ایسی مسموم فضا پیدا کر  
دیتا ہے جہاں اخلاقی روح مرده ہو جاتی ہے اور بہت سی ہلاکت آفرین چیزوں کا اُسے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اس  
کی ذمہ داری خود اسی پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ جو چیزیں ظہور میں آتی ہیں وہ گناہ کے طبعی نتائج کی حیثیت رکھتی  
ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:۔

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا  
كَسَبْتُمْ أَيْدِيَكُمْ -

جو مصیبت بھی تم پر وارد ہوتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں ہی کی  
کائی ہوئی ہے۔

د سورتِ اعمال مائت ہرچہ بنائے رسد

یہ گناہ کے نتائج و اثرات کبھی دینی نقصان کی صورت میں رد نہا ہوتے ہیں جیسے سلبِ توفیقِ مباحثت سے بے رخی، علم کی  
Contact : jabir.abbas@yahoo.com

فراموش وغیرہ جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :-

ان العبد ليدنب الذنوب فينبى  
به حلوا لذى كان قد علم وان العبد  
ليدنب الذنوب فيمقتنم به من  
قيام الليل -

بندہ کبھی ایسے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں  
سیکھے ہوئے علم پر نسیان طاری ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا  
گناہ کرتا ہے جس کے نتیجہ میں عبادتِ شب کی سعادت  
سے محروم ہو جاتا ہے۔

اور کبھی دنیوی نقصان کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں جیسے حوادث و آلام، تنگیِ معاش، زوالِ نعمت وغیرہ جیسا کہ  
امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

وايعا لله ما كان قوم قط في خفص  
عيش فزال عنهم الا بد نوب  
اجترحوها -

خدا کی قسم وہ لوگ جو عیش و آرام میں زندگی بسر کرتے تھے  
اور پھر ان کی نعمتیں ان سے چھین گئیں، تو یہ ان گناہوں کا  
نتیجہ تھا جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے۔

اہم علیہ السلام نے اس دعا میں دینی و دنیوی دونوں نقصان کا ذکر کیا ہے اور پھر دین کے دائمی نتائج اور دنیا کے عارضی  
نقصانات پر نظر کرتے ہوئے بارگاہِ الہی میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے گناہ کے نتیجہ میں دین کا زوال ہوتا ہو یا دنیا کا نقصان  
تو تمام نقصانات کا جو جھوٹا دنیا پر ڈال دے اور ہمارے دین کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ کر دے کیونکہ دنیا کے نقصانات  
عارضی اور چند روزہ ہیں اور دین کا نقصان اس زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے اور دائمی فائدہ کی خاطر عارضی  
نقصان کو برداشت کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے حسنِ عمل کی توفیق کا سوال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمیں بس اس  
عمل کی توفیق دے جو تیری خوشنودی و رضامندی کا باعث ہو، اور ایسے کاموں سے بچائے رکھ جو تیری نافرمانی کا سبب  
ہوں۔ یہ ارشاد حضرت کی بلند نظری کا آئینہ دار ہے کہ ان کی نظریں اٹھتی ہیں تو اللہ کی رضامندی پر اللہ یہ غاص  
خدا کا تعاضا ہے کہ ان کی نظر نہ جنت پر ہوتی ہے نہ نعیمِ جنت پر۔ ان کی منزل صرف رضائے الہی کی  
منزل ہوتی ہے جس کی طلب انہیں ہر کیف و لذت سے بیگانہ اور ہر ریخ و تکلیف سے بے نیاز بنا دیتی ہے۔ وہ  
ذکھ جھیلے، تکلیفیں اٹھاتے اور پودی لگن کے ساتھ برسرِ عمل رہ کر اس منزلی رضا کا کھوج لگاتے ہیں اور یہی ان کی  
عبادت کا مقصد اور یہی ان کی زندگی کا نال ہوتا ہے اور یہی کامرانی کی آخری منزل ہے۔ رہی جنت! تو وہ اللہ کے  
تفضل کا ایک کرشمہ ہے۔ اصل فلاح و نجاح اس کی رضامندی ہی سے وابستہ ہے اور یہی سب سے بڑی سعادت ہے۔

چنانچہ ارشادِ الہی ہے :- و من ضوان من الدنيا اكبر الشد کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے، اس منزلی رضا مندی کی  
راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ نفسِ امارہ کی کار فرمائی ہے جو لذت و عیش کے پرہے میں جہم و معصیت کی دعوت دیتا۔ اللہ  
اپنی نسوں کا ریلوں سے ہڈیوں کی طرف کھینچ چکے جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کی زبانی ارشاد ہے :- ان  
النفس لامانة بالسوء الامار حور ہتی۔ بے شک نفسِ براہیوں پر ابھارنے والا ہے مگر یہ کہ میل پروردگار رحم کھے۔  
لیکن جب انسان اس نفس کی فریب کاریوں پر متنبہ ہوتا اور غفلت کی اندھیاریوں سے نکلتا ہے تو اسے غلامتِ شر سے نجات

گھیر لیتی ہے۔ وہ اپنے کئے پر پھپھکتا ہے اور ضمیر و وجدان اُسے ملامت کرتا ہے۔ یہ نفس لوامہ کی کار فرمائی ہے جس سے نفسِ امارہ کی فتنہ سامانیاں دب جاتی ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے: وَلَا اقْسَمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَامَةِ: برائیوں پر سرزنش کرنے والے نفس کی یہ قسم کھاتا ہوں۔ اس ضمیر کی ملامت اور شرمساری کے تاثرات سے نفسِ نیکی کی راہوں کو دیکھ لیتا ہے اور نیکی کو نیکی سمجھ کر اختیار کرتا اور بُرائی کو بُرائی سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے۔ یہ نفسِ مہمہ کا کرشمہ ہے۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے: فَالْمُهْمَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا: اس نے بدکرداری اور پرہیزگاری نفس کو سمجھا دی، اور جب انسان مہمہ تنِ نیک اعمال میں مصروف اور برائیوں سے کٹنا کٹش ہو جاتا ہے اور تمام ملائق سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ تو ضمیر و یقین کی رُوح اس کے اندر دوڑ جاتی ہے۔ جس کے بعد مد کوئی مصیبت اُسے متزلزل کرتی ہے اور نہ اُس کا یقین ڈالنا ڈول ہوتا ہے۔ یہ نفسِ مطمئنہ کی منزل ہے جہاں اللہ کی رضا و عرشِ شہری اس کے دامن میں سمٹ آتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے: يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً: اے نفسِ مطمئنہ! اپنے پروردگار کی طرف پلٹ آ اس حالت میں کہ تو اس سے خوش، وہ تجھ سے راضی، بہر حال اس نفسِ امارہ کی پیروی و دستیوں سے بچ کر وہی آگے بڑھ سکتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید حاصل ہو اور توفیقِ الہی اس کے شاملِ حال ہو۔ اسی لئے حضرت نے نفسِ امارہ کے ستیزہ کاروں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید کا سہارا ڈھونڈا ہے۔ کیونکہ انسان ہر بری تحریک کے آگے سرخم کر دیتا اور ہر نفسانی خواہش کے ادنیٰ اشارے پر ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ اسی بناء پر قدرت نے انسان کو کمزور و ضعیف قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ۔  
 ۱۰ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزور اور ضعیف پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کے سلسلہ میں حضرت کی دعا:

بارِ الہا! اگر تو چاہے کہ ہمیں معاف کر دے تو یہ تیرے فضل کے سبب سے ہے اور اگر تو چاہے کہ ہمیں سزا دے تو یہ تیرے عدل کی نڈ سے ہے۔ تو اپنے شیوہ احسان کے پیش نظر ہمیں پوری معافی دے اور ہمارے گناہوں سے درگزر کر کے اپنے عذاب سے بچالے۔ اس لئے کہ ہمیں تیرے عدل کی تاب نہیں ہے۔ اور تیرے عفو کے بغیر ہمیں سے کسی ایک کی بھی نجات نہیں ہو سکتی۔ اسے بے نیازوں کے بے نیاز!

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الدُّعَاءِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى -

اَللّٰهُمَّ اِنْ تَشَاءُ كَعَفُفٍ عَنَّا  
 كِبِقْضِيكَ وَاِنْ تَشَاءُ تَعَذِّبْنَا  
 فَبِعَدْلِكَ فَهَلْ لَنَا عَفْوُكَ  
 بِمَنِّكَ وَاَجْرُنَا مِنْ عَذَابِكَ  
 بِتَجَاوُزِكَ يَا نَبَّ لَا طَاقَةَ لَنَا  
 بِعَدْلِكَ وَلَا نَجَاةَ لِأَحَدٍ مِنَّا  
 دُونَ عَفْوِكَ يَا غَنِيَّ الْأَعْلِيَاءِ وَهَآ  
 نَحْنُ عِبَادُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَآنَا

أَفَقَرْنَا فَقَدَّارَ إِلَيْكَ فَاجْبُرْ  
فَأَقْتَنَّا بِوَسْعِكَ وَلَا تَقْطَعْ  
رَجَائِنَا بِسُوءِكَ فَتَكُونُ قَدْ  
أَشْقَيْتَ مِنَّا شَتَّى بَدَلِكَ  
وَحَرَمْتَ مِنَّا اسْتَرْفَادَ فَضْلِكَ  
فَالِي مَنْ يَحْيِيُنَا مِنْ قَلْبِنَا عَنْكَ  
فَالِي أَيْنَ مَذْهَبِنَا عَنْ بَابِكَ  
سُبْحَانَكَ نَحْنُ الْمُضْطَرُونَ  
الَّذِينَ أَوْجَبْتَ إِحْسَانَهُمْ وَ  
أَهْلُ السُّوءِ الَّذِينَ وَعَدْتَ  
الْكَشْفَ عَنْهُمْ وَأَشْبَهُ الْأَشْيَاءِ  
بِمَشِيَّتِكَ وَأَوَّلِي الْأُمُورِ  
بِكَ فِي عَظَمَتِكَ رَحْمَةً مِن  
اسْتَرْحَمَكَ وَخَوْفٌ مِن  
اسْتَغَاثَ بِكَ فَأَرْحَمَ  
تَضَرَّعْنَا إِلَيْكَ وَأَعْنَيْنَا إِذْ  
ظَلَّحْنَا أَنْفُسَنَا بَيْنَ يَدَيْكَ  
اللَّهُمَّ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ كَذَّبَ  
بِنَا إِذْ شَايَعَنَا عَلَى مَعْصِيَتِكَ  
فَصَلِّ عَلَى مُعَلِّمِهِ وَآلِهِ وَ  
لَا تُشِمْتُهُ بِنَا بَعْدَ تَرْكِتِنَا  
إِيَّاكَ لَكَ وَرَغَبَتِنَا عَمَّا  
إِلَيْكَ -

\*\*\*

ہاں تو پھر ہم سب تیرے بندے ہیں جو تیرے حضور  
کھڑے ہیں۔ اور میں سب مستاجروں سے بڑھ کر  
تیرا محتاج ہوں۔ لہذا اپنے بھرے خزانے سے ہمارے  
واسن فقر و احتیاج کو بھر دے، اور اپنے دروازے سے  
رد کر کے ہماری امیدوں کو قطع نہ کر۔ ورنہ جو تجھ سے  
خوش حالی کا طالب تھا وہ تیرے ہاں سے حرام نصیب  
ہو گا اور جو تیرے فضل سے بخشش و عطا کا خواستگار  
تھا وہ تیرے در سے محروم رہے گا۔ تو اب ہم تجھے چھوڑ  
کر کس کے پاس جائیں اور تیرا در چھوڑ کر کدھر کا  
رُخ کریں۔ تو اس سے منزہ ہے کہ ہمیں ٹھکرائے  
جب کہ ہم ہی وہ عاجز و بے بس ہیں جن کی دعا میں  
قبول کرنا تو نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور وہ  
درد مند ہیں جن کے دکھ درد کرنے کا تو نے وعدہ  
کیا ہے، اور تمام چیزوں میں تیرے مقتضائے  
مشیت کے مناسب اور تمام احوال میں تیری ہدایت و  
عظمت کے مطابق یہ ہے کہ جو تجھ سے رحم کی درخواست  
کرتے تو اس پر رحم فرمائے اور جو تجھ سے فریاد رسی چاہے  
تو اس کی فریاد رسی کرے۔ تو اب اپنی بارگاہ میں ہماری  
تضرع و زاری پر رحم فرما۔ اور جب کہ ہم نے اپنے کو تیرے  
آگے (خاک مذلت پر) ڈالی دیا ہے تو ہمیں (فکر و غم سے)  
نجات دے۔ بار الہا! جب ہم نے تیری معصیت میں  
شیطان کی پیروی کی تو اس نے (ہماری اس کمزوری پر)  
اظہارِ مسرت کیا۔ تو محمدؐ اور ان کی آلؑ اطہر پر درود بھیج۔  
اور جب ہم نے تیری خاطر اسے چھوڑ دیا اور اس سے بے رغبتی  
کر کے تجھ سے نو لگا چکے ہیں تو کوئی ایسی افتادہ پڑے  
کہ وہ ہم پر شتمات کرے۔

یہ دُعا طلبِ پناہ، خواستگاریِ رحمت اور مددِ الہی کے تقاضوں سے بے بسی و تاملاتی کے اعتراف کے سلسلہ میں ہے۔ رحمت و عدالت اللہ کی دو صفاتیں ہیں جو دو مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہیں۔ ایک پہلو بخشش و مغفرت کا ہے اور دوسرا پہلو تعزیر و عقوبت کا۔ رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ گنہگاروں اور مجرموں سے درگزر کرے اور عدالت کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کے گناہوں اور جرموں کی انہیں سزا دے۔ جب اُس کے مغفور رحمت کی وسعت پر نظر جاتی ہے تو دل میں رجا کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور جب اُس کے غضب و انتقام کا تصور ہوتا ہے تو دل خوف سے لرز اٹھتا ہے۔ مگر اس خوفِ رہا کے طے جیسے بذات میں رحمت کا نقش پہلے دل و دماغ پر اُبھرتا ہے اور پھر غضب کا احساں بعد میں ہوتا ہے۔ کیونکہ دنیا و آخرت کے ہر گوشہ میں اصل رحمت ہی کی کار فرمائی ہے اور تعزیر و انتقام تو بعض ناگزیر حالتوں کے لئے ہے جہاں سزا و عقوبت کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ چنانچہ امام علیہ السلام نے اپنے دلنشین اور مفصّل اندازِ طلب میں پہلے رحمت کا تذکرہ کیا ہے اور بعد میں عدالت کا۔ اس طرح کہ اگر تو معاف کر دے تو یہ تیری رحمت کی کار سازی ہے اور اگر سزا دے تو یہ تیری عدالت کا تقاضا ہے۔ پھر اس کی رحمت و عدالت کے دونوں رُخوں کو سامنے رکھتے ہوئے بارگاہِ الہی میں عرض کرتے ہیں کہ اگر نجات کا فیصلہ تیرے عدل کی رُو سے ہو تو دنیا میں کوئی بھی نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اور کون ایسا ہو سکتا ہے جو تیری رحمت سے بے نیاز ہو کر صرف اپنے اعمال کے بل بوتے پر نجات و رستگاری کا پروانہ حاصل کر لے جائے۔ لہذا جب نجات تیرے دامنِ مغفور رحمت سے وابستہ ہے تو بغیر کسی محاسبہ و باز پرس کے ہمیں معاف کر دے اور اپنے فضلِ احسان سے محروم نہ کر۔ اس لئے کہ ”اے بے نیازوں کے بے نیاز! ہم سب بندے تیرے مغفور کھڑے ہیں اور میں سب محتاجوں سے بڑھ کر تیرا محتاج ہوں۔“ اس جملہ میں نہ معلوم طلبِ نیاز کی کتنی منزلیں طے ہو گئی ہیں۔ اور التبادلاً استرحام کے کتنے دفترِ سمٹ آئے ہیں۔ سید نعمت اللہ جزائری رحمہ اللہ اس جملہ کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں کہ یسکن استخراج نہاء مائة لطيفة من هذه الفقرة الشريفة (اگر غور کیا جائے تو اس جملہ سے سو کے بقدر وقائے دلکات مستنبط ہو سکتے ہیں)۔ چنانچہ پہلی نظر اس صنعت طباق و تضاد پر پڑتی ہے جو غنی الاغنیاء اور افقر الفقراء میں ہے کہ جب اسے سب سے زیادہ غنی کہا ہے تو اپنے کو اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ فقیر کہہ کر پیش کیا ہے۔ اور اس سے طلب و سوال کے استعناق پر بھی بدشگونی پڑتی ہے اس طرح کہ جب وہ غنی ہے تو کسی نعمت و عدالت کے بخشے سے قاصر نہیں ہو سکتا۔ اور ادھر فقر ہے تو فقیر اپنی ضرورت و احتیاج کے پیشِ نظر مانگے گا اور جب کہ پانی کا بہاؤ ادھر کا رخ کرتا ہے بدھر نشیب ہوتا ہے تو کریم کا دستِ کرم بھی ادھر بڑھنا چاہیے جہاں فقر و احتیاج ہو۔ اور پھر نہ صرف غنی نہیں بلکہ غنی الاغنیاء ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہر لحاظ سے غنی و بے نیاز ہے ایسا نہیں کہ ایک لحاظ سے غنی ہو اور ایک اعتبار سے محتاج کہ یہ کہا جاسکے کہ اس سوال کا تعلق اس پہلو سے ہے جس میں احتیاج کا فرما ہے اور اسی طرح دوسری طرف صرف احتیاج نہیں بلکہ حد سے بڑھی ہوئی احتیاج ہے۔ تو اس کے فضل و کرم کا زیادہ عمل وہی ہوگا جہاں احتیاج اپنی پوری بے سرو سامانی کے ساتھ ہو۔ اس مقام پر غلط

سے جو حرف تنبیہ ہے قدرت کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ مالاکمہ حرف تنبیہ اس محل پر استعمال ہوتا ہے جہاں مخاطب کو جھنجھوڑنا اور غفلت دینے تو جہی سے ہوشیار کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مگر اللہ کو متنبہ و ہوشیار کرنے کے کیا معنی جب کہ اس پر غفلت طاری ہو سکتی ہے اور وہ بندوں کے حال سے غافل و بے خبر رہ سکتا ہے۔ تو اس محل پر اللہ کو متنبہ کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس تنبیہ کے پردے میں اپنی غفلت و کوتاہی کا اعتراف مقصود ہے۔ اس طرح کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اللہ تم سے معافی طلب ہے اور وہ جاتا ہے اور جوئل جوئل گناہ میں بڑھتا جاتا ہے اس دوری کا احساس بھی بڑھتا جاتا ہے اور وہ یہ تصور کرنے لگتا ہے کہ اب وہ اللہ سے اتنا دور ہو چکا ہے کہ وہ اسے نظر انداز کر دے اور ناقابل التفات سمجھ کر اپنی توجہ کا رخ اس سے موڑ لے۔ اس احساس کے پیش نظر جو خود اس کی غفلت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اللہ کو گویا اپنے سے غافل قرار دے لیتا ہے۔ اور اس موقع پر خطاب کے لئے حرف تنبیہ کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اور جب تضرع و زاری اور دعا و مناجات سے اس کی طرف رجوع ہوتا ہے تو یہ دوری کا احساس ختم ہو جاتا ہے اور اس کی طرف متوجہ ہونے سے اسے اپنے سے قریب تر تصور کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ جب اپنی غفلت کے پیش نظر دوری کا تصور ہو تو لفظ ہا سے اسے متوجہ کیا۔ اور جب اس کی طرف رجوع ہونے سے قرب کا احساس ہوا تو فرمایا بین ید یدی - ہم تیرے سامنے ہی تو ہیں۔ اور اسی امر کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے۔

من تقرب الی شبرا اتقرب الیہ ذماتاً۔  
جو ایک بالشت مجھ سے قریب ہوتا ہے میں ایک  
لٹکے اس کے قریب جاتا ہوں۔

اور کبھی اس محل پر بھی حرف تنبیہ لایا جاتا ہے جہاں مخاطب کو مخصوص توجہ دلا کر کوئی اہم اور غیر معمولی بات کہنا ہوتی ہے اور اس طریقہ سے مقصد کی اہمیت کو واضح کرنا مقصود ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس مقصد سے اہم مقصد کیا ہو سکتا ہے جو انسان کی دائمی فلاح و بہبود سے متعلق ہو۔ اور پھر مقصد کی اہمیت اس کی متعین ہوتی ہے کہ پوری ماجزی و سرافکندی کے ساتھ سوال کیا جائے اور انتہائی تضرع و اصرار سے دامن طلب پھیلا دیا جائے تو اس مقصد اور دو حرفی لفظ ہا میں اپنی غفلت اور اس کے نتیجہ میں اللہ کی طرف سے بے توجہی، دعا و مقصد کی اہمیت اور اس کے لئے گڑ گڑا ہٹ سب معافی سمٹ کر جمع ہو گئے ہیں۔ حضرت نے اس مورد پر لفظ عباد استعمال کی ہے جو عباد کی جمع ہے۔ تو یہ وہی اسلوب ہے جو ارشاد الہی آیات نعبدہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ کا ہے کہ تنہا عبادت کرنے والا بھی عبودیت کا اظہار عبودیت جمع کرتا ہے گویا وہ عبادت گزاروں کے زمرہ میں منسلک ہو کر اپنی عبادت کو اللہ کے حضور پیش کرتا ہے تاکہ ان میں سے قبول ہونے والی عبادتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی قبولیت کا ثمر حاصل کر لے جائے۔ اسی طرح حضرت کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ اگر میں تیرے کرم و رحمت کا مستزاوار نہیں تو ان بندوں میں جنہیں میں نے اپنے ساتھ شامل کیا ہے سبے گناہ، کمزور و ناتواں بوڑھے، عاجز و دراندہ افراد بھی ہیں۔ ان میں کوئی نہ کوئی تو تیری نظر کرم کا مستحق اور قابل شفقت و رحمت ہو گا، تو میں بھی ان کی صف میں کھڑا ہو جاتا ہوں تاکہ جب تیری رحمت و بخشش میں آئے اور تیرے فضل و انعام کی گھنگھور گھاٹیں برسیں تو میرا دامن بھی چھلک جائے کیونکہ اہم باران جب برسنا ہے بلا امتیاز برستا ہے اور پھر لفظ عباد سے اس آیت کی طرف اشارہ

بھی ہے کہ یا عبادی الدین اسرفوا علی انفسکم لا تقنطروا من رحمۃ اللہ۔ (اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے میری رحمت سے بے آس نہ ہو جاؤ)۔ مقصد یہ ہے کہ جب تو نے اپنے عباد کو اپنی رحمت کا امیدوار بنایا ہے تو ہم وہی عباد تو ہیں جو جھوٹی پھیلانے، تجھ سے آس لگائے تیرے در پر ایستادہ ہیں۔ بلکہ طرحنا انفسنا بین یدیک (ہم نے اپنے کو تیرے آگے خاکِ ذلت پر ڈال دیا ہے)، تو اب آگے تیری خوشی جو سرفراز کرے۔

## انجام بخیر ہونے کی دعا

## دُعَاؤُهُ بِخَوَاتِمِ الْخَيْرِ

اے وہ ذات! جس کی یاد، یاد کرنے والوں کے لئے سزا بہ عزت ہے، اے وہ جس کا شکر، شکر گزاروں کے لئے وجہ کامرانی ہے، اے وہ جس کی فرمانبرداری فرمانبرداروں کے لئے ذریعہ نجات ہے۔ رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور ہمارے دلوں کو اپنی یاد میں اور ہماری زبانوں کو اپنے شکر میں اور ہمارے اعضا کو اپنی فرمانبرداری میں معذور و مستعد کہ ہر یاد، ہر شکر اور فرمان برداری سے بے نیاز کر دے۔ اور اگر تو نے ہماری معذرتوں میں کوئی فراغت کا لمحہ رکھا ہے تو اُسے سلامتی سے ہمکنار کر، اس طرح کہ قیوم میں کوئی گناہ وامن گیر نہ ہو اور نہ خستہ روٹا ہو تاکہ برائیوں کو لکھنے والے فرشتے اس طرح پیش کر نامہ اعمال ہماری برائیوں کے ذکر سے خالی ہو اور نیکیوں کو لکھنے والے فرشتے ہماری نیکیوں کو کلمہ سرور و شاداں واپس ہوں اور جب ہماری زندگی کے دن بیتے جائیں اور سلسلہ حیات قطع ہو جائے اور تیری بارگاہ میں حاضر ہونے کا بلاوا آئے، جسے بہر حال آنا اور جس پر بہر صورت بسک کہنا ہے۔ تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کاتبان اعمال ہمارے جن اعمال کا شمار کریں ان میں آخری عمل قبول

بَا مَن ذِكْرُكَ شَرِيفٌ لِلدَّاعِيَيْنِ  
وَيَا مَن شُكْرُهُ قَوْرٌ لِلشَّاكِرِينَ  
وَيَا مَن طَاعَتُهُ تَجَاوِزُ لِلطَّاعِينَ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاشْغُلْ  
قُلُوبَنَا بِذِكْرِكَ عَنْ كُلِّ  
ذِكْرٍ وَآلِسْنَا بِشُكْرِكَ عَنْ  
كُلِّ شُكْرٍ وَجَوَارِحَنَا بِطَاعَتِكَ  
عَنْ كُلِّ طَاعَةٍ فَإِن كَدَرَتْ لَنَا  
قَدَاعًا مِنْ شُغْلٍ فَاجْعَلْهُ قَرَامًا  
سَلَامَةً لَا تُشْدُّ رُكْنَا فِيهِ تَبَعَةٌ وَلَا  
رَا تَلْحَقْنَا فِيهِ سَامَةٌ حَتَّى  
يَنْصَرِفَ عَنَّا كُتَابُ التَّيْبَاتِ  
بِصَحِيفَةٍ خَالِيَةٍ مِنْ ذِكْرِ سَيِّئَاتِنَا  
وَيَتَوَلَّى كُتَابُ الْحَسَنَاتِ عَنَّا  
مُسْرُورِينَ بِمَا كَتَبُوا مِنْ حَسَنَاتِنَا  
وَإِذَا انْقَضَتْ أَيَّامُ حَيَاتِنَا وَ  
نَصَرَمَتْ مَدَادُ أَعْمَارِنَا وَاسْتَخَفَّتْ رُتُنَا  
دَعْوَتُكَ الَّتِي لَا بُدَّ مِنْهَا وَهِيَ  
إِحَابَتُنَا فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ

وَأَجْعَلْ خِتَامَ مَا تَخَيَّرْتَنِي عَلَيْهِ كِتَابَةً  
أَعْمَلْنَا تَوْبَةً مَّقْبُولَةً لَا تُوَفَّقُنَا بِغَدَا  
عَلَى ذَنْبٍ اجْتَرَحْنَاهَا وَلَا مَقْصِدِي  
اِقْتَرَفْنَاهَا وَلَا تَكْشِفْ عَنَّا سِتْرَاسْتَوْرَةٍ  
عَلَى رُغُوبِ الْأَشْهَادِ يَوْمَ تَبْلُغُوا خَبَرًا  
عِبَادَكَ إِنَّكَ رَحِيمٌ بَيْنَ دَعَاكَ وَ  
مُسْتَجِيبٌ بَيْنَ نَادَاكَ

توبہ کو قرار دے کہ اس کے بعد ہمارے ان گناہوں اور  
ہماری ان معصیتوں پر جن کے ہم مرتکب ہوئے ہیں سرکش  
نہ کرے اور جب اپنے بندوں کے حالات جانچے تو اس پر  
کو جو توبے ہمارے گناہوں پر ڈالا ہے سب کے رد و  
چاک نہ کرے۔ بے شک جو تجھے بلائے تو اس پر مہربانی کرتا  
ہے اور جو تجھے پکارے تو اس کی سنتا ہے۔

سزائے دُعا میں ذکر الہی کو کرنے والوں کے لئے سرمایہ عزت و شرف قرار دیا ہے۔ کیونکہ جب بندہ اللہ کو یاد کرتا  
ہے تو اللہ بھی اُسے یاد رکھتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: فَاذْكُرُونِي اذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا۔  
اور حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے:

من ذكرني في ملاذ ذكركه في ملاذ  
خير من ملاشه ومن ذكرني سوا  
ذكركه علائمة

جو شخص کسی بزم میں میرا ذکر کرتا ہے میں اس سے بہتر اجتماع  
میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اور جو غصہ طرد پر میرا ذکر کرتا ہے میں  
اس کا ملائیم ذکر کرتا ہوں۔

اور ظاہر ہے کہ خالق کا اپنے مخلوق کو اور معبود کا اپنے عبد کو یاد رکھنا اور اپنے الطاف کا مورد قرار دینا بندہ کے لئے  
بالحق عز و افتخار ہے اور چونکہ یہ نتیجہ ہے ذکر الہی کا، لہذا ذکر الہی بھی شرف میں محسوب ہوگا۔  
ابن عربیان کے نزدیک ذکر الہی کے چار مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اور اس کی تسبیح و تحمید صرف زبان سے  
ہو اور دل اس کی یاد سے یکسر غالی ہو۔ یہ ذکر کا پست ترین مرتبہ ہے تاہم فائدے سے یہ بھی غالی نہیں ہے، کیونکہ جتنی  
دیر زبان اس کے ذکر میں مصروف رہے گی۔ غیبت، بدگوئی، فحش کلامی اور دوسری بے ہودہ باتوں سے محفوظ رہے گی۔  
اور ہو سکتا ہے کہ رفتہ رفتہ دل بھی زبان کا ساتھ دینے لگے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے، کیونکہ جب ذکر  
کی آوازیں پیہم کان کے پردوں سے ٹکرائیں گی تو کب تک دل ساثر نہ ہوگا۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ دل زبان کا ساتھ  
تو دے مگر توجہ و انتہاک نہ ہو۔ ایسا معلوم ہو کہ اسے جبراً و قہراً اس طرف لایا جا رہا ہے۔ یہ مرتبہ پہلے مرتبہ سے کچھ  
بلند ہے کیونکہ دل کچھ تھوڑا بہت تو زبان کا ہمنوا ہے۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ زبان کے ساتھ دل بھی اس کی یاد میں کھو  
جائے۔ لیکن دوسری طرف متوجہ کرنے سے متوجہ بھی ہو جائے، اگر یہ وقتی و عارضی ہو۔ یہ رسوخ کی منزل ہے۔ اور چوتھا  
مرتبہ یہ ہے کہ دل میں ذکر اس طرح رچ بس جائے کہ خون کے رگ پے میں دوڑنے لگے اور حیات کا ہر لمحہ سوز و  
گداز کا لافانی مرقع اور جسم و جان کا ہر ریشہ محبت کی شعلہ نشانیوں کا مرکز بن جائے۔ یہ عشق الہی کی منزل  
فتانی اللہ کا درجہ اور عبودیت کا وہ بلند مقام ہے جس کے اندر ربوبیت کے جوہر پدید شہید ہیں۔ حضرت کے ارشاد  
واشغل قلبنا بذكره عن كل ذكر۔ ہمارے دلوں کو اپنے ذکر کی بدولت ہر ذکر سے بے نیاز کر دے۔

میں اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ ذکر الہی میں حضرت اے کے انہماک کا یہ عالم ہوتا تھا کہ نہ کوئی خواہش آپ کے تصورات پر غالب آتی تھی اور نہ کوئی حادثہ توجہ کو موڑنے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ کمال الدین ابن طہر شافعی نے مطالب السؤل میں تحریر کیا ہے کہ حضرت محراب عبادت میں ایستادہ نماز پڑھ رہے تھے کہ شیطان ایک اڑدے کی صودت میں سامنے سے نمودار ہوا مگر آپ صہب معمول نماز میں مصروف رہے۔ اس نے بڑھ کر آپ کے پیر کا انگوٹھا اپنے دانتوں میں دبالیہ۔ پھر بھی آپ کی توجہ کو ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ وہ اڑدے کی صودت میں شیطان ہے۔ آپ نے اسے ٹھوکر لگائی اور پھر مصروف عبادت ہو گئے۔ اس منظر کو دیکھ کر بالغ غیبی نے پکار کر کہا امت ذین العابدین۔ آپ عبادت گزاروں کی زینت ہیں۔

دوسری چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ کا شکر یہ ادا کرنا شکر گزاروں کے لئے باعث کامرانی ہے۔ چنانچہ اشارہ الہی ہے کہ لئن شکرتکم لانہد نکم ولنکفرکم ان عذابى لشدید۔ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا اور اگر تم نے کفران نعمت کیا تو یاد رکھو کہ میرا عذاب سخت عذاب ہے۔ لہذا جب کفران نعمت نعمتوں سے محرومی اور عذاب کا باعث ہے تو شکر نعمتوں کی افزائش اور عذاب سے رہائی کا ذریعہ ہو گا۔ اور یہی فوز و کامرانی ہے۔ جو امانے شکر کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔

تیسری چیز یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اطاعت گزاروں کے لئے نجات و دستگیری کی ضامن اور آخری کامرانی کی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ جب انسان میں اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اللہ کے احکام کی پابندی اور اس کے ممنوعات و محرمات سے کنارہ کرتا ہے تو تہرا اس کے افکار و اعمال پر ایک خوشگوار اثر پڑتا ہے اور وہ اچھائی برائی، درست و نادرست اور صحیح و غلط میں امتیاز کر کے برائیوں سے طہارت کی اختیار کرتا اور اچھائیوں کو اپنے اندر نشوونما دیتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ عزت و کامرانی کی زندگی بسر کرتا اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے انعامات سے سرفراز ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے۔

ومن یطع اللہ ورسولہ فاولئک  
مع الذین انعم اللہ علیہم۔

اور جو اس کی اطاعت سے انحراف کرتا ہو اس کے حدود کو توڑتا اور گناہ و معصیت میں پڑا رہتا ہے۔ وہ اپنے ناپاک عمل و کردار کی وجہ سے دلوں میں کوئی مقام و منزلت حاصل نہیں کر سکتا اور ان دنیوی ذلتوں اور تباہیوں کے ساتھ آخرت کی ہلاکتوں کے اسباب بھی فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

ومن یعص اللہ ورسولہ و  
یتعد حدودہ فیدخلہ فاریاً  
خالداً فیہا ولہ عذاب  
مہین۔

جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور  
اس کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں انہیں ہمیشہ کے لئے  
جہنم میں داخل کرے گا اور اس کے لئے رسوا کرنے والا  
عذاب ہے۔

بہر حال ذکر و شکر اور اطاعت یہ وہ اعمال ہیں جو انسان کے دل، زبان اور اعضاء کو گناہ سے بچاسے جاتے ہیں۔ چنانچہ دل میں اگر اس کی یاد ہوگی تو خیالاتِ ناسخہ اور عقائدِ باطلہ کے قبول کرنے کی گنجائش اس میں نہ رہے گی۔ اور زبان پر اس کا ذکر یا شکر ہوگا تو وہ جھوٹ، بہتان، غیبت اور اس قبیل کے دوسرے مہلک سے بچا رہے گا۔ اور اگر اعضاء اس کی اطاعت میں مصروف رہیں گے تو وہ گناہ جو ان اعضاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے ظلم، سرقت، قتل، زنا وغیرہ اس سے سرزد نہ ہوں گے اور یہی دل، زبان اور اعضاء گناہ و معاصی کا سرچشمہ ہیں۔ جب ان پر ذکر، شکر اور اطاعت کا پورا بیٹھ جائے گا کیفیت گناہوں کا السد ہو جائے گا اور یہی مقام مقامِ عصمت ہے۔

اس کے بعد خداوندِ عالم کی بارگاہ میں یہ التماس کی ہے کہ وہ ہمہ وقت ذکر، شکر اور اطاعت میں مصروف رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور اگر عبادت سے کچھ فراغت کے لمحات میسر ہوں تو اس فراغت کی وجہ سے دل میں تنگی کی صورت پیدا نہ ہو کہ پھر ذکر و عبادت کی طرف رجوع ہونا طبیعت پریشاں گزیرے، اور کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے جو رہائے الہی کے خلاف ہو۔ مقصد یہ ہے کہ بے کاری اور تعطل پیدا ہی نہ ہو۔ اور نہ کوئی لمحہ ایسا گزرے جس میں مقصدِ حیات سے فراموشی ہونے پائے۔

## دُعَاۃُ فِي الْاِعْتِرَافِ وَ طَلَبِ التَّوْبَةِ

## اعترافِ گناہ اور طلبِ توبہ کے سلسلہ میں حضرت کی دعا

اے اللہ! مجھے تین باتیں تیری بارگاہ میں سوال کرنے سے روکتی ہیں اور ایک بات اس پر آمادہ کرتی ہے جو باتیں روکتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس امر کا تو نے حکم دیا میں نے اس کی تعمیل میں سستی کی۔ دوسرے یہ کہ جس چیز سے تھمے منع کیا اس کی طرف تیزی سے بڑھا۔ تیسرے جو نعمتیں تو نے مجھے عطا کیں۔ ان کا شکریہ ادا کرنے میں کوتاہی کی۔ اور جو بات مجھے سوال کرنے کی جرأت دلاتی ہے وہ تیرا تفضل و احسان ہے جو تیری طرف رجوع ہونے والوں اور حسنِ ظن کے ساتھ آنے والوں کے ہمیشہ شریکِ حال رہا ہے۔ کیونکہ تیرے تمام احساناتِ مروت تیرے تفضل کی بناء پر ہیں اور تیری ہر نعمت بغیر

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ یَحْجُبْنِیْ عَنْ مَسْئَلَتِكَ جَلَالُ ثَلَاثٍ وَ تَحْدُوْنِیْ عَلَیْهَا حَلَّةٌ وَ اِحْدَاہَا یَحْجُبْنِیْ اَمْرًا مَرَّتْ بِہٖ فَاَبْطَاطُ عَنْہُ وَ کَفَّیْ لِحِیثَتِیْ عَنْہُ فَاَسْرَعْتُ اِلَیْہِ وَ نِعْمَ اَنْعَمْتَ بِہَا عَلَیْ فَقَصَّرْتُ فِیْ شُکْرِہَا وَ یَحْدُوْنِیْ عَلَیْ مَسْئَلَتِكَ تَفَضُّلُکَ عَلَیْ مَنْ اَقْبَلَ بِوَجْہِہٖ اِلَیْکَ وَ دَفَعَا بِحَسَنِ ظَنِّہِ اِلَیْکَ اِذْ جِئْتُہٗ اِحْسَانُکَ تَطَعُّلُکَ وَ اِذَا کُلُّ نِعْمَتِکَ اَبْتَدَا بِہَا اِنَّا ذَا اِیَّا اِلَہِیْ وَ اِقِفْ بِبَابِ عِزِّکَ وَ قُوَّتِ الْمُسْتَسْلِمِ الدَّرِیْلِ وَ سَأَلْتُکَ

يَذْعُوكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ  
 وَيَا أَرْحَمَ مِنَّا ائْتَابُ  
 الْمُسْتَزِحْمُونَ وَيَا أَعْظَمَ  
 مِّنْ أَكْطَافٍ بِهِ الْمُسْتَغْفِرُونَ  
 وَيَا مَنْ عَفْوُهُ أَكْثَرُ مِنْ  
 نِقْمَتِهِ وَيَا مَنْ بِرَحْمَتِهِ  
 أَوْفَرُ مِنَ سَخَطِهِ وَيَا مَنْ  
 تَحَنَّنَ إِلَى خَلْقِهِ بِخُسْنِ  
 التَّجَاوُزِ وَيَا مَنْ عَوَّدَ عِبَادَهُ  
 قَبُولَ اِلْتِنَابِهِ وَيَا مَنْ  
 اسْتَصْلَحَ فَاِسْدَاهُمْ بِالتَّوَكُّلِ  
 وَيَا مَنْ رَاضٍ مِنْ فَعْلِهِمْ  
 بِالْيُسْرِ وَيَا مَنْ كَافِيَ قَلِيلَهُمْ  
 بِالْكَثِيرِ وَيَا مَنْ ضَمِنَ لَهُمْ  
 اِجَابَةَ الدُّعَاءِ وَيَا مَنْ  
 وَعَدَهُمْ عَلَى نَفْسِهِ بِتَقْضِيهِ  
 حَسَنَ الْجَزَاءِ مَا أَنَا بِأَعْظَمَ  
 مِنْ عَصَاكَ فَعَفَرْتُ لَكَ وَكَأَنَّا  
 أَنَا بِالْعَوْرِ مِنْ اِغْتَدَرَ إِلَيْكَ  
 فَقِيلَتْ مِنْهُ وَمَا أَنَا  
 بِأَظْلَمَ مِنْ تَابٍ إِلَيْكَ  
 فَعَدَّتْ عَلَيْهِ أَتُوبُ إِلَيْكَ  
 فِي مَقَامِي هَذَا تُوْبَةٌ تَأْتِي  
 عَلَى مَا فَرَطَ مِنْهُ مُشْفِقٍ  
 مِنَّا اِجْتَمَعَ عَلَيْهِ خَالِصُ  
 الْحَيَاءِ مِنَّا وَقَعَ فِيهِ  
 عَالِمُ بَاطِنِ الْعَفْوِ عَنِ الذَّنْبِ

پہلے میں تجھے پکارا اس حالت میں کہ خشوع و تذلل کے  
 ساتھ تیرے سامنے جھک گیا اور سر کو نیوڑھا کر تیرے  
 آگے خمیدہ ہو گیا۔ خوف سے اس کے دونوں پاؤں  
 تھرا رہے ہیں اور سیل اشک اس کے رخساروں پر ڈال  
 رہے۔ اللہ تجھے اس طرح پکار رہا ہے۔ اے سب رحم  
 کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔ اے ان  
 سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے جن سے طلبگار ان  
 رحم و کرم بار بار رحم کی التجائیں سڑکتے ہیں۔ اے ان سب  
 سے زیادہ مہربانی کرنے والے جن کے گرد معافی چاہتے والے  
 گھبرا ڈالے رکھتے ہیں۔ اے وہ جس کا عفو دور گذراں  
 کے انتقام سے فزوں تر ہے۔ اے وہ جس کی خوشنودی  
 اس کی تدارک سے زیادہ ہے۔ اے وہ جو بہترین عفو  
 و در گذر کے باعث مخلوقات کے نزدیک مسدود  
 ستمائش کا مستحق ہے۔ اے وہ جس نے اپنے  
 بندوں کو قبولِ توبہ کا خوگر کیا ہے اور توبہ کے ذریعہ ان  
 کے بگڑے ہوئے کاموں کی درستی چاہی ہے۔ اے  
 وہ جو ان کے ذرا سے عمل پر خوش ہو جاتا ہے۔ اور  
 تھوڑے سے کام کا بدلہ زیادہ دیتا ہے۔ اے وہ جس نے  
 ان کی دعاؤں کو قبول کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ اے وہ  
 جس نے از روئے تغفل و احسان بہترین جزا کا وعدہ  
 کیا ہے۔ جن لوگوں نے تیری معصیت کی اور تُو نے انہیں  
 بخش دیا میں اُن سے زیادہ گنہگار نہیں ہوں اور جنہوں  
 نے تجھ سے معذرت کی اور تُو نے ان کی معذرت کو قبول  
 کر لیا ان سے زیادہ قابلِ سرزنش نہیں ہوں اور جنہوں  
 نے تیری بارگاہ میں توبہ کی اور تُو نے توبہ کو قبول فرما لیا  
 ان پر احسان کیا اُن سے زیادہ ظالم نہیں ہوں۔ لہذا  
 میں اپنے اس موقف کو دیکھتے ہوئے تیری بارگاہ میں

الْعَظِيمِ لَا يَتَعَاظَمُكَ وَآتِ  
 الشَّعْبَ وَرَ عَنِ الرَّثِيمِ الْعَجَلِيلِ  
 لَا يَسْتَصْعِبُكَ وَ أَنَّ احْتِمَالِ  
 الْجَنَائِيَّاتِ الْفَاحِشَةِ لَا يَتَكَادِيكَ  
 وَأَنَّ أَحَبَّ عِبَادِكَ إِلَيْكَ مَنْ  
 بَرَكَ الْإِسْتِكْبَارَ إِلَيْكَ وَجَانِبَ  
 الْإِصْرَارَ وَلَزِمَ الْإِسْتِغْفَارَ  
 وَأَنَا أَنْبَرُ إِلَيْكَ مِنْ أَنْ  
 أَسْتَكْبِرَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ  
 أُصِغِرَ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا قَضَيْتَ  
 فِيهِ وَأَسْتَعِينُ بِكَ عَلَى مَا  
 عَجَزْتُ عَنْهُ . اللَّهُمَّ صَلِّ  
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَهَبْ لِي  
 مَا يَجِبُ عَلَيَّ لَكَ وَعَافِيَتِي  
 مِنْمَا أَسْتَوْجِبُهُ مِنْكَ وَأَجِدْنِي  
 مِنْهَا يَخَافُهُ أَهْلُ الْإِسْلَامِ  
 قَرَأْتُكَ مَلِيٌّ بِالْعَفْوِ مَرْجُوٌّ  
 بِالتَّغْفِيرِ وَمَعْدُودٌ بِالشَّجَاوِزِ  
 لَيْسَ لِحَاجَتِي مَطْلَبٌ بِمَوَالِكَ  
 وَلَا لِذَنْبِي عَافِيَةٌ غَيْرُكَ  
 حَاشَاكَ وَلَا أَخَافُ عَلَى  
 كَفْيَتِي إِلَّا رِيَاكَ إِنَّكَ أَهْلُ  
 الشَّقَاوِي وَأَهْلُ التَّغْفِيرِ  
 صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
 مُحَمَّدٍ وَأَقْضِ حَاجَتِي وَ  
 أَنْجِمْ طَلِبَتِي وَاعْفُ رَدْنِي  
 وَأَمِنْ خَوْفَ كَفْيَتِي إِنَّكَ

تو بر کرتا ہوں اس شخص کی سی توبہ جو اپنے پچھلے گناہوں  
 پر تادم اور خطاؤں کے، جو ہم سے خوفزدہ اور جن برائیوں  
 کا مرکب ہوتا ہے ان پر واقعی شرمسار ہو اور جانتا ہو  
 کہ بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کر دینا تیرے نزدیک  
 کوئی بڑی بات نہیں ہے اور بڑی سے بڑی خطا سے  
 دگر کرنا تیرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے اور سخت سے  
 سخت جرم سے چہم پوشی کرنا تجھے ذرا گراں نہیں ہے یقیناً  
 تمام بندوں میں سے وہ بندہ تجھے زیادہ محبوب ہے  
 جو تیرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرے۔ گناہوں پر معصوم ہو  
 اور توبہ و استغفار کی پابندی کرے۔ اور میں تیرے حضور  
 غرور و سرکشی سے دست بردار ہوتا ہوں اور گناہوں پر اصرار  
 سے تیرے دامن میں پناہ مانگتا ہوں اور جہاں جہاں کوتاہی  
 کی ہے اس کے لئے عفو و بخشش کا طلب گار ہوں۔ اور  
 جن کاموں کے انجام دینے سے عاجز ہوں ان میں تجھ سے  
 مدد کا غماں کرتا ہوں۔ اے اللہ! تو رحمت نازل فرما  
 محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اھ تیرے جو جو حقوق میرے ذمہ  
 عائد ہوتے ہیں انہیں بخش دے اور جس پاداش کا میں  
 سزاوار ہوں اس سے معافی دے اور مجھے اس عذاب  
 سے پناہ دے جس سے گنہگار ہر اسان ہیں اس لئے  
 کہ تو معاف کر دینے پر قادر ہے۔ اور تجھ ہی سے  
 مغفرت کی امید کی جاسکتی ہے اور تو اس صفت عفو  
 و درگزر میں معروف ہے۔ اور تیرے سوا حاجت کے  
 پیش کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے اور نہ تیرے علاوہ کوئی  
 میرے گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ ماشاء اللہ کوئی اور  
 بخشنے والا نہیں ہے۔ اور مجھے اپنے باپ سے میں ڈرتا ہے  
 تو بس تیرا۔ اس لئے کہ تو ہی اس کا سزاوار ہے کہ تجھ  
 سے ڈرا جائے۔ اور تو ہی اس کا الٰہی ہے کہ بخشش و

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَذَلِكَ  
عَلَيْكَ يَسِيرٌ ۝ آمِينَ يَا  
رَبَّ الْعَالَمِينَ۔

آمرزش سے کام لے، تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت  
نازل فرما اور میری حاجت برآ اور میری مراد پوری کر۔ میرے  
گناہ بخش دے اور میرے دل کو خوف سے مطمئن کر دے۔  
اس لئے کہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اور یہ  
کام تیرے لئے سہل و آسان ہے۔ میری دعا قبول فرما  
اے تمام جہان کے پروردگار۔

فرقہ انامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء و ائمہ معصوم ہوتے ہیں۔ اور زندگی کے کسی لمحہ میں عذاب یا سہواً خطا و گناہ کے  
مترکب نہیں ہوتے خواہ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ۔ مگر احساسِ عبودیت کے پیش نظر وہ اللہ کی بارگاہ میں معذور و درگزر کی التجا  
کوتے اور توبہ و انابت کیلئے ہاتھ اٹھاتے تھے۔ کیونکہ اللہ کے حقوق اور اس کے ان گنت احسانات و انعامات کے شکر سے  
کوئی بھی عہد برآ نہیں ہو سکتا۔ اس لحاظ سے ہر شخص خواہ وہ گناہوں سے محفوظ ہو توبہ و استغفار کا محتاج ہے۔ اسی بنا  
پر انبیاء و ائمہ علیہم السلام اس حق کی ادائیگی سے مجبور کا اعتراف اور توبہ و استغفار کو کرتے تھے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّةً۔ میں ہر روز ستر مرتبہ توبہ و استغفار  
کرتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ توبہ و استغفار کسی گناہ کے نتیجہ میں نہیں ہوتی تھی بلکہ یہ ایک طرح سے عبودیت کا مظاہرہ  
ہے۔ چنانچہ صاحب کشف الغم نے تحریر کیا ہے کہ انبیاء و ائمہ ہمہ وقت ذکر و عبادت میں مستغرق اور ان کے قلوب  
واذہان ملا اعلیٰ سے وابستہ رہتے تھے۔ اور جب وہ اللہ کی عظمت و جلال اور اس کے مقام رفیع کے تصور کے بعد اپنی  
عبادتوں اور ریاضتوں کا جائزہ لیتے اور زندگی کے ان لحاظ کو دیکھتے جو عبادت و استغفار کے علاوہ دوسرے مشاغل  
میں بسر ہوتے تھے جیسا کھانا پینا، آرام اور استراحت وغیرہ۔ تو وہ ان مشغولیتوں کو اللہ کے حقوق میں کوتاہی کا موازنہ  
سمجھتے اور انہیں گناہ سے تعبیر کرتے ہوئے توبہ و استغفار کا سہارا ڈھونڈتے تھے۔ بہر حال یہ توبہ و انابت بلندی درجات  
اور حصول ثواب کی غرض سے ہوتی تھی اور وہ اپنے کو اس سے بے نیاز تصور نہ کرتے تھے کہ اللہ ان پر مزید لطف احسان فرما  
اور ان کے مراتب کو بلند سے بلند تر کرے۔ یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ جب معصوم افراد توبہ و انابت سے بے نیاز نہ رہ سکے تو  
وہ لوگ جو عامی و خطاکار ہوں وہ کیونکر توبہ و استغفار سے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ جب کہ توبہ ہی معذور و درگزر کا ذریعہ اور  
اقرار گناہ ہی نجات کا وسیلہ ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

وَاللّٰہُ مَا یَنْجُو مِنَ الذَّنْبِ  
اِلَّا مِنْ اَقْرَبِہَا۔  
خدا کی قسم! گناہوں کی پاداش سے وہی نجات حاصل کر  
سکتا ہے جو گناہوں کا اعتراف کرے۔

اب امام علیہ السلام کی دعا پر ایک نظر کیجئے اور دیکھئے کہ وہ گناہوں کی کثافت و آلائش سے کیسے پاک ہونے اور  
ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ٹولگانے اور اس کی یاد میں کھوئے رہنے کے باوجود خوف ورجا کے سنگم پر کھڑے ہو کر کس طرح  
Contact: jabir.abbas@yahoo.com <http://fb.com/ranajabirabbas>

اُسے پکارتے اور مجرموں اور گنہگاروں کی طرح فریاد کرتے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ عظمتِ الہی کے تصور اور گناہ و تقصیر کے احساس نے پیروں میں ریشہ، آواز میں کپکپی اور جسم میں تھر تھری پیدا کر دی ہے اور دل میں غم و ہراس آنکھوں میں اشکِ ندامت اور نگاہوں میں غبارِ حسرت لئے اس کی بارگاہ میں سرکش و حیا سے جھکائے ہوئے ہیں۔ گویا زبانِ حال کی صدا یہ ہے:-

چگونہ سوزِ خیالت بر آرد دم بردست کہ خدے بسزا بر نیاد از دستم

حیا ایک نفسیاتی کیفیت ہے جو کسی امر میں کوتاہی یا ایسے فعل کے نتیجہ میں انسان پر طاری ہوتی ہے۔ جسے وہ قابلِ مذمت و سرزنش تصور کرتا ہے۔ خداوندِ عالم سے حیا کبھی گناہ، کبھی اسوہِ مستحبہ میں کوتاہی اور کبھی اس کے بلال و جبروت سے متاثر ہونے کے نتیجہ میں محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ انہی تاثرات کی بنا پر فرماتے ہیں کہ اے معبود! میں کس منہ سے تیری بارگاہ کا رخ کروں اور کس طرح سوال کرنے کی جرأت کروں۔ جب کہ میں نے تیرے احکام کے بجالانے میں سُستی، محرمات و ممنوعات کی طرت پیش قدمی اور تیرے احکام و اکرام کے شکریہ میں کوتاہی کی اور پھر یہ جانتے ہوئے کہ احساسِ ندامت و اعترافِ گناہ سے اس کی رحمت کا ارادہ جو جس میں آتا ہے کیونکہ:-

رحمت یہ پامتی ہے کہ اپنی زبان سے کہہ دے گنہگار کہ تقصیر ہو گئی

اپنے گناہوں کی سنگینی و اہمیت کو نمایاں کرنے کے لئے بارگاہِ الہی میں بطورِ استغناء عرض کرتے ہیں کہ کیا میرے گناہ بھی اس قابل ہیں جن کا اعتراف میرے لئے سودمند اور جن کا اقرار بخشش و نجات کی صورت پیدا کر دے سکتا ہے۔ اس اقرار و اعتراف کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے مغفود بخشش کے لئے بھولی پھیلاتے ہیں کہ اے میرے معبود اتیرا مغفود و گزرتین مال سے خالی نہیں۔ یا تو اپنی رحمت کے پیشِ نظر گنہگاروں سے درگزر کرے گا جیسا کہ تیرا ارشاد ہے:-

وَاتَّوَلَّكُنَا وَ مَغْفِرَةً لِّلنَّاسِ  
عَلٰی ظُلْمِهِمْ  
اُن سے بڑا ہی درگزر کرنے والا ہے

یا گنہگار کے عند و اقرار کی بنا پر درگزر سے کام لے گا، یا توبہ و استغفار کے نتیجہ میں بخشے گا تو میں پہلا گنہگار، پہلا مجرم اور پہلا ماسی نہیں ہوں جسے بخشے میں تردد ہو اور تیری اس ہمہ گیر رحمت سے محروم رہوں۔ اور جن عظمت کرنے والوں کو تو نے بخش دیا ان سے زیادہ قابلِ سرزنش نہیں ہوں کہ اقرار و اعتذار کے بعد بھی مجھے نہ بخشے، اور جنہوں نے گناہ کے بعد تیری بارگاہ میں توبہ کی اور توتے ان کے گناہوں پر خطِ صفحہ کھینچ دیا اُن سے زیادہ گنہگار نہیں ہوں کہ مجھ سے درگزر کرنے میں دریغ کرے۔ لہذا اپنی رحمت کی فراوانی اور میرے اعترافِ گناہ اور توبہ و استغفار کے نتیجہ میں میرے گناہوں سے درگزر فرما اور تیرے علاوہ اور کون ہے جس سے بخشش کی امید کی جائے اور تیرے سوا کون مغفرت کرنے والا ہے۔ جس سے مغفرت کی بھیک مانگی جائے۔

## خداوند عالم سے طلب حاجات کے سلسلہ میں حضرت کی دعا

اے محبوب! اے وہ جو طلب حاجات کی منزل مفتاح ہے  
اے وہ جس کے یہاں مرادوں تک رسائی ہوتی ہے  
اے وہ جو اپنی نعمتیں قیمتوں کے عوض فروخت نہیں کرتا اور  
نہ اپنے عیال کو احسان جتا کر کھڑ کرتا ہے۔ اے وہ  
جس کے ذریعہ بے نیازی حاصل ہوتی ہے اور جس سے  
بے نیاز نہیں رہا جاسکتا۔ اے وہ جس کی خواہش غنیمت  
کی باقی ہے اور جس سے منہ موڑا نہیں جاسکتا۔  
اے وہ جس کے نذرانے طلب و سوال سے ختم نہیں ہوتے  
اور جس کی حکمت و مصلحت کو وسائل و اسباب کے  
ذریعہ تبدیلی نہیں کیا جاسکتا۔ اے وہ جس سے عاجز و  
ساکستہ احتیاج قطع نہیں ہوتا اور جسے پکارنے والوں کی  
صلاح و مصلحت نہیں کرتی۔ تو نے خلق سے بے نیاز ہونے  
کی صفت کا مظاہرہ کیا ہے اور تو یقیناً ان سے بے نیاز ہے  
اور تو نے ان کی طرف فقر و احتیاج کی نسبت دی ہے۔  
اور وہ بیشک تیرے محتاج ہیں۔ لہذا جس نے اپنے افلاس  
کے رفع کرنے کے لئے تیرا ارادہ کیا اور اپنی احتیاج کے  
نور کرنے کے لئے تیرا قصد کیا اس نے اپنی حاجت کو  
اس کے محل و مقام سے طلب کیا اور اپنے مقصد تک پہنچنے  
کا صحیح راستہ اختیار کیا۔ اور جو اپنی حاجت کو لے کر مخلوق  
میں سے کسی ایک کی طرف متوجہ ہوا یا تیرے علاوہ دوسرے  
کو اپنی حاجت برآری کا ذریعہ قرار دیا وہ حرام نصیبی سے  
دوچار اور تیرے احسان سے محرومی کا سوا وار ہوا۔ بار الہا!  
میری تجھ سے ایک حاجت ہے جسے پورا کرنے سے میری طاقت  
جواب دے چکی ہے اور میری تدبیر و بارہ جوئی بھی ناکام ہو کر

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فِي طَلَبِ الْحَوَائِجِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى  
اللَّهُمَّ يَا مُنْتَهَى مَطْلَبِ الْحَاجَاتِ  
وَيَا مَنْ عِنْدَهُ كَيْلُ الطَّلِبَاتِ وَيَا  
مَنْ لَا يَبْغِي نِعْمَةً إِلَّا ثَمَانٍ وَيَا مَنْ  
لَا يَكْذِبُ هَطَايَا إِلَّا مِثْلَانِ وَيَا مَنْ  
يُسْتَعْفَى بِهِ وَلَا يُسْتَعْفَى عَنْهُ وَيَا  
مَنْ يُرْغَبُ إِلَيْهِ وَلَا يُرْغَبُ عَنْهُ  
وَيَا مَنْ لَا تُغْنِي عَنْهُ إِسْتِغَاثَةُ  
الْمَسَاحِلِ وَيَا مَنْ لَا تُبَدِّلُ حِلْمَتَهُ  
الْوَسَائِلُ وَيَا مَنْ لَا تُنْقِطُ عَنْهُ  
حَوَائِجُ الْمُحْتَاجِينَ وَ  
يَا مَنْ لَا يَعْدِيهِ دُعَاؤُ الدَّاعِينَ  
كَمَدَحِكَ بِالْغَنَاءِ عَنْ خَلْقِكَ وَ  
أَنْتَ أَهْلُ الْغِنَى عَنْهُمْ وَ  
تَسَبَّحُهُمُ إِلَى الْفَقْرِ وَهُمْ أَهْلُ  
الْفَقْرِ إِلَيْكَ فَتَنْ حَاوِلَ سَدِّ  
خَلَّتِي مِنْ عَشْدِكَ وَرَأْمِ  
صَرَفِ الْفَقْرِ عَنْ نَفْسِي بِكَ  
فَقَدْ طَلَبْتُ حَاجَتَهُ فِي مَطَارِلِهَا  
وَأَتَيْتُ طَلِبَتَهُ مِنْ وَجْهِهَا وَمِنْ  
كُلِّ جَهَةِ بِحَاجَتِهِ إِلَى أَحَدٍ مِنْ  
خَلْقِكَ أَوْ جَعَلْتُ سَبَبَ مُجِيبَتِهَا  
دُونَكَ فَقَدْ كَعَرَضَ لِلْجِزْمَانِ  
وَأَسْتَحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ قُوَّةَ الْإِحْسَانِ  
اللَّهُمَّ وَلِيَّ إِلَيْكَ حَاجَةٌ قَدْ قَصَرَ

عَنْهَا جُهِدِي وَتَقَطَّعَتْ دُونَهَا حَبِلٌ  
وَسَوَّلْتُ لِي تَقِيَّتِي رَفَعَهَا إِلَى مَنْ  
يَرْفَعُ حَوَائِجَهُ إِلَيْكَ وَلَا يَسْتَعْنِي  
فِي طَلِبَاتِهِ عَنْكَ وَهِيَ زَلَّةٌ قَرِيبٌ  
ذِكْرُ الْخَاطِئِينَ وَعَثْرَةٌ مِنْ عَثَرَاتِ  
الْمُذْنِبِينَ ثُمَّ التَّبَلُّثُ بِتَذَكُّرِكَ  
لِي مِنْ غَفْلَتِي وَكُحْضُوتِ بِتَوْفِيقِكَ  
وَمِنْ تَزَكُّتِي وَرَجَعْتُ وَتَكْصُوتُ  
بِتَسْدِيدِكَ عَنْ عَثْرَتِي وَقُلْتُ  
سُبْحَانَ رَبِّي كَيْفَ يَسْأَلُ مُعْتَلَجٌ  
مُحْتَلَجًا وَأَنِّي يَرْغَبُ مُعْدِمٌ إِلَى  
مُعْدِمٍ فَقَصَدْتُكَ يَا إِلَهِي بِالرَّغْبَةِ  
وَأَوْقَدْتُ عَلَيْكَ رَجَائِي يَا لِيَقْبَلَا  
بِكَ وَعِلْمْتُ أَنَّ كَثِيرًا مَا أَسْأَلُكَ  
كَسِيرٌ فِي وَجْدِكَ وَأَنَّ خَطِيرًا مَا  
أَسْتَوْهِبُكَ حَقِيرٌ فِي دُوعِكَ وَ  
أَنَّ كَرَمَكَ لَا يُضِيقُ عَنْ سُؤَالِ  
أَحَدٍ وَأَنَّ يَدَكَ بِالْعَطَا يَا أَعْلَى  
مِنْ كُلِّ يَدِ اللَّهِ فَصَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْنِي بِكَرَمِكَ  
عَلَى التَّقْضِيلِ وَلَا تَجْعَلْنِي بِعَدْلِكَ  
عَلَى الْإِسْتِحْقَاقِ فَمَا أَنَا بِأَوَّلِ  
رَاغِبٍ رَغِبَ إِلَيْكَ فَأَعْظَمَتُهُ  
وَهُوَ يَسْتَحِقُّ الْمَنَعَ وَلَا بِأَوَّلِ  
سَائِلٍ سَأَلَكَ فَأَفْضَلَتْ عَلَيْهِ  
وَهُوَ يَسْتَوْجِبُ الْحَيْمَانَ اللَّهُمَّ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَكُنْ

رو گئی ہے اور میرے نفس نے مجھے یہ بات غرضِ فاصورت  
میں دکھائی کہ میں اپنی حاجت کو اس کے سامنے پیش  
کروں جو خود اپنی حاجتیں تیرے سامنے پیش کرتا ہے۔  
اور اپنے مقاصد میں تجھ سے بے نیاز نہیں ہے۔ یہ سراسر  
خطا کاروں کی خطاؤں میں سے ایک خطا اور گنہگاروں کی  
لغزشوں میں سے ایک لغزش تھی۔ لیکن تیرے یاد دلانے  
سے میں غفلت سے ہوشیار ہوا اور تیری توفیق نے مہار  
دیا تو ٹھوکر کھانے سے سنبھل گیا اور تیری رہنمائی کی  
بدولت اس غلط اقدام سے باز آیا اور واپس پلٹ آیا  
اور میں نے کہا واہ سبحان اللہ! کس طرح ایک محتاج دوسرے  
محتاج سے سوال کر سکتا ہے، اور کہاں ایک نادار  
دوسرے نادار سے رجوع کر سکتا ہے۔ (جب یہ حقیقت  
واضح ہو گئی) تو میں نے اسے میرے معبود! پوری رغبت  
کے ساتھ تیرا ارادہ کیا اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی  
امیدیں تیرے پاس لایا ہوں۔ اللہ میں نے اس امر کو بخوبی  
جان لیا ہے کہ میری کثیر حاجتیں تیری توکلوی کے آگے کم  
اور میری عظیم خواہشیں تیری وسعتِ رحمت کے سامنے  
یہی ہیں۔ میرے دامنِ کرم کی وسعت کسی کے سوال  
کرنے سے تنگ نہیں ہوتی اور تیرا رحمتِ کرم عطا و  
بخشش میں ہر ہاتھ سے بلند ہے۔ اے اللہ! محمدؐ  
اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنے کرم سے میرے  
ساتھ تفضل و احسان کی روشنی اختیار کر اور اپنے دل سے  
کام لیتے ہوئے میرے استحقاق کی رُو سے فیصلہ نہ کر  
کیونکہ میں پہلا وہ حاجت مند نہیں ہوں جو تیری طرف  
متوجہ ہوا اور تو نے اسے عطا کیا ہو حالانکہ وہ رد کئے  
جانے کا مستحق ہو اور پہلا وہ سائل نہیں ہوں جس نے تجھ  
سے مانگا ہو اور تو نے اس پر اپنا فضل کیا ہو، حالانکہ وہ

لِيَدْعَانِي مُجِيبًا وَمِنْ نِدَائِي  
قَرِيبًا وَيَتَضَرَّعُنِي رَاجِعًا وَ  
يَصُوتُنِي سَامِعًا وَلَا تَقْطَعْ  
رَجَائِي عَنْكَ وَلَا تُكَيِّدْ سَبَبِي  
مِنْكَ وَلَا تُؤَيِّدْهُنِي فِي حَاجَتِي  
هَذِهِ وَغَيْرِهَا إِلَى سِرَاكٍ وَتَوَكَّلْنِي  
يُنْجِئِي طَلِبَتِي وَقَضَائِي حَاجَتِي وَ  
كَيْلِ سُؤْلِ قَبْلِ نَدَائِي عَنْ مَوْفِقِي  
هَذَا بِتَيْسِيرِكَ إِلَى التَّسْيِيرِ وَ  
حُسْنِ تَقْدِيرِكَ لِي فِي كُلِّ شَيْءٍ  
أَلَمْ تُؤَيِّرْ وَصَلَّ عَلَى مُحْتَدٍ قَالِمٍ  
صَلَوَةٌ ذَاتُ مِمَّةٍ نَائِمَةٍ لَا انْقِطَاعَ  
لَا بَدِيلَ وَلَا مُنْتَهَى لَا مَدَّهَا  
وَأَجْعَلْ ذَلِكَ عَوْنًا لِي وَسَبَبًا  
لِنَجَاحِ طَلِبَتِي إِلَيْكَ وَاسِعِ كَرِيمٍ  
وَمِنْ حَاجَتِي يَا رَبِّ كَذَا وَكَذَا  
وَكَذَا كَرَحَاجَتِكَ ثُمَّ كَسُجْدٌ وَ  
تَقْوِيلٌ فِي سُجُودِكَ فَضْلِكَ الْكَثِيرِ  
وَإِحْسَانِكَ ذِكْرِي فَأَسْأَلُكَ بِكَ  
وَبِمُحَمَّدٍ وَآلِهِ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِمْ  
أَنْ لَا تُرَدَّنِي خَائِبًا.

مردم کئے جلتے کے قابل ہو۔ اسے اللہ! محمد اور ان کی  
آل پر رحمت نازل فرما اور میری دعا کا قبول کرنے والا،  
میری پکار پر التفات فرماتے والا، میری مجرور زاری پر رحم کرنے  
والا اور میری آواز کا سننے والا ثابت ہو اور میری امید جو  
تجھ سے وابستہ ہے اُسے نہ توڑ اور میرا وسیلہ اپنے سے  
قطع نہ کر۔ اور مجھے اس مقصد اور دوسرے مقاصد میں اپنے  
سوا دوسرے کی طسوف متوجہ نہ ہونے دے۔ اللہ اس  
مقام سے الگ ہونے سے پہلے میری مشکل کشائی اور تمام  
معاملات میں حسن تقدیر کی کار فرمائی سے میرے مقصد  
کے بر لانے، میری حاجت کے روا کرنے اور میرے  
سوال کے پورا کرنے کا خود ذمہ لے۔ اور محمد اور ان  
کی آل پر رحمت نازل فرما ایسی رحمت جو دائمی اور  
روز افزوں ہو، جس کا زمانہ غیر ختم اور جس کی مدت  
بے پامال ہو۔ اور اسے میرے لئے معین اور مقصد براری کا  
ذریعہ قرار دے۔ بے شک تو وسیع رحمت اور جو دو کرم کی صفت  
کا مالک ہے۔ اسے میرے پروردگار! میری کچھ حاجتیں یہ ہیں  
اس مقام پر اپنی حاجتیں بیان کرو۔ پھر سجدہ کرو اور سجدہ  
کی حالت میں یہ کہو تیرے فضل و کرم نے میری دل جمعی  
اور تیرے احسان نے رہنمائی کی، اس وجہ سے میں تجھ سے  
تیرے ہی وسیلہ سے اور محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام  
کے ذریعہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے (اپنے مدد سے)  
ناکام و نامراد نہ پھیر۔

اس دعا میں خلا و اند عالم کو حاجت روائیوں کی انتہا اور مقصد براریوں کی حد آخر قرار دیا ہے۔ یہ اس لحاظ سے کہ جب  
انسان اپنے کو ہر دروازے سے ناکام ہوتے دیکھتا ہے اور کہیں سے حاجت روائی و مقصد براری کی کوئی صورت نظر نہیں  
آتی اور ہر طرف سے داؤ چارہ و تدبیر مسدود ہو جاتی ہے تو وہ انجام کار اللہ کی طرف رجوع ہوتا اور اس سے حاجت  
روائی کا طالب ہوتا ہے یا اس اعتبار سے کہ جتنی بھی حاجتیں بظاہر دوسروں سے پوری ہوتی ہیں وہ درحقیقت اللہ  
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

ہی کی کار سازی و کار فرمائی کا کرشمہ ہے کیونکہ تمام مقصدوں اور حاجتوں کے برآئے کے اسباب و وسائل اسی کی ذات پر منتہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی کو کچھ دیتا ہے تو اسی میں سے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کو دیا ہے۔ اور کسی کے لئے تنگ دو کرتا ہے تو اسی قوت و طاقت سے جو اللہ کی بخشی ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے جو کچھ بھی دوسروں کے ہاتھ سے ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتا ہے اور جو کام اور دلوں کے ذریعہ انجام پاتا ہے درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی کار سازی کا نتیجہ ہے ورنہ جو خود سراپا احتیاج ہو وہ دوسرے کی احتیاج کیا دوسرے کر سکتا ہے اور جو خود عاجز و درماندہ ہو وہ دوسرے کی کیا مدد کر سکتا ہے۔ لہذا تمام احتیاجوں اور بے فوایدوں کا علاج اسی ذات سے نیاز سے ہوگا جس سے تمام کائنات کا دامن احتیاج وابستہ ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ  
اے لوگو! تم سب کے سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ غنی و بے نیاز اور ہر لحاظ سے قابل ستائش ہے۔

جب وہی ذات (جمل شائر) تمام نعمتوں کا سرچشمہ اور حاجت دہانیوں کا نقطہ آخر ہے تو پھر دست سوال بھی اسی کے سامنے بڑھنا چاہیے نہ اُن کے سامنے جو خود مانگنے والے اور سراپا احتیاج ہیں۔

مَنْ سَأَلَ النَّاسَ يَحْزَنْهُ وَسَأَلَ اللَّهَ لَا يَخِيبُهُ

”جو لوگوں سے مانگے گا وہ اُسے محروم رکھیں گے اور اللہ سے مانگنے والا کبھی محروم نہیں ہوتا۔“

اور پھر اللہ کے فیضان و بخشش اور دوسروں کی داد و بخشش میں فرق یہ ہے کہ لوگوں کی عطا و بخشش عوض و بدل کی حیثیت رکھتی ہے اور وہ کسی نہ کسی موقع پر احسان جتا کر تفوق و برتری کا مظاہرہ ضرور کریں گے۔ مگر اللہ صرت اپنے تفضل و احسان کی بناء پر نعمتوں سے مالا مال کرتا ہے اور ان کے مقابلہ میں کسی اجر و عوض کا طلب گار نہیں ہوتا اور نہ وہ احسان جتا رہا ہے کہ میں نے یہ دیا اور یہ دیا۔ اور اگر وہ اپنی نعمتوں کا ذکر کرتا ہے تو اس لئے کہ بندوں میں شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہو اور اس کے نتیجہ میں انہیں زیادہ سے زیادہ نعمتیں حاصل ہوں۔ اس سے مقصد احسان جتنا نہیں ہے کیونکہ احسان تو وہ جتنا ہے جو اپنی عطا کو بڑا تصور کرتا اور معمولی بخشش کو بھی اہم سمجھتا ہو اور خداوند عالم خواہ کتنی نعمتیں بخشے اور کتنے احسانات کرے وہ اُس کے کرم و وسعت کے مقابلہ میں کوئی وزن نہیں رکھتے اور نہ اس کے غیر متناہی مقدمات کو دیکھتے ہوئے اس کے ہاں کمی کا تصور ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ نہ خود احسان جتا رہا ہے اور نہ احسان جتنے کو پسند کرتا ہے۔ کیونکہ یہ دنیایت و کم ظرفی کی علامت اور حاجت مندوں کی دل شکنی و تنفر کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا  
اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتانے اور  
صداقاتکم بالہن والاذی۔  
اذیت پہنچانے سے رائیگاں نہ کرو۔

اس عمل میں انسان کی اس طبعی کمزوری کا بھی ذکر ہے کہ جب اسے اپنی کوششیں رائیگاں اور تدمیری بنے نتیجہ نظر آتی ہیں تو وہ ادھر ادھر سے وسائل و ذرائع ڈھونڈتا ہے تاکہ اپنے مقصدوں اور حاجتوں میں کامیابی حاصل کرے۔ یہ چیز اس پر نظر کرتے ہوئے کہ دنیا عالم اسباب ہے اور ایک کام دوسرے سے نکلتا ہی ہے غموم نہیں ہے بشرطیکہ

اصل کار فرما اور حقیقی حاجت روا اللہ ہی کو مانے اور اسی کی مشیت کے عمل و فعل کا عقیدہ رکھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کے متعلق ہے کہ انہوں نے قید خانہ کے دو ساتھیوں میں سے جس کے متعلق یہ سمجھا کہ یہ نجا رہے گا۔ کہا کہ اذکونی عند ربی۔ اپنے آقا سے میرا ذکر کیجیو، مگر حضرت اسے قتل اور انقطاع الی اللہ کے متانی سمجھتے اور اپنے مقام رفیع کے پیش نظر اسے خطا و لغزش سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگرچہ اس حد تک یہ لغزش و غلط نہیں ہے۔ لیکن جب ان وسائل و ذرائع پر وثوق و اعتماد کر لیا جائے۔ تو پھر اس سے بڑھ کر دوسری لغزش نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ اللہ پر سے بے اعتمادی اور اس کے دروازہ سے منہ موڑ کر دوسروں کے آستانوں کی پرستاری ہے اس لغزش و بکروبی سے اگر کوئی چیز بچالے جاسکتی ہے تو وہ یہ کہ اپنے دل و دماغ میں یہ تصور راسخ کرے کہ اس بے نیاز کے علاوہ کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں ہے اور محتاج، محتاج کے اور بے نوا، بے نوا کے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ چنانچہ جب یہ تصور پختہ اور نیت و ارادہ مضبوط اور یقین مستحکم ہو جاتا ہے تو غفلت کے پٹے چاک اور لڑکھڑاتے قدم متنبہل جاتے ہیں۔ اور ہر طلب و نیاز اسی کی بارگاہ کے لئے مخصوص ہو کر رہ جاتی ہے اور خداوند عالم جب یہ دیکھتا ہے کہ وہ سب سے منہ موڑ کر میرے آستانہ کی طرف ہمرقن متوجہ ہو چکا ہے تو وہ اپنے فضل و کرم سے اس کی حاجتیں بر لانا اور مشکلیں حل کر دیتا ہے۔

یہ دعا طلب حاجات کا ایک افتتاحیہ ہے جب اسے پڑھ لے تو اس کے قاترہ پر اپنی حاجتیں بیان کرے۔ اگرچہ خداوند عالم سب کی حاجتوں اور خواہشوں کو جانتا ہے مگر وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے سامنے حاجتوں کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

اِنَّ اِلٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی یَعْلَمُ  
مَا یُرِیدُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّہٖ اِذَا دَعَاہُ  
۔ وَلَکِنَّ یَحِبُّ اَنْ تَبْتَثَ الِیْہِ الْحَوَاجِجَ  
فَاِذَا دَعَوْتَ فَسَمِّ حَاجَتَکَ ۔

خداوند عالم بخوبی جانتا ہے کہ جب بندہ دعا کرتا ہے تو وہ اپنے پروردگار سے کیا چاہتا ہے۔ لیکن اللہ اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ تم اپنی حاجتیں کھل کر اس کے سامنے پیش کرو۔ لہذا دعا کرو تو اپنی حاجتوں کا نام بنام ذکر کرو۔

دعا کے بعد سجدہ کرے اور سجدہ میں حضرت کے فرمودہ کلمات پڑھے تاکہ دعا جلد شرف قبولیت حاصل کرے اس لئے کہ سجدہ تضرع و التماس کی آخری صورت اور مجر و نیا د مندی کی خاص علامت ہے۔ اور مجر و التماس قبولیت دعا کا فریضہ اور بارگاہ الہی میں تقرب کا وسیلہ ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

اَقْرَبُ مَا یَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ  
رَبِّہٖ اِذَا دَعَا رَبَّہُ وَهُوَ  
سَاجِدٌ ۔

بندہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اس وقت زیادہ تقرب پر فائز ہوتا ہے جب سجدہ کی حالت میں اپنے پروردگار کو پکارے اور اُس سے دعا مانگے۔

جب آپؐ پر کوئی زیادتی ہوتی یا ظالموں سے کوئی ناگوار بات دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے :-

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
إِذَا اغْتَدَى عَلَيْهِ أَوْ رَأَى مِنَ  
الظَّالِمِينَ مَا لَا يُحِبُّ -

يَا مَنْ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ أَنْبَاءُ الْمُتَظَلِّمِينَ  
وَيَا مَنْ لَا يَحْتَاجُ بِي قَصَصِهِمْ إِلَى  
شَهَادَاتِ الشَّاهِدِينَ وَيَا مَنْ كَرُبَتْ  
نُصْرَتُهُ مِنَ الْمُظْلُومِينَ وَيَا مَنْ  
بَعْدَ عَثْوَتِهِ عَنِ الظَّالِمِينَ قَدْ  
عَلِمْتَ يَا إِلَهِي مَا نَأَلَنِي مِنْ فُلَانٍ  
ابْنِ فُلَانٍ مِمَّا حَضَرْتَ وَانْتَهَكْتَ  
مِثْقَالَ حَبْزَةٍ عَلَيْهِ بَطْرًا  
فِي نِعْمَتِكَ عِنْدَهُ وَاعْتَرَاةً  
بِتَكْبِيرِكَ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ فَصِّلْ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَخُذْ ظَالِمِي وَعُدُوِّي  
عَنْ ظَالِمِي بِقُوَّتِكَ وَاقْلُلْ حُدُودَهُ  
عَنِّي بِقُدْرَتِكَ وَاجْعَلْ لَهُ شُغْلًا  
فِيمَا يَلِيهِ وَعَجِّدْ أَعْمَاءَ بَنَاتِ وَبَنِي  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَلَا تُسَوِّغْ لَهُ ظُلْمِي وَأَحْسِنْ  
عَلَيْهِ عَوْنِي وَاعْصِمْنِي مِنْ  
مِثْلِ أَفْعَالِهِ وَلَا تَجْعَلْنِي فِيهِ  
مِثْلَ حَالِهِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَعِدْ نِي عَلَيْهِ  
عَذَابِي حَاضِرَةً فَكُونُ مِنْ  
لَا يُخْطِئُ بِهِ شِفَاءٌ وَمِنْ حَقِّقِ  
عَلَيْهِ وَقَاءً اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

اسے وہ جس سے فریاد کرنے والوں کی فریادیں پوشیدہ نہیں ہیں۔ اسے وہ جو ان کی سرگزشتوں کے سلسلہ میں گواہوں کی گواہی کا محتاج نہیں ہے۔ اسے وہ جس کی نصرت مظلوموں کے ہم رکاب اللہ جس کی مدد ظالموں سے کوسوں دُور ہے۔ اسے میرے معبود! تیرے علم میں ہیں وہ ایذا میں جو مجھے فلاں ابن فلاں سے اُس کے کیری نعمتوں پر اترانے اور تیری گرفت سے غافل ہونے کے باعث پہنچی ہیں جنہیں تو نے اس پر حرام کیا تھا اور میری ہتک عزت کا مرتکب ہوا۔ جس سے تو نے اسے روکا تھا۔ اسے اللہ رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور اپنی قوت و توانائی سے مجھ پر ظلم کرنے والے اور مجھ سے دشمنی کرنے والے کو ظلم و ستم سے روک دے اور اپنے اقتدار کے ذریعہ اس کے حربے کند کر دے اور اُسے اپنے ہی کاموں میں الجھائے رکھ اور جس سے آمادہ دشمنی ہے اس کے مقابلہ میں اسے بے دست و پا کر دے۔ اسے معبود! رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور اسے مجھ پر ظلم کرنے کی کھلی چھٹی نہ دے اور اس کے مقابلہ میں اچھے اسلوب سے میری مدد فرما اور اُس کے بُرے کاموں جیسے کاموں سے مجھے محفوظ رکھ اور اُس کی حالت ایسی حالت نہ ہونے دے۔ اے اللہ محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اُس کے مقابلہ میں ایسی بروقت مدد فرما جو میرے غصہ کو ٹھنڈا

قَالَ لَهُ وَعَوِّضْنِي مِنْ ظُلْمِهِ لِي  
عَفْوِكَ وَأَنْتَ لِي بِسُوءِ صَدِيقِهِ  
بِي رَحْمَتِكَ فَكُلُّ مَكْرُوهٍ جَلَلٌ  
دُونَ سَخَطِكَ وَكُلُّ مُزِينٍ شَرٌّ  
سِوَاءٍ مَعَ مَوْجِدَتِكَ أَلَلْهُمَّ  
لَكُمَا كَرِهْتُ إِلَى أَنْ أَظْلَمَ فَقِيضِي  
مِنْ أَنْ أَظْلَمَ أَلَلْهُمَّ لَا أَشْكُوا  
إِلَى أَحَدٍ سِوَاكَ وَلَا أَسْتَعِينُ  
بِحَاكِمٍ غَيْرِكَ عَاشَاكَ فَصَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَلِّ دُعَائِي  
بِالْجَابَةِ وَاقْرَأْ بِشَكَائِي  
بِالتَّغْيِيرِ أَلَلْهُمَّ لَا كُفَيْتَنِي  
بِالْقَنُوطِ مِنْ انْصَافِكَ وَلَا  
تَقْتُلْنِي بِالْأَمْنِ مِنْ انْكَارِكَ فَيُجَاوِزَ  
عَلَى ظُلْمِي وَيُجَاوِزَنِي بِحَقِّي وَ  
عَرَفَهُ عَمَّا قَلِيلٍ مَا أَوْعَدْتَ  
الظَّالِمِينَ وَعَرَفَنِي مَا أَوْعَدْتَ  
مِنْ إِجَابَةِ الْمُضْطَرِّينَ أَلَلْهُمَّ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَدَفِّقْنِي  
لِقَبُولِ مَا قَضَيْتَ لِي وَعَلَى وَ  
رَحْمَتِي بِمَا أَخَذْتَ لِي وَمِثِّي وَ  
اهْدِنِي لِتِلْكَ هِيَ أَقْوَمُ وَ  
اسْتَغْفِرُنِي بِمَا هُوَ أَسْلَمُ أَلَلْهُمَّ  
وَإِنْ كَانَتْ الْخَيْرَةُ لِي عِنْدَكَ  
فِي تَأْخِيرِ الْأَخِي لِي وَتَرْكِ  
الْإِتِّقَامِ مِنْ ظُلْمَتِي إِلَى  
يَوْمِ الْفَضْلِ وَمَجْمَعِ الْخَضِيمِ

کر دے اور میرے غیظ و غضب کا بدلہ چکائے۔ اے  
اللہ رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور اس کے  
ظلم و ستم کے عوض اپنی معافی اور اس کی بدسلوکی کے بدلے  
میں اپنی رحمت نازل فرما کیونکہ ہر ناگوار چیز تیری نافرمانی  
کے مقابلہ میں بیچ ہے اور تیری نافرمانی ہو تو ہر (چھوٹی  
بڑی) مصیبت آسان ہے۔ بار الہا! جس طرح ظلم پہنا  
تو نے میری نظروں میں ناپسند کیا ہے۔ یونہی ظلم  
کرنے سے بھی مجھے بچائے رکھ۔ اے اللہ! میں تیرے  
سوا کسی سے شکوہ نہیں کرتا اور تیسرے علاوہ  
کسی حاکم سے مدد نہیں چاہتا۔ عاशा کہ میں ایسا چاہوں  
تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور میری دعا کو  
قبولیت ہے اور میرے شکوہ کو صورت حال کی تبدیلی  
سے جلد ممکن کر۔ اور میرا اس طرح امتحان نہ کرنا کہ تیرے  
عدل انصاف سے مایوس ہو جاؤں اور میرے دشمن کو  
اس طرح نہ آزمانا کہ وہ تیری سزا سے بے خوف ہو کر  
مجھ پر برابر ظلم کرتا رہے اور میرے حق پر چھایا رہے  
اور اُسے جلد از جلد اُس عذاب سے روشناس کر جس  
سے تو نے ستمگروں کو ڈرایا دھمکایا ہے اور مجھے قبولیت  
دعا کا وہ اثر دکھا جس کا تو نے بے بسوں سے وعدہ  
کیا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت  
نازل فرما اور مجھے توفیق دے کہ جو سُوء و زیاں تو نے  
میرے لئے مقدر کر دیا ہے۔ اُسے دلیب خاطر قبول  
کروں، اور جو کچھ تو نے دیا ہے اور جو کچھ لیا ہے اس  
پر مجھے راضی و خوشنود رکھ اور مجھے سیدھے راستہ  
پر لگا اور ایسے کام میں مصروف رکھ جو آفت و زیاں  
سے بری ہو۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میرے لئے  
یہی بہتر ہو کہ میری داد دہی کو تاخیر میں ڈال دے اور مجھ

فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ فَإِنَّ فِي  
مِنْكَ بَيِّنَاتٍ صَادِقَةٍ وَصَبْرًا ذَالِمًا  
وَأَعِدُّنِي مِنْ سُوءِ الرَّغْبَةِ وَ  
هَلِكِ أَهْلِ الْجَزْصِ وَصَوِّرْنِي  
قَلْبِي مِثْلًا مَّا أَذْخَرْتَ لِي  
مِنْ ثَوَابِكَ وَأَعِدْ ذَاتَ الْخَطْبِ  
مِنْ جَنَابِكَ وَحَقَابِكَ وَ  
اجْعَلْ ذَلِكَ سَبَبًا لِقِنَاعَتِي  
بِمَا قَضَيْتَ وَثِقْتِي بِمَا تَخَيَّرْتَ  
أَمِينَ بَارِبِ الْعَالَمِينَ إِنَّكَ  
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَأَنْتَ  
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

پر ظلم ڈھانے والے سے انتقام لینے کو فیصلہ کے دن  
اور دعویداروں کے محل اجتماع کے لئے اٹھا رکھے تو  
پھر محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل کر اور اپنی جانب  
سے نیت کی سچائی اور صبر کی پائیداری سے میری مدد فرما  
اور بُری خواہش اور حرصوں کی بے مبری سے بچائے رکھ  
اور جو ثواب تو نے میرے لئے ذخیرہ کیا ہے اور جو سزا  
و عقوبت میرے دشمن کے لئے مہیا کی ہے اس کا  
نقشر میرے دل میں جمادے اور اسے اپنے فیصلہ  
قضا و قدر پر راضی رہنے کا ذریعہ اور اپنی پسندیدہ  
چیزوں پر اطمینان و وثوق کا سبب قرار دے میری  
دُعا کو قبول فرما اسے تمام جہان کے پالنے والے۔  
بے شک تو فضلِ عظیم کا مالک ہے اور تیری قدرت  
سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

ہر مذہب و ملت اس پر متفق ہے کہ ظلم وجود انسانی سیرت کے دامن پر ایک بد فاعل ہے اور ظالم اپنی  
خصلت کے لحاظ سے انسانی صف میں گھرا کئے جانے کے بجائے حیوانی صف میں گھرا کئے جانے کے زیادہ لائق ہے  
اور اس سے بہیادِ خلعت کا اور کیا مظاہرہ ہوگا کہ انسان طاقت کے بل بوتے پر عاجزوں اور ناتوازوں کو ستائے اور  
دولت و اقتدار کے نشہ میں کمزور و شکستہ حال لوگوں کو اپنے مظالم کا نشانہ بنائے۔ حضرت علی ابن الحسینؑ نے اپنی زندگی  
کی آخری گھڑیوں میں اپنے فرزند حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا :-

يَا بَنِي آيَاكَ وَظَلَمَ مِنْ لَا يَجِدُ  
عَلَيْكَ نَاصِرًا إِلَّا اللَّهُ۔

ظلم ایسا سنگین جرم ہے جو معذور و گزر کے قابل ہے ہی نہیں۔ کیونکہ خداوندِ عالم ان گناہوں کو تو بخش دے سکتا ہے جو  
خود اس کی ذات سے متعلق ہوں۔ لیکن وہ گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے وہ اس وقت تک بخشے نہیں جاسکتے  
جب تک صاحبِ حق خود بخشنے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

وَأَمَّا الظُّلْمُ الَّذِي لَا يَتْرُكُ فَظْمُ  
الْعِبَادِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا الْقَصَصُ  
هَنَّاكَ شَدِيدٌ۔

اور وہ گناہ کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا وہ بندوں  
کا ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا ہے جس کا آخرت  
میں سخت بدلہ لیا جائے گا۔

ظلم کے بڑے نتائج دنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں اس طرح کہ ظالم کسی پہلے پھونکتا اور کامیاب و کامران نہیں ہوتا جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔ **انته لا یفلح الظالمون**۔ ظالم کسی فلاح و کامرانی حاصل نہیں کرتا۔ اور بغیر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **بالظلم تزول النعم**۔ ظلم کے نتیجہ میں نعمتیں چھین جاتی ہیں۔ اور آخرت میں بھی مورد عتاب و گرفتار عذاب ہوگا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:-

انما السبیل علی الذین یظلمون  
التاس ویبعون فی الارض بغیر الحق  
اولئک لہم عذاب الیم۔  
گرفت اُن لوگوں کی ہوگی جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق شُر و فساد کرتے پھرتے ہیں۔ ان ہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اور ان سختیوں سے زیادہ سختیوں سے دوچار ہوگا جو دنیا میں اس نے مظلوم و بے کس افراد پر بدکاری کی تھیں۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

یوم المظلوم علی الظالم  
اشد من یوم الظالم علی  
المظلوم۔  
مظلوم کے ظالم پر قابو پانے کا دن اس دن سے کہیں زیادہ سخت ہوگا جس میں ظالم مظلوم کے خلاف اپنی طاقت دکھاتا ہے۔

تخل کن کہ اسے ناتواں از توئی کہ روزے تو انا ترا از دے شوی

اس کے مقابلہ میں مظلوم اپنی مظلومیت و ستم زدگی کا صلہ دنیا میں بھی پاتا ہے اور آخرت میں بھی پائے گا۔ دنیا میں اس طرح کہ لوگ ظالم سے نفرت کرتے ہوئے اُسے دل و جان سے چاہنے لگتے ہیں اور ان کی ہمدردیاں اسے حاصل ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی مظلومیت کی بناء پر اس کی فریاد کو سننا اور اس کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

اتقوا الظلم فان دعوة المظلوم  
تصعد الی السماء۔  
ظلم سے ڈرو کیونکہ مظلوم کی پکار سب سے پہلے آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے۔

بترس از آؤ مظلومان کہ ہنگام دُعا کر دن اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

اور آخرت میں اسے بلند سے بلند درجات حاصل ہوں گے اور وہاں پر مظلومیت کی ستارے گراں بہا کی قدر و قیمت کا اندازہ لگے گا۔ چنانچہ ربیع الاول بروز منشی میں ہے کہ جب حجاج نے ایک بے گناہ شخص کو سوئی پر لٹکایا تو عمر ابن ابیہلہ ٹرپ اٹھا اور اللہ سے مخاطب ہو کر کہا یا رب ان حاکم عن الظالمین اضر بالمظلومین۔ پروردگار! یہ ظالموں کو ڈھیل دینے ہی کا نتیجہ ہے کہ مظلوم اس طرح تختہ دار پر کھینچے جا رہے ہیں۔ کہنے کو تو یہ کہہ دیا مگر اسی رات خواب دیکھا کہ قیامت کا میدان ہے اور ہر شخص اپنی فکر میں لگا ہوا ہے۔ لیکن وہ مظلوم حساب و کتاب سے قدرے ہو کر جنت کے طبقہ اعلیٰ میں پہنچ چکا ہے۔ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ غیب سے آواز سنی کہ حلّی عن الظالمین اعلیٰ المظلومین فی اعلیٰ حلیتین۔ ظالموں کو ڈھیل دینے اور میرے ظلم انہما کرنے ہی نے مظلوموں کو اس بلند ترین درجہ پر پہنچا یا ہے۔

ہر مظلوم کی آخری امید گاہ اللہ کی بارگاہ ہوتی ہے جہاں وہ گڑا گڑاتا اور ظالم کے پنجوں سے پھوٹنے کی التجا کرتا ہے۔ اس موقع پر دُعا کا انداز کیا ہونا چاہیے؟ اس کے لئے حضرت علیؑ کی یہ دُعا ایک بہترین نمونہ مثال ہے۔ جس میں صبر و رضا اور توکل علی اللہ کی تعلیم اور ثوابِ آخرت اور نصرتِ الہی پر یقین کے ساتھ مظلوم کی نفسیاتی کیفیت کی ترجمانی بھی ہے کیونکہ یہ اس مظلوم و ستم رسیدہ کی دُعا ہے جس کی پوری مظلومیت و ستم زدگی کی ایک مسلسل داستان تھی جو ظلم سے رہے مگر ظلم کا جواب ظلم سے دینا گوارہ نہ کیا۔ جو دُستم کا تختہ مشق بنے رہے مگر صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے نہ دیا اور کرب و اضطراب کے شعلوں میں پھٹکتے رہے مگر زبان کو شکوہ و شکایت سے آلودہ نہ ہونے دیا۔ اگر زبان پر حرفِ شکایت آتا ہے تو یہ کہ اللہ لا اشکو الی احد! صواعقِ - اے اللہ! میں تیرے سوا کسی سے گلہ نہیں کرتا۔ اور اللہ تقی سے شکایت آئین صبر و تحمل کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ عبودیت و نیازمندی کا ایک مظاہرہ ہے۔ اور غامضانِ خدا کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ اللہ سے اپنا دکھ درد بیان کرتے اور اپنی بے تابی و بے قراری کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت یعقوبؑ کی زبانی ارشاد ہے۔ انما اشکو ابشی و حذقنی الی اللہ۔ میں صرف اللہ تعالیٰ سے اپنے غم و اندوہ کا شکوہ کرتا ہوں۔ اور حضرت ایوبؑ کے متعلق ارشاد ہے۔ وایوب اذا نادى ربه انی مسی الھو و اذت ارحم الراحمین۔ اور ایوبؑ کو دیکھو جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا کہ میں دکھی ہوں اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اگرچہ مظلومیت کا تقاضا یہ ہے کہ مظلوم اپنی ستم زدگی و بھاریگی کی داستان دہرائے اور دوسروں کی ہمدردیوں کا سہارا ڈھونڈے مگر یہاں صبر و ضبط و دوسروں کے سامنے زبان کھولنے سے مانع ہے۔ اس لئے اسی کے سامنے گڑا گڑاتے ہیں جو اُن شکوہوں کا سننے والا ہے اور اُسی سے ظلم و جور کے شکنجوں کو توڑنے کی التجا کرتے ہیں جو انہیں توڑ کر نکال لے جاسکتا ہے۔ پھر عموماً ستائے جانے کے بعد انتقامی جذبات مشتعل ہو جایا کرتے ہیں اور دشمن کی تباہی و بربادی کی خواہش زبان پر آئے بغیر نہیں رہا کرتی مگر اس دُعا میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے کینہ پرندگی و بدخواہی کے جذبات کا اظہار ہوتا ہو بلکہ ظالم کے بارے میں کچھ چاہتے ہیں تو یہ کہ وہ ظلم سے کناہ کش ہو جائے اور میرے دل صد پارہ بد ظلم کے آشیانے تعمیر نہ کرے رہی ظلم کی پاداش تو اُسے اللہ تم کے حوالے کر دیتے ہیں کہ وہ جو چاہے کرے۔ خواہ دُنیا میں انتقام لے یا آخرت میں۔ البتہ اپنے لئے یہ چاہتے ہیں کہ وہ ان ظلموں کے پھیلنے کے صلہ میں اپنی خوشنودی و رضامندی عطا فرمائے چاہے جو دُستم کے تیر دل کی ایک ایک رگ کو توڑ دیں اور ظلم و استبداد کے تمام ترکش خالی ہو جائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے دوچار ہونا نہ پڑے۔ کیونکہ دُنیا کی ہر تلخی و ناگواری کو برداشت کیا جاسکتا ہے مگر اس کی ناراضگی کے نتیجہ میں جس یاس و قنطریٹ سے دوچار ہونا پڑے گا وہ ناقابلِ برداشت ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا  
مَرِضَ أَوْ نَزَلَ بِهِ كَرْبٌ أَوْ بَلِيَّةٌ :

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا لَكَ اَنْزَلُ  
اَلتَّصَرُّفُ فِيْهِ مِنْ سَلَامَةٍ يَّهْدِيْكَ وَ  
لَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا اَخْدَثْتَ بِيْ مِنْ  
عِلَّةٍ فِيْ جَسَدِيْ فَمَا اَدْرِئِيْ يَا اِلٰهِيْ  
اَيُّ الْعَالِيْنَ اَحَقُّ بِالشُّكْرِ لَكَ وَ  
اَيُّ الْوَقْتَيْنِ اَوْلٰى بِالْحَمْدِ لَكَ  
اَوْ قُلْتُ الْمَضْعَةِ الَّتِي هَتَا تَنِيْ  
فِيْهَا طَيِّبَاتٍ مِّرْقِكَ وَنَشْطَتِيْ  
بِهَآءِ الْبَيْعَاءِ مَرَضًا يَّكَ وَفَضْلِكَ  
وَقَوَّيْتَنِيْ مَعَهَا عَلَى مَا وَفَّقْتَنِيْ  
لَهُ مِنْ طَاعَتِكَ اَمَّ وَتَتَّ الْعِلَّةُ  
الَّتِي مَخَّصْتَنِيْ بِهَا وَالتَّعْمُ الْاَيُّ  
اَتَّخَفْتَنِيْ بِهَا اَخْوَفِيْهَا لِمَا كَفَلَ عَلَى  
ظَهْرِيْ مِنَ الْخَطِيْئَاتِ وَظَهْرِيْ  
لِمَا اَلْعَسْتُ فِيْهِ مِنَ السَّيِّئَاتِ وَ  
كُنِيْهَا لِنِّسَاوِلِ الْقُوْبَةِ وَكَذْ كُنِيْهَا  
لِمَتَحَوُّلِ الْحَوْبَةِ بِتَقْدِيْرِ النِّعْمَةِ  
وَفِيْ خِلَالِ ذٰلِكَ مَا كَتَبْتَ اِلَى  
الْكَاتِبَانِ مِنْ تَرْكِيْ الْاَعْمَالِ مَا لَا  
قَلْبٌ فُكِّرَ فِيْهِ وَلَا لِسَانٌ لِّطَقَ بِهِ  
وَلَا جَارِحَةٌ تَكَلَّفَتْهُ بَلْ اِقْضَا لَا  
مِنْكَ عَلَيَّ وَلَا احْسَانًا مِنْ صَنِيعِكَ  
اِلَيَّ . اَللّٰهُمَّ فَصِّلْ عَلَيَّ مَخْرَجِيْ وَاِلٰهِيْ  
خَبِيْبِ اِلَيَّ مَا رَضِيْتَ لِيْ وَبَيَّرْتَنِيْ مَا

جب کسی بیماری یا کرب اذیت میں مبتلا ہوتے  
تو یہ دعا پڑھتے۔

اے معبود! تیرے ہی لئے حمد و سپاس ہے اس صحت  
و سلامتی بدن پر جس میں ہمیشہ زندگی بسر کرتا رہا اور تیرے  
ہی لئے حمد و سپاس ہے اس مرض پر جو اب میرے جسم  
میں تیرے حکم سے رونما ہوا ہے۔ اے معبود! مجھے نہیں معلوم  
کہ ان دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت پر تو شکر یہ کا  
زیادہ مستحق ہے اور ان دونوں وقتوں میں سے کونسا وقت  
تیری حمد و ستائش کے زیادہ لائق ہے یا صحت کے لمحے  
جن میں تُو نے اپنی پاکیزہ رزق کو میرے لئے خوشگوار بنایا  
اور اپنی رضا و خوشنودی اور فضل احسان کے طلب کی آنکھ  
میرے دل میں پیدا کی اور اس کے ساتھ اپنی اطاعت کی  
توفیق دے کر اس سے عہدہ براہمے کی قوت بخشی، یا یہ  
بیماری کا زمانہ جس کے ذریعہ میرے گناہوں کو دور کیا  
اور نعمتوں کے تحفے عطا فرمائے تاکہ ان گناہوں کا بوجھ ہلکا  
کرتے جو میری پیٹھ کو گراں بار بنائے ہوئے ہیں۔ اور ان  
برائیوں سے پاک کرتے جن میں ڈوبا ہوا ہوں اور توبہ کرنے  
پر متنبہ کر دے اور گزشتہ نعمت (تندرستی) کی یاد دہانی  
سے (کفرانِ نعمت کے) گناہ کو محو کر دے اور اس بیماری  
کے اثنا میں کاتبانِ اعمال میرے لئے وہ پاکیزہ اعمال بھی  
کھینچے رہے جن کا نہ دل میں تصور ہوا تھا، نہ زبان پر  
آئے تھے اور نہ کسی عفو نے اس کی تکلیف گواہ کی تھی  
یہ صرف تیرا فضل و احسان تھا جو مجھ پر ہوا۔ اے اللہ!  
رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور جو کچھ تُو نے  
میرے لئے پسند کیا ہے وہی میری نظروں میں پسندیدہ  
قرار دے اور جو مصیبت مجھ پر ڈال دی ہے اسے ہلکا

أَحْلَلْتَنِي وَطَهَّرْتَنِي مِنْ دَنَسٍ مَا  
 أَسْأَلُكَ وَأَمَحَّ عَلَيَّ شَرَّ مَا كَدَّهْتُ  
 وَأَوْجَدْتَنِي حَلَاوَةً الْعَافِيَةِ وَإِذْنِي  
 بَرْدَ السَّلَامَةِ وَأَجْعَلْ مَخْرَجِي  
 عَنْ عَلَيَّ إِلَى عَفْوِكَ وَمُتَّحَوِّنِي  
 عَنْ صَرَعَتِي إِلَى تَجَاوُزِنَاكَ وَ  
 تَخْلَاصِي مِنْ كُرْبِي إِلَى رَوْحِكَ وَ  
 سَلَامَتِي مِنْ هَذِهِ الشَّدَاةِ إِلَى  
 قَرَحِكَ إِنَّكَ الْمُتَقَطِّلُ بِالْإِسْلَامِ  
 الْمُتَطَوِّلُ بِالْإِيمَانِ الْوَهَّابُ الْكَرِيمُ  
 ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

آسان کروے اور مجھے گزشتہ گناہوں کی آلاش سے  
 پاک اور سابقہ برائیوں کو نیست و نابود کر دے اور تندرستی  
 کی لذت سے کامران اور صحت کی خوشگوار سے  
 بہرہ اندوز کر اور مجھے اس بیماری سے چھڑا کر اپنے عفو  
 کی جانب لے آ اور اس حالتِ افتادگی سے بخشش و در  
 گذر کی طرف پھیر دے اور اس بے مہی سے نجات دے  
 کر اپنی راحت تک اور اس شدت و سختی کو دور کر کے  
 کشائش و وسعت کی منزل تک پہنچا دے اس لئے کہ  
 تو بے استحقاق احسان کرنے والا اور نیکو انہماقی بخشش  
 والا ہے اور تو ہی بخشش و کرم کا مالک اور عظمت بزرگی  
 کا سرمایہ وار ہے۔

غریب امیری، دکھ، آرام اور بیماری و صحت وہ لوازمِ حیات ہیں۔ جن سے زندگی کے لمحات کبھی خالی نہیں رہتے کبھی  
 نکتہ و افلاس ہے تو کبھی ثروت و اقبال۔ کبھی سکھ و الم ہے تو کبھی عیش و آرام کبھی مرض کی جانفکائی ہے تو کبھی صحت  
 کی کیف افزائی۔ اگرچہ یہ دو مختلف کیفیتیں اور الگ الگ حالتیں ہیں جن کے تاثرات بھی جدا جدا ہیں اس طرح کہ صحت و  
 رفاہیت سے شکریہ کے اور بیماری و کلفت سے شکوہ و شکایت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ مگر جس کے آب و گل میں  
 رضائے الہی کا عنصر شامل ہو وہ ہر حالت میں یکساں شکر گزار رہتا ہے اور کسی وقت اپنی زبان کو شکوہ و شکایت سے  
 آلودہ نہیں ہونے دیتا۔ چنانچہ جب بستر بیماری پر بے قراری کی کروٹیں ہے چین کرتی اور کرب و اذیت کی ٹہیں سکون  
 و قرار چھین لیتی ہیں تو اس کی زبان پر صبر و شکر اور حمد و ثنا ہی کا ترازو گونجتا ہے۔ کیونکہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ  
 صحت ہو یا مرض دونوں شکروستائش کے قابل ہیں۔ بے شک صحت ایک گماں مایہ دولت ہے جس کی صحیح قدر و قیمت  
 کا اندازہ اسے ہی ہو سکتا ہے جو اسے کھو چکا ہو۔ لیکن اتنا تو ہر شخص سمجھتا ہے کہ یہ صحت ہی کے خوشگوار احسا  
 کا نتیجہ ہے کہ انسان باقی و چرند اور آدمہ عمل نظر آتا ہے اور جوش، جرأت، حوصلہ، احساسِ خودداری اور ولولہ سب  
 اسی کا کرشمہ ہیں۔ اسی سے کسبِ معیشت اور عبادت و اطاعت کی سرگرمی وابستہ ہے اور اسی کی بدولت دنیا کی لذتوں سے  
 حظ اندوز ہوتا جاتا ہے۔ مگر مرض بھی اپنے نتائج و اثرات کے لحاظ سے فائدوں سے خالی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت نے اس کے چند  
 فوائد کی طرف اس دعا میں اشارہ کیا ہے۔

پہلا فائدہ یہ ہے کہ مرض گناہوں سے تطہیر اور گناہوں کی گرا نیاری سے سبکدوشی کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ

امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

ان المرض یحط السیئات و  
یحتمل یأخذ الاوراق :-  
مرضی گن ہوں کو دود کرتا اور اس طرح بھاڑ دیتا ہے جس  
طرح پتے بھڑتے ہیں :-

دوسرا نڈہ یہ ہے کہ انسان حالت مرضی میں اپنے گن ہوں پر تادم ہوتا ہے، تو یہ ونا بیت کرتا اور اللہ سے کو لگاتا ہے  
چنانچہ ارشاد الہی ہے :-

اذا مس الانسان الضر دعانا  
لجنبه او قاعدا او قائما :-  
جب انسان دکھی ہوتا ہے تو اپنے پہلو پر لیٹا ہو یا بیٹھا  
ہو یا کھڑا ہو ہمیں پکارتا ہے :-

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے صحت و عافیت کی وسیع قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور بھولنی بکھر گشت کی یاد تازہ ہوتی  
ہے ۔ ورنہ اس نعمت تندستی کو نعمت ہی تصور نہ کیا جاتا ۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نعمتان مبعہولتان الامن  
والعافیه ۔ دو نعمتیں ایسی ہیں جنہیں نعمت ہی نہیں سمجھا گیا ۔ ایک امن اور دوسرے عافیت :- اور چونکہ نعمت کی فراہمی  
و ناکداری ایک گناہ ہے اور بیماری اس نعمت کی طرف متوجہ کرتی اور کفران نعمت سے بچا کر شکر گزاری کا بذریعہ پیدا کرتی  
ہے اس لئے یہ بھی نعمت کی یاد دہانی کی وجہ سے نعمت میں مسبب ہوگی ۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ جب مرض کی وجہ سے انسان کے عمل کی رفتار سست ہو جاتی ہے یا عمل کے قابل ہی نہیں  
رہتا ۔ تو وہ جن اعمال کو صحت کی حالت میں بجالا یا کرتا تھا وہ اس کے نامہ اعمال میں برابر درج ہوتے ہیں ۔ چنانچہ حدیث  
نبوی ہے کہ :-

یقول اللہ عز وجل للملک الموثق  
یا المؤمن اذا مرض اکتب لک ما کنت  
تکتب لہ فی صحتہ فانی انا الذی  
صیرتہ فی حیاتی ۔  
جب مومن بیمار ہوتا ہے تو خداوند عالم اس فرشتہ کو جو اس  
پر مقرر ہوتا ہے حکم دیتا ہے کہ مرض میں بھی اس کے وہ اعمال  
جنہیں وہ بجالا یا کرتا تھا لکھتے رہو کیونکہ اُسے مرض کے کلمہ  
میں اسیر کرنے والا میں ہی ہوں ۔

پانچواں فائدہ یہ ہے کہ جب انسان مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو دفعہ دہمات کرتا ہے اور یہ بھی ایک  
کارگر علاج ہے جیسا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :- الصدقة دواء ومنجیہ :- صدقہ ایک کامیاب دوا ہے  
اور اس صدقہ اور دوا دوشس سے طبیعت کا رخ بخل و حرص اور زرا اندوزی کی خواہش سے جو دوسخا کی طرف مڑ جاتا ہے ۔  
اور نفسانی روگ انخطاط پذیر ہو جاتا ہے ۔

چھٹا فائدہ یہ ہے کہ مرض دنیا کی بے ثباتی و ناپائیداری اور موت کی یاد دلاتا ہے ۔ کیونکہ صحت جسمانی کا فقدان موت  
کا پیش فیچہ ہے اور صحت کا تصور انسان کو اللہ سے کو لگانے اور اس کی طرف رجوع ہونے پر آمادہ کر دیتا ہے بلکہ دنیا کی  
ہر آفتاد اور ہر کلفت اللہ کی طرف بھگاتی اور اُسے پکارنے پر مجبور کر دیتی ہے ۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے :-

ثما اذا متکموا الصبر فالیہ  
تجارون ۔  
جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اس کے سامنے  
گرا گڑھتے ہو ۔

ساتواں فائدہ یہ ہے کہ اکثر گناہوں کا سرچشمہ قوتِ غلبہ و شہوانیہ ہوتی ہے۔ اور بیماری سے جہاں اور توانے  
بدنی میں کمزوری آجاتی ہے وہاں ان دونوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسان بہت سے گناہوں کے ارتکاب  
سے بچ جاتا ہے۔

آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ اگر بے صبری و بے قراری کا اظہار نہ کرے اور صبر و ضبط سے کام لے تو اس مشقت و رحمت  
کشی کے نتیجہ میں اجر و ثواب کا بھی مستحق ہوگا۔

نواں فائدہ یہ ہے کہ اگر کسی گناہ کے ارتکاب کی عادت بڑا پکڑ ہو چکی ہو تو طویل مرض سے اس عادت کے چھوٹ  
بلنے کا بھی امکان پیدا ہو جاتا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے اس سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔

دسواں فائدہ یہ ہے کہ بعض چھوٹے موٹے امراض اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ وہ کسی بڑے مرض کے لئے روک بن  
کر کھڑے ہو جاتے ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ موجودہ مرض بھی کسی دوسرے مرض کی روک مقام کر دے۔ چنانچہ طبیبانِ کرام  
مستفق علیہ نظر یہ ہے کہ زکام و تھل بخار وغیرہ سے بدنِ انسانی کو مختلف فائدے پہنچتے ہیں اور بعض زہریلے مادے خارج  
ہو جاتے ہیں جو دوسرے امراض کے لئے حفظِ مقدم کا کام دے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا فوائد کے باوجود پھر انسان صحت کو مرض پر ترجیح دیتا اور تندرستی کا غراناں ہوتا ہے اور کسی طرح مرض  
کو گوارا نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحت و عافیت حُبِ طبعی کا کرشمہ ہے اور مرض حُبِ عقل کا تقاضا ہے۔ اور  
حُبِ طبعی حُبِ عقل سے زیادہ انسانی احساسات کو متاثر کرتی اور اس کے بشری جذبات سے سازگار رہتی ہے۔ اس  
لئے وہ مرض کے لئے فائدہ بخش نتائج کے باوجود صحت و سلامتی ہی کا خواہشمند ہوتا ہے۔ مگر جس میں حُبِ عقل کے تقاضے  
حُبِ طبعی کے تقاضوں پر غالب ہوں وہ اپنی ہر مادی طلب و خواہش کو رضائے الہی سے وابستہ کر دیتا ہے۔ اور اس  
رضائے الہی کے ملا وہ اس کا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت کی زندگی کے اطوار عام انسانی  
زندگی کے اطوار سے بلند تر نظر آتے ہیں۔

جب گناہوں سے معافی چاہتے یا اپنے  
عیسوں سے درگزر کی التجا کرتے، تو یہ  
دُعا پڑھتے :-

اے خدا ! اے وہ جسے گنہگار اس کی رحمت کے  
وسیلہ سے فریادری کے لئے پکارتے ہیں۔ اے وہ جس کے  
تفضل و احسان کی یاد کا سہارا ہے کس لاپار ڈھونڈنے  
ہیں۔ اے وہ جس کے خوف سے عاصی و خطاکار تالو

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا  
اسْتَقَالَ مِنْ ذُنُوبِهِ أَوْ تَضَرَّعَ  
فِي طَلَبِ الْعَفْوِ عَنْ عُيُوبِهِ -

اللَّهُمَّ يَا مَنْ يَرْحَمُ مَنْ يَسْتَغِيثُ  
الْمُذْنِبُونَ وَيَا مَنْ إِلَى ذِكْرِكَ احْسَانٌ  
يَفْزَعُ الْمُصْطَرُّونَ وَيَا مَنْ لِيَقِيَّتِهِ  
يُنْتَجِبُ الْعَاظِمُونَ يَا أَنْسَ كُلِّ

مُسْتَوْجِبٍ غَرِيبٍ وَيَا فَدَحَ كُلِّ  
مَكْرُوبٍ كَثِيبٍ وَيَا غَوْثَ كُلِّ  
مَخْذُولٍ قَرِيبٍ وَيَا عَصْدَ كُلِّ  
مَحْتَاكِ حَرِيبٍ أَنْتَ الْدِي وَبِعَتْ  
كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا وَأَنْتَ الْدِي  
بَجَعْتَ لِكُلِّ مَخْلُوقٍ فِي نِعَمِكَ  
سَهْمًا وَأَنْتَ الْدِي عَفْوُكَ أَغْلَى مِنْ  
عِقَابِكَ وَأَنْتَ الْدِي تَسْعَى رَحْمَتُهُ  
أَمَامَ غَضَبِهِ وَأَنْتَ الْدِي عَطَاؤُهُ  
أَكْثَرُ مِنْ مَنَعِهِ وَأَنْتَ الْدِي تَسَعَى  
الْخَلَائِقُ كُلُّهُمْ فِي رُسُولِهِ وَأَنْتَ  
الْدِي لَا يَزْعَبُ فِي جَزَاءٍ مَنْ  
أَعْطَاهُ وَأَنْتَ الْدِي لَا يُفِرُّ فِي  
عِقَابٍ مَنْ عَصَاهُ وَأَنَا يَا إِلَهِي  
عَبْدُكَ الْدِي أَمْرَتُهُ بِالذُّعَاءِ فَقَالَ  
كَتَبْتُكَ وَسَعَدَيْتُكَ هَا أَنَا ذَا يَا رَبِّ  
مَطْرُودٌ بَيْنَ يَدَيْكَ أَنَا الْدِي أَوْ  
كَذَرْتُ الْخَطَا يَا ظَهْرُهُ وَأَنَا الْدِي أَقْلَبُ  
الذُّنُوبَ عُمْدَةً وَأَنَا الْدِي بِجَهْلِهِ  
عَصَاكَ وَكَمْ تَكُنْ أَهْلًا مِنْهُ لِيَذَاكَ  
هَلْ أَنْتَ يَا إِلَهِي دَاحِظٌ مِنْ دَعَاكَ  
فَأَبْلَغُ فِي الدُّعَاءِ أَمْ أَنْتَ عَافٍ  
لِي مِنْ بَكَائِكَ فَاسْرِعْ فِي الْبَكَاءِ أَمْ أَنْتَ  
مَتَّعَاوِرٌ عَمَّنْ عَفَرَكَ وَجْهَهُ تَذَلُّ  
أَمْ أَنْتَ مُغْنٍ مَنْ شَكََا إِلَيْكَ فَقْرَهُ  
تَوَكَّلَا إِلَهِي لَا تُخَيِّبْ مَنْ لَا يَجِدُ  
مُعْطِيًا غَيْرَكَ وَلَا تَخْذُلْ مَنْ لَا

فریاد کرتے ہیں۔ اے ہر وطن آدام دل گرفتہ کے  
سرمایہ آتش، ہر غمزدہ و دل شکستہ کے تھکسار، ہر بے کس  
تنہا کے فریاد رس اور ہر پانڈہ و محتاج کے دست گیر، تو  
وہ ہے جو اپنے علم و رحمت سے ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔  
اور تو وہ ہے جس نے اپنی نعمتوں میں ہر مخلوق کا حصہ رکھا  
ہے۔ تو وہ ہے جس کا عفو و درگزر اس کے انتقام پر غالب  
ہے۔ تو وہ ہے جس کی رحمت اس کے غضب سے آگے چلتی  
ہے۔ تو وہ ہے جس کی عطائیں فیض و عطا کے روک لینے  
سے زیادہ ہیں۔ تو وہ ہے جس کے دامن و سمیت میں تمام  
کائنات ہستی کی سمائی ہے۔ تو وہ ہے کہ جس کسی کو  
عطا کرتا ہے اس سے عوس کی توقع نہیں رکھتا۔ اور  
تو وہ ہے کہ جو تیری نافرمانی کرتا ہے اُسے سزا سے  
بڑھ کر سزا نہیں دیتا۔ خدایا! میں تیرا وہ بندہ ہوں  
جسے تو نے دعا کا حکم دیا تو وہ بیک لیک پکار اٹھا۔  
ہاں تو وہ میں ہوں اے میرے معبود! جو تیرے آگے خاک  
ذلت پر پڑا ہے۔ میں وہ ہوں جس کی پشت گن ہوں سے  
بوجھل ہو گئی ہے۔ میں وہ ہوں جس کی عمر گن ہوں میں بیت  
ہلکے ہے۔ میں وہ ہوں جس نے اپنی نادانی و جہالت سے  
تیری نافرمانی کی۔ حالانکہ تو میری جانب سے نافرمانی  
کا سزاوارد تھا۔ اے میرے معبود! جو تجھ سے  
دعا مانگے آیا تو اس پر رحم فرمائے گا؟ تاکہ میں لگاتار  
دعا مانگوں۔ یا جو تیرے آگے روئے اسے بخش دے  
گا؟ تاکہ میں رونے پر جلد آمادہ ہو جاؤں۔ یا جو تیرے  
سامنے مجسزد نیاز سے اپنا چہرہ خاک پر لے اس  
سے درگزر کرے گا؟ یا جو تجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے  
اپنی دستی کا شکوہ کرے اُسے بے نیاز کر دے گا  
بارا لہا! جس کا لینے والا تیرے سوا کوئی نہیں ہے اُسے

يَسْتَغْنِي عَنْكَ بِأَحَدٍ ذُوْنكَ يَا اَللهِي  
فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَلَا تَعْرِضْ  
عَنِّي وَقَدْ اَقْبَلْتُ عَلَيْكَ وَلَا تَحْزِنُنِي  
وَقَدْ رَغِبْتُ اِلَيْكَ وَلَا تَجْهَلْنِي  
بِالتَّوْبَةِ وَقَدْ اِنْتَصَبْتُ بَيْنَ يَدَيْكَ  
اَنْتَ الَّذِي وَصَفْتَ نَفْسَكَ بِالتَّوْحِيدِ  
فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَارْحَمْنِي  
وَ اَنْتَ الَّذِي سَمَّيْتَ نَفْسَكَ بِالْعَفْوِ  
فَاَعْفُ عَنِّي قَدْ تَرَى يَا اَللهِي قِيَصَ  
ذَمِّي مِنْ خِيْفَتِكَ وَوَجِيبَ قَلْبِي  
مِنْ خَشْيَتِكَ وَانْتِقَاصَ جَوَارِحِي  
مِنْ هَيْبَتِكَ كُلُّ ذِيكَ حَيَاءٌ وَمَنْكَ  
لِسُوءِ عَمَلِي وَلِذَاكَ حَمْدُ صَوْتِي  
عَنِ الْجَارِ اِلَيْكَ وَكُلُّ لِسَانِي عَنْ  
مُنَاجَايَتِكَ يَا اَللهِي فَكُلِّكُ الْحَمْدُ  
فَكَفَّرَ مِنْ عَائِبَةٍ سَأَرْتُهَا عَلَيَّ فَلَمْ  
تَفْضَحْنِي وَكَفَّرَ مِنْ ذَنْبٍ عَظِيمَةٍ  
عَلَيَّ فَلَمْ تَشْهَرْنِي وَكَفَّرَ مِنْ شَائِبَةٍ  
الْمَمْتُ بِهَا فَلَمْ تَكْهَنْتِكَ عَنِّي سَأَرْتُهَا  
وَلَمْ تُعْلِدْنِي مَكْرُوهَ سَأَرْتُهَا وَلَمْ  
تُبْدِ سَوَاءِهَا لِي لَمْ يَكُنْ مَعَايِي  
مِنْ جَائِرَتِي وَحَسَدَةٍ لِيَعْمَتِي  
عِنْدِي لَمْ يَكُنْ يَتَّهِنِي ذَلِكَ عَنْ  
اَنْ جَدَيْتُ اِلَى سُوءٍ مَا عَهَدْتَ  
وَمِنِّي فَمَنْ اَجْهَلَ مِنِّي يَا اَللهِي  
يُرْشِدُهُ وَمَنْ اَغْفَلَ مِنِّي عَنْ  
حَظِّهِ وَمَنْ اَبْعَدُ مِنِّي مِنْ

نا اُمید نہ کر اور جس کا تیرے علاوہ اور کوئی ذریعہ ہے نیاز  
نہیں ہے اُسے محروم نہ کر۔ خداوند ارحمت نازل فرما محمدؐ  
اور اُن کی آلؑ پر اور مجھ سے روگردانی اختیار نہ کر جب کہ  
میں تیری طرف متوجہ ہو چکا ہوں۔ اور مجھے نا اُمید نہ کر جب  
کہ تیری طرف خواہش لے کر آیا ہوں اور مجھے سستی  
سے دھتکار نہ دے جب کہ میں تیرے سامنے کھڑا ہوں  
تو وہ ہے جس نے اپنی توصیف رحم و کرم سے کی ہے۔  
لہذا محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھ پر  
رحم فرما اور تو نے اپنا نام درگزر کرنے والا رکھا ہے۔  
لہذا مجھ سے درگزر فرما۔ یا اربابا! تو میرے اشکوں  
کی روانی کو جو تیرے خوف کے باعث ہے۔ میرے دل  
کی دھڑکن کو جو تیرے ڈر کی وجہ سے ہے اور میرے  
اعضائے کی تھر تھری کو جو تیری ہیبت کے سبب سے  
ہے دیکھ رہا ہے۔ یہ سب اپنی بد اعمالیوں کو دیکھتے  
بھٹتے تجھ سے شرم و حیا محسوس کرنے کا نتیجہ ہے  
یہی وجہ ہے کہ تضرع و زاری کے وقت میری آواز  
نکال جاتی ہے اور مناجات کے موقع پر زبان کام  
نہیں دیتی۔ اے خدا تیرے ہی لئے حمد و سپاس ہے  
کہ تو نے میرے کتنے ہی عیبوں پر پردہ ڈالا اور مجھے  
رُسوا نہیں ہونے دیا اور کتنے ہی میرے گناہوں کو  
چھپایا اور مجھے بدنام نہیں کیا اور کتنی ہی برائیوں کا  
میں مرتکب ہوا مگر تو نے پردہ فاش نہ کیا اور نہ میرے  
گلے میں ننگ و مار کی ذلت کا طوق ڈالا اور نہ  
میرے عیبوں کی جستجو میں رہنے والے ہمسایوں اور  
ان نعمتوں پر جو مجھے عطا کی ہیں حسد کرنے والوں پر  
ان برائیوں کو ظاہر کیا۔ پھر بھی تیری مہربانیاں مجھے ان  
برائیوں کے ارتکاب سے جن کا تو میرے بارے میں

اِسْتَصْلَحْ نَفْسَهُ حَيْثُ اُنْفِقَ مَا  
اَجْرَيْتَ عَلَيَّ مِنْ رِزْقِكَ فِيمَا  
لَهِيَ تَنِي عَنْهُ مِنْ مَعْصِيَتِكَ وَ  
مَنْ اَبْعَدُ غَوْرًا فِي الْبَاطِلِ وَاَشَدُّ  
اِقْدَامًا عَلَى الشُّوْرِ مِثْلِي حَيْثُ  
اَقِفُ بَيْنَ دَعْوَتِكَ وَدَعْوَةِ  
الشَّيْطَانِ فَاتَّبِعْ دَعْوَتَهُ عَلَى غَيْرِ  
عَمَلِي مِثْلِي فِي مَعْرِفَةِ يَهْ وَلَا  
يَسِيَانٍ مِنْ حِفْظِ لَهْ وَاَنَا حَيْثُ  
مَوْقِفٌ بِأَنَّ مُنْتَهَى دَعْوَتِكَ إِلَى  
الْجَنَّةِ وَمُنْتَهَى دَعْوَتِهِ إِلَى النَّارِ  
سُبْحَنَكَ مَا اَعْجَبَ مَا اَشْهَدُ  
بِهِ عَلَى نَفْسِي وَاَعْلَادِهِ مِنْ  
مَكْتُومٍ اَمْرِي وَاَعْجَبُ مِنْ ذَلِكَ  
اَنَّا نَكُ حَقِي وَابْطَاؤُكَ عَنْ  
مُعَاجَلَتِي وَلَيْسَ ذَلِكَ مِنْ  
كَرَمِي عَلَيْكَ بَلْ تَأْتِيَا مِنْكَ لِي  
وَتَفْضُلًا مِنْكَ عَلَيَّ لِأَنَّ اُرْتِدَاءَ  
عَنْ مَعْصِيَتِكَ الْمُسَخَّطَةِ وَاَقْلَمَ  
عَنْ سَيِّئَاتِي الْمُخْلَقَةِ وَلَا تَنْ  
عَفْوُكَ عَلَيَّ اَحَبُّ إِلَيْكَ مِنْ  
عَفْوَتِي بَلْ اَنَا يَا اِلَهِي اَكْثَرُ  
ذُنُوبًا وَاَقْبَحُ اَثَارًا وَاَشَدُّ  
اَفْعَالًا وَاَشَدُّ فِي الْبَاطِلِ  
تَهَوُّرًا وَاَضَعْتُ عِنْدَ طَاعَتِكَ  
تَيْقُظًا وَاَقَلُّ لَوْعِيدِكَ اِتِّبَاهًا  
وَاَزْيَقَابًا مِنْ اَنْ اُحْصِيَ لَكَ

علم رکھتا ہے روک نہ سکیں۔ تو اسے میرے معبود! مجھ  
سے بڑھ کر کون اپنی صلاح و بہبود سے بے خبر اپنے  
حفظ و نصیب سے غافل اور اصلاح نفس سے دور ہو  
گا جب کہ میں اس روزی کو جسے تو نے میرے لئے قرار  
دیا ہے ان گن ہوں میں صرف کرتا ہوں۔ جن سے تو نے  
منع کیا ہے۔ اور مجھ سے زیادہ کون باطل کی گہرائی تک  
اُترنے والا اور برائیوں پر اقدام کی جرأت کرنے والا ہو  
گا جب کہ میں ایسے دورا ہے پر کھڑا ہوں کہ جہاں  
ایک طرف تو دعوت دے اور دوسری طرف شیطان  
آواز دے! تو میں اس کی کارستانیوں سے واقف  
ہوتے ہوئے اور اس کی شرانگیزیوں کو ذہن میں محفوظ  
رکھتے ہوئے اس کی آواز پر لبیک کہتا ہوں۔ حالانکہ  
مجھے اس وقت بھی یقین ہوتا ہے کہ تیری دعوت کا مال  
جنت اور اس کی آواز پر لبیک کہنے کا انجام دوزخ  
ہے۔ اللہ اکبر! کتنی یہ عجیب بات ہے جس کی گواہی میں  
خود اپنے خلاف دے رہا ہوں اور اپنے چھپے ہوئے  
کاموں کو ایک ایک کر کے گن رہا ہوں اور اس سے  
زیادہ عجیب تیرا مجھے مہلت دینا اور عذاب میں تاخیر  
کرنا ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ میں تیری نظروں میں باوقار  
ہوں، بلکہ یہ میرے معاملہ میں تیری بڑی باری اور مجھ پر  
تیرا لطف و احسان ہے تاکہ میں تجھے ناراض کرنے والی  
تافزانیوں سے باز آ جاؤں اور ذلیل و رسوا کرنے والے  
گناہوں سے دست کش ہو جاؤں اور اس لئے ہے  
کہ مجھ سے درگزر کرنا سزا دینے سے تجھے زیادہ پسند  
ہے بلکہ میں تو اسے معبود! بہت گنہگار، بہت بدصفا  
و بد اعمال اور غلط کاریوں میں بے باک اور دوسری  
اطاعت کے وقت سست کام اور تیری تہدید و سرزنش

عِيُونِي أَوْ أَقْدِرْ عَلَيَّ ذِكْرَ ذُلُونِي  
وَأَنَا أَوْ يَحْمِلْ بِهَذَا الْقَبِيضِ طَمَعًا  
فِي رَأْفَتِكَ الَّتِي بِهَا صَلَاحُ أَمْرِ  
الْمُذْنِبِينَ فَدَجَّاهُ يَرْحَمُكَ الَّتِي  
بِهَا كَفَاكَ رِقَابَ الْغَاطِطِينَ - اللَّهُمَّ  
وَهَذَا رَقَبَتِي قَدْ أَرَقَّهَا الدُّلُوبُ  
فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاعْتِقْهَا  
بِعَفْوِكَ وَهَذَا ظَهْرِي قَدْ أَثْقَلَتْهُ  
الْخَطَا يَا فَصِّلْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَخَفِّفْ  
عَنْهُ بِمَنِّكَ يَا إِلَهِي كَوْنِي لَكَ حَتَّى  
تَسْقُطَ أَشْفَاءُ عَيْنِي وَأَنْتَ حَبِيبُ حَقِّي  
يَنْقُطُ صَوْتِي وَفَمْتُ لَكَ حَتَّى تَنْشُرَ  
قَدَمَايَ وَرَكْعَتُ لَكَ حَتَّى يُخْلِعَ صَلَوحِي  
وَسَبْعَتُ لَكَ حَتَّى تَسْقُطَ حَقَاتِي وَ  
أَكَلْتُ تُرَابَ الْأَرْضِ طُولَ عُمُرِي وَ  
شَرِبْتُ مَاءَ الزَّمَادِ اخْرُدْهُنَّ وَذَلُّنْتُكَ  
فِي خِلَالِ ذَلِكَ حَتَّى يَكُنَّ لِسَانِي تُحْرَكُ  
أَرْفَعُ ظَرْفِي إِلَى الْفَاتِي السَّمَاءِ اسْتَجِيبْ  
مِنْكَ مَا اسْتَوْجِبْتُ بِذَلِكَ فَخُوسِيئَةٍ  
وَاحِدَةٍ مِنْ سَيِّئَاتِي وَإِنْ كُنْتُ تَعْفِرُ  
لِي حِينَ اسْتَوْجِبْتُ مَغْفِرَتَكَ  
تَعْفُو عَنِّي حِينَ اسْتَرْحْتُ عَفْوَكَ فَإِنَّ  
ذَلِكَ غَيْرُ وَاجِبٍ لِي بِاسْتِحْقَاقِي وَ  
لَا أَنَا أَهْلٌ لَكَ بِاسْتِجَابٍ إِذَا كَانَ  
جَزَائِي مِنْكَ فِي أَوَّلِ مَا عَصَيْتُكَ الْكَلَّ  
فَلَنْ تُعَذِّبَنِي فَأَنْتَ غَيْرُ ظَالِمٍ لِي  
إِلَهِي لَا إِذَا قَدْ تَعَمَّدَ كُنِّي بِسِتْرِكَ

سے غافل اور اس کی طرف بہت کم نگراں ہوں تو کس طرح  
میں اپنے محبوب تیرے سامنے شمار کر سکتا ہوں یا اپنے  
گناہوں کا ذکر و بیان سے احاطہ کر سکتا ہوں اور جو کچھ  
طرح اپنے نفس کو ملامت و سرزنش کر رہا ہوں تو تیری  
اس شفقت و رحمت کے لالچ میں جس سے گنہگاروں کے  
حالات اصلاح پذیر ہوتے ہیں اور تیری اس رحمت کی  
توقع میں جس کے ذریعہ خطا کاروں کی گردنیں عذاب سے  
برا ہوتی ہیں۔ بار الہا! یہ میری گردن ہے جسے گناہوں  
لے جکڑ رکھا ہے۔ تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی  
آلؑ پر اور اپنے عفو و درگزر سے اسے آزاد کر دے۔  
اور یہ میری پشت ہے جسے گناہوں نے بو بھل کر دیا ہے  
تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور اپنے لطف  
انعام کے ذریعہ اسے ہلکا کر دے۔ بار الہا! اگر تیرے  
سامنے اتنا دوس کہ میری آنکھوں کی پلکیں جھڑ جائیں۔  
اور اتنا صبح و صبح کر گویہ کروں کہ آواز بند ہو جائے اور  
تیرے سامنے اتنی دیر کھڑا رہوں کہ دونوں پیروں پر  
ورم آجائے اور اتنے رکوع کروں کہ ریڑھ کی ہڈیاں  
اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں اور اس قدر سجدے کروں کہ  
آنکھیں اندر کو دھنس جائیں اور عمر بھر خاک پھاٹکا رہوں  
اللہ زندگی بھر گدلا پانی پیتا رہوں، اور اس آٹما میں  
تیرا ذکر اتنا کروں کہ زبان تھک کر جواب دے جائے پھر  
شرم و حیا کی وجہ سے آسمان کی طرف نگاہ نہ اٹھاؤں تو  
اس کے باوجود میں اپنے گناہوں میں سے ایک گناہ کے  
بخشے جانے کا بھی سزاوار نہ ہوں گا۔ اور اگر تو مجھے  
بخش دے جب کہ میں تیری مغفرت کے لائق قرار  
پاؤں اور مجھے معاف کر دے جب کہ میں تیسری معافی  
کے قابل سمجھا جاؤں تو یہ میرے استحقاق کی بنیاد پر لازم

فَلَمْ تَقْضِ عَنِّي وَتَاكُنِّي  
بِكْرَمِكَ فَلَمْ تُعَاجِلْنِي وَحَلَمْتَ  
عَنِّي بِتَفْضِيلِكَ فَلَمْ تُخَيِّرْ  
نِعْمَتَكَ عَلَيَّ وَلَمْ تُكِدِّرْ  
مَعْدُوكَ عِنْدِي فَأَمْرًا حَمْدُ  
طَوْلٍ تَصْغُرُ عَنِّي وَشِدَّةٌ  
مَسْكُونَتِي وَسُوءٌ مُوقِفِي أَللَّهُمَّ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَقِنِي  
مِنَ الْمَعَاصِي وَاسْتَعْمِلْنِي  
بِالطَّاعَةِ وَارْزُقْنِي حُسْنَ  
الْإِنَابَةِ وَطَهِّرْنِي بِالتَّوْبَةِ  
وَإَيِّدْنِي بِالْعِصْمَةِ وَاسْتَصْلِحْنِي  
بِالْعَافِيَةِ وَادْفِنْنِي حَلَاوَةً  
الْمَغْفِرَةِ وَاجْعَلْنِي طَلِيقَ عَقْلِي  
وَهَيِّتْ رَحْمَتَكَ وَارْكَتُبْ لِي  
أَمَانًا مِنْ سَخَطِكَ وَبَشِّرْنِي  
بِذَلِكَ فِي الْعَاجِلِ دُونَ الْآخِلِ  
بَشِّرْ أَعْرَافَهَا وَغَرَفَتِي فِيهَا  
عَلَامَةً أَتَّبِعُهَا إِنَّ ذِيكَ  
لَا يَضِيقُ عَلَيْكَ فِي وَسْطِكَ  
وَلَا يَتَكَدُّكَ فِي قُدْرَتِكَ  
إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

نہیں ہو گا اور نہ میں استحقاق کی بناء پر اس کا اہل ہوں  
کیونکہ جب میں نے پہلے پہل تیری معصیت کی تو میری سزا  
جہنم طے تھی۔ لہذا تو مجھ پر عذاب کرے تو میرے حق میں  
ظالم نہیں ہو گا۔ اسے میرے معبود! جب کہ تو نے میری  
پردہ پوشی کی اور مجھے رسوا نہیں کیا اور اپنے لطف  
کرم سے نرمی برتی اور عذاب میں جلدی نہیں کی اور  
اپنے فضل سے میرے بارے میں علم سے کام لیا اور اپنی  
نعمتوں میں تبدیلی نہیں کی اور نہ اپنے احسان کو مکدر  
کیا ہے تو میری اس طویل تضرع و زاری اور سخت  
احتیاج اور موقف کی بد حالی پر رحم فرما۔ اے اللہ! محمد  
اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور مجھے گناہوں سے  
محفوظ اور اطاعت میں سرگرم عمل رکھ اور مجھے حسن  
رجوع کی توفیق دے اور توبہ کے ذریعہ پاک کر دے  
اور اپنے حسن نگہداشت سے نصرت فرما اور تندرستی  
سے میری حالت سازگار کر اور مغفرت کی شیرینی  
سے کام و دہن کو لذت بخش اور مجھے اپنے عفو کا  
رہا شدہ اور اپنی رحمت کا آزاد کردہ قرار دے اور اپنے  
عذاب سے رہائی کا ہر دانہ لکھ دے اور آخرت سے پہلے  
دنیا ہی میں نجات کی ایسی خوش خبری سنا دے جسے  
واضح طور سے سمجھ لوں اور اس کی ایسی علامت دکھا دے  
جسے کسی شاہد ابہام کے بغیر پہچان لوں اور یہ چیز جو  
ہم گیسراقتدار کے سامنے مشکل اور تیری قدرت  
کے مقابلہ میں دشوار نہیں ہے۔ بے شک تیری قدرت  
ہر چیز پر محیط ہے۔

سے غافل ہو جائے گا اور امید نہ ہو تو عمل میں سرگرمی پیدا نہ ہونے پائے گی اور یہ خوف و رجا کی کیفیت خدا کی صفتِ عدالت و رحمت کے تقابل سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ عدالت کا تقاضا یہ ہے کہ جو اس کے دروازہ رحمت پر دستک دے، توبہ و انابت کا اٹھ پھیلانے اور اس سے غفور و کریم کا سوال کرے اسے بے آس نہ کرے جس سے امید کا سوتا پھوٹے گا اور مغفرت کی آس مایوسیوں سے بچا کر برسرِ عمل رکھے گی۔ یہ اس کی رحمت ہی کی کار فرمائی ہے کہ وہ بڑے بڑے گناہوں پر بھی سزا و عقوبت میں تعمیل سے کام نہیں لیتا اور سخت سے سخت جرم کی پاماش میں بھی فوری گرفت نہیں کرتا۔ اور اگر وہ سزا دینے میں ہلدی کرتا تو توبہ و انابت کا وقت کہاں ملتا۔ بلکہ توبہ کا وسیلہ ڈھونڈنے اور انابت کا اٹھ پھیلانے سے پہلے ہی ہلاکت و تباہی گھیر لیتی۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے۔

وَلَوْ يَعْلَمُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ

اَسْتَعْجَلُ لَهُم بِالْخَيْرِ لَقَضَى

اَلِیَمَامُ اَجْلَهُمْ۔

اور جس طرح لوگ اپنی بھلائی کے لئے جلد نہ کرتے ہیں اسی

طرح اگر خدا (ان گناہوں کی) سزا میں ہلدی کرتا تو ان کا عجز

وقت کب کا آچکا ہوتا۔

اگر وہ گناہ کے فوراً بعد اپنے غضب سے کام لیتا اور مجرم کو اس کے جرم کی سزا دیتا تو یہ اس کے عدل و انصاف کے منافی تو نہ ہوتا لیکن تقاضائے رحمت کے خلاف ضرور ہوتا۔ حالانکہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ چنانچہ جہاں غضب و رحمت میں کشمکش ہوتی ہے وہاں رحمت آگے بڑھ جاتی ہے اور غضب کو پیچھے چھوڑ جاتی ہے۔ کیونکہ رحمت اس کی ذات کا تقاضا ہے اور غضب مخالفت و نافرمانی کا نتیجہ۔ چنانچہ غضب خاص خاص موقعوں کے لئے ہے اور رحمت عام ہمہ گیر ہے۔ اس طرح کہ اگر دنیا میں سرکشی و طغیان اور کفر و عصیان کا وجود نہ ہوتا تو پھر رحمت ہی رحمت ہوتی اور قہر و غضب کا نام و نشان بھی نہ ہوتا۔ کیونکہ اصل رحمت ہی کار فرمائی ہے اور غضب ایک تہی و فرعی حیثیت رکھتا ہے جو صرف بد اعمالوں کے نتیجہ میں مشتعل ہوتا ہے۔ اور پھر ایسا نہیں کہ ایک دفعہ مشتعل ہو جائے تو پھر فرو نہ ہو۔ بلکہ اس کے غضب کی صورت تو یہ ہے کہ ادھر کسی نے اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کر کے اصلاحِ عمل کا جھبکیا غضب کا رخ مڑ گیا۔ اور کسی نے اپنے گناہوں پر پشیمان ہو کر اس کی بارگاہ کا رخ کیا، رحمت کا ارادہ جوش میں آگیا اور گناہوں کو اس طرح لیا میٹ کر دیا گویا اس کے دامن پر کبھی دھبہ پڑا ہی نہ تھا۔ چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے۔

التائب من الذنب کمن لا

ذنب له۔

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے

گناہ کیا ہی نہ ہو۔

اب اس دعا پر ایک نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ حضرت کے کلمات میں خوف و رجا کی جو روح مضمر ہے وہ کس طرح خلعت سے جھنجھوڑتی اور دل و دماغ کو متاثر کرتی ہے۔ وہ اللہ کے سامنے عبودیت کے تقاضوں میں کوتاہی کا اعتراف کرتے ہیں مگر خوفِ خشیت سے حالت یہ ہے کہ ہیروں میں ریشہ بدن میں تھر تھری اور جسم پر کپکپی طاری ہے۔ جو بھل چکوں میں آنسو تیر رہے ہیں اور دل کی دھڑکنیں کپکپاتی آواز سے ہم آہنگ ہیں اور فریاد کا انداز یہ ہے کہ مہرے معبود! اگر روتے روتے چکیں بھر جائیں کھڑے کھڑے ہیر سوچ جائیں، رکوع کرتے کرتے پشت خم ہو جائے، سجدوں میں سر بیت ہائے، زندگی بھر خاک چھانکوں اور

ناکہ سر زندگی بسر کروں پھر بھی تیری رحمت ہی کا سہارا ہے۔ اور میں کسی استحقاق کی بنا پر معفو و مغفرت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ ان الفاظ میں مجز و نیاز کی جو تصویر کھینچی ہے وہ آپ کی زندگی کا ہو ہو فطرت ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جب آپ وضو کرتے تو چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا۔ اور مصلاتے عبادت پر کھڑے ہوتے تو لرزہ بر اندام ہو جاتے۔ اور شب و روز کے قیام سے پیروں پر دم آ جاتا۔ جب کسی نعمت کا ذکر کرتے تو سجدہ کرتے۔ جب کوئی نعمت ملتی تو سجدہ کرتے، جب کسی کار خیر کا ارادہ کرتے تو سجدہ کرتے۔ جب دو شخصوں میں صلح کراتے تو سجدہ کرتے اور اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاتے جب تک پسینہ میں تر تر نہ ہو جاتے۔ اور ماہ رمضان میں تسبیح و استغفار کے علاوہ کوئی کلمہ آپ کی زبان سے نہ نکلتا تھا۔ اور اکثر و بیشتر غشی کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ چنانچہ ابن حنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے مکہ کے راستے میں دیکھا کہ آپ نے سواری کو روک کر احرام باندھنا چاہا تو جسم کا پھینک لگا۔ چہرے پر زردی چھا گئی اور زبان سے کلماتِ تبلیہ نہ کہہ سکے۔ میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ آپ تبلیہ کیوں نہیں کہتے۔ فرمایا کہ اندیشہ ہے کہ میں لبیک کہوں، اور ادھر سے لا لبیک و سعدیک گاؤں آئے۔ اور جب سنبھل کر تبلیہ کیا تو غش کھا کر گر پڑے اور سچ کے اختتام تک برابر یہی صورت رہی کہ کبھی سنبھل گئے اور کبھی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ہر حال اگر ایک طرف زندگی کے چہرے پر خوف و خشیت کا غبار چھایا ہوا تھا تو دوسری طرف اُمید کی مسکراتی ہوئی کرنیں نور و بھمت بکھیر رہی تھیں اور قدم رجا کی اس منزل پر تھے جہاں کبھی یاس و نا اُمیدی کی پرچھائیں بھی نہیں پڑی اور روح اس مقامِ تقرب سے وابستہ تھی جہاں دل کا ریشہ ریشہ نڈائے حق کے لئے گوش بر آواز اور سامعہ نویدِ رحمت کا منتظر تھا کہ کب ادھر سے آمرزش و رحمت کا پیغام آتا ہے کہ نہ

ہم شب و دیں امیدم کہ نسیم صبح کا ہی  
چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ :-

الدين امنوا وكانوا يتقون لعلهم البشري  
في الحيلولة الدنيا ولي الاخرة .  
وہ لوگ جو ایمان لائے اور خوف کھاتے رہے انہیں دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی :-

یہ بشارت روئے صاف کے ذریعہ ہوتی ہے۔ چنانچہ ابوالدرداء سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس آیت میں بشری سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا :- هي المودة والصالحية يراها المسلمون في الدنيا وروى عن صالحه في جبهه من خود اپنے لئے دیکھتا ہے یا کوئی اس کے لئے دیکھتا ہے :- یہ روئے صاف پاکیزگی نفس و صفائے باطن اور عالمِ قدس سے اتصال کے نتیجہ میں دیکھا جاتا ہے۔ اس طرح کہ مردِ مومن اپنے حسن انجام کو خواب میں دیکھتا یا اس کے متعلق خواب میں نڈائے غیب سنتا ہے یا دوسرا اس کے بارے میں خواب دیکھتا یا خواب میں کوئی آواز سنتا ہے۔ چنانچہ اس قسم کے خواب صلحاء و متورعین کے متعلق کتب میں مذکور ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس دُعا میں بشری سے ایسی ہی بشارت مراد ہو یا کسی دوسری قسم کی بشارت جو اس عام بشارت سے بلند تر ہو۔

جب شیطان کا ذکر آتا تو اس سے اور اس کے مکروہات سے بچنے کے لئے یہ دعا پڑھتے :-

اے اللہ! ہم شیطان مردود کے وسوسوں، مکروہات اور حیلوں سے اور اس کی جھوٹی طفل تسلیوں پر اعتماد کرنے اور اس کے ہتھکنڈوں سے تیرے ذریعہ پناہ مانگتے ہیں۔ اور اس بات سے کہ اس کے دل میں یہ طمع و خواہش پیدا ہو کہ وہ ہمیں تیری اطاعت سے بہکائے اور تیری معصیت کے ذریعہ ہماری رسوائی کا سامان کرے یا یہ کہ جس چیز کو وہ رنگ و روغن سے آراستہ کرے وہ ہماری نظروں میں کھب جائے یا جس چیز کو وہ بدعنا ظاہر کرے وہ ہمیں شاق گزرے۔ اے اللہ! تو اپنی عبادت کے ذریعہ اسے ہم سے دور کر دے۔ اور تیری محبت میں محنت و جانفشانی کرنے کے باعث اسے ٹھکرا دے اور ہمارے اور اس کے درمیان ایک ایسا پردہ جسے وہ چاک نہ کر سکے۔ اور ایک ایسی ٹھوس دیوار جسے وہ توڑ نہ سکے مائل کر دے۔ اے اللہ رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور اسے ہمارے بھائے اپنے کسی دشمن کے بہکانے میں مصروف رکھ اور ہمیں اپنے حسن نگہداشت کے ذریعہ اس سے محفوظ کر دے۔ اس کے گرد فریب سے بچائے اور ہم سے بدگرواں کر دے اور ہمارے راستے سے اس کے نقش قدم مٹا دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں ویسی ہی (محفوظ) ہدایت سے بہرہ مند فرما جیسی اس کی گمراہی (مستحکم) ہے اور ہمیں اس کی گمراہی کے مقابلہ میں تقویٰ و پریہیزگاری کا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
إِذَا ذَكَرَ الشَّيْطَانَ فَاسْتَعَاذَ  
مِنْهُ وَمِنْ عَدَاوَتِهِ وَكَيْدِهِ - !  
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَزَعَاتِ  
الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَمَكَايِدِهِ وَ  
مِنَ الْيَقِيْنَةِ يَا مَانِيْمٍ وَمَوَاعِيْدِهِ  
وَعُدُوْرِهِ وَمَصَائِدِهِ وَاَنْ  
يُظَيْمَ لِنَفْسِهِ فِيْ اَضْلَالِنَا عَنْ  
طَاعَتِكَ وَاُمْتِلْهَا نِيَا يَمُصِيْبَتِكَ  
اَوْ اَنْ يَّحْسِنَ عِنْدَنَا مَا حَسَنَ  
لَنَا اَوْ اَنْ يُّثْقَلَ عَلَيْنَا مَا كُوْزُوْا اَلَيْتَنَا  
اَللّٰهُمَّ احْصَا عَنَّا بِعِبَادَتِكَ وَ  
اَكْبَتْهُ يَدُ رُبِّنَا فِيْ مَحَبَّتِكَ وَ  
اجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِتْرًا لَا  
يَهْطِكُهُ وَرَدًّا مَّضْمُومًا لَا يَفْتَقِدُ  
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ  
وَاشْغُلْهُ عَنَّا بِبَعْضِ اَعْدَائِكَ  
وَاعْصِمْنَا مِنْهُ بِحُسْنِ رِعَايَتِكَ  
وَآلِفِنَا خَيْرَهُ وَاَلَيْنَا ظَهْرَهُ  
وَاقْطَعْ عَنَّا اَثَرَهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ  
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَآمَتِنَا مِنْ  
الْهَدٰى بِمِثْلِ ضَلٰلَتِهِمْ وَ  
رَوِّدْنَا مِنَ التَّقْوٰى ضِدَّ غَوَايَتِهِ  
وَاَسْأَلُكَ بِمَا مِنَ الثَّقٰى خِلَافَ  
سَبِيْلِهِ مِنَ الرَّدٰى اَللّٰهُمَّ  
لَا تَجْعَلْ لَنَا فِيْ قُلُوْبِنَا

مَدَّ خَلَاوَدًا تَوَطَّنَ لَدُنْ فِيمَا  
 لَدَيْنَا مَا يُزَادُ اللَّهُ وَمَا سَمَوْنَ  
 لَنَا مِنْ بَاطِلٍ فَعَرَفْنَاهُ وَإِذَا  
 عَرَفْنَاهُ قِيمَانَهُ وَبَصُرْنَا مَا  
 كَايِدَاهُ بِهِ وَالْهَمْنَا مَا نَعِدُهُ  
 لَهُ وَأَيَقُظْنَا عَنْ سِتَةِ الْغَفْلَةِ  
 بِالْمُتَكَوِّنِ إِلَيْهِ وَأَحْسِنِ بِتَوْفِيقِكَ  
 عَزَّوَجَلَّ عَلَيْنَا اللَّهُمَّ وَأَشْرِبْ  
 قُلُوبَنَا بِإِنْعَارِ عَمَلِهِ وَالْطَفُّ لَنَا  
 فِي فَنَسِ رِيَاءٍ - اللَّهُمَّ صَلِّ  
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَخَوِّلْ سُلْطَانَهُ  
 عَنَّا وَاقْطَعْ رَحَابَهُ مِنَّا وَادْرَاهُ  
 عَنْ التَّوَلُّوْعِ مِنَّا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْ آبَاءَنَا  
 وَأُمَّهَاتِنَا وَأَوْلَادَنَا وَأَهْلِيْنَا  
 وَذَوِي أَرْحَامِنَا وَقَرَابَاتِنَا وَ  
 جِذَارَنَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ  
 مِنَّا فِي جَنَّتِ حَائِرٍ وَحِصْنِ  
 حَائِظٍ وَكَهْفِ مَا يَعْزِزُ وَالْإِسْمَاءُ  
 مِنَّا جُنْدًا وَاقِيَةً وَأَعْطِهِمْ  
 عَلَيْهِ أَسْلِحَةً مَا ضِيَّةُ اللَّهُمَّ  
 وَاعْمُرْ بِذِكِّكَ مَنْ شَهِدَ لَكَ  
 بِالزُّبُورِيَّةِ وَأَخْلَصَ لَكَ  
 بِالنُّوحِ إِيَّائِي وَعَادَاةُ لَكَ  
 بِحَقِيقَةِ الْعَبْرِيَّةِ وَاسْتَظْهَرَ  
 بِكَ عَلَيْهِ فِي مَعْرِفَةِ الْعُلُومِ  
 الرَّبَّانِيَّةِ اللَّهُمَّ اخْلُصْ مَا

زاد براہ دے اور اس کی ہلاکت آفرین براہ کے خلاف شد  
 اور تقویٰ کے راستے پر لے چل۔ اے اللہ! ہمارے  
 دلوں میں اسے عمل دخل کا موقع نہ دے اور ہمارے  
 پاس کی چیزوں میں اس کے لئے منزل متیان نہ کر۔ اے  
 اللہ وہ جس سے ہودہ بات کو خوشنما بنا کے ہمیں دکھائے  
 وہ ہمیں پہچننا دے۔ اور جب پہچننا دے تو اس سے  
 ہماری حفاظت بھی کرنا۔ اور ہمیں اس کو فریب دینے  
 کے طور طریقوں میں بصیرت اور اس کے مقابلہ میں  
 سرور سامان کی تیاری کی تعلیم دے اور اس کو خواب  
 غفلت سے جو اس کی طرف جھکاؤ کا باعث ہو  
 ہوشیار کر دے اور اپنی توفیق سے اس کے مقابلہ میں  
 کامل نصرت عطا فرما۔ بار الہا! اس کے اعمال سے  
 ناپسندیدگی کا جذبہ ہمارے دلوں میں بھر دے اور  
 اس کے حیلوں کو توڑنے کی توفیق کرامت فرما۔ اے  
 اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور شیطان  
 کے تسلط کو ہم سے ہٹا دے اور اس کی امیدیں ہم  
 سے قطع کر دے اور ہمیں گمراہ کرنے کی حرص و آرزو  
 سے اُسے دور کر دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ  
 پر رحمت نازل فرما۔ اور ہمارے باپ و دادوں،  
 ہماری ماؤں، ہماری اولادوں، ہمارے قبیلہ والوں،  
 عزیزوں، رشتہ داروں اور ہمسایہ میں رہنے والے  
 مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو اس کے شر سے ایک  
 محکم جگہ حفاظت کرنے والے قلعہ اور روک تھام کرنے  
 والی پناہ میں رکھ اور اس سے بچالے جانے والی  
 زراعتیں انہیں پہنچا، اور اس کے مقابلہ میں تیز دھار  
 والے ہتھیار انہیں عطا کر، بار الہا! اس دعا میں ان  
 لوگوں کو بھی شامل کر جو تیری ربوبیت کی گواہی دے

فَلَمْ تَقْضِ عَنِّي وَتَاثِيَتَنِي  
بِكْرَمِكَ فَلَمْ تُعَاجِلْنِي وَعَلِمْتَ  
عَنِّي بِتَفْضِيلِكَ فَلَمْ تُخَيِّرْ  
نِعْمَتَكَ عَلَيَّ وَلَمْ تُكِدِّرْ  
مَعْدُودَكَ عِنْدِي فَأَمْرُ حَقِّ  
طَوْلٍ تَصْرَعُنِي وَشِدَّةَ  
مَسْكَتَنِي وَسُوءَ مُوَقِفِي اللَّهُمَّ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَرَبِّي  
مِنَ الْمَعَاصِي وَاسْتَغْفِرْنِي  
بِالطَّاعَةِ وَأَزِدْنِي حَسَنَ  
الْإِنَابَةِ وَطَهِّرْنِي بِالتَّوْبَةِ  
وَأَيِّدْنِي بِالْعِصْمَةِ وَاسْتَصْلِحْنِي  
بِالْعَافِيَةِ وَأَذِقْنِي حَلَاوَةَ  
الْمَغْفِرَةِ وَاجْعَلْنِي طَلِيقَ عَقْلِي  
وَهَيِّقْ رَحْمَتَكَ وَأَكْتُبْ لِي  
أَمَانًا مِنْ سُخْطِكَ وَبَشِّرْنِي  
بِذَلِكَ فِي الْعَاجِلِ دُونَ الْآخِلِ  
بَشْرِي أَعْرِفْهَا وَعَرِّفْنِي فِيهَا  
عَلَامَةً أَكْبَلُهَا إِنَّ ذِيكَ  
لَا يَضِيقُ عَلَيْكَ فِي وَسْعِكَ  
وَلَا يَتَكَدُّكَ فِي قُدْرَتِكَ  
إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

نہیں ہو گا اور نہ میں استحقاق کی بناء پر اس کا اہل ہوں  
کیونکہ جب میں نے پہلے پہل تیری معصیت کی تو میری سزا  
جہنم ملے تھی۔ لہذا تو مجھ پر عذاب کرے تو میرے حق میں  
ظالم نہیں ہو گا۔ اے میرے معبود! جب کہ تو نے میری  
پروردہ پوشی کی اور مجھے رسوا نہیں کیا اور اپنے لطف  
کرم سے نرمی برتی اور عذاب میں جلدی نہیں کی اور  
اپنے فضل سے میرے بارے میں علم سے کام لیا اور اپنی  
نعمتوں میں تبدیلی نہیں کی اور نہ اپنے احسان کو مکدر  
کیا ہے تو میری اس طویل تصرع و زاری اور سخت  
امتیاج اور موقت کی بد حالی پر رحم فرما۔ اے اللہ! محمد  
اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور مجھے گنہگاروں سے  
محفوظ اور اطاعت میں سرگرم عمل رکھ اور مجھے حسن  
روح کی توفیق دے اور توبہ کے ذریعہ پاک کر دے  
اور اپنے حسن نگہداشت سے نصرت فرما اور تندرستی  
سے میسر حالت سازگار کر اور مغفرت کی شیرینی  
سے کام و دین کو لذت بخش اور مجھے اپنے عفو کا  
رہا شدہ اور اپنی رحمت کا آزاد کردہ قرار دے اور اپنے  
عذاب سے رہائی کا ہمدانہ لکھ دے اور آخرت سے پہلے  
دنیا ہی میں نجات کی ایسی خوش خبری سنا دے جسے  
واضح طور سے سمجھ لوں اور اس کی ایسی علامت دکھا دے  
جسے کسی شائبہ ابہام کے بغیر پہچان لوں اور یہ چیز جو  
ہم گیسر اقدار کے سامنے مشکل اور تیری قدرت  
کے مقابلہ میں دشوار نہیں ہے۔ بے شک تیری قدرت  
ہر چیز پر محیط ہے۔

یہ دُعا اُمید و بیم کا ایک سرف ہے جس کے نقوش زندگی کو خوف ورہا کے خطوط پر پلانے کے لئے شمع ہدایت  
کا کام دیتے ہیں۔ خوف درہا دونوں علی زندگی کی بنیاد اور اخروی کامرانی کا پیش خیمہ ہیں۔ اگر خوف نہ ہو تو انسان پادشاہی  
Contact : jabir.abbas@yahoo.com <http://www.ranaabirabbas.com>

وہ محرکات شر جو انسان پر ہر طرف سے ہجوم کئے ہوئے ہیں۔ ان میں وہ خطرات و سادس بھی شامل ہیں، جو انسان کے دل میں پیدا ہوتے اور اُسے متاثر کرتے ہیں۔ فلاسفہ کے نزدیک یہ خیالات فاسدہ قوت و اہمہ کے تسلط کا نتیجہ ہیں جو انسانی حیات کو متاثر کرتی اور عقل کے تقاضوں سے متصادم رہتی ہے اور بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جسم سے الگ ہونے والی روحوں میں جو ابھی زندہ ہیں ہوتی ہیں وہ نیکو کارانہ زندگی کا راستہ ہموار کرتی اور حق و صداقت کی راہ کا ساکب بناتی ہیں۔ اور جو بُری ہوتی ہیں وہ بُرائیوں کی طرف لے پھرتی ہیں اور گناہوں پر ابھارتی ہیں۔ ان انہی روحوں کو وہ جنات سے اور بُری روحوں کو شیاطین سے تعبیر کرتے ہیں اور خیالات فاسدہ گراہی ادعارج خبیثہ کی تحریک کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ مگر اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ بُرے افکار و تخیلات چاہے وہ کسی عمل بد کے محرک ہوں یا صحت خیالات تک محدود ہوں ایک ناری مخلوق کی دوسرے انگیزی سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو حسد و خود پسندی کی وجہ سے مردود ہار گاہ قرار پاتی اور ایک معینہ عرصہ تک ضلالت و معصیت کی طرف دعوت دیتی رہے گی۔ اُسے شیطان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور اچھے خیالات و جذبات عواہ وہ کسی عمل خیر کا پیش خیمہ ہوں یا صحت خیالات تک محدود ہوں۔ فیضانِ الہی کا کرشمہ ہیں جسے الفا و الہام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :-

فی القلب لمتان لمة من  
الملک ايعاد بالخیر و  
تصدیق بالحق و لمة من  
الشیطن ايعاد بالشر و  
تکذیب بالحق ۔

انسان کے دل میں دو طرح کے خیالات و افکار وارد ہوتے ہیں۔ ایک ملک کی جانب سے اور وہ دل میں نیکی کا ارادہ اور حق کی تصدیق کا جذبہ پیدا کرتے ہیں اور دوسرے شیطان کی طرف سے۔ اور وہ گناہ اور شر اور حق کی تکذیب پر آمادہ کرتے ہیں۔

اور انسان کا دل ان دونوں قسم کے خیالات کی آماجگاہ ہے اور دونوں کی یکساں صلاحیت رکھتا ہے۔ البتہ کبھی بد اعمالیوں میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے توفیق سلب کر لی جاتی ہے اور نور ہدایت سے محروم ہو کر تاریکیوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اور کبھی خوش اطوار یوں کے نتیجہ میں توفیقات بڑھ جاتے ہیں اور شیطان کی قریب کاریوں کے بندھن ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ ان اچھی اور بُری تحریکات کے اثرات اس کے اقوال و اعمال اور حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں تک ان اچھے اور بُرے کاموں کا تعلق ہے وہ اسی کے حسن اختیار و سُوء اختیار کا نتیجہ ہیں۔ نہ توفیق بہ جبر اسے نیکی کی طرف لاتی ہے اور نہ دوسرے بہ جبر اُسے بُرائی کی جانب لاتا ہے کہ اُسے مجبور و معذور قرار دے لیا جائے۔ کیونکہ انسانی افعال و اعمال کی نوعیت یہ ہے کہ وہ ایک طبعی ترتیب سے وابستہ ہیں اس طرح کہ پہلے کسی چیز میں لذت و منفعت کا تصور پیدا ہوتا ہے اس تصور کا نام داعی ہے جس کے نتیجہ میں انسان اس کے حصول کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس میلان کا نام ارادہ ہے۔ پھر قدرت و اختیار کے زیر اثر اعتقاد میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور وہ فعل ظہور میں آتا ہے۔ جس سے اُن شے کا حصول وابستہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب کسی چیز

میں لذت و منفعت کا تصور ہوگا تو اس کی طرف میلان کا ہونا ایک لازمی و طبعی امر ہے، اور اگر کوئی مائع نہ ہو تو ارادہ و قدرت کے اجتماع سے فعل کا ظہور بھی ضروری ہے۔ لہذا ان میں سے کسی ایک میں بھی شیطان کا عمل و غل نہیں مانا جاسکتا۔ اب صرف یہ ایک صورت رہ جاتی ہے کہ جس چیز میں لذت و منفعت کا تصور پیدا ہوتا ہے وہ شیطان کے بہکانے کا نتیجہ ہو۔ چنانچہ یہی وہ عمل ہے جہاں وہ اپنے فریبوں اور حیلوں سے کام لیتا ہے اور زہرِ ہلاہل کو شہد و شکر کہہ کر پیش کرتا ہے اور اس کے بعد کے مراحل اس کے ارادہ و اختیار سے وابستہ ہیں اس لئے اُسے معذرت نہیں قرار دیا جاسکتا کہ یہ کہہ کر ٹھوٹ جائے کہ شیطان کے بہکانے میں آگیا۔ کیونکہ ایک طرف عقل کا چراغ روشن ہے، اور دوسری طرف آسمانی تعلیم ہدایت کے لئے موجود ہے۔ اب وہ ان دونوں کے سہارا ہونے کے باوجود برائی کی طرف قدم اٹھاتا اور حصولِ لذت کی دُھن میں عواقب و نتائج سے آنکھیں بند کر لیتا ہے تو اس ہلاکت آفرینی کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوگی۔ چنانچہ قرآن مجید میں شیطان کی زبانی وارد ہوا ہے:-

مَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ  
الَا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي۔  
مجھے تم پر کوئی تسلط نہ تھا سوا اس کے کہ میں نے تمہیں  
پکارا تو تم نے میری آواز پر لبیک کہی۔

ان شیطانِ تعریضات و ترغیبات کا سلسلہ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ پہلے وہ انسان کے دل میں فاسد خیالات کے لئے ماہ پیدا کرتا ہے اور جب انسان کا دل و دماغ ان فاسد خیالات کو بغیر روک ٹوک کے قبول کر لیتا ہے۔ تو اس کے تحت الشعور میں لذت اندوزی کی خواہش بیدار ہوتی ہے۔ مگر اخلاقی قوانین، شرعی احکام اور ماحول کے تاثرات اسے گناہ کی برائت نہیں ہونے دیتے۔ اس موقع پر وہ انسان کی خواہش پرست طبیعت کو گناہ صغیرہ کی طرف مائل کرتا ہے اس طرح کہ ایک طرف اس گناہ کی اہمیت کو کم کر کے دکھاتا ہے اور دوسری طرف اس کی ہمت و جرأت بڑھاتا ہے اور جب گناہ کی خواہش اُسے گناہ صغیرہ کی منزل میں لا کھڑا کرتی ہے تو پھر وہ گناہ کیوں کی دعوت دیتا ہے اور جب وہ اس کے ارتکاب سے ہچکچاتا اور پاداشِ مل سے ڈرتا ہے تو یہ ڈھارس دیتا ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جب چاہو توبہ کر سکتے ہو۔ اور جب وہ توبہ کے سہارے پر گناہ کر لیتا ہے تو پھر دوبارہ یہ کہہ کر آگسا تا ہے کہ جہاں ایک دفعہ گناہ کیا ہے وہاں ایک دفعہ اور بھی اور دروزں سے ایک دفعہ توبہ ہو جائے گی۔ اور جب دوسری دفعہ ارتکابِ گناہ کے بعد توبہ کا قصد کرتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ ابھی زندگی بہت باقی ہے ایک آدھ مرتبہ اور بھی پھر توبہ کر لینا، یہاں تک کہ گناہ کی عادت اس حد تک پختہ ہو جاتی ہے کہ گناہ سے دست بردار ہونا مشکل ہو جاتا ہے اور بھولے سے بھی توبہ کا خیال نہیں آتا۔ اور جس طرح وہ ناسور جس کا شروع شروع میں علاج نہ کیا جائے۔ اپنے دہریے اثرات تمام جسم میں پھیلا دیتا ہے۔ اسی طرح گناہ کے مسموم اثرات رگ رگہ میں سرایت کر جاتے ہیں اور گناہ کا احساس تک باقی نہیں رہتا اور وہ بے جبک گناہوں میں پھانسا ہوا، گمراہیوں میں بھٹکتا اور اپنی سرستیوں میں کھویا رہتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ فَصَحَّمُ  
شیطان نے ان کے لئے ان کے کاموں کو سمجھا دیا چنانچہ

عن السبیل فہم لایہتدون - وہ سیدھے راستہ سے بے راہ ہو گئے۔

یوں ہی کسی عمل خیر سے روکنا چاہتا ہے تو پہلے سہل انگاری کی طرف لاتا ہے پھر غفلت کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ صبح کے وقت جب نعت کی مسرت آمیز ترانہ پڑھ رہے ہیں اور نعت بکیر کی صداؤں سے گونج اٹھتی ہے تو وہ بستر پر کرٹیں بہنے والے کو تھکیاں دے کر سلاتا ہے کہ ابھی وقت بہت ہے کچھ دیر اور آرام کرو۔ یہاں تک کہ جب وقت تنگ رہ جاتا ہے تو وہ کسمپاسا اور آنکھیں ملتا ہوا اٹھتا ہے اور بشکل صبح کا دو گنا ناکارہ پاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ ہوتا ہے کہ وقت گزر جاتا ہے اور اُسے بستر سے اٹھنا دو بھر ہو جاتا ہے۔ اور جب سورج نکلنے کے بعد بستر سے اٹھتا ہے تو نماز قضا کر کے پڑھتا ہے۔ پھر اُس میں بھی سستی ہونے لگتی ہے اور ظہر کی نماز کے ساتھ نماز صبح قضا کر کے پڑھی جاتی ہے۔ اور جب ظہر و عصر کی نماز بھی قریب غروب پڑھی جاتی ہے تو صبح کی نماز کو کل پر ٹال دیا جاتا ہے یہاں تک کہ صبح کی نماز کی یہ صورت ہو جاتی ہے کہ کبھی قضا پڑھ لی اور کبھی چھوڑ دی اب اس سہل انگاری کا اثر دوسری نمازوں پر بھی پڑنا شروع ہوا۔ اس طرح کہ دوست و احباب کی باتوں میں لگے رہے اور وقت کھو دیا۔ کچھ طبیعت میں انہماک محسوس کیا اور نماز چھوڑ دی۔ رفتہ رفتہ ناخوں میں اضافہ ہونے لگا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ صرف عید و بقر عید کی نماز رہ گئی اور باقی ختم۔ اور وہ بھی اس لئے کہ ذرا عید گاہ کی چہل پہل دیکھ لیں۔ اور اعزہ و احباب سے ملاقات ہو جائے۔

اسی طرح جب مال عبادات سے روکنا چاہتا ہے تو یہ فریب دیتا ہے کہ فی الحال غصہ و زکوٰۃ وغیرہ کو اپنے ذمہ کر لو جب فلاں مہ کا رد پیہ آئے گا تو ادا کر دینا اور اس وقت ادا کرنے سے کاروبار پر بڑا اثر پڑے گا اور اسلام یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنی اقتصادی حالت کو خراب ہونے دو۔ اگرچہ فقرا و مساکین موجود ہیں مگر ان کا انحصار ہم ہی پر تو نہیں ہے انہیں کہیں اور سے مل جائے گا۔ اور پھر ان محتاجوں اور فیروں کو دینے سے خود بھی تو محتاج ہونے کا اندیشہ ہے لہذا ان میں سے اگر ایک محتاج کم ہو گا تو اس کی جگہ دوسرا آ جائے گا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

الشیطان یعدو الفقر و یأمرکم بالفحشاء۔ شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور بُرے کاموں کا حکم دیتا ہے۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حالات کے سازگار ہونے کا منتظر ہوتا ہے اور وہ کبھی سازگار ہوتے ہی نہیں کہ وہ صدقات واجبہ اور مال عبادات سے عہدہ برآ ہو سکے۔ بہر حال شیطان کی پُر فریب و عشرت انگیز دعوت کے مقابلہ میں گتہ کی آلودگیوں سے حفاظت کرنا مشکل ہے اور اس کے میل و مساوس سے ایک عام انسان بچ کر نہیں رہ سکتا۔ مگر وہ نفوس قدسیہ جو ہر عصمت سے آراستہ اور ملکوتی صفات کے حامل ہوتے ہیں وہ کسی مرحلہ پر اُس کے فریب میں نہیں آتے اور نہ اس کا کوئی حربہ اُن پر چل سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:- ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ میرے خاص بندوں پر تجھے غلبہ و تسلط حاصل نہیں۔ اور شیطان نے بھی "الاعباد لک منہم المخلصین۔ مگر تیرے مخلص بندے کہہ کر ان کے مقابلہ میں اپنے مجرماں کا اظہار کیا ہے۔ مگر پھر بھی انہیں قدرت نے شیطان سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے۔ چنانچہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا۔ "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے پناہ مانگ لیا کرو۔ یہ استعاذہ دعا ہی کی ایک قسم ہے۔ اور جس طرح بعض اہل دعا سے وابستہ ہیں۔ اسی طرح شیطان حروبوں سے حفاظت کا ایک ذریعہ استعاذہ بھی ہے اور انبیاء و آدم کے استعاذہ کا مقصد دوسروں کو تعلیم دینا بھی ہوتا ہے کہ جب وہ اس کے فریب سے مامون اور اس کے تسلط سے آزاد ہونے کے باوجود پناہ مانگتے ہیں تو جو اس کی زد پر ہیں اور بآسانی اس کے قابو میں آجاتے ہیں، وہ کس طرح استعاذہ سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ اس دعا میں استعاذہ کے علاوہ اس کے دوسروں کو مفصل کرنے کے لئے دو ہیروزوں کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ ایک جنت الہی اور دوسرے بندگی و عبادت۔ کیونکہ جب دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو گا تو اس کے دشمن کی فریب کاریاں بہکانہ سکیں گی۔ اور جب عبادت میں انہماک ہو گا تو نفس میں مجرود تزلزل کی کیفیت پیدا ہوگی اور یہ کیفیت شیطان و وساوس سے سترہا ہوجاتی ہے۔

جب کوئی مصیبت برطرف ہوتی یا کوئی حاجت پوری ہوتی تو یہ دعا پڑھتے

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا دَرِعَ عَنْهُ مَا يَحْذَرُ أَوْ عَجَلَ لَهُ مَطْلَبُهُ  
 اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى حُسْنِ كَضَائِكَ  
 وَبِمَا صَدَقْتَ عَنِّي مِنْ بَلَاءِكَ فَلَا  
 تُجْعَلْ حَقِّي مِنْ رَحْمَتِكَ مَا عَجَلْتُ  
 لِي مِنْ عَافِيَتِكَ فَاكُونْ قَدْ شَفِيتُ  
 بِنَا أَحَبِّتُ وَسَعِدَ غَيْرِي بِمَا  
 كَرِهْتُ وَإِنْ يَكُنْ مَا ظَلَمْتُ  
 فِيهِ أَقْرَبُ فِيهِ مِنْ هَذَا  
 الْعَافِيَةِ بَيْنَ يَدَيَّ بَلَاءٍ لَا  
 يَنْقُطُ وَوَرْدٍ لَا يَزْتَفِعُ فَقَدْ لِمَا  
 أَخَذْتُ وَأَخْزَعْتُ مَا  
 كَدَمْتُ كَغَيْرِ كَثِيرٍ مَا عَافَيْتُهُ  
 الْفَنَاءُ وَغَيْرُ قَلِيلٍ مَا عَافَيْتُهُ  
 الْبَقَاءُ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 وَآلِهِ

اے اللہ! تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے تیرے بہترین فیصلہ پر اور اس بات پر کہ تو نے بلاؤں کا رخ مجھ سے موڑ دیا۔ تو میرا حصہ اپنی رحمت میں سے صرف اس دنیوی تندرستی میں منحصر نہ کر دے کہ میں اپنی آپسندیدہ چیز کی وجہ سے (آخرت کی) سبابتوں سے محروم رہوں اور دوسرا میری ناپسندیدہ چیز کی وجہ سے خوش نصیب و سعادت حاصل کر لے جائے۔ اور اگر یہ تندرستی کہ جس میں دن گزارا ہے یا رات بسر کی ہے۔ کسی لاذوال مصیبت کا پیش خیمہ اور کسی دائمی وبال کی تہید بن جائے تو جس (ذممت و اندوہ) کو تو نے موخر کیا ہے۔ اسے مقدم کر دے اور جس (صمت و عافیت) کو مقدم کیا ہے اسے موخر کر دے کیونکہ جس چیز کا نتیجہ فنا ہو وہ زیادہ نہیں اور جس کا انجام بقا ہو وہ کم نہیں۔ اے اللہ! تو محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما۔

دنیا کے مصائب و آلام ابدی عیش و آرام کا پیش خیمہ ہی اس لئے خداوند عالم اپنے مخصوص بندوں کو رنج و رنجت میں مبتلا دیکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: "ما أحب الله قوما الا ابتلاهم"۔ خدا جن لوگوں کو دوست رکھتا ہے انہیں مصیبت و بلا میں جکڑ لیتا ہے۔ اور جس کا مرتبہ جتنا بلند ہوتا ہے اسی قدر اسے رنج و محن سے سابقہ پڑتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے: "اشد الناس بلاء الانبياء ثم الاولياء ثم الامثال فالامثال"۔ سب سے زیادہ مصیبت میں انبیاء ہوتے ہیں۔ پھر اوصیاء پھر علی الترتیب دوسرے برگزیدگانِ خدا۔ اور اس مصیبت کے لحاظ سے ان کے اجر و ثواب میں اضافہ اور ان کے درجات میں بلندی ہوتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "ان عظيم البلاء يكا في به عظيم الجزاء فاذا احب الله عبدا ابتلاه بعظيم البلاء"۔ بڑی مصیبت کی جزا بھی بڑی ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو اپنی محبت کا مرکز بناتا ہے تو اسے سختیوں سے آزما تا ہے۔ چنانچہ خاصانِ خدا بڑی سے بڑی مصیبتوں میں ڈالے گئے، طرح طرح کی آزمائشوں سے دوچار ہوئے مگر محبت و رضا کے جذبہ بے پایاں کے زیر اثر رنج و مصیبت کے کڑوسے گھونٹ غرشی سے پیتے رہے۔ نہ ان کے چہروں پر کڑواہٹ کھلی نہ ان کی پیشانیوں پر بل آئے اندر نہ زبان شکوہ و شکایت سے آلود ہوتی۔ بلکہ مصیبت کے پھندوں سے رہائی نصیب ہوتی یا کسی مرض سے شفا حاصل ہوتی تو جہاں ان کے دل میں شکر کا جذبہ پیدا ہوتا تھا وہاں یہ اندیشہ بھی دامن گیر ہوتا تھا کہ کہیں یہ آسائش و عافیت آخرت کی کسی کامرانی اور عقیقے کی کسی سعادت سے محرومی کا باعث نہ بن جائے۔ چنانچہ امام علیہ السلام اس دعا میں ایک طرف صحت و عافیت کے حصول اور ابتلا و مصیبت سے رہائی پر شکر یہ ادا کرتے ہیں تو دوسری طرف یہ اندیشہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اگر عافیت کا وعدہ طویل ہو جائے۔ تو یہ کہیں صبر و ضبط کے ثواب سے محرومی کا باعث نہ بن جائے۔ مقصد یہ ہے کہ دنیا کے کسی آرام و راحت کا اثر آخرت کی زندگی پر نہ پڑے۔ اور اگر پڑتا ہے تو پھر وہاں کی تکلیف کے بجائے دنیا ہی میں مجھ پر تکلیف ڈال دی جائے۔ کیونکہ دنیا کی تکلیفیں خواہ کتنی شدید ہوں انہیں بھیلنا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ انہیں ایک نہ ایک دن ختم ہونا ہے۔ اور آخرت کی تکلیفوں اور صعوبتوں کو برداشت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان کا سلسلہ خدا جانے کہاں پر ختم ہونے والا ہے۔ لہذا یہ صحت و تندرستی اور آسائش و راحت جو دنیا میں مجھے نصیب ہوئی ہے اس پر اسی صورت میں خوش ہوں کہ یہ مصیبتوں پر اجر و ثواب اور آخرت کی سعادت و کامرانی سے محرومی کا سبب نہ بنے۔

قحط سالی کے موقعہ پر طلب باران کی دعا

بار الہا! ابر باران سے ہمیں سیراب فرما اور ان ابروں کے ذریعہ ہم پر دامنِ رحمت پھیلا جو موسیٰ و ہارون بارشوں

دُعَاؤُكَ عِنْدَ الْإِسْتِسْقَاةِ

اللَّهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَاسْخِرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ بِعِثَتِكَ الْمُغْدِقِ مِن

السَّحَابِ الْمُنْسَاقِ لِبَيَاتِ أَرْضِكَ  
الْمُتَرَقِّ فِي جَمِيعِ الْأَقَاقِ وَأَمْلُجٍ  
عَلَى عِبَادِكَ يَا نَبِيَّ السَّمَرَةِ وَأُمِّي  
بِلَادِكَ يَهْلُوغُ الزَّهْرَةُ وَأَشْرِدُ  
مَلَايِكَتِكَ الْكَرَامِ السَّغْدَةِ لِسْفِي  
مِنْكَ تَارِيعٌ دَآشِدٌ عَذْرَاءٌ قَارِيعٌ  
دَرَمَاءٌ قَابِلٌ سَرِيعٌ عَاجِلٌ تُحْيِي  
بِهِ مَا قَدْ مَاتَ وَتَرُدُّ بِهِ مَا  
تَدْفَاتُ وَتُخْرِجُ بِهِ مَا هُوَ آتٍ  
وَتُوسِّعُ بِهِ فِي الْأَقْوَاتِ سَحَابًا  
مَتَا كَيْفًا هَنِيئًا مَرِيئًا طَبَقًا  
مَجْدَجَلًا غَيْرَ مُلَبِّ وَدَقَّةً وَلَا  
خَلَبَ بَرَقِكِ أَلْهَمْتِ أَسْقِنَا غَيْثًا  
مُفِيئًا مَرِيئًا مَرِيئًا عَرِيضًا وَاسِعًا  
غَزِيرًا تَرُدُّ بِهِ الْهَيْضَ وَتُجَاهِدُ  
بِهِ الْهَيْضَ أَلْهَمْتِ أَسْقِنَا سَقِيًا  
كَيْسِلٌ مِنْهُ الْقَطَابُ وَتَمْلَأُ مِنْهُ  
الْيَمَابُ وَتُفَجِّرُ بِهِ الْأَلْهَارَ وَ  
تُلْبِثُ بِهِ الْأَشْجَارَ وَتُرْخِصُ  
بِهِ الْأَسْعَارَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ  
وَتُنْعَشُ بِهِ الْبَهَايُحَ وَ  
الْخَلْقَ وَتُكِيلُ لَنَا بِهِ  
طَيِّبَاتِ الرِّزْقِ وَتُلْبِثُ لَنَا  
بِهِ الزَّمْعَ وَتُشِيرُ بِهِ الصُّورَ  
وَتَزِيدُنَا بِهِ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِنَا  
أَلْهَمْتِ لَا تَجْعَلَ ظِلَّ عَلَيْنَا  
سُومًا وَلَا تَجْعَلَ بَرْدًا

کے ساتھ زمین کے سبز خوش رنگ کی روئیدگی کا سرو  
سامان لئے ہوئے اطرافِ عالم میں روانہ کئے جاتے ہیں  
اور پھلوں کے پختہ ہونے سے اپنے بندوں پر احسان  
فرما اور شگرفوں کے کھلنے سے اپنے شہبہوں کو  
زندگی و بخشش اور اپنے معزز و باوقار فرشتوں اور سفیروں  
کو ایسی نفع رساں بارش پر آمادہ کر جس کی فراوانی دالم  
اور روانی ہمہ گیر ہو۔ اور بڑی بوندوں والی تیزی  
سے آنے والی اور جسدِ برسنے والی ہو۔ جس سے تو  
مردہ چیزوں میں زندگی دوڑا دے۔ گزری ہوئی بیماریاں  
پٹا دے اور جو چیزیں آنے والی ہیں انہیں نمودار کر  
دے اور سامانِ معیشت میں وسعت پیدا کر دے ایسا  
ابہ بھائے جو تہہ بہ تہہ، خوش آئند و خوشگوار زمین  
پر محیط اور گھن گرج والا ہو اور اس کی بارش لگاتار  
برسے (کہ کھیتوں اور مکانوں کو نقصان پہنچے) اور نہ  
اس کی بکلی دھوکا دینے والی ہو (کہ چلے، گرے اور  
برسے نہیں) بار بار اہا! ہمیں اس بارش سے سیراب کر  
جو خشک سالی کو دور کرنے والی (زمین سے) سبز اگا  
والی (دشتِ مہرا کو) سرسبز کرنے والی، بڑے پھیلاؤ  
اور بڑھاپہ اور ان تھاد گہراؤ والی ہو جس سے تو سرجھائی  
ہوتی گھاس کی رونق پٹا دے اور سوکھے سڑے سبزے  
میں جان پیدا کر دے۔ خدایا! ہمیں ایسی بارش سے  
سیراب کر جس سے تو ٹیلوں پر سے پانی کے دھارے  
بھاگے، کنوئیں چھلکا دے، نہریں جاری کر دے،  
درختوں کو تروتازہ و شاداب کر دے، شہبہوں میں  
نرخوں کی ازدانی کر دے، چمپاؤں اور انسانوں میں نئی  
روح پھونک دے، پاکیزہ ریزی کا سرو سامان ہمارے  
لئے مکمل کر دے۔ کھیتوں کو سرسبز و شاداب کر دے اور

عَلَيْنَا حُسُونًا وَلَا تَجْعَلْ  
صَوْبَهُ عَلَيْنَا رَجُومًا وَلَا  
تَجْعَلْ مَآثِرَهُ عَلَيْنَا أَجَاجًا  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ  
آلِ مُحَمَّدٍ وَارْزُقْنَا مِنْ  
بَرَكَاتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ -

❖ ❖ ❖

چوپایوں کے تھنوں کو دودھ سے بھر دے اور اس کے  
ذریعہ ہماری قوت و طاقت میں مزید قوت کا اضافہ کرے  
بارِ الہا! اس ابر کی سایہ انگلی کو ہمارے لئے جھلسائیے  
والا تو کا جھونکا اس کی خنکی کو نعمت کا سرچشمہ اور اس  
کے برسنے کو عذاب کا پیش خیمہ اور اس کے پانی کو دھار  
کام و دہن کے لئے) شور نہ قرار دینا۔ بارِ الہا! رحمت  
نازل فرما محمدؐ اور ان کی آل پر اور ہمیں آسمان زمین کی  
برکتوں سے بہرہ مند کر اس لئے کہ تو ہر چیز پر  
قدرت رکھتا ہے۔

جب بارش کے رُک جانے سے خشک سال کے آثار ظاہر ہوتے ہیں تو اس سے سب ہی متاثر ہوتے ہیں  
زمین پر تشنگی و بے آبی کی وجہ سے خاک اڑتی ہے اور سیرابی کے نہ ہونے سے مُردہ ہو جاتی ہے۔ ہرے بھرے  
کھیت مڑھا کر رہ جاتے ہیں۔ میدان بوکھلائے ہوئے پریشان حال پھرتے ہیں۔ کسان حسرت بھری نظروں سے  
آسمان کو دیکھتا اور مایوسی سے سر جھکا لیتا ہے۔ غرض ہر چہرہ قحط زدگی سے اُداس اور اس نظر آتا ہے۔ اُس  
موقع پر گن ہوں سے توبہ و استغفار کرنا، اللہ سے تُو لگانا اور اس سے بارش کی دُعا مانگنا چاہیے کہ یہی اس  
کامل ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ نماز کے بعد دُعا مانگے کہ وہ جلد مستجاب ہوتی ہے اور اس سے بہتر یہ ہے کہ نماز  
استسقاء کی صورت میں دُعا کرے۔ نماز استسقاء کا طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن غلیب یہ اعلان کرے کہ لوگ اپنے  
اخلاق و اطوار شائستہ بنائیں۔ توبہ و استغفار کریں۔ حقوق سے سبکدوش ہوں اور کل سے تین روزے مسلسل رکھیں  
اور تیسرے دن بجز واکسار کے ساتھ توبہ و استغفار کرتے ہوئے صومرا کی طرف نکل کھڑے ہوں اس طرح کہ جتنے  
آثار کُرا تھوں میں اٹھالیں۔ بچے، بوڑھے، بوڑھی عورتیں اور چوپائے بھی ساتھ ہوں اور بچوں کو ماؤں سے  
علیحدہ کر دیا جائے اور مسجد میں پہنچ کر مؤذن تین مرتبہ الصلوة پکارتے۔ اور امام دُعا رکعت نماز استسقاء  
کی نیت کرے اور حمد و سورۃ بلند آواز سے پڑھے۔ سورۃ فتم کرنے کے بعد پانچ مرتبہ تکبیر کہے۔ اور ہر تکبیر کے بعد  
قنوت کے لئے ہاتھ اٹھائے اور یہ دُعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَأَمَّاكَ  
وَبِهَامَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ  
وَاسْقِ بِلَدَكَ الْيَمِيتَ -

بارِ الہا! تو اپنے بندوں، کنیزوں اور چوپایوں کو سیراب  
فرما اور اپنے دامنِ رحمت کو پھیلا دے اور اپنے مُردہ شہر  
میں پھر سے زندگی پیدا کر دے۔

پھر چھٹی تکبیر کہہ کر رکوع میں جلسے اور دونوں سجدوں کے بعد دوسری رکعت کے لئے اٹھ کھڑا ہو اور حمد و سورۃ

سے بعد چار مرتبہ تکبیر کہے اور ہر تکبیر کے بعد یہی دُعاے قنوت پڑھے اور پانچویں تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور سجدہ اور تشهد کے بعد نماز ختم کرے اور ختم نماز کے بعد منبر پر جائے اور عبا کا دایاں حقیقہ بائیں طرف اور بایاں حقیقہ دائیں طرف کرے۔ عبا کو اس طرح الٹنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ خداوند عالم اسی طرح موسم میں تبدیلی کر دے سکتا۔ اور خشک سال کو شادابی و سیرابی سے بدل سکتا ہے۔ پھر دو خیلے پڑھے اور خطبوں سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ رخ ہو کر سو مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے۔ پھر دائیں طرف رخ کرے اور سو مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے۔ پھر بائیں طرف رخ کرے اور سو مرتبہ مُبْحِلَانَ اللّٰهِ کہے۔ پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے سو مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے۔ اور دوسرے لوگ بھی ان کلمات کو ساتھ ساتھ دہراتے جائیں۔ یہ نماز طلوع آفتاب سے لے کر دوالی آفتاب تک پڑھی جا سکتی ہے۔

## پسندیدہ اخلاق و شائستہ کردار کے سلسلہ میں حضرت کی دُعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي  
مَكَائِمِ الْأَخْلَاقِ وَكَرَفِي الْأَفْعَالِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ  
بَلِّغْ يٰ اَيُّهَا النَّبِيُّ اَكْمَلَ الْاِيْمَانِ وَاجْعَلْ  
يَقِيْنِيْ اَفْضَلَ الْيَقِيْنِ وَانْتَه  
بِنِيَّتِيْ اِلٰى اَحْسَنِ النِّيَّاتِ وَبِعَمَلِيْ  
اِلٰى اَحْسَنِ الْأَعْمَالِ اَللّٰهُمَّ وَفِّرْ  
بِلُطْفِكَ نِيَّتِيْ وَصَحِّحْ بِمَا  
عِنْدَكَ يَقِيْنِيْ وَاسْتَصْلِحْ  
بِقُدْرَتِكَ مَا قَسَدَ مِيْنِيْ۔ اَللّٰهُمَّ  
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْ  
مَا يَشْغَلُنِيْ اِلَهْتِمًا مَّرِيْبًا وَ  
اسْتَقِيْلَتِيْ بِمَا اسْتَشَلَّتْنِيْ غَدَا  
عَنَّهُ وَاسْتَفْرِغْ اَيَّامِيْ فِيْمَا  
خَلَقْتَنِيْ لَهُ وَاجْعَلْ لِيْ ذُرِّيَّةً وَارْزُقْ  
فِي رِزْقِكَ وَلَا تُفْهِتْنِيْ بِالنَّظَرِ  
وَأَعِزَّنِيْ وَلَا تُهْلِكْنِيْ بِالنَّكِيْرِ

بارِ الہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میرے  
ایمان کو کامل ترین ایمان کی حد تک پہنچا دے اور مجھے  
یقین کو بہترین یقین قرار دے اور میری نیت کو پسندیدہ  
ترین نیت اور میرے اعمال کو بہترین اعمال کے پار تک  
بلند کر دے۔ خداوند! اپنے لطف سے میری نیت  
کو خالص و بے ریا اور اپنی رحمت سے میرے یقین  
کو استوار اور اپنی قدرت سے میری خرابیوں کی اصلاح  
کر دے۔ بارِ الہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل  
فرما اور مجھے اُن معروفتوں سے جو عبادت میں مانع  
ہیں بے نیاز کر دے اور انہی چیزوں پر عمل پیرا ہونے  
کی توفیق دے جن کے بارے میں مجھ سے کل کے دن  
سوال کرے گا، اور میرے ایام زندگی کو غرض خلقت  
کی انجام دہی کے لئے مخصوص کر دے۔ اور مجھے  
(دوسروں سے) بے نیاز کر دے اور میرے رزق میں  
کٹاؤں و وسعت عطا فرما۔ احتیاج و دست نگری

وَعَيْدِي لَكَ وَلَا تُفْسِدْ عِبَادِي  
بِالْعُجْبِ وَاجْعَلِ النَّاسَ عَلَى  
يَدَيَّ الْخَيْرَ وَلَا تَسْخَفْهُ يَا مَنِّي وَ  
هَبْ لِي مَعَالِيَ الْأَخْلَاقِ وَأَعِظْنِي  
مِنَ الْفَخْرِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
وَآلِهِ وَلَا تَرْفَعْنِي فِي النَّاسِ  
دَرَجَةً إِلَّا حَظَّ ظَنِّي عِنْدَ نَفْسِي  
مِثْلَهَا وَلَا تُحْدِثْ لِي عِزًّا ظَاهِرًا  
إِلَّا أَحْدَثْتَ لِي ذِلَّةً بَاطِنَةً عِنْدَ  
نَفْسِي بِقَدَرِهَا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَتُغْنِنِي  
بِهَدْيِ صَلَاحِهِ لَا أَسْتَبْدِلُ بِهِ  
وَطَرِيقَةً حَقِّ لَا أَرْيَغُ عَنْهَا وَنِيَّةَ  
رُشْدٍ لَا أَشُكُّ فِيهَا وَعِظْنِي مَا  
كَانَ عُمَرَى بِذِلَّةٍ فِي طَاعَتِكَ  
فَإِذَا كَانَ عُمَرَى مَرْغَبًا لِلشَّيْطَانِ  
فَأُفِضْنِي إِلَيْكَ قَبْلَ أَنْ يَسْبِقَ  
مَقْتُكَ إِلَيَّ أَوْ يَسْتَعِظِمَ غَضَبُكَ  
عَلَيَّ اللَّهُمَّ لَا تَدْعُ خَضَلَةً  
تُعَابُ مِنِّي إِلَّا أَصْلَحْتُهَا وَلَا  
عَائِبَةً أَوْثَمْتُ بِهَا إِلَّا حَسَّنْتُهَا  
وَلَا أَكْرُمَةً فِي قَاتِلَةٍ إِلَّا  
أَثَمْتُهَا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
وَآلِ مُحَمَّدٍ وَابْدِلْنِي مِنْ  
بَعْضَةِ أَهْلِ الشَّانِ الْمَحَبَّةِ وَ  
مِنْ حَسَنِ أَهْلِ الْبَيْتِ الْمَوَدَّةِ  
وَمِنْ ظَنِّهِ أَهْلِ الصَّلَاحِ الثَّقَةِ

میں مبتلا نہ کر۔ عزت و توقیر دے، کبر و غرور سے دوچار  
نہ ہونے دے۔ میرے نفس کو بندگی و عبادت کے  
لئے رام کر اور خود پسندی سے میری عبادت کو ناسد  
نہ ہونے دے اور میرے ہاتھوں سے لوگوں کو فیض  
پہنچا اور اُسے احسان جاننے سے مایوگیاں نہ ہونے  
دے۔ مجھے بلند پایہ اخلاق مرحمت فرما اور غرور اور  
تفاخر سے محفوظ رکھ۔ بارِ الہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ  
پر رحمت نازل فرما اور لوگوں میں میرا درجہ جتنا بلند  
کرے اتنا ہی مجھے خود اپنی نظر میں پست کرے  
اور جتنی ظاہری عزت مجھے دے اتنا ہی میرے  
نفس میں باطنی بے وقعتی کا احساس پیدا کر دے۔  
بارِ الہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور  
مجھے ایسی نیک ہدایت سے بہرہ مند فرما کہ جسے  
دوسری چیز سے تبدیل نہ کروں اور ایسے صحیح راستہ  
پر لگا جس سے کبھی منہ نہ موڑوں، اور ایسی پختہ نیت  
دے جس میں فراسشہ نہ کروں اور جب تک  
میری زندگی تیری اطاعت و فرمانبرداری کے کام  
آئے مجھے زندہ رکھ اور جب وہ شیطان کی چراگاہ  
بن جائے تو اس سے پہلے کہ تیسری تاراضگی سے  
سابقہ پڑے یا تیرا غضب مجھ پر پڑے ہو جائے  
مجھے اپنی طرف اُٹھالے۔ اے معبود! کوئی ایسی  
خصلت جو میرے لئے معیوب سمجھی جاتی ہو اس کی  
اصلاح کئے بغیر نہ چھوڑ اور کوئی ایسی بُری عادت  
جس پر میری سرزنش کی جاسکے۔ اُسے درست کئے  
بغیر نہ رہنے دے اور جو پاکیزہ خصلت ابھی مجھ میں  
نا تمام ہو اُسے تکمیل تک پہنچا دے۔ اے اللہ! رحمت  
نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور میری نسبت کینہ و

وَمِنْ عَذَابِهَا أَنْ تَنْتِجَ الْوَلَايَةَ  
 كَمَنْ عَقُوتِي ذَوِي الْأَرْحَامِ الْمُبَكَّةَ  
 وَمِنْ عَذَابِهَا أَنْ تَقْرَبِينَ النَّصْرَةَ  
 وَمِنْ حُبِّ الْمَدَارِئِ تَصْجِحُ  
 الْبَقَّةَ وَمِنْ نَذِ الْمَلَايِسَةِ  
 كَرَمِ الْعُشْرَةِ وَمِنْ مَكْرَاةِ خَوَاتِ  
 الظَّالِمِينَ حَلَاوَةَ الْأَمَنَةِ  
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
 وَاجْعَلْ لِي يَدًا عَلَى مَنْ ظَلَمَنِي  
 وَلِسَانًا عَلَى مَنْ خَاوَنَنِي وَ  
 كَلِمَةً يَمُنُّ عَانِدَنِي وَهَبْ  
 لِي مَكْرًا عَلَى مَنْ كَايَدَنِي وَ  
 قُدْرَةً عَلَى مَنْ اضْطَهَدَنِي وَ  
 تَكْذِيبًا لِمَنْ تَصَبَّهَنِي وَسَلَامَةً  
 وَمَنْ تَوَعَّدَنِي وَوَقْفَنِي بِطَاعَةِ  
 مَنْ سَدَّدَنِي وَمُتَابَعَةً مَنِ  
 أَرْشَدَنِي - اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 وَآلِهِ وَسَلِّمْ لِي لَأَنْ أَعَارِضَ  
 مَنْ عَشَّيْتُ بِالنَّصْرِ وَأَجْزِي مَنْ  
 هَجَرَنِي بِالْبَيْتِ وَأَتَيْبَ مَنْ  
 حَرَمَنِي بِالْبَدَلِ وَأَكْفِي مَنْ  
 قَطَعَنِي بِالصِّلَةِ وَأُخَالِفَ مَنْ  
 اغْتَابَنِي إِلَى حُسْنِ الذِّكْرِ وَأَلْشِكُرَ  
 الْحَسَنَةَ وَأُعْضِي عَنِ السَّيِّئَةِ  
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
 وَحَلِّ لِي بِحَلِيلَةِ الصَّائِعِينَ وَ  
 أَلْبِسْنِي رِيَّةَ الْمُتَّقِينَ فِي بَسْطِ

دشمنوں کی دشمنی کو الفت سے سرکشوں کے حسد کو محبت  
 سے، نیکوں سے بے اعتمادی کو اعتماد سے، قسربیموں  
 کی عداوت کو دوستی سے، عزیزوں کی قطع تعلقی کو صلہ  
 رحمی سے، قرابت عاروں کی بے اعتنائی کو نصرت و تعاون  
 سے، خوشامدیوں کی ظاہری محبت کو سچی محبت سے  
 اور ساتھیوں کے امانت آمیز برتاؤ کو حسن معاشرت  
 اور ظالموں کے خوف کی تلخی کو امن کی شیرینی سے بدل دے  
 خداوند ارحمت نازل فرما محمد اور ان کی آل پر اور جو  
 مجھ پر ظلم کرے اس پر مجھے غلبہ دے۔ جو مجھ سے جھگڑا  
 کرے اس کے مقابلہ میں زبانِ رحمت شکن دے، جو  
 مجھ سے دشمنی کرے اس پر مجھے فتح و کامرانی بخش جو  
 مجھ سے مکر کرے اس کے مکر کا توڑ عطا کر۔ جو مجھے  
 دباوے اس پر قابو دے۔ جو میری بد گوئی کرے اسے  
 جھٹلانے کی طاقت دے اور جو ڈرائے و دھمکائے،  
 اس سے مجھے محفوظ رکھ۔ جو میری اصلاح کرے اس  
 کی اطاعت اور جو راہِ راست دکھائے اس کی پیروی  
 کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! محمد اور ان کی آل پر رحمت  
 نازل فرما اور مجھے اس امر کی توفیق دے کہ جو مجھ سے  
 غش و فریب کرے میں اس کی خیر خواہی کروں، جو  
 مجھے چھوڑ دے اس سے حسن سلوک سے پیش آؤں۔  
 جو مجھے محروم کرے اسے عطا و بخشش کے ساتھ عوض  
 دوں اور جو قطع رحمی کرے اسے صلہ رحمی کے ساتھ  
 بدلہ دوں اور جو پس پشت میری بُرائی کرے میں اس  
 کے خلاف اس کا ذکر خیر کروں اور حسن سلوک پر  
 شکر یہ بجا لاؤں اور بدی سے چشم پوشی کر دوں بار اہل  
 محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور عدل کے  
 نشر، غصہ کے ضبط اور فتنہ کے فرو کرنے، متفرق و

الْعَدْلُ وَكَظْمِ الْغِيْظِ وَرَاطِفِ  
النَّائِيَةِ وَضَمِّ أَهْلِ الْفِرْقَةِ وَ  
إِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ وَإِقْشَاءِ  
الْعَارِفَةِ وَسُتْرِ الْعَائِثَةِ وَلِزْنِ  
الْعَرِيْكَةِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ وَ  
حُسْنِ السِّيَرَةِ وَسُكُوْنِ الرِّيحِ  
وَطَيْبِ الْمَخَالِقَةِ وَالسُّبْقِ إِلَى  
الْفَضِيْلَةِ وَرِثَاةِ التَّفْضِيلِ وَتَوَكُّلِ  
التَّغْيِيْرِ وَالْإِفْضَالِ عَلَى غَيْرِ  
الْمُسْتَحِقِّ وَالْقَوْلِ بِالْحَقِّ وَإِنْ  
عَزَّ وَاسْتِغْلَالِ الْخَيْرِ وَإِنْ كَثُرَ  
مِنْ قَوْلِي وَفِعْلِي وَاسْتِثْنَاءِ الشَّرِّ  
وَإِنْ قَلَّ مِنْ قَوْلِي وَفِعْلِي وَأَكْمَلِ  
ذَلِكَ لِي يَدَّوْلِمِ الطَّاعَةَ وَكُزُّوْمِ  
الْجَمَاعَةِ وَتَقْضِ أَهْلَ الْبِدْعِ وَ  
مُسْتَعْمِلِ الثَّرَايِ الْمَخْتَلِفَةِ اللَّهُمَّ صَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْ أَوْسَعَ  
رِزْقِكَ عَلَيَّ إِذَا كَبُرْتُ وَأَقْوَى  
قُوَّتِكَ فِيَّ إِذَا أَلْهَيْتُ وَلَا تَهْلِكْنِي  
بِالْكُفْلِ عَنْ عِبَادَتِكَ وَلَا أَلْغِيْ  
عَنْ سَبِيلِكَ وَلَا بِالتَّعَدُّ حِصْنِ  
لِيْخْلَافَ مَحَبَّتِكَ وَلَا مُجَامَعَةَ  
مَنْ تَفَرَّقَ عَنْكَ وَلَا مُفَادَقَةَ مَنْ  
اجْتَمَعَ إِلَيْكَ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِيْ أَهْوَلَ  
بِكَ عِنْدَ الصَّرُورَةِ وَأَسْأَلُكَ عِنْدَ  
الْحَاجَةِ وَأَتَضَرَّعُ إِلَيْكَ عِنْدَ  
الْمُسْكِنَةِ وَلَا تَفْتِنْنِيْ بِالْإِسْتِعَانَةِ

پراگندہ لوگوں کو ملانے، آپس میں صلح صفائی کرانے،  
شکی کے ظاہر کرنے، عیب پر پردہ ڈالنے، نرم خوئی و  
فروتی اور حسن سیرت کے اختیار کرنے، رکھ رکھاؤ رکھنے  
حسن اخلاق سے پیش آنے، نفیست کی طرف پیش قدمی  
کرنے، تفعل و احسان کو ترجیح دینے، خوردگیسری  
سے کنارہ کرنے اور غیر مستحق کے ساتھ حسن سلوک کے  
ترک کرنے اور حق بات کے کہنے میں اگرچہ وہ گلاں  
گزیں، اور اپنی گفتار و کردار کی بھلائی کو کم سمجھنے  
میں اگرچہ وہ زیادہ ہو اور اپنے قول و عمل کی برائی  
کو زیادہ سمجھنے میں اگرچہ وہ کم ہو۔ مجھے نیکوکاروں  
کے دیور اور بد ہیزگاروں کی سچ دج سے آراستہ کر  
اور ان تمام چیزوں کو دائمی اطاعت اور جماعت سے  
وابستگ اور اہل بدعت اور ایجاد کردہ دایوں پر عمل  
کرنے والوں سے علیحدگی کے ذریعہ پایہ تکمیل تک  
پہنچا دے۔ ہا اہلہ! محمدؐ اے اُن کی آل پر رحمت نازل  
فرما اور جب میں بوڑھا ہو جاؤں تو اپنی وسیع رزقی  
میرے لئے قرار دے اور جب عاجز و درماندہ ہو  
جاؤں تو اپنی قوی طاقت سے مجھے سہارا دے اور  
مجھے اس بات میں مبتلا نہ کر کہ تیری عبادت میں کمی و  
کو تا ہی کروں، تیری راہ کی نشانیوں میں بھٹک جاؤں  
تیری محبت کے تعاون کی خلاف ورزی کروں۔ اور  
جو تجھ سے متفرق و پراگندہ ہوں اُن سے میل جول  
رکھوں اور جو تیری جانب بڑھنے والے ہیں اُن سے  
علیحدہ رہوں۔ خداوند! مجھے ایسا قرار دے کہ ضرورت  
کے وقت تیرے ذریعہ حلہ کروں، حاجت کے وقت  
تجھ سے سوال کروں اور فقر و احتیاج کے موقع پر تجھے  
سامنے گرا گڑاؤں اور اس طرح مجھے نہ آزمانا کہ

بِفَيْرِكَ إِذَا اضْطُرِرْتُ وَلَا بِالْخُصْمِ  
 لِسَوَالِ غَيْرِكَ إِذَا افْتَقَرْتُ وَلَا  
 بِالْقَضَرِ إِلَى مَنْ دُونِكَ إِذَا هَبْتُ  
 فَاسْتَعِثْ بِذَلِكَ جِدًّا لَا نَكَ وَ  
 مَنَعَكَ وَإِعْزَاضَكَ يَا أَرْحَمَ  
 الرَّاحِمِينَ . اللَّهُمَّ اجْعَلْ مَا  
 يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِي رُؤْيَى مِنْ  
 النَّسِيِّ وَالنَّظَائِي وَالْحَسَدِ ذِكْرًا  
 لِعَظَمَتِكَ وَتَفَكَّرًا فِي خُدْرَتِكَ وَ  
 تَذَبُّرًا عَلَى عَذْرَتِكَ وَمَا أَجْلَى  
 عَلَى لِسَانِي مِنْ كَفْظَةٍ فَحُشٍّ أَوْ  
 هَجْرٍ أَوْ شَتْوٍ عِزِّ أَوْ شَهَادَةٍ  
 بَاطِلٍ أَوْ اغْتِيَابٍ مُؤْمِنٍ غَائِبٍ  
 أَوْ سَبِّ حَاضِرٍ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ  
 لُطْفًا بِالْحَمْدِ لَكَ وَإِعْزَازًا فِي  
 الثَّنَاءِ عَلَيْكَ وَذَهَابًا فِي تَمْجِيدِكَ  
 وَشُكْرًا لِنِعْمَتِكَ وَلَا عِزًّا قَائِلًا بِخَسَائِكَ  
 وَلَا حَصًّا لِمِيتِكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَلَا أَظْلَمَنَّ وَأَنْتَ  
 مُطِيقٌ لِلدَّفْعِ عَنِّي وَلَا أَظْلَمَنَّ وَ  
 أَنْتَ الْقَادِرُ عَلَى الْقَبْضِ مِنِّي وَلَا  
 أَضِلُّنَّ وَخُذْ أَمْرَكَ مِنْ هَذَا بَيْنِي  
 وَلَا أَفْتَقِرَنَّ وَمِنْ عِنْدِكَ وَبُحْدِي اللَّهُمَّ  
 لَا أَظْلَمَنَّ وَمِنْ عِنْدِكَ وَبُحْدِي اللَّهُمَّ  
 إِلَى مَغْفِرَتِكَ وَخُذْتُ وَإِلَى عَفْوِكَ  
 قَصَدْتُ وَإِلَى تَجَاوُزِكَ اشْتَقْتُ  
 وَبِفَضْلِكَ وَثِقْتُ وَلَيْسَ عِنْدِي

اضطرار میں تیرے غیر سے مدد مانگوں اور فقر و ناداری  
 کے وقت تیرے غیر کے آگے عاجز نہ ہوں درخواست  
 کروں اور غوث کے موقع پر تیرے سوا کسی دوسرے  
 کے سامنے گڑ گڑاؤں کہ تیسری طرف سے محمدی  
 ناکامی اور بے اعتنائی کا ستم قرار پاؤں ۔ اے  
 تمام رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے  
 والے خدا یا! جو حرم، بدگمانی اور حسد کے جذبات  
 شیطان میرے دل میں پیدا کرے ۔ انہیں اپنی  
 عظمت کی یاد اپنی قدرت میں تفکر اور دشمن کے  
 مقابلہ میں تدبیر و چارہ سازی کے تسورات سے  
 بدن دے اور نفس کلامی یا بے ہودہ گوئی، یا  
 دشنام طرازی یا جھوٹی گواہی یا غائب ہونے کی نسبت  
 یا موجود سے بدزبانی اللہ ال قبیل کی جو باتیں میری زبان  
 پر لانا چاہے انہیں اپنی حمد سراوی، مدح میں کوشش  
 و انہماک، تمجید و بزرگی کے بیان، شکر نعمت و اقرار  
 احسان اور اپنی نعمتوں کے شمار سے تبدیل کر دے  
 اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور  
 مجھ پر ظلم نہ ہونے پاسے جب کہ تو اس کے دفع کرنے  
 پر قادر ہے، اور کسی پر ظلم نہ کروں جب کہ تو مجھے  
 ظلم سے رک دینے کی طاقت رکھتا ہے اور گمراہ  
 نہ ہو جاؤں جب کہ میری رہنمائی تیرے لئے آسان  
 ہے اور محتاج نہ ہوں جب کہ میری غارتگی البالی تیری  
 طرف سے ہے ۔ اور سرکش نہ ہو جاؤں جب کہ میری  
 غرضمندی تیری جانب سے ہے ۔ بارالہ! میں تیری مغفرت  
 کی جانب آیا ہوں ۔ اور تیری معافی کا طلب گار اور تیری  
 بخشش کا مشتاق ہوں ۔ میں صرف تیرے فضل پر  
 بھروسہ رکھتا ہوں اور میرے پاس کوئی چیز ایسی نہیں ہے

مَا يُوسِبُ بِي مَغْفِرَتِكَ وَلَا يَفِي  
عَمَلِي مَا أَسْتَعِيذُ بِهِ عَفْوِكَ وَمَا  
لِي بَعْدَ أَنْ حَكَمْتَ عَلَيَّ نَفْسِي إِلَّا  
فَضْلُكَ. فَصَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَتَفَضَّلْ عَلَيَّ اللَّهُمَّ وَارْزُقْنِي  
بِالْهُدَى وَالْإِيمَانِ التَّقْوَى وَوَقْفِهِ  
يَكُنِّي هِيَ أَرْكَاكَ وَاسْتَعْمِلْنِي بِمَا  
هُوَ أَرْضَى اللَّهُمَّ اسْأَلُكَ فِي  
الطَّرِيقَةِ الْمُسْلَى وَاجْعَلْنِي عَلَى  
مِلَّتِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَى اللَّهُمَّ صَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَامْتَعْنِي بِإِلَاقِصَادِ  
وَاجْعَلْنِي مِنْ أَهْلِ السَّدَادِ وَمِنْ  
أَدِلَّةِ التَّرْشَادِ وَمِنْ صَالِحِي الْعِبَادِ  
وَارْزُقْنِي قَوْمَ الْمَعَادِ وَسَلَامَةً  
الْبِرِّصَادِ اللَّهُمَّ خُذْ لِنَفْسِكَ مِنْ  
نَفْسِي مَا يُخْلِصُهَا وَأَتِي نَفْسِي مِنْ  
نَفْسِي مَا يُصْلِحُهَا فَإِنَّ نَفْسِي هَالِكَةٌ  
أَوْ تَعْصِيهَا اللَّهُمَّ أَنْتَ عُدَّتِي إِنْ  
حَزِنْتُ وَأَنْتَ مُنْتَجِعِي إِنْ حَزِمْتُ  
وَبِكَ اسْتَغَاثَتِي إِنْ كَرِهْتُ وَعِنْدَكَ  
مِمَّا قَاتَ خَلَفْتُ وَلَمَّا فَسَدَ صِلَاحُ  
وَفِيمَا أَتَكْرَرْتُ تَغْيِيرُ فَا مَلُنْ  
عَلَيَّ قَبْلَ الْبَلَاءِ بِالْعَافِيَةِ وَ  
قَبْلَ الظَّلَمِ بِالْجِدَّةِ وَ قَبْلَ  
الطَّلَالِ بِالتَّرْشَادِ وَكَفَيْتُ مُؤْنَةً  
مَعْدُوَ الْعِبَادِ وَ هَبْ لِي آمِنَ  
يَوْمَ الْمَعَادِ وَامْنَحْنِي حُسْنَ

ہم میرے لئے مغفرت کا باعث بن سکے اور نہ میرے  
عمل میں کچھ ہے کہ تیرے عفو کا سزاوار قرار پاؤں اور  
اب اس کے بعد کہ میں خود ہی اپنے خلاف فیصلہ کر چکا  
ہوں تیرے فضل کے سوا میرا سرمایہ امید کیا ہو سکتا ہے  
لہذا محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل کر اور مجھ پر  
تفضل فرما۔ خدایا! مجھے ہدایت کے ساتھ گویا کر، میرے  
دل میں تقویٰ و پرہیزگاری کا القاء فرما، پاکیزہ عمل  
کی توفیق دے، پسندیدہ کام میں مشغول رکھ۔ خدایا  
مجھے بہترین راستہ پر چلا اور ایسا کر کہ تیرے دین  
آمین پر مردوں اور اسی پر زندہ رہوں۔ اسے اللہ محمدؐ  
اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے (گنہگاروں  
کے درمیں) میانہ روی سے بہرہ مند فرما اور بدست کاروں  
اور ہدایت کے رہنماؤں اور نیک بندوں میں سے قرار  
دے اور آخرت کی کامیابی اور جہنم سے سلامتی عطا  
کر۔ خدایا میرے نفس کا ایک حصہ اپنی (بستلاؤ  
آزمائش کے) لئے محسوس کرے تاکہ اسے (عذاب  
سے) رہائی دلا سکے اور ایک حصہ کہ جس سے اس کی  
(دنیوی) اصلاح و درستی وابستہ ہے میرے لئے  
رہنے دے کیونکہ میرا نفس تو ہلاک ہونے والا ہے مگر  
یہ کہ تو اسے بچالے جائے۔ اے اللہ! اگر میں غلٹیں  
ہوں تو میرا سزا سامان (تسکین) تو ہے۔ اور اگر (ہر جگہ  
سے) محروم رہوں تو میری امید گاہ تو ہے۔ اور اگر مجھ پر  
غموں کا هجوم ہو تو تجھ ہی سے داد و فریاد ہے۔ جو چیز جا  
چکی اس کا طوس اور جوشے تباہ ہو گئی اس کی درستی اور  
جسے تو ناپسند کرے اُس کی تبدیلی تیرے ہاتھ میں ہے۔  
لہذا بلا کے نازل ہونے سے پہلے عافیت، مانگنے سے  
پہلے خوشحالی، اور گمراہی سے پہلے ہدایت سے مجھ پر رحمت

فرما۔ اور لوگوں کی سنت و درشت باتوں کے رنج سے محفوظ رکھ اور قیامت کے دن امن و اطمینان عطا فرما  
 اور حسن ہدایت و ارشاد کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ!  
 محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنے لطف  
 سے (برائیوں کو) مجھ سے دُور کر دے اور اپنی نعمت سے  
 میری پرورش اور اپنے کرم سے میری اصلاح فرما اور  
 اپنے فضل و احسان سے (جسمانی و نفسانی امراض سے)  
 میرا مداوا کر۔ مجھے اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے۔  
 اور اپنی رضامندی میں ڈھانپ لے۔ اور جب امور  
 مشتبہ ہو جائیں تو جو ان میں زیادہ قرینِ صواب ہو اور  
 جب اعمال میں اشتباہ واقع ہو جائے تو جو ان میں پاکیزہ  
 تر ہو اور جب مذاہب میں اختلاف پڑ جائے تو جو ان  
 میں پسندیدہ تر ہو اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا  
 فرما اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور  
 مجھے بے نیازی کا تاج پہنا اور متعلقہ کاموں اور اس  
 طریق سے انجام دینے پر مامور فرما اور ایسی ہدایت سے  
 سرفراز فرما جو دوام و ثبات لئے ہوئے ہو اور غنا و  
 خوشحالی سے مجھے بے راہ نہ ہونے دے اور آسودگی و  
 آسائش عطا فرما اور زندگی کو سخت و شوار بنادے۔  
 میری دعا کو رد نہ کر کیونکہ میں کسی کو تیرا مقابل نہیں  
 قرار دیتا اور نہ تیرے ساتھ کسی کو تیرا ہمسر سمجھتا ہوں پکارتا  
 ہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔  
 اور مجھے فضول خرچی سے باز رکھ اور میری روزی کو تباہ  
 ہونے سے بچا اور میرے مال میں برکت دے کہ اس  
 میں اضافہ کر اور مجھے اس میں سے اموال خیر میں خرچ  
 کرنے کی وجہ سے راہِ حق و صواب تک پہنچا۔ بارِ اہلِ  
 محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے کب

إِلَّا شَهِدَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ  
 آلِهِ وَادْرَأْ عَنِّي بِلُطْفِكَ وَاعْذُرْنِي  
 بِنِعْمَتِكَ وَأَصْلِحْ لِي بِكَرَمِكَ وَ  
 ذَاوِي بِصُغْرِكَ وَأَظْلِمْنِي فِي  
 ذِمَّتِكَ وَجَلِّ لِي بِرَحْمَتِكَ وَوَفِّقْنِي  
 إِذَا اشْتَكَتُ عَلَى الْأُمُورِ  
 بِإِهْدَائِكَ وَإِذَا اشْتَابَتْ أَعْمَالُ  
 إِدْرَاكَهَا وَإِذَا اتَّكَضَتْ الْوُجُوهُ  
 بِإِهْدَائِكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَتَوَجَّحْنِي بِالْكَفَايَةِ  
 وَسَمِّنِي حُسْنَ الْوِلَايَةِ وَهَبْ  
 لِي صِدْقَ الْهِدَايَةِ وَلَا  
 تَكْفُرْنِي بِالسَّعَةِ وَأَمْنِيحْنِي  
 حُسْنَ الدَّعَاةِ وَلَا تَجْعَلْ  
 عَيْشِي كَدًّا كَدًّا وَلَا تُرَدِّ  
 دُعَائِي عَلَى رَدٍّ لَا يَأْنِي لَا أَجْعَلْ  
 لَكَ ضِدًّا وَلَا أَدْعُوا مَعَكَ  
 يَدًّا۔ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 وَآلِهِ وَامْنَعْنِي مِنَ الشَّرِّ  
 وَحَصِّنْ رِزْقِي مِنَ الثَّلَفِ  
 وَوَفِّرْ مَكْرَمِي بِالْبَرَكَاتِ  
 فِيهِ وَأَصِْبْ بِي سَبِيلَ  
 الْهِدَايَةِ بِلَيْتٍ فِيمَا أُنْفِقُ  
 مِنْهُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاكْفِنِي  
 مُؤَنَّةَ الْإِكْتِسَابِ وَارْزُقْنِي  
 مِنْ غَيْرِ إِكْتِسَابٍ فَلَا

اَسْتَغِيْلُ عَنْ عِبَادَتِكَ بِالطَّلِبِ  
وَلَا اَحْتَمِلُ اِصْرَ قِيَمَاتِ  
الْمَكْسَبِ اِلَّا لَكَ فَاطْلُبْ لِي  
بِقُدْرَتِكَ مَا اَطْلُبُ وَاَجْزِنِي  
بِعِزَّتِكَ وَمَا اَرْهَبُ اِلَّا لَكَ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَصَحْبِهِ  
وَجْعَلِي بِالْيَسَارِ وَلَا تَبْتَدِلْ  
جَاهِي بِاَزْدِ قِتَارٍ فَاَسْتَنْجِي  
اَهْلَ رِزْقِكَ وَاسْتَغِيْلِي شِرَارَ  
خَلْقِكَ فَاَفْتِنِي بِحَمْدِ مَنْ  
اَعْطَانِي وَاُبْتَلِي بِذَلَمٍ مِّنْ  
مَنْعَتِي وَاَنْتَ مِنْ دُونِهِمْ  
وَلِيَّ الْاِعْطَاءِ وَالْمَنْعِ اَللَّهُمَّ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ  
وَاَمْرُؤُنِي صِحَّةً فِي عِبَادَةٍ وَ  
فِرَاحَةً فِي مَهَادَةٍ وَعِلْمًا فِي  
اِسْتِعْمَالٍ وَوَرَعًا فِي اِجْتِمَالٍ  
اَللَّهُمَّ اَحْيِيْ بِعَفْوِكَ اَجَلِيْ وَ  
حَقِّيْ فِي رَجَاءِ رَحْمَتِكَ  
اٰمِيْنُ وَسَهِّلْ لِيْ بِلَوْغِ  
رِضَاكَ سَبِيْلِيْ وَحَسِّنْ لِيْ  
جَمِيْعَ اَحْوَالِيْ عَمَلِيْ اَللَّهُمَّ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ  
وَ تَبَهَّنِيْ لِذِكْرِكَ فِي اَوْقَاتِ  
الْفُكْلَةِ وَاسْتَعِيْلِيْ بِطَاعَتِكَ  
فِي اَيَّامِ الْبُهْلَةِ وَانْهَجْ  
لِيْ اِلَى مَعْبُودِكَ سَبِيْلًا

معیشت کے رنج و غم سے بے نیاز کر دے۔ اور جیسا  
روزی عطا فرماتا کہ تلاش میں المعاش میں الجھ کر تیری  
عبادت سے مدد گرواں نہ ہو جاؤں اور غلط و  
نامشروع کار و کسب کا خیال نہ بھگتوں۔ اے اللہ!  
میں جو کچھ طلب کرتا ہوں اسے اپنی قدرت سے پہنچا  
کر دے اور جس چیز سے غافل ہوں اس سے اپنی  
عزت و جلال کے ذریعہ پناہ دے۔ خدایا! ایسی  
آہ کو مٹا۔ و تو نگری کے ساتھ محفوظ رکھ اور فقرو  
تنگ دستی سے میری منزلت کو نظروں سے نہ گرا۔  
کہ تجھ سے رزق پانے والوں سے رزق مانگنے لگوں۔  
اور تیرے پست بندوں کی نگاہ کلفت و کرم کو اپنی  
طرف موڑنے کی تمنا کروں اور جو مجھے اس کی  
مدد دے اور جو نہ دے اس کی برائی کرنے میں مبتلا  
ہو جاؤں۔ اور تو ہی عطا کرنے اور روک لینے  
کا اختیار رکھتا ہے نہ کہ وہ۔ اے اللہ! محمد اور ان  
کی آل پر رحمت نازل فرما اور مجھے ایسی صحت دے  
جو عبادت میں کام آئے اور ایسی فرصت جو دنیا سے  
بے تعلق میں صرف ہو اور ایسا علم جو عمل کے ساتھ ہو  
اور ایسی پرسزگاری جو عذر اعتدال میں ہو کہ وہ اس  
میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ اے اللہ! میری مدت حیات کو  
اسنے عفو و درگزر کے ساتھ طم کر اور میری آرزو کو رحمت  
کی امید میں کامیاب فرما اور اپنی خوشنودی تک پہنچنے  
کے لئے راہ آسان کر اور ہر حالت میں میرے عمل کو  
بہتر قرار دے۔ اے اللہ! محمد اور ان کی آل پر رحمت  
نازل فرما اور مجھے غفلت کے لمحات میں اپنے ذکر  
کے لئے ہوشیار کر اور مہلت کے دنوں میں اپنی  
الطاعت میں مصروف رکھ اور اپنی محبت کی سہل و

سَمَلَةً أَكِيلٌ لِي بِهَا خَيْرَ الدُّنْيَا  
وَالْآخِرَةِ اللَّهُمَّ وَصِّلْ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَأَفْضَلِ مَا  
صَلَّيْتَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ  
قَبْلَهُ وَأَنْتَ مُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ  
بَعْدَهُ ۝ إِنِّي فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ  
وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقَدْ خَلَقْتُ  
بِرَحْمَتِكَ عَذَابَ النَّارِ -

آسان راہ میرے لئے کھول دے اور اس کے ذریعہ  
میرے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی کو کامل کر دے۔  
اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی اولادؑ پر بہترین رحمت  
نازل فرما۔ ایسی رحمت جو اس سے پہلے تو نے مخلوقات  
میں سے کسی ایک پر نازل کی ہو اور اس کے بعد کسی پر  
نازل کرنے والا ہو اور ہمیں دنیا میں بھی نیکی عطا کر اور  
آخرت میں بھی اور اپنی رحمت سے ہمیں دوزخ کے  
عذاب سے محفوظ رکھ۔

ہادی النظر میں نیکی و بدی میں امتیاز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نیک و بد اعمال ظاہری صورت کے لحاظ سے یکساں ہوتے ہیں  
اور ان میں کوئی امتیازی فرق نظر نہیں آتا۔ چنانچہ دن و رات کے تعلقات وہ جائز ذریعہ سے ہوں یا ناجائز طریقہ سے دونوں  
ایک سے ہیں۔ اسی طرح دین و دنیا میں مصلحت و آمیز و دروغ بے مصلحت، اکی طلال اور اکل حرام، قتل بے گناہ اور قتل عطا کاران میں  
بظاہر کوئی فرق نہیں ہے۔ وہاں بھی ایک خلاف واقع چیز کا بیان کرنا ہے اور یہاں بھی وہاں بھی پیٹ بھرتا ہے اور یہاں  
بھی وہاں بھی انسانی جان سے کیلنا ہے اور یہاں بھی۔ یونہی تکبر کے مقابلہ میں تکبر کرنے اور عام طور سے اترنے اور  
ماورضان میں دن کے وقت کھانے پینے اور دوسرے دنوں میں کھانے پینے میں فعل کی فریمیت یکساں ہے۔ تو اس کیسانیت  
کے باوجود ایک کو اچھائی اور ایک کو برائی، اور ایک کو کارِ ثواب اور دوسرے کو گناہ سے تعبیر کرنے کی کیا وجہ اور دونوں میں  
تفریق کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر یہ حدود و قیود سے آزاد لگا ہیں ان میں تفریق نہیں کر سکتیں مگر جو لوگ کسی آئین و شریعت  
اور ضابطہ اخلاق کے پابند ہوتے ہیں وہ ان کی ظاہری ہیئت و صورت اور کیسانیت و یک رنگی پر نظر نہیں کرتے بلکہ ان دونوں  
کے درمیان جو مدّ فاصل حاصل ہے اس پر نظر کرتے ہوئے دونوں کو بالکل جدا جدا تصور کرتے ہیں اور اسی مدّ فاصل سے خیر و شر  
کی حدیں قائم ہوتی ہیں اور میوب و محاسن کے پیمانے مقرر ہوتے ہیں اور یہ مدّ فاصل اُسی وقت نظر آتی ہے۔ جب ایمان کے  
ساتھ تقویٰ اپنا نورانی پہرہ ڈالتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ان تَقُوا اللَّهَ  
يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا -

اے ایماندارو! اگر تم تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو گے تو اللہ  
تمہارے لئے (نیک و بد میں) ایک مدّ فاصل قرار دے گا۔

اگر اس مدّ فاصل کو نظر انداز کر کے اخلاقِ فاضلہ اور اوصافِ مذلیلہ کا میادِ عوامی عقل کو قرار دے لیا جائے تو اگرچہ  
وہ ایک حد تک اخلاقی اصولوں کی طرف راہنمائی کرتی ہے مگر اخلاق کا عملی لائحہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ جنہوں نے  
عقل پر اخلاق کی بنیاد رکھی۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ راست گفتاری و عدل گستری میوب اور سخاوت و شجاعت بُری چیز ہے  
اور اس کے مقابلہ میں کذب و ظلم اور بخل و بزدلی اچھی صفیتیں ہیں مگر ان کے لئے حدود اور مواقع استعمال کیا ہیں۔ تو اس میں ان

کی رائیں مختلف نظر آتی ہیں اور ایک ایک راہ پر چلتا ہے تو دوسرا اس سے بالکل الگ راستہ اختیار کرتا ہے۔ کیونکہ مختلف عقول و افہام کے قائم کردہ نظریات کسی ایک مرکزی نقطہ پر مجتمع نہیں ہو سکتے۔ ایسی صورت میں ان کی پیروی کرنے میں قدم قدم پر رکاوٹیں پیدا ہوں گی اور مختلف نظریات میں سے صحیح نظریہ کا انتخاب مشکل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ عقل کا دائرہ عمل محدود ہے اور وہ دنیائے محسوسات سے الگ ہو کر کسی قسم کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتی اور قدم قدم پر حواس کا مہا نا ڈھونڈنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور اس کے مقابلہ میں خواہشات و جذبات بھی پرا جائے ہوئے ہیں جو اسے سپر انداختہ ہونے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ چنانچہ جب انسان میں خواہشات و جذبات ابھرتے ہیں تو وہ عقل کے مقابلہ میں ان سے جلد مغلوب ہو جاتا ہے اور عقل کے سرحدی احکام کو ٹھکرا کر ہوائے نفسانی کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ لہذا تنہا عقل نہ کسی صورت میں کافی ہو سکتی ہے اور نہ ہر جگہ اسے معیار قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور اس کی روشنی میں اجتماعی زندگی کا نصب العین تو درکنار انفرادی زندگی کا بھی کوئی یقینی، صحیح اور ناقابل ترمیم آئین اخلاق ترتیب نہیں دیا جاسکتا۔ ان حالات میں ایک ایسے معیار کی ضرورت سے انکار نہیں ہو سکتا جو عقل کی در ماندگیوں میں رہنمائی کر سکے اور ایک ایسا ناقابل تغیر آئین پیش کرے جو حیات انسانی کے ہر دور میں قابل عمل ہو۔ اور وہ معیار وہی تنزیل ہے جس کی روشنی میں ترتیب دیا ہوا آئین وہ ہے جس کے اصول منضبط اور ضوابط ناقابل ترمیم ہیں اور جسے عادلانہ نبوت و رسالت ہر دور میں پیش کرتے رہے اور اس کے ذریعہ تہذیب نفس و تزکیہ اخلاق کا درس دیتے رہے، میں سان معین اخلاق میں سب سے بلند مرتبت حضرت ختمی مرتبت ہیں۔ جنہوں نے زہید اخلاق سے آراستہ کرنے اور انسانیت کی دلف پریشاں کو سنوارنے کے لئے وہ تعلیمات دیئے جو محاسن اخلاق کا سرچشمہ ہیں۔ یہ تعلیمات صرف قول تک محدود نہ تھے بلکہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ پاکیزگی و سیرت کا ایک منہبط اور حسن اخلاق کا ایک زندہ قانون تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ علماء و علماء اخلاق حسنہ کی تکمیل فرمائیں چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے کہ بعثت لانا مہم مقام الاخلاق و میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں تاکہ مکارم الاخلاق کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤں اور ان اخلاقی تعلیمات کو زندہ رکھنے کے لئے ان کے اوصیاء و نائبین جو سیرت و کردار اور اخلاق و اطوار میں ان کے ورثہ دار اور علم و عمل میں ان کے آئینہ دار تھے ان تعلیمات کو نشر کرتے اور اپنے قول و عمل سے ان کا احیاء کرتے رہے۔ چنانچہ ان کے چوتھے وصی و جانشین حضرت زین العابدین علیہ السلام نے اس دُعا کے مقام الاخلاق میں اخلاقیات کے وہ درس دیئے ہیں جو اخلاقِ نبویؐ کے آئینہ دار اور الہامی تعلیمات کے حامل ہیں اور ان تمام جو اہر پاروں کو سمیٹ لیا ہے جو تمہی بالفضائل (علمی و عملی اوصاف سے آراستگی) اور تخیل عن الزوائل (قیم و بہست عادات سے علیمدگی) پر مشتمل ہیں۔ ان دونوں جنبوں میں سے اگر ایک جنبہ کمزور ہے تو اس سے دوسرے جنبہ کا متاثر ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لئے اخلاقی تکمیل کے لئے ان ایمانی و سلبی دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے وہ ایمان و صفات جو اس دُعا میں بیان ہوئے ہیں یہ ہیں :-

**ایمان :-** یہ تمام محاسن اخلاق کا سرچشمہ ہے اس لئے اسے سرِ فہرست جگہ دی ہے۔ ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں اور کبھی تصدیق و عمل دونوں کے مجموعہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے متعدد درجات ہیں اور ال ایمان کے مراتب و درجات

میں جو تفاوت ہوتا ہے وہ ایمان ہی کے درجات کے بلند و پست ہونے کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ زبیری کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کہا کہ:-

ان لا ایمان درجات و منازل  
یبتغا فضل المؤمنون فیہا  
عند اللہ قال نعم۔

ایمان کے مختلف درجے اور مرتبے ہیں جن کے اعتبار سے ایمان لینے والے اللہ کے نزدیک ایک دوسرے سے نفیلت لے جاتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔

چنانچہ پہلا درجہ یہ ہے کہ صرف زبان سے اللہ کی اُتھیت اور پیغمبر کی رسالت کا اقرار کیا جائے اور بس۔ یہ ایمان کلام کا ملوث ہے۔ جب انسان یہ اقرار کر لیتا ہے تو وہ مسلم کہلانے لگتا ہے اور اس کا ذیہر مطلق اور جان و مال محفوظ ہو جاتا ہے۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ زبان سے اقرار کیا جائے اور دل سے اعتقاد بھی رکھا جائے۔ مگر اسلام کے تعلیمات اور اس کے ادا و نواہی پر عمل نہ کیا جائے۔

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس اقرار و اعتقاد کے ساتھ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے اور ان فرائض کو پورا کیا جائے جنہیں ترک کرنا کبائر میں داخل ہے۔ جیسے نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ۔ یہ واضح رہے کہ احادیث میں جو نماز و حج و زکوٰۃ کے تارک کو کافر کہا گیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس مرتبہ ایمان سے خارج ہو گیا ہے، یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ تمام مراتب ایمان سے خارج ہو گیا ہے کہ اب اس پر کفر کے احکام عائد ہونے لگیں۔

چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ اقرار و اعتقاد کے ساتھ تمام واجبات بھی بحال رہیں اور تمام محرمات سے اجتناب بھی کیا جائے۔ پانچواں مرتبہ یہ ہے کہ واجبات کے ساتھ مستحبات بھی ادا کئے جائیں اور محرمات کے ساتھ مکروہات سے بھی پرہیز کیا جائے۔ چھٹا مرتبہ یہ ہے کہ بعض مبامات کو بھی اس خیال سے چھوڑ دیا جائے کہ مبادا یہ کسی برائی کا پیش خیمہ بن جائیں اور کوئی غلط قدم اٹھ جائے۔ جیسے زیادہ باتیں کرنے سے اس لئے اجتناب کیا جائے کہ زبان سے کوئی ناشائستہ کلمہ یا جھوٹی بات نہ نکل جائے۔ یا کسی کی طبیعت و بد گوئی نہ ہو جائے۔ یہ انبیاء و اوصیاء کے ایمان کا درجہ ہے اور اسی درجہ کو امام علیہ السلام نے اکمل الایمان سے تعبیر کیا ہے۔

ایمان صرف جتنی ہی کام سرایہ نہیں ہے بلکہ دنیا میں بھی انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی فلاح و بہبود اس سے وابستہ ہے۔ چنانچہ جب انسان کے دل و دماغ میں ایک بالا دست ہستی کا تصور پیدا ہوتا اور خدا پرستی کا جذبہ ابھرتا ہے، تو اسے کچھ ذمہ داریوں کا احساس ہوتا ہے جس کے پیش نظر وہ چوری، رشوت، خیانت، قلم اداں قسم کے دوسرے اخلاقی عیوب سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور خود غرضی و مفاد پرستی کی سطح سے بلند ہو کر سیرت و کردار کے وہ اعلیٰ نمونے پیش کرتا ہے جس سے اجتماعی زندگی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی اور بڑی مدت تک معاشرے کی بے اعتدالیوں کم ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ حکومت کا قانون اور اس کا احتساب ایک حد تک ان مناسبات کی روک تھام کرتا ہے۔ مگر قانون کا خوف انسان کے باطن میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتا۔ اور اقتدار اسی مدت تک حفاظت کر سکتا ہے جہاں تک اس کی دسترس ہے۔

دردِ بادلوں، کوچوں، عام گزرگاہوں اور مفاسد کے مرکوزوں سے برائیوں کو قُود کر سکتا ہے۔ مگر گھر کے گوشوں اور رات کے اندھیروں میں اُس کا بس نہیں چلتا اور برائی کا چلن بدستور باقی رہتا ہے۔ اس موقع پر خدا کا خوف ہی قلب و روح کو متاثر کر سکتا اور برائیوں سے مانع ہو سکتا ہے۔ حکومت کے کارندے کبھی نظروں سے اوجھل بھی ہو جاتے ہیں اور کبھی ان کی بے راہ روی کی وجہ سے خود اُن پر نگران چھوڑنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ مگر اخلاقی وجدان جو ایمان کی بدولت طاقت ور ہوتا ہے ہر دم نگرانی و حفاظت کا فریضہ انجام دیتا ہے خواہ دن کا اجالا ہو یا رات کا اندھار۔ خلوت ہو یا جلوت، آبادی ہو یا دیوانہ۔

**یقین :-** کسی چیز کا علم اس طرح ہو جائے کہ اس کے خلاف کوئی احتمال نہ رہے یقین کہلاتا ہے۔ اس لحاظ سے یقین دو قسموں کا مجموعہ ہو گا۔ ایک معلوم کا علم اور دوسرے اس کے خلاف کے محال ہونے کا علم۔ اور یہ ایمان ہی کا دوسرا نام ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **الیقین الایمان کلہ**۔ یقین ہی ایمان کا ل ہے۔ اس یقین کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ دھوئیں کو دیکھ کر آگ کی موجودگی کا علم ہو۔ یہ اہل نظر و استدلال کا یقین ہے۔ جو انہیں ترتیبِ مقدمات سے حاصل ہوتا ہے، یہ علم یقین کہلاتا ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اُس آگ کو آکھ سے دیکھ لیا جائے۔ یہ خواص کو چشم بصیرت و دیدہ باطن کے مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ غلبِ یبانی نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حلِ رہایت ربک کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ فرمایا **لحد اعبدا رباً لواءک**۔ میں اس رب کی پرستش نہیں کرتا جس کی جلوہ طرازی میں سب آسمانوں کے سامنے نہ ہوں۔ یہ مین یقین کہلاتا ہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ آگ کے شعلوں میں کود کر آگ کا علم ہو۔ یہ اہل شہود کا یقین ہے جو انہیں مبدلِ فیض سے اتصالِ معنوی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ یہ حق یقین کہلاتا ہے۔ اہم علیہ السلام نے اسی یقین کو افضل یقین فرمایا۔ **سند او** اسی مرتبہ عالیہ پر فائز ہونے کی اللہ تعالیٰ سے التجا کی ہے۔

**نیت :-** کسی عمل کی انجام دہی کے قصد و ارادہ کا نام نیت ہے۔ یہ علم و عمل کے درمیان ایک واسطہ ہے جو ایک طرف علم سے وابستہ ہے اور دوسری طرف عمل سے۔ کیونکہ علم نہ ہو تو قصد نہ ہوگا اور قصد نہ ہو تو عمل واقع نہیں ہو سکتا۔ اور قولے عمل کے استعمال کے موقع پر یہ ایک ناگزیر اور طبعی چیز ہے۔ چنانچہ شارع کی طرف سے اگر بغیر نیت کے اعمال و عبادات کے بجالانے کا حکم ہوتا تو اس سے کوئی بھی مہرہ برآ نہ ہو سکتا۔ اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ نیت ان الفاظ کا نام نہیں ہے جو کسی عمل کے بجالانے کے وقت زبان سے کہے جاتے ہیں۔ کیونکہ نیت کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور الفاظ کا تعلق زبان سے۔ اس لئے زبان کے الفاظ کے بجائے دل کے قصد و ارادہ کو نیت تصور کرنا چاہیے۔ اس نیت کے مختلف درجات ہیں جن کے لحاظ سے اعمال میں رفعت یا پستی پیدا ہوتی ہے۔ اگر نیت میں صدق و خلوص ہے تو عمل بلند اور اگر ریا و نمود ہے تو عمل فاسد۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :- **انما الاعمال بالنیات**۔ نیت پر عمل کا انحصار ہے۔ ان درجات میں سے پہلا درجہ یہ

ہے کہ اس میں زیادہ و نمود کار فرما ہو۔ اس نیت کے ماتحت جو عمل واقع ہوگا اس پر ثواب کا مرتبہ ہونا تو درکنار گناہ عاید ہوگا۔ عبادات میں جو ریا کار فرما ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ نفسِ جلالت میں تو ریا نہ ہو۔ لیکن اس کے دوسرے اوصاف میں نمائش مقصود ہو۔ اس طرح کہ گھر پر نماز پڑھی جائے تو مختصر اور گھر سے باہر دوسری کے سامنے پڑھی جائے تو طویل۔ دوسری قسم یہ ہے کہ مستحب عبادتوں میں ریا کرے اس طرح کہ گھر میں یا تنہائی میں تو نوافل بجا لائے مگر کہیں دوسری جگہ ہو تو نوافل بھی پڑھے اور نماز شب بھی بجالائے۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ واجب عبادتوں میں ریا کرے۔ اس طرح کہ گھر میں تو نماز پڑھے اور مسجد سے رکھے اور جب دکھلاوے کا موقع ہو تو نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے۔ ریا کی یہ صورت سب سے زیادہ ہلک اور خطرناک ہے۔

نیت کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ جنت کی خواہش اور عذاب سے بچاؤ کے لئے عمل کرے۔ یہ نیت اخلاص کے منافی نہیں ہے کیونکہ شارعؐ نے خود حنیف ترہیب سے کام لیا ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ شکر و سپاس کو ملحوظ رکھتے ہوئے عمل کرے تاکہ اس شکر کے نتیجہ میں اس کی نعمتوں میں اضافہ ہو۔ یہ عمل بھی خلوص کا عامل ہوگا۔ اسی طرح ان عبادات میں جو دنیوی اغراض سے وابستہ ہوتی ہیں ان میں رزق، اولاد وغیرہ کا قصد کرنا صحت و اخلاص کے منافی نہ ہوگا۔

چوتھا درجہ یہ ہے کہ عبادت کے احساس سے متاثر ہو کر عبادت کرے۔ پانچواں درجہ یہ ہے کہ خدا کے جلال و جبروت کے اثر سے متاثر ہو کر اعمال بجالائے۔ چھٹا درجہ یہ ہے کہ تعیلِ مکم کے لحاظ سے عبادت کرے۔

ساتواں درجہ یہ ہے کہ اُسے عبادت کا اہل و سزاوار سمجھتے ہوئے اس کے آگے سرِ نیاز خم کرے۔ یہ نیت ان بندوں سے مخصوص ہے جو تقرب کے مدارجِ عالیہ پر فائز ہوتے ہیں اور اسی کو حضرتؑ نے احسن الثیبات سے تعبیر فرمایا ہے۔ کیونکہ اس کے اندر حسن و خوبی اور اظہارِ عبودیت کے علاوہ اور کوئی جذبہ نہیں ہوتا۔ اسی کا ذکر امیر المؤمنین علیہ السلام کے اس ارشاد میں ہے:-

ما عبدتك خوفا من نارك ولا  
طمعا في جنتك ولكن وجدتك  
احلا للعبادة فعبدتك۔  
میں نے تیری پرستش جہنم کے ڈر سے اور جنت کی طمع  
سے نہیں کی بلکہ تجھے عبادت کا سزاوار پایا ہے اس لئے  
تیری پرستش کی ہے۔

سایہ طوبیٰ و دلجوئی حُر و لب حوضِ بہائے سر کوئے تو برفت از یادم

عمل بر اسلام نے اگرچہ علم کو بڑی اہمیت دی ہے مگر عمل کی اہمیت بھی ناقابل انکار ہے مگر علم کی اہمیت بھی اسی صورت میں ہے جب اس کے مقتضیات پر عمل کیا جائے اور اگر اس کے تعانوں کو ٹھکرا دیا جائے تو وہ علم جہل بلکہ جہل سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ جہالت کبھی مسذوری کا سبب یا جاتی ہے مگر علم کے بعد تو کوئی عذر مسموع نہیں ہوتا لہذا علم اسی صورت میں سود مند سمجھا جاسکتا ہے جب اس کے ساتھ عمل بھی ہو۔ اور عمل جو نیت سے وابستہ ہے۔ اس لئے جس

رتبہ پر نیت ہوگی اسی رتبہ پر عمل ہوگا۔ اگر اس میں خود دریا ہو تو وہ عمل و بال جان ہے۔ اور اگر صدق و خلوص کا حامل ہو تو وہ آخری فرد کا مرانی کا پڑا ہے۔ خداوند عالم عمل کی ظاہری شکل و صورت اور اس کی کثرت و مقدار کو نہیں دیکھتا بلکہ اس بلذہ اعلیٰ کو دیکھتا ہے جس کے ماتحت وہ عمل بجالا یا گیا ہو۔ اگر خلوص کے ساتھ کم عبادت ہو تو وہ اس طویل ذکر و ریاضت سے بہتر ہے جس میں خلوص کا فقدان ہو۔ ایسے اعمال ہی کو امام علیہ السلام نے احسن الاعمال سے یاد کیا ہے اور قدرت نے انہیں اعمال صالحہ سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

فمن كان يرجو لقاء ربه فليعمل عملا صالحا ولا يشرك بعبادة ربه احدا۔  
جو شخص لقاء پر درکار کی آرزو رکھتا ہے اسے عمل صالح بجالانا چاہیے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا چاہیے۔

**عدل :-** افراد و تعریف کی مکمل مختلف سمتوں کے درمیان عذر و وسط کا نام عدل ہے۔ اس عذر و وسط کے التزام سے فضائل اور اس سے انحراف کے قیام میں روائی وجود میں آتے ہیں۔ چنانچہ اخلاق کے بنیادی عناصر چار ہیں۔ حکمت، جنت، شجاعت اور عدالت۔ اور ان میں سے ہر عنصر وسط اور نقطہ اعتدال پر واقع ہے۔ اگر مرکز اعتدال سے اسے ہٹا دیا جائے تو ایک دوسری ہی نوعیت کی چیز پیدا ہو جائے گی۔ حکمت میں اگر افراط کی صورت ہو تو وہ عبادت اور چالاکی بن جاتی ہے اور تعریف کی صورت ہو تو وہ ناپہنچ و کمزوری ہو جاتی ہے۔ جنت میں اگر تعریف ہو تو وہ خود دہی ہو جاتی ہے اور افراط ہو تو ہوس رانی و شہوت پرستی کہلاتی ہے۔ شجاعت میں اگر افراط ہو تو وہ قہر و تہور ہے اور تعریف ہو تو بزدلی و کم ہمتی کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ اور عدالت عذر و وسط سے انحراف کی صورت میں ظلم یا ذلت و خواری کی شکل اختیار کرے گی۔ اسی طرح دوسرے اخلاق فاضلہ میں عدل و توازن ہی باعث حسن و خوبی ہے۔ چنانچہ اقتصاد و میان روی میں خوبی اسی لئے ہے کہ وہ بغل اور انحراف کے وسط میں ہے۔ اور تواضع میں حسن اسی لئے ہے کہ وہ نہ غرور کی حد تک پہنچتی ہے اور نہ ذلت نفس کی سطح پر اتر آتی ہے۔ غرض ہر فضیلت وہ قول سے متعلق ہو یا عمل سے یا اعتقاد سے، عدل ہی اس کا اصل جوہر ہے۔ اور چونکہ ہر چیز میں عذر و وسط سے انحراف کی صورت میں متفرق راہیں پیدا ہو جاتی ہیں اس لئے عدالت کے رستے متعدد اور ہدایت کا راستہ ایک ہوگا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

ان هذا صراط مستقيماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله۔  
یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو۔ اور جو کہ متعدد راستوں کی پیروی نہ کرو۔ ورنہ وہ تمہیں حق کی راہ سے منتشر کر دیں گے۔

**ذکر و فکر :-** ذکر یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہے اور فکر یہ ہے کہ انسان غفلت کا ثبات مطلقاً نہ لے کر غفلت پر نظر فائز ڈال کر صانع کے حسن صنعت کا کرشمہ دیکھے۔ ذکر سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور غفلت کے پردے پاک ہو جاتے ہیں اور فکر سے علم و یقین کی روشنی بڑھتی ہے۔ چنانچہ جب وہ تعقل و فکر سے کام لیتا ہے اور اپنے اندر اور باہر کی کائنات میں غور و فکر کرتا ہے۔ تو اسے ہر چیز کی تہ میں ایک حکیمانہ تدبیر و فہم کا راز نظر آتا ہے۔ خود اپنی ذات

ہوگی۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

ایاکہ و سوال الناس فانه ذل  
فی الدنیا و فقر تعجلونہ و حساب  
طویل یوم القیامتہ ۔

لوگوں سے سوال کرنے اور مانگنے سے بچے رہو کیونکہ یہ دنیا  
میں ذلت و فقر کا باعث ہے اور آخرت میں حساب  
کتاب دیتا ہوگا۔

سوال کی عادت عموماً فقر و ناداری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جس سے انسان عزت نفس کھو بیٹھتا ہے۔ اسی چیز کے  
پیش نظر علماء و اہل ارادت و عبادت و تنگ دستی سے پناہ مانگتے رہے ہیں کہ مبادا یہ تنگ دستی سوال پر مجبور کر دے۔ اور اخلاق  
کی پاکیزگی ختم ہو جائے۔ مال و دولت سے بھی اگر اس کا معرفت صحیح ہو تو اخلاق کی نگہداشت کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر  
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نعوذ بعون علی تقوی اللہ الغنا۔ وسعت مال تقوی الہی میں معین و معاون  
ہوتی ہے۔ اسی مال و دولت کی وجہ سے انسان مالی عبادات کو سرانجام دیتا ہے اور حج، خمس، زکوٰۃ، کفارہ، صلہ رحم و صدقات  
سب اسی سے وابستہ ہیں۔

جب کسی بات سے غمگین یا گناہوں کی وجہ  
سے پریشان ہوتے تو یہ دعا پڑھتے :-

اے اللہ! اے یکہ و تنہا اور کمزور و ناتوان کی دہتوں  
میں، کفایت کرنے والے اور خطرناک مرحلوں سے بچا  
لے جانے والے! گناہوں نے مجھے بے یار و مددگار  
چھوڑ دیا ہے۔ اب کوئی ساتھی نہیں ہے اور تیرے  
غضب کے برداشت کرنے سے عاجز ہوں۔ اب  
کوئی سہارا دینے والا نہیں ہے۔ تیری طرف بازگشت  
کا خطرہ درپیش ہے، اب اس دہشت سے کوئی  
تسکین دینے والا نہیں ہے اور جب کہ تو نے مجھے  
خوف زدہ کیا ہے تو کون ہے جو مجھے تجھ سے مطمئن  
کرے۔ اور جب کہ تو نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے، تو  
کون ہے جو میری دستگیری کرے۔ اور جب کہ تو  
نے مجھے ناتواں کر دیا ہے تو کون ہے جو مجھے قوت  
دے۔ اے میرے معبود! پروردہ کو کوئی پناہ

وَ كَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
إِذَا حَزَنَهُ أَمْرٌ أَوْ أَهَمَّتْهُ الْخَطَايَا  
اللَّهُمَّ يَا كَارِي الْفَقْرِ الضَّعِيفِ وَ  
وَارِي الْأَمْرِ الْخَوْفِ أَنْزِدْنِي الْخَطَايَا  
فَلَا صَاحِبَ مَعِيَ وَ ضَعُفْتُ عَنْ  
غَضَبِكَ فَلَا مُؤَيِّدَ لِي وَ أَشْرَفْتُ  
عَلَى خَوْفِ يَقَائِكَ فَلَا مُسَكِّنَ  
لِي دُعَائِي وَ مَنْ يُؤْمِنُنِي مِنْكَ وَ أَنْتَ  
أَخَفْتَنِي وَ مَنْ يُسَاعِدُنِي وَ أَنْتَ  
أَنْزَدْتَنِي وَ مَنْ يُقَوِّينِي وَ أَنْتَ  
أَضَعَفْتَنِي لَا يُجِيرُنِي إِلَّا  
رَبِّي عَلَى مَرْغُوبٍ وَ لَا يُؤْمِنُ إِلَّا  
غَالِبٌ عَلَى مَغْلُوبٍ وَ لَا يُعِينُ إِلَّا  
طَائِفٌ عَلَى مَطْلُوبٍ وَ يَبِيدُ  
يَا إِلَهِي جَمِيعُ ذَلِكَ الشَّكِبُ وَ

یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں بیشمار نشانیاں ہیں  
الذین وہ تمہارے اندر بھی تو کیا تم اتنا بھی نہیں دیکھتے ؟

پھر دنیا کے تغیرات و انقلابات کو دیکھتا ہے کہ جو بنتا ہے وہ بگڑتا ہے، جو کھلتا ہے وہ مرجھاتا ہے اور جو پیدا ہوتا ہے وہ مرتا ہے۔ تو کیا یہ تمام کارخانہ شکست و رنجیت بغیر کسی مقصد کے ہے۔ غور و فکر اسے اس نتیجہ تک پہنچائے گا کہ جب ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے تو اس دنیا کی عظیم زندگی کا بھی کوئی مقصد ہونا چاہیے۔ اور جب کہ ہر بگاڑ کے پیچھے بناؤ اور سلجھاؤ ہے تو اس فانی زندگی کے پیچھے بھی کوئی باقی و جاوداں زندگی ہونا چاہیے۔ جسے دنیوی زندگی کا مقصد قرار دیا جاسکے۔ اور جب ان دونوں زندگیوں میں موازنہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ایک کا نتیجہ فنا اور ایک کا انجام بقا ہے تو وہ اس وقت کی دائمی راحت کو دنیا کی چند روزہ زندگی پر ترجیح دے گا۔ جب غور و فکر سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے تو عمل کی تحریک اور آخرت کے سد سامان کی فکر سامن گیر ہوتی ہے اور اس طرح وہ ذخیرہ آخرت فراہم کرنے اور عمل صالح بجالانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

التكفير يدعوا إلى البر والعمل به  
تقوى :- نام ہے اس تاثر کا جو حکمت و اقتدار الہی کے تصور سے انسان کے دل و دماغ پر طاری ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اسے فرض پر آمادہ ہوتا ہے تاکہ عقوبت کی باز پرس اور جہنم کے عذاب سے اپنا تحفظ کر سکے۔ خداوند عالم نے بہت سے حماد و اوصاف کو تقویٰ سے وابستہ کیا ہے۔ جن میں چند یہ ہیں جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں :-

(۱) تقویٰ ایک تمدن صفت ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: **وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ** اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بڑے حوصلہ کے کام ہیں۔

(۲) یہ کید و مکر سے حفظ و نگہداشت کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: **وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرَّكُمْ كَيْدُ شَيْءٍ** اور اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہیں ان کا مکر و زناقصان نہ پہنچا سکے گا۔

(۳) یہ تائید و نصرت الہی کا وسیلہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: **إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا** اللہ تعالیٰ تو ہیں ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔

(۴) یہ سفتیوں سے رہائی اور رزق کی فراوانی کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: - وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. جو خدا سے ڈرے گا تو خدا اس کے لئے رہائی کی صورت پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے سان گمان بھی نہ ہو۔

(۱۵) یہ اصلاح عمل کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: - اتقوا اللہ و قولوا قولا سديدا يصلح لکراما لکھو اللہ سے ڈرتے رہو اور جب کہو تو درست بات کہو تو خدا تمہارے اعمال کی رحمت کرے گا۔

(۱۶) یہ محبت الہی کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: - ان اللہ يحب المتقين۔ بیشک اللہ ہر محکموں کو دوست

Contact : jabir.abbas@yahoo.com <http://www.ranajabirabbas.com>

رکھتا ہے۔

(۷) اس پر قبولیت اعمال کا انحصار ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے :- اٰمَنَّا بِتَقْوٰی اللّٰہِ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ : اللہ تعالیٰ صرف پرہیزگاروں کے اعمال قبول کرتا ہے۔

(۸) یہ دشواریوں کے حل کرنے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے :- وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لّٰہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یَسْرًا جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اس کے کام میں سہولت و آسانی پیدا کر دیتا ہے۔

(۹) یہ عفو گناہ اور اجرِ عظیم کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :- وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یُكَفِّرْ عَنْہٗ سِیِّئَاتِہٖ وَیُعْظِمْ لَہٗ اَجْرًا۔ جو خدا سے ڈرتا ہے گا تو وہ اس کے گناہ دُور کرے گا اور اُسے بڑا اجر دے گا۔

(۱۰) یہ فلاح و کامیابی کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :- وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ خدا سے ڈرو تاکہ تم فلاح و کامیابی حاصل کرو۔

(۱۱) یہ عزت و سرفرازی کا سبب ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :- اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰیكُمْ۔ بے شک خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہی ہے جو بڑا پرہیزگار ہو۔

(۱۲) یہ موت کے وقت نوید و بشارت کا سبب ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے :- الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَہُمْ الْبَشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور خوف کھاتے رہے انہیں دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔

(۱۳) یہ نجات کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :- ثُمَّ نَبْجِی الَّذِیْنَ اٰتَقُوا۔ پھر انہی کو نجات دیں گے جو ڈرتے رہے ہیں۔

(۱۴) یہ فوزِ آخری کا ضامن ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :- وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی۔ پھر، سیزگاری ہی کا تو انجام، بخیر ہے۔

**محبت و مؤدّت :-** دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان میں سب سے زیادہ سزاوارتی چیز تعلقات کی خوشگواہی اور باہمی تعاون و سازگاری ہے۔ کیونکہ انسان اپنے ضروریات میں ایک دوسرے کا محتاج ہے۔

اور دوسروں سے بے نیاز نہ کر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اور محبت و باہمی وابستگی کی صورت میں باسانی ان ضروریات کو پورا کیا جا سکتا ہے اور محبت کے جوتے جوئے کسی کو کسی سے شکایت کا موقع دے گا۔ کیونکہ محبت ایثار کی متغنی ہوتی ہے اور وابستہ

محبت کی استمدادی کے بعد اگر کوئی نقصان ہوتا بھی ہو تو اُسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے شارعِ اسلام نے غلہ پنجگانہ جمعہ کے اجتماعِ مصافحہ اور میل ملاقات کو خاص اہمیت دی ہے تاکہ لوگوں میں الفت و یگانگت کے رابطے بڑھیں، اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں، دوسروں کی ضرورتوں کو پورا کریں اور اپنے بھائیوں کے کام آئیں۔

**صلہ رحمی :-** صلہ رحمی یہ ہے کہ اپنے عزیزوں اور قریبیوں سے قطعِ تعلق نہ کرے، نہ انہیں کسی قسم کا گزند پہنچائے اور نہ ان کے متعلق کوئی ایسی بات کہے جو نجش و دل شکستگی کا باعث ہو۔ بلکہ ہر طرح سے ان کی دلجوئی و ہمدردی کرے۔

استیاج و ضرورت کے موقع پر اگر استطاعت رکھتا ہو تو ان کی مدد کرے۔ کسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو ان کی رہائی کے لئے کمک و مدد کرے، بیمار ہوں تو عیادت کے لئے جائے، غنی خوشی میں شرکت کرے۔ اس صلہ رحمی کا فائدہ یہ ہے کہ اس

سے محبت و موافقت کے جذبات قوی ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے وابستہ کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ وقت پر کام آتے ہیں۔ تاکہ درد میں شریک ہوتے ہیں اور اس اجتماع و اتحاد سے قوت و پشت پناہی حاصل ہوتی ہے۔ اور احادیث میں وارد ہوئے ہیں کہ اس سے عمر میں اعزاز اور فقر و پریشانی کا ازالہ ہوتا ہے۔

**احسان** ہر کسی کے ساتھ نیک کرنا احسان کہلاتا ہے۔ احسان کا پھل دنیا میں ملتا ہے اور آخرت میں بھی چنانچہ انسان جب دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو ”الانسان جلیل الاحسان۔ انسان بندہ احسان ہے“ کی بنا پر دوسرا اس خیر سلوک و ہمدردی سے متاثر ہوگا اور اس کے دل میں محبت و خیر سگالی کے جذبات پیدا ہوں گے۔ اور وہ اس احسان کے بدلہ میں اپنی تمام ہمدردیوں کو اس کے لئے وقف کر دے گا۔ اور وہ خود بھی جب نام و نمود اور ذاتی اغراض کے جذبات سے الگ ہو کر کسی کے ساتھ نیک کرے گا مثلاً کسی بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے یا کسی نادار کی مدد کرتا ہے تو ایک ایسی ملکوتی مسرت محسوس کرتا ہے جو مادی لذائذ سے کہیں زیادہ کیف افزا ہوتی ہے۔ اور اگر اس کے احسان کو ناقدری و ناشکری کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے تو اسے اس پر کبیدہ خاطر نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس کا احسان زمین کا نہیں گیدہ اس لئے کہ اس نے روحانی مسرت کے ساتھ جنت الہی کی دولت حاصل کر لی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: **واللہ یحب المحسنین۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ان کے لئے ہے جو احسان کرنے والے ہیں۔**

**چشم پوشی** :- اگر انسان دوسروں کے عیوب ہی پر نظر رکھے اور کسی موقع پر چشم پوشی سے کام نہ لے تو وہ کبھی اپنی زندگی کو خوشگوار نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ انسانوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں۔ اگر ان کی ہر غلطی پر نظر رکھی جائے اور ہر بات سے اثر یا جائے تو وہ ان کی نظروں میں کھٹکنے لگے گا اور تعلقات کی خوشگوازی ختم ہو جائے گی اور اس طرح وہ اپنے ہاتھ سے اپنے دوستوں کو کھو دے گا اور وقت پر اسے کوئی معاون و مددگار نہ مل سکے گا۔

**خوش خلقی** :- یہ وہ جو ہر سے جو اپنی تابانیوں سے چاروں طرف مسرت پھیلاتا اور دل و دماغ کو غم و غصہ کے مفر جذبات سے بچا کر ایک کیف افزا ماحول میں پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ جو خوش خلقی و نرم روی کے صفات رکھتا ہے وہ نہ تو اپنی ذہنی فضا کو پر مسرت بناتا ہے بلکہ دوسروں کے لئے بھی بساط مسرت بن دیتا ہے اور اس طرح وہ بڑی آسانی سے دوسروں کا تعاون حاصل کرتا اور اپنے بگڑے کاموں کو بنا لیتا ہے۔

**اصلاح ذات البین** :- باہم غلط فہمیوں کو دور کیے و دشمنیوں کو آپس میں ملا دینا ”اصلاح ذات البین کہلاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اگر کوئی بات خلاف واقع کہنی پڑے اس طرح کہ ایک کو دوسرے کی طرف سے یہ کہے کہ وہ تمہارے متعلق بڑا اچھے خیال کا اظہار کرتا تھا اور دوسرے سے یہ کہے کہ وہ تمہارے فلاں کام کی بڑی تعریف کرتا تھا تو یہ باتیں اگر یہ خلاف واقع ہیں لیکن مقصد کی اہمیت کے پیش نظر اس دروغ مصلحت آمیز کی شرعاً اجازت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں طرف سے دل صاف ہو جائیں گے اور کہ درمیان ختم ہو جائیں گی۔ اسی اہمیت کے پیش نظر قدرت کا ارشاد ہے: **اَلْمُؤْمِنُونَ اخوةٌ فاصلحو بائینہن**۔ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا اپنے دو بھائیوں میں (اگر رنجش ہو تو) میل کر دیا کرو۔“

لاست گئی۔ علم دین کے مطابق کسی بات کے کہنے کا نام سچ اور خلاف واقعہ اظہار کا نام جھوٹ ہے۔ غنا  
یہ خلاف واقعہ اظہار زبان سے ہو یا سر کی حرکت سے یا ہاتھ کے اشارہ سے۔ سچ اخلاقی تعمیر کی بنیاد اور خود اعتمادی ذہنی  
سکون کا سرچشمہ ہے اور جھوٹ سے اطمینان ذہنی اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سچ فطری اور جھوٹ فطرت سے بنادیتا ہے۔  
چنانچہ ایک بچے سے جو ابھی غلط ماحول سے متاثر نہ ہوا ہو، کوئی بات دریافت کی جائے تو بچے ساختہ اس کی زبان پر  
سچی بات آئے گی۔ اور جب پہلے پہل کسی سے کوئی خلاف واقعہ بات سننا ہے تو اسے ایک طرح سے حیرت ہوتی ہے کہ  
یہ کیا ہوا اس کی صاف و سادہ طبیعت پر یہ چیز گراں گزرتی ہے۔ چنانچہ انسان بغیر کسی ہتھیار کے اپنے اندر اتنی قوت  
رکھتا ہے کہ اس کا مقابلہ مشکل ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جھوٹا آدمی جھوٹ کے ظاہر ہو جانے کے اندیشہ سے غیر مطمئن  
اور ذہنی الجھاؤ میں مبتلا اور متذبذب اور متزلزل رہتا ہے۔ اور چونکہ لوگ اس کی بات پر اعتماد نہیں کرتے اس لئے وہ  
ان کی نگاہوں میں بھی ذلیل اور خود اپنی نظروں میں بھی حقیر ہو جاتا ہے۔ اسلام اصلاح معاشو اور باہمی تعاون و اعتماد  
کا داعی ہے اور یہ مذہب پیریں سچائی سے وابستہ ہیں اس لئے وہ ایک مسلمان کو زندگی کے ہر شعبہ میں سچائی کی راہ پر  
گامزن دیکھتا چاہتا ہے خواہ سچائی بہت سے منافع سے محرومی اور جھوٹ بہت سے فوائد کا باعث کیوں نہ ہو۔ چنانچہ  
امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

علامۃ الایمان ان توثر المصدق  
حیث یضرب علی الکذب بیعت  
ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں سچائی سے نقصان اور  
جھوٹ سے کچھ فائدہ بھی حاصل ہو رہا ہو، سچائی ہی کو  
انتخاب کرے۔

ینفعل۔

وہ اوصاف جن سے انسان کو خالی ہونا چاہیے تاکہ اخلاق کی تربیت باحسن طریق ہو سکے، یہ ہیں :-

بدعت :- بدعت کے لغوی معنی نئی چیز کے ہیں اور اصطلاحاً اس چیز کو کہتے ہیں جو قرآن و سنت کے خلاف ہونے  
کے باوجود دین میں داخل کر لی گئی ہو۔ یہ حرام اور سراسر ضلالت و گمراہی ہے جیسے نوافل میں جماعت، جمعہ کے دن اذان میں ایضاً  
قبل از وقت انتظار، اعضائے مسیح کو مسیح کے بجائے دھونا، امام مکی کے خلاف بغاوت وغیرہ۔ اور ہر نئی چیز پر بدعت کا اطلاق  
صحیح نہیں ہے، چنانچہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے قواعد میں تحریر کیا ہے کہ صرف انہی چیزوں کو بدعت سے تعبیر کیا جائے گا جو اولہ  
تحریم کے تحت میں آتی ہوں۔ اور جو اس کے تحت میں نہ آتی ہوں انہیں حرام نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ ان میں سے بعض واجب  
ہیں جیسے کتاب و سنت کی تدوین جب کہ ان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور بعض مستحب ہیں جیسے دینی مدارس کی تاسیس  
اور بعض مکروہ ہیں جیسے تزیین مساجد اور بعض مباح ہیں جیسے آرام و رفاہیت کی زندگی بسر کرنا۔

قیاس :- دین میں قیاس کے معنی یہ ہیں کہ کسی امر مشترک کی وجہ سے ایک چیز کا حکم دوسری چیز پر جاری کرنا  
کیونکہ وہ امر مشترک ہی اس حکم کی علت ہے اور علت کا اتحاد حکم کے اتحاد کا مقتضی ہوتا ہے۔ اس قیاس کی تین قسمیں ہیں۔  
پہلی قسم قیاس منصوص اللہ ہے جیسے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لا مسکارہا۔ (شراب نشہ آور ہونے کے سبب سے حرام ہے)  
سے پر نشہ آور چیز کو حرام قرار دینا۔ یہ قیاس صحیح ہے۔ کیونکہ شام نے خود علت کو بیان کر دیا ہے۔

دوسری قسم قیاس بطریق اولیٰ ہے۔ جیسے ارشاد الہی :- ولا تقتل نفسا قتلا۔ ماں باپ کو آفت تک نہ کہو :- سے گزند و اذیت کا حرام قرار دینا۔ یہ قیاس بھی اپنی اولویت کی بنیاد پر درست ہے۔

تیسری قسم قیاس مستنبط العہدہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی رائے سے علت کا استنباط کر لیا جائے اور اسے مناسط حکم قرار دے لیا جائے۔ یہ قیاس شیشی نقطہ نظر سے صحیح نہیں ہے کیونکہ قیاس درائے کی تجویز کی ہوئی علت کا علت ہونا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ چور کا ہاتھ اگر ایک چوڑھائی دینار کی وجہ سے کاٹا جاتا ہے تو از روئے قیاس غاصب کا ہاتھ بھی اس مقدار پر قطع ہونا چاہیے، حالانکہ وہ ہزار دینار بھی غصب کر لے جب بھی اس کے ہاتھ قطع نہیں ہوں گے۔ اس لئے آئمہ معصومین علیہم السلام نے اس قسم کے قیاس سے منع کیا ہے تاکہ انسانی رالوں سے شریعت کے خدو خال مسخ نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

والسنة اذا قيست مع حق الدين سنت في ان قياس کیا جائے تو دین ہی ختم ہو جائے گا۔

البتہ ایک گروہ اس قسم کے قیاس کو صحیح سمجھتا ہے اسے شرعی مانع قرار دیتا ہے۔ ابن قتیبہ نے المعارف میں اس گروہ کے نمایاں افراد کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں :- ابن ابی لیل، ابو حنیفہ، ربیعہ بن ابی جعد الرحمن، زفر بن ہذیل، عبدالرحمن ابن عمرو اور زامل، سفیان ثوری، مالک بن انس، قاضی ابویوسف اور محمد ابن الحسن الفقیہ۔ ان سب میں حضرت ابو حنیفہ کو ایک خاص شہرت و امتیاز حاصل ہے۔ چنانچہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابو حنیفہ کی حیوان میں انہیں اپنی قیاس رائے کا امام تحریر کیا ہے اور فقہ شری نے ریح الاربار میں یوسف ابن اسباط کا یہ قول نقل کیا ہے :- ما د ابو حنیفہ علی التہی اربع مائۃ حدیث او اکثر۔ امام ابو حنیفہ نے چار سو یا اس سے زیادہ حدیثوں کو قیاس کے مقابلہ میں ناقابل عمل قرار دیا۔

**محبوب و کبر و محب (خود بینی)** یہ ہے کہ انسان اپنی خوبی پر ناز کرتے ہوئے دوسروں سے اپنے کو بلند تر تصور کرے۔ عام اس سے کہ وہ خرابی اس میں پائی جاتی ہو یا پائی جاتی ہو یا جسے وہ خرابی سمجھ رہا ہے وہ واقع میں خوبی ہو یا لا صورت اسے خوبی تصور کر لیا ہو۔ اور کبر (غرور) یہ ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں ایسے افعال و حرکات کا مظاہرہ کرے جن میں اپنی بلندی اور دوسروں کی حقیر کا پہلو نکلتا ہو۔ مثلاً کسی کے ساتھ کھانے پینے میں ناک بھوں چڑھائے، غریب کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور تعلقات پیدا کرنا پسند نہ کرے۔ راستہ چلنے میں ساتھ والوں سے آگے رہنے کی کوشش کرے۔ دوسروں سے سلام کا منتظر رہے اور بات چیت میں بے رخی و بے التفاتی کا رویہ اختیار کرے۔ یہ تمام چیزیں تکبر کی علامت ہیں۔ ایسا شخص فضیلان رحمت سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ چنانچہ جب بندہ برستہ ہے تو سر بلند چوٹیوں پر سے پانی گزر جاتا ہے۔ اور جہاں نشیب ہوتا ہے وہاں جمع ہو جاتا ہے اور اس رنگ و ریشہ کو سیلاب کر دیتا ہے۔ اس غرور خود پسندی کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے آغاز و انجام کو دیکھے کہ اذلہ نطفۃ و آخرۃ جمیعہ۔ اس کی ابتداء نطفہ اور انتہا مراد ہے :- اور اپنی شکستگی و درماندگی پر نظر کرے کہ وہ زندگی کے ہر گوشہ میں سراپا احتیاج ہے اور ہر مرحلہ پر دوسروں کے سہارے کا منتظر۔ جب پیدا ہوا اس وقت دوسروں کی تربیت و نگرانی کا دست نگر، جب مرے گا اس وقت دستوں کے قہر

تک پہنچانے کا محتاج، اور جب تک غذا، دوا، عطر، لباس، رہائش، غذا، دوا، عطر، لباس کے تمام ضروریات میں دوسروں کا ہمارا ڈھونڈنا رہا۔ اس کے مقابلہ میں حیوان کا دائرہ احتیاج کہیں محدود ہے۔ وہ اپنی جگہ رہائش خراب خود مہیا کر لیتا ہے، لباس کی اسے احتیاج نہیں۔ مرض کا حملہ اس پر بہت کم ہوتا ہے اور جب ہوتا ہے تو اپنی دوا خود تلاش کر لیتا ہے۔ اگر انسان کو اپنے حسبِ نسب پر ضرور ہو تو اسے غور کرنا چاہیے کہ اس میں اس کی کارکردگی کا کیا دخل ہے کہ بلند نسبی اس کے لئے سرمایہ افتخار بن سکے۔ اسے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ اپنے آپ کے کمالات کا ورثہ دار ہے یا ننگِ اسلاف۔ اگر ورثہ دار ہے تو یہی ذاتی جوہر کیا کم ہے کہ وہ قصرِ عروجِ افتخار کی تعمیر کے لئے بوسیدہ ٹیلوں کا سہارا ڈھونڈے۔ اور اگر باعثِ تنگ ہے تو ان پر افتخار موجبِ عار ہے۔ اور اگر مال و دولت کی دہ سے غور ہو تو یہ دیکھے کہ یہ تو مہز میں اور کوڑھی لوگوں کے پاس بھی فراوانی کے ساتھ ہو سکتی ہے اور کافر و بے دین بھی اس میں سے زیادہ حقیر سمیٹ سکتا ہے۔ تو اس پر فخری کیا جس میں ایک کافر بھی بڑھ جائے۔ اور قوت و طاقت پر ناز ہو تو ایک حیوانی کو دیکھے کہ وہ دن بھر چلتی پھرتی اور اپنے سے چار سو گنا بوجھ اٹھا لیتی ہے مگر تھکتی نہیں۔ اور شہد کی مکھی ایک قطرہ شہد تیار کرنے کے لئے تین سو پھولوں کا رس چوستی ہے مگر تھکن محسوس نہیں کرتی۔ اور ٹھنڈا تھانی قلیا، غذا کے باوجود دن بھر پرواز کر سکتا ہے اور اسے چند گھنٹے بھی پھیل چلنا پڑے تو ہلکان ہو جائے۔

حسد :- یہ ایک شدید قسم کا نفسیاتی مرض ہے جو ماسد کو گھٹن کی طرح اندر ہی اندر چاٹ لیتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ حسد سے نہ محسوس کا کچھ بگڑ سکتا ہے نہ اس کی نعمتیں ادا آسائشیں سلب ہو سکتی ہیں۔ پھر ملنا اور کرنا تعاضل سے ہوشمندی کے سراسر خلاف ہے۔ بلکہ دوسرے کو نقصان پہنچنے کے بجائے خود اس کے لئے تلخیوں کے ایسے اسباب فراہم ہو جاتے ہیں جو اسے ہمیشہ قرار و سکون سے محروم اور ذہنی الجھنوں میں مبتلا رکھتے ہیں۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ۱۔ اقل الناس لذات الحسود۔ ۲۔ حاسد سب سے بڑھ کر تلخ کام ہوتا ہے ۳۔ اگر اسے یہ یقین ہو کہ خداوندِ عالم جو کچھ کرتا ہے اس میں خیر و مصلحت ہی کار فرما ہوتی ہے، اگر کسی کو عزت و اقبال اور باد و ثروت سے دافرحصہ دیتا ہے۔ تو اس میں بھی اس کی حکمت و مصلحت ہوتی ہے۔ لہذا حسد کرنا حکمت و مصلحت الہی کے خلاف چاہنا ہے اور یہ ایک طرح سے سرکشی و الحاد ہے جو خیر و سعادت کے محرومی کا باعث ہوتا ہے۔

غیر نظر و غضب :- یہ بھی ایک نفسیاتی مرض ہے جس کے نتیجہ میں انسان بے قابو ہو جاتا ہے اور زبان سے ایسے نازیبا کلمات نکل جاتے ہیں یا باتوں سے ایسی حرکت سرزد ہو جاتی ہے جس کے نتائج عموماً ناخوشگوار ہوتے ہیں۔ اگر اسی جہانی کیفیت پر صبر و ضبط کے درمیان غلبہ پایا جائے تو بہت سے مفاسد کا سدباب ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے رشتے پر یہ اثر پڑتا ہے۔ کہ وہ اس زیادتی پر جو غصہ لانے کے باعث ہوئی ہے خود نام و دھرم و شرف و سار ہوتا ہے اور اپنی خطا کا اعتراف کرتے ہوئے معذرت پر آمادہ ہو جاتا ہے جس سے تلخی پھر خوشگوار سے بدل جاتی ہے۔

غیبت :- کسی مومن کی پس پشت برائی کرنا غیبت کہلاتا ہے۔ یہ ایک ایسی ناشائستہ خصلت ہے کہ انسان دوسروں کے عیب کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے تاکہ اپنی عادت کو پورا کرنے کے لئے اسے مولا حاصل ہوتا ہے۔ قدرت نے ہر

خصلت کو مردار خوری سے تعبیر کیا ہے۔ تاکہ انسان کی فطرت کراہت کو ابھار کر اُسے نفرت دلائے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم مِّمَّا يَعْجَبُ  
أَحَدُكُمْ أَوْ يَأْكُلُ لَحْمَ أَخِيهِ  
مَيْتًا.

تم آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ گوارا کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟

غیبت سے منع کرنے اور اس سے نفرت دلانے کے لئے اس سے بہتر کیا تعبیر ہوگی کہ یہ غیبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ یہ قید اس لئے ہے کہ مردہ نہ زبان سے کچھ کہہ سکتا ہے اور نہ ہاتھ سے ردک سکتا ہے جس طرح چاہو اُسے چیر دھاڑ دو اور اس کی ہڈیاں نوچو۔ یہی حالت اس شخص کی ہوتی ہے جس کی غیبت کی جاتی ہے کہ وہ نہ غیبت کرنے والے کی زبان ردک سکتا ہے اور نہ اُسے منع کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ سب برائی اس کے پس پشت ہوتی ہے۔ اس غیبت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے آپس میں نفرت بڑھتی ہے، پھر رفتہ رفتہ اس نفرت کا دائرہ اتنا وسیع ہو جاتا ہے کہ خاندانوں اور قوموں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ جس سے ایسے مفاسد جنم لیتے ہیں جو تباہی و بربادی کی تکمیل کر دیتے ہیں۔

تعبیر یہ کسی شخص کو اس کے عیب یا گناہ کی بنا پر سطون قرار دینا تعبیر کہلاتا ہے۔ یہ بھی بعض لوگوں کا دلچسپ مشغلہ ہے کہ وہ جس میں کوئی بری بات دیکھتے ہیں اس کی تنقیص شروع کر دیتے ہیں۔ اور بعض تو اپنی تعسف پسندی و تنگ مزاجی کی وجہ سے اُسے نہی عن المنکر کے قبیل سے تصور کرتے ہوئے موقع و بے موقع زبان طعن کھول دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ خود اپنا جائزہ لیں تو اس جیسے کتنے ہی محبوب ان کے اندر موجود ہوں گے۔ درحقیقت یہ عیب بینی و نکتہ چینی اپنی ہی غامی ہوتی ہے جو دوسروں کے اندر نظر آتی ہے۔

اے بسا بیچارے کہ بنی درکساں غمے تو باشد درایشاں اے فلاں  
اگر یہ گناہ سے نفرت دلانے اور نصیحت و خیر خواہی کے عنوان سے ہو تو یہ نہی عن المنکر کے قبیل سے بھی جملے گی جو اپنے عمل و مورد سے وابستہ ہے۔ مگر یہ نکتہ چینی تو علاج کے بجائے دوسرے کی تعقیر و تذلیل کے لئے ہوتی ہے جس سے یہ ظہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ خود اس عیب سے بری ہیں۔ لیکن بری ہوں بھی، تو اس کا ذمہ تو نہیں لے سکتے کہ ان کا دامن کبھی مافقہ دار نہ ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ جو آج دوسروں میں کیڑے ڈال رہے ہیں کل ان میں پڑ جائیں۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:-

مَنْ عَصَى مَوْعِظًا بِذَنْبٍ لَمْ يَحْصِلْ  
حَقِّي يَرْكَبْهُ -  
جو کسی موعظ پر اس کے کسی گناہ کی وجہ سے عیب لگاتا ہے وہ ویسے ہی گناہ کا مرکب ہو کر رہتا ہے۔

سورن ظن: کسی مسلم دوسرے کے متعلق خود ساختہ قرائن کی بنا پر خیال فاسد قائم کرنا سورن ظن کہلاتا ہے۔ یہ پھینر خبث فطرت و سوء باطن کی دلیل ہے جس کے نتیجہ میں باہمی تعاون و اعتماد کا ماحول ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے قدرت نے جوگمانی کو

<http://fb.com/ranajabirabbas>

ہے اللہ کبھی بڑے لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے اس کی عزت بڑھ جاتی ہے۔ بہر حال یہ کسی کو گزند پہنچانے کے لئے ہو یا بر بنائے عزت، انتہائی اشتعال انگیزی کا باعث ہوتی ہے جس سے جھگڑے فساد اور خون خرابے تک نہایت پہنچ جاتی ہے۔ اور کبھی قتل ایسے سنگین جرم کا بھی ارتکاب ہو جاتا ہے۔ لہذا کوئی گالی دے تو گالی کا جواب گالی سے دینے کے بجائے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ اور گالی گلوچ سے اپنے کو بچائے رکھنا چاہیے تاکہ یہ سلسلہ آگے نہ بڑھے۔

**اسراف :-** جہاں جتنا صرف کرنا چاہیے اس سے زیادہ مقدار میں صرف کرنا اسراف کہلاتا ہے۔ اور بعض اسے دریا دہلی سمجھتے ہوئے جہاں ایک صرف کرنا چاہیے وہاں دس صرف کرتے ہیں اور دعوتوں اور نمائشی کاموں میں دلی کے حوصلے نکالتے ہیں۔ اور جہاں کسی غریب نادار کی اعانت اور کسی بیروہ و یتیم کی مدد کا سوال آتا ہے تو مالی کمزوری و کساد بانداری کا روناٹے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایسی دریا دہلی نام و نمود کی ہوس کا نتیجہ ہوتی ہے اور یہی اسراف ہے۔ یہ اسراف اگر کھانے پینے کے سلسلہ میں ہو تو اس کے نتیجہ میں طرح طرح کے امراض سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور دوسرے انہود میں ہو تو اس کا نتیجہ تباہی و بربادی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسی مثالوں کی کمی نہیں کہ کسی منجمل طبیعت والے نے کسی تقریب میں نام و نمود کی خاطر یا دسم و رواج کو نبھانے کے لئے زمین یا مکان کو رہن رکھا اور ایک آدھ روٹن خوب چہل پہل اور ترکہ اشتیام دکھانے میں گزارا۔ اور ہوا یہ کہ جو رہا سہا پاس تھا وہ ختم ہوا۔ سود و سود کی بدولت مکان نیلام ہوا۔ اب نہ کوئی ٹھکانہ رہا اور نہ سر چھپانے کی کوئی جگہ۔ انسان عزت و شائستگی کی زندگی اسی صورت میں گزار سکتا ہے جب وہ اعتدال و میاندوری سے کام لے۔ ورنہ اسراف کے نتیجہ میں اقتصادی الجھن اور تنگ دستی و پریشانی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

**تبذیر :-** جہاں صرف نہ کرنا چاہیے وہاں صرف کرنا تبذیر کہلاتا ہے۔ اس بے عمل جو در سنا کے مظاہرہ کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے گرد خوشامدیوں اور بازاری قسم کے لوگوں کا ایک حلقہ پیدا ہو جاتا ہے جو اس کی بے جا تعریف و خوشامدی کرتے آئے خود پسند بنا دیتے ہیں۔ اور وہ انہیں اپنا خیر خواہ دوست سمجھ کر دیا دلاتا رہتا ہے، اور غریب نادار اور مستحق و فقیر اس کے اہل سے محروم رہتے ہیں۔ یہ بے عمل داد و دہش بد بختی کی علامت اور آخری سعادت سے محرومی کا باعث ہوتی ہے۔

چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

اذا اردت ان تعلوا شقی الرجل ام  
سعید فانظر سیدہ و معوزہ الی  
من یصنع فان کان یصنع الی من  
هو اہلہ فاعلم انہ الی خیر وان  
کان یصنع الی غیر اہلہ فاعلم انہ  
لیس لہ عند اللہ خیر۔

جب تم یہ باتنا چاہو کہ فلاں شخص بد بخت ہے یا نیک،  
تو اس کی داد و دہش کو دیکھو کہ وہ کن سے حسن سلوک کرتا  
ہے اگر وہ اہل و مستحق افراد کو دیتا ہے تو وہ بھلائی کی  
راہ پر گامزن ہے۔ اور اگر نا اہل سے سلوک کرتا ہے تو  
یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے لئے کوئی  
بھلائی نہیں ہے۔

**سوال :-** دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتا اپنی عزت سے ہاتھ اٹھاتا ہے۔ اس لئے کوئی با عزت انسان انتہائی  
نکلی و صریح کے باوجود سوال کرنا گوارا نہیں کر سکتا۔ یہ دنیا میں بھی رویہ سیاحی کا سبب ہے اور آخرت میں بھی۔ اس سے بجا رہا

ہوگی۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

ایکھو سوال الناس فانہ ذل  
فی الدنیا وفقر تعجلونہ وجاب  
طویل یوم القیمة۔

لوگوں سے سوال کرنے اور مانگنے سے بچے رہو کیونکہ یہ دنیا  
میں ذلت و فقر کا باعث ہے اور آخرت میں حساب  
کتاب دینا ہوگا۔

سوال کی عادت عموماً فقر و ناداری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جس سے انسان عزت نفس کھو بیٹھتا ہے۔ اسی چیز کے  
پیش نظر صلحاء وابرار احتیاج و تنگ دستی سے پناہ مانگتے رہے ہیں کہ مبادا یہ تنگ دستی سوال پر مجبور کر دے۔ اور اخلاق  
کی پاکیزگی ختم ہو جائے۔ مال و دولت سے بھی اگر اس کا معرفت صحیح ہو تو اخلاق کی نگہداشت کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر  
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نعوذ بعون علی تعوی اللہ الغنا۔ وسعت مال تقویٰ الہی میں معین و معاون  
ہوتی ہے۔ اسی مال و دولت کی وجہ سے انسان مالِ عبادت کو سرانجام دیتا ہے اور حج، خمس، زکوٰۃ، کفارہ، صلہ رحم و صدقات  
سب اسی سے وابستہ ہیں۔

جب کسی بات سے غمگین یا گناہوں کی وجہ  
سے پریشان ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے:-

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
إِذَا حَزَنَهُ أَمْرٌ أَوْ أَهَمَّتْهُ الْخَطَايَا

اے اللہ! اے یکہ و تنہا اور کمزور و ناتوان کی دہتوں  
میں، کفایت کرنے والے اور خطرناک مرحلوں سے بچا  
لے جانے والے! گناہوں نے مجھے بے یار و مددگار  
چھوڑ دیا ہے۔ اب کوئی ساتھ نہیں ہے اور میرے  
غضب کے برداشت کرنے سے عاجز ہوں۔ اب  
کوئی سہارا دینے والا نہیں ہے۔ میری طرف بازگشت  
کا خطرہ درپیش ہے، اب اس دہشت سے کوئی  
تسکین دینے والا نہیں ہے اور جب کہ تو نے مجھے  
خوف زدہ کیا ہے تو کون ہے جو مجھے تجھ سے مطمئن  
کرے۔ اور جب کہ تو نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے، تو  
کون ہے جو میری دستگیری کرے۔ اور جب کہ تو  
نے مجھے ناتواں کر دیا ہے تو کون ہے جو مجھے قوت  
دے۔ اے میرے معبود! پروردہ کو کوئی پناہ

اللَّهُمَّ يَا كَارِي الْفَرْدِ الضَّعِيفِ وَ  
قَارِي الْأُمَمِ الْخَوْفِ أَفَرِّدْنِي الْخَطَايَا  
فَلَا صَاحِبَ مَعِيَ وَ ضَعُفْتُ مَعَكَ  
غَضَبِكَ فَلَا مُؤَيِّدَ لِي وَ أَشْرَفْتُ  
عَلَى خَوْفِ لِقَائِكَ فَلَا مُسَكِّنَ  
لِمُدْعَائِي وَ مَنْ يُؤْمِنُ بِكَ وَأَنْتَ  
أَخَفْتَنِي وَ مَنْ يُسَاعِدُنِي وَأَنْتَ  
أَفَرَّدَكُنِي وَ مَنْ يُقَوِّمُنِي وَأَنْتَ  
أَضَعَفْتَنِي لَا يُجِيرُنِي إِلَّا إِلَهِي إِلَّا  
رَبِّي عَلَى مَرْبُوبٍ وَ لَا يُؤْمِنُ إِلَّا  
خَالِيكَ عَلَى مَعْلُوبٍ وَ لَا يُعِينُ إِلَّا  
طَائِفٌ عَلَى مَسْطُوبٍ وَ يَبِيدُكَ  
يَا إِلَهِي جَمِيعُ ذَلِكَ السَّكْبُ وَ

إِلَيْكَ الْيَقْدَرُ وَالْمَهْرَبُ فَصَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَجْرُهُ رَافِعٌ  
وَأَنْجِيَهُمْ مِّنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ  
إِلَيْكَ إِنْ صَرَفْتَ عَنِّي رَجْعَكَ  
الْكَرِيمَ أَوْ مَنَعْتَنِي فَضْلَكَ  
الْجَبِيلَ أَوْ حَطَرْتَ عَلَيَّ  
رِضَاكَ أَوْ قَطَعْتَ عَنِّي سَبِيلَكَ  
لَمْ أَجِدِ السَّبِيلَ إِلَى شَيْءٍ مِنْ  
أَمْرِ غَيْرِكَ وَكَهْ أَقْبِرُ عَلَى  
مَا عِنْدَكَ بِمَعُونَةِ سَوَاكَ  
فِيَّ عَبْدُكَ رَفِيعُ تَبَضُّعِكَ  
تَا صِيَّتِي بِبَيْدِكَ إِلَّا مَرُّ  
لَا أَمْرِي مَعَ أَمْرِكَ  
مَا حِينَ فِي حُكْمِكَ عَدْلٌ  
فِي قَضَائِكَ وَلَا تَوَرُّوهُ  
عَلَى الْخُفْرِ مِنْ مَلْطَانِكَ  
وَلَا أَسْتَطِيعُ مَحَبَّةَكَ قُدْرَتَكَ  
وَلَا أَسْتَيْمِلُ هَوَاكَ وَلَا أَبْلُغُ  
رِضَاكَ وَلَا أَنَالُ مَا عِنْدَكَ إِلَّا  
بِطَاعَتِكَ وَبِفَضْلِ رَحْمَتِكَ  
إِلَهِي أَصْبَحْتُ وَأَمْسَيْتُ عَبْدًا  
دَاخِرًا لَكَ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي  
نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا بِكَ أَشْهَدُ  
بِذَلِكَ عَلَى نَفْسِي وَأَعْلَانِي  
بُخْبَعِ قُوَّتِي وَفِلَةِ جَنَلَتِي  
فَأَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَ لِي  
وَتَبَارَكَ مَا أَتَيْتَنِي

نہیں دے سکتا، سوائے اس کے پروردگار کے اور  
شکست خوردہ کو کوئی امان نہیں دے سکتا، سوائے  
اس پر غلبہ پانے والے کے۔ اور طلب کردہ کی کوئی  
مدد نہیں کر سکتا سوائے اس کے طالب کے۔ یہ تمام  
وسائل اسے میرے مہرود تیرے ہی ہاتھ میں ہیں، اور  
تیری ہی طرف راہ فرار و گریز ہے، لہذا تو محمدؐ اور ان  
کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میرے گریز کو اپنے دامن  
میں پناہ دے اور میری حاجت بر لائے اللہ! اگر تو نے  
اپنا پاکیزہ رُخ مجھ سے موٹ لیا اور اپنے احسانِ عظیم سے  
دریغ کیا یا اپنے رزق کو بند کر دیا، یا اپنے رشتہ رحمت  
کو مجھ سے قطع کر لیا تو میں اپنی آرزوؤں تک پہنچنے کا  
وسیلہ تیرے سوا کوئی پا نہیں سکتا اور تیرے ہاں کی چیزوں  
پر تیری مدد کے سوا دسترس حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں  
تیرا بندہ اور تیرے قبضہ قدرت میں ہوں اور تیرے ہی  
ہاتھ میں میری باگ ڈور ہے۔ تیرے حکم کے آگے میرا حکم  
نہیں چل سکتا۔ میرے بارے میں تیرا فرمان جاری اور  
میرے حق میں تیرا فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہے تیرے  
قلم و سلطنت سے نکل جانے کا مجھے بارانہیں اور تیرے  
اعطاء قدرت سے قدم باہر رکھنے کی طاقت نہیں اور  
نہ تیری محبت کو حاصل کر سکتا ہوں۔ نہ تیری رضا مندی  
تک پہنچ سکتا ہوں اور نہ تیرے ہاں کی نعمتیں پاسکتا ہوں  
مگر تیری اطاعت اور تیری رحمت فراموشی کے وسیلہ  
سے۔ اے اللہ! میں ہر حال میں تیرا ذلیل بندہ ہوں۔  
تیری مدد کے بغیر میں اپنے سود و زیاں کا مالک نہیں۔  
میں اس مجزوبے بضاحتی کی اپنے بارے میں گواہی دیتا  
ہوں اور اپنی کمزوری و بے چارگی کا اعتراف کرتا  
ہوں۔ لہذا جو وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے اسے پورا کر

يَا بَنِي عَبْدِكَ الْيَسِيرِينَ الْمُسْكِينِ  
الضَّعِيفِ الضَّرِيرِ الْفَقِيرِ الْهَلِينِ  
الْفَقِيرِ الْخَائِفِ الْمُسْتَعِينِ اللَّهُمَّ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَلَا تَجْعَلَنِي  
نَاسِيًا لِكُرِّكَ فِيمَا أَوْكَيْتَنِي وَ  
لَا عَافِيًا لِرِضَاكَ فِيمَا أَبْكَيْتَنِي  
وَلَا آيِسًا مِنْ إِجَابَتِكَ فِي قَلْبِي  
أَبْطَأتْ عَنِّي فِي سَأَلِي كُنْتُ أَوْ  
هَمَزًا أَوْ شِدَّةً أَوْ رَحْمَةً أَوْ عَافِيَةً  
أَوْ بَلَاءً أَوْ بُلُوْسًا أَوْ نَعْمَةً أَوْ  
جَدَّةً أَوْ لَا وَآءَ أَوْ كُفْرًا أَوْ غِيًثًا  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ  
اجْعَلْ ثَنَائِي عَلَيْكَ وَتَدْعِي إِتَاكَ  
وَحَمْدِي لَكَ فِي كُلِّ حَالَةٍ حَتَّى  
لَا أُنْزِلَ مِنْهَا أَتَيْتَنِي مِنَ الدُّنْيَا وَلَا  
أَحْزَنَ عَلَى مَا مَنَعْتَنِي فِيهَا وَآشَعَزَ  
قَلْبِي كُفْرًا وَاسْتَعْمِلَ بَدَائِي فِيمَا  
تَقْبَلُهُ مِنِّي وَاشْغَلْ بِطَاعَتِكَ قَلْبِي  
عَنْ كُلِّ مَا يَرُدُّ عَلَى حَتَّى لَا أُحِبَّ شَيْئًا  
مِنْ سَخَطِكَ وَلَا أَشْغَطُ شَيْئًا  
مِنْ رِضَاكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
وَآلِهِ وَكَبِّرْ قَلْبِي لِحُبِّكَ وَاشْغَلْ  
بِذِكْرِكَ وَانْعَشْ بِخَوْفِكَ وَ  
بِالْوَجْدِ مِنْكَ وَكُوفٍ بِالرَّغْبَةِ  
إِلَيْكَ وَآمِلْهُ إِلَى طَاعَتِكَ وَاجْهَرْ  
بِهِ فِي أَحَبِّ السُّبُلِ إِلَيْكَ وَذَلِّلْهُ  
بِالرَّغْبَةِ فِيمَا عِنْدَكَ أَيَّامَ حَيَاتِي

اور جو دیا ہے اُسے تکمیل تک پہنچا دے۔ اس لئے  
کہ میں تیرا وہ بندہ ہوں جو بے لڑا، عاجز، کمزور،  
بے سرو سامان، حقیر، ذلیل، نادار، خوفزدہ، اور  
پناہ کا خواستگار ہے۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما  
محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے اُن عظمتوں میں جو تو  
نے مجھے میں فراموش کار اور اُن نعمتوں میں جو تو نے  
مطا کی ہیں احسانِ ناشناس نہ بنا دے اور مجھے  
دُعا کی قبولیت سے ناامید نہ کر اگرچہ اُس میں تاخیر  
ہو جائے۔ آسائش میں ہوں یا تکلیف میں، تنگی میں  
ہوں یا فارغ البالی میں۔ تندرستی کی حالت میں ہوں یا  
بیماری کی، بد حالی میں ہوں یا خوشحالی میں، تو نگرانی میں  
ہوں یا حسرت میں۔ فقر میں ہوں یا دولت مند میں،  
اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے  
ہر حالت میں مدد و ستائش و سپاس میں مصروف رکھ دے  
تک کہ دنیا میں سے جو کچھ تو دے اس پر خوش نہ ہونے  
لگوں اور جو روک لے اس پر رنجیدہ نہ ہوں۔ اور ہرگز  
کو میرے دل کا شمار نہا اور میرے جسم سے وہی کام لے  
جسے تو قبول فرمائے اور اپنی اطاعت میں انہماک کے  
ذریعہ تمام دنیوی علائق سے فارغ کر دے تاکہ اس چیز کو  
جو تیری ناراضگی کا سبب ہے دوست نہ رکھوں اور جو چیز  
تیری خوشنودی کا باعث ہے اُسے ناپسند نہ کر دوں۔ اے  
اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور زندگی بھر  
میرے دل کو اپنی محبت کے لئے فارغ کر دے۔ اپنی یادیں  
اسے مشغول رکھ، اپنے خوفؑ ہر اس کے ذریعہ دگاہوں  
کی، تلافی کا موقع دے، اپنی طرف رجوع ہونے سے  
اس کو قوت و توانائی بخش، اپنی اطاعت کی طرف  
اسے مائل کر اور اپنے پسندیدہ ترین راستہ پر چلا اور

كُلِّهَا وَاجْعَلْ تَعَوَّاتِكَ مِنَ الذَّنْبِ  
 ذَاوِي ذَا اِلٰی رَحْمَتِكَ رَحْمَتِي وَفِي  
 مَرْضَاتِكَ مَدَحِي وَاجْعَلْ فِي  
 حَبَّتِكَ مَشَوَايَ وَهَبْ لِي قُوَّةَ اَحْقِلْ  
 بَهَا جَمِيعَ مَرْضَاتِكَ وَاجْعَلْ قِدَارِي  
 اِيَّتِكَ وَرَغْبَتِي فِيمَا عِنْدَكَ وَالْبَسْ  
 قَلْبِي الْوَحْشَةَ مِنْ شَرِّ رِخْلَيْكَ وَ  
 هَبْ لِي الْاُنْسَ بِكَ وَيَا اَوْلِيَا اَتْلُكَ وَ  
 اَهْلَ طَاعَتِكَ وَلَا تَجْعَلْ لِي مُجَادٍ وَلَا  
 كَا فِرَ عَلَيَّ مِنْهُ وَلَا لَهْ عِنْدِي يَدًا  
 وَلَا يَحِي اِيَّتَهُ حَاجَةً بَلِ اجْعَلْ سُلُوكِي  
 كَلْبِي وَ اُنْسَ كَلْبِي كَا سَتَعْنَانِي وَ  
 كَيْفَا يَحِي بِكَ وَبِحَبِيَا يَحْلُوكَ . اَللّٰهُمَّ  
 صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاجْعَلْنِي لَهُمْ قَرِيْنًا  
 وَاجْعَلْنِي لَهُمْ نَصِيْرًا وَ اَمْلَنْ عَلَى بَشُوْرِي  
 اِيَّتِكَ وَبِالْعَمَلِ لَكَ بِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى  
 اِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَ ذٰلِكَ  
 عَلَيْكَ يَسِيْرٌ .

اپنی نعمتوں کی طلب پر اسے تیار کر اور پرہیزگاری کو میرا  
 توشہ، اپنی رحمت کی جانب میلا سٹو، اپنی خوشنودی میں  
 میرا گندہ اور اپنی جنت میں میری منزل قرار دے اور مجھے  
 ایسی قوت عطا فرما جس سے تیری رضا مند یوں کا بوجھ  
 اٹھا لوں۔ اور میرے گریز کو اپنی جانب اور میری خواہش  
 کو اپنے ہاں کی نعمتوں کی طرف قرار دے، اور مجھے  
 لوگوں سے میرے دل کو مستوحش اور اپنے اور اپنے دوستوں  
 اور فرماں برداروں سے مانوس کر دے اور کسی بدکار اور  
 کافر کا مجھ پر احسان نہ ہو۔ نہ اس کی نگاہ و کرم مجھ پر  
 ہو اور نہ اس کی مجھے کوئی احتیاج ہو، بلکہ میرے  
 دل سکون، قلبی لگاؤ اور میسر ہی بے نیازی و  
 کارگزاری کو اپنے اور اپنے برگزیدہ بندوں سے  
 وابستہ کر۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت  
 نازل فرما اور مجھے ان کا ہم نشین و مددگار قرار دے  
 اور اپنے شوق و دارنگاہی اور اُن اسماء کے ذریعہ جنس  
 تو پسند کرنا اور جن سے خوش ہوتا ہے، مجھ پر احسان  
 فرما۔ اس لئے کہ تو ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کام تیرے  
 لئے آسان ہے۔

جب انسان کو گناہوں کا احساس ہوتا ہے تو وہ اپنے کو کیتہ و تنہا محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اُس کا بوجھ  
 بٹکنے والا اور ان گناہوں کا بار ہلکا کرنے والا کوئی نہیں ہے اس لئے اپنے گرد و پیش دوستوں کے اجتماع کے باوجود وہ اپنے  
 کو تنہا سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور جب گناہ کے نتیجہ میں غضب و انتقام الہی کا تصور کرتا ہے تو اس کے مقابلہ میں اپنی  
 قوت و طاقت کا مجرور کمزور پاتا ہے۔ اور جب حشر و نشر، حساب و کتاب اور ہر منہ و قبر کی سختیوں کا تصور کرتا ہے۔ تو  
 اس پر خوف و ہراس طاری ہو جاتا ہے۔ یہ خوف و ہراس گناہ گناہ غضب الہی اور حشر و نشر کے تصور  
 سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے امام علیہ السلام نے ان چیزوں کی نسبت انہی اسباب کی طرف دی ہے۔ پھر اسباب و  
 وسائل سے قطع نظر کرتے ہوئے اللہ سبحانہ کی طرف نسبت دیتے ہیں۔ کیونکہ حقیقت وہی مجرور و تنہا و خوف کے اسباب  
 پیدا کرنے والا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

ذَلِكْ يَخْوْفُ اللّٰهَ بِمَعْبَادِهِ يَا  
عِبَادِ فَاتَّقُوْنَهُ

یہ وہ عذاب ہے جس سے خدا نے اپنے بندوں کو ڈرایا  
ہے۔ اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو۔

ایسی صورت میں خوف و ہراس سے تسلی حاصل کرنے کا جب کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا اور اسی سے خوف و پریشانی، تنہائی و بے کسی اور اپنی عاجزی و بے بسی کا مداوا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ کوئی پناہ دینے والا، اور خوف و اضطراب کا دور کرنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: "فروا من اللہ الی اللہ" اللہ کے مذاب سے اللہ ہی کے دامن میں پناہ مانگو۔ اور حضرت نے اس دعا میں صرف اُسی کو پناہ دینا قرار دینے پر اس طرح استدلال فرمایا کہ وہ رب ہے جس کے معنی مالک کے ہیں اور اس کے علاوہ ہر فرد مملوک اور اس کے دائرہ ربوبیت کے اندر ہے۔ تو مملوک کا مالک کے مقابلہ میں کیا بس مل سکتا ہے کہ وہ اس کے غضب و انتقام سے بیرون سکے۔ اور وہ غالب ہے۔ اور اس کے علاوہ سب شکست خوردہ و مغلوب ہیں۔ لہذا جو خود مغلوب ہو وہ غالب کے مقابلہ میں کیا پناہ دے سکتا ہے۔ جب کہ اُسے قلبہ و تسلط حاصل ہی نہیں ہے۔ اور وہ طالب ہے، بایں معنی کہ وہ سب کو اپنی بارگاہ میں طلب کرنے والا اور اُن کے اعمال کا جائزہ لینے والا ہے۔ اور اس کے علاوہ سب کے سب وہاں حساب و کتاب کے لئے مطلوب ہیں۔ اور ایک فرد کے لئے بھی ہائے گریہ نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: "واللہ من فی راتھو محیط"۔ اللہ اُن کا آگے سے اور پیچھے سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔ لہذا جو خود مطلوب و ماخوذ ہو وہ طالب کے مقابلہ میں کیا مدد کر سکتا ہے۔ اب اگر کہیں پناہ طلب کی جا سکتی ہے تو اُسی کے سایہ رحمت میں اور خوف و ہراس کے اندھیرے چھٹ سکتے ہیں۔ تو اُسی کے فضل و کرم کی روشنی سے، اور انسان اس کے سامنے عاجز و دماندہ اور بے بس و لاچار ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں اُسی کا امر نافذ اور اسی کا حکم کارفرما ہے اور اُسی کے ہاتھ میں تمام اسباب و وسائل ہیں۔ اس کے یہ معنی نہ سمجھے جائیں کہ انسان اپنے اقبال پر اختیار ہی نہیں رکھتا اور اس سلسلہ میں بے بس و مجبور ہے۔ کیونکہ قدرت کی طرف سے صرف اسباب اور وسائل مہیا ہوتے ہیں۔ جس کے بعد وہ اچھے اور بُرے کاموں کو با اختیار خود انجام دیتا ہے۔ چنانچہ جہاں تک ان افعال کے لئے قوتیں و کارتھیں وہ قدرت کا عطیہ ہیں جنہیں اچھے اور بُرے دونوں قسم کے کاموں میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ اور جب توفیق الہی سے انہیں اچھے کاموں میں صرف کرتا ہے تو یہ اُس کا اختیاری فعل ہوتا ہے جس پر وہ جزا و ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اور قدرت کی طرف سے اسباب و قوتی کا مہیا ہونا ان افعال کے وقوع کی علت نہیں ہے کہ اُسے اپنے کاموں میں مجبور رکھ لیا جائے۔ البتہ توفیق الہی کا شامل حال ہونا ایک انعام خداوندی ہے۔ جو ہر اس شخص کی دست گیری کے لئے آادہ ہے جو فکر و عمل سے اس کے لئے راستہ ہموار کر دیتا ہے۔ اور یہ اس کی توفیق ہی کا کرشمہ ہے کہ انسان خواہشات و ہذبات کو دبا کر اپنے اعضا کو اس کی جہاد میں، اپنے دل کو اس کی یاد میں اور اپنی زبان کو اس کے ذکر میں مصروف رکھتا ہے۔ اور خواہش پرستی کے مقابلہ میں اس کی خوشنودی و رضا مندی کو ترجیح دیتا ہے۔ یہاں تک کہ کسی سے محبت ہے تو اس لئے کہ وہ اللہ کا فرمانبردار اور اس کا دست ہے اور کسی سے بغض ہے تو اس لئے کہ وہ عامی و منافقان اور اُس کا دشمن ہے۔ غرض اس کا جینا، مرنا، اٹھنا، بیٹھنا، میل فلت رکھنا سب اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اس کی

خوشنودی کے لئے ہوتا ہے اور اس کے مقابلہ میں نہ کسی مصیبت کو مصیبت اور نہ کسی نقصان کو نقصان سمجھتا رہتا ہے۔

## شدائد و مشکلات کے موقع پر یہ دعا پڑھتے:-

اے میرے معبود! تو نے اصلاح و تہذیب نفس کے بارے میں جو تکلیف مجھ پر عائد کی ہے اس پر تو مجھ سے زیادہ قدرت رکھتا ہے اور تیری قوت و توانائی اس امر پر اور خود مجھ پر میری قوت و طاقت سے فزوں تر ہے لہذا مجھے ان اعمال کی توفیق دے جو تیری خوشنودی کا باعث ہوں۔ اور صحت و سلامتی کی حالت میں اپنی رضامندی کے تعاضے مجھ سے پورے کرے۔ بار الہا! مجھ میں مشقت کے مقابلہ میں ہمت، مصیبت کے مقابلہ میں صبر اور فقر و اعیان کے مقابلہ میں قوت نہیں ہے۔ لہذا میری ریزی کو روک دے اور مجھے اپنی مخلوق کے حوالے نہ کر۔ بلکہ بلا واسطہ میری حاجت بر لا اور خود ہی میرا کارساز بن اور مجھ پر نظر شفقت فرما اور تمام کاموں کے سلسلہ میں مجھ پر نظر کرم رکھ۔ اس لئے کہ اگر تو نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا تو میں اپنے امور کی انجام دہی سے عاجز رہوں گا۔ اور جن کاموں میں میری بہبودی ہے۔ انہیں انجام نہ دے سکوں گا۔ اور اگر تو نے مجھے لوگوں کے حوالے کر دیا تو وہ تیرے یوں پر بل ڈال کر مجھے دیکھیں گے۔ اور اگر عزیزوں کی طرف وکیل دیا تو وہ مجھے نا امید رکھیں گے۔ اور اگر کچھ دیں گے تو قلیل و ناخوشگوار، اور اس کے مقابلہ میں احسان زیادہ رکھیں گے اور برائی بھی حد سے بڑھ کر کریں گے۔ لہذا اے میرے معبود! تو اپنے فضل و کرم کے ذریعہ مجھے بے نیاز نہ کر۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
الشَّدَاةُ وَالْجَهْدُ وَالْعُسْرُ الْأَثْوَرُ

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ كَلَفْتَنِيْ مِنْ نَفْسِيْ مَا اَنْتَ  
اَمْلَكَ بِهِ وِتْنِيْ وَقَدْ رَتَكَ عَلَيْهٖ وَ  
عَلَى اَعْلَبٍ مِنْ قُدْرَتِيْ فَاَعْطِنِيْ مِنْ  
نَفْسِيْ مَا يَرْضِيْكَ عَلَيَّ وَخُذْ لِنَفْسِكَ  
رِضًا مَا مِنْ نَفْسِيْ فِيْ عَائِيْكَ اَللّٰهُمَّ  
لَا طَاغَةَ لِيْ بِالْجَهْدِ وَلَا هَيْبَةَ لِيْ عَلَى  
الْبَلَاءِ وَلَا تَوَكَّلْ لِيْ عَلَى الْفَقْرِ وَلَا  
تَحْطُرْ عَلَيَّ رِيْقِيْ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلَى خَلْقِكَ  
بَلْ تَفَرِّدْ بِحَاجَتِيْ وَكَوْلْ كِفَايَتِيْ  
وَاُنْظُرْ اِلَيَّ وَانْظُرْنِيْ فِيْ مَجِيْعِ اُمُوْرِيْ  
فَاِنَّكَ اِنْ وَكَلْتَنِيْ اِلَى نَفْسِيْ عَجَزْتُ  
عَنْهَا وَكُلُّ اُفْسٍ مَا فَيْتِهٖ مَضْلَعَتُهَا وَ  
اِنْ وَكَلْتَنِيْ اِلَى خَلْقِكَ تَجْهَلُوْنِيْ وَ  
اِنْ اَلْتَجَا كُنِيْ اِلَى كَرَابَتِيْ حَرَمُوْنِيْ وَ  
اِنْ اَعْطَوْا اَعْطَوْا قَلِيْلًا نَزَكًا وَمَلُوْا  
عَلَيَّ كَلُوْا يَلًا وَذَمُّوا كَثِيْرًا بِفَضْلِكَ  
فَيَفْضُلِكَ اَللّٰهُمَّ قَاغْنِنِيْ وَبِعَظَمَتِكَ  
قَاغْنِنِيْ وَبِسَعْمَتِكَ قَاغْنِنِيْ  
رَبِّمَا عِنْدَكَ قَاغْنِنِيْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَخَلِصْنِيْ مِنَ  
الْحَسَدِ وَاصْصِرْنِيْ عَنِ الذُّنُوْبِ وَ  
قَرِّغْنِيْ عَنِ الْمَعَارِمِ وَلَا تُجَرِّثْنِيْ

عَلَى الْمُعَاصِي وَاجْعَلْ هَوَايَ  
عِنْدَكَ دَرِيصًا يَتِمَّ بِرِدِّكَ عَلَى مِنْكَ  
وَبَارِكْ لِي نِيْمًا رَسْمًا ثَنِيًّا وَيَسِّرْ  
عَوْلَتِي وَفِيْمَا أَلْعَمْتُ بِهِ عَلَى  
وَاجْعَلْ لِي فِي كُلِّ حَالَةٍ مَخْفُوظًا  
مَكْلُوءًا مَسْتُورًا مَمْنُوعًا  
مَعَادًا مُجَارًا اللَّهُمَّ صَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَآلِهِ  
عَنِّي كُلَّ مَا أَلْزَمْتَنِي بِهِ وَ  
فَرَضْتَهُ عَلَيَّ لَكَ سَيِّئَةٌ وَجِبْ  
مِنْ وَجْهِكَ طَاعَتِكَ أَوْ يَخْلُقْ  
مِنْ خَلْقِكَ وَإِنْ ضَعُفَ عَنِّي  
ذَلِكَ بَدَلِي وَهَنْتَ عَنِّي  
فَوَدِّي وَلَوْ كُنْتُ مَقْدُورِي وَلَوْ  
يَسَعُهُ مَالِي وَلَا ذَاتُ يَدِي  
ذَكَرْتُهُ أَوْ كُنْتُ هُوَ يَارَبِّ مَا  
قَدْ أَحْصَيْتَهُ عَلَيَّ وَآخَفَيْتَهُ أَنَا  
مِنْ نَفْسِي فَادِّهِ عَنِّي مِنْ جَزِيلِ  
عَطِيَّتِكَ وَكَبِيرِ مَا عِنْدَكَ فَإِنَّكَ  
وَاسِعٌ كَرِيمٌ حَتَّى لَا يَبْقَى عَلَيَّ شَيْءٌ  
مِنْهُ فَرِيدٌ أَنْ تُقَاصِيَتِي بِهِ مِنْ  
حَسَنَاتِي أَوْ تُصَانِعَتِي بِهِ مِنْ  
سَيِّئَاتِي يَوْمَ أَلْفَاكَ يَا رَبِّ اللَّهُمَّ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَأَرْسَالِي  
الرَّغْبَةِ فِي الْعَمَلِ لَكَ لَا خَيْرَ لِي  
حَتَّى أَغْرِبَ صِدْقِي ذِيكَ مِنْ  
قَلْبِي وَحَتَّى يَكُونَ الْغَايِبُ

اور اپنی بزرگی و عظمت کے وسیلہ سے میری احتیاج  
کو برطرف فرما اور اپنی تو نگری دوست سے میرا ہاتھ کشاؤ  
کر دے اور اپنے ہاں کی نعمتوں کے ذریعہ مجھے (دوسرے  
سے) بے نیاز بنا دے۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما  
مجھ اور ان کی آل پر اور مجھے حسد سے نجات دے،  
اور گناہوں کے ارتکاب سے روک دے۔ اور حرام  
کاموں سے بچنے کی توفیق دے، اور گناہوں پر جرات  
پیدا نہ ہونے دے اور میری خواہش و رغبت اپنے سے  
وابستہ رکھ اور میری رضا مندی انہی چیزوں میں قرار  
دے جو تیری طرف سے مجھ پر وارد ہوں، اور مذاق و  
بخشش و انعام میں میرے لئے افزائش فرما اور مجھے  
ہر حال میں اپنے حفظ و نگہداشت، حجاب و نگرانی اور  
پناہ و امان میں رکھ۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما مجھ  
اور ان کی آل پر اور مجھے ہر قسم کی اطاعت کے بھالنے  
کی توفیق عطا فرما جو تو نے اپنے لئے یا مخلوقات میں سے  
کسی کے لئے مجھ پر لازم و واجب کی ہو۔ اگرچہ اُسے  
انعام دینے کی سکت میرے جسم میں نہ ہو، اور میری  
قوت اس کے مقابلے میں کمزور ثابت ہو اور میری  
مقتدرت سے باہر ہو اور میرا مال و اثاثہ اس کی گنجائش  
نہ رکھتا ہو۔ وہ مجھے یاد ہو یا بھول گیا ہوں۔ وہ تو  
اسے میرے پروردگار! ان چیزوں میں سے ہے جنہیں  
تو نے میرے ذمہ شمار کیا ہے اور میں اپنی سہل انگاری  
کی وجہ سے اُسے بھانہ لایا۔ لہذا اپنی وسیع بخشش اور  
کثیر رحمت کے پیش نظر اس (کمی) کو پورا کر دے۔ اس  
لئے کہ تو تو نگرد کریم ہے۔ تاکہ اے میرے پروردگار!  
جس دن میں تیری ملاقات کروں اس میں سے کوئی  
ایسی بات میرے ذمہ باقی نہ رہے کہ تو اس کے مقابلہ

میں یہ چاہے کہ میری نیکیوں میں کمی یا میری بدیوں میں اضافہ کر دے۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور آخرت کے بیش نظر صرف اپنے لئے عمل کی رغبت عطا کر یہاں تک کہ میں اپنے دل میں اس کی صحت کا احساس کر لوں اور دنیا میں زہد و سبہ رغبتی کا جذبہ مجھ پر غالب آجائے اور نیک کام شوق سے کروں اور خوف دہراں کی وجہ سے بڑے کاموں سے محفوظ رہوں۔ اور مجھے ایسا نورِ دِلم و دانش عطا کر جس کے پر تو میں لوگوں کے درمیان (بے کھٹکے) چلوں پھروں اور اُس کے ذریعہ تاریکیوں میں ہدایت پاؤں اور شکوک و شبہات کے دھندلوں میں روشنی حاصل کروں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اندوہ عذاب کا خوف اور ثوابِ آخرت کا شوق میرے اندہ پیدا کر دے تاکہ جس چیز کا تجھ سے طالب ہوں اس کی لذت اور جس سے پناہ مانگتا ہوں اس کی تکلیف عکس کر سکوں۔ ہاں الہا! جن چیزوں سے میرے دینی اور دنیوی امور کی بہبودی وابستہ ہے تو انہیں خوب جانتا ہے۔ لہذا میری عاجزوں کی طرف خاص توجہ فرما۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور خوش حالی و شگستگی اور صحت و بیماری میں جو نعمتیں تو نے بخشی ہیں اُن پر اُن کے شکر میں کوتاہی کے وقت مجھے اعتراف حق کی توفیق عطا کر تاکہ میں خوفِ امن، رضا و غضب اور نفع و نقصان کے موقع پر تیرے حقوق و وظائف کے انجام دینے میں مسترت تلبی و اطمینانِ نفس محسوس کروں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میرے سینہ کو حسد سے پاک کر دے تاکہ میں مخلوقات

لِیَ الزُّهْدِ فِی دُنْیَایَ وَ حَتَّى  
أَعْمَلَ الْحَسَنَاتِ شَوْقًا وَ اِمِنْ  
مِنَ الشَّيْثَانِ كَرًا وَ خَوْفًا وَ  
هَبْ لِی لَوْ رَا اَمِشِیْ بِہِ فِی  
النَّاسِ وَ اِهْتَدِیْ بِہِ فِی الظُّلُمَاتِ  
وَ اَسْكُنْ بِہِ مِنْ الشَّكِّ وَ  
السُّبْحَاتِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ  
وَ اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ خَوْفًا غَفِیْرًا  
الْوَعْدِ وَ شَوْقًا لِّوَابِ التَّوَعُّدِ  
حَتّٰی اَحَدَ لَذَّةٍ مَّا اَدْعُوْكَ  
لَہٗ وَ كَاثِبَةً مَّا اسْتَجِیْرُکَ  
مِنْہٗ اَللّٰهُمَّ قَدْ تَعَلَّمْتُ مَّا  
یُصْلِحُنِیْ مِنْ اَمْرِ دُنْیَایَ  
وَ اٰخِرَتِیْ فَکُنْ بِحَوَالِیْ حَفِیظًا  
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اٰلِہٖ وَ  
اَزْوَاجِہٖ اَلْحَقِّ عِنْدَ کُلِّ صَبْرِیْ  
فِی الشُّکْرِ بِمَا اَنْعَمْتَ عَلَیَّ  
فِی الْبُسْرِ وَ الْعُسْرِ وَ الْفَقْرِ وَ  
الشَّقْرِ حَتّٰی اَتَعْرِفَ مِنْ نَفْسِیْ  
رَوْحَ الرِّضَا وَ طَمَاحَ نِیَّتِہٖ  
النَّفْسِ مِثْقَلًا بِمَا یَجِبُ لَکَ  
فِیْمَا یَعْدُ فِی حَالِ الْخَوْفِ  
وَ الْاَمْنِ وَ الرِّضَا وَ الشَّخْطِ وَ  
الضَّرِّ وَ النَّفْعِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ  
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ  
سَلَامًا اَلْحَمْدُ لِمَنِ الْحَمْدُ حَتّٰی  
لَا اَخْشَدُ اَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ عَلٰی

لَيْسَ مِنْ فَضْلِكَ وَحَتَّى لَا أَلْسَ  
نِعْمَةً مِنْ نِعْمِكَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ  
خَلْقِكَ فِي دِينٍ أَوْ دُنْيَا أَوْ عَافِيَةٍ  
أَوْ نَفْوَى أَوْ سَكَنٍ أَوْ سَخَاءٍ إِلَّا  
رَجَوْتُ لِنَفْسِي أَفْضَلَ ذَلِكَ بِكَ  
وَمِنْكَ وَوَعْدَكَ لَا تُخْلِفُ لَكَ  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَارْزُقْ  
التَّحَفُّظَ مِنَ الْخَطَايَا وَالْإِحْتِرَافَ  
مِنَ الذَّلِيلِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
فِي حَالِ الْبَيْضَاءِ وَالْغَضَبِ حَتَّى  
أَكُونَ بِهَا نَيْدٌ عَلَى مَنْ لَهَا بِمَنْزِلَةٍ  
سَوَاءٍ عَامِلًا بِطَاعَتِكَ مُؤْتِرًا  
بِرِضَاكَ عَلَى مَا سِوَاهُمَا فِي  
الدُّرُيَا وَالْأَعْدَاءِ حَتَّى يَأْمَنَ  
عَدُوِّي مِنْ ظُلْمِي وَجَوْرِي وَ  
يَأْتِسَ رِيٌّ مِنْ مِيْنِي وَالتَّحَفُّظَ  
هُوَ آيٍ وَاجْعَلْنِي مِمَّنْ يَدْعُوكَ  
مُخْلِصًا فِي الرَّحَاءِ دُعَاءِ  
الْمُخْلِصِينَ الْمُصْطَرِّينَ لَكَ  
فِي الدُّعَاءِ إِنَّكَ حَمِيدٌ  
مَجِيدٌ

میں سے کسی ایک پر اس چیز کی وجہ سے جو تو نے اسے  
اپنے فضل و کرم سے عطا کی ہے حسد نہ کروں یہاں تک  
کہ میں تیری نعمتوں میں سے کوئی نعمت، وہ دین سے  
متعلق ہو یا دنیا سے، عافیت سے متعلق ہو یا نقوی  
سے، وسعت رزق سے متعلق ہو یا آسائش سے،  
ملکوتات میں سے کسی ایک کے پاس نہ دیکھوں مگر یہ کہ  
تیرے وسیلہ سے۔ اور تجھ سے۔ اور تجھ سے اسے خدائے  
یگانہ ولا شریک اس سے بہتر کی اپنے لئے آرزو کروں یہ  
اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور دنیا و  
آخرت کے امور میں خواہ خوشنودی کی حالت ہو یا غضب  
کی، تجھے خطاؤں سے تحفظ اور لغزشوں سے اجتناب کی  
توفیق عطا فرما یہاں تک کہ غضبے رضا کی جو حالت پیش  
آتے میری حالت یکساں رہے اور تیری اطاعت پر عمل پیرا  
رہوں۔ اور دوست و دشمن کے بارے میں تیری رضا اور  
اطاعت کو دوسری چیزوں پر مقدم کروں یہاں تک  
کہ دشمن کو میرے ظلم و جور کا کوئی اندیشہ نہ رہے اور  
میرے دوست کو بھی جنبہ داری اور دوستی کی رد میں بہہ  
جانے سے مایوسی ہو جائے۔ اور مجھے ان لوگوں میں قرار  
دے جو راحت و آسائش کے زمانہ میں پورے اعلا میں  
ساتھ ان مخلصین کی طرح دعا مانگتے ہیں جو اضطراب و بیماری  
کے عالم میں دست بردار رہتے ہیں۔ بے شک تو قابل  
ستائش اور بزرگ و برتر ہے۔

دنیا کی مصیبت و ابتلا اور زمانے کی شدت و سختی سے کم و بیش ہر شخص کو دو چار ہونا پڑتا ہے۔ ایسے وقت میں  
مناظر سے منابط انسان بھی بے مبری کا مظاہرہ کر بیٹھتا ہے اور مصیبتوں سے گھبرا کر کسی معتد کا گلہ کرتا ہے کبھی ناک کا رفتار کا  
کبھی زمانہ کا شکوہ کرتا ہے اور کبھی اہل زمانہ کا۔ اور بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو زمانہ کی اونچے نیچے میں اپنی سطح کو ہموار رکھ سکیں۔  
اور یہ طبیعت بشری کا خاصہ ہے کہ وہ مصیبت سے متاثر ہو۔ اور مصیبت کو مصیبت نہ سمجھنا تو نظرت کے خلاف ہے لیکن  
Contact : jabir.abbas@yahoo.com <http://www.ranajabirabbas.com>

اس تاثر پر صبر و ضبط سے قابو پالینا مصیبت کے احساس کو کم کر دیتا ہے اور بے صبری سے اس کی تلخی بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے رنج و اندوہ کے موقع پر صبر و ضبط سے کام لے کر دوسرے مصیبت زد لوگوں کو دیکھ کر اپنے لئے تسلی کا سامان مہیا کرے۔ یہ مصائب و آلام جہاں تلخ کامی کا باعث ہوتے ہیں وہاں ایسے قطعی اسباق بھی اُن سے حاصل ہوتے ہیں۔ جو زندگی کی پڑیچ راہوں میں سعادت و کامرانی کی راہ دکھاتے ہیں۔ چنانچہ ان مصیبت ہی کے لمحوں سے آرام و راحت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تک دریا کی طغیانیوں اور سمندر کی طوفانی موجوں سے واسطہ نہ پڑے، ساحل کی پرسکون دہلیز خطر فغا کی قدر نہیں ہوتی۔ اور انہی مصائب و شدائد کے بحال لے جانے سے صبر و استقامت کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے جو آئندہ کٹھن موقعوں پر کام آتی اور اضطراب و پریشانی سے بچالے جاتی ہے اور مصیبت ہی کے موقع پر دوستوں، عزیزوں کی آزمائش ہوتی ہے جو انسان کو محتاط بنا دیتی ہے۔ اور ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے غرور و عزت کے جذبات کو خلیس گنتی ہے اور مجسذ بے بسی کا احساس شکست و انکسار کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔

اگر زندگی کے لمحات سکون و اطمینان ہی کا گہوارہ بنے رہیں۔ اور راحت و آسائش کے تمام سامان مہیا اور متنائیں اور آرزوئیں کامیابی سے ہمکنار رہیں تو لازماً دنیا سے وابستگی کا جذبہ زیادہ ہوگا۔ اور اس سے ٹھٹھوٹا انتہائی رنج و الم اور حسرت و اندوہ کا باعث ہوگا۔ اس کے برعکس اگر زندگی مصائب و آلام کی گود میں کر دیں لے تو دنیا سے دلچسپی و وابستگی کا احساس کم ہوگا۔ اور جوں جوں مصیبتیں بڑھیں گی دل زیادہ اُچاٹ ہوگا اور دنیا ایک قید خانہ معلوم دے گی اور دنیا کو چھوڑنے اور اس تنگنائے دہر سے نکلنے کا صدر چننا محسوس نہ ہوگا۔ جب ان مصائب کے نتیجہ میں دنیا سے رغبت کم ہوگی، تو آخر سے وابستگی لازماً بڑھے گی۔ اور وہ دنیا کے آرام و سکون کو ماضی اور اس کے پیش کو ڈھلتی چھاؤں سمجھ کر ابدی سکون کے لئے اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ جوڑے گا۔ چنانچہ یہ دُعا شدت و سختی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی قوت و قدرت کی طرف متوجہ کر کے اس سے وابستگی کا درس دیتی ہے کہ انسان اپنی کارگزاری پر غرور نہ کرے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بالادستی کو نظر میں رکھے کہ وہ نفوس انسانی پر اتنا اختیار و اقتدار رکھتا ہے کہ وہ خود اتنا اختیار نہیں رکھتے اور جتنا وہ ان کی دوستی اصلاح پر قادر ہے وہ خود اتنے قادر نہیں ہیں۔ کیونکہ ہر قوت و طاقت کا وہی سرچشمہ ہے اور کوئی قوت اس سے بالاتر متصور نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ انسان قائل منہا ہے مگر جب تک قدرت کی طرف سے اسباب و ذرائع مہیا نہ ہوں وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ یہ ہاتھ پاؤں میں سکت، آنکھوں میں بینائی، کانوں میں شنوائی اسی کی بخشی ہوئی ہے اور اسی نے احساس کے چرخ روشن کئے اور عقل و شعور کی قوتیں دی ہیں۔ لہذا جو قدم اٹھے گا اسی کی دی ہوئی قوت سے اور جو کام سرانجام پائے گا اسی کی دی ہوئی صحت و توانائی سے۔ خود انسان نہ اپنے مصالح کو کچھ سکتا ہے نہ اپنے سود و زیاں پر اختیار رکھتا ہے۔ نہ ابتلا و مصیبت کے دھارے کو موڑ سکتا ہے نہ فقر و احتیاج کو دور کر سکتا ہے۔ اسی لئے سرفراز شدت و مصیبت اور فقر و بیماری کے مقابلہ میں اپنے ہجر کا اہلار کرتے ہوئے اسی سے اپنے حوائج و مقاصد وابستہ کرتے ہیں اس طرح کہ نہ کوئی واسطہ کوہ کیا ہے اور نہ کوئی سہارا و حوصلہ ہے اس لئے کہ جو عاجز و سرور کے ذریعہ پوری ہوتی ہیں ان میں احسان کی آمیزش ہوتی

اور جو بے منت غلطی ملتا ہے وہ ہر کدورت سے پاک ہوتا ہے اور فرائض و واجبات کی ادائیگی میں بھی اسی سے توفیق طلب کرتے ہیں۔ کیونکہ جب تک اس کی توفیق شامل حال نہ ہو ایک شہر بھی اس کے حقوق کا ادا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے پہلو بہ پہلو حقوق الناس کا بھی ذکر کیا ہے۔ کیونکہ وہ حقوق اللہ سے اہمیت میں کم نہیں ہیں۔ بلکہ خداوند عالم اپنے حقوق کو تو مٹا کر سکتا ہے مگر حقوق الناس کو نظر انداز نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی کی برائی کرتا ہے تو اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک صاحب حق خود معاف نہ کر دے۔ اور اگر معاف نہ کرے تو یہ گناہ اس سے برطرف نہیں ہو سکتا، اور اس کی نیکیوں کو کم کر کے جس کی فیبت کی ہے اس کے نامہ اعمال میں دسج کرے گا۔ حضرت نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کو صرف وہ لفظوں میں بیان کر دیا ہے ایک اطاعت اور دوسرے رضا۔ اطاعت یہ ہے کہ اس کے احکام کی پابندی کرے؛ اور رضا یہ ہے کہ ہر خوشگوار و ناگوار کو حکمت و مصلحت الہی کے زیر اثر سمجھے اور اس پر خوش و غم شود رہے جس کے بعد نہ کسی چوکھٹ پر سر نیاز ختم کرے گا نہ دنیا کی تلخیوں سے متاثر ہو گا۔ اور اس طرح اپنی عبودیت کو کمال کی منزل تک پہنچا دے گا۔ اور آخر میں انسان کو غفلت سے ہوشیار رہنے کی تعلیم دی ہے کہ وہ عیش و تنعم کی راحتوں میں کھو کر مصیبت کی گھڑیوں کو فراموش نہ کرے بلکہ راحت و آسائش کے دلوں میں بھی فقر و احتیاج اور مصیبت و ابتلا سے پناہ مانگتا ہے۔ کیونکہ اس اطمینان کے موقع پر جو دماغی باقی ہے وہ بڑے وقت میں ہر مصیبت و افتاد سے سپرین جا یا کرتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

وَمَعْتُ وَكَشَائِشُ كَمَا مَوْجَعُ مَوْجَعِ مَوْجَعِ  
مَقْصِدُ بَہَاؤِی كَمَا فِدِیہ ہوتی ہے

اِنَّ الدُّعَاءَ فِي التَّوَحُّدِ يَسْتَحْدِثُ  
الْحَوَائِجَ فِي الْبَلَاءِ

جب طلب عافیت کرتے اور اس پر شکر ادا کرتے تو یہ دُعا پڑھتے:-

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّا  
سَأَلْنَا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ وَشَكَرْهَا

اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آل پر اور مجھے اپنی عافیت کا لباس پہنا، اپنی عافیت کی دعا اڑھا، اپنی عافیت کے ذریعہ محفوظ رکھ۔ اپنی عافیت کے ذریعہ عزت و وقار دے۔ اپنی عافیت کے ذریعہ بے نیاز کر دے۔ اپنی عافیت کی بھیک میری جھولی میں ڈال دے اپنی عافیت مجھے مرحمت فرما۔ اپنی عافیت کو میرا اور رضا بچھونا قرار دے۔ اپنی عافیت کی میرے لئے اصلاح و درستی فرما اور دنیا و آخرت میں میرے اور اپنی عافیت

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الْبَشَرِيَّ  
عَافِيَتَكَ وَجَلِّتَنِي عَافِيَتَكَ وَخَصَّنِي  
بِعَافِيَتِكَ وَآكِرُ مِنْ بَعَاثَتِكَ وَآغْنِنِي  
بِعَافِيَتِكَ وَتَصَدَّقْ عَلَيَّ بِعَافِيَتِكَ  
وَهَبْ لِي عَافِيَتَكَ وَآفِرْ شَرِيَّ  
عَافِيَتَكَ وَاصْلِحْ لِي عَافِيَتَكَ  
وَلَا تُفَرِّقْ بَيْنِي وَبَيْنَ عَافِيَتِكَ  
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ

عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعَافِي عَافِيَةً  
كَافِيَةً شَافِيَةً عَالِيَةً نَامِيَةً عَافِيَةً  
كُلِّدَةً فِي بَدَنِي الْعَافِيَةِ عَافِيَةً  
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَمْلَنَ عَلَى بِالصِّحَّةِ  
وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ فِي دِينِي وَ  
بَدَنِي وَالْبَصِيرَةِ فِي قَلْبِي وَالتَّفَافُ  
فِي أُمُورِي وَالْخَشْيَةِ لَكَ وَالْخَوْفِ  
مِنْكَ وَالْقُوَّةِ عَلَى مَا أَمَرْتَنِي بِهِ  
مِنْ طَاعَتِكَ وَالْإِحْتِنَابِ لِمَا  
نَهَيْتَنِي عَنْهُ مِنْ مَعْصِيَتِكَ اللَّهُمَّ  
وَأَمْلَنَ عَلَى يَالْحَيِّ وَالْعَزِيزِ وَذِي الْقُوَّةِ  
قَبْرِ رَسُولِكَ صَلَوَاتِكَ عَلَيْكَ وَرَحْمَتِكَ  
وَبَرَكَاتِكَ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِهِ وَآلِ رَسُولِكَ  
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَبَدًا مَا أَبْقَيْتَنِي فِي  
عَالَمِي هَذَا وَفِي كُلِّ عَالَمٍ لَا أَجْعَلَ لَدَيْكَ  
مَقْبُولًا مَشْكُورًا مَذْكُورًا لَدَيْكَ  
مَذْخُورًا عِنْدَكَ كَأَنِّي بِجَهَنَّمَ  
وَسُكْرِكَ وَذِكْرِكَ وَحَسَنِ التَّنَافُكِ  
إِسَانِي وَأَشْرَحَ لِمَا شِدَّ دِينِي قَلْبِي  
وَأَعِزَّنِي وَفَرَّجَنِي مِنَ الشَّيْطَانِ  
الرَّجِيمِ وَمِنْ شَرِّ السَّامَةِ وَالْهَامَةِ  
وَالْعَامَةِ وَالْأَلَامَةِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ  
مَرِيدٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ سُلْطَانٍ عَنِيدٍ وَمِنْ  
شَرِّ كُلِّ مَكْرُوفٍ حَفِيدٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ضَعِيفٍ  
وَشَدِيدٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ تَنِيْفٍ وَضَعِيفٍ  
وَمِنْ شَرِّ كُلِّ صَغِيرٍ ذَلِيلٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ  
كَرِيمٍ وَبَعِيدٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ مَنْ نَصَبَ

کے درمیان بدلتی نہ ڈال۔ اسے میرے مجدد و رحمت نازل  
فرما محمد اور ان کی آل پر اور مجھے ایسی عافیت دے، جو  
بے نیاز کرنے والی، شفا بخشنے والی (امراض کے دسوس سے)  
بالا اور رو بہ افروز ہو۔ ایسی عافیت جو میرے جسم میں دنیا و  
آخرت کی عافیت کو جنم دے۔ اور صحت، امن، جسم ایمان  
کی سلامتی، قلبی بصیرت، نفاذ امور کی صلاحیت، بیم و  
خوف کا جذبہ اور جس اطاعت کا حکم دیا ہے اس کے  
بجالاتے کی قوت اور جن گناہوں سے منع کیا ہے ان  
سے احتساب کی توفیق بخش کر محمد پر احسان فرما۔ بار الہا!  
محمد پر یہ احسان بھی فرما کہ جب تک تو مجھے زندہ رکھے  
ہمیشہ اس سال بھی اور ہر سال حج و عمرہ اور قبر رسول  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قبور آل رسول سلام اللہ علیہم  
کی زیارت کرتا رہوں۔ اور ان عبادات کو مقبول و پسندیدہ  
قابل التفات اور اپنے ہاں ذخیرہ قرار دے، اور حمد و  
شکر و ذکر اور شنائے جمیل کے نفوس سے میری زبان کو  
گویا رکھ اور دینی ہدایتوں کے لئے میرے دل کی گریں  
کھول دے اور مجھے اور میری اولاد کو شیطان مردود اور  
نہرے جانوروں، ہلاک کرنے والے حیوانوں اور دوسرے  
جانوروں کے گزند اور چشم بد سے پناہ دے اور ہر شر  
شیطان، ہر ظالم حکمران، ہر جمع جتنے والے مفسد،  
ہر کمزور اور طاقت ور، ہر اعلیٰ و ادنیٰ، ہر چھوٹے بڑے  
اور ہر نزدیک اور دور والے اور جن و انس میں سے ہر  
پیغمبر اور ان کے اہل بیت سے ہر سر پرکار ہونے والے اور  
ہر حیوان کے شر سے جن پر مجھے تسلط حاصل ہے، محفوظ  
رکھ۔ اس لئے کہ تو حق و عدل کی راہ پر ہے۔ اسے  
اللہ! محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور جو مجھ  
سے بدلتی کرنا چاہے اسے مجھ سے روگرداں کرے، اس

لِرِسْوَلِكَ لِيَاكُلْ بَيْتَهُمْ حَرِيًّا تِلْكَ الْحَقِ  
وَالْإِسْمِ مِنْ شَرِّكَ لِيَاكُلْ بَيْتَهُ أَنْتَ آخِذٌ  
بِنَاصِيَّتِهِمَا إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ اللَّهُمَّ  
صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ فَقَدْ أَرَادَنِي بِسُوءٍ  
فَأَصْرِيهِ عَنِّي وَأَخْرَعَنِي مَكْرَهُ وَادْرَأْ  
عَنِّي شَرَّهُ وَرُدِّ كَيْدَهُ فِي مَحْبِيهِ وَاجْعَلْ لِي  
بِكَافِرِي سُلْطَانًا حَقِّي تَعْنِي عَنِّي بِصُوءٍ وَتُصَوِّفُ  
عَنِّي ذِكْرِي سَمْعَهُ وَتُفِيلُ ذَنْبِي إِنْ خَطَايِي  
قَلْبَهُ وَتُخْرِيسَ عَنِّي يَسَارَهُ وَتُطْمِتَ رَأْسَهُ  
وَتُذِلَّ عِزَّهُ وَتَكْسِرَ حَبْرُوتَهُ وَتُذِلَّ  
رَقَبَتَهُ وَتُطْمِتَ كَيْبَهُ وَتُؤْمِنِي مِنْ عَجَبِي  
صَدِّيقِي وَشَرِيهِ وَخَلِيلِي وَهَمِيهِ وَكَلِيمِي  
وَحَسْبِيهِ وَوَعْدِ أَتَمِّهِ وَحَبَابِثِهِ وَ  
مَصَابِيثِهِ وَرَجَلِيهِ وَخَيْلِيهِ إِنَّكَ عَزِيزٌ  
كَدِيرٌ -

کا کمر مجھ سے فدا، اُس کا اثر مجھ سے دفع کر دے اور  
اس کے کردارِ نریب (دکے پیر) اسی کے سینہ کی طرف  
پٹا دے اور اس کے سامنے ایک دیوار کھڑی کر دے  
یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کو مجھ دیکھنے سے ناہیا  
اور اس کے کانوں کو میرا ذکر سننے سے بہرا  
کر دے اور اُس کے دل پر قفل چڑھا دے تاکہ  
میرا اُسے خیال نہ آئے۔ اور میرے بارے میں کچھ  
کہنے سننے سے اُس کی زبان کو گنگ کر دے، اس کا  
سر کھل دے۔ اس کی عزت پامال کر دے، اس کی  
تکنت کو توڑ دے۔ اس کی گردن میں ذلت کا طوق  
ڈال دے اُس کا تکبر ختم کر دے۔ اور مجھے اس کی  
ضرر رسائی، شر پسندی، طعنہ زنی، غیبت، عیب جوئی  
حسد و دشمنی اور اس کے پھندوں، ہتھکنڈوں، پیادوں  
اور سواروں سے اپنے حفظ و امان میں رکھ۔ یقیناً تو قلبہ  
و اقدار کا مالک ہے۔

یہ دُعا طلبِ مافیت کے سلسلہ میں ہے۔ مافیت دین و دنیا کے تمام انواعِ خیر کو شامل ہے۔ وہ جسم سے متعلق ہو  
جیسے صحت و تندرستی یا روح سے جیسے سیرت و کردار کی پاکیزگی۔ وہ دنیا کی کامرانی سے متعلق ہو یا آخرت کی فلاح سے غرض ظاہر  
و باطن اور دنیا و آخرت کی ہر فلاح و بہبود اُس کے ضمن میں آ جاتی ہے۔ اسی مافیت کے لحاظ سے بغیرِ اکرم کو طلبِ مافیت  
سے بڑھ کر کوئی دُعا مطلوب و مرغوب نہ تھی۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ:-

مَسْأَلُ اللَّهِ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ  
يَسْأَلَ اللَّهَ الْعَاقِبَةَ -  
بغیرِ اکرم نے اللہ سے کوئی ایسی چیز طلب نہیں کی جو  
انہیں طلبِ مافیت سے زیادہ پسند ہو۔

اس دُعا میں لفظِ مافیت کی جگہ اس کے متعدد معانی کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ ہر جملہ میں لفظِ مافیت کے اہم اہم  
معنی ہیں اور وہ معانی بالترتیب یہ ہیں:-

(۱) جسمانی صحت (۲) ذلت و رسوائی سے نجات (۳) دشمن سے بچاؤ (۴) عیوب و رذائل سے طہیدگی  
(۵) فقر و احتیاج سے ندری (۶) عزت نفس (۷) استغناء (۸) بے غمی (۹) ازالہ لغابت (۱۰) اُسر  
دنیا و آخرت کی اصلاح۔

ان تمام انواع مافیت کے سوال کے بعد حج، عمرہ، زیارت قبر رسولؐ اور زیارت قبور ائمہ کے لئے دُعا فرمائی ہے اور ان اعمال پر دُعاے مافیت کو اس لئے مقدم کیا ہے کہ یہ تمام اعمال صحت، مافیت اور وسعت مال سے وابستہ ہیں۔ حج کے لغوی معنی قصد اور ارادہ کے ہیں۔ اور عمرہ اقرار سے ہے جس کے معنی زیارت کے ہیں اور شرعاً مکہ مکرمہ میں مخصوص دنوں میں مخصوص اعمال دارکان کے بجالانے کا نام ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو مکہ سے ۱۲ میل دور کے رہتے والے ہیں حج تمتع ہے جس میں دو مرتبہ احرام باندھا جاتا ہے۔ پہلی مرتبہ عمرہ کی نیت سے جس کے بعد عمرہ کے مخصوص اعمال بجالائے جاتے ہیں۔ اور دوسری مرتبہ اُٹھ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا جاتا ہے جس کے بعد حج کے مخصوص اعمال ادا کئے جاتے ہیں۔ حج کے بعد یا حج سے پہلے مدینہ میں زیارت قبر رسولؐ مستحب مؤکد اور ثواب عظیم کی حامل ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے :-

من زار قبری بعد موتی کمن هاجر  
جو شخص میری رحلت کے بعد میری قبر کی زیارت کرے وہ اُن شخص  
کی مانند ہے جس نے میری زندگی میں میری طرف ہجرت کی ہو۔

یہ زیارت حج ہی کا ایک تہ ہے۔ اور امام شافعیؒ نے اسے حج اصغر سے تعبیر کیا ہے۔ اسے ترک کرنا حق پیغمبرؐ کو نظر اخلا کرنا اور  
امسان ناشناسی کا مظاہر ہے۔ اسی طرح ائمہ اطہر کے مشاہد کی زیارت مستحب مؤکد اور اُن کے حقوق کے اعتراف کی دلیل ہے۔  
چنانچہ امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

ان لكل امام عهدا في حق شيعة و  
اوليائه وان من تمام العناء حسن  
الاداء زیارة قبورهم۔  
ہر امام کے لئے اس کے دوستوں اور شیعوں کے ذمہ ایک عہد  
ہمیان ہے اور وہ اسے عہد و حسن ادا نیگی کی تکمیل یہ ہے کہ  
اُن کی قبروں کی زیارت کی جائے۔

اپنے والدین (علیہما السلام) کے حق  
میں حضرت کی دُعا :-

اے اللہ! اپنے عبد قاصد اور رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
اور اُن کے پاک و پاکیزہ اہل بیتؑ پر رحمت نازل فرما اور  
انہیں بہترین رحمت و برکت اور درود و سلام کے ساتھ  
خصوصی امتیاز بخش۔ اور اے معبود! میرے ماں باپ  
کو بھی اپنے نزدیک عزت و کرامت اور اپنی رحمت  
سے مخصوص فرما۔ اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ  
رحم کرنے والے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت  
نازل فرما اور اُن کے جو حقوق محمدؐ پر واجب ہیں اُن

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
لَا بُؤْيُهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ  
وَأَهْلِ بَيْتِهِ الطَّاهِرِينَ وَانْصِفْهُمْ  
يَا فَضِيلَ صَلَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ  
وَسَلَامِكَ وَانْصِفْ آلَكَ وَالِدِي  
يَا كَرَامَةَ لَدَيْكَ وَالصَّلَاةُ مِنْكَ  
يَا رَحْمَةً لِرَحِيمَتِكَ - اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
وَأَهْلِ بَيْتِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مَا يَجِبُ لَهُمَا عَلَى  
الْعَالَمِينَ وَاجْمَعْ بَيْنَهُمَا ذِيكَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

ثُمَّ اسْتَعِیْلَنِي بِمَا تَلُمْتَنِي مِنْهُ وَ  
وَقَفَّيْ لِلتَّفَوُّذِ نِيْمًا تَبَيُّهْتَنِي مِنْ  
عَلَيْهِ حَتَّى لَا يَفْؤُوكِنِي اسْتِعْمَالُ نَكْتِي  
عَلَمْتَنِيهِ وَلَا تَنْفَكْ أَرْكَانِي عَنِ  
الْحَقُّوفِ نِيْمًا أَلْهَمْتَنِيهِ أَلْهَمَكَ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَمَا شَرَفْتَنَا  
بِهِ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَمَا  
أَوْجَبْتَ لَنَا الْحَقَّ عَلَى الْخَلْقِ بِسَبِيهِ  
أَلْهَمَكَ اجْعَلْنِي أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ  
الْعُسُوفِ وَأَبْذُهَا بِرَأْسِ الْوُفُوفِ  
وَأَجْعَلْ طَاعَتِي لِوَالِدَتِي وَبِرَّتِي  
بِهِمَا أَكْثَرَ لِعَيْنِي مِنْ رَقْدَةِ الْوُثَّانِ  
وَأَثْلَجْ لِي صَدْرِي مِنْ ثَوْبَةِ الظُّلُمَانِ  
حَقِّ أَوْفَرِ عَلَى هَوَايَ هَوَاهَا وَ  
أَقْدَمْ عَلَى رِضَائِي رِضَاهَا وَاسْكُنْ لِي  
بِرَّهَا بِي فَإِنْ قُلْتُ وَاسْتَعِزَّتْ بِرِّي  
بِهِمَا وَإِنْ كُنْتُ أَلْهَمْتَ خَفِضَ لَهَا  
صَعْوَتِي وَأَطِيبَ لَهَا كَلَامِي وَإِنْ  
لَهَا عَرِيقِي وَأَعْطَيْتُ عَلَيْهَا  
قَلْبِي وَصَلَّيْتُ بِهَا رَفِيقًا وَ  
عَلَيْهَا شَفِيقًا أَلْهَمَكَ اشْكُرْ  
لَهَا كَرَمَتِي وَأَقْبِلْهَا عَلَيَّ  
كَرَمَتِي وَأَحْفَظْ لَهَا مَا حَفِظَاهُ  
مَعِي فِي صِغَرَتِي أَلْهَمَكَ وَ مَا  
مَسَّهَا مَعِي مِنْ أَرْسِي أَوْ خَلَصَ  
إِلَيْهَا عَيْتِي مِنْ مَكْرُوهُ أَوْ ضَاعَ  
يَبَلِي لَهَا مِنْ حَقِّي فَأَجْعَلْهُ

کاظم بذریعہ الہام عطا کر اور ان تمام واجبات کا علم  
بے کم و کاست میرے لئے ہنیا فرما دے۔ پھر جو مجھے  
بذریعہ الہام بتائے اس پر کار بند رکھ اور اس سلسلہ میں  
جو بصیرت علمی عطا کرے اس پر عمل پیسرا کرنے کی  
توفیق دے تاکہ ان باتوں میں سے جو تو نے مجھے تعلیم  
کی ہیں کوئی بات عمل میں آئے بغیر نہ رہ جائے اور اس  
خدمت گزاری سے جو تو نے مجھے بتلائی ہے، میرے  
ہاتھ پیر تھکن محسوس نہ کریں۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان  
کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔ کیونکہ تو نے اُن کی طرف  
انتساب سے ہمیں شرف بخشا ہے۔ محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر  
رحمت نازل فرما۔ کیونکہ تو نے اُن کی وجہ سے ہمارا حق  
مخلوقات پر قائم کیا ہے۔ اے اللہ! مجھے ایسا بنا دے  
کہ میں ان دونوں سے اس طرح ڈروں جس طرح کسی  
بابر بادشاہ سے ڈرا جاتا ہے اور اس طرح اُن کے  
حال پر شفیق و مہربان رہوں جس طرح شفیق ماں  
(اپنی اولاد پر) شفقت کرتی ہے اور اُن کی فرمانبرداری  
اور اُن سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کو میری  
آنکھوں کے لئے اس سے زیادہ کیف افزا قرار دے  
جتنا چشم خواب آلود میں نیند کا شمار اور میرے  
قلب و رُوح کے لئے اس سے بڑھ کر مسرت انگیز  
قرار دے جتنا پیاسے کے لئے جو طہر آب۔ تاکہ میں اپنی  
خواہش پر اُن کی خواہش کو ترجیح دوں اور اپنی خوشی  
پر اُن کی خوشی کو مقدم رکھوں اور اُن کے تھوڑے  
احسان کو بھی جو مجھ پر کریں، زیادہ سمجھوں۔ اور میں جو  
نیکی ان کے ساتھ کروں وہ زیادہ بھی ہو تو اُسے کم تصور  
کروں۔ اے اللہ! میری آواز کو ان کے سامنے آہستہ  
میرے کلام کو ان کے لئے خوشگوار، میری طبیعت کو

حِطَّةً لِّذُنُوبِهِمَا وَعَلَوْا فِي  
 دَرَجَاتِهِمَا وَزِيَادَةً فِي حَسَنَاتِهِمَا  
 يَا مُسَبِّحِي السَّيِّئَاتِ يَا صَاحِبَاتِ  
 مِنَ الْحَسَنَاتِ اللَّهُمَّ وَمَا كَعَدَا  
 يَا عَلِيَّ فِيهِ مِنْ قَوْلٍ أَوْ أَشْرَفَا  
 عَلَيَّ فِيهِ مِنْ فِعْلٍ أَوْ ضَمِيرَا  
 لِي مِنْ حَقٍّ أَوْ قَطْعَا رِي عَمٍّ  
 مِنْ دَاجِبٍ لَقَدْ فَهَيْتُهُ كَهْمَا  
 وَجَدْتُ بِهِ عَلَيْهِمَا وَرَغِبْتُ  
 إِلَيْكَ فِي وَطْعِ تَبَعْتِهِمَا  
 قَالِي لَا أَتَمُتُهُمَا عَلَى نَفْسِي وَ  
 لَا أَكْبُطُهُمَا فِي بَرِيٍّ وَلَا  
 أَكْسَهُ مَا كَوَلِيَا مِنْ أَمِيرٍ يَا  
 رَبِّ نَهْمَا أَوْ جَبَّ حَقًّا عَلَيَّ وَ  
 أَلَدُّنَّ أَحْسَانًا إِلَيَّ وَ أَعْظَمُ مَنَّةً  
 لَدُنِّي مِنْ أَنْ أَكْأَظَّهُمَا بِخَذَلٍ  
 أَوْ أَجَارِيَهُمَا عَلَى مِثْلِ آيَتِ  
 إِذَا يَا إِلَهِي طَلُو شَغْلِيهِمَا  
 بِكَرْبِيَّتِي وَ آيَتِ شِدَّةٍ تَعْيِيهِمَا  
 فِي حِلَاسَةٍ وَ آيَتِ إِفْتَارِهِمَا  
 عَلَى أَنْفُسِهِمَا لِتَوْسِيعَتِي عَلَى  
 هَيْهَاتَ مَا يَسْتَوْفِيَانِ مِنِّي  
 حَقَّهُمَا وَلَا أَدْرِكُ مَا يَجِبُ  
 عَلَيَّ لَهْمَا فَلَا أَنَا بِقَاضٍ وَرِطِيقُهُ  
 خِدْمَتِهِمَا فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ  
 آلِهِ وَ آغِيثْنِي يَا تَحِيَّزُ مِنَ اسْتَعْيِينِ  
 بِهِ وَ رَقِيقْنِي يَا أَهْدِي مَنْ

نرم اور میرے دل کو مہربان بنا دے اور مجھے ان کے  
 ساتھ نرمی و شفقت سے پیش آنے والا قرار دے۔  
 اے اللہ! انہیں میری پرورش کی جڑائے خیر دے۔  
 اور میرے حسن نگہداشت پر اجر و ثواب عطا کر اور کم سن  
 میں میری خبر گیری کا انہیں صلہ دے۔ اے اللہ! انہیں  
 میری طرف سے کوئی تکلیف پہنچی ہو یا میری جانب سے  
 کوئی ناگوار صورت پیش آئی ہو یا ان کی حق تلفی ہوئی ہو  
 تو اسے اُن کے گناہوں کا کفارہ، درجہات کی بلندی  
 اور نیکیوں میں اضافہ کا سبب قرار دے۔ اے بڑا مہربان  
 کو کئی گنا نیکیوں سے بدل دینے والے بار الہا! اگر  
 انہوں نے میرے ساتھ گفتگو میں سختی یا کسی کام میں  
 زیادتی یا میرے کسی حق میں فرو گذاشت یا اپنے فرض  
 منصبی میں کوتاہی کی ہو تو میں اُن کو بخشتا ہوں اور  
 اسے نکل و احسان کا وسیلہ قرار دیتا ہوں۔ اور پالنے  
 والے! تجھ سے خواہش کرتا ہوں کہ اس کا مواخذہ اُن  
 سے نہ کرنا۔ اس میں اپنی نسبت اُن سے کوئی بدگمانی  
 نہیں رکھتا اور نہ تربیت کے سلسلہ میں انہیں سہل انگار  
 سمجھتا ہوں اور نہ اُن کی دیکھ بھال کو ناپسند کرتا ہوں  
 اس لئے کہ اُن کے حقوق مجھ پر لازم و واجب، اُن  
 کے احسانات دیرینہ اور اُن کے انعامات عظیم ہیں۔ وہ  
 اس سے بالاتر ہیں کہ میں اُن کو برابر کا بدلہ یا ویسا ہی  
 عوض دے سکوں۔ اگر ایسا کر سکوں تو اسے میرے  
 معبود! وہ ان کا ہمہ وقت میری تربیت میں مشغول  
 رہنا میری خبر گیری میں رنگ و تعب اٹھانا اور خود  
 محنت و تنگی میں رہ کر میری آسودگی کا سامان کرنا کہاں بجا  
 کا بھلا کہاں ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے حقوق کا بدلہ مجھ سے  
 پاسکیں اور نہ میں خود ہی اُن کے حقوق سے سبکدوش

رُغِبَ إِلَيْهِ وَلَا يُجْعَلُنِي فِي أَهْلِ  
الْعُقُوبِ يَا أَبَا وَالْأَهْلِيَّاتِ يَوْمَ  
تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ  
لَا يُظْلَمُونَ - اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَاخْصُصْ  
أَبُوهُ يَا فَضِيلَ مَا خَصَّصْتَ بِهِ  
أَبَا وَ عِبَادَكَ الْمُؤْمِنِينَ وَأَهْلَانِي  
يَا أَرْضَا الرَّحِيمِينَ اللَّهُمَّ لَا تُكْسِفِي  
ذِكْرَهُمَا فِي أَذْبَارِ صَلَاتِي فَيَنْفِي  
مِنْ أَنَا ذِكْرِي وَفِي كُلِّ سَاعَةٍ مِنْ  
سَاعَاتِ تَهْلَاؤِي أَلْتَقِمْ صَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاعْفِرْ لِي بِدُعَائِي  
لَهُمَا وَاعْفِرْ لَهُمَا بِدُعَائِي  
مَغْفِرَةً عَظِيمًا وَارْضَ عَنْهُمَا  
بِشَفَاعَتِي لَهُمَا رِضًى عَظِيمًا وَ  
بَلِّغْهُمَا بِأَنْكَرَامَةِ مَوَاطِنِ السَّلَامَةِ  
اللَّهُمَّ فَإِنْ سَبَقَتْ مَغْفِرَتُكَ  
لَهُمَا فَشَفِّعْهُمَا فِيَّ وَإِنْ سَبَقَتْ  
مَغْفِرَتُكَ لِي فَشَفِّعْنِي فِيهِمَا حَتَّى  
تَجْتَمِعَ بِرَأْفَتِكَ فِي دَارِ كَرَامَتِكَ  
وَمَحَلِّ مَغْفِرَتِكَ وَرَحْمَتِكَ  
إِنَّكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَ  
الْمَنِّ الْقَدِيرِ وَأَنْتَ أَرْحَمُ  
الرَّاحِمِينَ -

ہو سکتا ہوں اور نہ اُن کی خدمت کا فریضہ انجام دے  
سکتا ہوں۔ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور میری  
مدد فرما اسے بہتر اُن سے جن سے مدد مانگی جاتی ہے اور  
مجھے توفیق دے اسے زیادہ رہنمائی کرنے والے اُن  
سب سے جن کی طرف امدادیت کے لئے توجہ کی  
جاتی ہے۔ اور مجھے اس دن جب کہ ہر شخص کو اس  
کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر زیادتی نہ ہوگی  
اُن لوگوں میں سے قرار نہ دینا جو ماں باپ کے عاق و  
نافرمان بردار ہوں۔ اسے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ و اولادؑ  
پر رحمت نازل فرما اور میرے ماں باپ کو اس سے بڑھ کر  
امتیاز دے جو مومن بندوں کے ماں باپ کو تو نے بخشا ہے  
اسے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے  
اسے اللہ! ان کی یاد کو غمازوں کے بعد مات کی  
سامعوں اور دن کے تمام لمحوں میں کسی وقت فراموش  
نہ ہونے دے۔ اسے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت  
نازل فرما اور مجھے ان کے حق میں دعا کرنے کی وجہ سے  
اور انہیں میرے ساتھ نیکی کرنے کی وجہ سے لازمی طور  
پر بخش دے اور میری سفارش کی وجہ سے ان سے  
قطع طور پر راضی و خوشنود ہو اور انہیں عزت و آبرو  
کے ساتھ سلامتی کی منزلوں تک پہنچا دے۔ اسے اللہ!  
اگر تو نے انہیں محمدؐ سے پہلے بخش دیا تو انہیں میرا شفیع  
بنا، اور اگر مجھے پہلے بخش دیا تو مجھے ان کا شفیع قرار  
دے۔ تاکہ ہم سب تیرے لطف و کرم کی بدولت یکے  
بزرگی کے گھر اور بخشش و رحمت کی منزل میں ایک  
ساتھ جمع ہو سکیں۔ یقیناً تو بڑے فضل والا، قدیم احسان والا  
اور سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

خداوند عالم کے عظیم احسانات کے بعد ماں باپ کے احسانات کا درجہ ہے جن کی پرورش و تربیت میں ربوبیت الہی کی جھلک نظر آتی ہے اور وہ بغیر کسی طمع، غرض اور عوض کے سوہم تربیت کا اہتمام کرتے اور شفقت و مہربانی کے سایوں میں بچان چڑھاتے ہیں۔ چنانچہ وہ بچہ جو گوشت پرست کا ایک بوجھ تھا ہوتا ہے۔ جس کا شعور ناقص، حواس کمزور، قوی ناقص، نفع و نقصان کے سمجھنے سے قاصر، نہ اپنی کسی ضرورت کو پیدا کر سکتا ہے، نہ بغیر سہارے کر ڈٹ بدل سکتا ہے، نہ بیٹھ سکتا ہے، نہ کھڑا ہو سکتا ہے ہر لمحہ ایک نگرانی کرنے والے کا محتاج، ہر مرحلہ پر دوسروں کا دستہ نگر۔ کون ہے جو اسے اپنے آرام و راحت کی قربانی کر کے پالتا ہے؟ وہ ماں ہے جو ایسی حالت میں تربیت اور دیکھ بچال کا بیڑا اٹھاتی ہے، اولادوں کو نیند اور دن کا سکون اس کے لئے قربان کر دیتی ہے۔ جب اُس میں اٹھنے بیٹھنے کی سکت نہیں ہوتی، اُسے گود میں اٹھائے پھرتی ہے۔ جب کچھ ترابانی آتی ہے تو ہاتھ کا سہارا دے کر چلنا سکھاتی ہے۔ اور جب ہوش سنبھالتا ہے تو باپ اس کی تعلیم و اخلاق تربیت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی خاطر طرح طرح کی مشقتیں برداشت کرتا ہے اور اپنے خون پسینہ کی کٹائی سے اُسے علم و ہنر سے آراستہ کرتا ہے۔ اگر شریعت اسلام کا یہ حکم نہ بھی ہوتا کہ اُن کے ساتھ خوش رفتاری سے پیش آیا جائے، جب بھی حق شناسی و شکر گزاری کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کے یہیم احسانات کے بدلہ میں اُن کے حقوق کا اعتراف کیا جائے اور ان کا احترام ملحوظ رکھا جائے چاہئے کہ شریعت نے بھی ان کے ساتھ نیکی کا تاکید کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

وَقَضَىٰ رَبِّيَ اَنْ لَا تَعْبُدَا الْاٰیٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغْنِ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اِحْدَهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا اِنْ دَلَا تَنْهَرَهُمَا دَقْلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَ خَفَضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلٰلِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيْرًا۔

تمہارے پروردگار کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر اُن میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں تو انہیں دُکھی ناگواریات پر اُن تک نہ کہو اور نہ انہیں بھڑکو۔ اور اُن سے نرمی کے ساتھ بات کرو۔ اور شفقت و مہربانی سے اُن کے سامنے عاجزی کا اظہار کرو۔ اور کہو کہ اُسے میرے پروردگار! جس طرح ان دونوں نے پیچھے میری پرورش کی ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں اپنی عبادت کا بلا شرکت غیرے حکم دیا ہے اور اس کے پہلو بہ پہلو ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا بھی ذکر کیا ہے تاکہ ربوبیت حقیقی کے ساتھ ربوبیت مبادی نظر انداز نہ ہونے پائے اور دونوں کے تقاضے یکساں پورے ہوں اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی پرستش کرے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے۔ اس نیکی کو صرف اُن کی زندگی تک محدود نہ سمجھنا چاہیے بلکہ اُن کے مرنے کے بعد بھی اُن کے حقوق برقرار رہتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اُن کا قرضہ ادا کرے، اُن کی وصیت کی تکمیل کرے، اور جو واجبات اُن کے ذمہ ہوں انہیں ادا کرے۔ جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ۔ اور اُن کے لئے ہمیشہ دُعاے مغفرت کرے۔ ارشادات معصومین سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر اُن کی زندگی میں ان کے حقوق میں فروگزاشت کی گئی ہو تو ان کے حوالہ رحمت میں پہنچنے کے بعد اُن کے حق میں دُعاے مغفرت کرنے اور اُن کے دوسرے حقوق ادا کرنے سے اس

کی کھل ہو جاتی ہے۔ اور اگر غافل بھی ہو تو اہل حق کی فہرست سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ اور درمیان میں کہ نہ زندگی میں اُن کا کچھ خیال کیا ہو اور نہ مرنے کے بعد اُن کے حقوق کی طرف توجہ کی ہو، تو اس کے نتیجہ میں عمرِ کم اور زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور فقر و پریشانی اور جاں کنی کی انتہائی شدت میں مبتلا ہو کر مر جاتا ہے۔

## اولاد کے حق میں حضرت کی دُعا

اے میرے مسعود! میری اولاد کی بقا اور اُن کی اصلاح اور اُن سے بہرہ مندی کے سامان مہیا کر کے مجھے ممنون احسان فرما اور میرے سہارے کے لئے اُن کی عروں میں برکت اور اُن کی زندگیوں میں طرل سے اور اُن میں سے چھوٹوں کی پرورش فرما اور کمزوروں کو توانائی دے اور اُن کی جسمانی، ایمانی اور اخلاقی حالت کو درست فرما اور اُن کے جسم و جان اور اُن کے دوسرے معاملات میں جن میں مجھے اتہام کرنا پڑے انہیں مانیت سے ہٹا کر رکھ، اور میرے لئے اور میرے ذریعہ اُن کے لئے رزق فراوان جاری کر اور انہیں نیکو کار پر ہمیشہ نگار، دشمن دل، حق نبوش اور اپنا فرمانبردار اور اپنے دوستوں کا رحمت و غیر خواہ اور اپنے تمام دشمنوں کا دشمن و بدخواہ قرار دے۔ آمین۔

اے اللہ! ان کے ذریعہ میرے بازوؤں کو قوی اور میری پریشاں حالی کی اصلاح اور ان کی وجہ سے میری جمیعت میں اضافہ اور میری مجلس کی رونق دے اور فرما اور ان کی بدولت میرا نام زندہ رکھ اور میری عدم موجودگی میں انہیں میرا قائم مقام قرار دے اور ان کے وسیلہ سے میری حاجتوں میں میری مدد فرما اور انہیں میرے لئے دوست، مہربان، ہمہ تن متوجہ ثابت

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
لَوْلِيَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:-  
اَللّٰهُمَّ وَ مَنْ عَلَيَّ بِبَقَاءِ وَلَدِي وَ  
بِاصْلَاحِهِمْ لِيْ وَ بِاَمْتِنَانِيْ بِهِمْ  
اَللّٰهُمَّ اَمْدُدْ لِيْ فِيْ اَعْمَارِهِمْ وَ  
زِدْ لِيْ فِيْ اَجَالِهِمْ وَ ذَرِبْ لِيْ صَبِيْحَهُمْ  
وَ كَوِّرْ لِيْ صَوِيْعَهُمْ وَ اَوْصَحْ لِيْ اَبْدَانَهُمْ  
وَ اَذْيَانَهُمْ وَ اَحْلَا قَهُمْ وَ عِلْمَهُمْ  
لِيْ اَلْقِيْبَهُمْ وَ فِيْ جَوَارِحِهِمْ وَ فِيْ  
كُلِّ مَا عَدَيْتَ بِهِ مِنْ اَمْرٍ هُمْ وَ  
اَذْرَبْ لِيْ وَ عَلَيَّ يَدِيْ اَمْرًا قَلِيْلًا وَ  
اجْعَلْ لَهُمْ اَبْرَارًا اَلْقِيْبَاءَ بَصَرَاءَ  
سَامِعِيْنَ مُطِيعِيْنَ كَلِّ وَ لِيْ اِيْلَكَ  
مُحِبِّيْنَ مَنَا صَبِيْحِيْنَ وَ صَوِيْعِيْ اَهْلَكَ  
مُعَانِدِيْنَ وَ مُبْغِضِيْنَ اِيْمِيْنَ اَللّٰهُمَّ  
اشْدُدْ بِهِمْ عَصِيْبِيْ وَ اقْمِرْ بِهِمْ اَوْدِي  
وَ كَلِّمْ بِهِمْ عَدِيْ وَ زَلِّمْ بِهِمْ قَعَصِيْرِيْ  
وَ اَحْمَدْ بِهِمْ ذِكْرِيْ وَ اَلْغِيْبِيْ بِهِمْ فِيْ  
عَلِيْبَتِيْ وَ اَرِيْقِيْ بِهِمْ عَلَيَّ كَا حَبِيْبِيْ وَ  
اجْعَلْ لَهُمْ رِيْ مُحِبِّيْنَ وَ عَلَيَّ حَادِيْنَ  
مُحِبِّيْنَ مُسْتَقِيْمِيْنَ لِيْ مُطِيعِيْنَ  
غَيْرَ عَا صِيْنَ وَ لَا عَا قِيْنَ وَ لَا

مَخَالِفَاتٍ وَلَا خَاطِئِينَ وَأَعِظْ عَلَى  
 كَثْرَتِهِمْ وَتَأْدِيبِهِمْ وَبَرِّهِمْ وَ  
 هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ مَعْلَمًا أَوْ لَدَا  
 ذِكْرًا أَوْ اجْعَلْ ذِيكَ خَيْرًا لِي وَأَجْعَلْهُم  
 لِي عَدُوًّا عَلَى مَا سَأَلْتُكَ فَأَهْذِي وَ  
 ذِيَّةً تَقِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَإِنَّكَ  
 خَلَقْتَنَا وَآمَرْتَنَا وَكَلَيْتَنَا وَ  
 رَغَبْتَنَا فِي كَوَافٍ مَا آمَرْتَنَا وَرَغَبْتَنَا  
 بِعِقَابِهِ وَجَعَلْتَ لَنَا عَدُوًّا بِحَكْمِكَ نَا  
 سَلَطْتَهُ وَمَا عَلَى مَا لَمْ تَسَلِّطْنَا عَلَيْهِ  
 مِنْهُ أَشْكَنْتَهُ صَدُورَنَا وَأَجْزَيْتَهُ  
 مَحَارِي دِمَائِنَا لَا تَفْعَلْ إِنَّ عَفْكَنَا وَ  
 لَا يَكُنِي إِنْ تَسَيَّئْنَا يَوْمًا مِمَّا عَقَابَكَ  
 وَ يُخَوِّتُنَا بِغَيْرِكَ إِنْ هَمَّ نَا بِفَاحِشَةٍ  
 شَجَعْنَا عَلَيْهِمَا فَإِنْ هَمَّ نَا بِعَمَلٍ  
 صَالِحٍ لَبَطْنَا عَنْهُ يَتَعَرَّضُ لَنَا  
 بِالشُّكُوكِ وَ يَنْصِبُ لَنَا الشُّبُهَاتِ  
 إِنْ وَعَدْنَا كَذِبًا فَإِنْ مَنَّا أَخْلَفْنَا  
 وَ لَا تَضْرِبْ عَنَّا كَيْدَهُ يُضِلُّنَا قِرَالًا  
 تَقِينَا خَبَالَهُ يَسْتَرْكِنَا إِلَيْهِمْ فَأَهْلُ  
 سُلْطَانِهِ عَنَّا بِسُلْطَانِكَ حَتَّى  
 تَحْبِسَهُ عَنَّا بِكَثْرَةِ الدُّعَاءِ لَكَ  
 نَنْصِبُهُ مِنْ كَيْدِهِ فِي الْمُتَعَصُّومِينَ  
 بِكَ اللَّهُمَّ أَعْطِنِي كُلَّ سُؤْلِي وَ  
 الْخَيْرِ لِي حَتَّى أَلْبِي وَ لَا تَنْتَعِفِ  
 إِلَيَّ جَابِلًا وَقَدْ ضَمِنْتَهَا لِي وَ لَا  
 تَنْتَعِبْ دُعَائِي عَنْكَ وَ كَذَّامُكَ

قدم اور فراہم فرما دے۔ وہ تافران، سرکش، مخالف و  
 خطا کار نہ ہوں اور اُن کی تربیت و تادیب اور ان سے  
 اچھے برتاؤ میں میری مدد فرما۔ اور ان کے علاوہ بھی مجھے  
 اپنے خزانہ رحمت سے زینہ اولاد عطا کر اور انہیں  
 میرے لئے سراپا خیر و برکت قرار دے اور انہیں ان  
 چیزوں میں جن کا میں طلب گار ہوں۔ میرا مددگار  
 بنا اور مجھے اور میری ذریت کو شیطان مردود سے  
 پناہ دے۔ اس لئے کہ تو نے ہمیں پیدا کیا اور امر و نہی  
 کی اور جو حکم دیا اس کے ثواب کی طرف راغب کیا  
 اور جس سے منع کیا اس کے عذاب سے ڈرایا۔ اور  
 ہمارا ایک دشمن بنایا جو ہم سے مکر کرتا ہے اور بتنا  
 ہماری چیزوں پر اسے تسلط دیا ہے اتنا، ہمیں اس  
 کی کسی چیز پر تسلط نہیں دیا۔ اس طرح کہ اسے ہمارے  
 سینوں میں ٹھہرا دیا اور ہمارے رگ پے میں دوڑا دیا۔  
 ہم غافل ہو جائیں مگر وہ غافل نہیں ہوتا۔ ہم بھول جائیں  
 مگر وہ نہیں بھولتا۔ وہ ہمیں تیرے عذاب سے مطمئن  
 کرتا اور تیرے علاوہ دوسروں سے ڈراتا ہے۔ اگر  
 ہم کسی برائی کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ ہماری ہمت  
 بندھاتا ہے اور اگر کسی عمل خیر کا ارادہ کرتے ہیں تو  
 ہمیں اس سے باز رکھتا ہے اور گناہوں کی دعوت دیتا  
 اور ہمارے سامنے شے کھڑے کر دیتا ہے۔ اگر وعدہ کرتا  
 ہے تو جھوٹا، اور اُمید دلاتا ہے تو خلاف و دزدی کرتا ہے  
 اگر تو اس کے مکر کو نہ پہچانتے تو وہ ہمیں گمراہ کر کے بھوڑ  
 گا اور اس کے فتنوں سے نہ بچائے تو وہ ہمیں ڈھکائیے  
 گا۔ خدا یا اُس نے اپنے تسلط کو اپنی قوت و توانائی کے  
 ذریعہ ہم سے دلچ کر دے اور کثرت دعا کے وسیلے سے  
 اُسے ہماری راہ ہی سے ہٹا دے تاکہ ہم اس کی نگاہ

بِهِ وَآمَنْتُ بِكَ بِكُلِّ مَا يُصْلِحُنِي فِي  
دِينِي وَآخِرَتِي مَا ذَكَرْتُ مِنْهُ وَمَا  
كَيْسِيكَ أَوْ أَظْهَرْتُ أَوْ أَخْفَيْتُ أَوْ  
أَعْلَنْتُ أَوْ أَسْرَرْتُ وَاجْعَلْنِي فِي  
جَمِيعِ ذَلِكَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ بِسْمِ اللَّهِ  
إِيَّاكَ الْمُتَضِيعِينَ يَا طَلِبَ إِلَيْكَ الْخَلْقِ  
الْمُتَوَعِّينَ يَا تَوَكَّلْ عَلَيْكَ الْمُتَوَدِّينَ  
يَا تَعَوَّذُ بِكَ التَّارِبِينَ فِي التَّجَارَةِ  
عَلَيْكَ الْمُتَجَارِينَ بِعِزَّتِكَ الْمُتَوَسِّعِ  
عَلَيْهِمُ الرِّزْقِ الْخَلْدُ مِنْ فَضْلِكَ  
الْعَاسِعِ بِجُودِكَ وَكَرَمِكَ الْمُتَعَرِّجِينَ  
مِنَ الدَّلَالِ بِكَ وَالْمُتَجَارِينَ مِنَ الظُّلُمِ  
بِعِزَّتِكَ وَالْمُتَعَارِفِينَ مِنَ الْبُكَاءِ  
بِرَحْمَتِكَ وَالْمُتَعَنِّينَ مِنَ الْفَقْرِ  
بِعِزَّتِكَ وَالْمُعْصُومِينَ مِنَ الذُّلُوبِ  
وَالذَّلِيلِ وَالْخَطَاةِ بِتَقْوَاكَ  
الْمُتَوَقِّقِينَ لِلْخَيْرِ وَالرُّشْدِ وَ  
الْمُصَوِّبِينَ بِطَاعَتِكَ وَالْمُخَالَ بَيْنَهُ  
وَبَيْنَ الذُّلُوبِ بِقُدْرَتِكَ  
الشَّارِكِينَ بِكُلِّ مَعْصِيَتِكَ  
السَّائِكِينَ فِي جَوَارِكَ اللَّهُمَّ  
أَعْطِنَا جَمِيعَ ذَلِكَ بِتَوْفِيقِكَ  
وَرَحْمَتِكَ وَأَعِزَّنَا مِنْ عَذَابِ  
السَّعِيرِ وَأَعْطِ جَمِيعَ الْمُسْلِمِينَ  
وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَ  
الْمُؤْمِنَاتِ مِثْلَ الَّذِي سَأَلْنَاكَ  
لِنَفْسِي وَلِيَوَالِدِي فِي عَاجِلِ

سے محفوظ ہو جائیں۔ اے اللہ! میری ہر درخواست  
کو قبول فرما اور میری حاجتیں بر لا جب کہ تو نے  
استہانت دے کا ذکر کیا ہے تو میری دعا کو رد نہ کر  
اور جب کہ تو نے مجھے دعا کا حکم دیا ہے تو میری دعا کو  
اپنی بارگاہ سے روک نہ دے۔ اور جن چیزوں سے میرا  
دینی و دنیوی مفاد وابستہ ہے ان کی تکمیل سے مجھ پر  
احسان فرما۔ جو یاد ہوں اور جو بھول گیا ہوں۔ ظاہر کی  
ہوں، یا پوشیدہ رہنے دی ہوں، علانیہ طلب کی ہوں یا  
در پردہ ان تمام صورتوں میں اس وجہ سے کہ تجھ سے سؤل  
کیا ہے (نیت و عمل کی) اصلاح کرنے والوں اور اس  
بنا پر کہ تجھ سے طلب کیا ہے کامیاب ہونے والوں  
اور اس سبب سے کہ تجھ پر بھروسہ کیا ہے غیر ستر  
ہونے والوں میں سے قرار دے اور (ان لوگوں میں شمار  
کر) جو تیرے دامن میں پناہ لینے کے ہو گئے، تجھ سے جو پار  
میں ناکہ اٹھانے والے اور تیرے دامن عزت میں پناہ  
گزیں ہیں۔ جنہیں تیرے ہم گیر فضل اور جود و کرم سے  
رزق طلال میں فراوانی حاصل ہوئی ہے اور تیری وجہ سے  
ذلت سے عزت تک پہنچے ہیں اور تیرے عدل و  
انصاف کے دامن میں ظلم سے پناہ لی ہے اور رحمت  
کے ذریعہ بلا و معصیت سے محفوظ ہیں اور تیری بے نیازی  
کی وجہ سے فخر سے غنی ہو چکے ہیں اور تیرے تقویٰ کی  
وجہ سے گناہوں، لغزشوں اور خطاؤں سے معصوم ہیں  
اور تیری اطاعت کی وجہ سے خیر و رشد و صواب کی  
توفیق انہیں حاصل ہے اور تیری قدرت سے ان کے  
اور گناہوں کے درمیان پردہ مائل ہے اور جو تمام  
گناہوں سے دست بردار اور تیرے جوار رحمت میں  
مقیم ہیں۔ بار اہل! اپنی توفیق و رحمت سے یہ تمام چیزیں

الدُّنْيَا وَاجِلِ الْآخِرَةِ  
إِنَّكَ قَرِيبٌ مَّجِيبٌ سَمِيعٌ  
عَلَيْكُمْ عَقُودُ عَقُودٍ رَمُودٌ  
رَحِيمٌ ذَاتِنَا فِي الدُّنْيَا  
حَسَنَةٌ ذِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ  
ذَرَفْنَا عَذَابَ النَّارِ -

ہمیں عطا فرما اور دوزخ کے آزار سے پناہ دے اور جن چیزوں کا میں نے اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے سوال کیا ہے ایسی ہی چیزیں تمام مسلمانوں و مسلمات اور مومن و مومنات کو دنیا و آخرت میں مرحمت فرما۔ اس لئے کہ تو نزدیک اور قریب کا قبول کرنے والا ہے، سننے والا اور جاننے والا ہے، معاف کرنے والا اور بخشنے والا اور شفیق و مہربان ہے۔ اور میں دنیا میں نیکی (توفیق عبادت) اور آخرت میں نیکی (بہشت جاوید) عطا کر، اور دوزخ کے عذاب سے بچائے رکھ۔

نظرتِ انسانی کے حسیات اور طبیعت بشری کے جذبات میں سے زیادہ پُر جوش و دیر پا اور ناقابل شکست اولاد کی محبت کا جذبہ ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اولاد گوشت، پوست اور خون میں باپ کی شریک اور اسی کا ایک جز ہوتی ہے اس لئے اسے کبھی نور دیدہ، کبھی پانچ دل اور کبھی قلبِ بکر سے تعبیر کرتا ہے۔ چنانچہ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے:-

وَأَنَا أَوْلَادُنَا بَيْنَنَا  
أَكْبَادُنَا قَتَلُوا عَلَى الْأَرْضِ

”یہ ہمارے گرد و پیش ہمارے بچے، ہمارے بچہ پارے ہیں جو زمین پر چل پھر رہے ہیں۔“

اس فطری لگاؤ اور طبیعتی جذبہ کی بنا پر باپ غلوں اور بے لوثی کا وہ کردار پیش کرتا ہے جس کی مثال دوسرے روابط و تعلقات میں نظر نہیں آتی۔ وہ اس کی تعلیم و تربیت میں اپنا وقت، اپنی کاوش اور اپنی دولت بے دریغ صرف کرتا ہے تاکہ اس کی تربیت کا تصرفِ انداز پر استوار ہو، مگر بعض اوقات غلط اور نامکمل تربیت کی وجہ سے اولاد بے راہ ہو جاتی ہے بشرطِ شروع میں لاڈ چاؤ اور پیار میں اس کی بری حرکتوں کی طرف توجہ نہیں دی جاتی اور جب بری عاداتیں راسخ ہو جاتی ہیں تو پھر دیا کا دھارا موڑنے کی سعی لاماصل کی جاتی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ابتداء ہی میں ایسی تعلیم و تربیت دی جائے جو ایک صحت مند و ہفت کی تشکیل کرے اور غلط اندازِ فکر سے آشنا ہی نہ ہونے دے۔ کیونکہ ابتداء میں بچے کے ذہن میں جو نقش بٹھا دیا جاتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے بیٹھ جاتا ہے۔ تعلیم و تربیت کے موقع پر صرف دنیوی ترقی کے پہلو پر نظر نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ اس کے ساتھ دینی و اخلاقی زندگی کے سنوارنے کا بھی سامان کرنا چاہیے، اور شروع ہی میں دین و مذہب کی اہمیت، خدا کی عظمت اور غرضِ خلقت کو ذہن نشین کرانا چاہیے تاکہ آگے بڑھ کر یہ تاثراتِ زندگی کے ہر گوشہ میں کار فرما ہوں۔ اس کے ساتھ بڑوں کی عزت، بزرگوں کا احترام، بچوں سے پیار و محبت اور دوسروں سے ہمدردی و غمخواری کی تعلیم دے، بری صحبت سے دور رکھے اور لڑائی جھگڑے، بے عمل ہنسنے، کسی کا خفاق اڑانے، جھوٹ، گالی، نفیبت، بے موقع بیخ پکار اور اول نول پکے سے منع کرے۔ اور اس کے حرکات و سکنات پر کڑی نظر رکھے۔ اور جب کسی بری بات سے

روکنا چاہیے تو اعتدالی کی حد میں روک کر بھائے اور تشدد و سختی سے کام نہ لے کہ ان کا بعض اوقات الٹا اثر ہوتا ہے اور وہ روقہ عمل کے طور پر اس عادت پر بغند ہو جاتا ہے۔ بہر حال حسن تربیت و تعلیم ہی اولاد کے ساتھ سب سے بڑی نیکی ہے اور ان کے لئے دُعا کرنا بھی ان کے ساتھ احسان کرنے میں شمار ہوتا ہے اور باپ کی دُعا اولاد کے حق میں منجملہ ان دُعاؤں کے ہے جو رد نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اہم جعفر صادق فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار کا ارشاد ہے:-

پانچ دُعا میں ایسی ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کبھی نہیں کرنا۔ اہم مادل کی دُعا، مظلوم کی دُعا جب وہ دُعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں تیرا انتقام لوں گا اگر یہ کچھ دیر ہو جائے۔ فرزند صالح کی دُعا ماں باپ کے حق میں صالح باپ کی دُعا اولاد کے حق میں، مرد مومن کی دُعا اپنے کسی بھائی کے لئے اس کی فیبت میں۔ جب وہ دُعا کرتے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جو تم نے اُس کے لئے مانگا ہے اُس سے دو گنا تمہارے لئے ہے۔

خمس دعوات لا یجھبن عن الترت تبارک و تعالیٰ۔ دعوة الامام المقسط ودعوة المظلوم یقول الله عزوجل لا انتقم لك ولو بعد حين ودعوة الولد الصالح لوالديه ودعوة الوالد الصالح لولده ودعوة المؤمن لاخته بظہر الغیب فیقول و لك مشلہ -

حضرت کی یہ دُعا ایک نمونہ ہے کہ اولاد کے لئے کس طرح اور کیا دُعا کرے۔ اس دُعا میں دُعا تمام چیزیں سموی گئی ہیں۔ جو ایک صالح باپ اپنی صالح اولاد کے لئے طلب کر سکتا ہے۔ ان کے لئے زندگی، رزق، صحت اور قوت و توانائی کی دُعا کی ہے تاکہ وہ علق خدا سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں مصروف رہیں اور مدشن دل اور مدشن خیال بند نفس، بند کردار، اخلاق حسد سے آراستہ، مطیع و فرمانبردار، خیر و سعادت کے خزینہ دار، دوستان خدا کے دوست، دشمن خدا کے دشمن، اسلاف کی زینت اور باقیات الصالحات ثابت ہوں۔

جب ہمسایوں اور دوستوں کو یاد کرتے تو ان کے لئے یہ دُعا فرماتے

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِيُجَنِّبَهُ وَأَوْلِيَاءَهُ إِذَا ذَكَرَهُمْ

اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔ اور میری اس سلسلہ میں بہترین نصرت فرما کہ میں اپنے ہمسایوں اور اہل دوستوں کے حقوق کا لحاظ رکھوں جو ہمارے حق کے چھپانے والے اور ہمارے دشمنوں کے مخالف ہیں اور انہیں اپنے طریقوں کے قائم کرنے اور عمدہ اخلاق و آداب سے آراستہ ہونے کی توفیق

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ كَوِّنْ فِي جَنَّتِي وَمَوَاطِنِ الْعَارِفِينَ بِحَقِّنَا وَالْمُسَابِقِينَ لِأَعْدَائِنَا بِأَفْضَلِ وَلَا يَبْتَكَ وَوَقِفْهُمْ بِقَامَةِ سُلَيْكَ وَالْأَخَذِ بِمَحَابِرِ آدَبِكَ فِي إِزْفَاقِ طَعْنِهِمْ وَسَلِّ خَلْعِهِمْ

وَعِيَادَةِ مَرِيضِهِمْ وَ هِدَايَةِ  
 مُسْكِرِيهِمْ وَ مُنَاصَحَتِهِمْ  
 مُتَشَبِّهِهِمْ وَ تَعْلِيمِهِمْ قَادِمِهِمْ  
 وَ كِشَانِ أَسْرَارِهِمْ وَ سَكْرَتِهِمْ  
 وَ تَوَاتُئِهِمْ وَ نَصْرَتِهِمْ مَظْلُومِيهِمْ  
 وَ حَسَنِ مَوَاسَاتِلِهِمْ بِالْمَعَافُونَ  
 وَ الْقَوْدِ عَلَيْهِمْ بِالْجِدَّةِ وَ  
 الْإِفْصَالِ وَ إِعْطَاؤِ مَا يَحِبُّ لَهُمْ  
 قَبْلَ السُّؤَالِ وَاجْعَلْنِي أَلَّهُمْ  
 أَجْزِي بِالْإِحْسَانِ مُسِيئَتَهُمْ وَ  
 أَغْرِضْ بِالتَّجَاوُزِ عَنْ ظُلْمِيهِمْ  
 وَ اسْتَعْمِلْ حَسَنَ الظَّنِّ فِي  
 كَافِيَتِهِمْ وَ أَكُوْلِي بِالْيَدِ عَاقِبَتَهُمْ  
 وَ أَخْضِ بَصَرِي عَنْهُمْ عَقَّةً  
 وَ أَلِيْنِ عِبَادِي لَهُمْ كَوَاضِعًا وَ  
 أَرَاهُنِي عَلَى أَهْلِ الْبَلَاءِ مِنْهُمْ  
 رَحْمَةً وَ أَسِرُّ لَهُمُ الْغَيْبَ  
 مَوَدَّةً وَ أَحِبِّ بَقَاءَ النِّعَمَةِ  
 عِنْدَهُمْ نَضْعًا وَ أَوْجِبْ  
 لَهُمْ مَا أَوْجِبُ لِصَاحِبِي وَ أَوَّلِي لَهُمْ  
 مَا أَوَّلِي لِصَاحِبِي - أَللَّهُمَّ صَلِّ  
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ وَ ارْزُقْنِي  
 مِثْلَ ذَلِكَ مِنْهُمْ وَاجْعَلْ رِيحِي  
 أَوْقِي الْخَطْوَظَ نَيْمًا عِنْدَهُمْ  
 وَ يَزِدْهُمْ بَصِيرَةً فِي حَقِّي وَ  
 مَعْرِفَةً بِفَضْلِي حَتَّى يَسْعَدُوا  
 فِي مَا أَسْعَدَ بِهِمْ أَمَلْتُ

دے اس طرح کہ وہ کمسزوروں کے ساتھ نرم دلیت  
 رکھیں اور اُن کے فقر کا مداوا کریں۔ مریضوں کی بہادر پُرسی  
 طالبانِ ہدایت کی ہدایت، مشورہ کرنے والوں کی خیر  
 خواہی اور تازہ داروں سے ملاقات کریں۔ رازدوں کو  
 چھپائیں۔ بیبوں پر پردہ ڈالیں۔ مظلوم کی نصرت اور  
 گھریلو ضروریات کے ذریعہ حسین مواسات کریں اور  
 بخشش و انعام سے فائدہ پہنچائیں اور سوال سے پہلے  
 اُن کے ضروریات مہیا کریں۔ اے اللہ! مجھے ایسا  
 بنا کہ میں اُن میں سے بُرے کے ساتھ بھلائی سے  
 ہمیشہ آؤں اور ظالم سے چشم پوشی کر کے درگزر کر لیا  
 اور ان سب کے بارے میں حسین ظن سے کام لوں۔  
 اور نیکی و احسان کے ساتھ سب کی خبر گیری کروں  
 اور پرہیزگاری و عفت کی بناء پر ان (کے عیوب)  
 سے آنکھیں بند رکھوں۔ تواضع و فروتنی کی رو سے اُن  
 سے نرم رویہ اختیار کروں اور شفقت کی بنا پر معصیت  
 زور کی دلوئی کروں۔ اُن کی غیبت میں بھی اُن کی محبت  
 کو دل میں لئے رہوں اور خلوص کی بناء پر اُن کے  
 پاس سدا غمتوں کا رہنا پسند کروں اور جو چیزیں اپنے  
 خاص قریبوں کے لئے ضروری سمجھوں اُن کے لئے  
 بھی ضروری سمجھوں۔ اور جو مراعات اپنے غمخو میں  
 سے کروں وہی مراعات ان سے بھی کروں۔ اے اللہ!  
 محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے بھی ان  
 سے دیئے ہی سلوک کا روا دار قرار دے اور جو چیزیں  
 اُن کے پاس ہیں اُن میں میرا حصہ فافر قرار دے۔ اور  
 انہیں میرے حق کی بصیرت اور میرے فضل و برتری  
 کی معرفت میں افزائش و ترقی دے تاکہ وہ میری وجہ  
 سے سعادت مند اور میں ان کی وجہ سے مشابہ ماجور

## رَبِّ الْعَالَمِينَ

قرار پاؤں۔ آمین اسے تمام جہان کے پروردگار۔

اسلام افرادِ نوحِ انسانی کو ایک سلسلہ وحدت میں مربوط کرنے کے لئے باہمی ہمدردی و تعاون کی تعلیم دیتا ہے۔ اور نوح بشر کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے دوسرے پر اس کا حق عائد کرتا ہے خواہ وہ اس کا ہم مسلک ہو یا نہ ہو اس کا ہم قوم ہو یا نہ ہو اس کا ہم وطن ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ سب کا سلسلہ نسل وہ مشرق کا باشندہ ہو یا مغرب کا ایک ہی ماں باپ تک منتہی ہوتا ہے اور سب ایک ہی خالق کے بنائے سفوارے ہوئے ہیں۔ یہ وہ تعلیم ہے جو تہذیب و تمدنِ اجتماعی کے لئے سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ اگر تعاون و اتحاد باہمی کا جذبہ اور دوسروں کے دکھ درد کا احساس نہ ہو تو تمدنِ اجتماع کی صورت تشکیل پذیر ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ انسان ہمدردی و سازگاری ہی کی بدولت ایک دوسرے کے قریب ہوتا اور مدنیّت کی ضرورت کا احساس کیتے ہوئے تمدن و اجتماع کی بنیادیں استوار کرتا ہے۔ بے شک اسلامی برادری میں شمولیت سے ایک مسلمان کا حق دوسرے مسلمان پر قائم ہو جاتا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو ہم مسلک و ہم عقیدہ نہ ہوں ان کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ اگر انہیں وہ حقوق حاصل نہیں جو اسلامی برادری سے وابستہ ہونے کی صورت میں عائد ہوتے ہیں تو مشترکہ انسانی حقوق سے تو محروم نہیں کئے جاسکتے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام نے مالکِ اشتراک یعنی کے لئے جو عہد نامہ تحریر کیا اس انسانی حقوق کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:- **خالفوا مستغنا اما اخلاف فسد الدین و اما نظیر لک فی الخلق۔** درمایا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو تمہارے دینی بھائی اور دوسرے تمہارے جیسی مخلوقِ خدا۔ مقصد یہ ہے کہ جہاں مذہب و مسلک کے اتحاد کی بنیاد پر حقوق کا لحاظ رکھو۔ وہاں انسانی حقوق کو نظر انداز نہ کرنا۔ کیونکہ سب ایک ہی خالق کے بنائے ہوئے ہیں اور ان دونوں کے حقوق کے سلسلہ میں تمہیں جواب دہ ہونا ہے۔ البتہ دونوں کے حقوق یکساں نہیں ہیں اس لئے کہ جہاں نقاطِ مشترکہ کم ہوں گے وہاں حقوق بھی کم ہوں گے۔ اور جہاں نقاطِ مشترکہ زیادہ ہوں گے وہاں حقوق بھی زیادہ ہوں گے۔ چنانچہ رشتہٴ انسانیت کے ساتھ جہاں مذہبی رشتہ بھی ہوگا وہاں حقوق بڑھ جائیں گے۔ کیونکہ ایک مقام پر اشتراک صرف انسانیت میں ہے اور دوسرے مقام پر انسانیت اور مذہب دونوں میں ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

اس نے مسلمان کی عزت و حرمت کو تمام حرمتوں پر فضیلت دی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کو ان کے موقع و محل پر انعام و توجید کے دامن سے باغ و دیباہ ہے چنانچہ مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں مگر کہ کسی حق کی بناء پر ان پر ہاتھ ڈالا جائے اور ان کو ایذا پہنچانا ناجائز نہیں مگر جہاں واجب ہو جائے۔

فضل حرمة المسلم على الحرم كلها  
و شد بالانحلاص والتوحيد حقوق  
المسلمين في معاقد هافا المسلم  
من سلع المسلمون من قسانه و  
يناه الا بالحق ولا يحل اذى المسلم  
الا بما يجب۔

یہ ایک عام مسلمان کا حق ہے کہ اُسے ہاتھ اور زبان سے گزند پہنچایا جائے۔ اور مومن کے حقوق تو اس سے کہیں زیادہ

ہیں۔ چنانچہ ابو اسماعیل رعایت کرتے ہیں کہ :-

قلت لابی جعفر ان الشيعة عندنا  
كثير فقال حل يعطف الغني على  
الفقير ويتجاوز المحسن عن  
المسيء ويتواسون ؟ فقلت "لا"  
قل ليس هؤلاء شيعة ، الشيعة  
من يفعل هذا .

میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں  
شیعوں کی تعداد بہت ہے۔ فرمایا کیا ان میں کا وہ تشدد فقیر  
اور نادار سے صحت سلوک اور اچھا برے سے درگزر کرتا ہے  
اور کیا وہ آپس میں ہمدردی و مسادات کا برتاؤ کرتے ہیں؟  
میں نے کہا "ایسا تو نہیں کرتے" فرمایا کہ پھر وہ شیعوں کہاں کے  
شیعوں تو وہ ہے جو یہ سب کچھ کرے۔

پھر کچھ حقوق قوم و قبیلہ اور خاندانی اشتراک کے لحاظ سے عائد ہوتے ہیں۔ یہ حقوق بھی اہم اور قابلِ لحاظ ہیں۔ چنانچہ امیر  
المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

واكرم عشيرتك فانها جنانك  
الذي به تطير واصلك الذي  
اليه تصير ويدك التي بها  
تصول .

اپنے قوم قبیلے کا اکرام و احترام کرو کیونکہ وہ تمہارے ایسے  
پر و بال ہیں جن سے تم پر فائز کرتے ہو اور ایسی بنیادیں  
ہیں جن کا تم سہارا لیتے ہو اور تمہارے وہ دست و بازو  
ہیں جن سے عمل کرتے ہو۔

پھر قوم و قبیلہ میں جو قریبی عزیز ہوں ان کے حقوق الاقرب فالاقرب کے لحاظ سے عام قوم و قبیلہ کے حقوق سے زیادہ  
ہیں۔ جیسے ماں، باپ، اولاد، بھائی، بہن وغیرہ۔ یہ تمام حقوق وہ ہیں جو انسانیت، اتحاد، مذہب اور غرض و قرابت  
کی وجہ سے عائد ہوتے ہیں۔ اب ان کے ساتھ اگر شہری و وطنی اتحاد بھی ہو تو ہم وطنی کے حقوق کا بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔  
یہ حقوق بھی اپنے مقام پر اہمیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ زکوٰۃ و صدقات کی تقسیم میں خطہ وارضی کے لحاظ سے ہم وطنوں کو دوسروں  
پر ترجیح دی گئی ہے۔ پھر اہل شہر میں سے جن کے ساتھ معاشرتی تعلقات زیادہ وابستہ ہوتے ہیں۔ وہ ارد گرد بننے  
والے ہمسائے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا حق دوسرے اہل شہر سے زیادہ ہو گا۔ اس حق ہمسائیگی کے ساتھ مذہب یا قرابت  
یا دونوں کا انضمام بھی ہو تو اس انضمام کے لحاظ سے اس کی اہمیت بھی زیادہ ہو جائے گی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :-

الجيوان ثلاثة فمنهم من له ثلاثة  
حقوق ، حق الجوار ، حق الاسلام و  
حق القرابة ومنهم من له حقان ، حق  
الاسلام و حق الجوار ومنهم من له  
حق واحد الكافر له حق الجوار .

ہمسایہ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کے لئے تین حق  
ہیں۔ حق ہمسائیگی، حق اسلام اور حق قرابت۔ اور ایک  
وہ جس کے لئے دو حق ہیں۔ حق اسلام اور حق ہمسائیگی۔  
اور ایک وہ جس کے لئے صرف ایک حق ہے۔ اور وہ  
کافر ہے جو ہمسایہ میں ہو۔

اس ہمسائیگی کے حدود کیا ہیں تو اس سلسلہ میں عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا اور جو عرف میں ہمسایہ کہلا سکتا ہو۔

اُسے ہی ہمسایہ قرار دیا جائے گا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمسائیگی کے حدود ہر چار طرف سے چالیس چالیس گھریں۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

حد الجوار اربعون دازاً من کل جانب  
من بین یدایہ ومن خلفہ ومن یمینہ  
ومن شمالہ۔

ہمسائیگی کی حد چاروں طرف سے چالیس بائیں چالیس  
گھریں کی حد چاروں طرف سے چالیس گھریں تک ہے۔

اس دُعا میں پڑوسیوں کے بن حقوق کا تذکرہ فرمایا ہے وہ یہ ہیں :-

ان سے تراضع و خوش اخلاقی سے پیش آئے، فقر و احتیاج میں ہوسکے تو مالی امداد کرے امداد کی حالت کا اندازہ کر کے خود سے مالی امداد کی پیشکش کرے اور اُن کے طلب کرنے پر موقوف نہ رکھے۔ قرضہ مانگیں یا عام گھر پر استعمال کی چیزیں طلب کریں تو انکار نہ کرے۔ اپنی نگاہوں کی تانک جھانک سے روکے۔ اُن کے میوب کی ٹوہ نہ لگائے، اداکار اتنا تیرہ ان کے کسی عیب پر مطلع ہو جائے تو اُسے ظاہر نہ کرے اور ان کے بارے میں خواہ مخواہ بدگمانی سے کام نہ لے۔ بیماری میں عیادت کرے۔ مظلوم و ستم رسیدہ کی نصرت کرے۔ ان کے بارے میں ظاہر و باطن یکساں رکھے اگر سچ و زیارت یا سفر سے پیشیں تو ملاقات کے لئے جائے۔ انہیں اپنے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کی طرح سمجھے۔ ان کی خوش حالی و فادخ الہالی کو دل سے چاہے۔ مشورہ کے موقع پر صمیم مشورہ دے۔ انہیں تعلیم و ہدایت کے موقع پر تعلیم و ہدایت کرے ادا اگر برا سلوک کریں تو بھی ان سے اچھا برتاؤ کرے۔ غرض انہیں کسی طرح سے گزند نہ پہنچائے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :-

من کان یومن باللہ والیومر الاخر  
فلا یؤذ جاراً۔

جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اُسے  
چاہیے کہ اپنے ہمسایہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔

اس دُعا کے ابتدائی حصہ میں دُعا کا رُخ و دستوں اور ہمسایوں کی طرف ہے کہ انہیں یہ توفیق حاصل ہو کہ وہ ان چیزوں پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت میں سعادت حاصل کریں اور دُعا کے آخری حصہ میں خود اپنے لئے دُعا فرمائی ہے کہ مجھے بھی اُن کے ساتھ حسن سلوک اور شفقت و احسان کی توفیق عطا فرمائے کہ میری تعلیم اور میرا عمل اُن کے لئے ایک اخلاق آموز اسوہ قرار پائے۔ کیونکہ انسان نامح کی حیثیت سے اتنا متاثر نہیں ہوتا جتنا اس کے عمل سے متاثر ہوتا ہے۔ اور پھر یہ تمام اوصاف دُعا میں پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ خصائل و صفات جب ہی پیدا ہو سکتے ہیں جب خداوند عالم کی طرف سے توفیق بھی شامل حال ہو۔ بہر حال یہ وہ خصائل و صفات ہیں کہ اگر انسان ان پر عامل ہو تو وہ نہ صرف ہمسایوں کے لئے سراپا محبت ہوگا بلکہ روزِ مرن کی زندگی میں اپنے افعال اپنی روش اور دُعا کے ساتھ اپنے طریق کار کو محبت و ہمدردی کے سانچے میں ڈھال لے گا۔ اور بعید نہیں کہ اس کے طرز عمل سے دُعا کے دُعا کی زندگی میں بھی انقلاب آجائے اور ایک پاکیزہ معاشرہ تشکیل پا جائے۔

## سرحدوں کی نگہبانی کرنے والوں کے لئے حضرت کی دعا :-

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
لِرَاهِلِ الثُّغُورِ -

بار الہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنے  
قلعہ و اقتدار سے مسلمانوں کی سرحدوں کو محفوظ رکھ،  
اور اپنی قوت و توانائی سے ان کی حفاظت کرنے  
والوں کو تقویت دے اور اپنے خزانہ بے پایاں سے  
انہیں مالا مال کر دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ  
پر رحمت نازل فرما اور ان کی تعداد بڑھا دے۔ اُن  
کے ہتھیاروں کو تیز کر دے۔ اُن کے حدود و  
اطراف اور مرکزی مقامات کی حفاظت و نگہداشت  
کر۔ ان کی جمیعت میں انس و یک جہتی پیدا کر، اُن  
کے امور کی درستی فرما، رسد رسانی کے ذرائع مسلسل  
تاکم رکھ۔ اُن کی مشکلات کے حل کرنے کا خود ذمہ لے  
ان کے بازو قوی کر۔ صبر کے ندیچہ اُن کی امانت فرما۔  
اور دشمن سے بھی تدبیروں میں انہیں باریک نگاہی  
عطا کر۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل  
فرما اور جس شے کو وہ نہیں پہچانتے وہ انہیں پہنچا دے  
اور جس بات کا علم نہیں رکھتے وہ انہیں بتا دے۔ اور  
جس چیز کی بصیرت انہیں نہیں ہے۔ وہ انہیں  
نکھادے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت  
نازل فرما اور دشمن سے درمقابل ہوتے وقت غدار و  
فریب کار دنیا کی یاد اُن کے ذہنوں سے مٹا دے۔  
اور گمراہ کرنے والے مال کے اندیشے اُن کے دلوں  
سے نکال دے اور جنت کو اُن کی نگاہوں کے سامنے  
کر دے۔ اور جو دائمی قیام گاہیں عزت و شرف کی  
منزلیں اللہ دیاں، دودھ، شراب اور صاف و شفاف

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ  
حَصِّنْ ثُغُورَ الْمُسْلِمِينَ بِعِزَّتِكَ  
وَأَيِّدْ حَمَالِكَا بِقُوَّتِكَ وَأَسْبِغْ  
عَطَا بَاهُهُمْ مِنْ جِدَّتِكَ اللَّهُمَّ صَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَكَثِّرْ عِدَّتَهُمْ  
وَاشْحَذْ أَسْلِحَتَهُمْ وَاجْعَلْ  
حَوْرَهُمْ كَلْبَهُمْ وَآمِنَهُمْ حَوْمَتَهُمْ وَ  
أَلِفَ بَنِيهِمْ وَكَثِّرْ أَمْرَهُمْ وَ  
وَأَيِّرْ بَيْنَ مِيَرِهِمْ وَكَوْثِرْ بِكَفَايَةِ  
مَوْنِهِمْ وَاعْصِدْهُمْ بِالنَّصْرِ وَ  
أَعِزَّهُمْ بِالصَّبْرِ وَانْفُتْ لَهُمْ فِي  
الْمَكْرِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ  
آلِهِ وَعَزِّزْ لَهُمْ مَا يَجْعَلُونَ وَ  
عَلِيهِمْ مَا لَا يَفْلَتُونَ وَبَصِّرْهُمْ  
مَا لَا يُبْصِرُونَ - اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَآلِيسِهِمْ عِشَّةً  
لِقَائِهِمُ الْقَدْ ذُكِرَ ذُنُوبُهُمْ  
الْخَدَاعَةُ الْغَدْرُ وَالْمُحْ عَنِ  
قُلُوبِهِمْ خَطَرَاتِ الْمَالِ الْفُتُونِ  
وَأَجْعَلِ الْجَنَّةَ نَصِيبَ أَغْيَانِهِمْ  
وَكُوْخَ مِنْهَا لَا بَصَارِهِمْ مَا أَغْدَتْ  
فِيهَا مِنْ مَسَاكِينِ الْخُلْدِ وَمَتَانِ  
الْكَرَامَةِ وَالْخُورِ الْجَسَانِ وَ  
الْأَكْبَارِ الْمُطَرِّدَةِ بِالْعَوَاجِ الْأَشْرَبَةِ

وَالْأَشْيَاءِ السُّدْرِيَّةِ يَصْنَعُونَ  
 الشُّرُوحَ لَا يَلْقَوْنَ أَحَدًا مِنْهُمْ  
 بِالْأَدْبَارِ وَلَا يَحْدِثُ نَفْسُهُ عَنْ  
 قِيَمِهِ بِفِدَارٍ أَلَمْ تَرَ أَنَّكَ  
 عَدُوٌّ لَهُمْ وَأَعْلَمُ عَنْهُمْ أَغْفَارُهُمْ  
 وَكَثِيرٌ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ أَسْلِحَتِهِمْ  
 وَأَخْلَعُوا نَائِقَ الْاُتْدَارِهِمْ وَبَاعُوا  
 بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ أَرْزِقِهِمْ وَجَعَلَهُمْ  
 فِي سُبُلِهِمْ وَصَلَّاهُمْ عَنْ وَجْهِهِمْ  
 وَأَقْطَعُ عَنْهُمْ أَلَمَدًا وَأَقْطَعُ  
 مِنْهُمْ أَلَمَدًا وَأَمَلًا أَلَمْ تَرَ أَنَّ  
 الرُّعْبَ وَالْبَيْضَ أَيْدِيَهُمْ عَنِ  
 الْبَسِطِ وَالْعَزِيزِ أَلَيْسَتْ لَهُمْ عَنِ  
 النَّطْقِ وَشَرِّدِهِمْ مَنْ خَلَقَهُمْ  
 وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ مَنْ ذَرَأَهُمْ وَأَقْطَعُ  
 بِحَيْثُ لَهُمْ أَظْهَامٌ مِنْ بَعْدِهِمْ أَلَمْ تَرَ  
 عَقِيرَ أَرْحَامٍ نِسَاءَهُمْ وَبَنَاتٍ  
 أَصْلَابَ رِجَالِهِمْ وَأَقْطَعُ لَسَلَّ  
 كَقَاتِلِهِمْ وَأَلْعَامِهِمْ لَا تَأْتِي  
 لِسَانَهُمْ فِي قَطْرِ وَلَا لِيَدِيهِمْ  
 فِي نَبَاتِ أَلْهَمِ وَكُوَيْدَاتٍ  
 مَحَالِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ وَحَقِيقَتِهِ  
 دِيَارَهُمْ وَثَمَرَتِهِ أَمْوَالَهُمْ  
 وَكَثِيرٌ عَنْ حَضَرَتِهِمْ لِعِبَادَتِكَ  
 وَهَنْ مَتَابَدَتِهِمْ لِدُخْلَةِ بَيْكٍ  
 حَقٍّ لَا يَعْْبَدُ فِي بَقَاعِ الْأَرْضِ  
 عِلْمُكَ وَلَا تَعْقُرُ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ

شہد کی، بہتی ہوئی نہریں اور طرح طرح کے پھلوں کے  
 بار، سے جھلکے ہوئے اشجار وہاں فراہم کئے ہیں، انہیں  
 دکھا دے تاکہ ان میں سے کوئی پیٹھ پھرنے کا ارادہ  
 اور اپنے حریف کے سامنے سے بھاگنے کا خیال نہ کرے  
 اسے اللہ! اس ذریعہ سے ان کے دشمنوں کے  
 حربے گند اور انہیں بے دست و پا کر دے اور ان  
 میں اور اُن کے ہتھیاروں میں تفرقہ ڈال دے، اپنی  
 ہتھیار چھوڑ کر بھاگ جائیں، اور اُن کے رگ و دل  
 کی طنابیں توڑ دے اور اُن میں اللہ اُن کے آذوقہ میں  
 دُور پیدا کر دے اور اُن کی ماہوں میں انہیں پھینکنے  
 کے لئے چھوڑ دے۔ اور اُن کے مقصد سے انہیں  
 بے راہ کر دے۔ ان کی ملک کا سلسلہ قطع کر دے  
 اُن کی گنتی کم کر دے۔ ان کے دلوں میں دہشت  
 بکھریں۔ اُن کی دراز دستیوں کو کوتاہ کر دے اُن کی  
 زبانون میں گرو لگا دے کہ بول نہ سکیں، اور انہیں  
 سزا دے کہ ان کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کو بھی تتر بتر  
 کر دے جو اُن کے پس پشت ہیں اور پس پشت والوں  
 کو ایسی شکست دے کہ جو اُن کے پشت پر ہیں انہیں  
 عبرت حاصل ہو اور ان کی ہزیمت رسوائی سے اُن کے  
 پیچھے والوں کے حوصلے توڑ دے۔ اسے اللہ! اُن کی  
 عورتوں کے شکم ہانچ، ان کے مردوں کے صلب خشک  
 اور اُن کے گھوڑوں، اونٹوں، گائیوں، بکریوں کی نسل  
 قطع کر دے اور اُن کے آسمان کو برسنے کی اور زمین  
 کو مدد گئی کی اجازت نہ دے۔ بار الہا! اس ذریعہ  
 اہل اسلام کی تدبیروں کو مضبوط، اُن کے شہروں کو محفوظ  
 اور اُن کی دولت و ثروت کو زیادہ کر دے اور انہیں  
 عبادت و خلوت گزینی کے لئے جگہ جہاں اور

جَبَّهَهُ دُونَكَ اللَّهُمَّ اغْزُ بِحُلِّ  
 نَاصِيَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى مَنْ  
 بَارَأْتَهُ مِنَ الشِّرْكِينَ وَأَمْدِهِمْ  
 بِمَلِكِكَ مِمَّنْ عِنْدَكَ مُزَوِّجِينَ حَتَّى  
 يَكْشِفُوهُمْ إِلَى مُنْقَطِعِ الثَّرَابِ كَثَلًا  
 فِي أَرْضِكَ وَأَسْمًا أَوْ يُهْرَقَ بِأَنَّكَ  
 أَنْتَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ  
 وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اللَّهُمَّ وَ  
 اَعْمُرْ بِذَلِكَ أَعْدَاءَكَ فِي أَقْطَارِ  
 الْبِلَادِ مِنَ الْهِنْدِ وَالْتُؤَمِّ وَالْأَنْدَلُسِ  
 وَالْخَزَرِ وَالْحَبَشِ وَالشُّوْبَةِ وَ  
 الزَّنَجِ وَالسَّقَالِبَةِ وَالذَّيَالِمَةِ وَ  
 سَائِرِ أُمَمِ الْفِرَكِ الَّذِينَ تَخْفَى  
 أَسْمَاءُهُمْ وَصِفَاتُهُمْ وَقَدْ أَحْصَيْتَهُمْ  
 بِعِلْمِكَ وَأَشْرَفْتَ عَلَيْهِمْ بِقُدْرَتِكَ  
 اللَّهُمَّ اشْغِلِ الشِّرْكَينَ بِالشِّرْكِينَ  
 عَنْ تَنَادُلِ أَطْرَافِ الْمُسْلِمِينَ وَخَذْهُمْ  
 بِالنَّقْصِ عَنْ تَنْقِصِهِمْ وَكَيْبُظْهُمْ  
 بِالْفُرْقَةِ مِنَ الْإِخْتِلَافِ عَلَيْهِمْ  
 اللَّهُمَّ اشْغِلْ قُلُوبَهُمْ مِنَ الْأَمْنَةِ وَ  
 أَبْدَانَهُمْ مِنَ الْفَقْرِ وَأَذْهِبْ  
 قُلُوبَهُمْ مِنَ الْإِخْتِلَالِ وَأُذْهِبْ  
 أَمْكَانَهُمْ عَنْ مَسَاكِلَةِ الرِّجَالِ وَ  
 جَبْنَهُمْ عَنْ مَقَارِعَةِ الْأَبْطَالِ وَ  
 ائْتِكْ عَلَيْهِمْ جُنْدًا مِنْ مَلَائِكَتِكَ  
 يَبَايِسُ مِنْ بَأْسِكَ كَيْفَ عِلِكَ يَوْمَ  
 تَبْدُدُ تَقْطَعُ بِهِ دَابِرَهُمْ وَتُخْصِدُ بِهِ

لڑائی جھگڑے سے فارغ کر دے۔ تاکہ روسے زمین  
 پر تیرے علاوہ کسی کی پرستش نہ ہو اور تیرے سوا کسی  
 کے آگے خاک پر پیشانی نہ رکھی جائے۔ اے اللہ! تو  
 مسلمانوں کو ان کے ہر ہر علاقہ میں ہر سر ہیکار ہونے والے  
 مشرکوں پر غلبہ دے اور صفت در صفت فرشتوں کے ذریعہ  
 ان کی امداد فرما۔ تاکہ اس خطرہ زمین میں انہیں قتل و  
 اسیر کرتے ہوئے اُس کے آخری حدود تک پہنچا کر دیں  
 یا یہ کہ وہ اقرار کریں کہ تو وہ خدا ہے جس کے علاوہ کوئی  
 معبود نہیں اور یکتا ولا شریک ہے۔ خدایا! مختلف  
 اطراف و جوانب کے دشمنانِ دین کو بھی اس قتل و غارت  
 کی لپیٹ میں لے لے۔ وہ ہندی ہوں یا رومی، ترکی  
 ہوں یا خذری، حبشی ہوں یا فوجی، زنگی ہوں یا صقلی  
 و دلی۔ نیز ان مشرک جماعتوں کو جن کے نام اور صفات  
 ہمیں معلوم نہیں اور تو اپنے علم سے اُن پر محیط اور اپنی  
 قدرت سے ان پر مطلع ہے۔ اے اللہ! مشرکوں  
 کو مشرکوں سے اُلجھا کر مسلمانوں کے حدود مملکت پر  
 دست دھاری سے باز رکھ اور اُن میں کمی واقع  
 کر کے مسلمانوں میں کمی کرنے سے روک دے اور  
 ان میں پھوٹ ڈلوا کر اہل اسلام کے مقابلہ میں صفت  
 آزمائی سے بٹھا دے۔ اے اللہ! ان کے دلوں کو  
 تسکین دے بے خونی سے ان کے جسموں کو قوت و  
 توانائی سے خالی کر دے۔ ان کی فکر کو تدبیر و  
 چارہ جوئی سے غافل اور مردان کارزار کے مقابلہ میں  
 ان کے دست و بازو کو کمزور کر دے اور دلیران اسلام  
 سے ٹکر لینے میں انہیں بزدل بنا دے اور اپنے غلاموں  
 میں سے ایک مذاہب کے ساتھ ان پر فرشتوں کی  
 سپاہ بھیج۔ جیسا کہ تو نے بد کے دن کیا تھا۔ اسی

شَوْكَتُهُمْ وَتَقَرَّرْتُ بِهِ عِدَّةَ هَمٍّ  
 أَلَهُمْ وَأَمَزُّهُمْ مِيَاهَهُمْ بِالْوَبَاءِ  
 وَأَطْعَمْتُهُمْ بِالذُّقَاوِ وَأَزْمِ بِلَادِهِمْ  
 بِالْخُسُوفِ وَالْإِعْ عَلَيْهِمَا بِالْقُدُوبِ  
 وَأَفْرَغَهَا بِالسُّحُولِ وَأَجْعَلَ مِيزَهُمْ  
 فِي أَحْصِ أَرْضِكَ وَلَا يُعْدِهَا عَنْهُمْ  
 وَأَمْنَعُ حَصُونَهَا مِنْهُمْ أَصْبَهُمْ  
 بِالْجُودِ الْمُقِيمِ وَالشُّعْرِ الْوَلِيِّ  
 أَلَهُمْ وَأَيُّمَا عَارِ غَدَاهُمْ مِنْ  
 أَهْلِ مِلَّتِكَ أَوْ لِحَا هِدِ جَاهِدَهُمْ  
 مِنْ أَتْبَاعِ سُنَّتِكَ لِيَكُونَ دِينُكَ  
 أَرْغَى وَحِزْبُكَ الْأَقْوَى وَحُطَّتْ  
 الْأَفْئُ قَلْبُهُ الْيُسْرَ وَهَيْئُ لَدَى  
 الْأَمْرِ وَكَوْلُهُ بِالشُّجْرِ وَتَحَاكُّ لَهُ  
 الرُّصَصَابُ وَاسْتَفْوَاهُ الظُّهْرُ وَ  
 أَصْبَغَ عَلَيْهِ فِي النِّفْقَةِ وَمَتَّعَهُ  
 بِالنَّشَاطِ وَأَطْعَمَ عَنْهُ حَرَارَةَ الشَّمْسِ  
 وَأَجْرَهُ مِنْ عَمْرِ الْوَحْشَةِ كَأَلْسِمِ  
 ذِكْرُ الْأَهْلِ وَالْوَلِيِّ وَاتَّزَلَهُ مَشْنُ  
 الْيَتِيمِ وَكَوْلُهُ بِالْعَافِيَةِ وَأَصْبَغَهُ  
 السَّلَامَةَ وَأَغْفَمَ مِنَ الْجُبْنِ وَ  
 أَنَهَمَهُ الْجُدَاةَ وَارْتَمَقَهُ الشِّدَّةَ وَ  
 أَيْدَاهُ بِالنَّصْرَةِ وَعَلِمَهُ السَّيْرَ  
 وَالسُّنَّ وَسَدَّاهُ فِي الْخُكُوفِ وَالْغَزَلِ  
 عَنْهُ التَّيْرِيَاةَ وَخَلِصَهُ مِنَ  
 السَّمْعَةِ وَأَجْعَلَ يَكْرَهُ وَذِكْرَهُ  
 وَظَعَنَهُ وَإِقَامَتَهُ نِيكَ وَكَ

طرح تو اُن کی جڑ بنیادیں کاٹ دے۔ ان کی شان و  
 شوکت مٹا دے اور ان کی جمعیت کو پراگندہ کر دے۔  
 اے اللہ! اُن کے پانی میں وبا اور اُن کے کھانوں میں  
 امراض (کے جراثیم) کی آمیزش کر دے۔ اُن کے شہر میں  
 کو زمین میں دھنسا دے، انہیں ہمیشہ پتھروں کا  
 نشانہ بنا اور قحط سالی اُن پر مسلط کر دے۔ ان کی  
 روزی ایسی سرزمین میں قرار دے جو بنجر اور اُن سے  
 کوسوں دور ہو۔ زمین کے محفوظ قلعے ان کے لئے بند  
 کر دے۔ اور انہیں ہمیشہ کی بھوک اور تکلیف و بیماریوں  
 میں مبتلا رکھ۔ بار اہل! تیرے دین و ملت والوں میں  
 سے جو غازی ان سے آمادہ جنگ ہو یا تیرے طریقہ کی  
 پیروی کرنے والوں میں سے جو مجاہد قصدِ جہاد کرے  
 اس غرض سے کہ تیرا دین بلند، تیرا گروہ قوی اور تیرا  
 حصہ و نصیب کامل تر ہو تو اس کے لئے آسانیاں پیدا  
 کر۔ تکمیلِ کار کے سامان فراہم کر۔ اس کی کامیابی کا ذمہ  
 لئے اس کے لئے بہترین ہمراہی انتخاب فرما۔ قوی و  
 مضبوط سواری کا بندوبست کر۔ ضروریات پورا کرنے کے  
 لئے وسعت و فراخی دے۔ و جمعی و نشاطِ خاطر سے بہرہ  
 مند فرما۔ اس کے اشتیاقِ (وطن) کا دلولہ ٹھنڈا کرے  
 تنہائی کے غم کا اُسے احساس نہ ہونے دے۔ زینِ فرزند  
 کی یاد اُسے بھلا دے۔ قصدِ خیر کی طرف رہنمائی فرما۔  
 اس کی مافیت کا ذمہ لے۔ خلافتی گواہی کا ساتھ  
 قرار دے۔ بزدلی کو اس کے پاس نہ پہنچنے دے۔ اس  
 کے دل میں جرات پیدا کر۔ زور و قوت اسے عطا فرما۔  
 اپنی مددگاری سے اُسے توانائی بخش۔ راہِ درویش (جہاد)  
 کی تعلیم دے اور حکم میں صحیح طریق کار کی ہدایت فرما۔  
 ریا و نمود کو اس سے دور رکھ۔ ہوس، شہرت کا کوئی

فَاِذَا صَافَتْ عَدُوَّكَ وَعَدُوَّهُ فَقُلْ لَّهُمْ  
 فِي عَيْنِهِ وَصَغِيرُ شَأْنِهِمْ فِي قَلْبِهِ وَ  
 اِدْلُ لَكَ مِنْهُمْ وَلَا تُدِرْ لَهُمْ مِنْهُ  
 فَاِنْ خَشِمْتَ لَهُ بِالسَّعَادَةِ وَقَضَيْتَ  
 لَهُ بِالشَّهَادَةِ فَبَعْدَ اَنْ يَخْتَلِمَ  
 عَدُوَّكَ بِالْقَتْلِ وَبَعْدَ اَنْ يَجْهَدَ  
 بِهِمُ الْاَشْرَ وَبَعْدَ اَنْ تَأْمَنَ اطْرَافُ  
 الْمُسْلِمِينَ وَبَعْدَ اَنْ يُؤْتِيَ عَدُوَّكَ  
 مَدِيرَتِ الْاَلْهَمِ وَآيَتَا مُسْلِمٍ  
 خَلَقْتَ غَارِيًّا اَوْ مُرَابِطًا فِي دَارِهِ  
 اَوْ كَعْلَدَ خَائِفِيهِ فِي عَيْنِيهِ اَوْ  
 اَعَانَهُ بِطَائِفَةٍ مِنْ مَالِهِ اَوْ اَمَلَّاهُ  
 بِعِتَادٍ اَوْ شَحَدَةٍ عَلَى جِهَادٍ اَوْ  
 اَتْبَعَهُ فِي وَجْهِهِ دَعْوَةً اَوْ رَا عَلَى  
 لَكَ مِنْ فَنَائِهِ حُرْمَةً فَاَجِرْ لَهُ  
 مِثْلَ اَجْرِهِ وَتَرَا يَوْمُزِنَ وَ مِثْلًا  
 يَسْتُلُ وَ عَوِضَةً مِنْ فِعْلِهِ عَوِضًا  
 حَاضِرًا يَتَعَجَّلُ بِهِ نَفْعَ مَا قَلَامَ  
 وَ سُورًا مَا آتَى بِهِ اِلَى اَنْ يَنْتَهِي  
 بِهِ الدَّقِيقُ اِلَى مَا اَخْبَرْتَ لَهُ مِنْ  
 فَضْلِكَ وَ اَعْدَدْتَ لَهُ مِنْ كَرَامَتِكَ  
 اَللّٰهُمَّ وَ آيَتَا مُسْلِمٍ اَهْمَلْهُ اَمْرًا  
 اِلَاسْلَامٍ وَ اَخْزَنَهُ تَحْزُبُ اَهْلِ  
 الشِّرْكِ عَلَيْهِمْ فَتَوَيَّ عَزُوًّا اَوْ هَمًّا  
 بِجِهَادٍ نَقَعَدَ بِهِ ضِعْفٌ اَوْ  
 اَبْطَأَتْ بِهِ نَاقَةٌ اَوْ اَخْرَجَتْ عَنْهُ  
 حَادِثٌ اَوْ عَرَضَ لَهُ دُونِ اِرَادَتِهِ

شاہد اس میں نہ رہنے دے۔ اس کے ذکر و فکر اور  
 سفر و قیام کو اپنی راہ میں اور اپنے لئے قرار دے اور  
 جب وہ تیرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں سے درمقابل  
 ہو تو اس کی نظروں میں ان کی تعداد تھوڑی کر کے دکھا  
 اس کے دل میں ان کے مقام و منزلت کو پست کر دے  
 اسے ان پر غلبہ دے اور ان کو اس پر غالب نہ ہونے  
 دے۔ اگر تو نے اس مردِ مجاہد کے خاتمہ یا لغیر اور  
 شہادت کا فیصلہ کر دیا ہے تو یہ شہادت اس  
 وقت واقع ہو جب وہ تیرے دشمنوں کو قتل کر کے  
 کیفر کر فار تک پہنچا دے۔ یا اسیری انہیں بے حال  
 کر دے اور مسلمانوں کے اطرافِ مملکت میں امن  
 برقرار ہو جائے اور دشمن پیٹھ پھرا کر چلے۔ ہار الہا  
 وہ مسلمان جو کسی مجاہد یا گنجان سرحد کے گھر کا نگران  
 ہو یا اس کے اہل و عیال کی خبر گیری کرے یا تھوڑی  
 بہت مالِ امانت کرے یا آلاتِ جنگ سے مدد دے۔  
 یا جہاد پر اُتھارے یا اس کے مقصد کے سلسلہ  
 میں دُعاے خیر کرے یا اُس کے پس پشت اس کی  
 عزت و ناموس کا خیال رکھے تو اسے بھی اس کے اجر  
 کے برابر بے کم و کاست اجر اور اس کے عمل کا  
 ہاتھوں ہاتھ بدلہ دے جس سے وہ اپنے پیش کئے  
 ہوئے عمل کا نفع اور اپنے بجالائے ہوئے کام کی  
 مسرت دنیا میں فوری طور سے حاصل کر لے۔ یہاں تک  
 کہ زندگی کی ساتیں اسے تیرے فضل و احسان کی  
 اس نعمت تک جو تو نے اس کے لئے جاری کی ہے  
 اور اس عزت و کرامت تک جو تو نے اس  
 کے لئے مہیا کی ہے پہنچا دیں۔ پروردگار! جس مسلمان  
 کو اسلام کی فکر پریشان اور مسلمانوں کے خلاف

مَا نَعْمَ فَكَاتِبُ اسْمِهِ فِي  
الْعَابِدِينَ وَ أَذِيبُ لَهُ ثَوَابَ  
الْمُجَاهِدِينَ وَاجْعَلْهُ فِي  
نِظَامِ الشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِينَ  
أَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
عَبْدِكَ وَ رَسُولِكَ وَ عَلَى  
مَعْتَمِدِ صَلَواتِكَ عَالِيَةٍ عَلَى  
الصَّلَواتِ مُشْرِفَةٍ كُوفَى  
الشَّجِيئاتِ صَلَواتِكَ لَا يَنْتَهِي  
أَمَدُهَا وَ لَا يَنْقُطُ عَدَدُهَا  
كَأَنَّ مَا مَضَى مِنْ حَبْلَتِكَ  
عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَقْرَبِيكَ إِنَّكَ  
الْمَنَّانُ الْحَمِيدُ الْمُبْدِي  
الْمُعِينُ الْقَهَّارُ لِمَا  
شَرِيفٌ -

مشرکوں کی جتنی بندی ٹنگیں کرے اس حد تک کہ وہ  
جنگ کی نیت اور جہاد کا ارادہ کرے مگر کمزوری اسے بٹھا  
دے یا بے سروسامانی اسے قدم نہ اٹھانے دے یا کوئی حادثہ  
اس مقصد سے تاخیر میں ڈال دے یا کوئی مانع اس کے  
ارادہ میں عامل ہو جائے تو اس کا تمام عبادت گزاروں  
میں لکھ اور اسے مجاہدوں کا ثواب عطا کر اور اسے شہید  
اور نیکو کاروں کے زمرہ میں شمار فرما۔ اے اللہ! محمد پر  
جو تیرے بعد خاص اور رسول ہیں اللہ ان کی اولاد پر ایسی  
رحمت نازل فرما جو شرف و رتبہ میں تمام رحمتوں سے بلند  
تر اور تمام درودوں سے بالا تر ہو۔ ایسی رحمت جس  
کی مدت اتمام پذیر نہ ہو، جس کی گنتی کا سلسلہ کہیں  
قطع نہ ہو۔ ایسی کامل و اکمل رحمت جو تیرے دستوں  
میں سے کسی ایک پر تانبل ہوئی ہو اس لئے کہ تو عطا و  
بخشش کرنے والا، ہر حال میں قابلِ ستائش، پہلی دفعہ  
پیدا کرنے والا، اور دوبارہ زندہ کرنے والا اور جو چاہے  
وہ کرنے والا ہے۔

یہ دوا کسی خاص گروہ یا کسی خاص جماعت سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ جو بھی اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا فریضہ  
انہام دینے کے لئے آٹھ کھڑے ہوتے ہیں ان سب کو شامل ہے۔ خواہ وہ انہی سرحدوں کے رہنے والے ہوں یا وہاں  
اس مقصد سے قیام کریں تاکہ مشرکین و کفار اگر مسلمانوں کے جان و مال و ناموس پر حملہ آفر ہوں تو بروقت ان کی روک  
تھام کر سکیں اور ان کی چیر و دستیوں سے اسلامی مملکت کو بچا سکیں۔ اور اسلام میں جہاد کا مفہوم یہی ہے کہ جو لوگ صلح  
و آشتی کے اصولوں کو توڑ کر اسلام کی بربادی اور مسلمانوں کی رنج و کشتی پر آمادہ ہوں ان کی سرکوبی کی جائے۔ یہ مقصد  
نہیں ہے کہ اختلافِ مذہب کی بناء پر امن پسند صلح جو افراد کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا جائے، اور اسلام کی آڑ  
لے کر مآخت و تاراج کو جائز سمجھ لیا جائے۔ اسلام کے متعلق ایسا تصور کرتا بھی اس کی تقدیس پر حوت رکھتا ہے  
جب کہ وہ ناگزیر صورتِ دفاع اور حفاظت خود اختیاری کے علاوہ جنگ کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ امام رضا علیہ  
السلام کا ارشاد ہے :-

اگر اسلام اور اہل اسلام کے متعلق خطر ہو تو قتال کرے

ان خاف علی بیضۃ الاسلام و

یہ قتال و حقیقت حفاظت خود اختیاری کے لئے ہوگا۔  
 نہ کسی فرمانبردار کے لئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا  
 کہ اگر دشمن ہاں تک آگے بڑھ جائے جہاں یہ حفاظت کے  
 لئے مقیم ہے تو کیا کرے؟ فرمایا کہ اسلام کی حفاظت  
 کے لئے جنگ کرے نہ حکمرانوں کی طرف سے یہ اس  
 کہ اگر اسلام ملے گا تو دین محمدیؐ کے حقیقی نقوش بھی  
 مٹ جائیں گے۔

المسلمین قاتل فیکون قتالہ لنفسہ  
 لیس للسلطان قال قلت وان  
 جاء العدو الى الموضع الذي هو  
 فيه مرا بطلانك يصنع قال يقتل  
 عن بيضة الاسلام لامن هؤلاء  
 لان في دوس الاسلام دوس  
 دين معتد۔

اسی جذبہ بقائے اسلام کے پیش نظر حضرت نے اسلامی سرحدوں کی تجدیداشت کرنے والوں کے حق میں دُعا فرمائی ہے  
 تاکہ حقیقی اسلام کی حفاظت عمومی اسلام کی حفاظت کے پردہ میں ہوتی رہے۔ اسی دُعا کا مقصود اصل ہے۔ ان مخالفین  
 اور مجاہدوں کے حق میں صدق نیت، غلوں میں عمل اور ثبات قدم کی دُعا کے ساتھ ان کفار و مشرکین کے لئے  
 بددُعا بھی کرتے ہیں جو اسلامی علاقوں پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو قتل و غارت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں ایک  
 جملہ یہ ہے کہ۔ ان کے پانی میں دبا کی اور ان کے کھانوں میں امراض کی آمیزش کرے۔ جس وقت تک مائیکروب دریافت  
 نہ ہوئے تھے اس جملہ کے معنی پورے طور سے دیکھے جاسکتے تھے۔ اور نہ سمجھائے جاسکتے تھے۔ مگر جراثیم کے علم و مشاہدہ میں  
 آنے کے بعد جہاں اس جملہ کے معنی مختلف ہوئے ہیں اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کا بھی اندازہ ہوا ہے۔ چنانچہ اب  
 اس نظریہ میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ خراب اور کچی خوراک اور پانی میں ایسے جراثیم کی آلودگی پائی جاتی ہے جو بہت کمزور  
 امراض کی تولید کرتے ہیں۔ ان جراثیم کی اہمیت کو سب سے پہلے لیون ہاک نے سمجھا اور اس کے بعد سلسلہ میں فرانسیسی  
 ڈاکٹر لوئی پاسچر نے اسے ثابت کر دیا اور سلسلہ میں جرمنی ڈاکٹر کاخ نے ہیپتھ کے جراثیم دریافت کئے۔ اور پھر مختلف  
 امراض کے مختلف جراثیم دریافت ہوئے رہے۔ چنانچہ ہیپتھ، تپ دق، نونیا، تپ محرقہ، طبریا وغیرہ کے جراثیم ہی ہوتے  
 ہیں جو کھانے اور پانی اور دوسرے ذرائع سے ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور خون کے سفید ذروں کو  
 مغلوب کر کے اپنا اثر پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ ایک مربع انچ میں چالیس کروڑ تک حملہ  
 کر سکتے ہیں۔ اور انہیں سے انہیں دیکھا نہیں جاسکتا بلکہ اہل دجبر کی الیکٹرک خوردبین ہی سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ کیا یہ ایک  
 سیرت انگیز چیز نہیں کہ جب جراثیم کا تصور بھی پہلے نہ ہوا تھا اور نہ خوردبین ہی ایجاد ہوئی تھی۔ اس لئے کہ خوردبین تو  
 سلسلہ میں ایجاد ہوئی۔ اس وقت یہ آواز بلند ہوتی ہے کہ وہ پانی جو حیات کا سرچشمہ ہے وہاں کاپیٹل خیمہ اور وہ غذا ہیں  
 سے انسانی زندگی وابستہ ہے امراض کی تولید کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور  
 امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے بھی ایسے کلمات منقول ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس انتہائی چھوٹی  
 مخلوق سے نا آشنا نہ تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ فر من المجدد ذر ذرک من  
 الاسد۔ بڑائی سے اس طرح قدر ہو جس طرح شیر سے قدر رہا جاتا ہے۔ یہ معنی تحقیق نے بتایا ہے کہ بڑائی کے اندر جو

میکروب پائے جلتے ہیں ان کی شکل و صورت ہو بہو شیر کی سی ہوتی ہے جو آس پاس بیٹھنے والوں کو متاثر کرتے ہیں اور امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ لا یبولن احدکونی المادان للماد احلا۔ تم میں سے کوئی شخص پانی میں پیٹا بڑھ کرے اس لئے کہ پانی کے اندر بھی ایک مخلوق آباد ہے۔

## اللہ تعالیٰ سے طلب فریاد کے سلسلہ میں حضرت کی دعا :-

اے اللہ! میں پورے علوم کے ساتھ دوسروں سے منہ موڑ کر تجھ سے نو لگائے ہوں اور ہمہ تن تیری طرف متوجہ ہوں، اور اس شخص سے جو خود تیری عطا و بخشش کا محتاج ہے، منہ پھیر لیا ہے۔ اور اس شخص سے جو تیرے فضل و احسان سے بے نیاز نہیں ہے، سوال کا رخ موڑ لیا ہے۔ اور اس فیجہ پر پہنچا ہوں کہ محتاج کا محتاج سے مانگنا سراسر کج بوجھ کی تسبیح اور عقل کی گمراہی ہے۔ کیونکہ اے میرے اللہ! میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو تجھے چھوڑ کر دوسروں کے ذریعہ عزت کے طلب کار ہوئے تو وہ ذلیل و رسوا ہوئے۔ اور دوسروں سے نعمت و دولت کے خواہشمند ہوئے تو فقیر و نادار رہی رہے۔ اور بلندی کا قصد کیا تو پستی پر جا گرے۔ لہذا ان جیسوں کو دیکھنے سے ایک دور اندیش کی دور اندیشی بالکل بر عمل ہے کہ عبرت کے نتیجہ میں اسے توفیق حاصل ہوئی اور اس کے (میں) انتخاب نے اسے سیدھا راستہ دکھایا۔ جب حقیقت یہی ہے۔ تو پھر اے میرے مالک! تو ہی میرے سوال کا مرجع ہے نہ وہ جس سے سوال کیا جاتا ہے۔ اور تو ہی میرا حاجت روا ہے نہ وہ جن سے حاجت طلب کی جاتی

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
مُتَقَرِّعًا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى جَلَّ وَعَزَّ  
اللَّهُمَّ إِنِّي أَخْلَصْتُ بِإِنْفِظَاعِي إِلَيْكَ  
وَأَثْبَلْتُ بِكُلِّ عَلَيْكَ وَهَوَيْتُ وَجْهِي  
هَمًّا يَحْتَاجُ إِلَى رِفْدِكَ وَقَلْبْتُ  
مَسْئَلَتِي عَنْكَ لَمْ يَسْتَعِنْ عَنْ  
فَضْلِكَ وَذَرَيْتُ أَنَّ طَلِبَ الْحُتَّاجِ  
إِلَى الْحُتَّاجِ سَفَهُ مِنْ رَأْيِهِ وَ  
حَسَلَهُ مِنْ عَقْلِهِ فَكُنْ قَدْ رَأَيْتُ  
يَا إِلَهِي مِنْ أَتَّاسٍ طَلَبُوا الْعِزَّ  
بِقِلْبِكَ قَدْ لُتُوا وَرَامُوا الْعُزَّةَ مِنْ  
سِوَاكَ فَاتَّقَرُّوا وَحَادُوا  
إِلَى رِقَاعٍ نَالِضَعُوا قَصَصَهُ  
بِمَعَانِيهِ أَمْثَالِهِمْ حَاسِرَةً  
وَفَقَهُ اعْتِمَادُهُ وَأَرْشَدَهُ إِلَى  
طَرِيقِ صَوَابِهِ اخْتِيَارُهُ فَانْتَ  
يَا مَوْلَايَ دُونَ كُلِّ مَسْئُولٍ مَوْضِعُ  
مَسْئَلَتِي وَدُونَ كُلِّ مَطْلُوبٍ  
إِلَيْهِ وَلِيٌّ حَاجِبِي أَنْتَ الْمُخْصُوصُ  
قَبْلَ كُلِّ مَدْعُوٍّ بِدَعْوَتِي لَا  
يُشْرِكُكَ أَحَدٌ فِي رَجَائِي وَ  
لَا يَقْنِنُ أَحَدٌ مَعَكَ فِي

دُعَايِي وَلَا يَنْظِمُهُ وَ إِيَّاكَ  
يَدْعَايِي كَلِّ يَا إِلَهِي وَفَعْدَايِيَّةُ  
الْعَدَدِ وَمَلَكَةُ الْقُدْرَةِ الضَّعْفِ  
وَقَضِيئَةُ الْحَوْلِ وَالْفُتُوَّةِ وَ  
دَرَجَةُ الْعُلُوِّ وَالتَّرْفَعَةِ وَ  
مَنْ سِوَاكَ مَرْحُومٌ فِي عُمْرِهِ  
مَغْلُوبٌ عَلَى أَمْرِهِ مَقْهُورٌ عَلَى  
شَأْنِهِ مُحْتَلِفٌ الْحَسَالَاتِ  
مُتَنَقِّلٌ فِي الصِّفَاتِ تَتَعَايَنُ  
عَنِ الْأَشْبَاهِ وَالْأَهْدَادِ وَتَكْثُرُ  
عَنِ الْأَمْثَالِ وَالْأَنْدَادِ فَسُبْحَانَكَ  
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ -

ہے اور ان تمام لوگوں سے پہلے جنہیں پکارا جاتا ہے  
تو میری دعا کے لئے مخصوص ہے اور میری امید میں  
تیرا کوئی شریک نہیں ہے اور میری دعا میں تیرا کوئی  
ہم پایہ نہیں ہے۔ اور میری آواز تیرے ساتھ کسی  
اور کو شریک نہیں کرتی۔ اے اللہ! عدد کی یکتائی،  
قدرت کاملہ کی کار فرمائی اور کمال قوت و توانائی اور  
مقام رفعت و بلندی تیرے لئے ہے اور تیرے علاوہ جو  
ہے وہ اپنی زندگی میں تیسکر رعم و کرم کا محتاج،  
اپنے اُمور میں درماندہ اور اپنے مقام پر بے بس لاچار  
ہے۔ جس کے حالات گونا گوں ہیں اور ایک حالت  
سے دوسری حالت کی طرف پلٹتا رہتا ہے۔ تو مانند  
ہمسرے بلند تر اور مثل و نظیر سے بالاتر ہے تو پاک  
ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

یہ دعا خلوص، اعتماد، توکل علی اللہ اور اسی کو حاجت روا و مرکز سوال قرار دینے کے سلسلہ میں ہے۔ خلوص، توکل،  
اور اعتماد کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرے استانوں سے منہ موڑ کر صرف اسی سے لو لگائی جائے اور اسی کے سلسلے و اس موال  
پھیلایا جائے اور کسی حالت میں بھی دوسرے سے موالی نہ کیا جائے تاکہ عزت و وقار محفوظ اور شرافت نفس برقرار رہے۔  
اس لئے کہ جب انسان اپنے ایسوں سے احتیاج وابستہ نہیں کرتا تو وہ اپنے نفس میں سنگین و وقار اور اپنے کو ایک  
با عزت و پرسکون فضا میں محسوس کرتا ہے جہاں نہ دل و دماغ پر دباؤ، نہ قلب و ضمیر پر بوجھ، نہ احساسات مجروح، نہ  
خیالات ہلکا گندہ، نہ ہاتھوں میں احسان مندی کی بوجھل ہتھکڑیاں اور نہ دوسروں کی تغویق پسندانہ ذہنیت کے مقابلہ میں  
احساس کمتری ہوتا ہے۔ اور پھر یہی کیا ضروری ہے کہ مانگے سے کچھ مل بھی جائے جب کہ اکثر جگہوں سے ناکافی، دل شکستگی  
اور مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر عقل و بصیرت سے کام لیا جائے تو اس نتیجہ پر آسانی پہنچا جاسکتا ہے کہ جو خود  
دوسروں کی مددگاری کا محتاج وہ کسی اور کی احتیاج کا مدعا کیا کر سکتا ہے۔ اور اگر کر سکتا ہوتا تو پہلے اپنے دامن سے  
احتیاج کے دھتے دور کرتا۔ پھر دوسروں کی احتیاج رفع کرتا۔ اور جب مانگتا ہی ہے تو پھر اسی سے کیوں نہ مانگا جائے  
جس سے یہ مانگتا ہے۔ اور اسی کے سامنے ہاتھ کیوں نہ پھیلا یا جائے جو اس سے زیادہ کریم، غنی اور حاجت روا ہے۔  
اور جب کہ وہ بھی اس جیسا محتاج ہے تو پھر محتاج سے حاجت بر آری کی کیا امید اور زمین شود سے روئیدگی کی  
کیا توقع ہو سکتی ہے۔

لَعَنَ يَخْلُقُ الرَّحْمَنُ اَحْسَنُ لِعِبَادِهِ  
 • اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ کم عقل و دوسرا پیدا ہی نہیں کیا، جو اپنے ایسے مانگنے والے سے غنا و ثروت کی توقع رکھتا ہے۔“

بہر حال جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے بے نیازی کا خواہاں، جاہ و شرم کا طالب ہوتا ہے وہ ہمیشہ ذلت و غلری میں مبتلا المینان و کیسوٹی سے محروم اور حقیقی ثروت و فنی سے تہی دامن رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے:-  
 انی وضعت العزّة فی خدمتی  
 والناس یطلبونہ بخدمتہ  
 السلطان خلوعہا ووضعت  
 الفخ فی القناعة والناس یطلبونہ  
 بجمع المال فلم یجدواہ۔  
 میں نے عزت کو اپنی خدمت سے وابستہ کیا ہے اور لوگ اسے شاہی و درباری میں ڈھونڈتے ہیں جو اعلیٰ عامل نہیں ہوتی اور میں نے دولت مندی کو قناعت میں قرار دیا ہے اور لوگ اسے مال کی فراہمی میں تلاش کرتے ہیں، جو انہیں نصیب نہیں ہوتی۔

خداوند عالم ہر شخص کو اس کے ظرف و وسعت کے لحاظ سے اور اپنی مصلحت و مشیت کے اعتبار سے دیتا ہے اور وہی ہر بخشش و عطا کا سرچشمہ اور ہر رفعت و سر بلندی کا منبع ہے۔ اور دوسرے کو اس صفت میں اس کا شریک قرار دینا اس کے فضل و احسان اور ربوبیت کو ناقص و ناقص کہنا ہے۔ اس کے نتیجہ میں خداوند عالم ایسے لوگوں کو انہی کے حوالے کر دیتا ہے جنہیں وہ اپنا عاجزت و اذوقبلہ مقصود سمجھتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی بخشش و عطا سے محرومی خود انہی کے پیدا کردہ اسباب کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ورنہ اس کی نعمتیں اور بخشائشیں کسی فرد یا گروہ کے لئے مخصوص نہیں ہیں بلکہ ہر ایک کو حقہ رسیدی اس کے خوار و نعمت سے ملتا ہے۔ اب اگر کوئی خود ہی فیوض الہی کے آگے روک بن کر کھڑا ہو جائے تو اسے محرومی و ناکامی سے دوچار ہونا ہی پڑے گا۔ اس حوالہ نصیبی کے اسباب میں سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ انسان دوسروں کو مرکز امید قرار دے کر اللہ سے امید و طلب کا سلسلہ قطع کرے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ:-

وہنی وحوالی وارتقاعی علی  
 عدشی لا قطعن امل کل مومل  
 فیری بالیاس ولا کسونه ثوب  
 المذلة عند الناس۔  
 مجھے اپنے جلال و عزت اور عرش پر بلندی و رفعت کی قسم جو میرے علاوہ دوسروں سے امید رکھے گا میں اُن کی امید کو یاس سے بدل دوں گا۔ اور لوگوں میں اسے ذلت و رسوائی کا جامہ پہناؤں گا۔

جب رزق کی تنگی ہوتی تو یہ دعا پڑھتے:-

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 اِذَا قُذِّرَ عَلَيْهِ الرِّزْقُ:-

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَتَكَلِّمُنَا فِیْ اَزْوَاجِنَا

اے اللہ! تو نے رزق کے بارے میں بے یقینی سے

يَسْئَلُ الظَّلْمَ وَفِي اَحْجَالِنَا يَطْوُلُ  
الْاَمَلُ حَتَّى كُنْصُنَا اَمْرًا اَقْلَقَ مِنْ  
عَمَلِ الْمَرْءِ ذَوِيْنَ وَطَلِبُنَا  
بِاَمَالِنَا فِي اَحْجَالِنَا الْمَعْتَبِرِيْنَ  
فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَهَبْ  
لَنَا يَقِيْنًا صَادِقًا فَكَلِفِيْنَا بِهِ  
مِنْ مَوْثِقَةِ الظَّلْمِ وَالْاَهْمِيْنَا ثِقَةً  
خَالِصَةً تُغْفِيْنَا بِهَا مِنْ عِدَّةِ  
النَّصَبِ وَاجْعَلْ مَا صَدَرَتْ بِهِ  
مِنْ عِدَّتِكَ فِي وَحْيِكَ وَآيَتِغَتْهُ  
مِنْ قَسَمِكَ فِي كِتَابِكَ قَاطِعًا  
لِدُهْمِيْنَا مِنَ الْبَلَاءِ الَّذِي  
تَكَلَّفْتَ بِهِ وَحَشْمًا لِلدُّشْمَانِ  
بِمَا حَمَمْتَ الْكَفَايَةَ كَذَلِكَ  
وَقَوْلِكَ الْحَقُّ الْاَصْدَقُ وَالْقِسْمَتُ  
وَقِسْمُكَ الْاَوَّلُ الْاَوَّلِي وَفِي السَّمَاءِ  
رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُوْنَ ثُمَّ  
قُلْتُ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ  
اِنَّكَ لَحَقٌُّ مِثْلُ مَا اَلْكُفُّ  
تَنْطَقُوْنَ -

اور زندگی کے بارے میں طولِ امل سے ہماری آزمائش  
کی ہے۔ یہاں تک کہ ہم ان سے رزق طلب کرنے  
لگے جو تجھ سے رزق پائے والے ہیں اور عمر رسیدہ  
لوگوں کی عمریں دیکھ کر ہم بھی درازی عمر کی آزمائش  
کرنے لگے۔ اے اللہ! محمد اور ان کی آل پر رحمت  
نازل فرما اور ہمیں ایسا پختہ یقین عطا کر جس کے  
ذریعہ تو ہمیں طلب و جستجو کی زحمت سے بچالے  
اور خالص اطمینان کی کیفیت ہمارے دلوں میں پیدا کرے  
جو ہمیں رنج و سختی سے چھڑالے اور وحی کے ذریعہ جو  
ماضی اور صاف وعدہ تو نے فرمایا ہے اور اپنی کتاب  
میں اس کے ساتھ ساتھ قسم بھی کھائی ہے۔ اے اس  
روزی کے اہتمام سے جس کا تواضع ہے۔ سبکدوشی  
کا سبب قرار دے اور جس روزی کا ذمہ تو نے لیا ہے  
اس کی شغولیوں سے علیحدگی کا وسیلہ بنا دے۔ چنانچہ  
تو نے فرمایا ہے اور تیرا قول حق اور بہت سچا ہے اور  
تو نے قسم کھائی ہے اور تیری قسم سچی اور پوری ہونے  
والی ہے کہ، "تمہاری روزی اور وہ کہ جس کا تم سے وعدہ  
کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔" پھر تیرا ارشاد ہے:-  
زمین و آسمان کے مالک کی قسم! یہ امر یقینی و قطعی  
ہے جیسے یہ کہ تم بول رہے ہو۔

وہ رزق و مرتبی جو شکم مادر اور زمانہ طفولیت میں جب کہ نہ ہاتھ پاؤں میں سکت ہوتی ہے۔ نہ اکتساب رزق پر قدرت  
نہ کار و کسب کا شعور ہوتا ہے نہ ذرائع معیشت پر اطلاع و شفقت کے سایہ میں بقائے زندگی کے تمام سر و سامان پہنچا  
کرتا ہے تو وہ زندگی کے دوسرے ادوار میں کیونکر غفلت کرے گا۔ جب کہ وہی سب کا خالق اور سب کا روزی رسال ہے۔  
چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

اے لوگو! اللہ تمہارے جو نعمتیں تمہیں بخشی ہیں انہیں یاد کرو کیا  
اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور بھی خالق ہے جس نے تمہارے

یا ایہا الناس اذكروا نعمة الله عليكم  
هل من خالق غير الله يرزقكم

من السماء والارض -

لئے آسمان و زمین سے رزق مہیا کیا ہے۔

لیکن اللہ تم کی حکمت و مصلحت کبھی اس کی متغنی ہوتی ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کو تنگی و معیشت میں مبتلا کرے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق وارد ہوا ہے کہ کان ی ربط علی بطنہ حججاً من الجوع۔ اگر سنگی کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہی پسند ہے کہ ایک دن سیر ہوں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام تنگی و معیشت میں مبتلا ہوئے حالانکہ وہ اپنے زمانے میں بڑے مالدار شمار ہوتے تھے۔ زمین تھی۔ باغات تھے۔ بار برداری کے لئے تین ہزار اونٹ، پانچ سو گدھے اور کھیتی باڑی کے لئے ایک ہزار بیل۔ اس کے علاوہ سات ہزار بھڑیاں اور خدمت و نگہداشت کے لئے چار سو نوکر تھے کہ اپانک حالات بدل جاتے ہیں۔ دولت باقی رہتی ہے۔ موشی لوٹ لئے جاتے ہیں اولاد بھی ایک ایک کر کے ختم ہو جاتی ہے۔ بیماری کی وجہ سے نقل و حرکت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور زبان سے یہ فریاد نکلتی ہے کہ رب انی مستغی الضرو انت ارحم الراحمین۔ پالنے والے! میں تنگی ہوں اور ترسب و رمیوں سے زیادہ رحیم ہے۔ یونہی حضرت داؤد، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر معاشی لحاظ سے آزمائشی دلد آئے۔ مگر اس تنگی و محنت میں اگر مانگا تو اللہ تعالیٰ سے اور دوسرے کے آگے ہاتھ نہ پھیلا یا۔ اس ابتلا و تنگی و معیشت سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے صبر و شکیب پر انہیں زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب دے اور وہ اللہ تعالیٰ سے لو لگا کر اس سے تفریح و زاری کرتے ہیں۔ چنانچہ امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

ان الله يبتلي العبد و هو

يحبته ليسمح تضرعه

خدا اپنے بندے کو دوست رکھنے کے باوجود مبتلا کرتا ہے

تاکہ اس کے تفریح و زاری کی آوازیں سنے۔

عام انسانوں کی نگاہیں ایسے موقع پر اسباب و وسائل پر ہوتی ہیں لیکن خاصانِ خدا اپنے علم و یقین کی روشنی میں یہ سمجھتے ہیں کہ اگرچہ اس نے رزق کو اسباب سے وابستہ کیا ہے۔ لیکن وہ جب چاہے ان اسباب کو بے نتیجہ بھی بنا دے سکتا ہے۔ اس لئے محض اسباب پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص تجارت کو وسیلہ قرار دیتا ہے مگر نفع کے بجائے نقصان ہوتا ہے اور یہی وسیلہ اصل سرمایہ کو بھی لے ڈوبتا ہے اور دوسرا زراعت کے ذریعہ ردی حاصل کرنا چاہتا ہے تو کھڑی کھیتی کو برق و ژالہ باری تباہ کر دیتی ہے اور کبھی کھلیان کو آگ لگ جاتی ہے اور کٹے کر لئے پر پانی پھر جاتا ہے۔ اگر یہ اسباب و وسائل ہی کافی ہوتے تو گھر میں تالا لگانے اور دربان بھونڈنے کے بعد چوری نہ ہوتی۔ اور دشمن کے مقابلہ میں ہتھیار نہ بنایا کرنے کے بعد اس پر کامیابی یقینی ہوتی۔ حالانکہ اگر ہتھیار ہوتا رہتا ہے کہ تالا ٹوٹ جاتا ہے اور گھر کا اثاثہ لٹ جاتا ہے اور ہتھیار کے ہوتے ہوئے دشمن سے شکست ہو جاتی ہے۔ یہ اس لئے کہ ایک قوت ان کو بے نتیجہ بنانے والی ہے۔ تو جن اسباب و وسائل کی باگ ڈور دوسرے کے ہاتھ میں ہو ان پر اعتماد کیونکر کیا جاسکتا ہے۔ یہ تو اسی وقت نتیجہ خیز ثابت ہو سکتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی کار فرما ہو۔ لہذا اصل کار سازی اسی کی ہوگی جو ان اسباب کے نتیجہ خیز بنانے کی قدرت رکھتا

ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جب وہی کار ساز و رزق رساں ہے تو پھر حرکت و عمل اور اسباب مہیا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیونکہ یہ دنیا عالم اسباب ہے اور اسباب سے کچھ الگ نہیں رہا جاسکتا۔ اور یہ یقین رکھنا کہ یہ اسباب بھی اسی کے پیدا کردہ ہیں اور اسی نے قوائے عمل دیئے ہیں۔ عین توکل ہے۔ اگر انسان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے تو یہ قوائے عمل ایسی نعمت کی ناشکری ہے جو ہمہ گیر ہونے کی صودت میں نظم عالم کی تباہی کا باعث ہے۔ اس دعا کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسباب سے قطع نظر کر لی جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان اسباب پر اعتماد کی بجائے خالق اسباب پر اعتماد رکھا جائے۔ اور ان قوائے عمل کو صرف حصول رزق کے لئے وقت نہ کر دیا جائے بلکہ ان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کا بھی کام لیا جائے کہ یہی زندگی کا مقصد اصلی ہے۔

ادلے قرض کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ  
سے طلب اعانت کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فِي الْمَعُونَةِ عَلَى قَضَائِ الدِّينِ

اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے ایسے قرض سے نجات دے، جس سے تو میری آبرو پر حریف آنے دے اور میرا ذہن پریشان اور فکر پرالگ نہ رہے اور اس کی فکر و تدبیر میں ہمہ وقت مشغول رہوں۔ اے میرے پروردگار! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں قرض کے فکر و اندیشہ سے اور اس کے جھیلوں سے اور اس کے باعث بے خوابی سے تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔ اور مجھے اس سے پناہ دے۔ پروردگار! میں تجھ سے زندگی میں اس کی ذلت اور مرنے کے بعد اس کے وبال سے پناہ مانگتا ہوں۔ تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے مال و دولت کی فراوانی اور پیہم رزق رسانی کے ذریعہ اس سے چھٹکارا دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔ اور مجھے فضول خرچی اور معارف کی زیادتی سے رک رکھ کر اور عطا و میاں دہی کے ساتھ نقطہ اعتدال

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَهَبْ لِي الْعَافِيَةَ مِنْ دَيْنٍ تُخْلِقُ بِهِ وَجْهِي وَيُحَارِفِيهِ ذَهَبِي وَ يَتَشَقَّبَ لَدِي بِكْرِي وَ يَطْوُلُ بِمَسَارِسَتِهِ شُغْلِي وَ أَعُوذُ بِكَ يَا رَبِّ مِنْ هَرَقِ الدِّينِ وَ فِكْرِهِ وَ شُغْلِ الدِّينِ وَ سَهْمِهِ - فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ أَعِزَّنِي مِنْهُ وَ اسْتَجِيزْ بِكَ يَا رَبِّ مِنْ ذَلَّتِهِ فِي الْخَلْقِ وَ مِنْ تَبَعَتِهِ بَعْدَ الْوَفَا فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ أَجِنِّي مِنْهُ بِوَسْعِ فَاحِشٍ أَوْ كَفَاتٍ وَ أَصِلِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ أَعْجِبْنِي عَنِ الشَّرِّ وَ الْإِثْمِ وَ الْبَدَالِ وَ الْإِثْمِ وَ عَلَيْنِي حُشْنُ التَّقْدِيرِ

وَأَقْبَضَنِي بِمُحْضِيكَ عَنِ التَّبْنِ مِيرَد  
 أَجْرِهِ مِنْ أَشْبَابِ الْخَلَالِ أَرْثَا رِقِي  
 وَوَجَّهْ فِي أَبْوَابِ الْبِرِّ أَنْفَاقِي وَ  
 أَرْوِعْنِي مِنَ الْمَالِ مَا يُخْبِثُ  
 لِي مَخِيلَةً أَوْ تَأْدِيبًا إِلَى بَعِي أَوْ مَأْ  
 أَتَعْلَبُ مِنْهُ طُغْيَانًا اللَّهُمَّ صَحِّبْ  
 إِلَيَّ صُحْبَةَ الْفُقَرَاءِ وَأَعِزَّنِي عَلَى  
 صُحْبَتِهِمْ بِضَرِّ الْعُظْمَى وَمَا  
 رَوَيْتَ عَنِّي مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا  
 الْغَائِبَةِ فَادْخِرْهُ لِي فِي عَمَلِيكَ  
 الْبَاقِيَةِ وَاجْعَلْ مَا كَوَّلْتَنِي مِنْ  
 حُطَايَايَ وَعَجَلْتَنِي مِنْ مَتَاعِيهَا  
 بُلْغَةً إِلَى جَوَارِكَ دُوحِكَ إِلَى  
 قَرْبِكَ وَذَرِيعَةً إِلَى جَلَّتِكَ إِلَيْكَ  
 دُمَا الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَأَنْتَ الْجَوَادُ  
 الْكَرِيمُ -

پر قائم رکھ اور میرے لئے حلال طریقوں سے روزی کا  
 سامان کر اور میرے مال کو معصوم امور خیر میں قرار  
 دے اور اس مال کو مجھ سے دُور ہی رکھ جو میرے  
 اندر غرور و تمکنت پیدا کرے یا ظلم کی راہ پر  
 ڈال دے یا اس کا نتیجہ طغیان و سرکشی ہو۔ اے  
 اللہ! درویشوں کی ہم نشینی میری نظروں میں پسندیدہ  
 بنا دے اور اطمینان افزا صبر کے ساتھ ان کی رفاقت  
 اختیار کرنے میں میری مدد فرما۔ دُنیا کے فانی کے مال  
 میں سے جو تو نے مجھ سے روک لیا ہے۔ اُسے  
 اپنے باقی رہنے والے خزانوں میں میسر کر لئے  
 ذخیرہ کر دے اور اس کے ساز و برگ میں سے جو  
 تو نے دیا ہے اور اس کے کسب و سامان میں سے  
 جو ہم پہنچا یا ہے اسے اپنے جوار (رحمت) تک  
 پہنچنے کا زاوہ راہ، حصولِ تقرب کا وسیلہ اور جنت  
 تک رسائی کا ذریعہ قرار دے اس لئے کہ تو فاعل  
 عظیم کا مالک اور سخی و کریم ہے۔

اگر احساساتِ زندہ ہوں تو انسان معروض ہونے کی صورت میں ایک لمحہ بھی اطمینان دیکھنے سے سبک نہیں کر سکتا۔  
 اور اس فکر و اندیشہ میں نہ رات کو آرام سے سو سکتا ہے نہ دن چہین سے گزار سکتا ہے۔ اسے ہر وقت یہ کھٹکا لگا رہتا  
 ہے کہ نہ بلے کب قرض خواہ آجائے اور مطالبہ شروع کر دے نہ کیا کہیں راستہ میں گھیر لے اور بیچ بھوٹ و دھوکے سے  
 بھی پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے۔ ایسے حالات میں یقیناً ذہن پریشان، خیالات پر آگندہ اور طبیعت منتشر رہے گی۔  
 اور اس بوجھ کے نیچے اپنے کو بے حس محسوس کرے گا۔ کیونکہ قرض کا ذہنی بوجھ مادی بوجھ سے کہیں زیادہ خستہ  
 اور ہلکان کر دیتا ہے۔ چنانچہ بزدل جہر کا قول ہے کہ میں نے جنگ کے ذوقی ہتھیاروں کو اٹھایا اور پتھروں کو لا کر  
 ایک جگہ سے دوسری جگہ لے گیا۔ مگر میں نے قرض سے زیادہ کسی چیز کو بر بھل نہیں پایا۔ اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :-

دردِ چشم سے بڑھ کر کوئی درد اور اندوہ قرض سے  
 زیادہ کوئی اندوہ نہیں ہے۔

لا وجمع الا وجمع العين ولا هم الا  
 هم الدين -

اور امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

قرض سے بچے رہو۔ اس لئے کہ دن ہو قریہ ذلت و رسوائی کا سبب، اور رات ہو تو غم و اندوہ کا سامان اور دنیا و آخرت میں واجب الادا ہے۔

ایک دو ائمہ خانہ مدللہ بالانہار  
محکمہ باللیل وقصائد فی الدنیا  
وقصائد فی الاخرۃ۔

اس ذلت و رسوائی اور فکر و پریشانی سے وہی شخص بچ سکتا ہے۔ جسے عزت نفس کا احساس ہو کہ وہ فقر و فاقہ کی سختیوں کو گوارا کرے۔ تنگی و مسرت میں زندگی بسر کرے مگر قرض لے کر اپنی آبرو کو خطرہ میں نہ ڈالے۔ اور اگر کوئی شدید ضرورت مجبور کرے تو پس اتنا قرض لے جس سے ضرورت رفع ہو جائے اور اسے جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کرے اور اگر سرنے سے ادا کرنے کا ارادہ ہی نہ ہو تو ایسا شخص بمنزلہ فاش و سارق ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے۔

جو شخص قرضہ لے اور ادا کرنے کی نیت نہ رکھتا ہو  
وہ بمنزلہ سارق ہے۔

من استدان فله یوقصائد کان  
بمنزلة السارق۔

اگر ارادہ ہو مگر کسی مجبوری کی وجہ سے وقت پر ادا نہ کر سکے تو وہ معذور قرار پائے گا۔ ایسی صورت میں قرض خواہ کو چاہیے کہ اسے مہلت دے اور سختی سے مطالبہ نہ کرے۔ ایسا کرنے سے اسے پر روز اتنا ہی مال صدقہ کرنے کا ثواب حاصل ہوگا اور اگر وہ ادائے قرض سے بالکل ہی مجبور ہو جائے تو وہ عدم ادائیگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل مؤاخذہ نہیں ہوگا بشرطیکہ اس مال کو ظلم میں نہ صرف کیا ہو۔ اگر قرض خواہ اسے معاف کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ اجر پانے کا مستحق ہوگا۔ اور اگر معاف نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ صرف اسے اس کے قرض کا بدلہ دے گا۔

دُعائے توبہ

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فِي ذِكْرِ التَّوْبَةِ وَطَلَبِهَا:-

اے مجبور! اے وہ جس کی توصیف سے وصف کرنے والوں کے توصیفی الفاظ قاصر ہیں۔ اے وہ جو امیدواروں کی امیدوں کا مرکز ہے۔ اے وہ جس کے ہاں نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔ اے وہ جو عبادت گزاروں کے خوف کی منزل منتہا ہے۔ اے وہ جو پرہیزگاروں کے بیم و ہراس کی غلہ آخڑ ہے یہ اس شخص کا موقف ہے جو گناہوں کے ہاتھوں میں کھینٹا ہے اور خطاؤں کی باگلوں نے جیسے کھینچ لیا ہے اور

اللَّهُمَّ يَا مَنْ لَا يَصِفُهُ لَحْتُ الْوُحَايَا  
وَيَا مَنْ لَا يَجَاوِزُهُ رَجَاءُ التَّاجِينَ وَ  
يَا مَنْ لَا يَضِيْعُ كَدُّ يَدِ الْمُجْتَهِدِ  
وَيَا مَنْ هُوَ مُنْتَهَى خَوْفِ الْعَابِدِينَ  
وَيَا مَنْ هُوَ عَايَةُ تَحَنُّنِ الْمُتَّقِينَ  
هَذَا مَقَامٌ مِنْ كَدِّ اَوْكَعُهُ اَبْدِي  
الذُّنُوبِ وَقَادَحُهُ اَزِمَةُ الْخَطَايَا وَ

اسْتَعْوَذُ عَلَيْكَ الشَّيْطَانُ فَقَصَرَ عَمَّا  
 آمَرْتُ بِهِ فَفَرَّ بَطْلاً وَتَعَاظَى مَا حَيْثُ  
 عَنْهُ تَغْيِيرٌ كَالْجَاهِلِ بِقُدْرَتِكَ  
 عَلَيْكَ أَوْ كَالْمُنْكَرِ فَفَعَلَ إِحْسَانًا  
 إِلَيْكَ حَقٌّ إِذَا انْفَتَحَ لَهُ بَصَرٌ  
 الْهَدَى وَتَفَشَّعَتْ عَنْهُ سَحَابٌ  
 الْغُلَى أَخْطَرُ مَا ظَلَمَ بِهِ نَفْسَهُ  
 وَتَكُونُ نَيْسًا خَالَفَ بِهِ رَبَّهُ فَرَاى  
 كِبَارَ عَصِيَانِهِ كَبِيرًا وَجَلِيلًا  
 مُتَخَالِفَتِهِ جَلِيلًا فَأَقْبَلَ تَخَوُّكَ  
 مُؤَمِّلًا لَكَ مُسْتَحْيَا مِنْكَ وَجْهَهُ  
 رَغْبَتُهُ إِلَيْكَ ثِقَةً بِكَ فَأَمَّا  
 بِطَمَعِهِ يَقِينًا وَقَصْدَكَ بِخَوْفِهِ  
 إِخْلَاصًا قَدْ خَلَا طَمَعُهُ مِنْ كُلِّ  
 مَطْمَوعٍ فِيهِ غَيْرُكَ وَأَفْرَحَ  
 رَوْعُهُ مِنْ كُلِّ تَحْدُورٍ مَنَّهُ سِوَاكَ  
 قَمَثَلُ بَيْنَ يَدَيْكَ مُتَضَرِّعًا وَ  
 غَمَضُ بَصَرِهِ إِلَى الْأَرْضِ مِنْ مَتَعَشِّعًا  
 وَطَاطَأُ رَأْسِهِ لِعِزَّتِكَ مُتَذَلِّلًا  
 وَأَبْثَلَ مِنْ سِرِّهِ مَا أَنْتَ أَغْلَمُ  
 بِهِ مِنْهُ خُصُوعًا وَعَدَدًا مِنْ  
 ذُكُوبِهِ مَا أَنْتَ أَخْصَى لَهَا  
 خُشُوعًا وَاسْتِعَاثَ بِكَ مِنْ عَظِيمٍ  
 مَا وَقَعَ بِهِ فِي عِلْمِكَ وَكَيْبِجٍ مَا  
 فَضَحَهُ فِي حُكْمِكَ مِنْ ذُنُوبٍ  
 أَذْبَرْتَ لَهَا قَدْ هَبَّتْ وَ  
 أَقَامَتْ تَبَعَاتِهَا فَلَزِمَتْ لَا يُنْكِرُ

جس پر شیطان غالب آگیا ہے۔ اس لئے تیرے حکم سے لا پرواہی  
 کرتے ہوئے اُس نے (ادائے فرض) میں کوتاہی کی اور  
 فریب خوردگی کی وجہ سے تیرے منہیات کا مرتکب ہوتا  
 ہے۔ گویا وہ اپنے کو تیرے قبضہ قدرت میں سمجھتا  
 ہی نہیں ہے اور تیرے فعل و احسان کو جو تو نے اس  
 پر کئے ہیں ماننا ہی نہیں ہے۔ مگر جب اس کی چشم  
 بصیرت وا ہوئی اور اس کو ری و بے بصری کے بادل  
 اس کے سامنے سے چھٹے تو اس نے اپنے نفس پر  
 کئے ہوئے ظلموں کا جائزہ لیا اور جن جن موارد پر اپنے  
 پروردگار کی مخالفتیں کی تھیں اُن پر نظر دوڑائی تو اپنے  
 بڑے گناہوں کو (واقعا) بڑا اور اپنی عظیم مخالفتوں کو  
 (حقیقتہ) عظیم پایا تو وہ اس حالت میں کہ تجھ سے امید  
 بھی ہے اور شرمسار بھی، تیری جانب متوجہ ہوا اور تجھ پر  
 اعتماد کرتے ہوئے تیری طرف راغب ہوا اور یقین و  
 اطمینان کے ساتھ اپنی خواہش و آرزو کو لے کر تیرا  
 قاعد کیا اور (دل میں) تیرا خوف لئے ہوئے ظلم  
 کے ساتھ تیری بارگاہ کا ارادہ کیا اس حالت میں کہ  
 تیرے علاوہ اُسے کسی سے غرض نہ تھی اور تیرے سوا  
 اُسے کسی کا خوف نہ تھا۔ چنانچہ وہ عاجزانہ صورت میں  
 تیرے سامنے آکھڑا ہوا اور فرد تنی سے اپنی آنکھیں  
 زمین میں گھاڑ لیں اور تذلل و انکسار سے تیری عظمت  
 کے آگے سر جھکا لیا اور مجر و نیاز مندی سے اپنے  
 راز نامے درون پرودہ جنہیں تو اس سے بہتر جانتا  
 ہے تیرے آگے کھول دیئے اور عاجزی سے اپنے وہ  
 گناہ جن کا تو اس سے زیادہ حساب رکھتا ہے ایک  
 ایک کر کے شمار کئے اور ان بڑے گناہوں سے جو  
 تیرے علم میں اس کے لئے مہلک اور ان بد اعمالیوں

يَا اِلٰهِي عَذْلَكَ اِنْ عَاقَبْتَهُ وَلَا  
يَسْتَغْفِرُ عَفْوَكَ اِنْ عَفَوْتَ عَنْهُ  
وَرَحْمَتُهُ لَا تَكْتُمُكَ الرَّبُّ الْكَرِيمُ  
الَّذِي لَا يَكْظُمُ عَفْوَكَ الدَّائِبِ  
الْعَظِيمِ اَللّٰهُمَّ ذَلَا اَنَا اَقْدَرُ جَلَّتْكَ  
مُطِيعًا لِامْرِكَ فِيمَا اَمَرْتَ بِهِ مِنْ  
الدَّعَاوِ مُتَنَجِّزًا وَعْدَكَ فِيمَا وَعَدَ  
بِهِ مِنَ الْاِجَابَةِ اِذْ تَقُولُ اِذْ عَوْنِي  
اَسْتَجِبْ لَكُمْ اَللّٰهُمَّ فَصِّلْ عَلَيَّ مُحَمَّدًا  
قَالَ اِلَيْهِ وَالنَّفْسِ بِسُغْفَرَتِكَ كَمَا  
كَفَيْتُكَ يَا قُدْرَانِي قَا رَفَعْنِي عَنْ  
مَصَارِعِ الذُّنُوبِ كَمَا وَصَفْتَكَ  
نَفْسِي قَا سُدْرَتِي بِسُورِكَ كَمَا  
تَا كُنْتَنِي عَنِ الْاِثْمِ قَامِ مَقِي اَللّٰهُمَّ  
وَلَيْتَ فِي طَاعَتِكَ نَبِيَّتِي وَاحِدًا  
فِي عِبَادَتِكَ بَصِيَّتِي وَوَقِيَّتِي  
مِنَ الْاَعْمَالِ لِمَا تَغْنِي بِهِ  
دَلَسَ الْخَطَايَا عَنِّي وَكَوْنِي  
عَلَى مِلَّتِكَ وَوَلِيَّةَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذَا كُوْنِيَّتَنِي اَللّٰهُمَّ  
اِنِّي اَتُوبُ اِلَيْكَ فِي مَقَامِي هَذَا  
مِنْ كِبَايِرِ ذُنُوبِي وَصَغَائِرِهَا  
وَبَوَاطِنِ سِيْئَاتِي وَظَوَاهِرِهَا  
وَسَوَائِفِ نَدَاتِي وَخَوَاذِيْهَا  
تَوْبَةً مِّنْ لَا يَحْدُثُ نَفْسَهُ  
بِمُعْصِيَةٍ وَلَا يُصْبِرُ اَنْ  
يَعُوْذَ فِي خَطِيئَةٍ وَكَدُّ كَلَّتْ

سے جو تیرے فیصلہ کے مطابق اس کے لئے رسوا کُن  
ہیں، داد و فریاد کرتا ہے۔ وہ گناہ کہ جن کی لذت جاتی  
ہری ہے اور اُن کا وبال ہمیشہ کے لئے باقی رہ گیا  
ہے۔ اے میرے معبود! اگر تو اس پر عذاب کرے تو  
وہ تیرے عدل کا منکر نہیں ہو گا۔ اور اگر اس سے  
در گزر کرے اور ترس کھائے تو وہ تیرے عفو کو کوئی  
عیب اور بڑی بات نہیں سمجھے گا۔ اس لئے کہ تو وہ پُروردگار  
کرم ہے جس کے نزدیک بڑے سے بڑے گناہ کو بھی  
بخش دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اچھا تو لے سکے  
معبود! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔ تیرے حکم و دُعا  
کی اطاعت کرتے ہوئے اور تیرے وعدہ کا ایقا پاتے  
ہوئے جو قبولیت دُعا کے متعلق تو نے اپنے اس  
ارشاد میں کیا ہے۔ ”مجھ سے دُعا مانگو تو میں تمہاری  
دُعا قبول کروں گا۔“ خداوند! محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت  
نازل فرما اور اپنی مغفرت میرے شامل حال کر۔ جس طرح  
میں (اپنے گناہوں کا) اقرار کرتے ہوئے تیری طرف  
متوجہ ہوا ہوں اور ان مقامات سے جہاں گناہوں سے  
منسوب ہونا پڑتا ہے مجھے (سہارا دے کر) اُپر اٹھا  
لے جس طرح میں نے اپنے نفس کو تیرے آگے (خاک  
مذلت پر) ڈال دیا ہے۔ اور اپنے دامن رحمت سے  
میری پرورہ پوشی فرما جس طرح مجھ سے انتقام لینے میں  
صبر و حلم سے کام لیا ہے۔ اے اللہ! اپنی اطاعت  
میں میری نیت کو استوار ہو اور اپنی عبادت میں میری  
بصیرت کو قوی کر اور مجھے ان اعمال کے بحال لانے کی  
توفیق دے جن کے ذریعہ تو میرے گناہوں کے میل  
کو دھو ڈالے۔ اور جب مجھے دنیا سے اٹھائے تو اپنے  
دین اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئین پر اٹھا۔

يَا اَللّٰهُ فِيْ مُحْكَمِ كِتَابِكَ اِنَّكَ  
تَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِكَ وَ  
تَغْفِرُ عَنِ السَّيِّئَاتِ وَ تُجِيبُ  
التَّوَابِيْنَ فَاَقْبَلْ تَوْبَتِيْ كَمَا  
وَعَدْتَ وَ اَعِزَّنِيْ عَنْ سَيِّئَاتِيْ  
كَمَا ضَمِنْتَ وَ اَوْجِبْ لِيْ مَحَبَّتَكَ  
كَمَا شَرَطْتَ وَ لَكَ يَا رَبِّ  
شَرِيْطِيْ اِلَّا اَعُوْذُ فِيْ مَكْرُوْهِكَ  
وَ ضَمَانِيْ اِلَّا اَرْجِعْ فِيْ مَنِّ مُؤْمِكَ  
وَ كَهْدِيْ اَنْ اَهْجُرَ جَسِيْمَكَ  
مَعَ صِنِّكَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَعْلَمُ  
بِمَا عَمِلْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا عَمِلْتُ  
وَ اصْرِفْنِيْ بِقُدْرَتِكَ اِلَى مَا  
اَتَّعَبْتُ اَللّٰهُمَّ وَ عَلَيَّ كَيْعَاتُكَ  
قَدْ خَفِضْتُهُنَّ وَ كَيْعَاتُكَ قَدْ  
لَيْسَتْ لِيْ وَ كُلُّهُنَّ بِعَيْنِكَ اَلَّتِي  
لَا تَنَامُ وَ عَلَيْكَ الَّذِيْ لَا يَنُوسُ  
فَعَوَّضَ مِنْهَا اَهْلُهَا وَ اَحْطَطَ  
عَنْ وِزَارِهَا وَ حَقِيقَ عَيْنِ نَظَرِهَا  
وَ اعْصِمْنِيْ مِنْ اَنْ اَقَارِبَ مِثْلَهَا  
اَللّٰهُمَّ وَ اِنَّكَ لَا تَفْآؤُنِيْ بِالتَّوْبَةِ  
اِلَّا بِعِصْمَتِكَ وَ لَا اَسْتَمْسَاكَ بِى  
عَنِ الْخَطَايَا اِلَّا عَنْ قُوَّتِكَ  
فَقَوِّنِيْ بِقُوَّةِ كَافِيَةٍ وَ كَوِّفْنِيْ  
بِعِصْمَةٍ مَا يَعُوْذُ اَللّٰهُمَّ اَيُّمَا  
عَبْدٍ تَابَ اِلَيْكَ وَ هُوَ فِيْ عِلْوِ  
الْغَيْبِ عِنْدَكَ فَاسِيْخُ لَتَوْبَتِهِ

اے مہربان! میں اس مقام پر اپنے چھوٹے بڑے گناہوں  
پوشیدہ و آشکارا معصیتوں اور گزشتہ و موجودہ لغزشوں سے  
توبہ کرتا ہوں، اس شخص کی سی توبہ جہد میں معصیت  
کا خیال بھی نہ لائے اور گناہ کی طرف پلٹنے کا تصور بھی  
نہ کرے۔ خدا وندا! تو نے اپنی حکم کتاب میں فرمایا ہے کہ  
تو بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں کو معاف  
کرتا ہے اور توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔  
لہذا تو میری توبہ قبول فرما جیسا کہ تو نے وعدہ کیا ہے  
اور میرے گناہوں کو معاف کر دے جیسا کہ تو نے ذمہ  
لیا ہے۔ اور حسب قرار داد اپنی محبت کو میرے لئے  
ضروری قرار دے۔ اور میں تجھ سے اے میرے پروردگار!  
یہ اقرار کرتا ہوں کہ تیری ناپسندیدہ باتوں کی طرف سُخ  
نہیں کروں گا اور یہ قول و قرار کرتا ہوں کہ قابل مذمت  
چیزوں کی طرف رجوع نہ کروں گا۔ اور یہ پھلہد کرتا ہوں  
کہ تیری تمام نافرمانیوں کو یکسر چھوڑ دوں گا۔ بار اہل!  
تو میرے عمل و کردار سے خوب آگاہ ہے۔ اب جو بھی  
تو جانتا ہے اُسے بخش دے اور اپنی قدرت کاملہ سے  
پسندیدہ چیزوں کی طرف مجھے موڑ دے۔ اے اللہ!  
میرے ذمہ کتنے ایسے حقوق ہیں جو مجھے یاد ہیں اور  
کتنے ایسے مغفلیے ہیں جن پر نسیان کا پردہ پڑا ہوا  
ہے۔ لیکن وہ سب کے سب تیری آنکھوں کے سامنے  
ہیں۔ ایسی آنکھیں جو خواب آلودہ نہیں ہوتیں، اور  
تیرے علم میں ہیں ایسا علم جس میں فروگزاشت نہیں  
ہوتی۔ لہذا جن لوگوں کا مجھ پر کوئی حق ہے اُس  
کا انہیں عوض دے کر اس کا بوجھ مجھ سے برفرد  
اور اس کا بار ہلکا کر دے، اور مجھے پھر ویسے گناہوں  
کے ارتکاب سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میں توبہ پر قائم

وَعَايِدَ فِي ذَنْبِهِ وَحَاطَبَتْهُ قِيَانِي  
 اَعُوذُ بِكَ اَنْ اَكُوْنَ كَذِيكَ  
 فَاَجْعَلَ تَوْبَتِي هِدًى لَّكَ تَوْبَةً لَا  
 اُحْتَاجُ بَعْدَهَا اِلَى تَوْبَةٍ تَوْبَةٍ  
 مُوجِبَةٍ لِمَحُوِّ مَا سَلَفَ وَ  
 السَّلَامَةِ فِيمَا بَقِيَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ  
 اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِنْ جَهْلِيْ وَ  
 اَسْتَغِيْثُكَ مِنْ سُوْءِ فِعْلِيْ فَاصْفِهِ لِيْ  
 اِلَى كُنْفِ رَحْمَتِكَ كَقَوْلِكَ  
 اَسْتَغْنِيْ بِسَيْرِ عَافِيَتِكَ  
 تَفَضَّلَا اَللّٰهُمَّ قَرَانِيْ اَلتَّوْبِ  
 اِلَيْكَ مِنْ كُلِّ مَا خَالَفَ اِرَادَتَكَ  
 اَوْ نَالَ عَنْ مَحَبَّتِكَ مِنْ خَطَرَاتِ  
 قَلْبِيْ وَ لَحْظَاتِ عَيْنِيْ وَ  
 حِكَايَاتِ لِسَانِيْ تَوْبَةً كَسَلْتُ  
 بِهَا كُلَّ جَارِحَةٍ عَلَيَّ حِيَالَهَا  
 مِنْ تَعَابِكَ وَ تَامَنُ مِنْهَا يَخَافُ  
 الْمُعْتَدُونَ مِنْ اِلَيْهِ سَطَوَاتِكَ  
 اَللّٰهُمَّ فَادْحَسْ وَحْدَتِيْ  
 بَيْنَ يَدَيْكَ وَ دَجِبْ قَلْبِيْ  
 مِنْ تَحْشِيَتِكَ وَاضْطِرَابِ  
 اَمْرِيْ مِنْ هَيْبَتِكَ فَقَدْ  
 اَقَامْتَنِيْ يَا رَبِّ ذُلُوْبِيْ مَقَامَ  
 الْخِزْيِ بِفِتْنَتِكَ فَارْتِ  
 سَكَتُ لَوْ يَنْطِقُ عَنِّيْ اَحَدٌ  
 وَاِنْ شَفَعْتُ فَلَسْتُ بِأَهْلٍ  
 الشَّفَاعَةِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ

نہیں رہ سکتا، مگر تیری ہی نگرانی سے، اور گناہوں سے  
 باز نہیں آسکتا مگر تیری ہی قوت و توانائی سے۔ لہذا  
 مجھے بے نیاز کرنے والی قوت سے تقویت دے۔ اور  
 (گناہوں سے) روکنے والی نگرانی کا ذمہ لے۔ اے اللہ!  
 وہ بندہ جو تجھ سے توبہ کرے اور تیرے علم غیب میں وہ  
 توبہ شکنی کرنے والوں اور گناہ و معصیت کی طرف  
 دوبارہ پلٹنے والا ہو تو میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ  
 اس جیسا ہوں۔ میری توبہ کو ایسی توبہ قرار دے کہ اس  
 کے بعد پھر توبہ کی احتیاج نہ رہے جس سے گوشتہ گناہ  
 عوہو جائیں اور زندگی کے باقی دنوں میں (گناہوں سے)  
 سلامتی کا سامان ہو۔ اے اللہ! میں اپنی جہالتوں سے  
 مذر خواہ اور اپنی بد اعمالیوں سے بخشش کا طلب گار  
 ہوں۔ لہذا اپنے لطف و احسان سے مجھے پناہ گاہِ جنت  
 میں بگڑ دے اور اپنے تفضل سے اپنی عافیت کے  
 پردہ میں چھپالے۔ اے اللہ! میں دل میں گزرنے والے  
 خیالات اور آنکھ کے اشاروں اور زبان کی گفتگوؤں،  
 غرض ہر اس چیز سے جو تیرے ارادہ و رضا کے خلاف  
 ہو اور تیری محبت کے حدود سے باہر ہو، تیری بارگاہ  
 میں توبہ کرتا ہوں۔ ایسی توبہ جس سے میرا ہر عضو اپنی  
 جگہ پر تیری عقوبتوں سے بچا رہے اور ان تکلیف دہ  
 علوبوں سے جن سے سرکش لوگ خائف رہتے ہیں محفوظ رہے۔  
 اے مہربان! یہ تیرے سامنے میرا عالم تنہائی، تیرے خوف  
 سے میرے دل کی دھڑکن، تیری ہیبت سے میرے  
 اعضاء کی تھر تھری۔ ان حالتوں پر رحم فرما۔ پروردگار! لا  
 مجھے گناہوں نے تیری بارگاہ میں رسوائی کی منزل پر لا  
 کھڑا کیا ہے۔ اب اگر چپ رہوں تو میری طرف  
 سے کوئی برتنے والا نہیں ہے اور کوئی وسیلہ لاؤں تو

مُحَمَّدٌ وَإِلَيْهِ وَاسْتَعِمْ فِي خَطَايَا  
كَرَمَكَ وَاعْدُ عَلَى سَيِّئَاتِي  
بِعَفْوِكَ وَلَا تَجْزِئَنِي جَزَائِي مِنْ  
عَفْوَتِكَ وَالْبَسْطُ عَلَى ظَوْنِكَ وَ  
جَلَلِي بِسْمِكَ مَا فَعَلْتُ فِي فِعْلٍ  
عَنِي يَنْتَضِعُ إِلَيْهِ عَبْدٌ ذَلِيلٌ  
كَرِيمٌ أَوْ عَفِيفٌ تَعَرَّضَ لَهُ عَبْدٌ  
فَقِيْرٌ كَنَعَشَهُ اللَّهُمَّ لَا خَفِيَّتِي  
مِنْكَ فَلْيَغْفِرْ لِي عَذْرَتِي وَلَا  
تُخَيِّبْ لِي إِلَيْكَ فَلْيَشْفَعْ لِي  
فَضْلُكَ وَأَوْجَلِّشْ خَطَايَا  
فَلْيُؤْمِنِي عَفْوُكَ كَمَا كُنْتُ مَا  
كُطِفْتُ بِهِ عَنْ جَهْلٍ مِّنِّي بِسُوءِ  
أَقْرَبِي وَلَا نِيَّاسَانِ لِمَا سَبَقَ مِنْ  
ذَمِّهِ فَعَلِي لَكِنْ لَتَسْمَعَ نَعْمَاؤُكَ  
وَمَنْ فِيهَا وَأَمْرُكَ وَمَنْ  
عَلَيْهَا مَا أَظْهَرْتُ لَكَ مِنْ  
الْإِدَامِ وَلَجَاتُ إِلَيْكَ فِيهِ مِنْ  
الشَّرِبَةِ فَلَعَلَّ بَعْضَهُمْ بِرَحْمَتِكَ  
يُزَحِّقُ لِسُوءِ مَوْفِقٍ أَوْ لَذِيكِهِ  
الْزِقَةُ عَلَى لِسُوءِ حَالِي فَيَنَالُنِي  
مِنْهُ بِدَعْوِي هِيَ أَسْمَعُ لَدُنْكَ  
مِنْ دُعَائِي أَوْ شَفَاعَةِ أَوْ كَدِّ  
عِنْدَكَ مِنْ شَفَاعَتِي تَكُونُ بِهَا  
تَجَاوِي مِنْ عَذَابِكَ وَ تَوْنَاتِي  
بِرَحْمَتِكَ اللَّهُمَّ إِنْ يَكُنِ الْقَدَامُ  
كَتُوبُهُ إِلَيْكَ فَأَنَا أَشَدُّ

شعوت کا سزاوار نہیں ہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی  
آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنے کرم و بخشش کو میری خطاؤں  
کا شفیع قرار دے اور اپنے فضل سے میرے گناہوں کو بخش  
دے اور جس سزا کا میں سزاوار ہوں وہ سزا دے اور  
اپنا دامن کرم مجھ پر بکھولا دے اور اپنے پردہ عفو و رحمت  
میں مجھے ڈھانپ لے اور مجھ سے اس ذی اقتدار شخص  
کا سا برتاؤ کر جس کے آگے کوئی بندہ ذلیل گڑ گڑائے تو  
وہ اس پر ترس کھائے یا اس دولت مند کا سا جس سے کوئی  
بندہ محتاج پلٹے تو وہ اُسے سہارا دے کر اٹھالے۔  
بارِ الہا! مجھے تیرے عذاب سے کوئی پناہ دینے والا نہیں  
ہے۔ اب تیری قوت و توانائی ہی پناہ دے تو دے۔  
اور تیرے یہاں کوئی میری سفارش کرنے والا نہیں۔ اب  
تیرا فضل ہی سفارش کرے تو کرے۔ اور میرے گناہوں نے  
مجھے ہراساں کر دیا ہے۔ اب تیرا عفو و درگزر ہی مجھے مطمئن  
کرے تو کرے۔ یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس لئے نہیں  
کہ میں اپنی بد اعمالیوں سے ناواقف اور اپنی گزشتہ  
بد کرداریوں کو فراموش کر چکا ہوں بلکہ اس لئے کہ تیرا  
آسان اور جواں میں رہتے بہتے ہیں اور تیری زمین لا  
جواں پر آباد ہیں۔ میری ندامت کو جس کا میں نے تیرے  
سامنے اظہار کیا ہے، اور میری توبہ کو جس کے ذریعہ  
تجھ سے پناہ مانگی ہے سن لیں۔ تاکہ تیری رحمت کی کار فرمائی  
کی وجہ سے کسی کو میرے مال زار پر رحم آجائے یا میری  
پریشاں حالی پر اس کا دل پیچے تو میرے حق میں دُعا  
کرے جس کی تیرے ہاں میری دُعا سے زیادہ شغوائی ہو۔  
یا کوئی ایسی سفارش حاصل کر لوں جو تیرے ہاں میری  
درخواست سے زیادہ مؤثر ہو اور اس طرح تیرے  
غضب سے نجات کی دستاویز اور تیری خوشنودی

التَّائِبِينَ وَإِنْ يَكُنِ التَّوْبَةُ  
لِمَغْفِرَتِكَ إِكَابَةً فَأَنَا تَوَّابٌ  
الْمُتَّيِبِينَ وَإِنْ يَكُنِ التَّوْبَةُ  
حِطَّةً لِّلذُّنُوبِ فَإِنَّكَ مُتَّيِبٌ  
لِّلْمُسْتَغْفِرِينَ أَلَهُمْ كَمَا أَمَرْتَ  
بِالتَّوْبَةِ وَضَمِّتَ الْقَبُولَ وَخَشَّتَ  
عَلَى الدُّعَاءِ وَوَعَدْتَ الْإِجَابَةَ  
فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاقْبَلْ  
تَوْبَتِي وَلَا تَرْجِعْنِي مَرْدَجًا  
الْخَبِيرَ مِنْ رَحْمَتِكَ إِنَّكَ  
أَنْتَ الثَّوَابُ عَلَى الْمُتَّيِبِينَ  
وَالرَّحِيمُ الْخَاطِئِينَ الْمُتَّيِبِينَ  
أَلَهُمْ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
كَمَا هَدَيْتَنَا بِهِ وَصَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَمَا اسْتَنْقَذْتَنَا  
بِهِ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
صَلَاةَ تَشْفَعُ كُنَّا يَوْمَ الْقِيَمَةِ  
وَيَوْمَ الْفَاقَةِ إِيَّاكَ إِنَّكَ  
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَهُوَ  
عَلَيْكَ بِسْمُكَ -

کا پروانہ حاصل کر سکیں۔ اے اللہ! اگر تیری بارگاہ  
میں عداوت و پشیمانی ہی توبہ ہے تو میں پشیمان ہونے  
والوں میں سب سے زیادہ پشیمان ہوں۔ اور اگر ترک  
معصیت ہی توبہ و انابت ہے تو میں توبہ کرنے والوں  
میں اول درجہ پر ہوں۔ اور اگر طلب مغفرت گناہوں  
کو زائل کرنے کا سبب ہے تو مغفرت کرنے والوں میں  
سے ایک میں بھی ہوں۔ خدا یا جب کہ تو نے توبہ کا حکم  
دیا ہے اور قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور دعا پر آمادہ  
کیا ہے اور قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے تو رحمت نازل  
فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور میری توبہ کو قبول فرما اور  
مجھے اپنی رحمت سے ناامیدی کے ساتھ نہ پلٹا کیونکہ تو  
گنہگاروں کی توبہ قبول کرنے والا اور رجوع ہونے والے  
خطاکاروں پر رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور  
ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے اُن کے  
وسیلہ سے ہماری ہدایت فرمائی ہے۔ تو محمدؐ اور اُن  
کی آلؑ پر رحمت نازل کر۔ جس طرح اُن کے درمیان  
(گلہاں کے بھنور سے) نکالا ہے۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ  
پر رحمت نازل کر، ایسی رحمت جو قیامت کے روز اہل  
تجہ سے امتیاج کے دن ہماری سفارش کرے اس  
لئے کہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ امر تم سے  
لئے سہل و آسان ہے۔

صمیمہ کاملہ کی اکثر دعائیں اعتراف گناہ، غفو تقصیر اور توبہ و انابت پر مشتمل ہیں۔ مگر یہ دعا دُعا ہے توبہ ہی  
کے نام سے موسوم ہے۔ جس سے اس کے خصوصیات ظاہر ہیں۔ توبہ کے لغوی معنی پلٹنے اور رجوع ہونے کے ہیں۔  
ادعا اصطلاحاً توبہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں پر پشیمان ہو کر بارگاہ الہی میں اُن سے باز رہنے کا عہد کرے  
اور جن گناہوں کا تذکرہ ممکن ہے ان کا تذکرہ کرے۔ اس طرح کہ جو حقوق اس کے ذمہ ہوں انہیں ادا کرے یا اہل حق  
سے معافی حاصل کرے۔ اور یہ نہ ہو کہ تو اُن کے لئے ایسے اعمالِ خیر بجالائے کہ وہ قیامت کے روز اس سے خوش  
Contact : jabir.abbas@yahoo.com <http://jabirabbas.com>

ہو کر درگزر کریں۔ توبہ کا اصل محرک جزا و سزا کا علم و یقین ہے جو گنہگار کو کٹا فٹ گناہ کی آلودگیوں سے دُور رہنے پر آمادہ کرتا ہے۔ چنانچہ جب وہ گناہوں کے ہلاکت آفرین نتائج کے پیش نظر اپنا محاسبہ کرتا ہے۔ تو یہ اعتساب نفس اُسے جھنجھوڑتا اور مطلع کرتا ہے جس سے وہ نفسیاتی طور پر ایک قسم کی تکلیف و مذمت محسوس کرتا ہے۔ اس احساس تکلیف کو مذمت و پشیمانی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جب یہ مذمت اس کے احساسات پر غالب آجاتی ہے تو وہ گناہوں سے باز رہنے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ اور توبہ اسی علم، مذمت اور ارادہ کے مجموعے کا نام ہے جس کے بعد اعمال میں تبدیلی کا ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

اس دنیا میں رہتے ہوئے کوئی شغف بھی توبہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کبھی بابتہ، زبان اور دوسرے اعضا سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہوگا، کبھی جھوٹ بولا ہوگا، کبھی کسی کی غیبت کی ہوگی، کبھی کسی پر ظلم کیا ہوگا، کبھی کسی سے ناحق جھگڑا کیا ہوگا۔ اور اگر اس کے اعتبار و جوارح ہر قسم کے گناہ سے بری ہوں، تو وہ برائی کے قصد گناہ کے ارادہ اور نفس کے دوسرے ردائل سے خالی نہیں ہوگا۔ اور اگر ان چیزوں سے بھی پاک ہو تو شیطانی وسوسوں اور گناہ کے تصورات و خیالات سے خالی نہیں ہوگا۔ اور اگر ان سے بھی پاک ہو تو خداوند عالم کی قدرت و حکمت اور اُس کے آثار و صفات میں نظر و فکر سے غافل رہا ہوگا۔ اور اگر اس قصور و غفلت سے بھی بری اور ہر لحاظ سے معصوم ہو تو اس ثواب سے توبہ بے نیاز نہیں ہو سکتا جو توبہ پر سترتب ہوتا ہے۔ لہذا گنہگار ہو یا معصوم، سب ہی کو توبہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ  
لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ۝  
اے ایمان والو! تم سب کے سب اللہ سے توبہ کرو تاکہ تم ہر لحاظ سے بہتری پاسکو۔

اگر انسان گناہ کا مرتکب ہو تو اُسے فوراً توبہ کرنا چاہیے اور توبہ کو تاخیر میں نہ ڈالنا چاہیے۔ ایک تو اس لئے کہ نہ معلوم کب موت کا پیغام آجائے اور توبہ کئے بغیر اس دنیا سے رخصت سفر باندھ لینا بڑے۔ اور دوسرے یہ کہ توبہ میں تاخیر کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ توبہ کی نوبت ہی نہیں آتی اور گناہ کی عادت اس طرح اس میں راسخ ہو جاتی ہے کہ طبیعت تاخیر بن جاتی ہے اور پھر وہ بغیر کسی احساس مذمت کے گناہ پر گناہ کئے جاتا ہے جس سے دل و دماغ پر تاریکی کی تہیں چڑھ جاتی ہیں۔ اور دل کی صفادہ نورانیت کے ساتھ قوانین کی روشنی بھی ختم ہو جاتی ہے اور جس طرح طبیعت مرض سے مغلوب ہو جائے تو صحت کے مود کرنے کی توقع نہیں رہتی اس طرح گناہ کے دگ و پے میں سرایت کرنے کے بعد گنہگار لاعلاج ہو جاتا ہے۔ لہذا اس یاں آفرین حالت کے پیدا ہونے سے پہلے توبہ کر لینا چاہیے۔ اور یہ توبہ اس کی دلیل ہے کہ ابھی دل فطری سلامتی پر باقی ہے جس نے احساس مذمت پیدا کر کے توبہ کی طرف متوجہ کیا ہے اور یہ خداوند عالم کا انتہائی لطف و کرم ہے کہ وہ یقین موت کی صورت کے علاوہ ہر صورت میں توبہ قبول فرماتا ہے چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

وہی تو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں کو معاف کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ  
وَيَعْفُو عَنْ السَّيِّئَاتِ۔

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ ”اگر بندہ اپنے مرنے سے ایک سال پہلے توبہ کر لے تو خدا اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا۔ پھر فرمایا کہ سال بھر کی مدت تو بہت زیادہ ہے۔ اگر مرنے سے ایک مہینہ بھی پہلے توبہ کر لے، تو خدا قبول کرے گا۔ پھر فرمایا کہ ایک مہینہ بھی بہت ہے۔ اگر مرنے سے ایک دن پہلے توبہ کر لے، تو خدا قبول فرمائے والا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک دن بھی بہت ہے۔ اگر موت سے ایک ساعت بھی پہلے توبہ کر لے تو خداوند عالم اپنی رحمت سے اس کی توبہ قبول کر لے گا۔ اور اس کے گناہوں سے درگزر فرمائے گا، توبہ صرف گناہوں کو دور کرنے ہی کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ ثوابِ عظیم اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و محبت بھی اس سے وابستہ ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

خداوندِ عالم اس شخص سے بھی زیادہ اپنے بندہ کی توبہ سے خوش ہوتا ہے جو اندھیری رات میں اپنی سواری اور تارِ راہ کھو کر اپنا تک اسے پالے؟

اِنَّ اللّٰهَ اَشَدَّ قُرْحًا بِتَوْبَةِ عَبْدٍ مِنْ رَجُلٍ اضلَّ راحِلَتَهُ فَنَادَاهُ فِي لَيْلَةٍ ظُلُمًا فَوَجَدَهَا۔

اعتراف گناہ کے سلسلہ میں حضرت کی دعا جسے نمازِ شب کے بعد پڑھتے:-

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ صَلَوةِ اللَّيْلِ  
لِنَفْسِهِ فِي الْاِعْتِرَافِ بِالنِّيبِ  
اَللّٰهُمَّ يَا ذَا الْمُلْكِ الْمَتَّاعِ بِالْغُلُوْدِ  
وَالسُّلْطَانِ الْمُمْتَنِعِ بِغَيْرِ حُجُوْدٍ وَلَا  
اَعْوَانٍ وَالْجِنِّ الْبَاقِي عَلَى مَرِّ الدَّهْوَرِ  
وَالْحَوْلِ الْاَعْوَامِ وَمَوَاضِي الْاَكْثَمَانِ  
كَالْاَيَّامِ عَنَّا سُلْطَانُكَ عَزَّ الْاَحَدُ  
لَكَ يَا قَرِيْبٌ وَلَا مُنْتَهَى لَكَ يَا خَيْرُ تَبِيْءٍ  
وَاَسْتَعْلَى مُلْكُكَ عَلَوًّا سَقَطَتْ  
الْاَشْيَاءُ دُوْنَ بُلُوْغِ اَمْدٍ وَلَا  
يَبْلُغُ اَدْنَى مَا اَسْتَأْذَنُكَ بِهِ مِنْ  
ذِيكَ اَقْطَعِيْ نَعْتِ النَّاعِيْنِ  
صَلَّتْ فِيْكَ الصِّفَاتُ وَكُفَّتْ  
دُوْنَكَ النُّعُوْتُ وَحَامَتْ رِنِيْ

اے اللہ! اے دائمی وابدی بادشاہی والے اللہ شکر و اعوان کے بغیر مضبوط فرمانروائی والے اور ایسی عزت و رفعت والے جو صدیوں، سالوں، زمانوں اور دلوں کے بیتے گزرنے کے باوجود پائندہ و برقرار ہے۔ تیری بادشاہی ایسی غالب ہے جس کی ابتدا کی کوئی حد ہے اور انتہا کا کوئی آخری کناہ ہے۔ اور تیری جہان نڈاری کا پایہ اتنا بلند ہے کہ تمام چیزیں اس کی بلندی کو چھونے سے قاصر ہیں اور تعریف کرنے والوں کی انتہائی تعریف تیری اس بلندی کے پست ترین درجہ تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ جسے تو نے اپنے لئے مخصوص کیا ہے۔ صفتوں کے کارواں تیرے بارے میں سرگرداں ہیں۔ اور توصیفی الفاظ تیرے لائقِ مالِ درج تک پہنچنے سے عاجز ہیں اور نازک تصورات تیرے مقام

كَبْرِيَا لِيكَ لَطَائِفُ الْاَوْهَامِ كَذَلِكَ  
 اَنْتَ اَللّٰهُ الْاَوَّلُ فِيْ اَوَّلِيَّتِكَ وَعَلَى  
 ذٰلِكَ اَنْتَ دَائِمٌ لَا تَزُولُ وَ اَنَا  
 الْعَبْدُ الضَّعِيفُ عَمَلًا اَلْبَسِمْ  
 اَمَلًا حَرَحْتُ مِنْ يَدِيْ اَسْبَابُ  
 الْوَصْلَاتِ اِلَّا مَا وَصَلْتَهُ وَحَمَمْتُكَ  
 وَتَقَطَّعْتُ عَنِّيْ عِصَمُ الْاِمَالِ اِلَّا مَا  
 اَنَا مُعْتَصِمٌ بِهِ مِنْ عَفْوِكَ قُلْ  
 عِنْدِيْ مَا اَعْتَدْتُ بِهِ مِنْ طَاعَتِكَ  
 وَكَثُرَ عَلَيَّ مَا اَلْبَسْتُ بِهِ مِنْ  
 مَعْصِيَتِكَ وَكُنْ يَضِيْقُ عَلَيْكَ  
 عَفْوٌ عَنْ عَبْدِكَ وَاِنْ اَسَاءَ  
 فَانْفَعْ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ وَكُنْ اَشْرَفَ  
 عَلَى خَفَايَا الْاَعْمَالِ عَلَمُكَ وَانْكَشَفَ  
 كُلُّ مَسْئُوْرٍ دُونَ تَحَنُّنِكَ وَلَا  
 تَنْطَوِيْ عَنْكَ ذَكَائِيْ الْاُمُوْر  
 وَلَا تَعْزِبْ عَنْكَ عِيْبَاتُ السَّكَائِيْ  
 وَكُنْ اَسْتَعُوْذُ عَلَيْكَ عَذُوْلِكَ الَّذِيْ  
 اسْتَظَرْتُكَ لِقَوَائِيْ كَا لظُرْكُهُ وَ  
 اسْتَمْتَهَلْتُ اِلَى يَوْمِ الدِّيْنِ لِوَضْلَالِيْ  
 فَاَمَهَلْتُكَ فَاَوْكَعْنِيْ وَقَدْ هَرَبْتُ  
 اِلَيْكَ مِنْ صَغَائِرِ ذُنُوْبٍ مُّوْبِقَةٍ  
 وَكَلْبًا حَيْرًا عَمَالٍ مُّزْدِيَّةٍ عَنِّيْ اِذَا  
 قَارَنْتُ مَعْصِيَتَكَ وَاسْتَوْجَبْتُ  
 بِسُوْرٍ سَعِيْقٍ سَخَطْتَكَ فَتَلَّ عَنِّيْ  
 عِذَا رَعَدَرِهِ وَتَلَطَّأَنِيْ بِكَلِمَةٍ  
 تَكْفِيْهِ ذِكُوْلِي الْبَرَاءَةَ مَعْنِيْ وَ اَذْبَرَ

کبریائی میں سششد و حیران ہیں۔ تو وہ خدا سے  
 ازل سے جو ازل ہی سے ایسا ہے اور ہمیشہ بغیر زوال  
 کے ایسا ہی رہے گا۔ میں تیرا وہ بندہ ہوں جس کا عمل  
 کمزور اور سرمایہ اُمید زیادہ ہے۔ میرے ہاتھ سے  
 تعلق و وابستگی کے رشتے جاتے رہے ہیں۔ مگر وہ  
 رشتہ جسے تیری رحمت نے جوڑ دیا ہے۔ اور اُمیدوں  
 کے وسیلے بھی ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے ہیں۔ مگر  
 تیرے عفو و درگزر کا وسیلہ جس پر سہارا کھٹے ہوئے  
 ہوں۔ تیری اطاعت جسے کسی شمار میں لا سکوں، نہ  
 ہونے کے برابر ہے اور وہ معصیت جس میں گرفتار ہوں  
 بہت زیادہ ہے۔ تجھے اپنے کسی بندے کو معاف  
 کر دینا اگرچہ وہ کتنا ہی بُرا کیوں نہ ہو دشوار نہیں  
 ہے۔ تو پھر مجھے بھی معاف کر دے۔ اے اللہ!  
 تیرا علم تمام پوشیدہ اعمال پر محیط ہے اور تیرے  
 علم و اطلاع کے آگے ہر مخفی چیز ظاہر و آشکارا ہے  
 اور ایک سے باریک چیزیں بھی تیری نظر سے پوشیدہ  
 نہیں ہیں اور نہ راز ہائے درون پر وہ تجھ سے مخفی ہیں  
 تیرا وہ دشمن جس نے میرے بے راسرو ہونے کے سلسلہ میں  
 تجھ سے مہلت مانگی اور تو نے اسے مہلت دی، اور  
 مجھے گمراہ کرنے کے لئے روز قیامت تک فرصت طلب  
 کی اور تو نے اُسے فرصت دی مجھ پر غالب آ گیا ہے۔  
 اور جبکہ میں ہلاک کرنے والے صغیرہ گناہوں اور تباہ  
 کرنے والے کبیرہ گناہوں سے تیرے دامن میں پناہ  
 لینے کے لئے بڑھ رہا تھا اُس نے مجھے آگرایا۔ اور جب  
 میں گناہ کا مرکب ہوا اور اپنی بد اعمالی کی وجہ سے  
 تیری ناراضی کا ستم بنی تو اس نے اپنے حیل و فریب کی  
 باگ مجھ سے موڑ لی۔ اور اپنے کلمہ کفر کے ساتھ میرے

مَوْلِيَا عَفِيٍّ فَاصْحَرْنِي لِبَغْضَبِكَ  
 كَرِيْماً اِذَا خَرَجْتَنِيْ اِلَى فَنَاءٍ نَفَيْتَكَ  
 طَرِيْداً اِلَّا شَفِيعُكَ بِشَفْعِيْ اِلَى اِيْتِكَ وَ  
 لَا خَفِيْءٌ لِّوُثْمِنِيْ عَلَيْكَ وَلَا يَحْصُنُ  
 يَحْجُبُنِيْ عَنْكَ فَلَا مَكْلَدَ اِلَّا بِكَ اِلَّا بِكَ  
 مِنْكَ قَهْلًا مَقَامُ الْعَالِيْنَ بِكَ وَ  
 مَحَلُّ الْمُتَعَرِّفِ لَكَ فَلَا يَضِيقَنَّ  
 عَفِيٍّ فَضْلُكَ وَلَا يَقْصُرُ دُؤُنِيْ  
 عَفْوُكَ وَلَا اَكُنْ اَخِيْبَ عِبَادِكَ  
 التَّائِبِيْنَ وَلَا اَكْنُطُ وُثُوْبَكَ  
 الْاَوَّلِيْنَ وَاعْفُ لِيْ اِنَّكَ خَيْرُ  
 الْغَافِرِيْنَ - اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَمْرَتُنِيْ  
 فَتَرَكْتُ وَكَيْفِيَّتِيْ فَتَرَكْتُ وَ  
 سَوَّلَ لِي الْخَطَاةَ خَاطِرُ الشُّوْبِ  
 فَفَرَطْتُ وَلَا اَسْتَشْهِدُ عَلَى  
 صِيَارِيْ نَهَارًا وَلَا اَسْتَجِيرُ  
 بِتَهَجُّدِيْ كَيْلًا وَلَا تُثْنِيْ عَلَيَّ  
 بِاَخْيَارِيْهَا سِنَّةٌ حَاشَى لِرُؤُوسِكَ  
 اَلَّتِيْ مِنْ ضَمِيْرِيْهَا هَذَلُكَ وَكُنْتُ  
 اَكُوْسَلُ اِيْلَيْكَ بِفَضْلٍ نَافِلٍ  
 مَعَ كَثِيْرٍ مَا اَطْفَلْتُ مِنْ وَكَلَايَفِ  
 فُرُوْضِكَ وَتَعَدَّيْتُ عَنْ مَقَامَاتِ  
 حُدُوْدِكَ اِلَى حُرْمَاتِ اِنْتِهَاجِيْهَا  
 وَكَلَامِيْ ذُلُوْبٍ اَجْكَرْتُهَا  
 كَانَتْ عَافِيَّتُكَ لِي مِنْ فَضَائِلِهَا  
 سِتْرًا وَهَذَا مَقَامُ مَنْ  
 اسْتَحْبَا لِنَفْسِهِ مِنْكَ وَسَخِطَا

سلنے آگیا اور مجھ سے ہیزی کا اظہار کیا اور میری  
 جانب سے پیٹھ پھرا کر چل دیا اور مجھے کھلے میدان میں  
 تیرے غضب کے سامنے اکیلا چھوڑ دیا۔ اور تیرے  
 انتقام کی منزل میں مجھے کھینچ تان کر لے آیا۔ اس  
 حالت میں کہ نہ کوئی سفارش کرنے والا تھا جو مجھ سے  
 میری سفارش کرے اور نہ کوئی پناہ دینے والا تھا، جو  
 مجھے تیرے عذاب سے ڈھارس دے اور نہ کوئی چارہ  
 دیواری تھی جو مجھے تیری نگاہوں سے چھپا سکے اور  
 نہ کوئی پناہ گاہ تھی جہاں تیرے خوف سے پناہ لے سکوں  
 اب یہ منزل میرے پناہ مانگنے اور یہ مقام میرے  
 گناہوں کے اعتراف کرنے کا۔ لہذا ایسا نہ ہو کہ  
 تیرے دامن فضل (کی وسعتیں) میرے لئے تنگ  
 ہو جائیں اور عفو و درگزر مجھ تک پہنچنے ہی نہ پائے  
 اور نہ تو بہ گزار بندوں میں سب سے زیادہ ناکام ثابت  
 ہوں اور نہ تیرے پاس اُمیدیں لے کر آنیوالوں میں سب  
 سے زیادہ نا اُمید رہوں (بار الہا!) مجھے بخش دے  
 اس لئے کہ تو بخشے والوں میں سب سے بہتر ہے۔  
 اے اللہ! تو نے مجھے (اطاعت کا) حکم دیا مگر میں  
 اُسے بجا نہ لایا اور (برے اعمال سے) مجھے روکا مگر  
 اُن کا مرتکب ہوتا رہا۔ اور بُرے خیالات نے جب گناہ  
 کو خوشنما کر کے دکھایا تو (تیرے احکام میں) کوتاہی کی۔  
 میں نہ روزہ رکھنے کی وجہ سے دن کو گواہ بنا سکتا ہوں۔  
 اور نہ نماز شب کی وجہ سے رات کو اپنی سپر بنا سکتا  
 ہوں اور نہ کسی سنت کو میں نے زندہ کیا ہے کہ اس  
 سے حسین و ثنا کی توقع کروں مولائے تیرے واجبات  
 کے کہ جو انہیں ضائع کرے وہ بہر حال ہلاک و تباہ ہوگا اور  
 نوافل کے فضل و شرف کی وجہ سے بھی تجھ سے تو نسل

عَلَيْهَا قَدْ ضَيَّقَ عَنْكَ فَتَلَقَّاكَ  
بِنَفْسٍ خَاشِعَةٍ وَرَقَبَةٍ خَاضِعَةٍ  
وَقَلْبٍ مُثْقَلٍ مِنَ الْخَطَايَا  
وَارْقُبَا بَيْنَ الرَّغْبَةِ إِلَيْكَ وَ  
الرَّهْبَةِ مِنْكَ وَأَنْتَ أَذَلُّ مَنْ  
رَجَاءَ وَأَحَقُّ مَنْ تَخَشَّاهُ  
فَاعْطِنِي يَا رَبِّ مَا رَحِمْتَكَ  
أَمِينُ مَا حَدَّثْتَ وَعْدَ عَلَى  
بِعَائِدَةِ رَحْمَتِكَ إِنَّكَ أَكْرَمُ  
الْمَسْئُولِينَ اللَّهُمَّ كُنْ لِي سِتْرًا  
يَعْفُوكَ وَكَعَمَلًا يَفْضُلُكَ  
فِي دَارِ الْقَنَاءِ بِحَضْرَةِ الْأَكْفَاءِ  
لَا أَجِدُنِي مِنْ تَضِيحَاتِ دَارِ الْبَقَاءِ  
عِنْدَ مَوَاقِفِ الْأَشْهَادِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ  
الْمُقَدَّرِينَ وَالرُّسُلِ الْمَكْرُمِينَ  
وَالْأَشْهَادِ وَالطَّبَائِعِينَ مِنْ  
جَبَّارٍ كُنْتُ أَكَلِمَةً سَيِّئَاتِي  
وَمِنْ ذِي رَحْمَةٍ كُنْتُ أَخْلَافِي  
مِنْهُ فِي سِرِّيَّاتِي كُنْ آتِي  
بِيَسْرَةٍ فِي السَّائِرِ عَلَيَّ وَ  
ثَقُلْتُ بِكَ رَيْبٌ فِي الْمَغْفِرَةِ  
لِي وَأَنْتَ أَذَلُّ مَنْ وَرَيْنَ بِهِ  
وَأَعْظَى مَنْ رَغِبَ إِلَيْهِ وَ  
أَرْأَفُ مَنْ اسْتَرْجَمَ فَاذْكُرْنِي  
اللَّهُمَّ وَأَنْتَ حَذَرْتَنِي مَا يَرَى  
مَهِينًا مِنْ صُلْبٍ مُتَضَائِلٍ  
الْعِظَامِ عَجِجَ السَّائِلُ إِلَى

نہیں کر سکتا در صورتیکہ تیرے واجبات کے بہت سے  
شرائط سے غفلت کرتا رہا اور تیرے احکام کے حدود  
سے تجاوز کرتا ہوا محارم شریعت کا دامن پاک کرتا رہا،  
اور کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا رہا جن کی رسوائیوں سے  
صرف تیرا دامن غفور و رحمت پروردہ پوش رہا۔ یہ (میرا  
موقف) اس شخص کا موقف ہے جو تجھ سے شرم و حیا  
کرتے ہوئے اپنے نفس کو برائیوں سے روکتا ہو، اور اس  
پر عار و راض ہو اور تجھ سے راضی ہو، اور تیرے سامنے خوفزدہ  
دل، خمیدہ گردن اور گناہوں سے بوجھل پیٹھ کے ساتھ  
امید و بیم کی حالت میں ایستادہ ہو۔ اور تو ان سب سے  
زیادہ سزاوارد ہے۔ جن سے اس نے آس لگائی اور ان  
سب سے زیادہ حقدار ہے جن سے وہ ہر سال خائف  
ہوا۔ اے میرے پروردگار! جب یہی حالت میری ہے  
تو مجھے بھی وہ چیز مرحمت فرما، جس کا میں امیدوار  
ہوں۔ اور اس چیز سے مطمئن کر جس سے خائف ہوں  
اور اپنی رحمت کے انعام سے مجھ پر احسان فرما۔ اس  
لئے کہ تو ان تمام لوگوں سے جن سے سوال کیا جاتا ہے  
زیادہ سخی و کریم ہے۔ اے اللہ! جب کہ تو نے مجھے  
اپنے دامن غفور میں چھپا لیا ہے اور ہسرل کے سامنے  
اس دارِ فنا میں فضل و کرم کا جامہ پہنایا ہے۔ تو دارِ بقا  
کی رسوائیوں سے بھی پناہ دے۔ اس مقام پر کہ جہاں  
مقرب فرشتے، معزز و باوقار پیغمبر، شہید و صالح افراد  
سب حاضر ہوں گے۔ کچھ تو ہمسائے ہوں گے جن سے میں  
اپنی برائیوں کو چھپاتا رہا ہوں، اور کچھ خویش و اقارب  
ہوں گے جن سے میں اپنے پوشیدہ کاموں میں شرم  
حیا کرتا رہا ہوں۔ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی  
پروردہ پوشی میں ان پر بھروسہ نہیں کیا اور مغفرت کے

رَحِمٍ صَيِّقَةٍ سَاكِرًا بِالْحُجُبِ  
تُصَرِّفَنِي حَالًا عَنْ حَالٍ حَتَّى  
أُنْكَهَيْتَ بَنِي إِلَى كَمَامِ الصُّوْبَةِ  
وَأَثَبْتَ فِي الْجَوَابِ كَمَا  
نَعَتَ فِي كِتَابِكَ نَظْفَةً ثُمَّ  
عَلَقَةً ثُمَّ مُضْغَةً ثُمَّ عَظْمًا  
ثُمَّ كَسَوْتَ الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ  
أَلْشَأْنِي خَلْقًا آخَرَ كَمَا  
سُئِلْتَ حَتَّى إِذَا احْتَجَبْتُ إِلَى  
رِجْلِكَ وَكُلُّ اسْتَعْنِ عَنْ  
غِيَاثِ فَضْلِكَ جَعَلْتَ لِي قُوَّتًا  
مِنْ فَضْلِ طَعَامٍ وَ شَرَابٍ  
أَجْرِيته لِيَمَتِكَ الْغِيَّ اسْتَكْنَتَنِي  
جَوْفَهَا وَ أَوْدَعَتَنِي قَدْرًا  
رَحِيمًا وَ لَوْ تَكَلَّمْتُ يَا  
رَبِّ فِي تِلْكَ الْحَالَاتِ إِلَى  
حَوْلِي أَوْ تَضَطَّرُّنِي إِلَى قُوَّتِي  
لَكَانَ الْحَوْلُ عَنِّي مُعْتَزِلًا وَ  
لَكَانَتِ الْقُوَّةُ مِنِّي بَعِيدَةً  
فَعَدَدَتَنِي بِفَضْلِكَ خِدَاءً  
الْبَرِّ اللَّطِيفِ تَفَعَّلَ ذِيكَ لِي  
بَطُولًا عَلَى إِلَى غَايَتِي هَذِهِ  
لَا أَعْدَمُ بِرَّكَ وَلَا يُبْطِئُ بِي  
حُسْنُ صَبْرِكَ وَ لَا تَمُتُكَ  
مَعَهُ ذِيكَ ثِقَتِي فَأَتَفَرَّغَ لِمَا  
هُوَ أَخْطَى لِي عِنْدَكَ قَدْ مَلَكَ  
الشَّيْطَانُ عَنَانِي فِي سُوءِ الظَّنِّ

بارے میں پروردگار تجھ پر اعتماد کیا ہے اور تو ان تمام  
لوگوں سے جن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ زیادہ سزاوار اعتماد  
ہے اور ان سب سے زیادہ عطا کرنے والا ہے جن کی  
طرف رجوع ہوا جاتا ہے اور ان سب سے زیادہ  
مہربان ہے جن سے رحم کی التجا کی جاتی ہے۔ لہذا  
مجھ پر رحم فرما۔ اے اللہ! تو نے مجھے باہم پیوستہ  
ہڈیوں اور تنگ راہوں والی صلب سے تنگ تائے  
رحم میں کہ جسے تو نے پردوں میں چھپا رکھا ہے ایک  
ذیل پانی (نطفہ) کی صورت میں اتارا جہاں تو مجھے  
ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرتا رہا  
یہاں تک کہ تو نے مجھے اس حد تک پہنچا دیا۔ جہاں  
میری صورت کی تکمیل ہو گئی۔ پھر مجھ میں اعصار و  
جوارح ودیعت کئے۔ جیسا کہ تو نے اپنی کتاب میں  
ذکر کیا ہے کہ (میں) پہلے نطفہ تھا۔ پھر منجمد خون ہوا  
پھر گوشت کا ایک ٹوٹھرا، پھر ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ  
پھر ان ہڈیوں پر گوشت کی تہیں چڑھا دیں۔ پھر جیسا  
تو نے چاہا ایک دوسری طرح کی مخلوق بنا دیا۔ اور  
جب میں تیری روزی کا محتاج ہوا اور لطف و احسان  
کی دستگیری سے بے نیاز نہ رہ سکا۔ تو تو نے اُس  
بچے کو کھانے پانی میں سے جسے تو نے اس کینز  
کے لئے جاری کیا تھا جس کے شکم میں تو نے مجھے  
ٹھہرا دیا اور جس کے رحم میں مجھے ودیعت کیا تھا۔  
میری روزی کا سرو سامان کر دیا۔ اے میرے پروردگار!  
ان حالات میں اگر تو خود میری تدبیر پر مجھے چھوڑ دیتا  
یا میری ہی قوت کے حوالے کر دیتا تو تدبیر مجھ سے  
کوارہ کش اور قوت مجھ سے دور رہتی۔ مگر تو نے اپنے  
فضل و احسان سے ایک شفیق و مہربان کی طرح میری

وَضَعُفِ الْيَقِينِ فَأَنَا أَشْكُو  
 سُوءَ مُجَاوِزَتِهِ لِي وَطَاعَةَ  
 كَفَيْتِي لَهُ وَأَسْتَعِصِمُكَ مِنْ  
 مَلَكَتِهِ وَأَكْضِرُّهُ إِلَيْكَ فِي  
 صَدْرِ كَيْدٍ عَنِّي وَأَسْأَلُكَ  
 فِي أَنْ تُسَهِّلَ لِي رِزْقِي سَبِيلًا  
 لَكَ التَّحَمُّدُ عَلَى انْجِدَادِكَ  
 بِالتَّعَمُّدِ الْجَسَامِ وَالْهَامُولِ الشُّكْرِ  
 عَلَى الْإِحْسَانِ وَالْإِنْسَانِ فَصَلِّ  
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَهِّلْ عَلَيَّ  
 رِزْقِي وَأَنْ تُفْلِحَ عَنِّي بِتَقْدِيرِكَ  
 لِي وَأَنْ تُرْضِيَنِي بِحُصْنِي  
 فِيمَا كَسَنْتَ لِي وَ أَنْ  
 تَجْعَلَ مَا ذَهَبَ مِنْ جَنَّتِي  
 وَعُمُرِي فِي سَبِيلِ طَاعَتِكَ  
 إِنَّكَ خَيْرُ النَّازِقِينَ اللَّهُمَّ  
 إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ نَارٍ  
 تَخْلَقُ بِهَا عَلَى مَنْ عَصَاكَ  
 وَ كَوَعَدَتْ بِهَا مَنْ صَدَقَتْ  
 عَنْ رِضَاكَ وَ مِنْ نَارٍ  
 لَوْرُهَا ظُلْمَةٌ وَ هَيْئَتُهَا  
 أَلِيمٌ وَ بَعِيدُهَا قَرِيبٌ  
 وَ مِنْ نَارٍ يَأْكُلُ بَعْضُهَا  
 بَعْضٌ وَ يَصُولُ بَعْضُهَا  
 عَلَى بَعْضٍ وَ مِنْ نَارٍ  
 تَذَرُ الْعِظَامَ مَرْمِيًّا  
 وَ كَسْفُ أَهْلِهَا حَبِيمًا وَ مِنْ

پرورش کا اہتمام کیا جس کا تیرے فضل بے پایاں کی  
 بدولت اس وقت تک سلسلہ جاری ہے کہ نہ تیرے  
 حسن سلوک سے کبھی محروم رہا اور نہ تیرے احسانات  
 میں کبھی تاخیر ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود یقین و اعتماد  
 قوی نہ ہوا کہ میں صرف اسی کام کے لئے وقف ہو جاتا  
 جو تیرے نزدیک میرے لئے زیادہ سودمند ہے (اس  
 بے یقینی کا سبب یہ ہے کہ) بدگمانی اور کمزوری یقین  
 کے سلسلہ میں میری باگ شیطان کے ہاتھ میں ہے۔  
 اس لئے میں اس کی بدھمائیگی اور اپنے نفس کی  
 فرمانبرداری کا شکوہ کرتا ہوں اور اس کے تسلط سے  
 تیرے دامن میں تحفظ و نگہداشت کا طالب ہوں۔  
 اور تجھ سے عاجزی کے ساتھ التجا کرتا ہوں کہ اس  
 کے کردار پر کائنات مجھ سے موڑ دے۔ اور تجھ  
 سے سوال کرتا ہوں کہ میری روزی کی آسان سبیل  
 پیدا کر دے۔ تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے کہ  
 تو نے از خود بلند پایہ نعمتیں عطا کیں اور احسان انعام  
 پر (دل میں) شکر کا اقرار کیا۔ تو محمدؐ اور ان کی آل  
 پر رحمت نازل فرما اور میرے لئے روزی کو سہل و  
 آسان کر دے اور جو اعزاز میرے لئے مقرر کیا ہے۔ اس  
 پر قناعت کی توفیق دے اور جو عقد میرے لئے  
 معین کیا ہے۔ اس پر مجھے راضی کر دے اور جو جسم  
 کام میں آچکا اور جو عمر گزر چکی ہے۔ اسے اپنی  
 اطاعت کی راہ میں محسوب فرما۔ بلاشبہ تو اسباب  
 رزق مہیا کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ بارالہ!  
 میں اس آگ سے پناہ مانگتا ہوں جس کے ذریعہ تو  
 نے اپنے نافرمانوں کی سخت گرفت کی ہے۔ اور جس سے  
 تو نے ان لوگوں کو جنہوں نے تیری رضا و خوشنودی

كَأَنَّهُ لَا يُبْقَى عَلَى مَنْ تَضَرَّعَ  
إِلَيْهَا وَلَا تَرْحَمُ مَنْ اسْتَغْطَفَهَا  
وَلَا تُقِيدُ عَلَى التَّخْفِيفِ عَمَّنْ  
تَحْتَمِلُهَا وَاسْتَسْلِمُوا إِلَيْهَا  
تَلْفِي سُكَّانَهَا بِأَحْسَرِ مَا  
كَدَيْهَا مِنْ أَلِيمِ التَّكَلُّفِ وَ  
شِدَائِدِ الْوَبَالِ وَ أَعُوذُ بِكَ  
مِنْ عَقَابِهَا الْقَاعِرَةِ أَفْوَاهُهَا  
وَحَيَاتِهَا الصَّالِقَةِ بِأَنْبِيَائِهَا  
وَشَرَابِهَا الَّذِي يَقْطَعُ  
أَمْعَاءَ الْأَكْمَدَةِ سُكَّانِهَا  
وَيَنْزِعُ قُلُوبَهُمْ وَاسْتَمْدِيكَ  
لِمَا بَاعَدَ مِنْهَا وَأَخَذَ  
عَنْهَا اللَّهُ صَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ أَجِرْنِي  
مِنْهَا بِفَضْلِ رَحْمَتِكَ  
وَ أَقِلْنِي عَنَّا بِعَشْرِ  
إِقَالَتِكَ وَلَا تَحْدُثْنِي بِأَ  
خَيْرِ الْمَجْدِيئَاتِ إِنَّكَ  
كَفَى الْكَرِيمَةَ وَ تُعْطِي  
الْحَسَنَةَ وَ كَفَعَلُ مَا  
تُرِيدُ وَ أَمْتُ عَلَى كُلِّ  
شَيْءٍ قَدِيرٌ اَللَّهُمَّ صَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ إِذَا  
ذُكِرَ الْأَمْرُ وَ صَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
مَا اخْتَلَفَ النَّبِيُّ وَالنَّبَا

سے رخ موڑ لیا، ڈرایا اور دھمکا یا ہے اور اس آتش جہنم  
سے پناہ مانگتا ہوں جس میں روشنی کے بجائے اندھیرا جس  
کا خفیف لپکا بھی انتہائی تکلیف دہ اور جو کوسوں دور ہونے  
کے باوجود درگرمی و تپش کے لحاظ سے قریب ہے اور اس  
آگ سے پناہ مانگتا ہوں جو آپس میں ایک دوسرے کو کھاتی  
ہے اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتی ہے اور اس آگ سے  
پناہ مانگتا ہوں جو ہڈیوں کو خاکستر کر دے گی اور دوزخیوں کو  
کھوتا ہوا پانی پلائے گی۔ اور اس آگ سے کہ جو اس کے  
آگے گڑ گڑائے گا۔ اس پر ترس نہیں کھائے گی اور جو اس  
سے رحم کی انتہا کرے گا۔ اس پر رحم نہیں کرے گی اور جو اس  
کے سامنے فروتنی کرے گا۔ اور خود کو اس کے حوالے کر دے گا۔  
اس پر کسی طرح کی تخفیف کا اسے اختیار نہیں ہوگا۔ وہ درد  
ناک عذاب اور شدید عقاب کی شعلہ سامانیوں کے ساتھ اپنے  
رہنے والوں کا سامان کرے گی۔ (بارِ الہا!) میں تجھ سے پناہ  
مانگتا ہوں جہنم کے بچھوڑوں سے جن کے منہ کھلے ہوئے ہوں  
گے اور ان سانپوں سے جو دانتوں کو پیس پیس کر چھینکا  
رہے ہوں گے اور اس کے کھولتے ہوئے پانی سے جو انڑیوں  
اور دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور (سینوں کو چیر کر)  
دلوں کو نکال لے گا۔ خدایا! میں تجھ سے توفیق مانگتا  
ہوں ان باتوں کی جو اس آگ سے دور کریں، اور  
اسے پیچھے ہٹا دیں۔ خداوند! محمدؐ اور ان کی آلؑ  
پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنی رحمت فرماں کے  
ذریعہ اس آگ سے پناہ دے اور حسن درگزر سے  
کام لیتے ہوئے میری لغزشوں کو معاف کر دے اور  
مجھے محروم و ناکام نہ کر۔ اے پناہ دینے والوں  
میں سب سے بہتر پناہ دینے والے خدایا تو سمجھتی و  
معصیت سے بچاتا اور ابھی نعمتیں عطا کرتا اور جو

صَلَاةٌ لَا يَنْقُطُ مَدُّهَا  
وَلَا يَخْصِي عَدُّهَا صَلَاةٌ  
كَشَعْنَ الصَّوَاءِ وَكَمَلَا  
الْأَرْضَ وَالسَّمَاءَ صَلَّيْ  
اللَّهُ عَلَيْهِ حَقِّي يَرْضَى وَ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِإِلَهِ  
بَعْدَ الرِّضَا صَلَاةٌ لَا حُدَّ  
لَهَا وَلَا مُنْتَهَى يَا أَرْحَمَ  
الرَّاحِمِينَ -

پلہ ہے وہ کرتا ہے اور تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! جب بھی نیکو کاروں کا ذکر کئے تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور جب تک شب و روز کے آنے جانے کا سلسلہ قائم رہے تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔ ایسی رحمت جس کا ذخیرہ ختم نہ ہو اور جس کی گنتی شمار نہ ہو سکے۔ ایسی رحمت جو فضا کے عالم کو پُر کرے اور زمین و آسمان کو بھر دے۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے اس حد تک کہ وہ خوشنود ہو جائے اور خوشنودی کے بعد بھی ان پر اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل کرتا رہے۔ ایسی رحمت جس کی نہ کوئی حد ہو اور نہ کوئی انتہا۔ اسے تمام رحم کر نیا لو میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

اس دعا کو نماز شب کے بعد پڑھنا چاہیے۔ نماز شب کا اطلاق کبھی آٹھ رکعتوں پر ہوتا ہے اور کبھی شفع و ترکی نمازوں کو ملا کر گیارہ رکعتوں پر اور کبھی نوافل صبح کو بھی ان کے ساتھ ملا کر تیرہ رکعتوں پر۔ علامہ سید علی خاں رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر طوسی نے مصباح میں اللہ شیخ بہاؤ الدین عاقل نے مفتاح میں لکھا ہے کہ اسے تیرہ رکعتوں کے بعد پڑھنا چاہیے۔ اور کفعمی رحمہ اللہ نے اس دعا کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اسے گیارہ رکعتوں کے بعد پڑھنا چاہیے۔ بہر حال خواہ تیرہ رکعتوں کے بعد پڑھے یا گیارہ رکعتوں کے یا آٹھ رکعتوں کے، تینوں صورتوں میں اسے پڑھا جاسکتا ہے۔

نماز شب کا آسان و مختصر طریقہ یہ ہے کہ نصف شب کے بعد دو دو رکعت کر کے آٹھ نوافل پڑھے۔ پہلی رکعت میں حمد اور سورۃ توحید اور دوسری رکعت میں حمد اور سورۃ قل یا ایہا الکافرون یا سورۃ توحید پڑھے اور دوسری رکعتوں میں حمد اور سورۃ توحید پڑھے۔ اور ہر دوسری رکعت میں قبل رکوع قنوت پڑھے۔ جس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ لینا کافی ہے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز شفع پڑھے اور دو نفل رکعتوں میں سورۃ حمد کے بعد سورۃ توحید پڑھے۔ نماز شفع کے بعد ایک رکعت نماز وتر پڑھے۔ اور اس میں بھی سورۃ حمد و سورۃ توحید پڑھے۔ اور قبل رکوع قنوت بھی پڑھے۔ اللہ مستجب ہے کہ قنوت میں پائیس افراد کے لئے نام بنام دُعا مانگے۔ اور پھر رکوع و سجود و تشہد کے بعد نماز تمام کرے۔ اور بعد ختم نماز صبح حضرت زہرا سلام اللہ علیہا پڑھے۔

نماز شب کا وقت اگرچہ نصف شب کے بعد شروع ہو جاتا ہے مگر جس قدر صبح صادق کے قریب ہوتا ہے بہتر ہے۔ اور اگر کوئی عذر مانع ہو تو نصف شب سے پہلے بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ لیکن اس سے بہتر یہ ہے کہ بعد میں بہ نیت قضا پڑھے۔ اور اگر طلوع صبح صادق سے پہلے چار رکعت پڑھ چکا ہو تو پھر بقیہ رکعتیں بھی ادا کر لے اور اس صورت میں صرف سورۃ حمد پڑھنا کفایت کرے۔

## دُعائے استخارہ

بارِ اہبا! میں تیرے علم کے ذریعہ تجھ سے خیر و بہبود چاہتا ہوں۔ تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل کر اور میرے لئے اچھائی کا فیصلہ صادر فرما، اور ہمارے دل میں اپنے فیصلہ (کی حکمت و مصلحت) کا القا کر اور اسے ایک ذریعہ قرار دے کہ ہم تیرے فیصلہ پر راضی رہیں اور تیرے حکم کے آگے سر تسلیم خم کریں۔ اس طرح ہم سے شک کی غلش دور کرے اور مخلصین کا یقین ہمارے اندر پیدا کرے ہمیں تقویت دے۔ اور ہمیں خود ہمارے حوالے نہ کرے کہ جو تو نے فیصلہ کیا ہے اس کی معرفت سے عاجز رہیں اور تیری قدر و منزلت کو شک سمجھیں۔ اور جس چیز سے تیری رضا وابستہ ہے اسے ناپسند کریں اور جو چیز انجام کی خوبی سے دوراؤ عافیت کی ضد سے قریب ہو اس کی طرف مائل ہو جائیں۔ تیرے جس فیصلہ کو ہم ناپسند کریں وہ ہماری نظروں میں پسندیدہ بنادے اور جسے ہم دشوار سمجھیں اسے ہمارے لئے آسان کر دے اور جس مشیت و ارادہ کو ہم سے متعلق کیا ہے اس کی اطاعت ہمارے دل میں القا کر۔ یہاں تک کہ جس چیز میں تو نے تعیل کی ہے اس میں تاخیر اور عس میں تاخیر کی ہے اس میں تعیل نہ پائیں اور جسے تو نے پسند کیا ہے اسے ناپسند اور جسے ناگوار سمجھا ہے اسے اختیار نہ کریں۔ اور ہمارے کاموں کا اس چیز پر خاتمہ کر جو انجام کے لحاظ سے پسندیدہ اور مآل کے اعتبار سے بہتر ہو۔ اس لئے کہ تو نفیس پاکیزہ چیزیں عطا کرتا اور بڑی نعمتیں بخشا ہے۔ اور جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْإِسْتِخَارَةِ :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخْرِیْكَ بِعِلْمِكَ فَصِّلْ عَلٰی مُحْتَمِلٍ وَّ اِلَیْهِ وَاخْصِ لِّیْ بِالْخَیْرِ وَاَلْهِمْنَا مَعْرِفَةَ الْاِخْتِیَارِ وَاَجْعَلْ ذٰلِكَ ذَرِیْعَةً اِلٰی الرِّضَا بِمَا قَضَيْتَ لَنَا وَاَسْئَلُکَ بِمَا حَكَمْتَ فَاَرْجُو عَنَّا رَیْبَ الْاِذْتِیَابِ وَاَیَّدْ کَا بَیْهِنِ الْمُخْلِصِیْنَ وَلَا تَسْمُنَا عَجْزَ الْمَعْرِفَةِ عَمَّا تَخَدَّرْتَ فَتَغْلِبَ قَدْرُکَ وَتُکْرَکَ مُوَضِّعَ رِضَاکَ وَتَجُنَّحَ اِلٰی الْاِتِّیْ حٰی اَبْعَدُ مِنْ حُسْنِ الْعَاقِبَةِ وَاَثَرَبْ اِلٰی ضِدِّ الْعَاقِبَةِ حَتّٰی اِلَیْنَا مَا تُکْرَهُ مِنْ قَضَا ۤیْکَ وَتَحِلَّ عَلَیْنَا مَا تَسْتَضْعِبُ مِنْ حُکْمِکَ وَاَلْهِمْنَا الْاِتْقَانَ لِمَا اُوْرَدْتَ عَلَیْنَا مِنْ مِّشِیَّتِکَ حَتّٰی لَا تُحِبَّ تَاَخِیْرَ مَا عَجَلْتَ وَلَا تُعْجِلَ مَا اَخْخَرْتَ وَلَا تُکْرَهُ مَا اَحْبَبْتَ وَلَا تَسْخِرَ مَا کَرِهْتَ وَاَخِیْرُ لَنَا بِالْقَوِّیِّ حٰی اَحْمَدُ غَاقِبَهُ وَاَكْرَمُ مَصِیْرَهُ اِنَّکَ تَقْدِرُ الْکَرِیْمَةَ وَتُعْطِی الْجَسِیْمَةَ وَتَفْعَلُ مَا تُرِیْدُ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

خداوندِ عالم سے خیر و برکت طلب کرنا یا خیر و سعادت کی طرف رہنمائی چاہنا استخارہ کہلاتا ہے۔ جب استخارہ دعا کی صورت میں ہو تو اس کے اثرات و نتائج مختلف صورتوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کبھی انسان کے دل میں ایسی روشنی پیدا ہوتی ہے جس سے صحیح صورتِ حال منکشف ہو جاتی ہے؛ اسے القائے غیبی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور حضرت نے اپنے ارشاد ”واللہمنا معونة الاختیار“ میں اسے الہام سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس کے لئے ظاہر و باطن کی پاکیزگی، قلب و نظر کی تطہیر اور اللہ تعالیٰ سے وابستگی کی ضرورت ہے تاکہ انسان کا دل کشف و القاء کا محل قرار پاسکے۔ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام اپنے بعض اصحاب کو اس استخارہ کی تعلیم و تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ حسن ابن جہم نے امام رضا علیہم السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ فرزندِ رسول! ہمیں سطر کرتا ہے مگر تردد ہے کہ خشکی کا سفر کریں یا پانی کا، آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا:-

افت المسجد فی غیر وقت صلوٰۃ الغریضۃ  
فصل رکعتین واستغفر اللہ مائۃ مرۃ  
ثم انظر الی ما یقع فی قلبک فاعمل  
بہ۔  
نماز فریضہ کے اوقات کے علاوہ مسجد میں جاؤ اور دو رکعت  
نماز پڑھو اور سو مرتبہ استغفر اللہ بوجہ تہ کہو۔ اس کے  
بعد دیکھو کہ تمہارے دل میں کس بات کا القاء ہوتا ہے۔  
بس اس پر عمل کرو۔

اور کبھی طلبِ خیر کا اثر اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ جس کام میں بہتری ہوتی ہے دل میں اس کا عزم پختہ ہو جاتا ہے اور فہم یکسوئی کے ساتھ اس پر ٹھہر جاتا ہے۔ چنانچہ اسحاق بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض اوقات کسی کام کا ارادہ کرتا ہوں تو کچھ لوگ اس کے موافق رائے دیتے ہیں اور کچھ خلاف اور میں کچھ طے نہیں کر سکتا کہ کن لوگوں کی رائے پر عمل کروں۔ آپ نے فرمایا کہ:-

اذا كنت كذلك فصل رکعتین و  
استغفر اللہ مائۃ مرۃ و مرۃ ثم النظر  
احکم الامرین لک فافعلہ فان الخیر  
فیہ انشاء اللہ۔  
جب ایسی صورت ہو تو دو رکعت نماز پڑھو اور ایک سو  
ایک مرتبہ استغفر اللہ بوجہ تہ کہو تو ان دونوں کاموں  
میں سے جس میں حزم و احتیاط کا پہلو نظر آئے اسے اختیار  
کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی میں بہتری ہوگی۔

اور کبھی طلبِ خیر کا اثر اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ جس امر میں بہتری ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کسی زبان سے جاری کرا دیتا ہے۔ چنانچہ ہارون ابن عمار کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ جو شخص کسی کام کو کرنا چاہے تو دوسروں سے مشورہ لینے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے مشورہ لے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے کس طرح مشورہ ہے؟ فرمایا:-

فلیستغفر اللہ فیہ اولاً ثم  
یقتاود فیہ فانہ اذا بدئ  
باللہ تبارک و تعالیٰ احرم  
اللہ الخیرہ علی لسان من  
پہلے اس کام میں اللہ تعالیٰ سے خیر و برکت چاہے پھر مشورہ کے  
تو جب اللہ تبارک و تعالیٰ سے طلبِ خیر کے بعد دوسروں سے  
مشورہ لے گا تو اللہ تعالیٰ مخلوقات میں سے جس کی زبان سے  
چاہے گا ایسی بات نکلوا دے گا۔ جو اس کے حق میں بھلائی

## اور بہتری کی ہوگی۔

یٰۤاَیُّهَا مَنْ اَلْخَلْق -

افرودہ استخارہ جو نفع و نقصان کے سلسلہ میں رہنمائی چاہنے کے لئے دیکھا جاتا ہے، جیسے تسبیح کے دانوں کا طاق و جفت ہونا، رقعوں کا لا اور ختم کی صورت میں نکلنا اور آیہ قرآنی کا ثواب یا عذاب کے مضمون پر مشتمل ہونا تو یہ بھی اتفاقاً و کشف کی طرح مشورۃ الہی کے مظاہر ہیں۔ ایک منظر ہے جس سے ذہنی یکسوئی و دلچسپی حاصل ہوتی ہے۔ اور اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور استخارہ کے حسب ذیل آداب و شرائط میں جنہیں ملحوظ رکھنا چاہیے۔ پہلے یہ کہ استخارہ سے قبل طہارت کرے اور دو رکعت نماز پڑھے۔ دوسرے یہ کہ دل و دماغ سے ہر طرح کے فاسد خیالات دور رکھے۔ تیسرے یہ کہ ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہے۔ اور دوران استخارہ میں گفتگو نہ کرے۔ چوتھے یہ کہ جس امر کے لئے استخارہ دیکھے، وہ مباح ہو۔ اور واجبات و محرمات میں استخارہ نہ دیکھے۔ اس لئے کہ واجبات کو بہر صورت بجالانا ہے اور محرمات سے بہر حال پرہیز کرنا ہے۔ پانچویں یہ کہ بے عمل استخارہ نہ دیکھے۔ اس طرح کہ استخارہ منع آنے پر کچھ توقف کے بعد پھر استخارہ کرے اس خیال سے کہ شاید اب بہتر آجائے اور جب تک بہتر نہ آئے تو نہیں استخارہ دیکھتا رہے، یا کہیں جانے کے لئے استخارہ کرے اور منع آنے کی صورت میں کسی خاص راستہ کی نیت کر کے پھر استخارہ کرے یہ کچھ کر کہ اب نیت بدل گئی ہے یا بغیر کسی ضرورت کے بات بات پر استخارہ دیکھے۔ یہ سب بازیچہ اطفال ہے جو عموماً قولائے عقیدہ کے ضعیف اور سوچ بچار کی قوتوں کے معطل ہونے کا نتیجہ ہوتا ہے اور بعض لوگ اسے بلاوجہ صرف مظاہرۃ تقدس کے لئے معمول بنالیتے ہیں۔ جو ریا کی ایک قسم ہے۔ اب ذیل میں استخارہ کے تین طریقے درج کئے جاتے ہیں۔ جو مروی اور معمول ہیں۔

**استخارۃ قرآنی :-** قرآن سے استخارہ دیکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین مرتبہ سورۃ توحید اور پھر تین مرتبہ دُود پڑھے اور پھر یہ دُعا پڑھے۔ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ تَعَالٰی بکتابک و توکلن علیک فادنی من کتابک ما هو مکتوب من سورۃ المسکون فی حبسک۔ اور پھر نیت کے بعد قرآن مجید کو کھولے اور اس کے پہلے صفحہ کی پہلی آیت کو دیکھے اور اس کے مضمون پر نظر کرنے کے بعد فعل یا ترک کا فیصلہ کرے اس طرح، کہ اگر آیت بشارت و نذیر پر مشتمل ہو تو اس کام کو کرے اور اگر عذاب و وعید کے سلسلہ میں ہو تو اسے ترک کرے۔

**استخارۃ ذات الرقاع :-** ہارون ابن خالد روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کسی کام کا ارادہ کرو تو کاغذ کے پرزوں پر بسم اللہ الرحمن الرحیم خیرۃ من اللہ العزیز الحکیم لفلان ابن فلانہ لکھو (فلان کی جگہ اپنا اور فلانہ کی جگہ اپنی ماں کا نام لکھنا چاہیے) اور ان میں تین پر اَفْعَل اور تین پر لَا تَفْعَل تحریر کرو۔ اور ان پرزوں کو ملا کر مصلے کے نیچے رکھ دو اور دو رکعت نماز استخارہ بجا لاؤ اور بعد ختم نماز بعد میں سو مرتبہ استغفر اللہ برحمتہ خیرۃ فی عالمیہ۔ کہو اور سجدہ سے سر اٹھا کر یہ دُعا پڑھو۔ اللّٰهُمَّ هٰذَا وَخَاتَمُہ لٰی فِیْ جَمِیْعِ اَمُوْدِیْ فِیْ سِرْمَنَکْ وَ عَافِیَہ۔ پھر ایک ایک کر کے تین پرزے نکالو۔ اگر تینوں پر اَفْعَل تحریر ہو تو اس کام کو کرو اور اگر تینوں پر لَا تَفْعَل تحریر ہو تو اس کام کو نہ کرو۔ اور اگر مختلف ہوں تو دو پرزے اور نکالو۔

اب اگر افضل تین ہوں تو اس کام کو کرو اور لا تفعل تین ہوں تو اس کام کو نہ کرو۔

استخارہ تسبیح۔ یہ استخارہ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور تین دفعہ سورۃ توحید اور پندرہ مرتبہ درود پڑھو اور اس کے بعد یہ دعا پڑھو۔ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ الْحُسَیْنِ وَجَدَّہٗ رَاجِیَہٗ وَ اَمَہٗ وَ اَخِیَہٗ وَ الْاَئِمَّةِ مِنْ خَدِیْتِہٖ اَنْ تَصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدًا وَ اٰلِیْ مُحَمَّدًا وَاَنْ تَجْعَلَ لِی الْخَیْرَ فِیْ هَذِهِ السَّبْعَةِ وَاَنْ تَرِیْنِیْ مَا هُوَ الْاَصْلَحُ لِیْ فِی الدِّیْنِ وَ الدُّنْیَا وَ اَجَلِ اَمْرِیْ وَ اَجَلِہٖ فَعَلَ مَا اَنَا عَازِمٌ عَلَیْہِ فَمَرِّفِیْ دَالِیَاتِہِیْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ پھر نیت کرو اور مشغی بھر تسبیح کے دانے ہاتھ میں لو اور پہلے دانہ پر سبحان اللہ اور دوسرے پر الحمد للہ اور تیسرے پر لا الہ الا اللہ پڑھتے جاؤ۔ اور آخر دانہ پر سبحان اللہ ہو تو یہ استخارہ درمیان سے چاہے اس کام کو کرو یا اسے ترک کرو۔ اور اگر الحمد للہ آئے تو استخارہ بہتر ہے اس کام کو کرو۔ اور اگر لا الہ الا اللہ آئے تو استخارہ بہتر نہیں ہے۔ اس کام کو ترک کرو۔ وھو العلیہ بعواقب امورنا۔

جب خود مبتلا ہوتے یا کسی کو گناہوں کی رسوائی میں مبتلا دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اسے مجبوراً تیرے ہی لئے تمام تعریف سے اس بات پر کہ تو نے (گناہوں کے) جاننے کے بعد پردہ پوشی کی اور (حالات پر) اطلاع کے بعد عافیت و سلامتی بخشی۔ یوں تو ہم میں سے ہر ایک ہی عیوب و نقائص کے درپے ہوا مگر تو نے اسے مشہرہ کیا اور افعال بد کا مرکب ہوا مگر تو نے اس کو رسوا نہ ہونے دیا اور پردہ خفا میں برائیوں سے آلودہ رہا۔ مگر تو نے اس کی نشاندہی نہ کی، کتنے ہی تیرے منہات تھے جن کے ہم مرکب ہوئے اور کتنے ہی تیرے احکام تھے جن پر تو نے کاربند رہنے کا حکم دیا تھا۔ مگر ہم نے ان سے تجاوز کیا اور کتنی ہی برائیاں تھیں جو ہم سے سرزد ہوئیں۔ اور کتنی ہی خطائیں تھیں جن کا ہم نے ارتکاب

وَ کَانَ مِنْ دُعَائِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِذَا اِذَا ابْتَلٰی اَفْرَاسَیْ مُبْتَلٰی بِفَضِیْحَةٍ یَّکْبُ الْاَلْهَمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی سُبْحَانَکَ بَعْدَ عِلْمِکَ وَ مُعَافَاَتِکَ بَعْدَ خَلْقِکَ فَکَلَّمْنَا قَدْ اَعْتَرَفْنَا الْعَاقِبَةَ فَلَوْ کَشَفْتَ وَ ارْتَكَبْنَا الْفَاحِشَةَ فَلَوْ تَقَضَّصَتْ وَ کَسَتْ بِالْمَسَاوِیِّ فَلَوْ کَدَّ لَکَ عَلَیْہِ کَمْرٌ نَحْنُ لَکَ قَدْ اَتَيْنَاکَ وَ اَمْرٌ قَدْ وَقَعْنَا عَلَیْہِ فَتَعَدَّیْنَاکَ وَ سَبَّحْنَاکَ اَلْکَسْبَنَاکَ وَ خَطِیئَتِیْ اَلْکَسْبَنَاکَ کُنْتَ الْمُظْلِمَ عَلَیْہَا ذُوْنُ الشَّاطِرِیْنِ وَالْقَادِرَ عَلٰی اَعْلَیْہَا فَوْقَ الْقَادِرِیْنِ

كَانَتْ عَافِيَتُكَ لَنَا حِجَابًا دُونَ  
 أَبْصَارِهِمْ وَرَدْمًا دُونَ  
 أَسْمَاعِهِمْ فَاجْعَلْ مَا سَكَرَتْ  
 مِنَ الْعَوْرَةِ وَآخَفِيَتْ مِنَ  
 الدَّخِيلَةِ وَاعْظَاكُنَا وَنَاجِرًا  
 عَنْ سُوءِ الْخَلْقِ وَاقْتِرَابِ  
 الْخَطِيئَةِ وَسَعْيَا إِلَى التَّوْبَةِ  
 الْمَاجِيَةِ وَالطَّرِيقِ الْمَحْمُودَةِ  
 وَقَرِّبْ أَلْوَتَّ فَيْدٍ وَلَا تَكُفِّرْنَا  
 النِّقْلَةَ عَنْكَ إِنَّا إِلَيْكَ  
 رَاغِبُونَ وَ مِنْ الدُّلُوبِ  
 كَاغِبُونَ وَصَلِّ عَلَى خَيْرَتِكَ  
 اللَّهُمَّ مِنْ خَلْقِكَ مُحَمَّدٍ  
 وَ عِزَّتِهِ الصَّفْوَةِ مِنْ  
 بَرِيَّتِكَ الظَّاهِرِيَّةِ وَ  
 اجْعَلْنَا لَهُمْ سَامِعِينَ وَ  
 مُطِيعِينَ كَمَا أَمَرْتَ -

کیا وہ آنھالیکہ دوسرے دیکھنے والوں کے بجائے تو  
 اُن پر آگاہ تھا اور دوسرے (گناہوں کی تشہیر پر)  
 قدرت رکھنے والوں سے تو زیادہ اُن کے افشا پر  
 قادر تھا۔ مگر اس کے باوجود ہمارے ہمارے میں تیری  
 حفاظت و نگہداشت ان کی آنکھوں کے سامنے پردہ  
 اور اُن کے کانوں کے بالمقابل دیوار بن گئی تو پھر اُس  
 پردہ داری و عیب پوشی کو ہمارے لئے ایک نصیبت  
 کرنے والا اور بد خوئی و ارتکاب گناہ سے روکنے والا  
 اور (گناہوں کو) مٹانے والی راہِ توبہ اور طریقِ پسندیدہ  
 پر گامزنی کا وسیلہ قرار دے اور اُس راہِ پیمائی کے لئے  
 (ہم سے) قریب کر۔ اور ہمارے لئے ایسے اسباب  
 مہیہ نہ کر جو تجھ سے ہمیں غافل کر دیں۔ اس لئے کہ  
 ہم تیری طرف رجوع ہونے والے اور گناہوں سے  
 توبہ کرنے والے ہیں۔ بارِ الہا! محمدؐ پر جو مخلوقات میں  
 تیرے برگزیدہ اور اُن کی پاکیزہ عترت پر جو کائنات  
 میں تیری منتخب کردہ ہے رحمت نازل فرما اور ہمیں اپنے  
 فرمان کے مطابق اُن کی بات پر کان دھرنے والا اور ان  
 کے احکام کی تعمیل کرنے والا قرار دے۔

یہ دُعا خداوندِ عالم کی صفتِ پردہ پوشی کے سلسلہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ ستاریت ہی کا یہ نتیجہ ہے  
 کہ بندوں کے عیوب پر پردہ ڈالتا رہتا ہے۔ کیونکہ وہ گھارا نہیں کرتا کہ اس کے جملے ہم چشموں کی نگاہوں میں بک  
 ہوں اور اپنے چہرے ہوئے عیبوں کی وجہ سے ذلیل ہوں۔ اس لئے وہ معائب پر پردہ ڈالتا ہے اور کسی کا عیب  
 آشکارا نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ جب چاہے گنہگاروں کے مازِ ہائے درون پردہ کو بے نقاب کر کے انہیں رسوا و ذلیل  
 کر سکتا ہے۔ اور ان کی بد اعمالیوں کا تقاضا بھی یہ ہوتا ہے کہ انہیں ذلت و رسوائی سے دوچار کیا جائے مگر اس  
 کی شانِ ستاریت آڑے آجاتی ہے اور انہیں رسوائیوں سے بچالے جاتی ہے۔ اگر اُن کی طرف سے پردہ پوشی  
 نہ ہوتی تو پھر کون ایسا ہے جو اپنی کارستانیوں کی بدولت رسوا و ذلیل نہ ہوتا۔

گر پردہ نہ روئے کارِ ما بردارند آن کیست کہ رسوائے دُعا عالم نشود

چنانچہ جو شخص بھی اپنی باطنی حالت کا جائزہ لے گا۔ وہ اس امر کے اعتراف پر مجبور ہو گا کہ اُس کے وہ میوب جو افشا ہوئے ہیں عموماً ایسے ہی تھے کہ جن کے چھپانے کی اس نے کبھی فکر کی ہی نہ تھی۔ مگر اس کے باوجود اس کے ڈھکے چھپے ہوئے گناہ ان گناہوں سے کہیں زیادہ ہوں گے جو ظاہر ہوئے ہیں۔ یہ اس کی صفت پر وہ پوشی ہی کا توکر شمع ہے۔ کہ باوجود انشاء میوب و معاصی کے اسباب مہیا کرنے کے وہ پردہ پاک نہیں کرتا اور دوسروں کو اس کے معائب پر مطلع نہیں ہونے دیتا۔ اسی پردہ پوشی کی بنا پر اُس نے زنا کے ثبوت کے لئے چار عینی گواہوں کی کڑی شرط لگا دی تاکہ گناہگار کے گناہ پر پردہ پڑا رہے۔ اور دوسروں کے میوب اچھالتے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

ان الذین یحبون ان تشیع الفلحشة  
الذین آمنوا للہ عذاب الیم  
جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان لاسنے والوں کی برائیاں  
نشر ہوں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے :-

خداوند عالم کی یہ پردہ پوشی صرف دنیا ہی میں نہیں ہے بلکہ آخرت میں بھی وہ پردہ داری سے کام لے گا چنانچہ وارد ہوا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقف حساب میں عرض کریں گے کہ اے مجبور! میری امت کا حساب و کتاب انبیاء اور دوسری امتوں کے سامنے نہ لیا جائے۔ تاکہ میری امت کے گناہوں اور لغزشوں پر کوئی مطلع نہ ہو۔ لہذا میری امت کا محاسبہ صرف میرے سامنے ہو۔ اس موقع پر قدرت کی طرف سے ارشاد ہو گا۔ کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اپنے بندوں پر تم سے زیادہ رحیم اور مہربان ہوں۔ جب تمہیں یہ گوارا نہیں کہ تمہاری امت کے گناہ و معائب کسی اور پر ظاہر ہوں تو میں بھی یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ میں اپنے بندوں کو تمہارے سامنے تلام و رسوا کروں۔ لہذا میں جانوں اور ان کا حساب و کتاب۔

بہر حال اس دنیا میں پردہ پوشی کا نفسیاتی طود پر یہ اثر ہوتا ہے کہ بندہ اس کی مرحمت و عیب پوشی کو دیکھتے ہوئے خود اپنے مقام پر شرمندہ ہوتا ہے اور یہ شرمندگی اُسے مجبھوڑتی اور توبہ کی راہ دکھاتی ہے اور وہ جذبہ منوریت سے متاثر ہو کر گناہوں سے دستبردار ہونے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ اور جس کا پردہ خود اپنے ہاتھوں پاک ہو جاتا ہے اور زبانوں پر اُس کے معائب کا چرچا ہونے لگتا ہے تو دوسرے لوگ اگرچہ ویسے ہی گناہوں کے مرتکب ہوتے ہوں یا ہوتے رہے ہوں اس پر زبان طعن کھولتے اور اُسے مورد الزام ٹھہراتے ہیں جس کے نتیجہ میں اُس کے دل میں نفرت بھر جاتی ہے اور یہ جوش نفرت خدا اور مہٹ دھرمی کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور وہ مزید رسوائی کی پروا کئے بغیر گناہوں میں جری و بے باک ہو جاتا ہے اور جو شرم کی ہلکی سی نقاب اس کے چہرے پر ہوتی ہے اُتر جاتی ہے اور علانیہ گناہوں کا مرتکب ہونے لگتا ہے۔

جب اہل دنیا کو دیکھتے تو راضی برضا  
رہنے کے لئے یہ دُعا پڑھتے :-

اللہ تم کے حکم پر رضا و خوشنودی کی بنا پر اللہ تم  
کے لئے حمد و ستائش ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے  
اپنے بندوں کی دنیا میں آئین عدل کے مطابق تقسیم کی ہیں  
اور تمام مخلوقات سے فضل و احسان کا رویہ اختیار کیا  
ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما  
اور مجھے ان چیزوں سے جو دوسروں کی دی ہیں آشفہ  
و پریشان نہ ہونے دے کہ میں تیری مخلوق پر حسد کروں  
اور تیرے فیصلہ کو حقیر سمجھوں۔ اور جن چیزوں سے مجھے  
محروم رکھا ہے انہیں دوسروں کے لئے فتنہ و آزمائش  
بنامہ دے کہ وہ اندرونی غرور مجھے بہ نظر حقارت دیکھیں  
اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور  
مجھے اپنے فیصلہ قضا و قدر پر شادماں رکھ اور اپنے  
مقدمات کی پذیرائی کے لئے میرے سینہ میں وسعت  
پیدا کر دے اور میرے اندر وہ رُوح اعتماد بچھونک  
دے کہ میں یہ اقرار کروں کہ تیرا فیصلہ قضا و قدر خیر  
و بہبودی کے ساتھ نافذ ہوا ہے اور ان نعمتوں پر  
اولے شکر کی بہ نسبت جو مجھے عطا کی ہیں ان چیزوں  
پر میرے شکریہ کو کامل و فزوں تر قرار دے جو مجھ سے  
روک لی ہیں اور مجھے اس سے محفوظ رکھ کہ میں کسی نادار  
کو ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھوں یا کسی صاحب ثروت  
کے بارے میں میں (اس کی ثروت کی بنا پر) فضیلت  
برتری کا گمان کروں۔ اس لئے کہ صاحب شرف و  
فضیلت وہ ہے جسے تیری اطاعت نے شرف بخشا  
ہو اور صاحب عزت وہ ہے جسے تیری عبادت نے

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فِي الرِّضَا إِذَا نَظَرَ إِلَى أَهْوَائِ الدُّنْيَا

الْحَمْدُ لِلَّهِ رِضًا بِحُكْمِ اللَّهِ  
تَمْلِئُ أَنْتَ اللَّهُ تَسْمَعُ مَعَايِشَ  
عِبَادِهِ بِالْعَدْلِ وَ أَخَذَ عَلَى  
جَمِيعِ خَلْقِهِ بِالْفَضْلِ اللَّهُمَّ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ لَا  
تَقْتَبِئْ بِنَا أَهْوَائَهُمْ وَ لَا  
تَقْتَبِئَهُمْ بِنَا مَنَافِعِنِي فَاحْسَدْ  
خَلْقَكَ وَ اعْظَمْ حُكْمَكَ اللَّهُمَّ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ  
طَيِّبْ بِقَضَائِكَ قُلُوبِي وَ  
وَسِّعْ بِمَوَافِقِ حُكْمِكَ صَدْرِي  
وَ هَبْ لِي الْيَقَّةَ لِأَيِّزٍ مَعَهَا  
بِأَنَّ قَضَائِكَ لَمْ يَجْزِ إِلَّا  
بِالْحِكْمَةِ فَاجْعَلْ شُكْرِي كَلَّتْ  
عَلَى مَا زَوَيْتَ عَلَيَّ أَوْ قَدْ مِنْ  
شُكْرِي إِيَّاكَ عَلَى مَا حَوَّلْتَنِي  
وَ اعْصِمْنِي مِنْ أَنْ أَظْلَمَ  
بِدُنَى عَدَمِ خَاسَةِ أَوْ  
أَظْلَمَ بِصَاحِبِ كَرَمَةٍ فَضْلًا  
فَلَنْ الشَّرِيفَ مَنْ شَرَّفَنَاهُ  
طَاعَتَكَ وَالْعَزِيزَ مَنْ  
اعْتَزَلَهُ عِبَادَتَكَ فَصَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ مَنِّعْنَا  
بِكُرَّةٍ لَا تَنْقُذُ وَ آيِدُنَا

بَعْدَ لَا يُفْقَدُ وَ  
اَسْرَحْنَا فِي مَلِكِ الْاَبَدِ  
اِنَّكَ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ  
الْقَهْمُ الَّذِي لَوْ تَلِدُ  
وَلَوْ تَوَلَدَ وَ لَوْ تَمُوتُ  
لَكَ كَلْمًا اَحَدًا -

عزت و سربلندی دی ہو۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی  
آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں ایسی ثروت و دولت  
سے بہرہ افروز کر جو ختم ہونے والی نہیں اور ایسی عزت  
و بزرگی سے ہماری تائید فرما جو ناکم ہونے والی نہیں  
اور ہمیں ملک جاوداں کی طرف رواں دواں کر۔ بیشک  
تو یکتا و یگانہ اور ایسا بے نیاز ہے کہ نہ تیری کوئی اولاد  
ہے اور نہ تو کسی کی اولاد ہے اور نہ تیرا کوئی مثل و  
ہمسر ہے

یہ دُعا طلبِ تسلیم و رضا کے سلسلہ میں ہے۔ تسلیم و رضا یقین کے بلند ترین درجہ کا نام ہے جہاں ایمان  
کی پختگی میں لپک اور اعتقاد کی مضبوطی میں کمزوری کا رونما ہوتا تو درکنار مقصد و غشائے الہی کے خلاف ذہن  
کسی تصور کو قبول کرنے کے لئے بھی آمادہ نہیں ہوتا۔ یہ جذبہٴ رضا، عشق و محبت الہی کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔  
کیونکہ یہ محبت ہی کا نفاضا ہے۔ کہ محبوب کی طرف سے راحت پہنچے یا گزند، کوئی چیز بارِ خاطر نہ ہو اور تلخ سے  
تلخ حالات میں بھی چہرے پر کڑواہٹ نہ کھلے۔ چنانچہ جب دل میں عشق الہی کی شرافتانی ہوتی ہے۔ تو پھر  
بدی و راحت، عزت و ذلت، اقبال و ادبار، خوش حالی و تنگدستی، مرض و صحت اور موت و حیات میں کوئی فرق  
نہیں رہتا۔ اور انسان مرض میں اتنی ہی کشش محسوس کرتا ہے جتنی صحت و تندرستی میں۔ اور اذیت و کلفت سے  
اتنی ہی لذت حاصل کرتا ہے۔ جتنی آرام و راحت سے۔ اس کے لئے کانٹوں کی جھپ، پھولوں کی سیج اور کرب  
و مصیبت کی جاں کا ہی بیش و راحت کا گہوارہ بن جاتی ہے۔ وہ نیش کو زوش اور ذہر کو شہد و شکر سمجھ کر اس  
طرح پی جاتا ہے کہ اُسے بد مزگی و تلخ کلامی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ جب انسان مقدرات الہیہ کے آگے تسلیم  
ختم کر دیتا ہے۔ تو اس جذبہٴ رضا کے نتیجہ میں دو طرح کی حالتیں پیش آتی ہیں۔ ایک یہ کہ درد و کلفت کا احساس  
تو ہوتا ہے مگر اُسے خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا ہے۔ نہ صرف برداشت کرتا ہے بلکہ اس میں اطمینان و  
راحت محسوس کرتا ہے جیسے وہ مریض جو قصد کے موقع پر تکلیف تو محسوس کرتا ہے مگر اس تکلیف کو تکلیف  
تصور نہیں کرتا۔ بلکہ حصولِ صحت کے پیش نظر اس تکلیف کو بھی ایک گونہ راحت سمجھتا ہے۔ اور دوسری حالت  
یہ ہے کہ سوز سے کرب و اذیت کا احساس ہی باقی نہ رہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس پر بعض افراد کو حیرت و استعجاب  
ہو کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آگ لگے اور جسم و جان نہ پھٹے۔ اور درد و کرب کی ایذا رسانی ہو اور اذیت کا احساس نہ  
ہو۔ مگر مشاہدہ اور واقعات اس کے شاہد ہیں کہ انسان پر ایسے کیفیات طاری ہوتے رہتے ہیں جو درد و تکلیف  
کا احساس ختم کر دیتے ہیں۔ چنانچہ انتہائی غیظ و غضب کی حالت میں یا شدید غم و ہراس کی صورت میں

کوئی چوٹ لگ جائے تو جب تک غصہ فرو اور خوف کم نہیں ہوتا اس وقت تک چوٹ کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ اس طرح معرکہ کارزار میں بہت سے زخمی سپاہیوں کو زخم کی اذیت کا احساس اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک وہ حریف و پیکار میں منہمک رہتے ہیں اور جب اُدھر سے قوجہ ہشتی ہے تو طبیعت کا رُخ اپنی طرف پلٹتا ہے اور تکلیف کا احساس اکبر آتا ہے۔ یہ وہ صورتیں ہیں جن میں محبت و شفقت کے جذبات کارفرما نہیں ہوتے۔ مگر پھر بھی انسانی احساسات مغلوب ہو جاتے ہیں۔ اور اگر محبت و دار فکری کی صورت ہو تو دردِ عالم کا احساس کیسا۔ درد کی لذت انگیزی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے اور آگ کے شعلوں میں ترپنے کے باوجود آتش کو شوق میں جلیے کا ذوق کم نہیں ہوتا ہے۔

تم بسوخت، دلم سوخت، استخوان سوخت، تمام سوخت و ذوق سوختن باقی است

چنانچہ عشق و محبت کے دار و درات میں سے یہ ایک معمولی واقعہ ہے کہ ایک دل باختہ محبت اپنے محبوب کے سامنے ایک برتن میں دوا کو جوش دے رہا تھا اور نظارہ جمال میں اس حد تک محو تھا کہ برتن میں چمچہ کے بجائے اس کا ہاتھ حرکت کرتا رہا مگر اُسے احساس تک نہ ہوا۔ اور جب اُسے متوجہ کیا گیا تو ہاتھ سے گوشت و پوست الگ ہو چکا تھا یونہی زناں مصر کی دل باختگی کا عالم کہ جو پھیریاں پھلوں کے کاٹنے کے لئے انہیں دی جاتی ہیں وہ اُن کے ہاتھوں پر چل جاتی ہیں مگر نہ تو انہیں ہاتھوں کے کاٹنے کا علم ہوتا ہے اور نہ اذیت ہی کا احساس ہوتا ہے۔ تو اگر عشق مجازی و جمال بشری اس طرح حواس کو مغلوب کر دے سکتا ہے تو جمالِ ابدی و حسنِ سرمدی کے تاثرات کس حد تک غور فراموشی کی کیفیت طاری کر سکتے ہیں اس کا اندازہ تمہیں کیا جاسکتا۔ یہ محبتِ الہی ہی کی کرشمہ سازی تھی کہ خلیلِ نارِ غرور میں بے دھرمک پھاند پڑتے ہیں۔ اور حضرت علی ابن ابی طالب کے پیروں سے حالتِ نماز میں تیر نکال لیا جاتا ہے۔ تو جمالِ ازلی کا استغراق اذیت کے احساس سے مانع ہو جاتا ہے۔ اور بعض شہداء و اولادِ خدا کے متعلق وارد ہوا ہے کہ انہیں میدانِ جنگ میں تیر و تلوار اور تیغ و تبر کی بھرپور چوڑوں کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔ بہر حال جب انسان محبتِ الہی کے قیو میں راضی برضا رہنے کا غور ہو جاتا ہے تو جس حالت میں ہوتا ہے اسی حالت میں خوش رہتا ہے۔ نہ اُسے اپنی شکستگی و بد حالی کا شکوہ ہوتا ہے اور نہ زندگی کی تلخ کامی کا گلہ۔ نہ دوسروں کا جاہ و اقبال اُسے متاثر کرتا ہے اور نہ دوسروں کی دولت و ثروت کو دیکھ کر اس میں حرص و طمع کا جذبہ اکبرتا ہے کیونکہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ رنج و کلفت ہو یا آرام و راحت، عسرت و تنگی ہو یا ثروت و خوشحالی، سب میں حکمت و مصلحت کارفرما ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حدودِ عدل و انصاف سے باہر نہیں ہوتا۔

سر قبول بیاہ نہاد و گردن طوع

کہ آنچہ حاکم عادل کند ہمہ داد است

جب بادل اور بجلی کو دیکھتے اور  
رعد کی آواز سنتے تو یہ دُعا پڑھتے۔

بارِ الہا! یہ (اتر و برق) تیری نشانیوں میں سے دُعا  
نشانیاں اور تیرے خدمت گزاروں میں سے دُعا خدمت گزار  
ہیں جو نفع رساں رحمت یا ضرر رساں عقوبت کے ساتھ  
تیرے حکم کی بجا آوری کے لئے رلاں وداں ہیں۔ تو اب  
ان کے ذریعہ ایسی بدشئہ نہ برسا جو ضرر و زیاں کا باعث  
ہو اور نہ ان کی وجہ سے ہمیں بلا و مہیبت کا لباس  
پہنا۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما  
اور ان بادلوں کی منفعت و برکت ہم پر نازل کر اور ان  
کے ضرر و آزار کا رخ ہم سے موڑ دے اور ان سے ہمیں  
کوئی گزند نہ پہنچانا اور نہ ہمارے سامانِ معیشت پر تباہی  
وارد کرنا۔ بارِ الہا! اگر ان گھاؤں کو تو نے بطور عذاب  
بھیجا ہے اور بصورتِ غضب روانہ کیا ہے تو پھر ہم تیرے  
غضب سے تیرے ہی دامن میں پناہ کے خواستگار ہیں۔  
اور عفو و درگزر کے لئے تیرے سامنے گڑا کر سوال  
کرتے ہیں۔ تو مشرکوں کی جانب اپنے غضب کا رخ موڑ  
دے۔ اور کافروں پر آسیائے عذاب کو گردش دے۔ اے  
اللہ! ہمارے شہروں کی خشک سالی کو سیرابی کے ذریعہ  
دُور کر دے اور ہمارے دل کے دوسو سوں کو رزق کے وسیلہ  
سے برطرف کر دے اور اپنی بارگاہ سے ہمارا رخ موڑ  
کر ہمیں دوسروں کی طرف متوجہ فرما اور ہم سب سے  
اپنے احسانات کا سرچشمہ قطع نہ کر۔ کیونکہ بے نیاز  
وہی ہے جسے تو بے نیاز کرے اور سالم و محفوظ وہی  
ہے جس کی تو نگہداشت کرے۔ اس لئے کہ تیرے

وَ كَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
إِذَا انْظَرَّ إِلَى السَّحَابِ وَابْتَرَقَ  
وَسَمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ:-

اللَّهُمَّ إِنِّي هَذَا مِنْ آيَاتِكَ مِنْ  
آيَاتِكَ وَهَذَا مِنْ عَوْنِكَ مِنْ  
أَعْوَانِكَ يَبْتَدِيَانِ طَاعَتَكَ  
بِرَحْمَتِكَ تَافِعَةً أَوْ كَرِهَةً ضَائِعَةً  
فَلَا تَسْطِرْنَا بِهِنَّ مَكْرَ السُّوءِ  
وَلَا تُلَيْسُنَا بِهِنَّ بِاسِ الْبَلَاءِ  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَ أَنْزِلْ عَلَيْنَا نَفْعَ هَذِهِ  
السَّحَابِ وَ بَرَكَاتَهَا وَ أَصْرِفْ  
عَنَّا أَذَاهَا وَ مَضَرَّتْهَا وَ لَا  
تُصِيبْنَا فِيهَا بَاقَةٌ وَ لَا تُزِيلْ  
عَلَى مَعَالِينَا عَاقِبَةُ اللَّهِمَّ وَ  
إِنْ كُنْتَ بَعَثْتَهُمْ نِقْمَةً وَ أَرْسَلْتَهُمْ  
سَخَطَةً فَإِنَّا لَسْتَ بِجُودِكَ مِنْ  
غَضَبِكَ وَ كَبْتِهِمْ إِلَيْكَ فِي سُؤْلِ  
عَفْوِكَ قِيلَ بِالْغَيْبِ إِلَى الشَّرِكَائِ  
وَ أُجِبَ كَقَوْلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ  
اللَّهُمَّ أَدِيبْ مَحَلَّ بِلَادِنَا بِسُقْيَاكَ  
وَ أَخْرِجْ وَ حَرِّضْ قَوْمَنَا بِرِئَاكَ  
فَلَا تُشَقِّنَا عَنْكَ بِغَيْرِكَ وَ لَا  
تَقْطَعْ عَنَّا كَافَتَنَا مَا ذَكَرْتَ بِرِئَاكَ  
الْعَيْنِ مَنْ أَعْلَنَتْ فَإِنَّ الشَّالِو  
مَنْ وَكُنْتَ مَا عِنْدَ أَحَدٍ دُونَكَ

إِنَّمَا رَزَّاقٌ وَرَدَّ بِأَحَدٍ عَنْ سَطَوَاتِكَ  
 أَمْنًا تَعْلَمُ بِمَا شِئْتَ عَلَى  
 مَنْ شِئْتَ وَتَقْضِي بِمَا أَرَدْتَ  
 فِيمَنْ أَرَدْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا  
 وَفَيْتَنَا مِنَ الْبَرَكَاتِ ذَلِكَ الشُّكْرُ  
 عَلَى مَا حَوَّلْتَنَا مِنَ الشُّعْمَاءِ  
 حَمْدًا يُخْلِفُ حَمْدَ الْحَامِدِينَ  
 وَرَأْنَهُ حَمْدًا يَمْلَأُ أَرْضَهُ وَ  
 سَمَاءَهُ إِنَّكَ الْمَنَّانُ بِجَبَلِ  
 الْيَمِينِ الرَّهَابِ الْعَظِيمِ الْقَوِي  
 الْقَابِلُ كَيْلَ الشَّاكِرِ الْكَافِلُ  
 الشُّكْرُ الْمُحْسِنُ الْمُسْمِعُ ذُو  
 الْعُظْمَى لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ إِلَهَكَ  
 الْبَصِيرُ

علاوہ کسی کے پاس زمینیتوں کا) دفعیہ اور کسی کے ہاں  
 تیری سلطوت و ہیبت سے بچاؤ کا سامان نہیں ہے۔  
 تو جس کی نسبت جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور جس  
 کے بارے میں جو فیصلہ کرتا ہے وہ صادر کر دیتا ہے۔  
 تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں کہ تو نے ہمیں معیبتوں  
 سے محفوظ رکھا اور تیرے ہی لئے شکر ہے کہ تو نے  
 ہمیں نعمتیں عطا کیں۔ ایسی حمد جو تمام حمد گزاروں کی حمد  
 کو پیچھے چھوڑ دے۔ ایسی حمد جو خدا کے آسمان و زمین  
 کی فضاؤں کو پھلکا دے۔ اس لئے کہ تو بڑی سے بڑی  
 نعمتوں کا عطا کرنے والا اور بڑے سے بڑے انعامات  
 کا بخشنے والا ہے۔ مختصری حمد کو بھی قبول کرنے والا اور  
 تھوڑے سے شکرے کی بھی قدر کرنے والا ہے اور احسان  
 کرنے والا اور بہت نیکل کرنے والا اور صاحب کرم و  
 بخشش ہے۔ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اور  
 تیری ہی طرف ہماری بازگشت ہے۔

جب سورج کی تیز شعاعیں سمندروں اور جھیلوں کی سطح سے بخارات اٹھاتی ہیں تو وہ بخارات جو ننھی ننھی ہندوں کا  
 مجموعہ ہوتے ہیں بادلوں کی دلغریب صورت میں فضا میں لہرنے اور ہوائیں اٹھنے لگتے ہیں۔ اور جب ہوا کے جھونکے انہیں حرکت  
 میں لاتے ہیں تو ان کی تہوں میں بانی کا جمع شدہ ذخیرہ کبھی ٹپک پھو ہوا کہیں دھواں دار بارش کی صورت میں برسنے  
 لگتا ہے اور ٹیلوں، چٹانوں پر سے گزرتا مادی نالوں کو پھلکا تا، زمین کے ذرہ ذرہ کو سیلاب کر دیتا ہے جس سے زمین کی سطح  
 پر ہریالی اور کاشتکار کے چہرے پر شرمخی دوڑ جاتی ہے۔ چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے :-

اللَّهُ الَّذِي يَرْسِلُ الرِّيَّاحَ فَتُبْرِسِفًا  
 فَيُبْسِطُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَ  
 يَخْرِجُ مِنْهَا سَافًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ  
 مِنْ خَلْقِهِ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ  
 يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ  
 يَسْتَبْشِرُونَ ۝

خدا ہی وہ ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادلوں کو حرکت  
 میں لاتی ہیں۔ پھر وہ جس طرح چاہتا ہے انہیں فضا میں پھیلا  
 دیتا ہے ادا نہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ پھر تم دیکھتے  
 ہو کہ ان بادلوں کے اندر سے بوندیں نکل پڑتی ہیں پھر  
 خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے انہیں برسات دیتا  
 ہے تو وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں ۝

جب ان بادلوں میں نفی نفی بوندیں ہوا سے ٹکراتی یا آپس میں رگڑ کھاتی ہیں تو اس ٹکراؤ سے ان میں برقی قوت پیدا ہوتی ہے جو بعض بادلوں میں مثبت ہوتی ہے اور بعض میں منفی۔ اس طرح کہ جس طرف سے بھل آتی ہے اُسے مثبت کا نام دیا گیا ہے اور بدھرجاتی ہے اُسے منفی کہہ لیتے ہیں۔ جب یہ مثبت اور منفی والے بادل ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں تو یہ دونوں متضاد قسمیں آپس میں ٹکراتی ہیں، جس سے روشنی کا ایک شرارہ پیدا ہوتا ہے جو اپنی تیزی اور چمک کی وجہ سے آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دیتا ہے۔ اس شرارہ کا نام برق ہے۔ یہ برق ہر وقت مدھنشاں رہتی ہے۔ اور ایک سیکنڈ میں کم و بیش سو مرتبہ چمکتی ہے۔ اور اس کے ہر شرارہ میں دس کروڑ وولٹ سے لے کر بیس ارب تک بھل ہوتی ہے۔ اس شرارہ سے اس قدر گرمی پیدا ہوتی ہے کہ آس پاس کی ہوا گرم ہو جاتی ہے اور اس گرمی کی وجہ سے اس کا پھیلاؤ بڑھ جاتا ہے اور اس کی جگہ پر چاروں طرف سے ٹھنڈی ہوا میں انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ بڑھتی ہیں جس سے کڑک کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس کڑک کا نام رعد ہے۔ یہ کڑک بھل کے چمکنے کے چند دقیقہ بعد سنائی دیتی ہے اس لئے کہ آواز کی رفتار روشنی کی رفتار سے بہت سست ہوتی ہے۔ چنانچہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیالیس ہزار دو سو چوبیس بیلی فی سیکنڈ ہے اور آواز کی رفتار تین سو ستر گز فی سیکنڈ ہے۔ اس لحاظ سے اگر میل کے فاصلہ سے روشنی اور آواز ایک ساتھ چلیں تو آواز پانچ سیکنڈ بعد میں پہنچے گی۔ کہیں کہیں یہ بھلی زمین پر گر بھی پڑتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب برقی قوت والا بادل ٹھنڈک پاکر زمین کے قریب آ جاتا ہے تو اس سے اونچی اور بلند سطح عمارتیں اونچے اونچے مدھنت اور کھلے میدان اور ان میں چلنے پھرنے والے انسان اور چوپائے برقائے جاتے ہیں۔ اور جب ان کی جمع شدہ برقی قوت بادلوں کی مخالفت برقی قوت سے ٹکراتی ہے تو دھماکے کے ساتھ روشنی اور گرمی پیدا ہوتی ہے۔ اسے عرف عام میں بھلی کا گرنا کہتے ہیں۔ اس سے ہر وہ چیز متاثر ہوتی ہے جو اس کی زد میں آ جاتی ہے۔ اس سے سر بلند عمارتیں محفوظ رہ سکتی ہیں اور نہ کوئی جاندار زندہ و سلامت رہ سکتا ہے۔ مگر جہاں یہ ہلاکت و تباہی کا سروسامان لئے ہوئے ہے وہاں بیش بہا فوائد کی بھی حامل ہے۔ چنانچہ اس بھل سے ایک سال کے عرصہ میں دس کروڑ ٹن ٹائیٹر جن گیس پیدا ہوتی ہے جو بارش کے ساتھ زمین پر اترتی ہے اور زمین کی قوت نشوونما کو بڑھاتی اور کھاد کا کام دیتی ہے۔ چنانچہ خداوند عالم نے اس کے دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: **وَمِنْ آيَاتِهِ يُرْسِلُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا** اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہیں بھلی کا منظر دکھایا جس کا ایک رُخ خوف ناک اور اُمید افزا ہے۔

جب ادائے شکر میں کوتاہی کا اعتراف کرتے تو یہ دُعا پڑھتے۔  
**بَارِئُهَا! كَوْنِي شَخْصًا تَرَى شُكْرِي كَيْسِي مَزَلْتُكَ نَهِي**

**وَكَاكَ مِنْ دُعَائِهِمْ إِذَا اعْتَرَفُوا بِالنَّقْصِ عَنْ تَأْدِيَةِ الشُّكْرِ۔**  
**أَلَمْ يُعَرِّفْ أَحَدًا إِلَّا يَبْتَغِ مِنْ شُكْرِكَ**

غَايَةً إِلَّا حَصَلَ عَلَيْهِ مِنْ إِحْسَانِكَ  
بِمَا يَلْزِمُهُ شُكْرًا وَلَا يَبْلُغُ مَبْلَغًا  
مِنْ طَاعَتِكَ وَإِنْ اجْتَمَعَ إِلَّا  
كَانَ مُقْصِدًا دُونَ اسْتِحْقَاقِكَ  
بِفَضْلِكَ فَاسْكُرْ عِبَادَكَ عَاجِزٌ  
عَنْ شُكْرِكَ وَأَعْبُدْهُ مَقْصِدٌ  
عَنْ طَاعَتِكَ لَا يَجِبُ لِأَحَدٍ أَنْ  
تَغْفِرَ لَهُ بِاسْتِحْقَاقِهِ وَلَا أَنْ  
تَرْضَى عَنْهُ بِاسْتِيجَابِهِ فَمَنْ  
عَفَرْتَ لَهُ فَيَطُوبُكَ وَمَنْ رَضَيْتَ  
عَنْهُ كَيْفَ فَضْلِكَ كَشَرُ لَيْسَ مَا  
شُكْرُهُ وَتَنْتِيبٌ عَلَى قَلِيلٍ مَا  
طَاعَ فِيهِ حَتَّى كَانَتْ شُكْرُ  
عِبَادِكَ الَّذِي أَوْجَبَتْ عَلَيْهِ  
تَوَابَهُمْ وَأَعْظَمَتْ عَنْهُ جَزَاءَهُمْ  
أَمْرٌ مَلَكُوا اسْطِطَاعَهُ الْإِمْتِنَانُ  
مِنْهُ دُونَكَ فَكَافَيْتَهُمْ أَوْ كَوْنُ بَكْنٍ  
سَبَبُهُ يَمْدُكَ فَحَازَ نِيَّتَهُمْ بَلْ  
مَلَكْتَ يَا إِلَهِي أَمْرَهُمْ قَبْلَ  
أَنْ يَمْلِكُوا عِبَادَتَكَ وَأَعَدَدْتَ  
لَهُمْ بَلْ أَنْ تُفِيضُوا فِي  
طَاعَتِكَ وَذَلِكَ أَنْ سَلَّمْتَكَ  
إِلَى فَضَالٍ وَعَادَتَكَ إِلَى حَسَنَاتٍ  
وَسَبَّحْتَكَ الْعَفْوُ كُلُّ الْبَرِّيَّةِ  
مُعْرِفَةٌ بِأَنَّكَ عَزِيزٌ كَلِيمٌ يَمُنُّ  
عَاقِبَتُ وَشَهِدَتْ بِأَنَّكَ  
مُتَّقِصٌ عَلَى مَنْ عَاقَبْتَ وَ

پہنچا۔ مگر یہ کہ تیرے اتنے احسانات مجتمع ہو جاتے ہیں کہ  
وہ اس پر مزید شکریہ لازم و واجب کر دیتے ہیں اور  
کوئی شخص تیری اطاعت کے کسی درجہ پر چاہے وہ  
کتنی ہی سرگرمی دکھائے، نہیں پہنچ سکتا۔ اور تیرے  
اس استحقاق کے مقابلہ میں جو بر بنائے فضل احسان  
ہے، قاصر ہی رہتا ہے۔ جب یہ صورت ہے تو تجھے  
سب سے زیادہ شکر گزار بندے بھی ادا ئے شکر  
سے عاجز اور سب سے زیادہ عبادت گزار بھی در ماند  
ثابت ہوں گے، کوئی استحقاق ہی نہیں رکھتا کہ  
تو اس کے استحقاق کی بنا پر بخش دے یا اس کے  
حق کی دہ سے اس سے خوش ہو۔ جسے تو نے بخش دیا  
تو یہ تیرا انعام ہے، اور جس سے تو راضی ہو گیا تو یہ  
تیرا تفضل ہے۔ جس عمل قلیل کو تو قبول فرماتا ہے۔  
اس کی جزا فراوان دیتا ہے اور منقص عبادت پر بھی  
ثواب مرحمت فرماتا ہے یہاں تک کہ گو یا بندوں کا وہ شکر  
بجالاتا جس کے مقابلہ میں تو نے اجر و ثواب کو ضروری قرار  
دیا اور جس کے عوض ان کو اجر عظیم عطا کیا، ایک  
ایسی بات تھی کہ اس شکر سے دست بردار ہونا ان  
کے اختیار میں تھا تو اس لحاظ سے تو نے اجر دیا کہ  
انہوں نے باختیار خود شکر ادا کیا، یا یہ کہ اولیٰ شکر  
کے اسباب تیرے قبضہ قدرت میں نہ تھے (اور انہوں نے  
خود اسباب شکر مہیا کئے) جس پر تو نے انہیں جزا  
مرحمت فرمائی۔ (ایسا تو نہیں ہے) بلکہ اے میرے  
معبود! تو ان کے جملہ امد کا مالک تھا۔ قبل اس کے  
کہ وہ تیری عبادت پر قادر و توانا ہوں اور تو نے ان  
کے لئے اجر و ثواب کو مہیا کر دیا تھا قبل اس کے کہ  
وہ تیری اطاعت میں داخل ہوں اور یہ اس لئے کہ تیرا

كُلُّ مُوقَرٍّ عَلَى كَفَيْهِ بِالتَّقْصِيرِ  
 عَمَّا اسْتَوْجِبْتَ كَلَوْ لَا اِنَّ الشَّيْطَانَ  
 يَخْتَلِعُ عَنْ طَاعَتِكَ مَا  
 عَصَاكَ عَاصٍ وَكَلَوْ لَا اِنَّ  
 صَوْرَ لَهُمْ الْبَاطِلَ فِي مِثَالِ  
 الْحَقِّ مَا ضَلَّ عَنْ طَرِيقِكَ  
 صَبَاحٌ تَسْبِيحُكَ مَا اَنْبَتَ  
 كَرَمَكَ فِي مُعَامَلَةٍ مَنِ اطَاعَكَ  
 اَوْ عَصَاكَ كَشَكَرَ الْمُسْطَهِمَ مَا  
 اَنْتَ كَوَلِيَّتُهُ لَكَ وَفِي الْمَعَانِي  
 فِيمَا كُنْتَ مُعَاجَلَتُهُ فِيمَا  
 اَعْطَيْتَ كُلَّ مَنَّهُمَا مَا لَسَ  
 يَجِبُ لَكَ وَتَقْصَبْتَ عَلَى كُلِّ  
 مَنَّهُمَا بِمَا يَقْصُرُ عَنْكَ عَنْهُ  
 وَكَلَوْ كَانَتْ الْمُسْطَهِمَ عَلَى مَا  
 اَنْتَ كَوَلِيَّتُهُ لَا وَشَكَ اَنْ  
 يَفْقِدَ لِقَاكَ وَ اَنْ تَزُولَ عَنْهُ  
 نِعْمَتُكَ وَلِحُكْمِكَ يَكْرَمُكَ  
 جَاءَتْ يَتَكَ عَلَى الْمُدَّةِ الْقَصِيْرَةِ  
 الْفَارِيَةِ بِالْمُدَّةِ الْبَطْوِيَّةِ  
 الْخَالِدَةِ وَ عَلَى الْغَايَةِ الْقَرِيْبَةِ  
 الزَّاحِلَةِ بِالْغَايَةِ الْمَدِيْدَةِ  
 الْبَاقِيَةِ ثُمَّ كَرَّمَهُ الْقِصَاصُ  
 فِيمَا اَكَلَ مِنْ رِزْقِكَ الَّذِي  
 يَقْوَى بِهِ عَلَى طَاعَتِكَ وَ كَرَّمَهُ  
 تَحْمِيلُهُ عَلَى الْمَنَاسِكَةِ فِي  
 الْاَزَالَةِ الَّتِي كَسَبْتَ بِاسْتِعْمَالِهَا

طریقہ انعام و اکرام تیری عادت تفضل و احسان اور تیری  
 روش مغفود در گذر ہے۔ چنانچہ تمام کائنات اس کی معرفت  
 ہے کہ تو جس پر عذاب کیسے اس پر کوئی ظلم نہیں کرتا  
 اور گواہ ہے اس بات کی کہ جس کو تو معاف کر دے، اس  
 پر تفضل و احسان کرتا ہے۔ اور ہر شخص اقرار کرے گا،  
 اپنے نفس کی کوتاہی کا اس (اطاعت) کے بجالانے  
 میں جس کا تو مستحق ہے۔ اگر شیطان انہیں تیری عبادت  
 سے نہ بہکاتا تو پھر کوئی شخص تیری نافرمانی نہ کرتا۔ اور  
 اگر باطل کو حق کے لباس میں اُن کے سامنے پیش نہ  
 کرتا تو تیرے دستہ سے کوئی گمراہ نہ ہوتا۔ پاک ہے  
 تیری ذات، تیرا لطف و کرم، فرمانبردار ہو یا گنہگار  
 ہر ایک کے معاملہ میں کس قدر آشکارا ہے۔ یوں کہ  
 اطاعت گزار کو اس عمل خیر پر جس کے اسباب تو  
 نے خود فراہم کئے ہیں جزا دیتا ہے، اور گنہگار کو فوری  
 سزا دینے کا اختیار رکھتے ہوئے پھر مہلت دیتا ہے۔  
 تو نے فرمانبردار و نافرمان دونوں کو وہ چیز دی ہیں  
 جن کا انہیں استحقاق نہ تھا۔ اور ان میں سے ہر ایک  
 پر تو نے وہ فضل و احسان کیا ہے جس کے مقابلہ میں  
 ان کا عمل بہت کم تھا۔ اور اگر تو اطاعت گزار کو  
 صرف ان اعمال پر جن کا سر سامان تو نے مہیا کیا ہے  
 جزا دیتا تو قریب تھا کہ وہ ثواب کو اپنے ہاتھ سے  
 کھو دیتا اور تیری نعمتیں اس سے زائل ہو جاتیں لیکن  
 تو نے اپنے جود و کرم سے غانی و کوتاہ مدت کے اعمال  
 کے عوض طولانی و باددانی مدت کا اجر و ثواب بخشا  
 اور قلیل و زوال پذیر اعمال کے مقابلہ میں دائمی و سرمدی  
 جزا مرحمت فرمائی۔ پھر یہ کہ تیرے خواہن نعمت سے  
 جو رزق کھا کر اس نے تیری اطاعت پر قوت حاصل

إِلَىٰ مَغْفِرَتِكَ وَ تَوْ قَعَتِكَ  
 ذَلِكْ بِهِ لَذَهَبَ بِجَنِينِ مَا  
 لَكَ حَكْمٌ لَّكَ وَ جُتِلَ مَا سَعَى  
 فِيهِ حَزْأُو لِلصُّغْرِ مِنْ  
 أَيَادِيكَ وَ مِنْكَ وَ  
 كَبِيْرٌ رَّحِيْمًا بَيْنَ يَدَيْكَ  
 بِسَائِرِ نِعَمِكَ كَمَنْ كَانَتْ  
 يَسْتَحِقُّ شَيْئًا مِنْ ثَوَابِكَ  
 لَا مَنَى هَذَا يَا إِلَهِي حَالٌ  
 مَنْ أَطَاعَكَ وَ سَبَّحَكَ  
 كَعَبْدِكَ لَكَ يَا مَا الْعَاصِي  
 أَمْرَكَ وَ التَّمَوَاعِمُ نَهْيَكَ  
 نَكَمٌ تَعَاجِلُهُ بِنِقْمَتِكَ يَكُوْ  
 يَسْتَبْدِلُ بِحَالِهِ فِي مَغْفِرَتِكَ  
 حَالٌ إِلَيْنَا بَرٌّ إِلَى طَاعَتِكَ  
 وَلَقَدْ كَانَ يَسْتَحِقُّ فِي أَقْلٍ  
 مَا هَتَمَ بِعَمَلِيَّاتِكَ كُلِّ مَا  
 أَعْدَدْتَ لِجَنِينِ خَلْقِكَ مِنْ  
 عُقُوبَتِكَ تَجَمُّعًا مَا أَخَذْتَ  
 عَنْهُ مِنَ الْعَذَابِ وَ أَبْطَلْتَ  
 بِهِ عَلَيْهِ مِنْ سَطَوَاتِ التَّقِيَّةِ  
 وَ الْعِقَابِ تَوَكُّ مِنْ حَقِّكَ وَ رَحْمَتِي  
 بِدَوْنٍ وَاجِبِكَ تَمَنَّى الْكَرَمُ  
 مِنْكَ يَا إِلَهِي وَ مَنْ أَشَقَى  
 مِنْ هَلَكَ عَلَيْكَ لَا مَرْجَ  
 فَتَبَارَكْتَ أَنْ تَوْصَفَ إِلَّا  
 بِالْإِحْسَانِ وَ كَرَمِكَ أَنْ

کی اس کا کوئی عوض تو نے نہیں چاہا اور جن اعضاء و  
 جوارح سے کام لے کر تیری مغفرت تکمیل پیداکر  
 اس کا سختی سے کوئی محاسبہ نہیں کیا۔ اور اگر تو ایسا  
 کرتا تو اس کی تمام نعمتوں کا حاصل اور سب کوششوں  
 کا نتیجہ تیری نعمتوں اور احسانوں میں سے ایک ادنیٰ و  
 معمولی قسم کی نعمت کے مقابلہ میں ختم ہو جاتا اور بقیہ  
 نعمتوں کے لئے تیری بارگاہ میں گروہی ہو کر رہ جاتا یعنی  
 اس کے پاس کچھ نہ ہوتا کہ اپنے کو چھڑاتا، تو ایسی صورت  
 میں وہ کہاں تیرے کسی ثواب کا مستحق ہو سکتا تھا؟ نہیں!  
 وہ کب مستحق ہو سکتا تھا۔ اے میرے معبود! یہ تو تیری  
 اطاعت کرنے والے کا حال اور تیری عبادت کرنے والے  
 کی سرگزشت ہے اور وہ جس نے تیرے احکام کی خلاف  
 ورزی کی اور تیرے منہیات کا مرتکب ہوا اُسے بھی سزا  
 دینے میں تو نے جلدی نہیں کی تاکہ وہ معصیت نافرمانی  
 کی حالت کو چھوڑ کر تیری اطاعت کی طرف رجوع ہو سکے  
 سچ تو یہ ہے کہ جب پہلے پہل اس نے تیری نافرمانی کا  
 قصد کیا تھا جب ہی وہ ہر اس سزا کا جسے تو نے تمام  
 خلق کے لئے مہیا کیا ہے مستحق ہو چکا تھا تو ہر وہ عذاب  
 جسے تو نے اس سے روک لیا اور سزا و عقوبت کا ہر وہ جملہ  
 جو اس سے تاخیر میں ڈال دیا، یہ تیرا اپنے حق سے چشم پوشی  
 کرنا اور استعفاق سے کم پر راضی ہونا ہے۔ اے میرے  
 معبود! ایسی حالت میں تجھ سے بڑھ کے کون کریم ہو سکتا  
 ہے اور اس سے بڑھ کے جو تیری مرضی کے خلاف تباہ و  
 برباد ہو کون بد بخت ہو سکتا ہے؟ نہیں! کون ہے جو  
 اس سے زیادہ بد بخت ہو، تو مبارک ہے کہ تیری توصیف  
 لطف و احسان ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ اور تو بلند تر  
 ہے اس سے کہ تجھ سے مدد انصاف کے خلاف کا اندیشہ

يُخَافُ مِثْلَكَ إِلَّا الْعَدْلُ لَا  
يُغْنِي عَنْكَ جَوْدُكَ عَلَى مَنْ  
عَصَاكَ قَدْ يَخَافُ الْغَفْلَانِ  
كُتَابَ مَنْ أَوْضَاكَ قَصْلٍ  
عَلَى مُتَحَدِّ قَالِمٍ وَهَبَ لِي  
أَمَلِي وَبَادَنِي مِنْ هَذَاكَ مَا  
أَصِلَ بِهِ إِلَى التَّوْفِيقِ فِي عَمَلِي  
إِنَّكَ مَنَّانٌ كَرِيمٌ -

ہو۔ جو شخص تیری نافرمانی کرے تجھ سے یہ اندیشہ ہمہی نہیں  
سکتا کہ تو اس پر ظلم و جور کرے گا اور نہ اُس شخص کے بارے  
میں جو تیری رضا و خوشنودی کو ملحوظ رکھے تجھ سے حق  
تلفی کا خوف ہو سکتا ہے۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت  
نازل فرما اور میری آرزوؤں کو بر لا اور میرے لئے ہدایت  
اور رہنمائی میں آنا اضافہ فرما کہ میں اپنے کاموں میں توفیق  
سے ہمکنار ہوں اس لئے کہ تو نعمتوں کا بخشنے والا اور  
لطف و کرم کرنے والا ہے۔

یہ دُعا اُسے شکر میں اعتراف و تقصیر کے سلسلہ میں ہے۔ یہ امر کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے کہ خداوند عالم کی نعمتوں کا شکر  
ممکن ہی نہیں ہے۔ اوفایہ کہ اس کی نعمتوں کا شمار نہیں ہو سکتا جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ وَان تَعْدُوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا  
”اگر تم اللہ تم کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کا احصاء نہیں کر سکتے“ اور دوسرے یہ کہ شکر نعمت خود ایک نعمت ہے۔ اس طرح  
کہ اُس نے نعمت کا احساس پیدا کر کے شکر نعمت کی توفیق عطا کی۔ لہذا اس نعمت پر بھی شکر واجب ہوگا۔ اور یہ سلسلہ سولائے  
اعتراف و اعجاز کے کہیں ختم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے  
کہا کہ اے موسیٰ! میرا شکر بجا لاؤ۔ ایسا کہ میرے شکر کا حق ادا ہو جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں کیونکر تیرے شکر  
کا حق ادا کر سکتا ہوں، جب کہ ادائے شکر خود ایک نعمت ہے۔ تو قدرت کی طرف سے ارشاد ہوا۔ یا موسیٰ الان شکرتی  
حيث علمت ان ذلك حق - اے موسیٰ! اب تم نے میرا شکر ادا کیا۔ جب کہ یہ جان لیا کہ ادائے شکر بھی میری ایک نعمت ہے۔  
شکر کے چند ارکان و اجزاء ہیں۔ اللہ جس طرح ان اجزاء کے مجموعہ پر شکر کا اطلاق جوتا ہے اسی طرح اس کے ہر جز پر بھی شکر  
کا اطلاق جوتا ہے اور انہی اجزاء کے بقدر اجرو ثواب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے۔ پہلا جز یہ ہے کہ انسان یہ علم و یقین پیدا کرے  
کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام نعمتوں کا سرچشمہ اور وہی منعم حقیقی و ولی نعمت ہے۔ اور جو کچھ بالواسطہ یا بلاواسطہ ملتا ہے اُسی کی طرف سے  
ملتا ہے۔ جب وہ اس حقیقت کو سمجھ لیتا اور اس پر یقین کر لیتا ہے تو وہ شکر کے ایک درجہ سے عہدہ برآ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ  
مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میں کیونکر تیرے شکر سے عہدہ برآ  
ہو سکتا ہوں جب کہ شکر بھی تیری ایک نعمت ہے جس پر شکر واجب ہے تو خداوند عالم نے اُن پر وحی کی کہ :-  
اذا عرفت ان النعم متى رضيت منها بذلك شكرا - میں معام شکر میں اس بات پر کہ سے خوش ہوں کہ تم نے  
یہ جان لیا کہ تمام نعمتیں میری ہانپ سے ہیں۔

دوسرا جز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر خوش و خوشنود رہے۔ اس لحاظ سے کہ یہ نعمتیں دنیوی لذت و کامرانی کا ذریعہ  
ہیں بلکہ اس اعتبار سے کہ وہ ان کے ذریعہ خدا کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔ اس طرح کہ صدقہ و خیرات سے غرض مال ادا کئے۔

عزیزوں، ارشدہ فارسی، محتاجوں کو امداد دے کر انہیں احتیاج کی سطح سے بلند کر دے، دینی و مذہبی اور دنیاوی کاموں میں حصہ لے۔ ان دونوں حالتوں میں اس طرح امتیاز کیا جاسکتا ہے کہ اگر امورِ خیر میں صرف کرنے سے دل میں مسرت پیدا ہو تو یہ نعمتوں پر خوشنودی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور اگر امورِ خیر میں صرف کرنے پر دل آمادہ نہ ہو یا ان میں صرف کرنے سے دل میں اطمینان و مسرت کی کیفیت پیدا نہ ہو تو یہ خوشنودی صرف دنیوی حظ اندازی کے لئے ہے۔ جو شکر الہی میں محسوب نہ ہوگی۔

تیسرا جز یہ ہے کہ دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی تعریف و ستائش کرے۔ دل سے ستائش یہ ہے کہ اس کے عظمت و جلال سے متاثر ہو اس کے افعال و آثار میں غور و فکر کرے اور خلقِ خدا کے لئے نیک خیالات و جذبات کو دل میں جگہ دے اور ان سے نیکی و احسان کا ادا کرے اور زبان سے ستائش یہ ہے کہ حمد و ثنا کے الفاظ اپنی زبان سے ادا کرے چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: "شکر کل نعمۃ فان عظمت ان تعهدا الحمد۔ نعمت خواہ کتنی بڑی ہو اس پر ادا کرے شکر کا طریقہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو۔"

چوتھا جز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو صرف ان پھیروں میں صرف کرے جن سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا وابستہ ہو اور انہیں حرام اور ناپسندیدہ کاموں میں صرف نہ کرے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: "شکر النعم اجتناب المحارم۔" شکر نعمت یہ ہے کہ محرمات سے کنارہ کشی کرو۔ جو شخص ان تمام اہم کو ملحوظ رکھتا ہے وہ اپنے پمرد و گار کا شکر گزار بندہ کہلاتا ہے۔ مگر ایسے شکر گزار بندے بہت کم ہیں جیسا کہ ارشاد الہی ہے: "و قلیل من عبادی الشکور۔" میرے بندوں میں شکر گزار بندے بہت قلیل ہیں۔

بندوں کی حق تلفی اور ان کے حقوق میں کوتاہی سے معذرت طلبی اور دوزخ سے گلو خلاصی کے لئے یہ دُعا پڑھتے:

بارِ اہل! میں اس مظلوم کی نسبت جس پر میرے سامنے ظلم کیا گیا ہو اور میں نے اس کی مدد نہ کی ہو اور میرے ساتھ کوئی نیکی کی گئی ہو اور میں نے اس کا شکر یہ ادا نہ کیا ہو اور اس بد سلوکی کرنے والے کی بابت جس نے مجھ سے معذرت کی ہو اور میں نے اس کے عذر کو نہ مانا ہو۔ اور فائدہ کش کے بارے میں جس نے مجھ سے مانگا ہو اور میں نے اسے ترجیح نہ دی ہو۔ اور اس جھوٹے مومن

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي  
الْإِعْتِدَارِ مِنْ تَبَعَاتِ الْعِبَادِ وَ مِنْ  
التَّقْصِيرِ فِي حَقِّهِمْ وَ فِي فَكَالِ  
رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِنْ مَظْلُومٍ  
ظَلَمْتُ بِحَضْرَتِي فَكُفْ أَلْصِقُهُ وَ مِنْ  
مَعْرُوفٍ أَسَدَيْتُ إِلَيْكَ فَكُفْ أَشْكُرُهُ  
وَمِنْ مُسِيئَةٍ أَعْتَدَرْتُ إِلَيْكَ فَكُفْ  
أَعَذَّرْتُكَ وَ مِنْ ذَنْبٍ نَاقَلْتُهُ سَلَفِي فَكُفْ  
أَقْرَبْتُكَ وَ مِنْ حَقٍّ ذِي حَقٍّ لِي وَ مِنْ

لَيُؤْمِنُ فَلَئِمَّا أَقْبَرَهُ وَ مِنْ غَيْبٍ  
مُؤْمِنٍ فَلَئِمَّا أَقْبَرَهُ وَ مِنْ غَيْبٍ  
مِنْ كَلِّ لَيْسَ عَرَضٌ لِي فَلَئِمَّا  
أَهْبَنَهُ أَغْتَدِرُ إِلَيْكَ يَا  
إِلَهِي مِنْهُنَّ وَ مِنْ تَخَلُّفِهِنَّ  
أَغْتَدِرُ كَدَامَةً يَكُونُ كَاعِظًا  
لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنْ أَشْبَاهِهِنَّ  
فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ وَ اجْعَلْ  
كَدَامَتِي عَلَى مَا وَكَعْتُ  
فِيهِ مِنَ الذَّلَالِ وَ عَذْرِي  
عَلَى تَزْلِي مَا يَقْرِضُ لِي مِنْ  
السَّيِّئَاتِ كَوْبَةً تُوجِبُ لِي  
مَحَبَّتَكَ يَا حُبَّ السَّوَابِيْنِ

کے حق کے متعلق جو میرے ذمہ ہوا وہ میں نے ادا نہ کیا  
ہوا اور اس مردِ مومن کے بارے میں جس کا کوئی عیب  
مجھ پر ظاہر ہوا ہو اور میں نے اس پر پردہ نہ ڈالا ہو۔ اور  
ہر اس گناہ سے جس سے مجھے واسطہ پڑا ہو اور میں نے  
اس سے کنارہ کشی نہ کی ہو، تجھ سے عذر خواہ ہوں۔ بارِ اہلِ  
میں اُن تمام باتوں سے اور ان جیسی دوسری باتوں سے  
شرِ مساری و نہامت کے ساتھ ایسی معذرت کرتا ہوں  
جو میرے لئے ان جیسی پیش آئند چیزوں کے لئے پند و  
نصیحت کرنے والی ہو۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت  
نازل فرما اور لغزشوں سے جن سے میں دوچار ہوا ہوں  
میری پشیمانی کو اور پیش آنے والی برائیوں سے دست  
بردار ہونے کے ارادہ کو ایسی توبہ قرار دے جو میرے  
لئے تیری محبت کا باعث ہو۔ اسے توبہ کرنے والوں  
کو دوست رکھنے والے۔

جب انسان کسی خطا کا مرتکب ہوتا ہے یا اس کے بارے میں ارتکابِ خطا کا شبہ کیا جاتا ہے تو وہ اس کے مؤاخذ  
سے بچنے یا اس شبہ کے دفعہ کے لئے جو عرضِ معروض کرتا ہے اسے اعتذار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ دعا بھی بسلسلہ اعتذار ہے  
جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سے عذر خواہی کی ہے۔ اعتذار تین طرح سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ عذر خواہ یہ کہے کہ میں  
نے اس کام کو کیا ہی نہیں ہے۔ اس صورت میں اس سے مؤاخذہ کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے  
کہ یہ کہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے مگر ان وجوہ و اسباب سے، اسی صورت میں ان وجوہ کا جائزہ لینے کے بعد اس کا عذر  
قابلِ تسلیم یا مسترد ہو سکتا ہے اور اسی اعتبار سے وہ جرم یا خطا سے بری متصور ہو گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ یہ کہے  
کہ میں نے یہ کام کیا تو ہے اور اس میں میرا سراسر قصود ہے۔ لیکن میں یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ یہ عذر  
طلبی توبہ کے معنی میں ہے جو لغزش و خطا کے احتراف اور آئندہ اس سے باز رہنے کے عہد پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہاں پر  
اعتذار اسی توبہ کے معنی میں ہے اور اس معنی کا شاہد یہ ارشادِ الہی ہے :-

هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطَقُونَ دِلَالِي وَ ذَنْ لِهَوٍ  
فِيَعْتَذِرُونَ -  
یہ وہ دن ہو گا کہ لوگ زبان نہ بلا سکیں گے اور نہ انہیں  
اجازت دی جائے گی کہ عذرِ معذرت کر سکیں :-

حضرتؑ نے اس دعا کے چند جملوں میں تہذیبِ نفس و اصلاحِ اخلاق کے وہ تعلیمات بیان فرمادیئے ہیں جن کے دریا

اسلام نے انسانی ذہنیت کی تعمیر کرتا چاہی تھی جو نہ صرف دینی لحاظ سے اہمیت رکھتے ہیں بلکہ اخلاقی اعتبار سے بھی ان کی بڑی قدر قیمت ہے۔ وہ لوگ جو بعض اسلامی افراد کے عمل سے اسلام کے دامن کو داغدار ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں وہ اس دعا کو دیکھیں کہ کیا اخلاقی تربیت یا ہی تعاون و ہمدردی اور اصلاح معاشرہ کے ایسے تعلیمات کہیں اور بھی نظر آتے ہیں؟

پہلی تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی کمزور و لاچار ظلم و تشدد کا نشانہ بن رہا ہو اور کوئی دوسرا شخص اس ظلم کی روک تھام کر سکتا ہو تو اس کی نصرت و حمایت کے لئے اسے سینہ سپر ہونا چاہیئے اور جہاں تک ممکن ہو اسے ظالم کے پنجہ سے رہائی دلانا چاہیئے۔ ورنہ وہ اللہ تم کے نزدیک قابلِ مواخذہ ہوگا۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

ما من مومن ينصر احياه وهو يقدر  
على نصرته الا نصره الله في الآخرة  
وما من مومن يخذل احياه وهو  
قادر على نصوته الا خذله الله  
في الدنيا والآخرة -

جو مومن اپنے کسی برادر مومن کی نصرت پر قادر ہو اور وہ  
اس کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی آخرت میں مدد  
کرے گا اور جو نصرت پر قدرت و اقتدار کے باوجود پہلو  
تہی کرے تو اللہ تم اسے دنیا و آخرت میں اپنی نصرت  
سے محروم کر دے گا۔

دوسری تعلیم یہ ہے کہ جو شخص تم سے نیکی و احسان کرے تو جذبہ احسان شناسی کے پیش نظر اس کے حسن سلوک کا قول و عمل شکر یہ ادا کرو۔ اور اگر عمل ممکن نہ ہو تو زبان شکر یہ ادا کرنے میں بخل سے کام نہ لو۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :-

اشكروا لمن انعم عليكم وانعم  
علي من شكركم -

جو تم سے حسن سلوک کرے اس کا شکر یہ ادا کرو اور جو  
تمہارا شکر یہ ادا کرے اس سے حسن سلوک کرو۔

تیسری تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی کسی غلطی سے معذرت کو کہے تو بلند نظری کا ثبوت دیتے ہوئے اس کے عذر کو قبول کرو۔ کیونکہ عذر اعتراف جرم کی علامت ہے اور اعتراف جرم کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے مدد گزرا کیا جائے چنانچہ ارشاد نبوی ہے :-

من لم يقبل العذر من متصل  
صاذا قان اذ كان بالمتصله  
شفاعتي -

جو شخص عذر کرنے والے کے عذر کو قبول نہیں کرتا  
میں اس سے کہہ دوں گا کہ وہ میری شفاعت  
سے محروم رہے گا۔

چوتھی تعلیم یہ ہے کہ جو محتاج اور سرد سامانِ معیشت سے محروم ہو اس کی اعانت و خبر گیری کرو۔ ایسا نہ ہو کہ خود عیش و آرام کی زندگی بسر کرو اور دوسروں کو فقر و فاقہ کی مصیبتیں اٹھانے کے لئے چھوڑ دو۔ بلکہ جو ہر انسانیت پر ہے کہ اپنی ذات پر ڈھکھیل کر تنگی و غربت میں بسر کر لو مگر دوسروں کو فاقہ و گرسنگی میں دیکھنا گوارا نہ کرو۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے :-

ويؤثرون على أنفسهم ولو كان  
وه اپنے اوپر تنگی برداشت کرتے ہوئے دوسروں کو

بعد خصاصۃً۔

اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں۔

پانچویں تعلیم یہ ہے کہ اہل ایمان کے جو حقوق تم پر عائد ہوتے ہوں انہیں ادا کرنے کی پوری پوری کوشش کرو اس لئے کہ میں طرح آخرت میں حقوق اللہ کے متعلق پوچھا جائے گا، حقوق العباد کے متعلق بھی جواب دہ ہونا پڑے گا۔ وہ حقوق کیا ہیں؟ انہیں صادق آل محمدؐ کی زبان سے سنئے۔ علی ابن خنیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سے پوچھا کہ ایک مومن کا دوسرے مومن پر کیا حق ہے؟ آپؑ نے فرمایا:-

ان تحب لہ ما تحب لنفسک وتکرہ  
لہ ما تکرہ لنفسک والحق الثالث  
ان تجتنب من غلطہ وتنبہ مرضاتہ  
وتطیع امرہ والحق الثالث ان  
تعینہ بنفسک ومالک لسانک  
ویدلہ ودرجک والحق الرابع ان  
تکون عینہ ودلیلہ ومرتۃ والحق  
الخامس ان لا تشبع ورجوع ولا  
تروی ویظما ولا تلبس ویعری و  
الحق السادس ان یکون ملک خادم  
ولیس لایحک خادم فواجب علیک  
ان تبعث خادما فیفضل ثیابہ  
ویصنع طعامہ ویمہد فراشہ  
والحق السابع ان تابر قسمہ فتجیب  
دعوته وتعود مریضہ وتشہد  
بجائزہ واذا علمت ان لہ حاجۃ  
تبادرہ الی نضائہا ولا تلجشہ  
الی ان یسألکھا۔

پہلا حق یہ ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہ اس کے لئے  
بھی پسند کرو اور جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو وہ اس کے لئے بھی  
نا پسند کرو۔ دوسرا حق یہ ہے کہ اُسے ناراض نہ کرو۔ اور اس  
کی رضا و خوشنودی کو مد نظر رکھو اور اُس کے فرائض کو پورا کرو۔  
تیسرا حق یہ ہے کہ جان، مال، زبان اور ہاتھ پاؤں سے اس  
کی مدد کرو۔ چوتھا حق یہ ہے کہ تم اُس کے لئے نگران رہنا  
اور بنزد آئینہ بنو کہ اس کے عیوب و محاسن اُسے  
دکھاتے رہو پانچواں حق یہ ہے کہ وہ بھوکا ہو تو تم سیر و  
پیا سا ہو تو تم سیراب، وہ بے لباس ہو تو تم ڈھلکے پہنے  
ذہر۔ چھٹا حق یہ ہے کہ تمہارے ہاں نوکر چہ اس کے ہاں  
نہ ہو تو ضروری ہے کہ تم اپنے ملازم کو بھیجو کہ وہ اس کا لباس  
دھوئے، کھانا تیار کرے اور بستر بچھائے۔ ساتواں حق  
یہ ہے کہ اس کی قسم پر اعتماد کرو، اس کی دعوت قبول  
کرو اس کے ہاں کوئی بیمار ہو تو بیمار پرسی کرو، اس کے  
جنازہ کی شایعت کرو۔ اور جب تمہیں علم ہو کہ اسے کوئی حاجت  
دعش ہے تو اُسے چدا کرنے میں جلدی کرو اور اس پر اُسے  
بمورد نہ کرو کہ وہ تمہارے سامنے اپنی حاجت پیش کرے تب  
ہی تم اس کی حاجت دلائی کرو۔

امام علیہ السلام نے اس دُعا میں لفظ سون کی قید لگا کر صرف اس حق کا ذکر کیا ہے جو اخوتِ ایمانی کی وجہ سے عائد ہوتا  
ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جہاں اخوتِ ایمانی نہ ہو وہاں کوئی حق ہی نہیں ہے۔ جبکہ کافر کے لئے حق جوارِ حق امانت اور  
اس قبیل کے دوسرے حقوق ثابت ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

انتم ان کو ان کے اہل تک پہنچاؤ اگرچہ وہ مجوسی ہی

ادوا الامانات الی اہلہا ولو کانوا

کیوں نہ ہوں؟

محبوباً۔

مجھے تعلیم یہ ہے کہ جس طرح اپنے محبوب کی پردہ پوشی کرتے ہو اسی طرح دوسرے اہل ایمان کے محبوب بھی چھپاؤ۔  
جہاں پر امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

مَنْ قَالَ فِي مَوْجِنٍ مَا رَأَتْ عَيْنَاهُ وَ  
سَمِعَتْ أُذُنَاهُ مِمَّا يَشِينُ وَيُهْجِرُ  
مَرْوَةً فَلَهُ مِنَ الدِّينِ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
أَنَّ الدِّينَ يَجْعَلُونَ أَنْ تَشْمِيعَ الْقُلُوبِ  
فِي الدِّينِ أَمْنًا لِمَنْ عَذَابُ الْيَوْمِ  
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ -

جو شخص کسی مومن کے بارے میں ایسی بات کہے جو اسے ذلیل کرنے والی اور اُس کی آبرو کو زائل کرنے والی ہو اگرچہ اُس نے آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی ہو تو وہ اُن لوگوں میں محبوب ہو گا جن کے بارے میں ارشاد الہی ہے کہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمانداروں میں بُری باتوں کا پیر پاپھیلے تو ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

طلبِ عفو و رحمت کے لئے  
یہ دُعا پڑھتے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فِي طَلَبِ الْعَفْوِ وَالرَّحْمَةِ -

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَكُلِّ شَيْءٍ عَنْ كُلِّ مَحْرَمٍ وَارِثٍ  
خَرِصٍ عَنْ كُلِّ مَأْثُومٍ وَامْتَنِعْ  
عَنْ آذَى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَآمُوتَ وَ  
مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ اللَّهُمَّ دَائِمًا  
عَبْدُكَ نَالَ مِنِّي مَا حَضَرَتْ عَلَيْهِ  
وَأَتَتْكَ مِنِّي مَا تَجَرَّتْ عَلَيْهِ  
فَبْضِي بِظِلَامِي مَيْتًا أَوْ  
حَاصِلَتِي قَبْلَكَ حَيًّا فَاعْفُوكَ  
مَا أَلَمَّ بِهِ مِنِّي وَاعْفُوكَ عَنَّا  
أَذْبَرِيهِ عَنِّي وَلَا تَقِفْهُ عَلَى مَا  
ارْتَكَبْتُ فِي وَلَا تُكْشِفْهُ عَنَّا  
الْكُتُبَ بِي وَاجْعَلْ مَا سَمِعْتُ  
بِهِ مِنَ الْعَفْوِ عَنْهُمْ وَتَبَرَّعْتُ

یا اللہ! محمد اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور ہر امر حرام سے میری خواہش (کا اندر) توڑ دے اور ہر گناہ سے میری حرص کا دُخ موڑ دے اور ہر مومن اور مومنہ، مسلم اور مسلمہ کی ایذا رسانی سے مجھے باز رکھ۔ اے میرے معبود! جو بندہ بھی میرے بارے میں ایسے امر کا مرتکب ہو جسے تو نے اس پر حرام کیا تھا اور میری عزت پر حملہ آور ہوا ہو جس سے تو نے اُسے منع کیا تھا، میرا منظرہ لے کر دنیا سے اٹھ گیا ہو یا محالیت حیات میں اُس کے ذمہ باقی ہو تو اس نے مجھ پر جو ظلم کیا، اُسے بخش دے اور میرا جو حق لے کر چلا گیا ہے، اُسے معاف کر دے اور میری نسبت جس امر کا مرتکب ہوا ہے اس پر اُسے سرزنش نہ کر اور مجھے آزرہ کرنے کے باعث اُسے رسوا نہ فرما اور جس عضو و بدن کی میں نے اُن کے لئے کُش کی ہے اور جس کرم و بخشش کو

بِهِ مِنَ الصَّدَقَةِ عَلَيْهِمْ أَمْ كُنْ  
 صَدَقَاتِ الْمُتَصَدِّقِينَ وَأَعْلَى  
 صَلَاتِ الْمُتَقَرِّبِينَ وَهُوَ ضَعِيفٌ  
 مِنْ عَقْوَىٰ عَنْهُمْ عَفْوِكَ وَمِنْ  
 دُعَائِي لَهُمْ رَحْمَتِكَ حَقٌّ  
 يَسْعَدُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَّا بِعَفْوَكَ  
 وَيُنَجِّوْكَ مِنَّا بِمَنِّكَ اللَّهُمَّ  
 وَأَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبِيدِكَ أَذْكُرُكَ  
 مِثْقَلِ ذَرَّةٍ أَوْ مَسَكَةٍ مِنْ نَاحِيَةٍ  
 أَوْ ذِي أَوْ لِحْفَةٍ أَوْ سَبَبٍ ظَلَمَ  
 نَفْسَهُ يَحْقِمْ أَوْ سَمَقْتَهُ يَطْلُبْهُ  
 فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَارْضِهِ  
 عَنِّي مِنْ وَجْدِكَ وَأَوْفِ بِحَقِّهِ  
 مِنْ عِنْدِكَ لَعَنَ قَبِي مَا يُوجِبُ  
 لَكَ حُكْمَكَ وَخَلَصَ مِنِّي مِمَّا يَحْكُمُ  
 بِهِ عَذْلُكَ فَإِنَّ لَوْثِي لَا كُسْفَانَ  
 بِنِقْمَتِكَ وَإِنْ كَلَّغْتِ لَا تَنْهَضُ  
 بِسُخْطِكَ فَإِنَّكَ إِنْ تَكَا فَنِي  
 بِالْحَقِّ تَهْلِكُنِي وَإِلَّا تَعَفَّدْنِي  
 بِرَحْمَتِكَ تُوْبِقُنِي اللَّهُمَّ إِنِّي  
 أَسْتَغِيثُكَ يَا إِلَهِي مَا لَا يَنْقُصُكَ  
 بَذَلُهُ وَأَسْتَغِيثُكَ مَا لَا  
 يَبْهَصُكَ حَنَلُهُ أَسْتَوَجُّكَ  
 يَا إِلَهِي نَفْسِي الَّتِي لَمْ تَخْلُقْهَا  
 لِمَتْنَعٍ بِهَا مِنْ سُوءٍ أَوْ لِيَطْلُقَ  
 بِهَا إِلَى نَفْعٍ وَلَكِنْ أَلْشَأْتُهَا إِلْبَاسًا  
 لِقُدْرَتِكَ عَلَيَّ وَخَلَقْتَهَا وَاسْتَحْجَجْتَهَا

میں نے ان کے لئے رواد رکھا ہے اسے صدقہ کرنے  
 والوں کے صدقہ سے پاکیزہ تر اور تقرب پانہنے والوں  
 کے عطیوں سے بلند تر قرار دے اور اس عفو و درگزر کے  
 عوض تو مجھ سے درگزر کر اور ان کے لئے دعا کرنے کے  
 صلہ میں مجھے اپنی رحمت سے سرفراز فرما تا کہ ہم میں سے  
 ہر ایک تیرے فضل و کرم کی بدولت خوش نصیب ہو سکے  
 اور تیرے لطف و احسان کی وجہ سے نجات پا جائے۔  
 اے اللہ! تیرے بندوں میں سے جس کسی کو مجھ سے کوئی  
 ضرر پہنچا ہو یا میری جانب سے کوئی اذیت پہنچی ہو یا  
 مجھ سے یا میری دہر سے اس پر ظلم ہوا ہو اس طرح  
 کہ میں نے اس کے کسی حق کو ضائع کیا ہو یا اس کے  
 کسی مظلوم کی داد خواہی نہ کی ہو۔ تو محمدؐ اور ان کی آلؑ  
 پر رحمت نازل فرما اور اپنی غنا و تو نگری کے ذریعہ اسے  
 مجھ سے راضی کر دے اور اپنے پاس سے اس کا حق  
 بے کم و کاست ادا کر دے۔ پھر یہ کہ اس چیز سے جس کا  
 تیرے حکم کے تحت سزاوار ہوں، بچا لے اور جو تیرے  
 عدل کا تقاضا ہے اس سے نجات دے۔ اس لئے کہ  
 مجھے تیرے عذاب کے برداشت کرنے کی تاب نہیں اور  
 تیسری نالائقی کے جھیل لے جانے کی ہمت نہیں۔  
 لہذا اگر تو مجھے حق و انصاف کی نود سے بدلہ دے گا۔  
 تو مجھے ہلاک کر دے گا۔ اور اگر دامن رحمت میں نہیں  
 ڈھانپے گا تو مجھے تباہ کر دے گا۔ اے اللہ! اے  
 میرے معبود! میں تجھ سے اس چیز کا طالب ہوں جس  
 کے عطا کرنے سے تیرے مال کچھ کمی نہیں ہوتی اور وہ  
 بار تجھ پر رکھنا چاہتا ہوں جو تجھے گراں بار نہیں بناتا۔  
 اور تجھ سے اس جان کی بھیک مانگتا ہوں جسے تو نے  
 اس لیے پیدا نہیں کیا کہ اس کے ذریعہ ضرور زباں سے

بِهَآ عَلَىٰ شَوَّلَهَا وَاسْتَغْفِرَكَ مِنْ  
 ذُنُوبِي مَا كُنْتُ بِمَقْطَعِ حَمَلَةٍ وَ  
 اسْتَغْفِرُكَ عَلَىٰ مَا قَدْ قَدَحْتَنِي  
 ثِقْلَهُ فَصَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
 وَهَبْ لِنَفْسِي عَلَىٰ ظُلْمِهَا نَفْسِي  
 وَوَكِّلْ رَحْمَتَكَ بِاخْتِمَالِ اخْوِي  
 فَكَمْ قَدْ لِحِقْتُ رَحْمَتَكَ بِاخْتِمَالِ  
 اخْوِي فَكَمْ قَدْ لِحِقْتُ رَحْمَتَكَ  
 بِالْمُسِيئِينَ وَكَمْ قَدْ لِحِقْتُ  
 الظَّالِمِينَ فَصَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَ  
 آلِهِ فَاجْعَلْنِي أَشْوَقًا مِنْ قَدْرِ  
 أَنفُسَتِهِ بِتَجَاوُزِكَ عَنْ مَصَارِعِ  
 الغَاطِطِينَ وَخَلَصَتَهُ بِتَوْفِيقِكَ  
 مِنْ وَرَطَابِ الْمُجْرِمِينَ كَأَصْبَحَ  
 طَلِيقَ عَفْوِكَ مِنْ إِسَارِ مَخْطِئِكَ  
 وَغَلَّتْ صُنْعُكَ مِنْ وَشَاقِ  
 حَذْرِكَ إِنَّكَ إِنِّي تَفْعَلُ ذِيكَ  
 يَا إِلَهِي تَفْعَلُهُ بِمَنْ لَا يَجْتَعِدُ  
 اسْتِحْقَاقَ عِقَابِكَ وَلَا يَتَرَعَّى  
 نَفْسَهُ مِنْ اسْتِحْقَابِ نِقْمَتِكَ  
 تَفْعَلُ ذِيكَ يَا إِلَهِي بِمَنْ خَوْفُهُ  
 مِنْكَ أَكْثَرُ مِنْ طَمَعِهِ فِيكَ وَبِمَنْ  
 يَأْسُهُ مِنَ النِّجَاةِ أَوْ كُنْ مِنْ رَحْمَتِهِ  
 لِيَخْلَصَ لَا أَنْ يَكُونَ يَأْسُهُ لَمَنْ لَوْ طَا  
 أَوْ أَنْ يَكُونَ طَمَعُهُ لِمَنْ لَا بَلَّ  
 لِقَلَّةِ حَسَنَاتِهِ بَلْ يَسْتَطِيعُ وَ  
 صَنَعَ حَاجَتِهِ فِي جَمِيعِ كَيْفَاتِهِ

تلفظ کرے یا منفعت کی راہ نکالے بلکہ اس لئے پیدا کیا  
 تاکہ اس امر کا ثبوت ہم پہنچائے اور اس بات پر  
 دلیل لائے کہ تو اس جیسی اور اس طرح کی مخلوق پیدا کرنے  
 پر قادر و توانا ہے اور تجھ سے اس امر کا خواستگار ہوں  
 کہ مجھے ان گناہوں سے سبکبار کر دے جن کا مار مجھے ہلکان  
 کئے ہوئے ہے اور تجھ سے مدد مانگتا ہوں اس چیز کی  
 نسبت جس کی گرا بنادی نے مجھے عاجز کر دیا ہے تو مجھ  
 اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور میرے نفس کو باوجود  
 اس نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ بخش دے اور اپنی  
 رحمت کو میرے گناہوں کا بار گراں اٹھانے پر مامور کر  
 اس لئے کہ کتنی ہی مرتبہ تیری رحمت گنہگاروں کے ہلکان  
 اور تیرا عفو و کرم ظالموں کے شامل حال رہا ہے۔ تو  
 مجھ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور مجھے ان  
 لوگوں کے لئے غمزدہ بنا جنہیں تو نے اپنے عفو کے ذریعہ  
 خطا کا دل کے گرنے کے معامات سے اُپر اٹھالیا۔  
 اور جنہیں تو نے اپنی توفیق سے گنہگاروں کے ہلکوں  
 سے بچا لیا تو وہ تیرے عفو و بخشش کے وسیلہ سے  
 تیری تارا ضل کے بندھنوں سے چھوٹ گئے اور تیرے  
 احسان کی بدولت مدد کی لغزشوں سے آزاد ہو گئے  
 اے میرے اللہ! اگر تو مجھے معاف کر دے تو تیرا یہ  
 سلوک اس کے ساتھ ہو گا جو سزاوارِ عفویت ہونے سے  
 انکاری نہیں ہے اور نہ مستحق سزا ہونے سے اپنے کو بری  
 سمجھتا ہے۔ یہ تیرا برتاؤ اس کے ساتھ ہو گا کہ میرے معبود  
 جس کا خوف امید عفو سے بڑھا ہوا ہے اور جس کی نجات  
 سے ناامیدی، رہائی کی توقع سے قوی تر ہے۔ یہ اس  
 لئے نہیں کہ اس کی ناامیدی رحمت سے مایوسی ہو  
 بلکہ اس کی امید فریب خوردگی کا نتیجہ ہو بلکہ اس لئے

فَمَا مَّا أَنتَ يَا إِلَهِي تَاهِلٌ أَتَ لَا يَفْعَلُ بِكَ الْخِصْدُ يُقَوِّتُ وَلَا يَتِيَسَّاسُ مِنْكَ الْمُتَجَرِّمُونَ لَا تَنُكَ الْأَذْبُ الْعَظِيمُ الْبَدِي لَا يَمْنَعُ أَحَدًا فَضْلُهُ وَلَا يَسْتَقْصِي مِنْ أَحَدٍ حَقُّهُ تَعَالَى ذِكْرُكَ عَنِ الْمَذْكُورِينَ وَ كَفَّاسَتْ أَسْمَاؤُكَ عَنِ الْمَسْهُورِينَ وَ نَشَتْ نِعْمَتُكَ فِي جَمِيعِ الْمَخْلُوقِينَ فَكَلِّ الْحَمْدُ عَلَى ذِيكَ يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ -

کہ اس کی بُنائیاں نیکیوں کے مقابلہ میں کم اور گناہوں کے تمام مواد میں عذو خواہی کے وجہ کمزور ہیں۔ لیکن اسے میرے معبود! تو اس کا سزاوار ہے کہ راستباز لوگ بھی تیری رحمت پر معذور ہو کر فریب نہ کھائیں اور گنہگار بھی تجھ سے ناامید نہ ہوں۔ اس لئے کہ تو وہ رب عظیم ہے کہ کسی پر فضل و احسان سے دریغ نہیں کرتا اور کسی سے اپنا حق پورا پورا وصول کرنے کے درپے نہیں ہوتا۔ تیرا ذکر تمام نام آوروں (کے ذکر) سے بلند تر ہے اور تیرے اسماء اس سے کہ دوسرے حسب نسب والے ان سے موسوم ہوں منزہ ہیں۔ تیری نعمتیں تمام کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ لہذا اس سلسلہ میں تیرے ہی لئے محدود ستائش ہے۔ لے نام جہان کے پروردگار۔

عنود رحمت اللہ تعالیٰ کی صفوں میں سے ایک عظیم صفت ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید کے صفات پر نمایاں عدد کثرت سے پہلے ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی ذات کے لئے رحمت و آمرزش کو ضروری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے :-  
کُتِبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ إِنَّ مِنْ أَهْلِ مَنْكَرٍ سَوَاءٍ يَجْعَلُ لِيْ ثَوَابًا مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَانْظُرْ رَحِيمًا -

ان صفات کے تذکرے جہاں صفات الہی کا تصور پیدا کرنا مقصود ہے وہاں یہ بھی مقصد ہے کہ اس کے بندے ان اوصاف کی محبت اپنے اندر پیدا کریں اور اپنے اخلاق و عادات کو اخلاق الہی کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں چنانچہ جب انسان غیظ و غضب اور جوش انتقام کو دبا کر عنود و درگزر سے کام لیتا ہے تو وہ رحمت و رأفت کے لطیف احساسات کے پر تو میں تخلیقوا باخلاق اللہ۔ کی منزل کی طرف بڑھتا نظر آتا ہے اور اپنے قلب ضمیر میں وقت و ثمری کے تاثرات پیدا کر کے ملکوتی صفات سے مستفہ ہو جاتا ہے اور اسی مقصد کے پیش نظر خداوند عالم نے اپنے بندہ کو عنود و درگزر کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے :-

انہیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم؟

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ

نہیں چاہتے کہ اللہ تم تمہاری خطائیں معاف کر دے۔  
اللہ تعالیٰ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

ان يغفر الله لکم و الله غفور رحیم۔

اللہ پغیر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :-

جو شخص کسی اپنے مظلمہ کو صرف خوشنودی خدائے بڑی نظر  
معاف کر دیتا ہے تو اللہ تم قیامت کے دن اس کی وجہ  
اس کی عزت و رفعت میں اضافہ کر دے گا۔

ولا عفا رجل من مظلمة يبتغي بها وجه الله الا زاده بها عزرا  
يوم القيامة

اور امیر المؤمنین علیہ السلام اپنی وصیت میں ارشاد فرماتے ہیں :-

اگر معاف کر دوں تو یہ میرے لئے رحمت الہی کا باعث  
ہے اور وہ تمہارے لئے بھی یہی ہوگی۔ لہذا معاف کر دو  
کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے۔

وان احفنا العفوی قربة وهو  
لکم حسنة فاعفوا۔ الاتحبون ان  
يعفوا الله لکم۔

جو شخص نفرت و انتقام کے جذبات سے مغلوب ہو کر عفو و درگزر کی گنجائش پیدا نہیں کرتا اسے سوچنا چاہیے کہ  
اگر وہ دوسروں کی خطاؤں کو معاف نہیں کر دے سکتا تو اسے یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے کہ وہ اللہ تم کی رحمت و مغفرت کی امید  
رکھے اور اپنے گناہوں سے عفو بخشش کی التجا کرے۔ البتہ جو شخص انتقامی جذبات کو دبا کر قصور واروں کے قصور معاف کر دیتا  
اور غلط کاروں کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے اُسے اللہ تم سے بھی عفو بخشش کے طلب کرنے کا حق پہنچتا ہے اگرچہ دوسروں کی  
ہیرو دستیوں اور ستم رانیوں کے مقابلہ میں مہر و ضبط سے کام لینا اور عفو و درگزر کو بروئے کار لانا کوئی آسان بات نہیں ہے  
کیونکہ انسان کے لئے یہی چیزیں تراشٹعل کا باعث ہوتی ہیں اور مشعل جذبات کے سیل کو روکنا دریا کے رخ کو موڑنا  
ہے۔ مگر وہ آزمائش ہی کیا جس میں دشواریوں سے گزرنا اور جذبات و احساسات کو کھانا نہ پڑے۔ بے شک یہ کام بلند ہمتی  
اور روحانی قوت ہی کے زیر اثر انجام پاسکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے :-

ولمن صبر و عفا ان ذلك لمن  
عز الامور۔

جو شخص صبر کرے اور بخش دے تو یہ بڑی بلند ہمتی و اولوالعزمی  
کا مظاہرہ ہے۔

حضرت نے اس دُعا میں یہی تعلیم دی ہے کہ تم اپنے غلط کاروں کو بخشو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو بخشنے چنانچہ اسی  
لاش کو وسیلہ قرار دیتے ہوئے اللہ تم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے معبود! میں ایک انسان ہوں جس میں غضب و انتقام  
کے جذبات ہو سکتے ہیں۔ مگر میں ان جذبات سے متاثر ہونے کے بجائے عفو و درگزر کی راہ اختیار کرتا ہوں اور ان لوگوں  
کو جنہوں نے مجھ پر ظلم و ستم کئے، چرکوں پر چرکے لگائے، میرے حقوق ضائع و برباد کئے، افتراء پھنکاری و کذب تراشی  
سے میری عزت و آبرو پر حملہ آور ہوئے وہ زندہ ہوں یا مر چکے ہوں سب کو یک قلم معاف کرتا ہوں اور انتقام کے بجائے  
تجسس اُن کے لئے دُعا کرتا ہوں تاکہ لذتِ آزار انتقامی جذبہ سے آلودہ نہ ہو۔ اور تو سر رحمت و رأفت ہے  
اور نفرت و انتقام کے جذبات سے مبرا، تو کیونکہ میرے عفو و درگزر کو دیکھ کر تیری رحمت کا ارادہ جو شخص میں نہ لائے

گا۔ اور مجھے اپنی رحمت و لافیت کے سایہ میں جگہ نہ دے گا جب کہ تیرے دامن رحمت میں اچھے اور برے سب کے لئے گناہ نش ہے۔

جب کسی کی خبر مرگ سنتے یا موت کو یاد کرتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرماؤ ہمیں طولِ طویلِ امیدوں سے بچائے رکھو اور پُر غلوں اعمال کے بجالانے سے دامنِ امید کو کوتاہ کر دے تاکہ ہم ایک گھڑی کے بعد دوسری گھڑی کے تمام کرنے، ایک دن کے بعد دوسرے دن کے گزارنے، ایک سانس کے بعد دوسری سانس کے آنے اور ایک قدم کے بعد دوسرے قدم کے اٹھنے کی آکس نہ رکھیں۔ ہمیں فریب، آرزو اور فتنہٴ امید سے محفوظ و مامون رکھو اور موت کو ہمارا نصب العین قرار دے اور کسی فن بھی ہمیں اس کی یاد سے غالی نہ رہنے دے اور نیک اعمال میں سے ہمیں ایسے عملِ خیر کی توفیق دے جس کے ہوتے ہوئے ہم تیری جانب بازگشت میں دیری محسوس کریں اور جلد سے جلد تیری بارگاہ میں حاضر ہونے کے آرزو مند ہوں۔ اس حد تک کہ موت ہمارے افس کی منزل ہو جائے جس سے ہم جی لگائیں، اور الفت کی جگہ بن جائے جس کے ہم مشتاق ہوں اور اسی عزیز ہو جس کے قرب کو ہم پسند کریں۔ جب تو اُسے ہم پر وارد کرے اور ہم پر لا اتارے تو اس کی ملاقات کے ذریعہ ہمیں سعادت مند بنانا اور جب وہ آئے تو ہمیں اس سے مانوس کرنا اور اس کی مہربانی سے ہمیں بد بخت نہ قرار دینا اور نہ اس کی ملاقات سے ہم کو رُہوا کرنا۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا نَعِيَ إِلَيْهِ مَيِّتًا أَوْ ذَكَرَ الْمَوْتَ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَكَفِّنَا طَوْلَ الْأَمَلِ وَكَفِّرْ  
عَنَّا بِصَدَقِ الْعَمَلِ حَتَّى لَا نُؤْمِلَ  
أَسْتَيْسَامَ سَاعَةٍ بَعْدَ سَاعَةٍ وَ  
لَا أَسْتَيْسَاكَ يَوْمَ بَعْدَ يَوْمٍ وَ  
لَا أَتَصْبَالَ نَفْسٍ بِنَفْسٍ وَ لَا  
لَحْوٍ قَدَمٍ بِقَدَمٍ وَ سَلِّمْنَا  
مِنْ غُرُوبٍ وَ آسِنَا مِنْ شُرُوبٍ  
وَ أَنْصِبِ الْمَوْتَ بَيْنَ أَيْدِينَا  
نَضْبًا وَلَا تَجْعَلْ ذِكْرَنَا غِيَا  
وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ صَالِحِ الْأَعْمَالِ  
هَمَلًا لَسُكْبِطٍ مَعَهُ النَّصِيذُ  
إِلَيْكَ وَ تَخْرِصْ لَهُ عَلَى وَشَلِّ  
الْبَحَاقَ بِكَ حَتَّى يَكُونَ الْمَوْتُ  
مَا لَسْنَا الْذِي نَأْتِي بِهِ وَمَا لَفْنَا  
الَّذِي نَفْتَاتِي إِلَيْهِ وَ حَامَمْنَا  
أَلْفِي لُحْبِ الذُّنُوبِ مِنْهَا فَإِذَا  
أَوْرَدْتَهُ عَلَيْنَا وَ أَنْزَلْتَهُ بَيْنَنَا  
فَأَسْعِدْنَا بِهِ زَائِلًا وَ آسِنَا بِهِ  
قَادِمًا وَ لَا تَشْفِقْنَا بِضِيَا فِتْنِهِ وَ  
لَا تُخْزِنَا بِزِيَارَتِهِ وَاجْعَلْهُ بَابًا

مِنْ أَبْوَابِ مَغْفِرَتِكَ وَ مِفْتَاحًا  
مِنْ مَغَارِبِ رَحْمَتِكَ آمِنًا  
مُتَّعِينَ غَيْرَ ضَالِّينَ  
طَائِعِينَ غَيْرَ مُسْتَكْرِهِينَ  
تَائِبِينَ غَيْرَ عَاصِينَ وَلَا  
مُصِيبِينَ يَا ضَامِنَ جَزَاءِ  
الْمُتَّعِينَ وَ مُتَّصِلِ عَمَلِ  
الْمُتَّعِينَ -

اور اسے اپنی مغفرت کے دروازوں میں سے ایک  
دروازہ اور رحمت کی کنجیوں میں سے ایک کلید قرار دینا  
اور ہمیں اس حالت میں موت آئے کہ ہم ہدایت یافتہ  
ہوں گمراہ نہ ہوں، فرما تبار ہوں اور (موت سے)  
نفرت کرنے والے نہ ہوں، تو یہ گزار ہوں خطا کار اور  
گناہ پر اصرار کرنے والے نہ ہوں۔ اسے نیکو کاروں کے  
اجرو ثواب کا ذمہ لینے والے اور بد کرداروں کے عمل و  
کردار کی اصلاح کرنے والے۔

اس دنیا میں کوئی انسان نہیں چاہتا کہ وہ اپنے املاک، باغات، مال و اثاثہ اور ساز و سامان راحت کو چھوڑ کر قبر  
کا تاریک گوشہ بسائے اور اس مادی زندگی سے رابطہ ختم کر کے موت سے کشتہ جوڑے۔ کیونکہ اس دنیا سے رنگ بڑی  
اتنی جاذبیت و کشش ہے کہ اسے اپنے اختیار سے چھوڑا نہیں جاسکتا اور ایک پابج اور مفلوج جو چل پھر نہیں سکتا اور  
ایک اندھا، بہرا، گونگا جو دیکھنے، سننے اور بولنے سے عاجز ہے وہ بھی یہی چاہتا ہے کہ جس حالت میں ہوں زندہ رہوں  
اور اگر کوئی شخص موت کا پیغام سن لیتا ہے تو اس کے دل و دماغ مایوس اور ہوش و حواس مغلط ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بیان  
کیا جاتا ہے کہ ایک منجم نے کسی بادشاہ سے کہہ دیا کہ تم اتنے عرصہ کے بعد فلاں تاریخ اور فلاں وقت مر جاؤ گے۔ اس پیشینگوئی  
میں کوئی واقعیت ہو یا نہ ہو مگر ہوا یہ کہ دنیا اس کی نگاہوں میں تیرہ و تار ہو گئی۔ اگرچہ پیشینگوئی کے مطابق زندگی کا کچھ عرصہ  
باقی تھا مگر اس نے کاروبار مملکت سے ہاتھ اٹھا لیا، تخت و تاج کو چھوڑ کر گوشہ گزیں ہو گیا۔ اور ایسا عموماً کرنے لگا کہ  
ایک ایک رگ اور ایک ایک نس میں موت اپنا خونی پنجرہ گاڑے ہوئے ہے۔ یہ موت کا تصور اتنا بھیاں تک کیوں ہے۔ اگر انسان  
خود فکر سے کام لے تو وہ اس حقیقت کو سمجھ لے گا کہ یہ زندگی ایک دوسری زندگی کا پیش خیمہ ہے۔ کیونکہ بگڑنا جسنے ہی کے  
لئے ہوتا ہے اور جب کہ ہر غروب کے بعد طلوع، ہر خزاں کے بعد بہار اور ہر شام کے بعد صبح کی نمود ضروری ہے۔ تو  
اس موت کے بعد زندگی کا ظہور کیوں نہ ہو۔ ایک دن وہ بھی تھا کہ انسان عدم کے اندھیرے میں پوشیدہ تھا کہ قدرت نے  
ایک غیر مرئی جرثومہ کی صورت میں اسے صلب پدر میں دربعیت کیا، وہاں سے شکم مادر میں منتقل ہوا جہاں کچھ مدت جہاد  
کی صحت میں اور کچھ عرصہ لاشعوری کی حالت میں گزارا۔ پھر اس دنیا میں آیا جہاں کے راہ و رسم سے ناواقف اور آنے کے  
مقصد سے بے خبر تھا تو اس کے بعد اگر منزل بدلے اور کروٹ لے کر ایک نئی زندگی میں قدم رکھے تو اس میں حیرت ہی کیا ہے  
جب موت کے معنی ایک زندگی سے دوسری زندگی میں قدم رکھنے کے ہیں تو اس سے ڈرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ ہاں اگر  
دوسری زندگی کو کامیاب بنانے کے اسباب مہیا نہیں کئے گئے ہیں تو یقیناً ڈر ہو گا۔ مگر یہ حقیقت یہ موت کا ڈر نہیں ہے بلکہ  
وہاں کی ناکامی و رسوائی کا ڈر ہے۔ اس لحاظ سے دنیا میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ

کہ دنیا مزدِ آخرت ہے جو یہاں پر بویا جائے گا وہی آخرت میں کاٹا جائے گا۔ اس لئے وہ مقصدِ حیات کے پیش نظر عملِ آخرت سے غافل نہیں رہتے۔ اور ان کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ آخرت کا کوئی کام ادا ہو اور ناکمل مزدِ مائے تا کر اللہ انہیں انعام و اکرام کا مستحق سمجھے اور ان سے راضی و خوشنود ہو۔ اور جب انہیں موت آتی ہے تو وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم اتنی ہی مدت کے لئے یہاں بھیجے گئے تھے اور اب واپس بلائے جا رہے ہیں۔ اس لئے کہ دنیا کو چھوڑنے کا انہیں ذرا رنج نہیں ہوتا۔ دوسرے وہ جو زندگی سے خوش تو نہیں ہوتے مگر اسے چھوڑنا بھی نہیں چاہتے۔ جیسے وہ پرندہ جسے قفس میں ڈال دیا گیا ہو مگر وہ قفس کی زندگی کو ناگوار سمجھنے کے باوجود اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ لیکن جب اسے قفس سے الگ کیا جاتا ہے تو وہ باہر کی کھل فضا اور اس کی رونق و شادابی کو دیکھ کر دوبارہ اس قفس کی طرف پلٹنا نہیں چاہتا اور نہ اسے قفس کے چھوڑنے کا رنج ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ جب آخرت کی وسعت و پہنائی کو دیکھتے ہیں تو تنگنائے دنیا کو چھوڑنے کا انہیں صدمہ نہیں ہوتا بلکہ کیفیتِ مسرت کے عالم میں مجھوم کر یہ کہنے لگتے ہیں:-

الحمد لله الذي اذهب عنا  
الحزن ان ربنا لغفور شكورا  
احلنا دار المقامة من فضله  
لا يمسنا فيها نصب ولا يمسنا  
فيها الغوب۔  
اُس اللہ تعالیٰ کے لئے شکر ہے جس نے ہم سے رنج و  
اندوہ دور کر دیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا  
اور قدردان ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایک  
دائمی منزل میں آگارا جہاں نہ ہمیں کوئی تکلیف پہنچے گی اور  
نہ ہمیں غم و غم کی لاحق ہوگی۔

تیسرے وہ جو آخرت کی زندگی سے آنکھیں بند کیے صرف دنیا کی زندگی پر تعلق رکھتے ہیں اور انہیں دنیوی لذتوں اور کامنریوں کے علاوہ کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو دنیا سے منہ موڑنا انتہائی گراں گزرتا ہے اور آخرت کی زندگی انہیں اُس نہیں آتی۔ بلکہ دنیا کی آلودگیوں اور کثافتوں کے بعد جب عالمِ آخرت کی لطافتوں اور نعمتوں کو دیکھیں گے تو وہ دنیا ہی کی گندگیوں کو یاد کریں گے اور جس طرح دنیا میں اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ اسی طرح آخرت میں بھی اندھے اور بصیرت سے محروم ہوں گے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:-

ومن كان في هذه اعشى فحوفي  
الرخية اعشى واصف سبيلا۔  
جو دنیا میں اندھے ہیں وہ آخرت میں بھی اندھے اور  
راہِ حق سے بھٹکے ہوئے ہوں گے۔

پروردہ پوشی اور حفظ و نگہداشت کے لئے  
یہ دعا پڑھتے:-

بارِ الہامیت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور میرے  
لئے اعداد و اکرام کی مسند بچھا دے۔ مجھے رحمت کے

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فِي طَلَبِ السِّرِّ وَالْوَقَايَةِ،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ وَاَقْرَبِيْهِ  
مِمَّا دَكَّرَ امَّتِكَ وَاَقْرَبِيْ

سرحدوں پر اتار دے۔ وسط بہشت میں جگہ دے اور اپنے ہاں سے ناکام پلٹا کر رنجیدہ نہ کر اور اپنی رحمت سے ناامید کر کے حرام نصیب نہ بنا دے۔ میرے گناہوں کا قصاص نہ لے اور میرے کاموں کا ستم نہ کر۔ مجھے ہونے والوں کو ظاہر نہ کر۔ اور میرے مخفی حالات پر سے پردہ نہ اٹھا اور میرے اعمال کو عدل و انصاف کے ترازو پر نہ تول۔ اور اشرف کی نظروں کے سامنے میری باطنی حالت کو آشکارا نہ کر۔ جس کا ظاہر ہونا میرے لئے باعث ننگ و عار ہو وہ اُن سے چھپائے رکھ اور تیرے حضور جو چیز ذلت و رسوائی کا باعث ہو وہ اُن سے پوشیدہ رہنے دے۔ اپنی رضامندی کے ذریعہ میرے درجہ کو بلند اور اپنی بخشش کے وسیلہ سے میری بندگی و کرامت کی تکمیل فرما اور ان لوگوں کے گروہ میں مجھے داخل کر جو دائیں ہاتھ سے تمام اعمال لینے والے ہیں اور ان لوگوں کی راہ پر لے چل جو دنیا و آخرت میں امن و عافیت سے ہمکنار ہیں اور مجھے کامیاب و نیکو کے زمرہ میں قرار دے اور نیکو کاروں کی غفلتوں کو میری وجہ سے آہاد و پُر رونق بنا۔ میری دُعا کو قبول فرما۔ اے تمام جہانوں کے پروردگار۔

مَشَارِعَ رَحْمَتِكَ وَاحْلِلْنِي بِمُحَبَّةِ  
جَنَّتِكَ وَلَا تَكْثُرْنِي بِالرَّدِّ عَلَيْكَ وَلَا  
تَقْهَرْنِي بِالْعِقَابِ مِنْكَ وَلَا  
تَقْصِبْنِي بِمَا اجْتَرَحْتُ وَلَا  
تَنَاقِضْنِي بِمَا اَلْكَسَبْتُ وَلَا  
تُؤَيِّرُنِي مَكْتُوبِي وَلَا تُكْثِفْنِي  
مَسْتَوِيًّا وَلَا تُخِيلَنَّ عَلَيَّ مِيزَانُ  
الْإِنْصَافِ هَمِّي وَلَا تُغْلِبَنَّ  
عَلَيَّ عِيُونَ السَّلَاءِ خُصْمِي  
أَحْبِبْ عَنْهُمْ مَا يَكُونُ كَفَرَةً  
عَلَيَّ عَارًا وَاطْلُوعَهُمْ مَا يُلْغِيَنَّ  
عِنْدَكَ شَرًّا شَرِيفًا دَمَ بَعْتِي  
بِرُضَايِكَ وَ أَكْبِلْ كَرَامَتِي  
بِعَفْوَانِكَ وَ اَلْظُمْنِي فِي أَصْحَابِ  
الْيَمِينِ وَ وَجِّهْنِي فِي مَسَالِكِ  
الْإِمْنَيْنِ وَ اجْعَلْنِي فِي فَوْجِ  
الْمُعَازِمِينَ وَ اَهْمُزْنِي بِجَائِسِ  
الضَّالِّينَ اِمْلِكْ يَا مَلِكَ  
الْعَالَمِينَ ۔

جو شخص گناہ کو گناہ سمجھتا ہے وہ فطریہ پاتا ہے کہ اس کے گناہ پر پردہ پڑا ہے اور کسی کو اس کے گناہ پر اطلاع نہ ہو اور نہ کوئی اسے ارتکاب معصیت کرتے ہوئے دیکھے۔ یہ پردہ داری کی خواہش اس کی دلیل ہے کہ وہ گناہوں کو قابلِ نفرت سمجھتا ہے اور اس کے اظہارِ اعلان میں شرم محسوس کرتا ہے اور یہ شرم مبداء و معاد کے تصور اور کوتاہی کے احساس کا نتیجہ ہے۔ جب انسان اس جذبہ کے زیرِ اثر اپنے گناہ کو چھپانا چاہتا ہے تو قدرت بھی ایسے اسباب مہیا کر دیتی ہے جو اس کی پردہ پوشی میں سین ثابت ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی خداوندِ عالم اس کے گناہوں پر پردہ ڈالے گا اور دوسروں کی نگاہوں میں اسے دلیل و برکت نہ ہونے دے گا۔ اور جس طرح دنیا میں اس کی پردہ پوشی کی ہے اسی طرح آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی فرمائی جائے گی۔

جنا نوح الامم بعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

اذا كان يوم القيامة تصلي الله  
لعبد المومن فيقفه على ذنوبه  
ذنبا ذنبا ثم يغفر له ولا يطلع على  
ذلك ملكا مقربا ولا نبيا مرسل  
و يستقر عليه ما يكره ان يقع  
عليه احد ثم يقول لست عاتبه  
كوفي حسنت -

جب قیامت کا دن ہوگا اور بندہ مومن کے لئے جلوۂ الہی  
کا ظہور ہوگا تو اللہ سبحانہ اس کے گناہوں میں سے ایک  
ایک گناہ پر اسے مطلع کرے گا، پھر اسے بخش دے گا اور  
اس کے گناہوں پر نہ کسی مقرب فرشتے کو اور نہ کسی نبی مرسل  
کو آگاہ کرے گا۔ اور جن پیڑوں پر کسی کا مطلع ہونا وہ پسند نہ  
کرتا تھا۔ انہیں پوشیدہ رہنے دے گا۔ پھر اس کی برائیوں کو  
یکسوں سے بدل دے گا۔

اور جو شخص علانیہ اپنے گناہوں کو بیان کرتا ہے یا اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کا گناہ ڈھکا چھپا رہے یا کھل جائے  
تو وہ نظر رحمت باری سے محروم رہتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :-

المذيع بالسئعة عند ذل والمستور  
بالسئعة مغفورا له -

گناہوں کا اعلان کرنے والا محروم رہے گا اور چھپانے  
والا بخش دیا جائے گا۔

گناہ کو چھپانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہوں میں بے ہاک نہیں ہونے پاتا۔ اور جب دوسرے اس کے گناہوں  
کے نغی ہونے کی وجہ سے اس سے حسن ظن رکھتے ہیں تو وہ بھی یہ چاہے گا کہ ارتکاب معاصی سے باز رہے تاکہ دوسروں  
کا حسن ظن باقی رہ سکے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ !

دُعَائِي خَتْمِ الْقُرْآنِ -

بارِ الہا! تو نے اپنی کتاب کے ختم کرنے پر میری مد  
فرمائی۔ وہ کتاب جسے تو نے نور بنا کر اتارا اور تمام کتب  
سماد یہ پر اسے گواہ بنایا اور ہر اس کلام پر جسے تو نے  
بیان فرمایا اسے فوقیت بخشی اور (حق و باطل میں)  
حد فاصل قرار دیا جس کے ذریعہ حلال و حرام الگ الگ  
کر دیا۔ وہ قرآن جس کے ذریعہ شریعت کے احکام رافع کئے  
وہ کتاب جسے تو نے اپنے بندوں کے لئے شرح و تفصیل سے  
بیان کیا اور وہ وحی (آسمانی) جسے اپنے پیغمبر صلی اللہ

اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَعْلَمُ بِي عَلَى خَلْقِ  
كِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَهُ ثُمَّ أَوْجَعْتَهُ  
مُحْشِيَةً عَلَى كُلِّ مِثْلِ كِتَابٍ أَنْزَلْتَهُ وَ  
تَعَبَّلْتَهُ عَلَى كُلِّ حَدِيثٍ قَصَصْتَهُ  
وَفَرَّقْنَا بَيْنَ حَذَلِكِ  
وَحَرَامِكَ وَقَدْ لَنَا أَهْمٌ بِتَبَهُ عَنِ  
شَرَائِمِ أَحْكَامِكَ وَكِتَابًا فَصَّلْتَهُ  
لِعِبَادِكَ تَفْصِيلًا وَوَحْيًا أَنْزَلْتَهُ عَلَى

بَيْتِكَ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَآلِهِ تَزِيدُ  
وَجَعَلْتَهُ نُورًا أَهْلَهُ مِنْ ظُلُمِ الضَّلَالَةِ  
وَالْجَهْلَاءِ يَا تَبَاعُودُ شَيْعَاءَ  
لَنْ أَنْصِتَ بِقَهْرِ التَّضْيِيقِ إِلَى  
اسْتِغَاثِهِمْ وَمِيزَانِ قِسْطٍ لَا يَخِيفُ  
عَنِ الْحَقِّ لِسَانُهُ وَنُورَ هُدًى لَا  
يُظْفَأُ عَنِ الشَّاهِدِينَ بَرَهَانُهُ وَ  
عِلْمُ نَجَاةٍ لَا يَضِلُّ مَنْ أَمَرَ  
قَصْدَ سُلُوكِهِ وَلَا تَمَالَزَ أَيْدِي  
الْهَلَكَاتِ مَنْ تَعَلَّقَ بِعُرْوَةِ عِظَمَتِهِ  
أَلْهَمَ فَإِذَا أَفْذَنَّا الْمَعْرُوفَةَ عَلَى  
يَدَيْهِ وَتَهَلَّلْتَ حِوَارِيهِ  
أَلَيْسَتِنَا بِحُسْنِ عِبَارَتِهِ فَا جَعَلْنَا  
مَنْ يَرْعَاهُ حَقًّا رِعَايَتِهِ وَدِيدِينَ  
لَكَ بِإِغْتِقَادِ التَّسْلِيمِ لِمُحْكَمِ  
آيَاتِهِ وَيَفْرَعُ إِلَى الْإِقْدَارِ بِمُتَابَعِهِ  
وَمَوْضِعَاتِ بَيِّنَاتِهِ أَلْهَمْنَاكَ  
أَنْزَلْتَهُ عَلَى بَيْتِكَ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ  
اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَجْمَعًا وَآلِهَمْنَاهُ  
عِلْمَ عَجَائِبِهِ مُكْمَلًا وَدَمَقْنَا  
عِلْمَهُ مُفْتَرًّا وَفَضَّلْنَاهُ عَلَى مَنْ  
جَعَلَ عِلْمَهُ قُوَّةً لَنَا عَلَيْهِ  
يَتَرَفَعُنَا فَوْقَ مَنْ كُوَيْطُنَا حُلَّةً  
أَلْهَمْنَا فَكُنَّا جَعَلْتَ قُلُوبَنَا لَهُ  
حَمَلَةً وَهَرَفْنَا بِدَحْمَتِكَ  
شَرَفَهُ وَقَضَلَهُ قَصَصِي عَلَى  
مُحَمَّدٍ الْخَطِيبِ بِهِ وَ عَلَى آلِهِ

علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا جسے وہ نور بنایا جس کی پوری  
سے ہم گمراہی و جہالت کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کرتے  
ہیں اور اس شخص کے لئے اسے شفا قرار دیا جو اس پر اعتقاد  
رکھتے ہوئے اسے سمجھنا چاہے اور خاموشی کے ساتھ اسے سنے  
اور وہ بدل انصاف کا ترازو بنایا جس کا کاٹنا حق سے ادھر  
اُدھر نہیں ہوتا اور وہ نور ہدایت قرار دیا جس کی دلیل برہان  
کی مدد سے (توحید ہزرت کی) گواہی دینے والوں کے لئے  
بجھتی نہیں اور وہ نجات کا نشان بنایا کہ جو اس کے سیدھے  
طریقہ پر چلنے کا ارادہ کرے وہ گمراہ نہیں ہوتا اور جو  
اس کی ریسمان کے بندھن سے وابستہ ہو وہ (خون  
و فقر و محتاج کی) ہلاکتوں کی دسترس سے باہر ہو  
جاتا ہے۔ بار الہا! جب کہ تو نے اس کی تلواریں کے  
سلسلہ میں ہمیں مدد پہنچائی اور اس نے حسن ادائیگی کے  
لئے ہماری زبان کی گریں کھول دیں تو پھر ہمیں ان  
لوگوں میں سے قرار دے جو اس کی پوری طرح حفاظت  
و نگہداشت کرتے ہوں اور اس کی حکم آیتوں کے  
اعتراف و تسلیم کی پختگی کے ساتھ تیری اطاعت کرتے  
ہوں اور مشابہ آیتوں اور روشن و واضح دلیلوں کے  
اقرار کے سایہ میں پناہ لیتے ہوں۔ اے اللہ! تو نے  
اسے اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اجمال کے  
طور پر اتارا اور اس کے عجائب اسرار کا پورا پورا علم انہیں  
عطا کیا اور اس کے علم تفصیل کا ہمیں وارث قرار دیا۔  
اور جو اس کا علم نہیں رکھتے ان پر ہمیں فضیلت دی۔  
اور اس کے مقتضیات پر عمل کرنے کی قوت بخشی تاکہ جو  
اس کے حقائق کے متحمل نہیں ہو سکتے ان پر ہماری فوقیت  
و برتری ثابت کر دے۔ اے اللہ! جس طرح تو نے  
ہمارے دلوں کو قرآن کا حامل بنایا اور اپنی رحمت

الْحُدَّانِ كَذَّابًا جَعَلْنَا مَثَلًا لِّمَنْ يُعَذِّبُ  
 بِأَنَّهُ مِنْ عَمْدٍ لَكَ حَتَّى لَا يَغَارِضَنَا  
 الشَّكُّ فِي تَصْدِيقِهِ وَلَا يَحْتَلِعَنَا  
 الرَّيْبُ عَنْ تَصْدِيقِهِ اللَّهُمَّ  
 صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْنَا  
 مِنْ الْمُتَكَلِّمِينَ إِلَى حَزْرٍ مَعْقِلَةٍ  
 وَيُسْكُنُ فِي ظِلِّ جَنَاحِهِ وَ  
 يَكْفِي بِصَوْنِهِ صَبَاحَهُ وَيَقْدِرُ  
 بِتَكْوِينِهِ إِسْقَارَهُ وَ يَسْتَضِيهِ  
 بِمِصْبَاحِهِ وَلَا يَلْمِزُ الْهَدَى  
 فِي غَيْرِهِ اللَّهُمَّ وَكَمَا كُتِبَتْ  
 بِهِ مُحَمَّدًا عَلَيْنَا لَوْلَاكَ عَلَيْنَا  
 وَأَنْهَجْتَ بِآلِهِ سُبُلَ الرِّضَا  
 إِلَيْكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ  
 اجْعَلِ الْقُرْآنَ وَسِيلَةً لَنَا إِلَى  
 أَشْرَفِ مَنَازِلِ الْكَرَامَةِ وَسَلَامَةٍ  
 نَعْرِضُ فِيهِ إِلَى مَعَالِ السَّلَامَةِ وَ  
 سَبَبًا تُجْزِي بِهِ السَّجْدَةَ فِي عَرَصَةِ  
 الْوَيْلَامَةِ وَ ذُرِّيَعَةً نَقْدُمُ بِهَا عَلَى  
 تَعِيمِ دَارِ الْمَقَامَةِ اللَّهُمَّ صَلِّ  
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاحْطِطْ بِالْقُرْآنِ  
 عَلَيْنَا ثِقْلَ الْكَوْنِ وَهَبْ لَنَا حُسْنَ  
 شَمَائِلِ الدُّجَرِ قَالَتْ بَنَاتُ  
 الْدُّنْيَا كَمَا مَوْلَاكَ بِهِ أَنْتَ الْكَلِيلُ  
 وَ أَظْهَرْتَ الْفَهْرَ حَتَّى تَطْهَرْنَا مِنْ  
 كُلِّ دَنَسٍ بِطَهْرِهِ وَتَقْفَرْنَا

سے اس کے فضل و شرف سے آگاہ کیا یوں ہی محمد پر  
 جو قرآن کے خطبہ خواں، اور اُن کی آل پر جو قرآن کے  
 خزینہ دار ہیں رحمت نازل فرما اور ہمیں ان لوگوں میں  
 سے قرار دے جو یہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ تیری جانب سے  
 ہے تاکہ اس کی تصدیق میں ہمیں شک و شبہ لاحق نہ ہو اور  
 اس کے سیدھے راستے سے دگر دانی کا خیال بھی نہ آنے پائے  
 اے اللہ! محمد اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور  
 ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو اس کی رسیان سے  
 وابستہ اور مشتبہ امور میں اس کی حکم پناہ گاہ کا سہارا  
 لیتے اور اس کے پودوں کے زیر سایہ منزل کرتے، اس کی صبح  
 و درخشاں کی روشنی سے ہدایت پاتے اور اس کے نور کی  
 درخشندگی کی پیروی کرتے اور اس کے چراغ سے چراغ  
 جلاتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی سے ہدایت کے  
 طالب نہیں ہوتے۔ یا اے اللہ! جس طرح تو نے اس قرآن  
 کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی رہنمائی کا نشانہ  
 بنایا ہے اور اُن کی آل کے ذریعہ اپنی رضا و خوشنودی  
 کی راہیں آشکارہ کی ہیں یہی محمد اور اُن کی آل پر رحمت  
 نازل فرما اور ہمارے لئے قرآن کو عزت و بزرگی کی بلند پایہ  
 منزلوں تک پہنچنے کا وسیلہ اور سلامتی کے مقام تک  
 بلند ہونے کا ذریعہ اور میدانِ حشر میں نجات کو جزا میں  
 پانے کا سبب اور محلِ قیام (جنت) کی نعمتوں تک پہنچنے  
 کا ذریعہ قرار دے۔ اے اللہ! محمد اور اُن کی آل پر  
 رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ گناہوں کا بھاری بوجھ  
 ہمارے سر سے اتار دے اور نیکو کاروں کے اچھے فضائل  
 و عادات ہمیں مرحمت فرما اور اُن لوگوں کے نقص قدم  
 پر چلا جو تیرے لئے رات کے لمحوں اور صبح و شام  
 (کی ساعتوں) میں اُسے اپنا دستور العمل بناتے

ہیں تاکہ اس کی تعمیر کے وسیلہ سے تو ہمیں ہر آلودگی سے پاک کر دے اور ان لوگوں کے نقش قدم پر چلائے، جنہوں نے اس کے نور سے روشنی حاصل کی ہے۔ اور امیدوں نے انہیں عمل سے غافل نہیں ہونے دیا کہ انہیں اپنے فریب کی نیرنگیوں سے تباہ کر دیں لے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور قرآن کو رات کی تاریکیوں میں ہمارا منس اور شیطان کے مضبوطی اور دل میں گزرنے والے وسوسوں سے نگہبانی کرنے اور ہمارے قدموں کو نافرمانیوں کی طرف بڑھنے سے روک دینے والا اور ہماری زبانوں کو باطل پیمانیوں سے بغیر کسی مرض کے گنگ کر دینے والا اور ہمارے اعضاء کو ارتکا گناہ سے باز رکھنے والا اور ہماری غفلت و مدہوشی سے جس دفتر عبرت و پند اندوزی کو تہہ کر رکھا ہے، اسے پھیلانے والا قرار دے تاکہ اس کے عجائب و رموز کی حقیقتوں اور اس کی متنبہ کرنے والی مثالوں کو کہ جنہیں اٹھانے سے پہاڑ اپنے استحکام کے باوجود عاجز آچکے ہیں ہمارے دلوں میں اتار دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ ہمارے ظاہر کو ہمیشہ صلاح و رشد سے راستہ رکھ اور ہمارے ضمیر کی فطری سلامتی سے غلط تصورات کی دخل در اندازی کو روک دے اور ہمارے دلوں کی کائناتوں اور گناہوں کی آلودگیوں کو دھو دے اور اس کے ذریعہ ہمارے پراگندہ امور کی شیرازہ بندی کر اور میدان حشر میں ہماری جہلستی ہوئی دو پہروں کی پیش و تشریف بجاوے اور سخت خوف ہراس کے دن جب قبروں سے اٹھیں تو ہمیں امن و عافیت کے بارے پہنچا دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت

اِنَّ اَرْاَ الْاٰیٰتِیْنَ اُسْتَعٰنَا وَاِیْنِیْہِ وَکُمْ  
یٰۤاَیُّہُمُ الْاٰمَلُ عَنِ الْعَمَلِ  
نَبْطَعُہُمْ بِخُذَّیْ عَزُوْیَا ۝  
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ  
اَجْمَعِ الْقُرْاٰنَ کُنَا فِیْ ظُلُمِ الْبَیْاٰتِ  
مُوْنِیَا وَفِیْ نَزَعَاتِ الشَّیْطَانِ  
وَحَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ حَارِیَا وَ  
یَا قُدَامِنَا مَن تَقْلِبُنَا فِی الْمَعَاصِیِ  
حَارِیَا وَیَا لَیْسَتِنَا مَن اِنْخَوِضَ  
فِی الْبَاطِلِ مِنْ غَیْرِ مَا اَلٰہِ مُخْرِیَا  
وَلَوْ جَوَّیْحِنَا مَن اَقْتَرَابَ الْاَقَامِ  
نَاجِرًا وَلِمَا طَوَّبَ الْعَقْلَةُ عَنَّا  
مِن تَصَفُّحِ الرَّغْبَارِ کَا شِرَاحِی  
تَوْصِیْلِ اِلٰی قُلُوْبِنَا کَمَلِّہُمْ عَجَآئِبِہٖ  
وَرَوَاقِیْرَ اَمْثَالِہِ الْاَلِیِّ ضَعْفِ  
الْجِبَالِ التَّوَابِیِ عَلٰی صَلَاتِہِمَا  
عَنِ اَحْتِمَالِہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ  
وَاٰلِہٖ وَاَدْمِ بِالْقُرْاٰنِ صَلَاحَ ظَاہِرِنَا  
وَاجْتَبِ بِہِ حَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ  
عَنِ صِحْحَةِ ضَمَائِرِنَا وَاعِیْلِ بِہِ  
دَمَنَ قُلُوْبِنَا وَعَلَائِقِ اَفْئَارِنَا وَاجْمَعْ  
بِہِ مُنْکَشَرَا مُوْیَا وَآتُوْہِمْ فِی  
مَوْقِفِ الْعَرْضِ عَلَیْکَ ظَلَمَآءَ  
ہُوَا جِرْنَا وَاَلْمَسْنَا بِہِ مَحَلَّ الْاٰمَانِ  
یَوْمَ الْقَدَرِ الْاَکْبَرِ فِی شَوْصِنَا  
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ  
وَاجْمَعْ بِالْقُرْاٰنِ خَلَقْنَا مِنْ عَدَمٍ

الْمَلَكِ وَنُقِيَ الْبَنَاتُ بِهِ رَحْمَةً الْعَبَسِ  
 وَخُصِبَ سَعَةُ الْأَرْثَانِ وَجَبَّتْنَا بِهِ  
 الطَّرَائِبُ الْمَدْمُومَةُ مَعْدَانِي  
 الْأَخْلَاقِ قَاغِيْمُنَا بِهِ مِنْ هَوَا  
 الْكُفْرِ وَدَاغِي الْبَغَايِ حَقِّي يَكُونُ  
 كُنَا فِي الْفِيَا مَةِ إِلَى رِضْوَانِكَ وَرِغْنَانَا  
 قَائِدًا وَكُنَا فِي الدُّنْيَا عَنْ سُخْطِكَ  
 وَتَعْدِي مَعْدُودِكَ قَائِدًا ذَلِيلًا  
 عِنْدَكَ بِتَحِيلِ حِلَالِكَ وَتَحْرِيمِ  
 حَرَامِكَ شَاهِدًا أَلَلَّهُمْ صَلِّ عَلَى  
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَهَوْنِ بِالْقُدْرَانِ  
 عِنْدَ الْمَوْتِ عَلَى الْكُفْسَانِ حَرْبِ  
 السِّيَاقِ وَجَهْدِ الْأَرِيْنِ وَتَرَادُفِ  
 الصَّغَارِجِ إِذَا بَلَغْتَ الثُّقُوسِ  
 التَّرَاقِي قَلِيلَ مِنْ نَاقٍ وَتَجَلَّى مَلَكُ  
 الْمَوْتِ لِقَبْضِهَا مِنْ حُجُبِ الْيُتُوبِ  
 وَنَمَاهَا عَنْ قَوْسِ الْمَنَانِ يَا سَلَامُ  
 وَجْهَةِ الْفِرَاقِ وَدَاغِ لَهَا مِنْ  
 دُعَاغِ الْمَوْتِ كَاَسًا مَسْمُومَةً  
 الْمَدَانِ وَدَنَا مِنَّا إِلَى الْأَخِيَةِ رَحِيلُ  
 وَاطِّلَاقِي وَصَارَتْ الْأَهْمَالُ قَلَائِدَ  
 فِي الْإِسْنَانِ وَكَانَتْ الْقُبُورُ هِيَ  
 الْمَأْوَى إِلَى مِيْعَاتِ يَوْمِ الْفِرَاقِ  
 أَلَلَّهُمْ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ  
 بَارِكْ كُنَا فِي حُلُولِ كَارِ الْبَلِ وَطُولِ  
 الْمَقَامِ بَيْنَ أَطْبَاقِ الْمَعْرَى وَ  
 اِجْعَلِ الْقُبُورَ بَعْدَ فِرَاقِ الدُّنْيَا

نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ فقر و احتیاج کی وجہ سے  
 ہماری خشک و بد حالی کا تدارک فرما اور زندگی کی کشائش  
 اور فراخ روزی کی آسودگی کا رخ ہمارے جانب پھیر  
 دے اور بری عادات اور پست اخلاق سے ہمیں دور  
 کر دے اور کفر کے گڑھے (میں گرنے) اور نفاق انگیز  
 چیزوں سے بچالے تاکہ وہ ہمیں قیامت میں تیری  
 خوشنودی و جنت کی طرف بڑھانے والا اور دنیا میں  
 تیری ناراضگی اور مدد و شکنی سے روکنے والا ہو اور  
 اس امر پر گواہ ہو کہ جو چیز تیرے نزدیک حلال تھی اسے  
 حلال جانا اور جو حرام تھی اسے حرام سمجھنا۔ اے اللہ!  
 محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اس قرآن  
 کے وسیلہ سے موت کے ہنگام ذریعہ کی اذیتوں کو اپنے  
 کی سختیوں اور باں کنی کی لگاتار ہچکیوں کو ہم  
 پر آسان فرما جب کہ جان گلے تک پہنچ جائے اور کہا  
 جائے کہ کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے (جو کچھ  
 تدارک کرے) اور ایک الموت غیب کے پردے چیر  
 کر قبض رُوح کے لئے سامنے آئے اور موت کی کان  
 میں فراق کی دہشت کے تیر جوڑ کر اپنے نشانہ کی زد  
 پر رکھ لے اور موت کے زہریلے جام میں زہرِ ہلاہل  
 گھول دے اور آخرت کی طرف ہمارا چل چلاوے اور  
 کوچ قریب ہو اور ہمارے اعمال ہماری گردن کا  
 طوق بن جائیں اور قبریں روزِ حشر کی سامت تک  
 آرام گاہ قرار پائیں۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت  
 نازل فرما اور کہنگی و بوسیدگی کے گھر میں اترنے اور مٹی  
 کی تہوں میں مدت تک پڑے رہنے کو ہمارے لئے مبارک  
 کرنا اور دنیا سے منہ موڑنے کے بعد قبروں کو ہمارا اچھا گھر  
 بنانا اور اپنی حمد سے ہمارے لئے گور کی تنگی کو کشادہ

خَيْرَ مَنَازِلِنَا وَائْتِنَا كُنَّا بِرَحْمَتِكَ  
 فِي مَنَازِلِنَا مَلَاحِدًا وَلَا تَقْضِمْهَا  
 فِي خَا صِنِيرِي الْفِيَا مَةِ بِمَوْ يَقَاتِ  
 ا ثَامِنَا وَارْحَمْنَا الْقُرْآنَ فِي مَوْ قِفِ  
 اَلْعَمَلِ عَلَيْكَ ذَلْ مَقَامِنَا وَفِي ثِ  
 يَهُ عِنْدَ ا طْطِرَابِ جَسْرِ جَهَنَّمَ  
 كَوْمِ اَلْمَجَازِ عَلَيْهِ اَزْكَى اَقْدَامِنَا  
 وَنَحْنُ اِيْهِ مِيْ كُلِّ كَرْبِ يَوْمِ اَلْقِيَامَةِ  
 وَشَدَّ اَيْدِيْ اَهْوَالِ يَوْمِ اَلظَّلَامَةِ  
 وَتَبَيَّنَ رُجُوهُنَا يَوْمَ تَسْوَدُ  
 وَحُيُوهُ اَلظُّلْمَةِ فِي يَوْمِ اَلْحَشْرِ  
 قَالَتْ اُمَّةٌ وَاَجْعَلْ لَّنَا فِي صُدُوقِ  
 اَلْمُؤْمِنِيْنَ وَوَدَّ اَزْكَى اَتَجْعَلُ اَلْحَيَاةَ  
 عَلَيْنَا كَكَدِّ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ  
 عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا بَلَغَ رِسَالَتُكَ  
 وَصَدَقَ بِاَمْرِكَ وَنَصَحَ لِعِبَادِكَ اَللّٰهُمَّ  
 اَجْعَلْ تَبِيْلَتَنَا صَلَواتِكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ  
 يَوْمَ اَلْفِيَا مَةِ اَقْرَبَ اَلْيَمِيْنِ وَشُكْرِ  
 مَجْلِسًا وَاَمْكُنْهُمْ مِنْكَ شَفَاعَةً وَ  
 اَجْلَهُمْ عِنْدَكَ قَدْرًا وَاَتِيْهُمْ عِنْدَكَ  
 جَاهًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ  
 وَشَرِيْفِ بَنِيَّاهُ وَعَظِيْمِ بَرَهَانِهِ وَتَقِلْ  
 مِيْزَانَهُ وَتَقْبَلْ شَفَاعَتَهُ وَكُرْبِ  
 رَسِيْلَتَهُ وَتَبَيَّنْ وَجْهَهُ وَاَتَقْرُبْ لَوْرَهُ  
 وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ وَاَحْيِنَا عَلٰى سُلْتَمِ  
 وَتَوَقَّنَا عَلٰى مِلَّتِهِ وَنَحْذِ بِنَا مِنْهَاجَهُ  
 وَانْزِلْ بِنَا سَبِيْلَهُ وَاَجْعَلْنَا مِنْ

کر دینا اور حشر کے عام اجتماع کے سامنے ہمارے ہلکے  
 گناہوں کی وجہ سے ہمیں رسوائی کرنا۔ اور اعمال کے  
 پیش ہونے کے مقام پر ہماری ذلت و خواری کی وضع پر  
 رحم فرماتا۔ اور جس دن جہنم کے پل پر سے گزرنا ہوگا، تو  
 اس کے ٹوٹ کھڑانے کے وقت ہمارے ڈگمگاتے ہوئے  
 قدموں کو جبا دینا اور فیامت کے دن ہمیں اس کے  
 ذریعہ ہر اندرہ اور روز حشر کی سخت ہولناکیوں سے نجات  
 دینا۔ اور جب کہ حسرت و غامت کے دن ظالموں کے  
 چہرے سیاہ ہونگے ہمارے چہروں کو نورانی کرنا اور مومنین  
 کے دلوں میں ہماری جنت پیدا کرے اور زندگی کو ہمارے  
 لئے دشوار گزار بنا دے اللہ! محمد جو تیرے خاص  
 بندے اور رسول ہیں ان پر رحمت نازل فرما، جس  
 طرح انہوں نے تیرا پیغام پہنچایا، تیری شریعت کو  
 واضح طور سے پیش کیا اور تیرے بندوں کو بند و نصیحت  
 کی۔ اے اللہ! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت  
 کے دن تمام نبیوں سے منزلت کے لحاظ سے مقرب تر،  
 شفاعت کے لحاظ سے برتر و قدر و منزلت کے لحاظ سے  
 بزرگ تر اور جاہ و مرتبت کے اعتبار سے ممتاز تر قرار  
 دے۔ اے اللہ! محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل  
 فرما اور ان کے ایوان (عز و شرف) کو بلند، ان  
 کی دلیل و برہان کو عظیم اور ان کے میزان و ثقل کے  
 پلہ کو بھاری کر دے۔ ان کی شفاعت کو قبول فرما  
 اور ان کی منزلت کو اپنے سے قریب کر، ان کے چہرے  
 کو روشن، ان کے نور کو کامل اور ان کے درجہ کو بلند فرما  
 اور ہمیں انہی کے آئین پر زندہ رکھ اور انہی کے دین پر  
 موت دے اور انہی کی شاہراہ پر گامزن کر اور انہی کے  
 راستہ پر چلا اور ہمیں ان کے فرمانرواؤں میں سے قرار

دے اور اُن کی جماعت میں عیشہ کر اور اُن کے حوض پر  
آنا اور اُن کے ساغر سے سیراب فرما۔ اے اللہ! محمد  
اور اُن کی آل پر ایسی رحمت نازل فرما جس کے ذریعہ انہیں  
بہترین نیکی، فضل اور عزت تک پہنچائے جس کے وہ امیدوار  
ہیں۔ اس لئے کہ تروسع رحمت اور عظیم فضل و احسان  
کا مالک ہے۔ اے اللہ! انہوں نے جو تیرے پیغامات  
کی تبلیغ کی۔ تیری آیتوں کو پہنچایا۔ تیرے بندوں کو پند  
نسیحت کی اور تیری راہ میں جہاد کیا۔ ان سب کی انہیں  
جزا دے جو ہر اس جزا سے بہتر ہو جو تو نے مقرب فرشتوں  
اور برگزیدہ مرسل نبیوں کو عطا کی ہو۔ ان پر اور اُن کی  
پاک و پاکیزہ آل پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں او  
برکتیں اُن کے شامل حال ہوں۔

أَهْلٍ طَاعَتِهِ وَأَحَقُّرَنَانِي زَمَرْتِهِ وَ  
أَوْرَدَنَاهُ وَصْنَهُ وَأَسْقَيْنَا بِكَاسِهِ وَصَلَّى  
اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ قَالِهِ صَلَواتُهُ تَكْبَلُهُ بِهَا  
أَفْعَلَمَ مَا يَأْمُرُ مِنْ خَيْرِكَ وَقَضَيْتَ  
وَكَلَامَتِكَ إِنَّكَ ذَوْرَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ  
وَقَضَيْتَ كَرِيمِ اللَّهِ أَجْزِهِ بِسَائِلِكُمْ مِنْ  
رِسَالَتِكَ وَأَدْوَى مِنْ آيَاتِكَ وَتَضَعُ  
لِعِبَادِكَ وَحَا هَدَى فِي سَبِيلِكَ أَفْضَلِ  
مَا جَعَلْتَ أَحَدًا مِنْ مَلَائِكَتِكَ الْمَقْرُونِ  
وَأَنْبِيَائِكَ الْمُرْسَلِينَ الْمُصْطَفَيْنَ  
وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ الطَّيِّبِينَ  
الطَّاهِرِينَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

یہ دُعا دعائے ختم قرآن کے نام سے موسوم ہے جسے امام علیہ السلام قرآن مجید ختم کرنے کے بعد پڑھتے تھے لہذا اس دُعا کو  
ختم قرآن کے بعد پڑھنا چاہیے۔ قرآن مجید پندرہ نصاب، حکم و مواظب، عبر و امثال اور احکام شریعت کا سرچشمہ ہے اس لئے اسے  
پڑھنا، سننا اور اس میں غور و فکر کرنا ہماری زندگی کا معمول ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے فَاَقْرَأْ مَا تَمْسُرُ مِنَ الْقُرْآنِ  
۔ بتنا یا ساقی قرآن پڑھ سکو راتا پڑھ لیا کرو۔ اس سلسلہ میں احادیث بھی بڑی کثرت سے وارد ہوئی ہیں جن میں تلاوت قرآن کے  
اجر و ثواب کا ذکر اور اس کے مغرب و مطلوب ہونے کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام کا ارشاد ہے۔

مَنْ قَرَأَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ  
فِي صَلَواتِهِ قَامَ بِهَا يَكْتُبُ لَهُ بِكُلِّ  
حَرْفٍ مِائَةً حَسَنَةً فَإِنْ تَرَاهَا فِي  
غَيْرِ صَلَوةٍ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ  
عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَإِنْ اسْتَمَعَ الْقُرْآنَ  
كَتَبَ اللَّهُ بِكُلِّ حَرْفٍ حَسَنَةً وَإِنْ خَتَمَ  
الْقُرْآنَ لَيْلًا وَصَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ  
حَتَّى يَصْبِحَ وَإِنْ خَتَمَهُ نَهَارًا صَلَّتْ  
عَلَيْهِ الْجَنَّةُ حَتَّى يَمْسِيَ وَكَانَتْ

جو شخص قیام نماز میں قرآن مجید کی ایک آیت کی تلاوت  
کرتے اس کے نامہ اعمال میں ہر حرف کے بدلے سو نیکیاں لکھی  
جاتی ہیں۔ اور اگر نماز کے علاوہ پڑھے تو خداوند عالم ہر حرف کے  
بدلے میں دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں ثبت کرتا ہے اور  
اگر صرف قرآن کو سنے تو بھی اللہ ہر حرف کے بدلے میں نیکی لکھتا  
ہے اور اگر قرآن رات کے وقت ختم کرے تو صبح تک فرشتے  
اس کے لئے دُعا کرتے رحمت کرتے ہیں اور اگر دن کو ختم کرے  
تو شام تک حفاظت کرنے والے ملائکہ اس پر درود و رحمت  
بھیجتے ہیں اور اس کی دُعا قبول ہوتی ہے اور یہ اس کے لئے

لہ دعوت مستجابۃ وکان خیر الہام  
بین السماء والارض۔  
ہر اس چیز سے بہتر ہے جو زمین و آسمان کے  
درمیان ہے :

مفسر تلاوت صرت یہ نہیں ہے کہ زبان پر الفاظ قرآن جاری ہو جائیں، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذریعہ  
قرآن کے تعلیمات دل و باطن میں محفوظ ہو جائیں اور اخلاقی افادیت، علمی و عملی بصیرت کا باعث ہوں اور زندگی کو حق و صداقت  
کے سانچہ میں ڈھال دیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ تلاوت کے موقع پر ان آداب و شرائط کو ملحوظ رکھا جائے جو اس مقصد  
کے حصول میں یقین ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ آداب کچھ ظاہر سے متعلق ہیں اور کچھ باطن سے۔ ظاہری آداب یہ ہیں کہ  
تلاوت کے وقت با وضو اور رُکوع قبلہ ہو، ادب و احترام کے ساتھ قرآن مجید کو کھول کر سامنے رکھے اور تلاوت سے پہلے  
اھوذ باللہ من الشیطن الرجیم کہے اور آواز کو نہ زیادہ اونچا کرے اور نہ زیادہ دھیمہ۔ البتہ اگر غود و ربا  
کا اندیشہ ہو تو پھر چپکے چپکے پڑھے۔ غارِ حروف کا لحاظ رکھے۔ وقف کے محل پر وقف کرے۔ ٹھہر ٹھہر کر اس کے  
جملے ادا کرے اور ممکن ہو تو خوش الحانی سے تلاوت کرے مگر آواز میں آواز چڑھاؤ اور غنا کی کیفیت پیدا نہ ہونے چاہئے  
چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :-

اقروا القرآن بالحن العوب واصواتها  
واياکم ولون اهل الفسق واهل الکبار  
قرآن کو عرب کے لہجہ اور لہجہ میں پڑھو اور فاسقوں  
اور کفاروں کے طرز و لہجہ میں نہ پڑھو

جب عہد ان تلاوت میں ایسی آیت پر نظر پڑے جو مذہب دوید پر شتمل ہو تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے پناہ  
مانگے۔ اور عالم آخرت کی کسی نعمت و بخشائش کا ذکر آئے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے دامن پھیلائے۔ دُعا و  
استغفار کے سلسلہ میں کوئی آیت آئے تو دُعا و استغفار کرے اے سجدہ پڑھے تو فوراً سجدہ کرے اور قین دن سے کم عرصہ میں  
پورے قرآن کو ختم نہ کرے اور جب کوئی سورۃ ختم کرے تو یہ کہے :- صدق اللہ العلی العظیم وبلغنا سولہ الکریم  
اللہم انفعنا بہ وبارک لنا فیہ الحمد للہ رب العالمین۔ اور جب پورے قرآن کو ختم کرے تو دُعا کرے  
ختم القرآن پڑھے۔ یہ آداب وہ ہیں جن کا تعلق صرف ظاہر سے ہے۔ اور وہ آداب جن کا تعلق ضمیر و وجدان اور  
باطن سے ہے یہ ہیں :-

پہلے یہ کہ قرآن مجید کی عظمت و تقدس کو نظر میں رکھے اور اس کا عام کتابوں کی طرح مہالہ نہ کرے بلکہ اپنے ذہن  
میں یہ تصور قائم کرے کہ یہ کتاب جو اس وقت ایک مجموعہ کی صورت میں اس کی نگاہوں کے سامنے ہے ایک نعت لوح محفوظ کی زینت  
تھی جو ملک امین کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہوئی اور پھر ان کی زبان سے نکل کر فصحاء عالم کو  
گنگ کرتی ہوئی اس تکسہ سنبھلی ہے۔ جب یہ عظمت دل میں گھر کرے گی تو فکر و فکر کی راہ آسان ہو جائے گی اور ایک ایسی صحت  
مند ذہنیت تشکیل پائے گی جو اخلاق و روحانیت کے اثرات کو قبول کرنے پر آمادہ کرے گی۔

دوسرے یہ کہ اس کے نازل کرنے والے کی عظمت و جلال کا تصور کرے کہ جو عرش و لوح و زمین و آسمان، چاند، سورج  
دریا، پہاڑ، غرض کائنات کی ہر چیز پر محیط ہے اور ہر عظیم سے عظیم تر اور ہر عظمت سے اس کی عظمت بالا تر ہے اور

جب اس کی غفلت سے متاثر ہو کر اس کی تلاوت کی جگہ کی تلاوت کے قصص و امثال اور حکم و نصائح پوری طرح دل و دماغ کو متاثر کریں گے۔

تیسرے یہ کہ سوز و گداز، رقتِ قلب اور خضوع و خشوع کے ساتھ اس کی تلاوت کرے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب دل اللہ تعالیٰ اور اس کلام کی عظمت سے متاثر ہو۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :-  
 من قوال القرآن ولہ یخضع ولہ یرق قلبہ ولا ینشیٰ حزنا ووجلا فی سورہ فقد استہان بعظیمہ شان اللہ تعالیٰ وخسر خسرانا مبیدا۔  
 جو شخص قرآن کی تلاوت کرے اور اس کے دل میں افسوس اور رقت کے جذبات اور ضمیر میں حزن و خوف کے کیفیات پیدا ہوں تو اس نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و منزلت کو سبک سمجھا اور سراسر نقصان میں رہا۔

چوتھے یہ کہ شیطانی وساوس و خطرات اور فاسد خیالات کو اپنے دل سے دور رکھے تاکہ توجہ و حضوری قلب حاصل ہو سکے کیونکہ توجہ و انہماک نہ ہو تو تلاوت کی افادیت کمزور و مفصل ہو جاتی ہے۔  
 پانچویں یہ کہ تلاوت کے وقت قرآن مجید کے ہر گوشہ پر نظر رکھے۔ اس کے مطالب متعادل ہو جائیں اور سمجھنے کے بعد انہیں ذہن نشین کرے تاکہ معانی و معارف کا سرمایہ دل و دماغ میں فراہم ہوتا رہے اور فہم و تدبر کی راہیں کھلتی رہیں اور جب غور و فکر کا سرشتہ ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور طبیعت اس طرف متوجہ نہیں ہوتی تو صلاحیت مردود اور دل رنگ آلود ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے :-

افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اغمما لہا۔  
 قرآن میں کچھ بھی تو غور نہیں کرتے۔ یا یہ کہ ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔

چھٹے یہ کہ صرف ظاہر معنی کے جلتے پر اکتفا نہ کرے۔ اس طرح کہ خالق کے معنی پیدا کرنے والے اور رازق کے معنی رزق دینے والے کے ہیں۔ بلکہ جن آیتوں میں اس کے اسماء و صفات اور مختلف افعال کا تذکرہ ہے ان میں غور و تدبر کرے کہ وہ خالق ہے، تو اس کی خالقیت کی نوعیت کیا ہے اور کس طرح بغیر کسی مواد اور بغیر کسی نمونہ کے مختلف الانواع پیکر خلق کئے۔ اور رازق ہے تو اس کی رازقیت کا دائرہ کتنا وسیع ہے کہ سمندر کی تہ میں رہنے والے، انعامیں اڑنے والے، پہاڑوں کی کھوڑوں میں بسنے والے سب ہی کو رزق مل رہا ہے اور شکم مادر میں کودٹیں بولنے والے اور مغلوب و سبے دست و پاکب کو رزق حاصل ہو رہی ہے جو ان انسان اس کے صفات میں غور و فکر کرے گا۔ اس کا تصور و ادراک اپنی دراندگی کا اعتراف کئے گا اور یہ اعتراف معرفت کے حلقہ سے قریب کر دے گا۔

ساتویں یہ کہ جو امور ذہیم قرآن سے مانع ہوتے ہیں ان کا تعلق قمع کرے۔ ان موانع میں سے چند یہ ہیں :-  
 (۱) تعلیل و تعقیب :- جب انسان کو لازم تعلیل اور تعقیب کا شکار ہو جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں ایک مسلک کی جنبہ داری چاہے وہ کتنا ہی غلط کیوں نہ ہو اس کا دھیرو بن جاتی ہے، اور قرآن کو کھینچ تان کر اپنی رائے کے مطابق کرنے کی کوشش کر دیتا اور قرآن کے واضح مفہوم کو نظر انداز کر کے خود ساختہ مطلب کو ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا۔

اور یہ کج فکری اس کی طبیعت میں اس طرح رچ بس جائے گی کہ طبیعت ثانیہ بن جائے گی۔ ادواب اُسے سیدھی سے سیدھی بات بھی ٹیڑھی اور ٹیڑھی سے ٹیڑھی بات بھی سیدھی دکھائی دے گی۔

(۲) فکری جمود۔ اس سے ذہن کی انجلائی کیفیت ختم اور نکرہ کا دُش کی قوت معطل ہو جاتی ہے اور وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ میں جو مفسرین نے کچھ دیا ہے وہی صحیح ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی تفسیر نہیں ہو سکتی۔ اور وہ خود نکرے ہاتھ اٹھا کر انہی کے اقوال پر قانع ہو جاتا ہے۔

(۳) اصرارِ معاصی۔ یہ بھی ایک بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ گناہوں کے پیہم ارتکاب سے صفاتِ نورانیت ختم ہو جاتی ہے۔ اور دل پر تاریکی و ظلمت کی ایسی تہیں چڑھ جاتی ہیں کہ حقائق و معارف کی روشنی کا ان میں گزر نہیں ہو سکتا۔

(۴) سطی انہماک۔ اس طرح کہ حروف اور ان کے خارج و خیر کی تحقیق بجا پر اپنی توجہ کو منحصر کر دے اور جب توجہ انہی چیزوں کی طرف ہوگی تو معانی و مطالب کی طرف توجہ مبذول کرنے کا موقع ہی نہ ملے گا۔ یہ لوگ سطحِ دریا کے دکھش مناظر میں اس طرح کھو جاتے ہیں کہ انہیں یہ یاد ہی نہیں رہتا کہ اس کی تہ میں کتنے خزانے مخفی ہیں کہ وہ موجوں سے کھیلے اور لہروں سے کھلائیں اور اپنے مامن کو موتیوں سے بھریں۔

آٹھویں یہ کہ قرآن کے حکم و مواظظ اور قصص و امثال پر غور کرے اور اس کے عبرت و نصیحت کے پہلوؤں کو دیکھے، تو ان سے عبرت و نصیحت حاصل کرے اور ایسے سارے میں قدرت نے جہاں جہاں خطاب کیا ہے یہ تصور کرے کہ یہ خطاب اسی سے ہے لہذا اس سے اسی طرح اثر لے جس طرح کسی فرمانروا کے فرمان کو پڑھ کر اثر لیا جاتا ہے اور اس پر ہر ممکن طریقہ سے عمل کیا جاتا ہے تاکہ سلطانی قہر و غضب کی زد میں نہ آئے۔

نویں یہ کہ جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں تہدید و سزا سنائی ہو تو اس پر خوفِ مہر اس چھا جائے اور جب ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں رحمت و مغفرت اور نعمتِ جنت کا تذکرہ ہو تو اس کے اندر اُمید و رجاء اور مسرت و انبساط کی روح دھڑکنے لگے۔

دسویں یہ کہ تلاوت کے موقع پر یہ سمجھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہے۔ اگرچہ اسے نہیں دیکھ سکتا مگر وہ اسے دیکھ رہا ہے اور گوشِ برآواز ہے۔ جب اس تصور کے قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے تو پھر یہ تصور کرے کہ خداوندِ عالم اس قرآن کے ذریعہ اس سے مخاطب ہے اور اسے اچھا بیٹوں کا حکم دے رہا ہے اور بڑائیوں سے روک رہا ہے۔ جب اس منزل تک پہنچ جائے تو پھر اپنی اپنے تصورات و خیالات کا مرکز بنائے۔ اس مذہب کہ فکر و خیال میں اس کے علاوہ کسی اور کی گنجائش نہ رہے نہ اپنی ذات کی طرف نہ اپنے مال کی طرف اور نہ اہل و عیال کی طرف اور کلام کے پردہ میں مستحکم سے ٹوٹ لگائے۔ کیونکہ اس کا کلام اس کا آئینہ دار ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

واللہ لقد تبلی اللہ لقلوبہ فی  
خدا کی قسم! قدرتِ اپنے کلام کے اندر اپنی مخلوقات کے  
لئے جلوہ گر ہے لیکن وہ دیکھتے نہیں ہیں۔  
کلامہ ولکن لا یبصرون۔

مگر ہمیں یہ کہ جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں نیکو کاروں کا تذکرہ اور ان کی مدح و توصیف ہو تو اپنے

کو ان میں شمار نہ کرے۔ اور نہ ان صفتوں کو اپنے پر مغضوب کرنے کی کوشش کرے بلکہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ مومن کے صفات سے متصف ہو اور اللہ تم اسے اہل صدق و صفات سے قرار دے۔ اور جب کس ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں تاخر اہل اور گنہگاروں کی ذمت ہو تو یہ سمجھے کہ جن لوگوں سے یہ خطاب ہے اور جنہیں یہ تنبیہ و سرزنش کی جا رہی ہے ان میں ایک فرد بھی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے توبہ و انابت کرے، گناہوں سے مغفرت چاہے اور جس عمل کی توفیق مانگے تاکہ خداوند عالم اسے قرآن پر عمل کرنے والوں میں شمار کرے اور شفاعت قرآن اسے نصیب کرے۔

## دُعائے رویت ہلال

اے فرمانبردار، سرگرم عمل اور تیز رو مخلوق اور مقررہ منزلوں میں یکے بعد دیگرے وارد ہونے اور فلک نظم و تدبیر میں تصرف کرنے والے میں اس ذات پر ایمان لایا جس نے تیرے ذریعہ تاریکیوں کو روشن اور ڈھکی چھپی چیزوں کو آشکارا کیا اور مجھے اپنی شاہی و فرمانروائی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور اپنے غلبہ و اقتدار کی علامتوں میں سے ایک علامت قرار دیا اور مجھے بڑھنے، گھٹنے، نکلنے، پھپھنے اور چلنے گھمانے سے تسخیر کیا۔ ان تمام حالات میں تو اس کے زیر فرمان اور اس کے ارادہ کی جانب رواں دواں ہے۔ تیرے ہاتھ میں اس کی تدبیر و کار سازی کتنی عجیب اور تیری نسبت اس کی صناعتی کتنی لطیف ہے تجھے ہمیشہ آئندہ حالات کے لئے نئے مہینے کی کھیر قرار دیا۔ تو اب میں اللہ تعالیٰ سے جو میرا پروردگار اور تیرا پروردگار، میرا خالق اور تیرا خالق، میرا نقش آفرین اور تیرا نقش آفرین، میرا صورت گر اور تیرا صورت گر ہے سوال کرتا ہوں کہ وہ رحمت نازل کرے مسدود اور آن کی آلی پر اور تجھے ایسی برکت والا چاند قرار دے، جسے دونوں کی گردشیں نازل نہ کر سکیں اور ایسی پاکیزگی والا جسے گناہ

## وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا نَظَرَ إِلَى الْهَلَالِ؛

أَيُّهَا الْخَلْقُ الْمَطِيعُ الذَّائِبُ  
السَّرِيعُ الْمَكْرُودُ فِي مَنَازِلِ التَّقْدِيرِ  
الْمُتَصَوِّفُ فِي فَلَكَ الشَّدِيدِ أَمْنَتُ  
بِمَنْ تَوَدَّ بِكَ الظُّلْمَ وَأَذْهَبَ بِكَ  
الْبُھْمَ وَجَعَلَكَ آيَةً مِنْ آيَاتِ مُلْكِهِ  
وَعَلَامَةً مِنْ عِلَامَاتِ سُلْطَانِهِ  
وَأَمْتَعَكَ بِالزِّيَادَةِ وَالْقَصَارِ  
وَالظُّلُوعِ وَالْأَكْمَلِ وَالْإِنَارَةِ  
وَالْكُسُوفِ فِي كُلِّ ذِيكَ أَمَّا لَكَ مُطِيعٌ وَ  
إِلَى إِرَادَتِهِ سَرِيعٌ مَبْتَخَنَةٌ مَا أَفْجَبَ  
مَا دَبَّرَ فِي أَمْرِكَ وَالْعَلَفَ مَا صَبَحَ  
فِي شَأْنِكَ جَعَلَكَ مِفْتَاحَ شَهْرِ  
حَادِثٍ بِأَمْرِ حَادِثٍ فَاسْتَلِ اللَّهَ رَبِّي  
وَرَبَّكَ وَخَالِعِي وَخَالِقَكَ وَمُقَدِّرِي  
وَمُقَدِّرَكَ وَمُصَوِّرِي وَمُصَوِّرَكَ أَنْ  
يُصَلِّيَ عَلَى مُعَلِّدِي قَالِهِ وَأَنْ يَجْعَلَكَ  
حِلَالًا بَرَكَةً لَا تَمُحُّهَا الْأَيَّامُ وَ  
ظَهَارَةً لَا تُدْخِلُهَا الْأَيَّامُ حِلَالًا

أَمِنْ مِنَ الْآفَاتِ وَسَلَامَةٍ مِنَ  
الْكَتَابِ هِلَالٍ مَعْدٍ لَا تَحْسِبُ فِيهِ  
وَيْتِنٌ لَا تَكُنْ مَعَهُ وَيَسِّرُ لَا  
يَمَانِجُهُ حَسِيرٌ وَخَلِيلٌ لَا يَشُوْبُهُ  
كُفْرٌ هِلَالٌ أَمِنْ قِيَامَيْنِ وَنِعْمَتَيْنِ  
وَإِحْسَانٍ وَسَلَامَةٍ وَاسْتِلَامٍ  
أَلَلَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ  
اجْعَلْنَا مِنْ أَرْضِهِ مَنْ ظَلَمَ عَلَيْهِ  
كَأْرًا كَلِيٍّ تَنْظُرُ إِلَيْهِ وَاسْتَعَدَّ  
مَنْ تَعَبَّدَ لَكَ فِيهِ وَدَفَعْنَا فِيهِ  
يَلْتَوِبُهُ وَالْحَمْدُ مَا فِيهِ مِنَ  
الْحَوَائِجِ وَانْقَطَعْنَا مِنْ مُبَاشَرَةِ  
مَعصِيَتِكَ وَأَوْزَعْنَا فِيهِ  
شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَأَلْبَسْنَا فِيهِ  
جَنَّةَ الْعَافِيَةِ وَأَنْفُسَهُمْ  
عَلَيْنَا بِأَسْمَائِكَ طَاعَتِكَ فِيهِ  
إِمْنًا لَكَ الْكَسَائِدُ الْحَبِيدُ -  
وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ -

کی کٹافیں آلودہ نہ کر سکیں۔ ایسا چاند جو آفتوں سے  
بری اور بلائیوں سے محفوظ ہو۔ سراسر امن و سعادت کا  
چاند جس میں ذرا نحوست نہ ہو۔ اور سراپا خیر و برکت کا  
چاند جسے تنگی و محسرت سے کوئی لگاؤ نہ ہو اور ایسی  
آسانی و کشائش کا جس میں دشواری کی آمیزش نہ ہو اور  
ایسی جلالتی کا جس میں برائی کا شائبہ نہ ہو۔ عرض سراپا  
امن، ایمان، نعمت، حسن عمل، سلامتی اور اطاعت و  
فرائضداری کا چاند ہو، اسے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر  
رحمت نازل فرما اور جن جن پر یہ اپنا پر تو ڈالے اُن  
سے بڑھ کر ہمیں خوشنود، اور جو جو اسے دیکھے ان سب  
سے زیادہ درست کار اور جو جو اس مہینہ میں تیری عبادت  
کرے ان سب سے زیادہ خوش نصیب قرار دے۔ اور  
ہمیں اس میں توبہ کی توفیق دے اور گناہوں سے دُور  
اور معصیت کے ارتکاب سے محفوظ رکھے۔ اور ہمارے  
دل میں اپنی نعمتوں پر ادائے شکر کا دلولہ پیدا کر اور  
ہمیں امن و مافیت کی سپر میں ڈھانپ لے اور اس  
طرح ہم پر اپنی نعمت کو تمام کر کہ تیرے فرائض اطاعت  
کو پورے طور سے انجام دیں۔ بے شک تو نعمتوں کا بخشنے  
والا اور قابل ستائش ہے۔ رحمت فراوان نازل کرے اللہ  
محمدؐ اور اُن کی پاک و پاکیزہ آلؑ پر۔

طلوع ہلال کا منظر اتنا دلکش ہوتا ہے کہ جب سورج کی شعاعوں کو اپنے دامن میں سمیٹ کر شفق کے رنگین پردوں  
میں سے جھانکتا ہے تو ایک دنیا کی نظریں اس کی طرف اٹھ جاتی ہیں اور اُنھیں اس صانع حقیقی کی بارگاہ میں بلند ہوجاتے ہیں  
جس نے ایک جہیم تاریک کو خصل آفتابی دے کر نگاہوں کا مرکز بنایا اور اس کی راہ پیمانیوں اور آواز چڑھاؤ کی مختلف تبدیلیوں کے  
نظر افروزی کا سامان کیا جو کبھی ہلال ہے اور کبھی قمر، کبھی بدھ ہے اور کبھی رُوبہ زوال۔ کبھی رات کے پہلے جتنے ہیں دھندلاں ہے تو  
کبھی رات کے آخری حصہ میں۔ کبھی خط ارتقاء کی طرف سرگرم سیر ہے تو کبھی تنزل و انحطاط کی طرف مائل۔ کبھی نظروں کے سامنے  
ہے تو کبھی نگاہوں سے مد پوش۔ جس کے نتیجہ میں کبھی آسمانی دستوں سے لے کر زمین کی پہنائیوں تک فہر و روشنی پھیل جاتی ہے

اور کبھی برطوت اندھیرا چھا جاتا اور کڑا مرض گھٹا ٹوپ اندھیاد دل میں ڈوب جاتا ہے۔ مگر یہ تاریکی امید افزا اور روشنی کی بھینک بھرتی ہے۔ کیونکہ جب بھی اندھیرا پھیلتا ہے اس کے بعد روشنی ضرور نمودار ہوتی ہے، اور یہ اندھیرا اس کی علامت بن جاتا ہے کہ اب روشنی کی غور قریب ہے۔ چنانچہ ادھر تاریکی پھیل، ادھر دلوں میں امید کی کرن چمکی اور چاند ایک آدھ دن کی روپوشی کے بعد نور و روشنی کا سامان لئے موجود ہو گیا۔ وہی طنطنہ و طعشق، وہی گردش فضا و سیر آفاق، وہی گھٹنا، بڑھنا، پھینا، ابھرتا۔ غرض چاند کی یہ تمام کیفیات اتنی دل فریب ہیں کہ نگاہیں اس کے نظارہ سے سیر نہیں ہوتیں۔ اور ان گنت صدیوں کے باوجود اس کی کشش و دل آویزی میں کمی پیدا نہیں ہوتی۔ گویا یہ کسی حسین لازوال کا پر تو ہے جو انہی جلوہ افروزی سے اس کی کشش کو کم نہیں ہونے دیتا اور اپنی تابش جمال سے اس کی ضیا و تابانی کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ کیا جہنم بننا اس حسین نقش کو دیکھ کر نقش آرائی فطرت کے وجود سے انکار کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

ایں ہمہ آیات و نشان آں ہمہ خلق بدیع کو دھتے کو نہ بیند کردگار خویش را

یہ اس کی کشش و دل آویزی ہی کا کرشمہ ہے کہ اب دگل کے بنے والے اس پر کمندیں ڈال رہے ہیں اور اس کی نور پاش و حسن افروز دایوں تک پہنچنے کے لئے تھپ تھپ رہے ہیں۔ کسی کو ظہر کند کو تاہ و بازوئے شست و باہم بلند

کا احساس زمین گیر بنائے ہوئے ہے اور کوئی اسے تسخیر کرنے کے لئے غلاٹے بسیط کی راہوں کو ہموار کر رہا ہے۔ وہاں کسی انسان کے زندہ پہنچنے یا پہنچ کر زندہ رہنے کا خواب شرمندہ تعبیر ہو یا نہ ہو مگر اس سلسلہ میں جو کششیں برائے کارائی ہیں وہ زمین انسانی کے ارتقاء کی آئینہ دار ہیں۔ اس سلسلہ میں ہیئت دانوں نے جو معلومات ہم پہنچائے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین سے چاند کا فاصلہ مستقل نہیں ہوتا بلکہ کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس کا اوسط فاصلہ دو لاکھ اڑتیس ہزار آٹھ سو ساٹھ (۲۳۸۱۸۶) میل ہے اور زیادہ سے زیادہ دو لاکھ باون ہزار سات سو دس میل اور کم سے کم دو لاکھ ۲۱ ہزار ۴ سو ۴۳ میل ہے اور قطر ۲ ہزار ایک سو ۶۲ میل ہے جو دو سو ۸ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کر رہا ہے اور ایک ایسے دائرہ پر واقع ہے کہ اس کا ۲ حصہ ہمیشہ اہل زمین کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔ اس میں گہرے کھد، جھلے ہوئے چٹیل میدان، اور سنگلاخ پہاڑ ہیں جن کی چوٹیاں ۵ ہزار فٹ سے ۸ ہزار فٹ تک بلند ہیں اور بعض ہیئت دانوں کا اندازہ تیس ہزار فٹ تک کا بھی ہے۔ اس کی کشش زمین کی بہ نسبت ۱/۶ حصہ ہے۔ اسی طرح کہ اگر زمین پر ایک انسان کا وزن ۱۷۵ پونڈ ہو گا تو چاند پر اس کا وزن صرف ۲۹ پونڈ رہ جائے گا اور اس کے جس حصہ پر سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں وہاں کا درجہ حرارت ۱۳۰ درجہ گریڈ ہوتا ہے اور جس حصہ پر شعاعیں نہیں پڑتیں وہاں صفر سے ۲۰ درجہ سنٹی گریڈ کم ہو جاتا ہے۔ اس میں نہ سبزہ و نہ شیدگی کے نشان ہیں نہ پانی کا وجود نہ ہوا کا گزر ہے۔ یہ تیو و تار کردہ سورج سے روشنی مستعار لیتا ہے اور یہی روشنی منکس ہو کر ہماری راتوں کو روشن اور کڑا زمین کو حسن و عنائی کے جلووں سے معمور کر دیتی ہے۔ بعض علماء نے ارشاد الہی **هو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا**۔ (اسی نے سورج کو ضیا بار اور چاند کو روشن قرار دیا ہے) سے سورج کی روشنی کے اصل اور چاند کی روشنی کے اکتسابی ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اس طرح کہ قدرت نے سورج کے لئے ضیا اور چاند کے لئے نور کا لفظ

استعمال کیا ہے اور ضیاء نور میں اصل واکتسابی ہی کا لوق ہے۔ چنانچہ صاحب ریاض المسالکین تحریر کرتے ہیں:-  
 قُلِ الْمُتَكَلِّمُونَ الْفَاقِرُ بِالْمَعْنَى لَذَاتِهِ هُوَ  
 النُّوْرُ كَمَا فِي الْمَشْمُوسِ وَبِالْمَعْنَى بَعْدِيَّةِ  
 هُوَ النُّوْرُ كَمَا فِي الْمَقْوَرِ  
 متکلمین کا قول ہے کہ جو چیز خود سے روشن ہو نیوالی چیز سے  
 وابستہ ہو وہ ضوئے ہے جیسے سورج اور جو دوسرے سے روشن  
 ہو نیوالی شے سے قائم ہو وہ نور ہے جیسے قمر۔

امام علیہ السلام نے سزا منہ دعا میں چاند سے خطاب کیا ہے۔ اس خطاب کی نوعیت وہی ہے جو زمان و مکان سے خطاب کی ہوتی ہے اور اس طرح کا مخاطبہ کلام عرب میں فاعل و شائع ہے اور اسے ایک مخلوق سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس سے ان لوگوں کی رد ہوتی ہے جو سات آسمانی دیوتاؤں کے قائل تھے اور چاند کو ایک دیوتا سمجھ کر اس کی پرستش کرتے تھے۔ پھر ربیع و منازل میں اس کی گردشوں اور مختلف تبدیلیوں سے اس کے مخلوق ہونے پر استنباط کیا ہے۔ کیونکہ جو چیز ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتی اور مختلف تغیرات و تطورات کی آماجگاہ بنی رہتی ہے۔ وہ مخلوق و حادثہ ہوتی ہے اور حادثہ ایک عاقل و صانع کی احتیاج کا پتہ دیتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت و ربوبیت کا ذکر فرمایا ہے، اور اسے اللہ تعالیٰ کا مخلوق و مصنوع اور اس کے اقتدار کی ایک علامت اور اس کے ہم گیر تسلط کی ایک نشانی قرار دیا ہے تاکہ چاند دیکھتے رہتے رہیں تا کہ وہ اس میں قائم رہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت کی گزرگاہ میں ایک ذرہ بے مقدار سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ لہذا اس کے سامنے کسی عظمت و تقدس کا اظہار نہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ اہل بیت سے جو روایت ہلال کے آداب وارد ہوئے ہیں یا ان کے ظل سے ظاہر ہوئے ہیں ان میں ہر اس ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کہ تذلل و سرائفگی صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے ہو اور اسے صیغہ قدرت کی ایک آیت اور عظمت الہی کی ایک نشانی کی حیثیت سے دیکھا جائے۔ مثلاً یہ کہ دعا کے موقع پر چاند کی طرف ہاتھ یا سر یا کسی اور حصہ جسم سے اشارہ نہ کیا جائے۔ یہ تمہوں کو اسی طرح بلند کیا جائے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے وقت بلند کئے جاتے ہیں۔ چاند کا اتنی کسی طرف ہونا دعا پڑھنے والا رو قبلہ کھڑا ہو۔ البتہ جن فقرات میں چاند سے خطاب ہے ان فقرات کے پڑھنے کے وقت چاند کی طرف رخ کیا جاسکتا ہے۔ جس جگہ چاند دیکھے وہاں سے اٹک ہونے سے پہلے دعا پڑھ لے تاکہ قدرت کی کرشمہ سازی کا تاثر مغفل نہ ہونے پائے۔ چاند دیکھنے کے بعد مصحف، آب روالی، سبزہ و گلی اور فیروزہ وغیرہ دیکھے تاکہ آنکھوں میں تروتازگی، دلوں میں نزہت، آفریں مسرت اور قدرت کی مجاہد آفرینی کا تصور پیدا ہو۔

ہلال کا اطلاق اگرچہ عام طور پر پہلی رات کے چاند پر ہوتا ہے مگر بعض اہل لغت کے نزدیک دوسری تاریخ کے چاند کو بھی ہلال کہا جاتا ہے۔ اور بعض ہلال کی آخری شب تیسری رات کو قرار دیتے ہیں۔ ہلال، اہلال سے ماخوذ ہے اور اہلال کے معنی آواز بلند کرنے کے جوتے ہیں اور عربی زبان میں جس لفظ میں ہائے ہوا اور کلمہ لایم ہو اس میں عموماً شہرت و بلند آوازی کے معنی ہوتے ہیں اور ہلال کی بھی یہی صورت ہے کہ جب وہ نکلتا ہے تو ہر طرف شہرت پھیل جاتی ہے اور زبانوں پر اس کا چرچا ہونے لگتا ہے۔ یا یہ کہ ہلال سے ماخوذ ہے جس کے معنی ضعف و کمزوری کے ہیں۔ اور یہ چونکہ ایک یا ایک کان کی صوت میں نظر آتا ہے اس لئے اسے ہلال کہا جاتا ہے۔ رایت ہلال صرف دیکھنے ہی پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ تیس دن پورے ہو

بائیں یا ایسے شخص کو گواہی دیں جن کی مامت کوئی فرض شناسی پر اعتماد ہو یا ایسی شہرت ہو جس سے چاند کے چوٹے کا یقین ہو جائے تو رویت ثابت ہے اور اس سلسلہ میں بخین کے مقرر کردہ اصولوں پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ صرف ظنی و تخمینی چیزیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ ذیقعد کی چوتھی اور محرم کی پہلی، ذی الحجہ کی چوتھی اور صفر کی پہلی اور محرم کی چوتھی اور ربیع الاول کی پہلی۔ صفر کی چوتھی اور ربیع الثانی کی پہلی، ربیع الاول کی چوتھی اور جمادی الاول کی پہلی، ربیع الثانی کی چوتھی اور جمادی الاخریٰ کی پہلی، جمادی الاول کی چوتھی اور ربیع الثانی کی پہلی، جمادی الاخریٰ کی چوتھی اور شعبان کی پہلی، ماہ رمضان کی چوتھی اور ذیقعد کی پہلی، شوال کی چوتھی اور ذی الحجہ کی پہلی ایک دن میں طاق ہوگی۔ مثلاً شوال کی چوتھی اگر جمعہ ہو تو ذی الحجہ کی پہلی جمعہ کے دن ہوگی۔ اسی طرح نصیر الدین طوسی رحمہ اللہ کی طرف یہ شعر منسوب ہے۔

یدیں چوں غزہ افتد بست و نردال اگر چپاش آید جسد بر خمال

یہ کس سے مراد ایک شنبہ، دو شنبہ اور سہ شنبہ ہے۔ ان دنوں میں اگر پہلی تاریخ ہو تو ہندسہ انتیس کا ہوگا۔ اور چپاش سے مراد چار شنبہ، پنج شنبہ، آدینہ (جمعہ) اور شنبہ ہے۔ ان دنوں میں اگر پہلی ہو تو پودے تیس دن کا ہوگا۔ و العلم عند اللہ۔

قدرت نے اس چاند کے ذریعہ گونا گوں فوائد و منافع کا سامان کیا ہے۔ اگرچہ اس کے فوائد و خواص کو اہل تحقیق ہی جانتے ہیں مگر کچھ فوائد تو وہ بھی جن کا مشاہدہ ہر کس تا کس کر سکتا ہے۔ چنانچہ ہر شخص یہ دیکھتا اور جانتا ہے کہ اس سے تاریک راتیں روشن و منور اور اُس کی روشنی سے اشیاء کی نمود ہوتی ہے اور اس کے طلوع و غروب، عروج و زوال اور سیر و حرکت سے ازمنہ و اوقات منقبط ہوتے ہیں۔ جس سے کائنات میں ہم آہنگی اور زندگی کے ہر شعبہ میں نظم و ترتیب قائم ہوتی ہے چنانچہ قدرت نے اس فائدہ کی طرف توجہ دہاتے ہوئے فرمایا ہے۔

یَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاَهْلِ قُلْ هِی

لِیَسْمِعَ بَرَاتِمَ سِی لُک (پہلی راتوں کے) چاند کے بارے میں دریافت

مواقیت للناس۔

اوقات کی حد بندی کا تصور انسان کے دل میں سورج کے طلوع و غروب سے پیدا ہوا۔ اس طرح کہ اس نے سورج کو نکلنے اور پھر اُسے ڈوبتے دیکھا اور طلوع سے لے کر غروب تک کا وقت روشن اور غروب سے لے کر طلوع تک کا وقت تاریک پایا تو اس نے ایک طلوع سے لے کر دوسرے طلوع تک کا وقت دو حصوں پر تقسیم کر دیا۔ روشن حصہ کا نام دن ہوا اور تاریک حصہ کا نام رات۔ اب اگر وقت کا حساب اسی شب و روز سے چلتا تو ایک پچاس سالہ شخص کو اپنی عمر کا حساب لگانے کے لئے اٹھارہ ہزار دوسو پچاس راتوں اور اٹھارہ ہزار دوسو پچاس دنوں کا حساب رکھنا پڑتا۔ اور اگر شب و روز کے مجموعہ سے حساب کرتا جب بھی اٹھارہ ہزار دوسو پچاس کے شمار کی ضرورت پڑتی۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح حساب شمار نہایت دشوار ہوتا۔ اس دشواری کو اس نے چاند کے ذریعہ دور کیا۔ اس طرح کہ اس نے دیکھا کہ وہ ایک معین وقت پر نکلتا ہے اور تغیر و تبدل کے مختلف حالات سے گزرتا ہوا کچھ مدت کے لئے آنکھوں سے دیکھنا ہو جاتا ہے اور پھر اسی پہلی وضع و صورت کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جس میں کبھی غفل رونما نہیں ہوتا تو چاند کے دو

طلوعوں کے درمیانی عرصہ سے ایک اور وقت کی مد بندی کر لی اور اس کا نام مہینہ تجریز کیا۔ اب پچاس سال کی مدت کے لئے اٹھارہ ہزار دو سو پچاس دنوں کو یاد رکھنے کی بجائے چھ سو چھپتے ہی یاد رکھنا پڑے۔ پھر موموں کے دورہ کرنے سے ایک اور مدت کی طرف توجہ پیدا ہوئی اور اس نے دیکھا کہ ایک موسم کے شروع ہونے کے بعد دوبارہ اسی موسم کے آنے تک بارہ مرتبہ چاند طالع ہوتا ہے تو اس نے بارہ مہینوں کی ایک مدت تجریز کر لی اور اس کا نام سال ہوا۔ جب سالوں کے ذریعہ اوقات کی مد بندی ہونے لگی تو اوقات شماری کی تمام دشواریاں دور ہو گئیں۔ جن لوگوں نے سب سے پہلے ٹھیکل اوقات کی طرف توجہ کی وہ اہل مصر تھے۔ چنانچہ آثار مصر کو دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جہاں وہ ایک مہینہ ظاہر کرنا چاہتے تھے وہاں ہلال کی شکل بنا دیتے تھے اور ۱۰۰ ق م انہوں نے اپنے تہواروں کے ناموں پر بارہ مہینوں کے نام رکھ کر سال کی مد بندی کر لی تھی۔ اور یونان، روم، ہند اور عرب میں بھی قمری مہینوں کا حساب رائج تھا۔ جب اسلام کا لہود ہوا تو اس نے بھی قمری حساب کو برقرار رکھا۔ اور قمری مہینوں ہی کے لحاظ سے سال کی تحدید کی اور مہینوں کے گھٹانے بڑھانے اور آگے پیچھے کرنے سے صوبک دیا۔ کیونکہ زمانہ جہلیت میں عرب اپنی مقصد باری کے لئے اس وقت کے مہینہ کو مؤخر کر دیتے یا حج کے مہینہ کو پیچھے ڈال دیتے تھے۔ یہ سال سنہ مجری کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس کی ابتداء امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے مشورہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت پر رکھی گئی تھی۔ اگرچہ ہجرت کا قاعدہ ۱۲ صفر کو پیش آیا اور ۱۲ ربیع الاول کو آنحضرتؐ کا مدینہ میں ورود ہوا، مگر محرم کی اہمیت و مشہرت اور شہر اطرام میں غایاں ہونے کی وجہ سے اور بایں خیال کہ ہجرت کا ارادہ محرم ہی سے تھا، اسے سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔ اگرچہ قمری حساب سیدھا سلسلہ اور بر قسم کے بیچ و غم سے پاک ہے مگر اس میں یہ دشواری پیش آئی کہ اس کے ذریعہ فصلوں کی مد بندی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ جو مہینہ آج سردی میں آ رہا ہے پھر گرمی میں آنا شروع ہو جائے گا اور جو غزاں میں آ رہا ہے وہ بہار میں آنے لگے گا۔ لہذا یہ نہ بتایا جاسکے گا کہ گرمی کے کون سے ہیں اور سردی کے کون سے۔ کس مہینے میں فصل کاشت ہوگی اور کس مہینے میں کاٹی جائے گی۔ اور مصریوں کو بھی یہی وقت پیش آئی۔ کیونکہ ان کی زندگی کا انعقاد کھیتی باڑی پر تھا، اور ایک برسات سے لے کر دوسری برسات تک انہوں نے بارہ مہینوں کا حساب لگایا تھا۔ مگر برسات تیرہ مہینوں کے بعد آنے لگی۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی ایسی مدت ہوتا چاہیے کہ گرا و سرما اور بہار و غزاں کے موسم کی مد بندی ہو جائے۔ چنانچہ فلکی مطالعہ نے انسان کی رہنمائی کی اور اس نے دیکھا کہ چاند ہر رات کسی نہ کسی ستارے کے پاس نظر آتا ہے اور چونکہ چاند کے نظر آنے کی راتیں اٹھائیس ہوتی ہیں۔ اس لئے اس نے ان ستاروں کی علامت قرار دے کر چاند کی اٹھائیس منزلیں قرار دے لیں۔ ان منزلوں کو ہندی میں پختہ کہا جاتا ہے۔ جواسونی، بھرنی، کرتکا، روہنی وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں اور عربی میں ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

شوطان، بطین، ثریا، دیوان، حقہ، ہنہ، ذراع، نثرہ، طرف، جہہ، زہرہ، صوفہ، عواد، سماء الاعزل، غفر، زبانا، اکلیل، قلب، شولہ، ناعشر، بلدہ، سعد، ذابیح، سعد، بلع، سعد السعود، سعد الاخبیہ، فرغ المقدم، فرغ الموعود، مرشاء۔

پھر اس نے دیکھا کہ منطقۃ البروج پر کئی ستاروں کے جھرمٹ ہی جنہیں قاعدہ سے ملایا جائے تو بارہ مختلف شکلیں بن جاتی ہیں اور انہی شکلوں کے لحاظ سے ان کے نام رکھ لئے گئے۔ ہندی میں انہیں طاس اور عربی میں بھج کہا جاتا ہے۔ ہندی نام یہ ہیں۔ سیکو، برکو، متھن، کرک، سنگھ، کنیا، تلا، برچھک، دھن، مکر، کنبھو، مین۔ اور اسی ترتیب سے عربی نام یہ ہیں۔ حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔

پھر ان منزلوں کو ۳۶۰ درجوں پر تقسیم کیا اور ہر منزل میں چاند کا قیام ۱۲ درجہ اور تقریباً ۵۱ دقیقہ اور ہر برج میں اس کا ٹھہراؤ دو دن آٹھ گھنٹہ قرار دیا۔ پھر یہ دیکھا کہ جس منزل کو چاند شبانہ روز میں طے کرتا ہے، سورج اسے تقریباً ۳۷۵ دنوں میں تمام کرتا ہے جس سے منزلوں کے دن ۳۶۴ بنتے ہیں۔ لیکن سورج اس مقام پر جہاں سے چلا تھا۔ ۳۶۵ دنوں میں پہنچتا ہے۔ اس طرح کہ حمل، ثور، سرطان، اسد اور سنبلہ میں ۳۱، ۳۱، ۳۱ دن، جوزا میں ۳۲ دن۔ میزان، عقرب، دلو اور حوت میں ۳۰، ۳۰، ۳۰ دن اور قوس و جدی میں ۲۹، ۲۹ دن صرف کرتا ہے۔ تو انہوں نے ایام منازل کو دورہ شمسی کے دنوں سے مطابق کرنے کے لئے منزل بھر میں ایک دن کا اضافہ کر کے ۳۶۵ دن کا سال مقرر کر لیا اور موسموں کو ان منزلوں پر تقسیم کر کے فصول اربعہ کی حد بندی کر لی اور اسے شمسی سال سے تعبیر کیا جانے لگا۔ اور بعض ملکوں میں شمسی سال کے باوجود مہینوں کا حساب قمری ہی رہا۔ حالانکہ قمری حساب سے سال کی مدت ۳۵۴ دن ۸ گھنٹے ۴۸ منٹ ۳۲ سیکنڈ ہوتی ہے کیونکہ قمری مہینہ ۲۹ دن یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔ اگرچہ چاند ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۳ منٹ کی مدت میں سمت متقابل کی طرف حرکت کرتا ہوا زمین کے گرد اپنا دورہ مکمل کر لیتا ہے۔ لیکن حرکت ارضی کی وجہ سے چاند کے سفر میں ۲ دن ۲۱ اعشاریہ کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور اسے اپنا سفر تمام کرنے کے لئے ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۳ منٹ ۱۶ سیکنڈ کی مدت درکار ہوتی ہے۔ اس بناء پر وہ کہیں ۲۹ دن کے بعد نظر آتا ہے اور کہیں ۳۰ دن کے بعد۔ اور اسی رویت پر مہینوں کی مدت کا انحصار ہے۔ اور شمسی سال کی مدت ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ ۳۶ سیکنڈ ہوتی ہے۔ اس لئے قمری سال ۱۰ دن ۲۱ گھنٹے ۱۳ سیکنڈ شمسی سال سے چھوٹا ہوگا اور ہر سو سال کے بعد شمسی سال سے تین سال آگے بڑھ جاتے گا۔

چنانچہ اہل کتاب میں سے ایک شخص نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ قرآن میں اصحاب کہف کے متعلق ہے کہ دبستوا فی کھفھم ثلاث مائۃ سنین وازدادوا تسعا دوہ فار میں تین سو برس ٹھہرے اور لوگوں نے نو برس اور بڑھا دیئے اور ہمارے ہاں کی کتاب میں صرف تین سو برس کا ذکر ہے۔ یہ اختلاف کیوں ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ یونانیوں کے تین سو برس عربوں کے تین سو سالوں کے برابر ہوتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ جب ہر سو سال میں تین سال کا اضافہ ہوگا تو تین سو سالوں کے بعد نو سو سالوں کا اضافہ ہونا ہی چاہیئے۔

جن ممالک میں مہینوں کی مدت شمسی سال سے کم ہوتی ہے۔ وہ ان میں دنوں کا اضافہ کر کے اسے شمسی سال سے مطابق کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اہل ہند اپنے مہینوں کا حساب چاند سے کرتے ہیں۔ اس طرح کہ پروا یعنی چاند کے انعطاف سے مہینہ کا آغاز کرتے ہیں۔ اور پورناشی یعنی چاند کے مکمل ہو جانے پر ختم کو دیتے ہیں۔ اور ہر تیسرے سال ایک مہینہ کا اضافہ کر کے اپنے سال کو شمسی سال کے مطابق کر لیتے ہیں۔ ترکوں کے مہینے بھی شمار میں قمری مہینوں کے برابر ہوتے ہیں۔

وہ شمس و قمر کے اتصال سے ابتدا کرتے ہیں اور ہر تیسرے سال ایک ماہ کا اضافہ کر لیتے ہیں۔ اہل فارس اپنے سال کی ابتدا تحویل آفتاب سے کرتے ہیں۔ ان کے مہینوں کے نام یہ ہیں۔

فروردین۔ اردی بہشت۔ خرداد۔ تیر۔ مرداد۔ شہرورد۔ مہر۔ ابان۔ آذر۔ دی۔ بہمن۔ اسفندارند۔

یہ تمام مہینے ۳۰۔۳۱ دن کے ہوتے ہیں جس سے سال کے ۳۶۰ دن بنتے ہیں۔ لیکن وہ اسفندارند کے آخر میں ۵ دنوں کا اضافہ کر کے شمسی سال کے مطابق کر لیتے ہیں۔ اور ۱۲۰ سال کے بعد ایک مہینہ کا اضافہ کر کے بقایا کی کو پورا کر لیتے ہیں۔ اس زائد مہینہ کو ہندی میں لونڈا ترکی میں سوا آئی، اور فارسی میں کبیسہ کہتے ہیں۔ روم میں مہینوں کا حساب چاند سے اور سال کا حساب سورج سے لگایا جاتا تھا۔ جب روم میں جولیس سیزر حکمران ہوا تو اس نے ۲۵ ق م میں دو ہیئت دانوں کی مدد سے سال کی مدت ۳۶۵ دن ۶ گھنٹہ مقرر کی۔ اس طرح کہ فروری کے ۲۹ دن اور باقی مہینوں میں ایک مہینہ تیس دن کا اور دوسرا ۳۱ دن کا قرار دیا۔ اور چھ گھنٹوں کی کچھت کے لئے ہر چوتھے سال فروری میں ایک دن کا اضافہ کر دیا۔ اور اپنے نام پر جون کے بعد والے مہینے کا نام جولائی رکھا۔ اس کے بعد اگست نے جولائی کے بعد والے مہینے کا نام اپنے نام پر اگست رکھا۔ اور فروری سے ایک دن نکال کر اس میں بڑھا دیا۔ یہ حساب صدیوں چلتا رہا۔ لیکن سال کی مدت چونکہ ۳۶۵ دن ۶ گھنٹہ تھی، اس لئے ۴۰۰ سال کے عرصہ میں تحویل آفتاب میں ۳ دن کا فرق پڑ گیا۔ چنانچہ جب ۳۲۵ میں روم کے ہیئت دان ایک سنہ پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ تو اس سال تحویل آفتاب ۲۱ مارچ کو تھی۔ مگر ۴۵ ق م جب یہ سال رائج ہوا تھا تو تحویل آفتاب ۲۵ مارچ کو تھی۔ انہوں نے بتایا کہ شمسی سال کی صحیح مدت چونکہ ۳۶۵ دن ۵ گھنٹہ ۴۸ منٹ ۴۶ سیکنڈ ہے اور ہر سال کا شمار ۳۶۵ دن ۶ گھنٹہ کے حساب سے ہوتا رہا ہے اور ہر سال شمس سال سے ۱۱ منٹ ۱۴ سیکنڈ آگے بڑھتا رہا ہے اس لئے یہ فرق پڑ گیا ہے۔ مگر اس کی تصحیح کی کوئی تدبیر نہ کر سکے۔ آخر ۱۵۸۵ء میں پاپائے اعظم گرگیری نے اس کی طرف توجہ کی اور گزشتہ سالوں میں جو دن زیادہ شمار ہوئے تھے۔ کم کر دیئے اور آئندہ کے لئے ہر تین سال کے دن ۳۶۵، اور چوتھے سال کے دن ۳۶۶ قرار دیئے تاکہ ان چار سالوں میں ہر سال جو ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ ۴۶ سیکنڈ فائدہ ہوتے ہیں ان کی کچھت ہو جائے۔ مگر جب یہ دیکھا گیا کہ اس سے بھی کچھ فرق پڑتا ہے اس طرح کہ کسی تو چار سالوں میں ۱۲ گھنٹے ۱۵ منٹ ۴ سیکنڈ کی ہوتی ہے اور اضافہ ایک دن کی صورت میں ۱۲ گھنٹے کا کیا گیا ہے جس سے ۴۰۰ سال میں ۳ دن کا فرق پڑ جاتا ہے۔ اس لئے پوری مددی والے سالوں میں صرف اس سال میں اضافہ باقی رکھا گیا جو ۴۰۰ پر پورا تقسیم ہو جائے تاکہ یہ بڑھنے والے تین دن کم ہو جائیں۔ لیکن اس صورت میں بھی ۲۶ سیکنڈ ہر سال میں بڑھ جاتے ہیں جو ۲۳۲۳ سال میں ایک دن کے مساوی ہو جائیں گے۔ اس کے تدارک کی یہ صورت نکالی گئی کہ جو سال ۴۰۰ پر پورا تقسیم ہو جائے اس میں ایک دن کا اضافہ نہیں کیا جائے گا لیکن یہ ایک دن تو ۳۳۲۳ سالوں میں بڑھتا تھا اور کسی چار ہزار سال میں ایک دن کی تجویز ہوئی تو اس کے نتیجہ میں بیس ہزار سالوں میں ایک دن پھر بڑھ جائے گا۔ مگر اس کے حل کی ابھی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں کی گئی ہے۔

جس سال میں ایک دن کا اضافہ کیا جاتا ہے اس کے پہچاننے کا حسابی طریقہ یہ ہے کہ سنہ عیسوی کو چار تقسیم

کر دیا جائے۔ اگر ایک باقی رہے تو ۳۶۵ دن والا پہلا سال، دو باقی رہیں تو دوسرا، تین باقی رہیں تو تیسرا، اور پورا تقسیم ہو جائے تو وہ ۳۶۶ دن کا سال ہوگا۔ ایسے سال کو لیپ کا سال کہا جاتا ہے۔

بہر حال اس بیان سے یہ واضح ہو گیا کہ کل سال کبھی شمسی سال سے گھٹے جاتا ہے اور کبھی بڑھ جاتا ہے اور ہر چوتھے سال ایک دن کے اضافہ کی ضرورت پڑ جاتی ہے اور پھر بھی تفاوت رہ جاتا ہے۔ اور پھر اسے وہی کچھ سکتا ہے جو علم فلکیات میں مہارت رکھتا ہو۔ بخلاف قمری حساب کے کہ وہ گھٹائے بڑھائے بغیر بالکل قدرتی حالت میں ہے۔ اور ہر شخص باسانی معلوم کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق عام مشاہد سے ہے۔ اس لئے اسلام نے اعمال و عبادات کی بنیاد زیادہ تر قمری حساب پر رکھی ہے۔ تاکہ تعین اوقات میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ اور جو سورج سے متعلق ہیں جیسے افطار صوم یا اوقات نماز یا نماز آیات قرآن کا تعلق صرف سورج کے مشاہدہ یعنی طلوع و غروب و زوال اور کسوف سے ہے جس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ البتہ کچھ امور ایسے ہیں جو شمسی حساب سے متعلق ہیں مگر وہ اعمال واجہہ پر اثر انداز نہیں ہوتے جیسے نوروز۔ کیونکہ جس دن غدیر خم میں اعلان خلافت علوی ہوا اور جس دن امیر المومنین علیہ السلام زینت افزائے سریر خلافت ہوئے۔ آفتاب مدح حل میں تھا۔ اسی لئے اس دن کی مسرت کو دو چند کرنے کے لئے قمری و شمسی دونوں تاریخوں کو یوم مسرت قرار دیا گیا۔ اسی طرح نوروز کے ۲۳ دن بعد نسیان کا مہینہ شروع ہوتا ہے جس میں برسنے والے پانی پر مختلف سحر و جادو اور دعائیں پڑھ کر پینے سے مختلف نوائید و خواص کا تذکرہ روایات میں ہوا ہے۔ یونہی امام جعفر صادق علیہ السلام نے ماہ حریران کی ساتویں تاریخ کو پھینے لگوانے سے منع کیا ہے اور امام رضا علیہ السلام سے شمسی مہینوں کے لحاظ سے ہر مہینہ کے کچھ اصول و صحت وارد ہوئے ہیں۔

## دُعائے استقبالِ ماہِ رمضان

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنی حمد و سپاس کی طرف ہماری رہنمائی کی اور ہمیں حمد گزائوں میں سے قرار دیا تاکہ ہم اس کے احسانات پر شکر کرنے والوں میں محسوب ہوں اور ہمیں اس شکر کے بدلہ میں نیکو کاروں کا اجر دے۔ اس اللہ تعالیٰ کے لئے حمد و ستائش ہے جس نے ہمیں اپنا دین عطا کیا اور اپنی لطف میں سے قرار دے کر امتیاز بخشا اور اپنے لطف احسان کی راہوں پر چلا یا۔ تاکہ ہم اس کے

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
إِذَا دَخَلَ شَهْرَ رَمَضَانَ؛

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَذَا أَمَّا لِحَمْدِهِ  
وَجَعَلَنَا مِنْ أَهْلِ كُنُوكَ يَوْحَانِهِ  
مِنَ الشَّاكِرِينَ وَلِيَجْزِيَنَا عَنْ ذِيكَ  
جَزَاءَ الْمُحْسِنِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ  
الَّذِي جَعَلَنَا بِدِينِهِ وَاخْتَصَّصَنَا  
بِسُكَّتِهِ وَسَبَّلَنَا فِي سَبِيلِ إِحْسَانِهِ  
لِنَسْئَلُكَ بِمَنِّيهِ إِلَى مَا طَمَّوَانِهِ  
حَمْدًا يَتَقَبَّلُهُ مَسَاوِيذُ ضَمْنِهِ عَمَّا

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ مِنْ بَيْنِكَ  
السَّبَلِ شَهْرَهُ شَهْرَ رَمَضَانَ وَشَهْرَ  
الضِّيَامِ وَشَهْرَ الْإِسْلَامِ وَشَهْرَ  
الظُّهْرِ وَشَهْرَ الْمُتَعَيِّنِ وَشَهْرَ  
الْقِيَامِ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى  
لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَ  
الْفُرْقَانِ قُلْ يَا أَيُّهَا فَضِيلُكَ عَلَى سَائِرِ  
الشُّهُورِ بِمَا جَعَلَ لَهُ مِنَ الْحُرُمَاتِ  
الْمَوْفُورَةِ وَالْفَضَائِلِ الْمَشْهُورَةِ  
فَحَرَّمَ فِيْهِ مَا أَحَلَّ فِي غَيْرِهِ إِعْظَامًا  
وَجَعَلَ فِيْهِ الْمَطَاعَةَ وَالْمُتَّعَاتِ  
الْكَرَامَاتِ وَجَعَلَ لَهُ رُقُبَاتٍ بَيِّنَاتٍ لَا يُجِزُّ  
حَلَّ وَحَرَّمَ أَنْ يُقَدَّمَ قَبْلَهُ وَلَا يُقْبَلَ  
أَنْ يُؤَخَّرَ عَنْهُ ثُمَّ قَطَعَ لَيْلَهُ وَاحِدَةً  
مِّنَ لَّيَالِيهِ عَلَى كَيْلِ أَنْفِ شَهْرِ  
سَمَاءِهَا لَيْلَةُ الْقَدَرِ تَنْزِيلُ الْمَلَائِكَةِ  
وَالزُّوْحُ فِيْهَا بِأَذْنِ رَّبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرِ  
سَلَامٌ دَاخِرُ الْبَرَكَةِ إِلَى طُلُوعِ  
الْفَجْرِ كُلِّ مَنْ بَشَّاهُ مِنْ عِبَادِهِ بِمَا  
أَحَلَّهُ مِنْ قَضَائِهِمُ الْتَهَنُّؤُا عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ قُلْ لَّهِمَّنَا مَعْرِفَةُ  
فَضْلِهِ دَاخِلُ حُرْمَتِهِ وَالتَّحَقُّقُ  
مِمَّا حَقَّرَتْ فِيْهِ دَاخِلُهَا عَلَى  
صِيَامِهِ يَكْفِي الْجَوَارِحَ عَنِ  
مَعَاصِيكَ وَاسْتِغْمَالُهَا فِيْهِ  
بِمَا يُرْضِيكَ حَقٌّ لَا نَحْبِي  
يَا سُبْحَانَا إِلَى لَعْنٍ وَلَا تَسْوِءٍ

فضل وکرم سے ان راستوں پر چل کر اس کی خوشنودی  
تک پہنچیں۔ ایسی حد جسے وہ قبول فرمائے اور جس کی  
وجہ سے ہم سے وہ راضی ہو جائے۔ تمام تعریف اس  
اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے لطف و احسان کے  
راستوں میں سے ایک راستہ اپنے مہینے کا قرار دیا۔  
یعنی رمضان کا مہینہ، صیام کا مہینہ، اسلام کا مہینہ،  
پاکیزگی کا مہینہ، تصفیہ و تطہیر کا مہینہ، عبادت و قیام  
کا مہینہ۔ وہ مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا۔ جو لوگوں  
کے لئے رہنما ہے۔ ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کی  
رکشن صداقتیں رکھتا ہے۔ چنانچہ تمام مہینوں پر اس  
کی فضیلت و برتری کو آشکارا کیا۔ ان فرادوں عزتوں  
اور نمایاں فضیلتوں کی وجہ سے جو اس کے لئے قرار دیں  
اور اس کی عظمت کے اظہار کے لئے جو چیزیں دوسرے  
مہینوں میں جائز کی تھیں اس میں حرام کر دیں اور اس کے  
اصطلاح کے پیش نظر کھانے پینے کی چیزوں سے منع  
کر دیا اور ایک واضح زمانہ اس کے لئے معین کر دیا۔ خدا  
بزرگ برتر یہ اجازت نہیں دیتا کہ اسے اس کے معینہ  
وقت سے آگے بڑھا دیا جائے اور نہ یہ قبول کرتا ہے  
کہ اس سے مؤخر کر دیا جائے۔ پھر یہ کہ اس کی راتوں  
میں سے ایک رات کو ہزار مہینوں کی راتوں کی فضیلت  
دی اور اس کا نام شب قدر رکھا۔ اس رات میں فرشتے  
اور روح القدس ہر اس امر کے ساتھ جو اس کا قطعی  
فیصلہ ہوتا ہے اس کے بندوں میں سے جس پر وہ چاہتا  
ہے نازل ہوتے ہیں۔ وہ رات سراسر سلامتی کی  
رات ہے جس کی برکت طلوع فجر تک دائم و برقرار  
ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل  
فرما اور ہمیں ہدایت فرما کہ ہم اس مہینہ کے فضل و شرف کو

بِأَتَصَلُّونَا إِنْ لَمْ يَكُنْ وَحْدِي لَا تَبْسُطْ  
 أَبْيَدِنَا إِلَى مَحْطُوبٍ وَلَا تَخْطُوبِ  
 مَا قَدَّامَنَا إِلَى مَحْجُوبٍ وَحْدِي لَا  
 تَعْبُطُونَنَا إِلَّا مَا أَهْلَكْتَ وَلَا  
 تَنْطِقُوا إِلَيْنَا إِلَّا بِمَا مَثَلَتْ وَ  
 لَا تَتَكَلَّفْ إِلَّا مَا يَدْفَعُ مِنْ كَوَائِدِكَ  
 وَلَا تَتَعَاظِي إِلَّا أَلَدِي يَقِي مِنْ  
 عِقَابِكَ ثُمَّ خَلِّصْ ذَلِكَ كُلَّهُ مِنْ  
 رِيَاءِ الْمُرَائِينَ وَتَمَتَّعِ الْمُتَمَتِّعِينَ  
 لَا تَشْرِكْ فِيهِ أَحَدًا ذُوْنَكَ وَلَا  
 تَتَّبِعْ فِيهِ مَرَادًا سِوَاكَ - اللَّهُمَّ  
 صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاقْبَلْنَا  
 فِيهِ عَلَى مَوَاقِفِ الطَّلُوبِ  
 الْخَمْسِ بِحُدُودِهَا الَّتِي حَدَّدْتَ  
 وَتَرَوُّضِهَا الَّتِي كَرَّضْتَ وَوَضَّاعِهَا  
 الَّتِي وَطَّطْتَ وَأَوْقَاتِهَا الَّتِي  
 وَكَّلْتَ وَأَنْزَلْنَا فِيهَا مَنَازِلَ  
 الْمُصِيبِينَ لِيَتَأَذَّلَ الْخَافِطِينَ  
 لِزَكَاةِهَا الْمُتَوَكِّلِينَ لَهَا فِي أَوْقَاتِهَا  
 عَلَى مَا سَأَلَهُ عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ  
 صَلَاتُكَ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي زَكَاةِهَا  
 وَسُجُودِهَا وَجَمِيعِ تَوَاضُّعِهَا عَلَى  
 أَتْعَرِ الطَّلُوبِ وَأَسْبَغِهِ وَأَبْنِ  
 الْخَشْيَةِ وَابْلَغِهِ وَوَقِّفْنَا فِيهِ  
 لِأَنَّ نَصْلَ أَهْلِ حَامَتَا يَأْتِي وَ  
 الصَّلَاةِ وَأَنْ تَسْعَاهُ جَنَانًا  
 بِالْإِفْضَالِ وَالْعَطِيَّةِ وَ أ ت

پہنچائیں۔ اس کی عزت و حرمت کو بلند جانیں اور اس  
 میں ان چیزوں سے جن سے تو نے منع کیا ہے اجتناب کر لیں  
 اور اس کے رزے رکھنے میں ہمارے اعضاء کو نافرمانیوں  
 سے رکھنے اور ان کاموں میں مصروف رکھنے سے جو تیری  
 خوشنودی کا باعث ہوں ہماری اعانت فرما، تاکہ ہم نہ  
 یہود باتوں کی طرف کان لگائیں، نہ فسق و فحش کی  
 طرف بے محابا نگاہیں اٹھائیں، نہ حرام کی طرف ہاتھ بڑھائیں  
 نہ امر ممنوع کی طرف پیش قدمی کریں، نہ تیری حلال کی  
 ہونے چیزوں کے علاوہ کسی چیز کو ہمارے شکم قبول کر لیں  
 اور نہ تیری بیان کی ہوئی باتوں کے سوا ہماری زبانیں  
 گویا ہوں۔ صرف ان چیزوں کے بجالانے کا بار اٹھائیں  
 جو تیرے ثواب سے قریب کریں اور صرف ان کاموں  
 کو انجام دیں جو تیرے عذاب سے بچالے جائیں۔ پھر  
 ان تمام اعمال کو ریا کاری کی ریا کاری اور شہرت پسندی  
 کی شہرت پسندی سے پاک کر دے اس طرح کہ تیرے  
 علاوہ کسی کو ان میں شریک نہ کریں اور تیرے سوا  
 کسی سے کوئی مطلب نہ رکھیں۔ اے اللہ! محمدؐ اور  
 ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اس میں نماز  
 ہائے پنجگانہ کے اوقات سے ان حدود کے ساتھ جو  
 تو نے معائن کئے ہیں اور ان واجبات کے ساتھ جو  
 انہوں نے عائد کئے ہیں اور ان آداب کے ساتھ جو تو نے  
 قرار دیئے ہیں اور ان لمحات کے ساتھ جو تو نے مقرر  
 کئے ہیں آگاہ فرما اور ہمیں ان نمازوں میں ان لوگوں کے  
 مرتبہ پر فائز کر جو ان نمازوں کے درجات عالیہ حاصل  
 کرنے والے، ان کے واجبات کی نگہداشت کرنے والے  
 اور انہیں ان کے اوقات میں اسی طریقہ پر جو تیرے  
 عہدِ خاص اور رسولِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

تَحْلِيصَ أَمْوَالِنَا مِنَ التَّجَارَاتِ  
وَأَنْ تُطَهِّرَهَا بِإِحْدَارِجِ  
الْمُزَكَّوِي وَ أَنْ تَرَا جَعَمَ مِنْ  
هَاجِرَتَنَا وَ أَنْ تُنْصِفَ مَرَجِ  
ظُلْمِنَا وَ أَنْ تُسَالِمَ مِنْ عَادَاتِنَا  
حَاشِي مِنْ عُنُودِي فَيْتِكَ وَ لَكَ  
فِيهِ الْعَدُوُّ الَّذِي لَا تُؤَالِيهِ  
وَالْعِزُّ الَّذِي لَا تُصَافِيهِ وَ  
أَنْ تَقْضِي إِلَيْكَ فِيهِ مِنَ الْأَعْمَالِ  
الْمُزَاكِمَةِ بِمَا تُطَهِّرُنَا بِهِ مِنْ  
الذُّلُوبِ وَ تَغْصِمُنَا فِيهِ مِنْ  
نَسَائِفِ مِنَ الْعُيُوبِ حَتَّى لَا  
يُؤَيِّدَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ مَلَائِكِكَ  
إِلَّا دُونَ مَا تُؤَيِّدُ مِنْ أَبْوَابِ  
الطَّاعَةِ لَكَ وَ أَلْوَابِ الْفَرَابَةِ  
إِلَيْكَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ  
هَذَا الشَّهِرِ رَبِّي مَنْ كَعْبَدَ  
لَكَ قَبْلَ مِنْ أِهْتَدَى إِلَى وَتَبِ  
فَنَأْتِي مِنْ مَمْلَكٍ كَلَرَبَّتْنَا أَوْ بَنِي  
أَمْ سَلَكْنَا أَوْ عَبِيدٍ هَسَالِحِ  
اِخْتِصَصْتَهُ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ  
وَ آلِهِ وَ أَهْلِنَا فِيهِ لَنَا وَعَدَاتِ  
أَوْلِيَاكَ مِنْ كَرَامَتِكَ وَ أَوْجِبْ  
لَنَا فِيهِ مَا أَوْجَبْتَ لِأَهْلِ  
الْمَسَاكِينِ فِي طَاعَتِكَ فَاجْعَلْنَا  
فِي نَظْمٍ مَنِ اسْتَحَقَّ الرَّيْسُ  
أَلَّا يَخْلُفَ بِرَحْمَتِكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى

رکوع و سجد اور ان کے تمام فضیلت و برتری کے پہلوؤں  
میں جاری کیا تھا، کامل اور پوری پاکیزگی اور نمایاں و  
مکمل خشوع و فروتنی کے ساتھ ادا کرنے والے ہیں۔ اور  
ہیں اس مہینہ میں توفیق دے کہ نیک و احسان کے ذریعہ  
عزیزوں کے ساتھ صلہ رحمی اور انعام و بخشش سے  
ہمسایوں کی خبر گیری کریں ادا اپنے اموال کو منظوروں سے  
پاک و صاف کریں۔ اور زکوٰۃ دے کر انہیں پاکیزہ طیب  
بنالیں۔ اور یہ کہ جو ہم سے ملیجہ کی اختیار کرے۔ اس کی  
طرف دستِ مصالحت بڑھائیں۔ جو ہم پر ظلم کرے اس  
سے انصاف برہیں۔ جو ہم سے دشمنی کرے اس سے  
صلح و صفائی کریں۔ سوائے اس کے جس سے تیرے لئے  
اور تیری خاطر دشمنی کی گئی ہو۔ کیونکہ وہ ایسا دشمن  
ہے جسے ہم دوست نہیں رکھ سکتے اور ایسے گروہ کا  
دشمن ہے جس سے ہم صاف نہیں ہو سکتے۔ اور ہمیں اس  
مہینہ میں ایسے پاک و پاکیزہ اعمال کے وسیلہ سے تقرب  
حاصل کرنے کی توفیق دے جن کے ذریعہ تو ہمیں گناہوں  
سے پاک کرنے اور از سر نو برائیوں کے ارتکاب سے  
بچالے جائے۔ یہاں تک کہ فرشتے تیرے تیری  
بارگاہ میں جو اعمال نامے پیش کریں وہ ہماری ہر قسم کی  
اطاعتوں اور ہر نوع کی عبادت کے مقابلہ میں سبک  
ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس مہینہ کے حق و حرمت اور  
نیز ان لوگوں کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جنہوں نے  
اس مہینہ میں شروع سے لے کر اس کے ختم ہونے تک  
تیری عبادت کی ہو وہ مقرب بارگاہ فرشتہ ہو یا نبی  
مرسل یا کوئی مرد صالح و برگزیدہ، کہ تو محمد اور ان کی آل  
پر رحمت نازل فرمائے اور جس عزت و کرامت کا تو نے  
اپنے دوستوں سے وعدہ کیا ہے اس کا ہمیں اہل بنا اور

مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَجَبَّتْنَا إِلَيْكَ  
فِي تَوْحِيدِكَ وَالتَّقْصِيرِ فِي تَعْجِيدِكَ  
وَالشُّكِّ فِي دِينِكَ وَالْعَمَلِ عَنْ  
سَبِيلِكَ وَالْإِعْثَالِ لِحُرْمَتِكَ وَ  
الْإِتْخَادِ لِعَدْوِكَ الشَّيْطَانِ  
الْزَّجِيمِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
وَالِهِ فَإِذَا كَانَ لَكَ فِي كُلِّ كَيْلَةٍ  
مِنْ كِبَالِي شَهْرِنَا هَذَا رِقَابٌ يُعْتَقُّهَا  
عَمَلُكَ آمِنْ لَهَا صَفْحَكَ فَاجْعَلْ  
رِقَابَنَا مِنْ تِلْكَ الرِّقَابِ وَاجْعَلْنَا  
يَكْهَرِنَا مِنْ تَحْيِيرِ أَهْلِ وَأَصْحَابِ  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ  
آمِنْ ذُكُوبَنَا مَعَ أَمْعَانِ هَلَاكِهِ  
وَأَسْلَمْنَا عَنَّا كِبَاعِنَا مَعَ الْإِسْلَامِ  
أَيَّامِهِ حَتَّى يَنْقُضِيَ عَمَّا وَكُنَّا  
صَلَّيْنَا فِيهِ مِنَ الْخَطِيئَاتِ وَ  
أَخْلَصْنَا فِيهِ مِنَ الشَّيْئَاتِ اللَّهُمَّ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ فَإِنْ مَلْنَا  
فِيهِ كَعْدًا لَنَا فَإِنْ لُذْنَا فِيهِ كَقَوْمَنَا  
وَإِنْ أَشْتَمَلْ عَلَيْنَا عَدُوُّكَ  
الْغَنَظِيُّ قَاتِلُ شَيْئَانَا وَمِنَ اللَّهِ  
أَشْخَصُهُ بِعِبَادَتِنَا إِيَّاكَ وَتَرَيْنَ  
أَوْقَاتَهُ يَطَاعِنَا نَكَ وَآهِنَا  
فِي تَهَانِهِ عَلَى صِيَامِهِ وَرَفِ  
لَيْلِهِ عَلَى الصَّلَاةِ وَالتَّصَوُّفِ  
إِلَيْكَ وَالْعُشُورِ لَكَ وَالْإِلَاقَةِ  
بَيْنَ يَدَيْكَ حَتَّى لَا يَشْهَدَ

جو انتہائی اطاعت کرنے والوں کے لئے تو نے اجر مقرر  
کیا ہے وہ ہمارے لئے مقرر فرما اور ہمیں اپنی رحمت  
سے اُن لوگوں میں شامل کر جنہوں نے بلند ترین مرتبہ کا  
استحقاق پیدا کیا۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت  
نازل فرما اور ہمیں اس چیز سے بچائے رکھ کہ ہم توحید  
میں کج اندیشی، تیری تجید و بزرگی میں کوتاہی، تیرے  
دین میں شک، تیرے راستے سے بے راہروی اور تیری  
حرمت سے لاپرواہی کریں اور تیرے دشمن شیطان مردود  
سے فریب نمودگی کا شکار ہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور  
اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور جب کہ اس مہینے کی  
راتوں میں ہر رات میں تیرے کچھ ایسے بندے ہوتے ہیں  
جنہیں تیرا غفور و کرم آزاد کرتا ہے یا تیری بخشش دور گرد  
انہیں بخش دیتی ہے تو ہمیں بھی انہی بندوں میں داخل  
کر اور اس مہینہ کے بہترین اہل و اصحاب میں قرار دے۔  
اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اس  
چاند کے گھٹنے کے ساتھ ہمارے گناہوں کو بھی محو کر دے۔  
اور جب اس کے دن ختم ہونے پر آئیں تو ہمارے گناہوں  
کا وبال ہم سے دور کر دے تاکہ یہ مہینہ اس طرح تمام ہو  
کہ تو ہمیں خطاؤں سے پاک اور گناہوں سے بری  
کر چکا ہو۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت  
نازل فرما اور اس مہینہ میں اگر ہم حق سے منہ موڑیں تو  
ہمیں سیدھے راستہ پر لگا دیے اور مجرہ دی اختیار  
کریں تو ہماری اصلاح و درستگی فرما اور اگر تیرا دشمن  
شیطان ہمارے گرد احاطہ کرے تو اس کے پنجے سے  
چھڑالے۔ بارِ الہا! اس مہینہ کا دامن ہماری عبادتوں  
جو تیرے لئے بجالائی گئی ہوں بھر دے اور اس کے  
لحمت کو ہماری اطاعتوں سے سجا دے اور اس کے

نَهَارَهُ عَلَيْنَا بِعَقْلِكَ وَلَا لَيْلَهُ  
بِتَقْرِيطِ أَلْفُكُمُ وَاجْعَلْنَا فِي  
سَائِرِ الشُّهُورِ وَالْأَيَّامِ كَذَلِكَ  
مَا عَمَرْتَنَا وَاجْعَلْنَا مِنْ  
عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ الَّذِينَ  
يَرْتَوْنَ الطُّرُودَ وَسُحُورَ فِيهَا  
خَالِدُونَ - وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ  
مَا آتَوْا وَقَلَّوْبُهُمْ وَجَعَلُوا  
أَنفُسَهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ وَ  
مِنَ الَّذِينَ يُبَارِعُونَ فِي  
الْعَمَلَاتِ وَهُمْ لَهَا سَافِكُونَ  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
فِي كُلِّ وَقْتٍ وَكُلِّ آدَابٍ وَ  
عَلَى كُلِّ حَالٍ عَدَدَ مَا صَلَّيْتَ  
عَلَى مَنْ صَلَّيْتَ عَلَيْهِ كَأَضْعَافِ  
ذَلِكَ كُلِّهِ بِالْأَضْعَافِ أَلْفٍ لَا  
يُحْصِيهَا غَيْرُكَ إِنَّكَ تَعَالَى  
لَهُمَا حُرِيْدٌ -

دنوں میں روزے رکھنے اور اس کی راتوں میں نمازیں  
پڑھنے، تیرے حضور گڑا گڑا بنے، تیرے سامنے عجز و  
الحاج کرنے اور تیرے درپردہ ذلت و خواری کا مظاہرہ  
کرتے، ان سب میں ہماری مدد فرما۔ تاکہ اس کے دن  
ہمارے غلات غلت کی اور اس کی راتیں کوتاہی و  
تقصیر کی گواہی نہ دیں۔ اے اللہ تمام مہینوں اور دنوں  
میں جب تک تو ہمیں زندہ رکھے، ایسا ہی قرار دے۔  
اور ہمیں اُن بندوں میں شامل فرما جو فردوس بریں کی زندگی  
کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وارث ہوں گے۔ اور وہ کہ  
جو کچھ وہ خدا کی راہ میں دے سکتے ہیں، دیتے ہیں۔  
پھر بھی اُن کے دلوں کو یہ کشکا لگا رہتا ہے کہ انہیں  
اپنے پروردگار کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ اور اُن لوگوں  
میں سے جو نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی تو وہ لوگ  
ہیں جو بھلائیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں۔ اے اللہ!  
محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ہر وقت اور ہر گھڑی اور ہر حال میں  
اس قدر رحمت نازل فرما جتنی تو نے کسی پر نازل کی ہو  
اور ان سب رحمتوں سے درگنی چوگنی کہ جسے تیرے علاوہ  
کوئی شمار نہ کر سکے۔ بے شک تو جو چاہتا ہے وہی  
کرنے والا ہے۔

یہ دُعا ماہِ رمضان کے غیر مقدم کے سلسلہ میں ہے۔ ماہِ رمضان قمری سال کا نواں مہینہ ہے جس میں طوابعِ صمدِ ق  
سے لے کر طروبِ آفتاب تک چند امور بقصد قربت ترک کئے جاتے ہیں جیسے کھانا، پینا وغیرہ۔ اس ترک کا نام روزہ ہے  
جو اسلامی عبادات میں ایک اہم عبادت ہے۔ روزہ صرف مذہبِ اسلام ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام اہلِ مذہب کسی  
و کسی صورت میں روزہ رکھتے اور اس کی افادیت کا اقرار کرتے ہیں۔ البتہ ماہِ رمضان میں روزہ رکھنا اسلام سے منقص ہے۔  
اسی لئے حضرتؐ نے اسے شہرِ الاسلام (اسلام کا مہینہ) فرمایا ہے۔ اس مہینہ کو ماہِ رمضان کے نام سے موسوم کرنے  
کے سلسلہ میں چند اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ رمضان، سے ماخوذ ہے اور تقی کے معنی دُھوپ کی شدت سے پتھر، ریت وغیرہ کے گرم ہونے

کے ہیں۔ اسی لئے جتنی ہوئی زمین کوہِ رمضان کہا جاتا ہے۔ اور جب پہلی دفعہ روزے واجب ہوئے تو ماہِ رمضان سخت گرمی میں پڑتا تھا۔ اور ریزوں کی وجہ سے گرمی و قبض کا احساس بڑھاتا اس مہینہ کا نام ماہِ رمضان مینی ماہِ آتش فشاں پڑ گیا یا اس لئے کہ یہ مہینہ گناہوں کو اس طرح جلاتا اور فنا کرتا ہے جس طرح سورج کی تمازت زمین کی رطوبتوں کو جلاتی اور فنا کرتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:-

انما سمي رمضان لان رمضان  
يرمض الذنوب۔  
ماہِ رمضان کو ماہِ رمضان اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ  
گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رمضان سے ماخوذ ہے اور رمضان اس ابرو باداں کو کہتے ہیں جو موسمِ گرما کے اخیر میں آئے اس سے گرمی کی تیزی دلد ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ مہینہ بھی گناہوں کے جوش کو کم کرتا اور برائیوں کو دھو ڈالتا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ عربوں کے قول رمضان المنصل سے ماخوذ ہے جس کے معنی دو پتھروں کے درمیان پھری تلوار یا نیزہ کے پھلنے کو رکھ کر تیز کرنے کے ہیں۔ اور عرب اس مہینہ میں اپنے ہتھیاروں کو تیز کیا کرتے تھے تاکہ اٹھرا حرام کے شروع ہونے سے پہلے ماہِ شوال میں اپنی جنگ جو یاہِ طبیعت کے تقاضے پورے کر سکیں۔

چوتھا قول یہ ہے کہ یہ رمضان سے ماخوذ ہے جس کے معنی قلع و اضطراب محسوس کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس مہینہ میں بھوک پیاس کی وجہ سے بے چینی محسوس کی جاتی ہے اس لئے اسے ماہِ رمضان کے نام سے موسوم کیا گیا۔

پانچواں قول یہ ہے کہ یہ مشتق نہیں ہے بلکہ اللہ کا نام ہے اور چونکہ اس مہینہ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی نسبت حاصل ہے اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو کر ماہِ رمضان کہلا جاتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

لا تقولوا هذا رمضان ولا ذهاب  
رمضان ولا جاء رمضان فان رمضان  
اسم من اسماء الله تعالى وهو عز وجل  
لا يجبي ولا يذهب ولكن  
قولوا "شهر رمضان"۔  
یہ نہ کہا کرو کہ ماہِ رمضان ہے، اور نہ رمضان گیا، اور  
رمضان آیا۔ اس لئے کہ رمضان، اللہ سبحانہ کے ناموں  
میں سے ایک نام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کہیں آتا جاتا نہیں۔  
لہذا ماہِ رمضان کہا کرو۔

ماہِ رمضان اس انتساب اور اپنے فیوض و برکات کے لحاظ سے تمام مہینوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:-

قد اقبل اليكم شهر الله بالبركة  
والرحمة والمغفرة شهر هو عند الله  
افضل الشهور و ايامه افضل الايام  
وليله افضل الليالي وساعاته افضل  
الساعات۔  
تمہاری طرف اللہ کا مہینہ برکت، رحمت اور مغفرت کا  
پیغام لے کر بڑھ رہا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے  
نزدیک تمام مہینوں سے افضل ہے۔ اس کے دن تمام  
دنوں سے افضل، اس کی راتیں تمام راتوں سے بہتر۔ اس کے  
لحظے تمام لمحوں سے بہتر ہیں۔

اس مہینہ کی راتوں میں سے ایک رات لیلة القدر کے نام سے موسوم ہے جس میں بجالاتے ہوئے اعمال و عبادات ہزار مہینوں کے اعمال سے بہتر ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

العمل فیہا خیر من العمل فی الف شهر  
لیس فیہا لیلة القدر۔  
اس رات میں اعمال اُن ہزار مہینوں کے اعمال سے بہتر ہیں جن میں لیلة القدر نہ ہو۔

اسی مہینہ میں تمام آسمانی کتابیں نازل ہوئیں اور اسی مہینہ میں قرآن مجید نازل ہوا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے۔  
شہد رمضان الذی انزل فیہ القرآن حدیث  
رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا وہ لوگوں  
لناس و بینات من الہدی و الفرقان،  
کے لئے رہنما ہے اور ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کی  
روشن نشانیاں رکھتا ہے۔

اس مہینہ کو روزوں سے مختص کرنے میں یہ مصلحت بھی ہو سکتی ہے کہ قرآن کی یاد تازہ رہے اور روزہ و عبادت کے جلو میں اس کے نوبل کی تقریب کو منایا جاسکے اور یوں بھی عمل و عبادت کے لئے وقت و زمانہ کی پابندی اس کے بجالاتے کی قوی محرک ہوتی ہے۔ اگر روزوں کا زمانہ مقرر نہ ہوتا اور لوگوں کو یہ اختیار ہوتا کہ وہ سال میں جب چاہیں روزہ رکھ لیں، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ بیشتر افراد روزہ رکھنے میں ٹال مٹول سے کام لیتے، اور آج کل کر کے پورا سال گزار دیتے اور ایک آدھ دن بھی روزہ رکھنے کی توفیق نصیب نہ ہوتی۔ اور اگر ایک آدھ روزہ رکھ لیتے تو اس پر کوئی فائدہ مرتب نہ ہوتا بلکہ ایک معنادار زندگی میں خلل پیدا ہوتا اور پھر ہر شخص ایسے ہی زمانہ میں روزہ رکھتا جس میں روزے کی تکلیف کا احساس کم ہوتا اور مختلف محسوسوں میں روزہ رکھنے سے جو مختلف اثرات صحت انسانی پر پڑتے ہیں اُن سے محروم ہونا پڑتا۔ اس کے علاوہ عبادت میں ہم آہنگی و اجتماعی شان باقی نہ رہتی اور ایک رنگی ہی وہ چیز ہے جس سے تقی بھی خوشگوار ہو جایا کرتی ہے چنانچہ جب کوئی شخص دوسروں کو بے روزہ دیکھتا ہے اور خود روزہ سے ہوتا ہے تو اسے روزہ گراں گزرتا ہے۔ مگر دوسروں کو روزہ دار دیکھتے سے اس کی ناخوشگوار بارِ خاطر نہیں ہوتی۔ چنانچہ جب سفر یا مرض کی وجہ سے روزے قضا ہو جاتے ہیں اور بعد میں رکھنا پڑتے ہیں تو وہ ماہِ رمضان کے روزوں کی بہ نسبت شاق گزرتے ہیں اور دل میں رمضان کے روزوں کا سادولہ و جوش پیدا نہیں ہوتا۔ اور اس تحدیدِ اوقات سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان دوسروں کی دیکھا دیکھی روزہ رکھ لیتا ہے اور بے روزہ رہنے سے شرم و خجالت محسوس کرتا ہے۔ اسلامی روزہ فقط تعیینِ مدت ہی کے لحاظ سے امتیاز نہیں رکھتا کہ اسے آگے پیچھے نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ بھی چند وجوہ سے خصوصی امتیازات کا حامل ہے۔ چنانچہ اسلام نے روزوں کی مدت نہ اتنی مختصر رکھی ہے کہ ان سے کوئی فائدہ و نتیجہ حاصل نہ ہو اور نہ اتنی طویل کہ زندگی کے معمول میں فرق پڑے۔ اور اس سے عہدِ بزرگوار میں دشواری محسوس ہو۔ اس معتدل مدت کے ساتھ روزہ کے اوقات بھی بالکل طبعی ہیں۔ یعنی طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک، جنہیں بڑی آسانی سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح پوری مدت کی تعیین میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ یوں، کہ ایک چاند دیکھو تو روزے شروع کر دو اور دوسرا چاند دیکھو تو ختم کر دو۔ بخلاف دوسرے مذاہب کے کہ اُن کے طالع روزہ رکھنے کے لئے پورا حساب لگانے کی ضرورت پڑتی ہے اور بغیر حساب دانی کے نہ شروع کا وقت معلوم

ہو سکتا ہے اور نہ ختم کا۔ اور پھر اسلامی روزہ صرف دن کے اوقات میں ہوتا ہے جب کہ انسان چلتا پھرتا اور حرکت کرتا رہتا ہے۔ اور طبی حیثیت سے یہ مسئلہ طور پر ثابت ہے کہ جب انسان کے بدن میں حرکت نہ ہو تو اس حالت میں خالی پیٹ رہنا صحت کو مستند نقصان پہنچاتا ہے۔ اس لئے آئمہ اہل بیتؑ نے رات کے وقت کچھ نہ کچھ کھاپی کر سونے کی ہدایت کی ہے۔ اور صوم وصال یعنی روزوں کو ملا کر رکھنے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ تاکہ روزہ میں رات کا حصہ شامل نہ ہونے پائے۔ اس کے برخلاف یہود و نصاریٰ وغیرہ کے ہاں رات کا حصہ بھی شامل ہوتا ہے۔ چنانچہ یہودیوں کا روزہ ۲۲ گھنٹہ سے لے کر ۲۶ گھنٹہ تک کا ہوتا ہے۔ اور اتنا طویل فائدہ یقیناً صحت جسمانی کے لئے مضر ہوتا ہے۔ اور پھر روزہ کا سب سے اہم مقصد ضبط نفس کی مشق ہے اور یہ مقصد رات کے روزہ سے حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ رات تو سونے میں گٹ جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ خواہشات و ہذبات بھی سو جاتے ہیں۔ اس لئے خواہشات نفس کو روکنے کی ریاضت نہ ہو سکے گی۔ یہ ریاضت تو دن ہی کے روزہ سے ہو سکتی ہے جس سے انسان رفتہ رفتہ اپنے خواہشات پر قابو پا لیتا ہے۔ کبھی خواہشات پر اقتدار صرف اس حد تک ہوتا ہے کہ انسان بھوک پیاس کے ہوتے ہوئے نہ کھساتا ہے نہ پیتا ہے۔ اور کبھی زبان، آنکھ، کان پر بھی قابو پالیتا ہے اور انہیں بے راہ نہیں ہونے دیتا۔ اور کبھی اپنے خیالات تصور پر بھی قابو حاصل کر لیتا ہے۔ اس اعتبار سے روزہ دار تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو صرف کھانے پینے اور دوسرے مضطرب سے اجتناب کرتے ہیں۔ یہ عوام کا گروہ ہے۔ اور دوسرے وہ جو ہر تن روزہ دار ہوتے ہیں اور کسی عضو کو گناہ سے آلودہ نہیں ہونے دیتے۔ یہ عوام کی جماعت ہے اور دراصل روزہ دار یہی لوگ ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

اذا صمت فليصم سمعك وبصرك  
وشعرك وجلدك ولا يكون صومك  
كيوم فطرک

جب دن رکھو تو تمہارے کان، آنکھ، بال اور جسم کی کھال  
تک روزہ دار ہو اور تمہارے روزہ کا دن بے روزہ والے  
دن کے مانند نہ ہونا چاہیے۔

اور تیسرے وہ جو اپنے دل و دماغ کو ہر قسم کے خیالات فاسدہ اور تعصبات باطلہ سے پاک و صاف رکھتے ہیں۔ اور ہر تن اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مستغرق رہتے ہیں۔ یہ مقربین کی جماعت ہے۔ چنانچہ امام زین العابدین علیہ السلام کے متعلق وارد ہوا ہے کہ ماورے مغان میں آپ کی زبان اقدس سے دُعا و تسبیح اے تکبیر و استغفار کے علاوہ کوئی کلمہ سننے میں نہ آتا تھا۔ یہاں تک کہ تمام ماورے مبارک اسی طرح سے گزر جاتا تھا۔

دُعائے وداع ماہ رمضان

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فِي وَدَاعِ شَهْرِ رَمَضَانَ  
اللَّهُمَّ يَا مَنْ لَا يُوْغِبُ فِي الْجَزَاءِ

اے اللہ! اے وہ جو (اپنے احسانات) کا بدلہ نہیں لیتا

يَا مَنْ لَا يَنْدَمُ عَلَى الْعَطَاوِ وَيَا  
 مَنْ لَا يَكْفِي عَبْدَهُ عَلَى السَّوَادِ  
 مِثْلَكَ ابْنِ آدَمَ وَغَفُوكَ تَفْضُلُ  
 وَغَفُوبَتِكَ عَدْلُ وَقَصَبًا ذَكَ  
 خَيْرًا إِنْ أُعْطِيتَ لَمْ تَنْشَبْ عَطَاكَ  
 بِمَنْ فَإِنْ مَنَعْتَ لَمْ يَكُنْ مَنَعُكَ  
 تَعَذُّبًا تَشْكُرُ مِنْ شُكْرِكَ وَأَنْتَ  
 الْهَيْئَةُ شُكْرُكَ وَتُكَافِي مَنْ حَمِدَكَ  
 وَأَنْتَ عَلَمَتُهُ حَمْدُكَ كَسَيِّدٍ عَلَى  
 مَنْ نُوْهِسْتَ فَضَحَّتْهُ وَتَجَوَّدَ عَلَى  
 مَنْ كُوْهِسْتَ مَنَعَتْهُ وَكَلَاهُمَا  
 أَهْلٌ مِّنْكَ لِلْفَضِيلَةِ وَالْمَنْعِ غَيْرُ  
 أَنْتَ بَدِيتَ أَعْمَالَكَ عَلَى التَّفْضِيلِ  
 وَأَجْرِيكَ قَدَّرْتَكَ عَلَى الشَّجَاوِزِ  
 وَتَلَقَّيْتَ مِنْ عَصَاكَ يَا حَلِيمٌ وَ  
 أَهْلَتْ مِنْ قَصْدٍ لِنَفْسِهِ يَا ظَلِيمٌ  
 كَسُنْظَرُهُمْ يَا نَارِيكَ إِلَى الْإِنَابَةِ  
 وَتَنَارِكَ مُعَا جَلَّتْهُمْ إِلَى التَّوْبَةِ  
 لِكَيْلِكَ هَيْدِكَ عَلَيْكَ هَا بَكُفُّهُ وَ  
 لَا تَشْفِي بِنِعْمَتِكَ شَقِيَّةً لَهُمْ إِلَّا عَنْ  
 طَوْلِ الْإِعْدَاءِ إِلَيْهِ وَبَعْدَ تَرَادُفِ  
 الْحَبْلِ عَلَيْهِ كَرَمًا مِنْ غَفُوكَ يَا  
 كَرِيمٌ وَعَايِدَةً مِنْ عَطْفِكَ يَا حَلِيمٌ  
 أَنْتَ الَّذِي قَدَحْتَ لِعِبَادِكَ بَابًا إِلَى  
 غَفُوكَ وَسَمَّيْتَهُ الْقَوْبَةَ وَجَعَلْتَ  
 عَلَى ذَلِكَ الْبَابِ دَلِيلًا مِنْ وَجْهِكَ  
 لِئَلَّا يَضِلُّوا عَنْهُ فَقُلْتَ تَبَارَكَ

اسے وہ جو عطا و بخشش پر پشیمان نہیں ہوتا اسے وہ جو  
 اپنے بندوں کو (ان کے عمل کے مقابلہ میں) نپا تھا اجر نہیں  
 دیتا۔ تیری نعمتیں بغیر کسی سابقہ استحقاق کے ہیں اور تیرا  
 عفو و درگزر تفصل و احسان ہے۔ تیرا سزا دینا عین عدل  
 اور تیرا فیصلہ خیر و بہبودی کا حامل ہے۔ تو اگر دیتا ہے تو  
 اپنی عطا کو منت گزاری سے آلودہ نہیں کرتا اور اگر منع کر  
 دیتا ہے تو یہ ظلم و زیادتی کی بنا پر نہیں ہوتا۔ جو تیرا شکر  
 ادا کرتا ہے تو اس کے شکر کی جزا دیتا ہے۔ حالانکہ تو ہی  
 نے اس کے دل میں شکر گزاری کا القا کیا ہے اور جو تیری  
 حمد کرتا ہے اُسے بدلہ دیتا ہے۔ حالانکہ تو ہی نے اُسے  
 حمد کی تعلیم دی ہے۔ اور ایسے شخص کی پردہ پوشی کرتا  
 ہے کہ اگر چاہتا تو اُسے رسوا کر دیتا۔ اور ایسے شخص کو  
 دیتا ہے کہ اگر چاہتا تو اُسے نہ دیتا۔ حالانکہ وہ دونوں  
 تیری بارگاہ عدالت میں رسوا و محروم کئے جانے ہی کے  
 قابل تھے مگر تو نے اپنے افعال کی بنیاد تفصل و احسان  
 پر رکھی ہے اور اپنے اقتدار کو عفو و درگزر کی راہ پر لگایا  
 ہے۔ اور جس کسی نے تیری نافرمانی کی تو نے اس سے  
 بردباری کا رویہ اختیار کیا۔ اور جس کسی نے اپنے نفس  
 پر ظلم کا ارادہ کیا تو نے اسے مہلت دی، تو ان کے  
 رجوع ہونے تک اپنے ظلم کی بنا پر مہلت دیتا ہے  
 اور توبہ کرنے تک انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا تا کہ  
 تیری منشا کے خلاف تباہ ہونے والا تباہ نہ ہو اور تیری  
 نعمت کی وجہ سے بد بخت ہونے والا بد بخت نہ ہو مگر  
 اس وقت کہ جب اس پر پوری عذر داری اور اتمامِ حجت  
 ہو جائے۔ اے کریم! یہ (اتمامِ حجت) تیرے عفو و درگزر کا  
 کرم، اور اے بردبار تیری شفقت و مہربانی کا فیض ہے  
 تو ہی ہے وہ جس نے اپنے بندوں کیلئے عفو و بخشش کا دروازہ

اَسْمُكَ تَوَلَّوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا  
 عَسَىٰ رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ  
 وَيُهْدِيَكُمْ لِحَبَابٍ طَيِّبٍ مِّنْ تَحْتِهَا  
 الْاَنْهَارُ يَوْمًا لَا يُخْزِي اللّٰهُ الشَّيْءَ وَ  
 الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ تَوَّابًا هُمْ يَسْتَعِيْ  
 بُنَ اٰيٰتِيْهِمْ وَيَاٰتِيٰنَا بِهِمْ يَقُوْلُوْنَ  
 مَا تَبَا اٰلِيْهُمْ لَنَا تَوَّابًا فَاَعْفُوْا لَنَا  
 اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فَمَا عُدُوْ  
 مِنْ اَسْفَلَ دَعُوْا ذٰلِكَ الْمَلٰٓئِیْلَ  
 بَعْدَ فَتْحِ الْبَابِ فَلَمَّا فُتِحَ الْبَابُ  
 وَ اَنْتَ الَّذِيْ زِدْتَ فِي السَّنَنِ  
 عَلٰی نَفْسِكَ رِجَالًا وَ تَرِيْدُ رَبِّهِمْ  
 فِي مَتَاجِرِهِمْ لَكَ وَ قُوْرٌ هُمْ  
 بِالْوَفَادَةِ عَلٰیكَ وَالْزِيَادَةِ مِنْكَ  
 قُلْتُ تَبَارَكَ اِسْمُكَ وَ كَعَالِيَّتُ  
 مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ  
 اَمْثَلِهَا وَ مَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا  
 يُجْزٰی اِلَّا بِمِثْلِهَا وَ قُلْتُ مَعَلُ  
 الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ  
 سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمِثْلِ حَبَّةٍ اَنْ تُبَسِّتَ  
 سَبْعَ سَنَآیْلٍ فِيْ كُلِّ سَنَبْلَةٍ  
 مَا فَ حَبَّةٌ وَ اللّٰهُ يَغْفِرُ لِمَنْ  
 يَّشَآءُ وَ قُلْتُ مَنْ ذَا الَّذِيْ  
 يَقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفُهٗ  
 لَهُ اَمْضَاعًا كَثِيْرَةً وَ مَا اَنْزَلْتُ  
 مِنْ نُّطْقٍ لِّرِیْهِنٍ فِي الْقُرْآنِ مِنْ  
 تَضَاعِيْفِ الْحَسَنَاتِ وَ اَنْتَ

کھولا ہے اور اس کا نام توبہ رکھا ہے اور تو نے اس  
 دروازہ کی نیٹلفی کے لئے اپنی وحی کو رہبر قرار دیا ہے  
 تاکہ وہ اس دروازہ سے بھٹک نہ جائیں چنانچہ اے مبارک  
 نام والے تو نے فرمایا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں سچے دل  
 سے توبہ کرو۔ امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہوں  
 کو محو کر دے اور تمہیں اس بہشت میں داخل کرے جس  
 کے (عملات و باغات کے) نیچے نہریں بہتی ہیں۔  
 اس دن جب خدا اپنے رسولؐ اور ان لوگوں کو جو  
 اس پر ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا بلکہ ان  
 کا نور ان کے آگے آگے اور ان کی دائیں جانب  
 چلتا ہو گا اور وہ لوگ یہ کہتے ہوں گے کہ اے ہمارے  
 پروردگار! ہمارے لئے ہمارے نور کو کامل فرما اور  
 ہمیں بخش دے۔ اس لئے کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔  
 تو اب جو اس گھر میں داخل ہونے سے غفلت کرے  
 جب کہ دروازہ کھولا اور رہبر مقرر کیا جا چکا ہے تو  
 اس کا مدد وہاں نہ کیا ہو سکتا ہے؟ تو وہ ہے جس نے  
 اپنے بندوں کے لئے دین میں اُسکے زخموں کا دھڑ  
 لے لیا ہے اور یہ پایا ہے کہ وہ جو سودا تجھ سے  
 کریں اُس میں انہیں نفع ہو اور تیری طرف بڑھنے او  
 زیادہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔ چنانچہ تو نے کہ  
 جو مبارک نام والا اور بلند مقام والا ہے، فرمایا ہے۔  
 ”جو میرے پاس نیکی لے کر آئے گا اُسے اس کا دس گنا  
 اجر ملے گا اور جو بُرائی کا مرتکب ہو گا تو اس کو بُرائی  
 کا بدلہ بس اتنا ہی ملے گا جتنی بُرائی ہے۔“ اور  
 تیرا ارشاد ہے کہ: ————— ”جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں  
 اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس بیج کی سی ہے  
 جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے

الَّذِي دَلَّاهُمْ بِقَوْلِكَ مِنْ  
 غَيْبِكَ وَتَرْغِيْبِكَ الَّذِي فِيهِ  
 حِفْظُهُمْ عَلَى مَا لَوْ سَكَتَتْهُ عَنْهُمْ  
 لَمْ تَدْرِكْهُ أَبْصَارُهُمْ وَلَمْ تَعْلَمِ  
 أَسْمَاعُهُمْ وَلَمْ تَلْحَقْهُ أَوْهَانُهُمْ  
 فَكَلَّمْتَ إِذْ كَرِهْتَنِي أَذْكُرْكُمْ وَأَشْكُرْكُمْ  
 لِي وَلَا تَكْفُرُونِ - وَقُلْتُ لَأَكُنَّ  
 شَاكِرُكُمْ لَا أَبْزِيْدُكُمْ وَلَكِنْ  
 كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ  
 وَقُلْتُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ  
 إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ  
 عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ  
 دَاخِرِينَ كَسَمَّيْتُ دُعَاءَكَ  
 عِبَادَةً وَتَزَكُّهُ اسْتِكْبَارًا  
 وَكَوَعَدْتُ عَلَى تَزَكُّهِ دُخُولَ  
 جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ لَذَاكِرُوكَ  
 بِمَنِّكَ وَتَشْكُرُوكَ بِفَضْلِكَ  
 وَدَعَاكَ بِأَمْرِكَ وَتَصَدَّقُوا  
 لَكَ طَلَبًا لِيَبْزِيْدَكَ وَفِيهَا كَانَتْ  
 نَجَاتُهُمْ مِنْ غَضَبِكَ وَكَوَرُّهُمْ  
 بِرِضَاكَ وَكَوَدَلٌ مَخْلُوقِي  
 مَخْلُوقًا مِنْ نَفْسِهِ عَلَى مِثْلِ  
 الَّذِي دَلَّاهُمْ عَلَيْهِ عِبَادَتَكَ  
 مِنْكَ كَانَ مَتَمُودًا لَكَ  
 الْحَمْدُ مَا وَجَدَنِي حَمْدُكَ  
 مَذْهَبٌ وَمَا بَقِيَ لِلْحَمْدِ لَفْظٌ  
 يُحْمَدُ بِهِ وَمَعْنَى يَنْصَرِفُ

ہوں اور خدا جس کے لئے چاہتا ہے دگنا کر دیتا ہے۔  
 — اور تیرا ارشاد ہے کہ: — کون سے جو اللہ  
 کو قرضِ حسنہ دے تاکہ خدا اس کے مال کو کئی گنا زیادہ  
 کر کے ادا کرے۔ اور ایسی ہی افزائشِ حسنت کے وعدے  
 پر مشتمل دوسری آیتیں کہ جو تو نے قرآن مجید میں نازل  
 کی ہیں اور تو ہی وہ ہے جس نے وحی و غیب کے  
 کلام اور ایسی تریب کے ذریعہ کہ جو ان کے فائدہ پر  
 مشتمل ہے ایسے امور کی طرف ان کی رہنمائی کی کہ اگر  
 ان سے پوشیدہ رکھتا تو نہ ان کی آنکھیں دیکھ سکتیں نہ  
 ان کے کان سن سکتے اور نہ ان کے تصورات وہاں تک  
 پہنچ سکتے۔ چنانچہ تیرا ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد رکھو میں  
 بھی تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوں گا۔ اور میرا شکر ادا  
 کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔ — اور تیرا ارشاد ہے  
 کہ: — اگر میرا شکر کر دے تو میں یقیناً تمہیں زیادہ دے دوں گا  
 اور اگر ناشکری کی تو یاد رکھو کہ میرا عذاب سخت عذاب  
 ہے۔ — اور تیرا ارشاد ہے کہ — مجھ سے دعا مانگو  
 تو میں قبول کروں گا۔ وہ لوگ جو غرور کی بنا پر میری  
 عبادت سے منہ موڑ لیتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر  
 جہنم میں داخل ہوں گے۔ — چنانچہ تو نے دعا کا نام  
 عبادت رکھا اور اس کے ترک کو غرور سے تعبیر کیا اور  
 اس کے ترک پر جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہونے سے  
 ڈرایا۔ اس لئے انہوں نے تیری نعمتوں کی وجہ سے  
 تجھے یاد کیا، تیرے فضل و کرم کی بنا پر تیرا شکر ادا  
 کیا، اور تیرے حکم سے تجھے پکارا اور (نعمتوں میں)  
 طلبِ افزائش کے لئے تیری راہ میں صدقہ دیا۔ اور تیری  
 یہ رہنمائی ہی ان کے لئے تیرے غضب سے بچاؤ اور  
 تیری خوشنودی تک رسائی کی صورت تھی۔ اور جن باتوں

کی تو نے اپنی جانب سے اپنے بندوں کی راہنمائی کی ہے  
 اگر کوئی مخلوق اپنی طرف سے دوسرے مخلوق کی ایسی ہی  
 چیزوں کی طرف راہنمائی کرتا تو وہ قابلِ تحسین ہوتا۔ تو  
 پھر تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے۔ جب تک تیری  
 حمد کے لئے راہ پیدا ہوتی رہے اور جب تک حمد کے  
 وہ الفاظ جن سے تیری تحمید کی جاسکے اور حمد کے وہ  
 معنی جو تیری حمد کی طرف پلٹ سکیں باقی رہیں۔ لے  
 وہ جو اپنے فضل و احسان سے بندوں کی حمد کا سزاوار ہو  
 ہے اور انہیں اپنی نعمت و بخشش سے ڈھانپ لیا،  
 ہم پر تیری نعمتیں کتنی آشکارا ہیں اور تیرا انعام کتنا فراوان  
 ہے اور کس قدر ہم تیرے انعام و احسان سے مخصوص ہیں  
 تو نے اس دین کی جسے منتخب فرمایا اور اس طریقہ کی  
 جسے پسند فرمایا اور اس راستہ کی جسے آسان کر دیا  
 ہمیں ہدایت کی اور اپنے ہاں قرب حاصل کرنے اور  
 عزت و بزرگی تک پہنچنے کے لئے بصیرت دی۔ یا رب  
 الہا! تو نے ان منتخب فرائض اور مخصوص واجبات  
 میں سے ماہِ رمضان کو قرار دیا ہے جسے تو نے تمام  
 مہینوں میں امتیاز بخشا، اور تمام وقتوں اور زمانوں میں  
 اسے منتخب فرمایا ہے اور اس میں قرآن اور نور کو نازل  
 فرما کر اور ایمان کو فروغ و ترقی بخش کر اسے سال کے  
 تمام اوقات پر فضیلت دی اور اس میں رخصت و عید  
 کئے اور نمازوں کی ترغیب دی اور اس میں شبِ قدر  
 کو بزرگی بخشی جو خود ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ پھر  
 اس مہینہ کی وجہ سے تو نے ہمیں تمام امتوں پر ترجیح  
 دی، اور دوسری امتوں کے بجائے ہمیں اس کی فضیلت  
 کے باعث منتخب کیا۔ چنانچہ ہم نے تیرے حکم سے اس  
 کے دنوں میں روزے رکھے اور تیری مدد سے اس کی

إِلَيْهِ يَا مَنْ تَحْتَدُّ إِلَى عِبَادِهِ  
 يَا ذُو الْحَسَنِ وَالْفَضْلِ وَغَمَزَهُمْ  
 بِالْمَنْ وَالظُّلْمَ مَا أَكْثَرُ فَيُنَا  
 نِعْمَتِكَ وَأَسْبَغَ عَلَيْنَا مِلَّتَكَ  
 وَأَخْطَمْتَ بِرِزْقِكَ هَدْيَنَا لِدِينِكَ  
 الَّذِي اصْطَفَيْتَ وَمِلَّتِكَ الَّتِي  
 ارْتَضَيْتَ وَسَبَّحْتَكَ الَّذِي سَمَّيْتَ  
 وَبَصَّرْتَنَا الزُّلْفَةَ لَدَيْكَ وَالْوَصُولَ  
 إِلَى كَرَامَتِكَ اللَّهُمَّ وَأَنْتَ جَعَلْتَ  
 مِنْ صَفَائَا تِلْكَ الْوَحْشَةِ وَ  
 خَصَّائِي تِلْكَ الْفُرْدَيْنِ شَهْرَ  
 رَمَضَانَ الَّذِي اخْتَصَصْتَهُ مِنْ  
 سَائِرِ الشُّهُورِ وَتَخَيَّرْتَهُ مِنْ  
 جَمِيعِ الْأَشْهُورِ وَالْأَشْهُورِ وَ  
 أَتَرَكْتَهُ عَلَى حَالِ أَزْكَاتِ السَّنَةِ  
 بِمَا أَنْزَلْتَ فِيهِ مِنَ الْقُرْآنِ وَ  
 النُّورِ وَصَنَعْتَ فِيهِ مِنَ الْإِيمَانِ  
 وَفَرَضْتَ فِيهِ مِنَ الصِّيَامِ وَ  
 رَغَبْتَ فِيهِ مِنَ الْقِيَامِ وَأَجَلَّكَ  
 فِيهِ مِنْ كَيْلَةِ الْقَدْرِ الَّتِي هِيَ خَيْرٌ  
 مِنْ أَلْبِ شَهْرَيْكُمْ أَنْزَلْنَا بِهِ  
 عَلَى سَائِرِ الْأُمَمِ وَأَصْطَفَيْتَنَا  
 بِفَضْلِهِ دُونَ أَهْلِ الْبَيْتِ  
 فَصَّنَّا بِأَمْرِكَ نَهَارَهُ وَقَمْنًا  
 بِعَوْنِكَ لَيْلَهُ مَتَّعِي رَضِيَّتَ  
 بِصِيَامِهِ وَقِيَامِهِ لَنَا عَزَّضْنَا  
 لَهُ مِنْ رَحْمَتِكَ وَكَسَبْنَا إِلَيْهِ

مِنْ مَثُوبَتِكَ وَأَنْتَ الْمَلِيءُ بِهَا  
 رَحِبَ فِيهِ إِلَيْكَ الْجَوَادُ بِمَا  
 سَبَّلْتَ مِنْ فَضْلِكَ الْفَرِيدِ إِلَى  
 مَنْ حَادَلَ قَرَبَكَ وَكَذَلِكَ أَقَامَ  
 فِيْنَا هَذَا الشَّهْرَ مَقَامَ حَمْدٍ وَ  
 صَحْبِنَا صُحْبَةً مَبْرُورًا وَأَرْبَحْنَا  
 أَفْضَلَ أَرْبَاحِ الْعَالَمِينَ نَسْتَ  
 قَدْ كَارَكْنَا عِنْدَ كَمَامٍ وَثَمِينٍ  
 وَأَنْقَطَاعٍ مَلَانِيهِ قَوْفَاءٍ عَدَدِهِ  
 فَتَنْحُنُ مَوْعِدُهُ وَكَأَنَّ مَنْ  
 عَزَّ فِرَاقَهُ عَلَيْنَا وَغَمَمَنَا وَ  
 أَوْحَشَنَا الْبَصَرَةَ عَنَّا وَ  
 لَزِمَنَا لَهُ الدِّمَامُ الْمَحْفُوظُ  
 وَالْحُرْمَةُ الْمَرْغَبَةُ وَالْحَقُّ  
 الْمُقْضَى فَتَنْحُنُ قَائِلُونَ السَّلَامَ  
 عَلَيْكَ يَا شَهْرُ اللَّهِ الْأَكْبَرِ  
 يَا عِيدَ أَوْلِيَاءِهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ  
 يَا أَكْرَمَ مَصْحُوبٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ  
 وَيَا خَيْرَ شَهْرِ فِي الْأَيَّامِ وَالْأَفْكَالِ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ لَهْمِ قُرْبَتِ  
 فِيهِ الْأَمَالِ وَتَمَيَّزَتْ فِيهِ الْأَعْمَالُ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ قَرِينٍ جَلَّ قَدْرُهُ  
 مَوْجُودًا وَأَفْجَعُ فَتْلَهُ مَقْلُودًا  
 وَمَرْجُوءَ السَّعَادَةِ السَّلَامُ  
 عَلَيْكَ مِنَ الْبَيْتِ النَّاسِ مُقْبِلًا كَسَرَتْ  
 وَأَوْحَشَ مُنْقَضِيَا فَتَضَّ السَّلَامُ  
 عَلَيْكَ مِنْ مُجَارِدٍ رَقَّتْ فِيهِ الْقُلُوبُ

راتیں عبادت میں بسر کریں۔ اس حالت میں کہ ہم اس روزہ  
 نماز کے ذریعہ تیری اس رحمت کے خواستگار تھے جس کا  
 دامن تو نے ہمارے لئے پھیلایا ہے اور اسے تیرے اجر و  
 ثواب کا وسیلہ قرار دیا۔ اور تو ہر اس چیز کے عطا کرنے  
 پر قادر ہے جس کی تجھ سے خواہش کی جائے اور ہر اس چیز  
 کا بخشے والا ہے جس کا تیرے فضل سے سوال کیا جائے  
 تو ہر اس شخص سے قریب ہے جو تجھ سے قرب حاصل  
 کرنا چاہے۔ اس مہینے نے ہمارے درمیان قابل ستائش  
 دن گزارے اور اچھی طرح حق رفاقت ادا کیا اور دنیا جہان  
 کے بہترین فائدوں سے ہمیں مالا مال کیا۔ پھر جب اس کا  
 زمانہ ختم ہو گیا، مدت بیت گئی اور گنتی تمام ہو گئی تو  
 وہ ہم سے جدا ہو گیا۔ اب ہم اسے رخصت کرتے  
 ہیں اس شخص کے رخصت کرنے کی طرح جس کی بدائی  
 ہم پر شاق ہو اور جس کا جانا ہمارے لئے غم افزا اور  
 وحشت انگیز ہو اور جس کے عہد و پیمان کی نگہداشت  
 عزت و حرمت کا پاس اور اس کے واجب الادا حق  
 سے سبکدوشی از بس ضروری ہو۔ اس لئے ہم کہتے ہیں،  
 اے اللہ کے بزرگ ترین مہینے، تجھ پر سلام۔ اے  
 دوستانہ خدا کی عید تجھ پر سلام۔ اے اوقات میں بہترین  
 رفیق اور دنوں اور ساعتوں میں بہترین مہینے تجھ پر سلام۔  
 اے وہ مہینے جس میں آمیدیں برآتی ہیں اور اعمال کی فرلانی  
 ہوتی ہے، تجھ پر سلام۔ اے وہ ہم نشین کہ جو موجود ہو تو  
 اس کی بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے اور نہ ہونے پر بڑا  
 دکھ ہوتا ہے اور اے وہ سرچشمہ امید و رجا جس کی  
 بدائی الم انگیز ہے، تجھ پر سلام۔ اے وہ عہد و پیمان جو اس و  
 دل بستگی کا سامان لئے ہوئے آیا تو شادمانی کا سبب  
 ہوا اور واپس گیا تو وحشت بڑھا کر غمگین بنا گیا۔ تجھ پر سلام۔

وَقُلْتُ فِيهِ الذُّنُوبُ السَّلَامُ عَلَيْكَ  
 مِنْ تَأْخِيرِ عَيْنٍ عَلَى الشَّيْطَانِ صَاحِبِ  
 سَهْلٍ سُبُلِ الْإِحْسَانِ السَّلَامُ  
 عَلَيْكَ مَا أَكْثَرَ حُتَّاءِ اللَّهِ فِيكَ  
 فَمَا أَسْعَدَ مَنْ رَعَى حُرْمَتَكَ بِكَ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ مَا كَانَ الْخَالِكُ لِلذُّنُوبِ  
 وَأَسْرَدَ لِدَلْوَانِ الْعُيُوبِ السَّلَامُ  
 عَلَيْكَ مَا كَانَ أَظْلُوكَ عَلَى الْحَبِيبِينَ  
 وَأَهْيَبَكَ فِي مُدَوِّرِ الْمُؤْمِنِينَ السَّلَامُ  
 عَلَيْكَ مِنْ شَهْرِ لَا تَنَافُسُهُ الْإِيَّامُ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ شَهْرِ هُوَ مِنْ بَيْنِ  
 آخِرِ سَلَامِ السَّلَامُ عَلَيْكَ غَيْرَ كَرِيمِ  
 الْمُصَاحِبِ وَلَا ذَمِّهِمُ السَّلَامُ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ كَمَا وَكَذَلِكَ عَلَيْكَ  
 بِالنَّبَرَاتِ وَنَسَلَتْ عَنَّا دُكُوسُ  
 الْخَطِيبَاتِ السَّلَامُ عَلَيْكَ غَيْرَ مَعْدُومِ  
 بَرٍّ وَلَا مَنُوكِ صِيَامُهُ سَامًا  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ مَطْلُوبٍ قَبْلَ  
 دَلِيلِهِ وَمَحْذُوبٍ عَلَيْهِ قَبْلَ قَوْلِهِ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ كَفْ مِنْ سَوْءِ صِفَتِ  
 بِكَ عَنَّا وَكَفْ مِنْ خَيْرِ أَنْ يَضُرَّ بِكَ  
 عَلَيْكَ السَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلَى كَيْلَةِ  
 الْقَدَرِ الْبَقِيَّةِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرِ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ مَا كَانَ أَخْرَجْتَنَا  
 بِالْمُسْ عَلَيْهِكَ وَ أَشَدَّ شَوْقًا عَدَا  
 إِلَيْكَ السَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلَى قَضِيكَ  
 الْبَنَى حُرْمَتَاكَ وَ عَلَى مَا مِنْ

اسے وہ ہمسائے جس کی ہمسائیگی میں دل نرم اور گناہ  
 کم ہو گئے تجھ پر سلام۔ اسے وہ مددگار جس نے شیطان  
 کے مقابلہ میں مدد و اعانت کی، اسے وہ ساتھی جس نے  
 حسن عمل کی راہیں ہموار کیں تجھ پر سلام۔ (اسے ماہ رمضان)  
 تجھ میں اللہ تعالیٰ کے آزد کئے ہوئے بندے کس قدر زیادہ  
 ہیں اور جنہوں نے تیری حرمت و عزت کا پاس و لحاظ  
 رکھا وہ کتنے خوش نصیب ہیں۔ تجھ پر سلام، تو کس قدر  
 گناہوں کو محو کرنے والا اور قسم قسم کے عیبوں کو چھپانے  
 والا ہے۔ تجھ پر سلام۔ تو گنہگاروں کے لئے کتنا طویل  
 اور مومنوں کے دلوں میں کتنا پُر ہیبت ہے۔ تجھ پر  
 سلام۔ اے وہ مہینے جس سے دوسرے ایام ہمسری کا  
 دعوے نہیں کر سکتے، تجھ پر سلام۔ اے وہ مہینے جو  
 ہر امر سے سلامتی کا باعث ہے تجھ پر سلام۔ اے  
 وہ جس کی ہم نشینی بار خاطر اور معاشرت ناگوار نہیں،  
 تجھ پر سلام جب کہ تو برکتوں کے ساتھ ہمارے پاس  
 آیا اور گناہوں کی آلودگیوں کو دھو دیا، تجھ پر سلام۔ اے  
 وہ جسے دل تنگی کی وجہ سے رخصت نہیں کیا گیا اور نہ  
 خستگی کی وجہ سے اس کے روزے چھوڑے گئے تجھ  
 پر سلام۔ اے وہ کہ جس کے آنے کی پہلے سے خواہش  
 تھی اور جس کے ختم ہونے سے قبل ہی دل رنجیدہ  
 ہیں تجھ پر سلام۔ تیری وجہ سے کتنی بڑیاں ہم سے  
 دور ہو گئیں اور کتنی بھلائیوں کے سرچشمے ہلکے لئے  
 جاری ہو گئے۔ تجھ پر سلام۔ (اسے ماہ رمضان) تجھ پر اور  
 اس شبِ قدر پر جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے سلام ہو  
 ابھی کل ہم کتنے تجھ پر وارفتہ تھے۔ اور آنے والے کل  
 میں ہمارے شوق کی کتنی فراوانی ہوگی۔ تجھ پر سلام (اے  
 ماہِ مبارک تجھ پر ابد تیری ان نفیستوں پر جن سے ہم محروم

بَرَكَاتِكَ سَلَبْنَاكَ اللَّهُمَّ إِنَّا أَهْلُ  
هَذَا الشَّهْرِ الَّذِي شَرَّفْتَنَا بِهِ وَ  
رَفَعْتَنَا بِمَنِّكَ لَهُ جِلْنَ جَهْلِ الْأَشْقِيَاءِ  
وَقَتَّةً وَخَرَمُوا الشُّقْلَ لَهُمْ فَضْلَهُ  
وَأَنْتَ وَلِيُّ مَا أَثَرْتَنَا بِهِ مِنْ  
مَعْرِفَتِهِ وَهَدَيْتَنَا لَهُ مِنْ سُلُوكِهِ  
وَكُنَّا نَتَوَقَّعُ نَفِيقًا جَيِّبًا مِمَّا  
وَعَدَآءُكَ عَلَيْنَا كَفَّيْهِمْ وَأَكْبَرْنَا فِيهِ  
تَلَبُّلًا مِنْ كَيْشِهِ اللَّهُمَّ فَلَا  
الْحَمْدُ إِلَّا لَكَ يَا إِلَهَ سَائِغَةٍ وَاعْتَرَا قَنَا  
بِإِلْصَاقِهِ وَكَانَ مِنْ قُلُوبِنَا عَقْدُ  
الْثَّدِيمِ وَمِنْ أَلْسِنَتِنَا صِدْقُ الْإِعْتِدَارِ  
فَاجْرُنَا عَلَى مَا أَصَابَنَا فِيهِ مِنْ  
التَّغْرِيطِ أَجْرًا لَسْتُمْ بِكَ بِهِ الْفَضْلُ  
الْمَرْغُوبُ فِيهِ وَكُنَّا حَاضِرِينَ  
أَلْوَامِ الدَّخْرِ الْمَخْرُوضِ عَلَيْهِ وَ  
أَوْحِبُّ كُنَّا عُدْرَكَ عَلَى مَا قَطَعْتَنَا  
فِيكَ مِنْ حَقِّكَ وَابْلُغْ يَا عَمَّارِنَا  
مَا بَيْنَ أَيْدِينَا مِنْ شَهْرِ مَصْنَانِ  
الْمُقْبِلِ فَإِذَا بَلَّغْتَنَا فَأَعِنَّا عَلَى  
تَنَاوُلِ مَا أَنْتَ أَهْلُهُ مِنَ الْعِبَادَةِ  
وَأَدِنَا إِلَى الْإِيَّامِ بِمَا يَسْتَحِقُّهُ مِنَ  
الطَّلَاعَةِ وَاجْرُنَا مِنْ صَالِحِ الْعَمَلِ  
مَا يَكُونُ دَرَكًا لِحَقِّكَ فِي الشَّهْرِ  
مِنْ شَهْرِ الدَّهْرِ اللَّهُمَّ وَمَا  
الْمُنْبَتَا بِهِ فِي شَهْرِنَا هَذَا مِنْ لَبِّهِ  
أَوْ رَأَيْهِ أَوْ قَاعِنَا فِيهِ مِنْ ذَنْبِ

ہو گئے اور تیری گزشتہ برکتوں پر جو ہمارے ہاتھ سے  
باقی رہیں سلام ہو۔ اے اللہ ہم اس مہینہ سے مخصوص  
ہیں جس کی وجہ سے تو نے ہمیں شرف بخشا اور اپنے  
لطف و احسان سے اس کی حق شناسی کی توفیق دی جب  
کہ بد نصیب لوگ اس کے وقت کی قدر و قیمت سے  
بے خبر تھے اور اپنی بد بختی کی وجہ سے اس کے فضل  
سے محروم رہ گئے۔ اور تو ہی ولی و صاحب اختیار ہے  
کہ ہمیں اس کی حق شناسی کے لئے شوق کیا اور اس  
کے احکام کی ہدایت فرمائی۔ بے شک تیری توفیق سے  
ہم نے اس ماہ میں روزے رکھے، عبادت کے لئے قیام  
کیا مگر کمی و کوتاہی کے ساتھ اور مشغے از خوار سے  
زیادہ نہ بجالا سکے۔ اے اللہ! ہم اپنی بد اعمالی کا اقرار اور  
سہل انگاری کا اعتراف کرتے ہوئے تیری حمد کرتے ہیں  
اور اب تیرے لئے کچھ ہے تو وہ ہمارے دلوں کی واقعی  
شرماری اور ہماری زبانوں کی سچی معذرت ہے لہذا اس  
کمی و کوتاہی کے باوجود جو ہم سے ہوئی ہے ہمیں ایسا اجر  
عطا کر کہ ہم اس کے ذریعہ و لحاظ فضیلت سعادت کو پایا  
سکیں اور طرح طرح کے اجر و ثواب کے ذخیرے جن کے  
ہم آرزو مند تھے اس کے عوض حاصل کر سکیں۔ اؤد ہم  
نے تیرے حق میں جو کمی و کوتاہی کی ہے اس میں پہلے  
عذر کو قبول فرما اور ہماری عمر آئندہ کا رشتہ آسنے والے  
ماہ رمضان سے جوڑ دے۔ اور جب اس تک پہنچا ہے  
تو جو عبادت تیرے شایان شان ہو اس کے بجالانے  
پر ہماری اعانت فرماتا اور اس اطاعت پر جس کا وہ  
مہینہ سزاوار ہے عمل پیرا ہونے کی توفیق دینا اور ہمارے  
لئے ایسے نیک اعمال کا سلسلہ جاری رکھنا کہ جو زمانہ  
زیست کے مہینوں میں ایک کے بعد دوسرے ماہ

وَاكْتَسَبْنَا فِيهِ مِنْ خَطِيئَةٍ عَلَى كَعْبٍ  
مِثْلًا أَوْ عَلَى لِسَانٍ ظَلَمْنَا فِيهِ أَنْفُسَنَا  
أَوْ أَنْتَهَلْنَا بِهِ حُرْمَةً مِنْ غَيْرِنَا فَصَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا إِلَهُ دَاوُدَ إِسْمَاعِيلَ  
وَاغْفِرْ عَنَّا بِعَفْوِكَ وَلَا تَنْصِبْنَا  
فِيهِ لِأَعْيُنِ الشَّاامِتِينَ وَلَا تَبْسُطْ  
عَلَيْنَا فِيهِ أَلْسُنَ الظَّالِمِينَ وَ  
اسْتَغْفِرْنَا بِمَا يَكُونُ حَقَّةً وَكَفَّارَةً  
بِمَا أَكْثَرْتَ بِمَا لَيْسَ بِرَأْفَتِكَ  
الَّتِي لَا تَنْفَعُ وَتَضْلِكُ الَّذِي لَا  
يَنْفَعُ أَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ  
إِلِهِ وَاجْزِئْ مَصِيبَتَنَا بِشَهْرِنَا وَ  
بَارِكْ كُنَّا فِي يَوْمِ عَمِيدِنَا وَفِطْرِنَا  
وَاجْعَلْهُ مِنْ خَيْرِ أَيَّامٍ مَرَّ عَلَيْنَا  
أَجْلِبْهُ بِعَفْوِكَ وَأَمَحَاةٍ لِذَنْبٍ وَ  
اسْغُفِرْ لَنَا مَا خَفِيَ مِنْ ذُنُوبِنَا وَمَا  
عَلَنَ أَللَّهُمَّ اسْلُخْنَا بِإِسْلَامِنَا  
هَذَا الشَّهْرَ مِنْ خَطَايَانَا وَأَخْرِجْنَا  
بِخُرُوجِهِ مِنْ سَيِّئَاتِنَا وَاجْعَلْنَا  
مِنْ أَسْتَدِ أَهْلِهِ بِهِ وَاجْزِلْهُمْ  
قِسْمًا فِيهِ وَأَوْفِرْهُمْ حَقًّا مِنْهُ  
أَللَّهُمَّ وَمَنْ رَعَى هَذَا الشَّهْرَ  
حَقَّ رِعَايَتِهِ وَحَفِظَ حُرْمَتَهُ حَقَّ  
حِفْظِهَا وَقَامَ بِحُدُودِهِ حَقَّ  
قِيَامِهَا وَاتَّقَى ذُنُوبَهُ حَقَّ  
تَقَاتِهَا أَوْ تَقَرَّبَ إِلَيْكَ  
بِقُرْبَةٍ أَوْجَبَتْ رَحْمَتَكَ

ماہ رمضان میں تیرے حق ادائیگی کا باعث ہوں۔ اے اللہ! ہم نے اس مہینہ میں جو صغیرہ یا کبیرہ معصیت کی ہو، یا کسی گناہ سے آلودہ اور کسی خطا کے مرتکب ہوئے ہوں جان بوجھ کر یا بھولے چوکے، خود اپنے نفس پر ظلم کیا ہو یا دوسرے کا دامن حرمت چاک کیا ہو۔ تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اپنے پردہ میں ڈھانپ لے، اور اپنے عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے معاف کر دے۔ اور ایسا نہ ہو کہ اس گناہ کی وجہ سے طرز کرنے والوں کی آنکھیں ہمیں گھوڑیں اور طعنے زنی کرنے والوں کی زبانیں ہم پر کھلیں۔ اور اپنی شفقت بے پایاں اور مرحمت روز افزوں سے ہمیں ان اعمال پر کار بند کر کہ جو ان چیزوں کو بطل کر دیں اور ان باتوں کی تلافی کریں جنہیں تو اس ماہ میں ہمارے لئے ناپسند کرنا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اس مہینہ کے رخصت ہونے سے جو قلق ہمیں ہوا ہے اس کا چارہ کر اور عید اور روزہ چھوڑنے کے دن کو ہمارے لئے مبارک قرار دے اور اُسے ہمارے گزے ہوئے دنوں میں بہترین دن قرار دے جو عفو و درگزر کو سمیٹنے والا اور گناہوں کو محو کرنے والا ہو اور تو ہمارے ظاہر و پوشیدہ گناہوں کو بخش دے۔ بارہا! اس مہینہ کے الگ ہونے کے ساتھ تو ہمیں گناہوں کے الگ کر دے اور اس کے نکلنے کے ساتھ تو ہمیں براہوں سے نکال لے۔ اور اس مہینہ کی بدولت اس کو آباد کرنے والوں میں ہمیں سب سے بڑھ کر خوش بخت بالصیب اور بہرہ مند قرار دے۔ اے اللہ! جس کسی نے جیسا چاہیے اس جینے کا پاس و لحاظ کیا ہو اور کما حقہ اس کا احترام ملحوظ رکھا ہو اور اس کے احکام پر

لَهُ وَ عَطَفْتَ رَحْمَتَكَ  
عَلَيْهِ فَهَبْ لَنَا مِثْلَهُ مِنْ  
وَجْدِكَ وَ اَعْطِنَا اَضْعَافَهُ  
مِنْ فَضْلِكَ فَإِنَّ فَضْلَكَ  
لَا يَغِيضُ وَإِنَّ غَفَاثَتَكَ  
لَا تَنْقُصُ بَلْ تَفِيضُ وَإِنَّ  
مَعَايِدِنَ اِعْسَايِكَ لَا تَفْنِي  
وَإِنَّ عَطَايَكَ لِلْعَطَاءِ الْمُهْتَمِّ  
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَ اَكْتُبْ لَنَا مِثْلَ اُجُورِ مَنْ  
صَامَهُ اَوْ تَعَبَّدَكَ فِيْهِ اِلَى  
يَوْمِ الْقِيَمَةِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتُوْبُ  
اِلَيْكَ فِيْ يَوْمٍ نَظَرْنَا اِلَيْهِ  
جَعَلْتَهُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ عِيْدًا وَ  
سُرُوْرًا وَ لَآ اَهْلَ مِلَّتِكَ يَجْمَعُوْنَ  
وَمُحْتَشِدًا مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ  
اُذْكِبْنَاهُ اَوْ سُوْرًا اَسْلَفْنَاهُ  
اَوْ خَاطِرًا شَرًّا اَهْمَرْنَاهُ كُوْبَةً  
مَنْ لَا يَنْطَوِيْ عَلَى رُجُوْعٍ اِلَى  
ذَنْبٍ وَلَا يَعُوْدُ بَعْدَهَا فِيْ خَطِيئَةٍ  
كُوْبَةٍ لِّصُحُوْحًا خَلَصَتْ مِنْ  
الشَّكِّ وَالْاِمْرَتِيَابِ نَتَقَبَّلُهَا  
مِنَا وَارِضَ عَنَّا وَنَبْتَئِنَا عَلَيْهَا  
اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حَقُوْبَ عِقَابِ  
اَلْعَمَلِ وَ شَوْقَ ثَوَابِ الْمَوْعُوْدِ  
حَتَّى نَجِدَ لَدُنَّا مَا كَدَّعُوْكَ  
بِهِ وَ كَاَبَةً مَا لَسْتَ بِحَيْرِكَ مِنْهُ وَ

پوری طرح عمل پیرا رہا ہو۔ اور گناہوں سے جس طرح  
بچنا چاہیے اس طرح بچا ہو یا بہ نیت تقرب ایسا عمل  
غیر بجالایا ہو جس نے تیری خوشنودی اس کے لئے ضروری  
قرار دی ہو اور تیری رحمت کو اس کی طرف متوجہ کر دیا ہو  
تو جو اُسے بخشے ویسا ہی ہمیں بھی اپنی دولت بے پایاں  
میں سے بخش اور اپنے فضل و کرم سے اس سے بھی کئی  
گنا زائد عطا کر۔ اس لئے کہ تیرے فضل کے سوتے خشک  
نہیں ہوتے اور تیرے خزانے کم ہونے میں نہیں آتے  
بلکہ بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ اور نہ تیرے احسانات کی  
کائنیں فنا ہوتی ہیں۔ اور تیری بخشش و عطا تو سرلحاظ  
سے خوشگوار بخشش و عطا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن  
کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور جو لوگ روزِ قیامت تک  
اس ماہ کے روزے رکھیں یا تیری عبادت کریں اُن کے  
اجر و ثواب کے مانند ہمارے لئے اجر و ثواب ثبت  
فرما۔ اے اللہ! ہم اس روزِ فطریں جسے تو نے اہل  
ایمان کے لئے عید و مسرت کا روز اور اہل اسلام کے  
لئے اجتماع و تعاون کا دن قرار دیا ہے ہر اُس گناہ  
سے جس کے ہم مرتکب ہوئے ہوں اور ہر اس برائی سے  
جسے پہلے کر چکے ہوں اور ہر بڑی نیت سے جسے دل  
میں لئے ہوئے ہوں اُس شمنس کی طرح توبہ کرتے ہیں جو  
گناہ کی طرف دوبارہ پلٹنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور نہ  
توبہ کے بعد خطا کا مرتکب ہوتا ہو۔ ایسی سچی توبہ جو ہر  
شک و شبہ سے پاک ہو۔ تو اب ہماری توبہ کو قبول فرما  
ہم سے راضی و خوشنود ہو جا اور ہمیں اس پر ثابت  
قدم رکھ۔ اے اللہ! گناہوں کی سزا کا خوف اور جس  
ثواب کا تو نے وعدہ کیا ہے اس کا شوق ہمیں نصیب  
فرما تا کہ جس ثواب کے تجھ سے خواہش مند ہیں اُس کی لذت

اجْعَلْنَا عِنْدَكَ مِنَ التَّوَّابِينَ  
 الْيَوْمَ اَوْ جَعَلْتُ لَهُمْ مِجْنَةً  
 وَكَبَلْتُ مِنْهُمْ مَرَّاجَةً طَلَعَتْكَ  
 يَا اَعْدَى الْعَادِلِينَ اَللَّهُمَّ  
 تَجَاوَزْ عَنِ اَبَائِنَا وَ اُمَّهَاتِنَا  
 وَ اَهْلِ دِيَارِنَا جَمِيعًا مَنْ  
 سَلَفَ مِنْهُمْ وَ مَنْ عَقَبَ اِلَى  
 يَوْمِ الْقِيَمَةِ اَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
 مُحَمَّدٍ كَيْدِنَا وَ اٰلِهِ كَمَا صَلَّيْتَ  
 عَلَى مَلَائِكَتِكَ الْمُتَّقِيْنَ  
 وَ صَلِّ عَلَيْهِ وَ اٰلِهِ كَمَا  
 صَلَّيْتَ عَلَى اَنْبِيَائِكَ  
 الْمُرْسَلِيْنَ وَ صَلِّ عَلَيْهِ  
 وَ اٰلِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى عِبَادِكَ  
 الصَّالِحِيْنَ وَ اَفْضَلْ مِنْ ذَلِكَ  
 يَا رَبِّ الْعَالَمِيْنَ صَلَوةً كَبَلْتُنَا  
 بِرُكَّتِهَا وَ يَنَالُنَا نَفْعُهَا وَ  
 يَسْتَجَابُ لَهَا دَعَاؤُنَا اِنَّكَ  
 اَكْرَمُ مَنْ دُعِيَ اِلَيْهِ وَ  
 اَكْفَى مَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ وَ  
 اَعْطَى مَنْ سُئِلَ مِنْ  
 فَضْلِهِ وَ اَنْتَ عَلَى كُلِّ  
 شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

اور جس عذاب سے پناہ مانگ رہے ہیں اس کی تکلیف و  
 اذیت پوری طرح جان سکیں۔ اور ہمیں اپنے نزدیک اُن  
 توبہ گزاروں میں سے قرار دے، جن کے لئے تو نے  
 اپنی جنت کو لازم کر دیا ہے اور جن سے فرمانبرداری و  
 اطاعت کی طرف رجوع ہونے کو تو نے قبول فرمایا ہے  
 اسے بدل کرنے والوں میں سب سے زیادہ بدل کرنے  
 والے۔ اے اللہ! ہمارے ماں باپ اور ہمارے تمام  
 اہل مذہب و ملت خیراء وہ گزر چکے ہوں یا قیامت  
 کے دن تک آئندہ آنے والے ہوں سب سے درگزر  
 فرما۔ اے اللہ! ہمارے نبی محمد اور اُن کی آل پر ایسی  
 رحمت نازل فرما۔ جیسی رحمت تو نے اپنے مقرب  
 فرشتوں پر کی ہے۔ اور اُن پر اور اُن کی آل پر ایسی  
 رحمت نازل فرما جیسی تو نے اپنے فرستادہ نبیوں پر نازل  
 فرمائی ہے۔ اور اُن پر اور اُن کی آل پر ایسی رحمت نازل  
 فرما جیسی تو نے اپنے نیکو کار بندوں پر نازل کی ہے۔  
 (بلکہ) اس سے بہتر و برتر۔ اسے تمام جہان کے پروردگار  
 ایسی رحمت جس کی برکت ہم تک پہنچے، جس کی منفعت  
 ہمیں حاصل ہو اور جس کی وجہ سے ہماری دعا میں قبول  
 ہوں۔ اس لئے کہ تو اُن لوگوں کی جن کی طرف رجوع ہوا  
 جاتا ہے۔ زیادہ کریم اور اُن لوگوں سے جن پر بھروسہ  
 کیا جاتا ہے، زیادہ بے نیاز کرنے والا ہے۔ اور اُن  
 لوگوں سے جن کے فضل کی بنا پر سوال کیا جاتا ہے، زیادہ  
 عطا کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر و توانا ہے۔

یہ دُعا ماہ رمضان کے برکت آفرین لمحات کو الوداع کرنے کے سلسلہ میں ہے۔ لفظ وداع، دعا سے ماخوذ  
 ہے جس کے معنی راحت و آرام اور پرسکون زندگی کے ہیں۔ اور مسافر کو وداع کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس سے  
 اپنی جنت و دل بستی کا اظہار کیا جائے اور اس کے لئے دُعا کی جائے کہ سفر کی صعوبتیں اس کے لئے آسان اور منزل کی

دستاریاں اس کے لئے پہل ہوں اور اسے دوبارہ پلٹ کر آنا نصیب ہو یا جہاں جانا چاہتا ہے وہاں سکون قرار حاصل ہو۔ یہ دواع اس کی دلیل ہے کہ جسے دواع کیا جا رہا ہے نگاہوں میں اس کی عزت اور دل میں اس کی قدر و منزلت ہے، اور اس کی جدائی گراں اور مفقوت شاق ہے۔ یہ جنت اور لگاؤ زمان سے بھی ہو سکتا ہے اور مکان سے بھی۔ ذی شعور سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور غیر ذی شعور سے بھی۔ چنانچہ اسی جنت و وابستگی کے نتیجہ میں انسان کبھی ماضی کے اُن لمحوں کو پکارتا ہے جو اپنی خوشگوند یا دل میں چھوڑ جاتے ہیں۔ اور کبھی شباب کی گھڑیوں کو خطاب کرتا اور عمر رفتہ کو آواز دیتا ہے، اور کبھی اُن اس کھنڈروں، خاکوش و پیلروں اور شکستہ دیواروں سے خطاب کرتا ہے اور کبھی ان کی زبان بے زبانی کی خود ترجمانی کرتا اور کبھی اُن سے بولنے اور جواب دینے کی فرمائش کرتا ہے۔ چنانچہ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے :-

یاد اربعۃ بالجواء مکلّی  
وعصی صلیحا دار عبلة لعلی  
ملے مقام جو ایسی واقع ہونے والے جملہ کے گھر کچھ بول کر میں گوش برآواز ہوں تیری صبحیں  
قدرت گری سے محفوظ اور تو گردش زمانہ سے بچا ہے ۔

اسی طرح ماہِ رمضان کے لمحوں اور ساعتوں سے خطاب کرنا اس سے انتہائی وابستگی کی دلیل ہے۔ کیونکہ خاصا خدا کو ذکر الہی، اطاعتِ خداوندی اور عبادت سے اتنی شغف منگی ہوتی ہے کہ وہ عبادت کے مخصوص دنوں اور لمحوں سے بھی والہانہ جنت کا اظہار کرتے ہیں اور ان لمحوں کی جدائی کو اتنا ہی عکس کرتے ہیں جتنا دل باختگانِ جنت، محبوب کی جدائی کو اور اسی طرح بکھے ہوئے دل اور مریضائے ہوئے چہرے کے ساتھ انہیں الوداع کرنے میں جس طرح محبوب کو رخصت کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرتؑ اور اخیرِ ابوِ رمضان میں یہ دُعا پڑھتے اور تحسّر آمیز جذبات کے ساتھ اسے الوداع کرتے۔ یہ دُعا انہی لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے اس ماہِ مبارک کے لمحاتِ عبادت و اطاعت میں گزرا ہے ہوں، واجبات ادا کئے ہوں، اور محرمات سے کنارہ کش رہے ہیں اور جنہوں نے نمازِ روزہ سے کوئی واسطہ نہ رکھا ہو تو انہیں اس کے آنے پر خوشی ہی کیا تھی کہ جانے کا رنج کریں اور اسے الوداع کرنے کی ضرورت محسوس کریں۔ البتہ جنہوں نے خدا کی خوشنودی کا سروسامان کیا ہو اور اس کے مبارک لمحات میں زاہدِ آخرت ہم پہنچا یا ہو، فرائض و واجبات ادا کئے ہوں انہیں الوداع کرنا چاہیے تاکہ ان کے حسرات میں مزید اضافہ ہو اور رحمت و مغفرتِ الہی کے اہل قرار پائیں۔ چنانچہ جابرؓ ابن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں :-

میں ماہِ رمضان میں جمعۃ الوداع کے دن پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
و ظلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرتؐ نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ  
اے جابر! یہ ماہِ رمضان کا آخری جمعہ ہے۔ لہذا اسے وداع  
کرو اور یہ کہو اے اللہ! اسے ہمارے روزوں کا آخری زمانہ  
قرار دے۔ اور اگر تو نے قرار دیا ہے تو ہمیں اپنی رحمت سے  
سرفراز کر اور محرم نہ کر۔ تو جو شخص یہ کلمات کہے گا تو وہ دو خوبیاں  
میں سے ایک خوبی کو ضرور پائے گا۔ یا تو آئندہ کا ماہِ رمضان اسے

دخلت علی رسول اللہ فی اخر جمعة  
من شہر رمضان فلما بصوفی قال  
لی یا جابر ہذا اخر جمعة من شہر  
رمضان فودعه وقل اللهم لا  
تجعلہ اخر العهد من صیامنا  
ایاہ فان جعلتہ فاجعلنی مرحوما  
ولا تجعلنی محروما فانہ من قال ذلک

ظفر یاحدی الحسنین ما ببلوغ شہر رمضان  
من قابل اور یغفران اللہ ورحمتہ۔

تصیب ہو گا، یا اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت اس کے  
مثال حال ہوگی۔

یہ دُعا جمعۃ الوداع یا ماوریقان کی آخری شب یا آخری روز پڑھنا چاہیے۔ اور آخری شب میں سحر کے وقت پڑھنا  
بہتر ہے۔ اور اس سے بہتر یہ ہے کہ جمعۃ الوداع میں بھی پڑھے، اور آخری شب میں بھی پڑھے۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ چاندانیس  
کا ہو گا تو انیسویں شب میں پڑھے اور چاند نہ ہو تو تیسویں شب میں بھی پڑھے اور ایک قول یہ ہے کہ شب مید پڑھے۔

جب نماز عید الفطر سے فارغ ہو کر  
پلٹتے تو یہ دُعا پڑھتے اور جمعہ کے  
دن بھی یہ دُعا پڑھتے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي  
يَوْمِ الْفِطْرِ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ  
قَامَ قَائِمًا ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَ  
فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ:

اے وہ جو ایسے شخص پر رحم کرتا ہے جس پر بندے  
رحم نہیں کرتے۔ اے وہ جو ایسے (گنہگار) کو قبول  
کرتا ہے جسے کوئی قطعہ زمین (اس کے گناہوں  
کے باعث) قبول نہیں کرتا۔ اے وہ جو اپنے عاجز  
کو حقیر نہیں سمجھتا۔ اے وہ جو گڑبگڑانے والوں کو ناکام  
نہیں پھیرتا۔ اے وہ جو نازشیں بے جا کرنے والوں کو  
ٹھکراتا نہیں۔ اے وہ جو چھوٹے سے چھوٹے تحفہ کو بھی  
پسندیدگی کی نظروں سے دیکھتا ہے اور جو معمولی سے  
معمولی عمل اس کے لئے بجا لایا گیا ہو اس کی جزا دیتا  
ہے۔ اے وہ جو اس سے قریب ہو وہ اس سے قریب  
ہوتا ہے۔ اے وہ کہ جو ماں سے روگردانی کرے اسے اپنی  
طرف بلاتا ہے۔ اور وہ جو نعمت کو بدلتا نہیں اور نہ سزا  
دینے میں جلدی کرتا ہے۔ اے وہ جو نیکی کے نہال کو بار بار  
کرتا ہے تاکہ اُسے بڑھا دے اور گناہوں سے درگزر  
کرتا ہے تاکہ انہیں ناپید کرے۔ اُمیدیں تیری سرحد

يَا مَنْ يَرْحَمُ مَنْ لَا يَرْحَمُهُ الْعِبَادُ  
وَيَا مَنْ يَقْبَلُ مَنْ لَا تُقْبَلُهُ الْبِلَادُ  
وَيَا مَنْ لَا يَحْتَقِرُ أَهْلَ الْعَجَابَةِ  
إِلَيْهِ وَيَا مَنْ لَا يَخْشِبُ السُّلَحْيَيْنِ  
عَلَيْهِ وَيَا مَنْ لَا يَجْعَلُ بِالرَّدِّ أَهْلَ  
الدَّالِكِ عَلَيْهِ وَيَا مَنْ يَجْتَبِي  
صَغِيرَ مَا يُنْخَفِ بِه وَيَشْكُرُ  
كَيْفَ مَا يُعْمَلُ لَهُ وَيَا مَنْ  
يَشْكُرُ عَلَى الْقَلِيلِ وَيَجْازِي  
بِالْعَجَلِ وَيَا مَنْ يَدُلُّوهُ  
مَنْ دَنَا مِنْهُ وَيَا مَنْ يَدْعُو إِلَى  
نَفْسِهِ مَنْ أَدْبَرَ عَنْهُ وَيَا مَنْ  
لَا يُغَيِّرُ النِّعْمَةَ وَلَا يُبَادِرُ  
بِالنَّقِمَةِ وَيَا مَنْ يُشِيرُ  
النَّحْسَةَ حَتَّى يُبَيِّهَا وَ

يَتَجَادَرُ مِنَ الشَّيْئَةِ حَتَّى يُعْفِيَهَا  
 أَنْصَرْتِ الْأَمَالَ دُونَ مَدَى  
 كَرَمِكَ بِأَحْلَاجَاتٍ وَامْتَلَأَتْ  
 بِقِيَمِ جُودِكَ أَقْرَبِيَةُ الطَّلِبَاتِ  
 وَكَفَشْتَ دُونَ مُلَوِّغٍ كَفْعَكَ  
 الْضَمَنَاتِ فَكَانَ الْعُلُوُّ الْأَعْلَى  
 فَوْقَ كُلِّ عَالٍ وَالْجَلَالُ الْأَعْلَى  
 فَوْقَ كُلِّ جَلِيلٍ كُلُّ جَلِيلٍ عِنْدَكَ  
 صَفِيرٌ وَكُلُّ لَئِيْفٍ فِي جَنْبِ  
 شَرَفِكَ حَقِيرٌ - خَابَ الْوَالِدُ دُونَ  
 عَلَى غَيْرِكَ وَخَسِرَ الْمُتَعَرِّضُونَ  
 إِلَّا لَكَ وَضَاعَ الْمُتَلَمِّعُونَ إِلَّا بِكَ  
 وَأَجْدَبَ الْمُتَسَجِّعُونَ إِلَّا مَنْ اتَّجَعَ  
 بِفَضْلِكَ يَا بَيْتَ مَطْمُوحٍ لِلتَّارِغِينَ  
 وَحُودُكَ مُبَاحٌ لِلتَّاسِّلِينَ وَ  
 إِعْظَمْتَ قَرِيبَةً مِنَ الْمُسْتَغِيثِينَ  
 لَا يَجْنِبُ مِنْكَ إِلَّا مَلُوكٌ وَلَا  
 يَنْبَسِي مِنْ عَطَايِكَ الْمُتَعَرِّضُونَ  
 وَلَا يَفْعَلِي بِنَفْعِكَ الْمُسْتَغْفِرُونَ  
 بِرَأْفَتِكَ مَبْسُوطٌ لِمَنْ عَصَاكَ  
 وَجِلْمُكَ مُعَذِّبٌ لِمَنْ تَأَاكَ  
 عَادَتْكَ الْإِمْسَانُ - اِنَّمَا  
 السُّبُتِيُّنَ وَسُلَّتْكَ الْإِنْفَاءُ  
 عَلَى الْمُتَعَسِّدِينَ مَحَلِّي كَعْدُ  
 غَرَّتْهُمْ أُنَاتُكَ عَنِ الرَّجُوعِ  
 وَصَدَّ هُمْ إِمْعَالُكَ عَنِ  
 التَّوْبِ رَأْسًا تَأَكَيْتَ بِهِ

کرم کو چھونے سے پہلے کا مران ہو کر پلٹ آئیں اور  
 طلب و آرزو کے ساغر تیرے فیضانِ خود سے  
 چھلک اٹھے اور صفیں تیرے کمال ذات کی منزل  
 تک پہنچنے سے درماندہ ہو کر منتشر ہو گئیں اس لئے  
 کہ بلند ترین رفعت جو ہر کنگرہ بلند سے بالا تر ہے،  
 اور بزرگ ترین عظمت جو ہر عظمت سے بلند تر ہے،  
 تیرے لئے مخصوص ہے۔ ہر بزرگ تیری بزرگی کے  
 سامنے چھوٹا اور ہر ذی شرف تیرے شرف کے  
 مقابلہ میں حقیر ہے۔ جنہوں نے تیرے غیر کا رخ کیا وہ  
 ناکام ہوئے۔ جنہوں نے تیرے سوا دوسروں سے طلب  
 کیا وہ نقصان میں ہے۔ جنہوں نے تیرے سوا دوسروں  
 کے ہاں منزل کی وہ تباہ ہوئے۔ جو تیرے  
 فضل کے بجائے دوسروں سے رزق و نعمت کے  
 طلب گار ہوئے وہ قحط و معیشت سے دوچار ہوئے  
 تیرا دروادہ طلبگاروں کے لئے واسع ہے اور تیرا جود و  
 کرم سائلوں کے لئے عام ہے۔ تیسری فریادری  
 داد خواہوں سے نزدیک ہے۔ امیدوار تجھ سے محروم  
 نہیں رہتے اور طلب نگار تیری عطا و بخشش سے  
 مایوس نہیں ہوتے، اور مغفرت چاہنے والے پر تیرے  
 عذاب کی بد بختی نہیں آتی۔ تیرا خوانِ نعمت اُن کے  
 لئے بھی بچھا ہوا ہے جو تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ اور  
 تیری برود باری اُن کے بھی آگے آتی ہے جو تجھ سے  
 دشمنی رکھتے ہیں۔ بڑوں سے نیکی کرنا تیری روشنی  
 اور سرکشوں پر مہربانی کرنا تیرا طریقہ ہے۔ یہاں تک کہ  
 نرمی و حلم نے انہیں (حق کی طرف) رجوع ہونے سے  
 غافل کر دیا اور تیری دی ہوئی مہلت نے انہیں  
 اجتنابِ معاصی سے روک دیا۔ حالانکہ تو نے اُن سے نرمی

لِيَقْنِيُوا إِلَىٰ أَمْرِكَ وَأَقْبَلْتَهُ  
ثِقَةً يَدَايِمَ مَلِكِكَ فَمَنْ  
كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ  
خَتَمْتَ لَهُ بِهَا وَمَنْ كَانَ  
مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ خَدَلْتَهُ  
لَهَا كُلُّهُمْ صَاحِبُونَ إِلَىٰ  
حُكْمِكَ وَأُمُورُهُمْ أَيْلَةُ إِلَىٰ  
أَمْرِكَ لَمْ يَهِنَ عِلَّةُ حُلُولِ مُدَّتِهِمْ  
سُلْطَانُكَ وَلَهُ يَذْخَعُ  
لِذَلِكَ مَعَاجِلَتُهُمْ بِزَهَانِكَ  
حَاجَتِكَ قَائِمَةٌ وَسُلْطَانُكَ  
ثَابِتٌ لَا يَزُولُ فَالْوَيْلُ لِلدَّائِمِ  
لِمَنْ جَنَحَ عَنْكَ وَالْخَيْبَةُ  
الْخَائِذَةُ لِمَنْ خَابَ مِنْكَ  
وَالشَّقَاوَةُ الْآشَقَىٰ لِمَنْ  
الْحَتْرَبُكَ مَا أَكْثَرَ تَصَرُّفَهُ  
فِي عَذَابِكَ وَمَا أَطْوَلَ  
تَرَدُّدَكَ فِي عِقَابِكَ وَ  
مَا أَبْعَدَ عَنَّاكَ مِنْ  
الْفَرَجِ وَمَا أَقْنَطَهُ مِنْ  
سَهْلَوَةِ الْمَخْرَجِ عَذَابُكَ  
مِنْ قَصَابِكَ لَا تَجُورُ  
فِيهِ وَإِنْصَافًا مِنْ حُكْمِكَ  
لَا تَجِيفُ عَلَيْهِ لَقَدْ  
ظَاهَرَتْ الْحَاجَةُ وَ  
أَبْكَتِ الْأَعْدَاءُ وَ قَدْ  
تَقَدَّمَتْ يَا لَوْعِيدٍ وَ

اس لئے کی تھی کہ وہ تیرے فرمان کی طرف پلٹ آئیں اور  
مہلت اس لئے دی تھی کہ تجھے اپنے تسلط و اقتدار  
کے دوام پر اعتماد تھا کہ جب چاہے انہیں اپنی  
گرفت میں لے سکتا ہے) اب جو خوش نصیب تھا  
اُس کا خاتمہ بھی خوش نصیبی پر کیا۔ اور جو بد نصیب  
تھا۔ اُسے ناکام رکھا۔ (وہ خوش نصیب ہوں یا بد نصیب)  
سب کے سب تیرے حکم کی طرف پلٹنے والے ہیں۔  
اور اُن کا مال تجھے اُسے وابستہ ہے۔ ان کی طویل  
مدت مہلت سے تیری دلیل و حجت میں کمزوری رونما  
نہیں ہوتی (جیسے اس شخص کی دلیل کمزور ہو جاتی ہے  
جو اپنے حق کے حاصل کرنے میں تاخیر کرے) اور تیری  
گرفت کو نظر انداز کرنے سے تیری حجت و برہان باطل  
نہیں قرار پائی (کہ یہ کہا جائے کہ اگر اس کے پاس اُن کے  
غلاف دلیل و برہان ہوتی تو وہ مہلت کیوں دیتا)  
تیری حجت برقرار ہے جو باطل نہیں ہو سکتی، اور تیری  
دلیل محکم ہے جو زائل نہیں ہو سکتی۔ لہذا دائمی حسرت و  
اندوہ اسی شخص کے لئے ہے جو تجھ سے روگرداں ہوا اور  
رُسا کن نامرادی اُسی کے لئے ہے جو تیرے ہاں سے  
محروم رہا اور بدترین بد بختی اسی کے لئے ہے جس نے  
تیری (چشم پوشی سے) فریب کھایا۔ ایسا شخص کس قدر  
تیرے عذاب میں اُلٹے پلٹے کھاتا اور کتنا طویل زمانہ  
تیرے عذاب میں گردش کرتا رہے گا۔ اور اس کی  
رہائی کا مرحلہ کتنی دور اور بآسانی نجات حاصل کرنے  
سے کتنا مایوس ہو گا۔ یہ تیرا فیصلہ ان رُستے عدل ہے  
جس میں ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔ اور تیرا یہ حکم منہ برانصاف  
ہے جس میں اس پر زیادتی نہیں کرتا۔ اس لئے کہ تو نے  
بچے درپے دیلیں قائم اور قابل قبول حجتیں آشکارہ

تَلَطَّفْتَ فِي التَّوْحِيْبِ وَصَرَّيْتَ  
الْإِمْتَالِ وَأَطْلَيْتَ الْإِمْعَالَ وَ  
أَعَزَّيْتَ وَأَنْتَ مُسْكُو طَيْعٌ لِلْمُعَاجِلَةِ  
وَتَأْتِيكَ وَأَنْتَ مَبْلُغٌ بِالنِّيَادَةِ  
لَكَ تَكُنْ أَنَا نَفْسُكَ عَجْزًا وَ لَا  
إِمْعَالُكَ وَهَذَا وَلَا إِمْسَاكَ  
غَفْلَةً وَلَا انْتِظَارَكَ مُدَارَةً  
بَلْ يَتَكُونُ مُحِجَّتُكَ أَبْلَغُ وَكَرُمُكَ  
أَكْمَلُ وَإِحْسَانُكَ أَفْضَلُ وَيَقْنَتُكَ  
أَتَمُّ كُلُّ ذَلِكَ كَانَ وَ لَكَ تَزَلُّ  
وَهُوَ كَالْحَيِّ وَلَا تَزَالُ مُحِجَّتُكَ  
أَجَلٌ مِنْ أَنْ تُوصَفَ بِكُلِّهَا وَ  
مَحْدُوكَ أَرْفَعُ مِنْ أَنْ تُحَدَّ  
بِكُنْهٍ وَ يَغْنَتُكَ أَكْثَرُ  
مِنْ أَنْ تُحْطَى بِأَسْرِهَا وَ  
إِحْسَانُكَ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ  
تُشْكَرَ عَلَى أَقْلِهِ وَ قَدْ قَطَعَتْ  
بِالشُّكُوتِ عَنْ تَحْيِيدِكَ  
وَقَدْ هَبَى الْإِمْسَاكَ عَنْ  
تَسْجِيدِكَ وَ قَصَّارَى الْإِقْرَارِ  
بِالْحُسُوبِ لَا رَغْبَةَ بِيَا إِلَهِي  
بَلْ عَجْزًا قَهْرًا أَنَا ذَا أَوْثَمِكَ  
بِالْوَفَادَةِ وَ أَسْئَلُكَ  
تَحْسِنَ الْوَفَادَةِ فَصَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاسْمَعْ  
نَجْوَايَ وَاسْتَجِبْ دُعَايَ  
وَلَا تَخْشَوْنِي يَوْمَ

کردی میں اور پہلے سے ڈرانے والی چیزوں کے ذریعہ  
آگاہ کر دیا ہے۔ اور لطفت و مہربانی سے (آخرت کی)  
ترغیب دلائی ہے اور طرح طرح کی مثالیں بیان کی  
ہیں۔ مہلت کی مدت بڑھادی ہے اور عذاب  
میں تاخیر سے کام لیا ہے، حالانکہ تو فوری گرفت پر  
اختیار رکھتا تھا۔ اور نرمی و مدارات سے کام لیا ہے،  
باوجودیکہ تو تعمیل کرنے پر قادر تھا۔ یہ نرم روی، عاجزی  
کی بنا پر اور مہلت وہی کمزوری کی وجہ سے نہ تھی  
اور نہ عذاب میں توقف کرنا غفلت و بے خبری کے باعث  
اور نہ تاخیر کرنا نرمی و ملاطفت کی بنا پر تھا۔ بلکہ یہ  
اس لئے تھا کہ تیری محبت ہر طرح سے پوری ہو۔ تیرا  
کرم کامل تر، تیرا احسان فراوان، اور تیری نعمت تمام  
تر ہو۔ یہ تمام چیزیں تھیں اور رہیں گی۔ خدا کا لیکہ تو  
ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ تیری محبت اس سے بالاتر  
ہے کہ اس کے تمام گوشوں کو پوری طرح بیان کیا جاسکے  
اور تیری عزت و بزرگی اس سے بلند تر ہے کہ اس کی کنہ  
حقیقت کی حد کی قائم کی جائیں اور تیری نعمتیں اس سے  
فزون تر ہیں کہ ان سب کا شمار ہو سکے اور تیرے احسانات  
اس سے کہیں زیادہ تر ہیں کہ ان میں سے ادنیٰ احسان پر بھی  
تیرا شکر ادا کیا جاسکے۔ دیکھ تیری حمد و سپاس سے عاجز  
اور درماندہ ہوں۔ گویا خاموشی نے تیری پے درپے حمد و  
سپاس سے مجھے ناتواں کر دیا ہے اور توقف نے تیری تمجید و  
ستائش سے مجھے گنگ کر دیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں میری توانائی  
کی حد یہ ہے کہ اپنی درماندگی کا اعتراف کروں۔ یہ بے غشی  
کی وجہ سے نہیں ہے، اے مہربان! بلکہ مجز و ناتوانی کی  
بنا ہے۔ اچھا تو میں اب تیری بارگاہ میں حاضر  
ہونے کا قصد کرتا ہوں اور تجھ سے حسن امانت کا

يَخْتَبِي وَلَا تَجْبِهْنِي يَا زَيْدُ  
فِي مَسْئَلَتِي وَأَكْذَرُ مِنْ  
عِنْدِكَ مُنْصَرَفِي وَإِلَيْكَ  
مُبْتَغِي لَأَتُكَّ عِنْدُ  
صَارِقٍ بِمَا تُرِيدُ وَلَا  
عَاجِزٍ عَمَّا تُسْئَلُ وَ  
أَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ  
كَدِيرٌ وَلَا حَوْلَ وَلَا  
قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ  
الْعَظِيمِ .

خواستگار ہوں۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل  
فرما اور میری راز و نیاز کی باتوں کو سُن اور میری دُعا  
کو شرف قبولیت بخش اور میرے دن کو ناکامی کے ساتھ  
ختم نہ کر اور میرے سوال میں مجھے ٹھکرا نہ دے، اور  
اپنی بارگاہ سے پلٹنے اور پھر پلٹ کر آنے کو عزت و  
احترام سے ہمکنار فرما۔ اس لئے کہ مجھے تیرے ارادہ  
میں کوئی دشواری حائل نہیں ہوتی اور جو چیز تجھ سے  
طلب کی جائے اس کے دینے سے عاجز نہیں ہوتا۔  
اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اور قوت و طاقت نہیں سوا  
اللہ کے سہارے کے جو بلند مرتبہ و عظیم ہے۔

ہر قوم و ملت میں کوئی مذکورئی دن ایسا ضرور ہوتا ہے جو کسی تاریخی پس منظر کی وجہ سے یادگار کی حیثیت رکھتا ہے اور  
اسے وہ اپنے طریقے سے مناتے اور اس میں سورت و مسرت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ چنانچہ جس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتش  
نزدہ سرد ہوئی اور وہ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں سے زندہ و سلامت نکل آئے، وہ دن ان کے ماننے والوں کے  
لئے عید قرار پا گیا۔ اور جس دن حضرت یونسؑ شکم ماہی کے زنداں سے رلہ ہوئے وہ دن اُن کی قوم کے لئے عید کا دن بن گیا۔  
اور جس دن حضرت عیسیٰؑ کی اُمت پر مادہ نازل ہوا وہ اُن کے لئے عید کا دن قرار پا گیا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: دَبَّاهُزِلْ  
عَلَيْنَا مَانِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا ۖ اے ہمارے پروردگار! قوم پر آسمان سے مادہ نازل کر جو ہمارے لئے عید قرار  
پائے۔ اسی طرح اسلام میں بھی مختلف یادگاروں کے سلسلہ میں متعدد عیدیں منائی جاتی ہیں۔ جن میں سے عید الاضحیٰ اور عید  
نظر زیادہ شہرت رکھتی ہیں۔ عید الاضحیٰ اس بے مثال قربانی کی یادگار ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے قربان گاہ منیٰ میں پیش کی  
تھی۔ اور عید الفطر ماہ مبارک رمضان کے اختتام پر فریضہ معیام سے عہدہ برآ ہونے کے شکرِ میں منائی جاتی ہے۔ اس عید  
کی منسبت کو ہمہ گیر بنانے کے لئے اسلام نے ہر ذی استطاعت پر ایک مخصوص مقدارِ زکوٰۃ نظرہ کی واجب کر دی ہے۔ اس  
ہدایت کے ساتھ کہ نماز سے پہلے مستحقین تک پہنچا دی جائے، تاکہ وہ بھی عید کی مسرتوں میں دوسروں کے ساتھ شریک  
ہو سکیں۔ اور یہ اسلام کی حکیمانہ موقع شناسی ہے کہ اس نے عید الفطر کے موقع پر غرباء کی امانت ضروری قرار دی اس  
لئے کہ تیس دن بھوک پیاس میں گزارنے اور فاقہ کشی کی تکلیف سے آشنا ہونے کے بعد غریبوں کے دکھ درد کا احساس اور  
ان سے ہمدردی کا جذبہ ابھر آتا ہے جو غریبوں اور ناداروں کی امانت کا محرک ہوتا ہے۔ اور انسان بطیب خاطر اس مختصر  
مالی قربانی کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور اُسے نظرہ کے بعد دو گنا عید سے اس دن کا انتہاج کیا جاتا ہے۔ جس میں  
اہل شہر مجتمع ہو کر اجتماعی شان، ملی تنظیم اور اسلامی اخوت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ پھر خطبہ عید پڑھا جاتا ہے۔ جو تجلّیہ

و تقدیس، درود و سلام، پسند و نصیحت اور سورۃ قرآنی پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے بعد سکرانے ہوئے چہروں کے ساتھ مصافحہ، معاقدہ، سلام و دعا اور میل ملاقات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اسی مسرت افزا ماحول میں یہ دن تمام ہوتا ہے۔ یہ ہے اسلامی تہوار جس کی مسرت میں سنجیدگی، کیفیت میں شائستگی اور لطف و مسرور میں تہذیب کو سر دیا گیا ہے اور اس کے آداب و رسوم میں اعلیٰ اخلاقی معیار کا پوری طرح لحاظ رکھا گیا ہے۔ جس دن کی ابتدا فریضہ صبح کے علاوہ نذرۃ و نماز اور اجتماع خطبہ سے ہوا اور اس کے لمحات میل ملاقات اور رنجشوں اور کدورتوں کو دور کرنے میں صرف ہوں وہ دن یقیناً دل میں ایک مسرت انگیز طریت کا احساس پیدا کرے گا اور نیکی کے جذبات ابھار کر نیک کرداری و خدا پرستی اور قلب و روح کی تطہیر کا سامان کرے گا۔ اور حقیقی عید یہی ہے کہ انسان اپنے قلب و ضمیر کو پاک و صاف کرے۔ گناہوں سے دامن بچائے اور برائیوں سے محفوظ رہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

عید صرف اس کے لئے ہے جس کے روزوں کو اللہ تعالیٰ قبول کیا اور اس کے قیام و نماز کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اور ہر وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کی جائے عید کا دن ہے۔

انما هو عید لمن قبل اللہ صیاماً و شکر قیاماً و کل یوم لایصحی اللہ فیہ فهو عید۔

## دعائے روزِ عرفہ

سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جانوں کو پروردگار ہے۔ بار الہا تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں۔ اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے، اے بزرگی و اعزاز والے، اے پالنے والوں کے پالنے والے، اے ہر پرستار کے معبود، اے ہر مخلوق کے خالق اور ہر چیز کے مالک و وارث۔ اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے اور نہ کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ ہے۔ وہ ہر چیز پر حاوی اور ہر شے پر مگرر ہے۔ تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں جو ایک اکیلا اور یکتا و یگانہ ہے۔ اور تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں جو بخشے والا اور انتہائی

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي يَوْمِ عَرَفَةَ -

أَحْمَدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَلْهَمَكَ الْكَرَّمَاتِ بَدِيعِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ رَبِّ الْأَنْبِيَاءِ يَا إِلَهَ كُلِّ مَأْنُوَةٍ وَخَالِقِ كُلِّ مَخْلُوقٍ وَدَارِثِ كُلِّ شَيْءٍ وَكَيْفَ كَيْفُكَ شَيْءٌ وَلَا يَعْزُبُ عَنْهُ عِلْمُ كُنْ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ وَخَاطِبٌ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَافِعٌ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الْفَرْدُ الْمُنْفَرِدُ وَأَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْكَرِيمُ الْمَكْرَمُ الْعَظِيمُ الْمُتَعَلِّمُ

اَلْكَفُّرُ الْمُتَكَبِّرُ مَا اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ  
 اِلَّا اَنْتَ الْعَلِيُّ الْمُتَعَالِ الْقَدِيْدُ  
 الْمَعَالِ وَاَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا  
 اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ  
 وَاَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ السَّمِيْعُ  
 الْبَصِيْرُ الْقَدِيْمُ الْخَبِيْرُ وَاَنْتَ  
 اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْكَرِيْمُ  
 الْاَكْرَمُ الْاَزْكَا اَزْوَاجُكَ وَاَنْتَ اللّٰهُ  
 لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ اَحَدٍ  
 وَالْاٰخِرُ بَعْدَ كُلِّ عَدَدٍ وَاَنْتَ  
 اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَدْنٰى فِى  
 عِلْمِكَ وَالْعَالٰى فِى دُنُوِّكَ وَاَنْتَ  
 اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ذُو الْبَهَاءِ  
 وَالْمَجْدِ وَالْكِبَرِيَّاتِ وَالْحَمْدُ وَ  
 اَمْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِى  
 اَلْمَسَاتِ الْاَشْيَاءُ مِنْ طَعْمٍ  
 سَمِيْعٍ وَصَوْرَتٍ مَا صُوِّرَتْ مِنْ  
 عِلْمٍ مِثَالٍ وَاَبْتَدَعْتَ الْمُبْتَدَاعَاتِ  
 بِلَا اَحْتِدَادٍ اَنْتَ الَّذِى قَدَّرْتَ  
 كُلَّ شَيْءٍ وَتَقْدِيْرًا وَتَسَرَّرْتَ كُلَّ  
 شَيْءٍ وَتَسَيَّرًا وَتَبَرَّرْتَ مَا دَوَّنَكَ  
 تَدْبِيْرًا اَنْتَ الَّذِى كَرَّمْتَ عَلَى  
 خَلْقِكَ شَرِيْكَ وَكَرَّمْتَ لِيَّكَ  
 فِى اَمْرِكَ وَزِيْرًا وَكَرَّمْتَ لَكَ  
 مَشَاهِدًا وَلَا تُظِيْرُ اَنْتَ الَّذِى  
 اَرَادْتَ لَكَ اَنْ تَكُنْ حَتْمًا مَا اَرَدْتَ وَ  
 قَضَيْتَ لَكَ اَنْ تَكُنْ حَتْمًا مَا قَضَيْتَ لَكَ

بخشے والا، عظمت والا اور انتہائی عظمت والا، اور بڑا اور  
 انتہائی بڑا ہے۔ اور تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے سوا کوئی  
 معبود نہیں جو بلند و برتر اور بڑی قوت و تدبیر والا ہے  
 اور تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں  
 جو فیض رساں، مہربان اور علم و حکمت والا ہے۔ اور  
 تو ہی وہ معبود ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں،  
 جو سننے والا دیکھنے والا، قدیم و ازلی اور ہر چیز سے  
 آگاہ ہے۔ اور تو ہی وہ معبود ہے کہ تیرے علاوہ کوئی  
 معبود نہیں جو کریم اور سب سے بڑھ کر کریم اور دائم و  
 جاوید ہے۔ اور تو ہی وہ معبود ہے کہ تیرے سوا کوئی  
 معبود نہیں۔ جو ہر شے سے پہلے اور ہر شمار میں آنے  
 والی شے کے بعد ہے۔ اور تو ہی وہ معبود ہے کہ تیرے  
 علاوہ کوئی معبود نہیں جو (کائنات کے دسترس) سے بالا  
 ہونے کے باوجود نزدیک اور نزدیک ہونے کے باوجود  
 (فہم و ادراک سے) بلند ہے۔ اور تو ہی وہ معبود ہے کہ  
 تیرے سوا کوئی معبود نہیں جو جمال و بزرگی اور عظمت و  
 ستائش والا ہے۔ اور تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے  
 علاوہ کوئی معبود نہیں جس نے بغیر مواد کے تمام چیزوں  
 کو پیدا کیا اور بغیر کسی نمونہ و مثال کے صورتوں کی نقش آرائی  
 کی اور بغیر کسی کی پیروی کے موجودات کو خلقت و وجود  
 بخشا۔ تو ہی وہ ہے جس نے ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھہرایا  
 ہے اور ہر چیز کو اس کے ذیائق کی انجام دہی پر آمادہ  
 کیا ہے اور کائنات عالم میں سے ہر چیز کی تدبیر و  
 کارسازی کی ہے۔ تو وہ ہے کہ آفرینش عالم میں کسی  
 شریک کار نے تیرا ہاتھ نہیں بٹایا اور نہ کسی معاون  
 نے تیرے کام میں تجھے مدد دی ہے اور نہ کوئی تیرا  
 دیکھنے والا اور نہ کوئی تیرا مثل و نظیر تھا اور تو

فَكَانَ نَصْفًا مَّا كُنْتَ أَنْتَ الَّذِي  
لَا يَخُونُكَ مَكَانٌ وَلَمْ يَقُمْ بِسُلْطَانِكَ  
سُلْطَانٌ وَلَمْ يُغَيِّكْ بَرَهَانٌ وَلَا  
بَيَانٌ أَنْتَ الَّذِي أَحْصَيْتَ كُلَّ  
شَيْءٍ عَدَدًا وَجَعَلْتَ كُلَّ شَيْءٍ  
أَمَدًا وَقَدَّانْتَ كُلَّ شَيْءٍ تَقْدِيرًا  
أَنْتَ الَّذِي قَصَرْتَ الْأَوْهَامَ مِنْ  
ذَاتِيَّتِكَ وَعَجَزْتَ الْأَنْهَامَ  
عَنْ كَيْفِيَّتِكَ وَلَمْ تُذَرِكْ  
الْأَبْصَارَ مَوْضِعَ آيِنِيَّتِكَ  
أَنْتَ الَّذِي لَا تُحَدُّ تَتَكُونُ  
مَحْدُودًا وَلَمْ تُكُنْ تَتَكُونُ  
مَوْجُودًا وَلَمْ تَلِدْ فَتَكُونِ  
مَوْلُودًا أَنْتَ الَّذِي لَا ضِدَّ مَعَكَ  
فَيَعَارِدَكَ وَلَا عَدْلَ فَيُكَافِرُكَ وَلَا  
لَا يَنْدَكَ فَيَعَارِضَكَ أَنْتَ الَّذِي  
أَبْتَدَأَ وَأَخْتَلَعَ وَاسْتَحْدَكَ  
أَبْتَدَعَ وَأَخْسَنَ صَنَعَ مَا صَنَعَ  
سُبْحَنَكَ مَا أَجَلَ شَأْنَكَ لَا تُسَوِّ  
فِي الْأَمَاكِنِ مَكَانَكَ وَأَصْدَعَ  
بِالْحَقِّ قُرْقَانَكَ سُبْحَنَكَ مِنْ  
كُلِّ طَيْعٍ مَا أَلْطَفَكَ دَرْدُودٍ مَا  
أَسْرَفَكَ وَحَكِيمٍ مَا أَعْرَفَكَ  
سُبْحَنَكَ مِنْ مَلِينٍ مَا أَمْنَعَكَ وَ  
بَحْوٍ مَا أَفْسَعَكَ وَرَفِيعٍ مَا أَرْفَعَهُ  
دَوَابِّكَ وَالْمَعْبُودِ وَالْكَبِيرِ وَالْمُعَدِّ  
سُبْحَنَكَ بِسَطَّتْ بِالْعَمَلَاتِ

نے جو ارادہ کیا وہ حتمی و لازمی اور جبرئیلہ کیا وہ عدل  
کے تقاضوں کے عین مطابق اور جو حکم دیا وہ انصاف پر  
بنی تھا۔ تو وہ ہے جسے کوئی جگہ گھبرے ہوئے نہیں  
ہے اور نہ تیرے اقتدار کا کوئی اقتدار مقابلہ کر سکتا  
ہے اور نہ تو دلیل و برہان اور کسی چیز کو واضح طور  
پر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ تو وہ ہے جس نے ایک  
ایک چیز کو شمار کر رکھا ہے۔ اور ہر چیز کی ایک مدت  
مقرر کر دی ہے اور ہر شے کا ایک اندازہ ٹھہرا دیا ہے  
تو وہ ہے کہ تیری کنہ ذات کو سمجھنے سے واسطے قاصر  
اور تیری کیفیت کو جاننے سے عقلیں عاجز ہیں۔ اور  
تیری کوئی جگہ نہیں ہے کہ آنکھیں اس کا کھوج لگا  
سکیں۔ تو وہ ہے کہ تیری کوئی حد نہایت نہیں  
ہے کہ تو محدود قرار پائے اور نہ تیرا تصور کیا جاسکتا ہے  
کہ تو تصور کی ہوئی صحت کے ساتھ ذہن میں موجود ہو  
سکے اور نہ تیرے کوئی اولاد ہے کہ تیرے متعلق کسی کی  
اولاد ہونے کا احتمال ہو۔ تو وہ ہے کہ تیرا کوئی مد  
مقابل نہیں ہے کہ تجھ سے ٹکرائے اور نہ تیرا کوئی ہسر  
ہے کہ تجھ پر غالب آئے اور نہ تیرا کوئی مثل و نظیر  
ہے کہ تجھ سے برابری کرے۔ تو وہ ہے جس نے خلق  
کائنات کی ابتداء کی، عالم کو ایجاد کیا اور اس کی بنیاد  
قائم کی۔ اور بغیر کسی مادہ و اصل کے اسے وجود میں  
لایا اور جو بنایا اسے اپنے حسن صنعت کا نمونہ بنایا۔  
تو ہر عیب سے منزہ ہے رتیری شان کس قدر بزرگ ہو  
تمام جگہوں میں تیرا پایہ کتنا بلند اور تیری حق و باطل  
میں امتیاز کرنے والی کتاب کس قدر حق کو آشکارا  
کرنے والی ہے۔ تو منزہ ہے۔ اسے صاحب لطف و  
احسان، تو کس قدر لطف فرمانے والا ہے۔ اسے مہربان

يَعَاذُكَ وَعُرْفَتِكَ الْهَدَايَةِ مِنْ عَذَابِكَ  
 كَمَنْ التَّمَسَّكَ بِدِينِكَ أَوْ  
 دُنْيَا وَجَدَكَ سُبْحَانَكَ خُصَمَاءُ  
 لَكَ مَنْ جَدَى فِي عِلْمِكَ  
 وَخُصَمَاءُ لِعَظَمَتِكَ مَا دُونَ  
 عَزِّكَ وَاتِّقَادَ لِلتَّسْلِيلِ  
 لَكَ كُلُّ خَلْقِكَ سُبْحَانَكَ لَا  
 تُحْسُ وَلَا تُجَسُّ وَلَا  
 تُمَسُّ وَلَا تُكَادُ وَلَا تُنَاطُ  
 وَلَا تُنَانِعُ وَلَا تُجَالِي وَلَا  
 لَا تُمَارِي وَلَا تُخَادِعُ وَلَا  
 تُمَاكِرُ سُبْحَانَكَ سَبِيلُكَ  
 جَدُّ وَآمَرَكَ مَرَّشِدُ وَ  
 أَلْتَ حَى صَمَدُ سُبْحَانَكَ  
 قَوْلُكَ حُكْمُ وَفَضْلُكَ  
 حَقُّ وَإِزَادَتُكَ عَزْمُ  
 سُبْحَانَكَ لَا كَا كُ لِمَشِيَّتِكَ  
 وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِكَ  
 سُبْحَانَكَ تَبَاهِدُ الْآيَاتِ  
 تَهْلِيلُ السَّنَنِ بَارِئُ الْغِيَاثِ  
 لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا يَدُومُ  
 بِدَايِكَ وَكَانَ الْحَمْدُ حَمْدًا  
 خَالِدًا بِبِعَمَلِكَ وَكَانَ الْحَمْدُ  
 حَمْدًا يُتَوَانِي صُنْعَكَ وَكَانَ  
 الْحَمْدُ حَمْدًا يَزِيدُ عَلَى  
 مَا صَنَعْتَ وَكَانَ الْحَمْدُ حَمْدًا  
 مَعَ حَمْدِ كُلِّ حَامِدٍ وَتُسَلِّمُ

تو کس قدر مہربانی کرنے والا ہے۔ اسے حکمت والے تو  
 کتنا جاننے والا ہے۔ پاک ہے تیری ذات اسے صاحب  
 اقتدار! تو کس قدر قوی و توانا ہے۔ اسے کریم! تیرا دامن  
 کرم کتنا وسیع ہے۔ اسے بلند مرتبہ، تیرا مرتبہ کتنا بلند ہے  
 تو حسن و خوبی، شرف و بزرگی، عظمت و کبریائی اور  
 حمد و ستائش کا مالک ہے۔ پاک ہے تیری ذات، تو  
 نے جہانوں کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا ہے۔ تجھ ہی سے  
 ہدایت کا عرفان حاصل ہوا ہے۔ لہذا جو تجھے دین یا  
 دنیا کے لئے طلب کرے تجھے پالے گا۔ تو منسذہ  
 و پاک ہے۔ جو بھی تیرے علم میں ہے وہ تیرے سامنے  
 سرنگوں، اور جو کچھ عرش کے نیچے ہے وہ تیری عظمت  
 کے آگے سر ہنم اور جملہ مخلوقات تیری اطاعت کا جوا  
 اپنی گردن میں ڈالے ہوئے ہے۔ پاک ہے تیری ذات  
 کہ نہ حواس سے تجھے جانا جاسکتا ہے۔ نہ تجھے ٹولا  
 اور پھرا جاسکتا ہے۔ نہ تجھ پر کسی کا حیلہ چل سکتا  
 ہے۔ نہ تجھے دُور کیا جاسکتا ہے۔ نہ تجھ سے نزاع  
 ہو سکتی ہے، نہ مقابلہ، نہ تجھ سے جھگڑا کیا جاسکتا ہے  
 اور نہ تجھے دھوکا اور فریب دیا جاسکتا ہے۔ پاک ہے  
 تیری ذات، تیرا راستہ سیدھا اور ہموار، تیرا فرمان  
 سرا سرتی و صواب اور تو زندہ و بے نیاز ہے۔ پاک  
 ہے تو۔ تیری گفتار حکمت آمیز، تیرا فیصلہ قطعی اور تیرا ارادہ  
 حتمی ہے۔ پاک ہے تو، نہ تو کوئی تیری مشیت کو رد  
 کر سکتا ہے اور نہ کوئی تیری باتوں کو بدل سکتا ہے۔  
 پاک ہے تو اسے درخشندہ نشانیوں والے۔ اسے آسمانوں  
 کے خلق فرمانے والے اور ذی رُوح چیزوں کے پیدا کرنے  
 والے تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں۔ ایسی تعریفیں  
 جن کی ہمیشگی تیری ہمیشگی سے وابستہ ہے اور

يَقْصُرُ عَنْهُ لُحْدُ كُلِّ شَاكِرٍ  
 حَمْدًا لَا يَنْبَغِي إِلَّا لَكَ وَلَا  
 يَنْقُذُ بِهِ إِلَّا إِلَهُكَ  
 حَمْدًا يُسْتَدَامُ بِهِ الْأَوَّلُ  
 وَيُسْتَدْعَى بِهِ دَوَامُ الْآخِرِ  
 حَمْدًا يَتَضَاعَفُ عَلَى كُرُوبِ  
 الْأَرْمَنِ وَيَتَذَاهِدُ أَضْعَافًا  
 مَكْرَادِيَّةً حَمْدًا يَفْجُزُ عَنْ  
 إِحْصَائِهِ الْحَفِظَةُ وَيَزِيدُ  
 عَلَى مَا أَحْصَتْهُ فِي كِتَابِكَ  
 الْكُتُبَةُ حَمْدًا يُوَارِثُ عَرَّاشَكَ  
 الْمَجِيدَ وَيُعَادِلُ كُرْسِيِّكَ  
 الرَّفِيعَ حَمْدًا يَكْمَلُ لَدَاكَ  
 كَوَائِدُ وَيَسْتَغْرِقُ كُلَّ  
 جَزَاءٍ جَزَائِيٍّ حَمْدًا ظَاهِرًا  
 وَفَنًى لِبَاطِنِهِ وَبَاطِنًا وَفَنًى  
 لِيَصِدْقِ الْيَقِينِ حَمْدًا لَمْ  
 يَخْنَدْكَ خَلْقٌ مِثْلُهُ وَلَا  
 يُغْدِي أَحَدٌ سِوَاكَ فَضْلُهُ  
 حَمْدًا يُعَانُ مِنَ انْجِهَلَةٍ فِي  
 تَعْدِيدِهِ وَيُؤَيِّدُ مَنْ أَعْدَى  
 تَرْعَا فِي كَوْنِيَّتِهِ حَمْدًا يَجْمَعُ  
 مَا خَلَقْتَ مِنَ الْحَمْدِ وَيَنْتَظِمُ  
 مَا أَنْتَ خَالِقُهُ مِنْ بَعْدِ حَمْدًا  
 لَا حَمْدَ أَقْدَبَ إِلَى كَلْوَلِكَ  
 مِنْهُ وَلَا أَحَمَدَ مِنْ يَحْمَدُكَ  
 بِهِ حَمْدًا يُوجِبُ بِكَرَمِكَ

تیرے ہی لئے ستائش ہے۔ ایسی ستائش جو تیری  
 نعمتوں کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے۔ اور تیرے ہی لئے  
 حمد و ثنا ہے۔ ایسی جو تیرے کرم و احسان کے برابر  
 ہو اور تیرے ہی لئے حمد ہے ایسی جو تیری رضامندی  
 سے بڑھ جائے۔ اور تیرے ہی لئے حمد و سپاس ہے  
 ایسی جو ہر حمد گزار کی حمد پر مشتمل ہو اور جس کے مقابلہ  
 میں ہر شکر گزار کا شکر پیچھے رہ جائے۔ ایسی حمد جو تیرے  
 علاوہ کسی کے لئے سزاوارد نہ ہو اور نہ تیرے سوا کسی کے  
 تقرب کا وسیلہ بنے۔ ایسی حمد جو پہلی حمد کے دوام کا سبب  
 قرار پائے اور اس کے ذریعہ آخری حمد کے دوام کی اتمتہ  
 کی جائے ایسی حمد جو زمانہ کی گردشوں کے ساتھ بڑھتی جائے  
 اور پے درپے اضافوں سے زیادہ ہوتی رہے۔ ایسی حمد  
 کہ نگہبانی کرنے والے فرشتے اس کے شمار سے عاجز  
 آجائیں۔ ایسی حمد جو کاتبانِ اعمال نے تیری کتاب  
 میں لکھ دیا ہے اس سے بڑھ جائے۔ ایسی حمد جو تیرے  
 عرشِ بزرگ کے ہموزن اور تیری بلند پایہ کمری کے  
 برابر ہو۔ ایسی حمد جس کا اجر و ثواب تیری طرف سے  
 کامل اور جس کی جسزات تمام جزاؤں کو شامل ہو۔ ایسی  
 حمد جس کا ظاہر باطن سے ہمנוا اور باطن صدق نیت  
 سے ہم آہنگ ہو۔ ایسی حمد کہ کسی مخلوق نے ویسی تیری  
 حمد نہ کی ہو اور تیرے سوا کوئی اس کی نصیبت و برتری  
 سے آشنا نہ ہو۔ ایسی حمد کہ جو اسے بکثرت بجالانے  
 کے لئے کوشاں ہو اسے (تیری طرف سے) مدد حاصل  
 ہو اور جو اسے انجام تک پہنچانے کے لئے سعی  
 بلیغ کرے۔ اسے توفیق و تائید نصیب ہو۔ ایسی  
 حمد جو تمام اقسامِ حمد کی جامع ہو جنہیں تو موجود کر چکا ہے  
 اور ان اقسام کو بھی شامل ہو جنہیں تو بعد میں موجود کرے گا

الْمَزِيدَ بِوَفْوَرِهِ وَتَصِلُهُ بِمَزِيدٍ  
 بَعْدَ مَزِيدٍ طَوْلًا مِنْكَ حَمْدًا  
 يَجِبُ يَكْتُمُ وَجْهَكَ وَيَقَابِلُ  
 عِزَّ جَلَالِكَ رَبِّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 قَرَّالِ مُتَحَدِّ الْمُنْتَخَبِ الْمُصْطَفَى  
 الْمَكْرَمِ الْمُقَرَّبِ أَفْضَلِ صَلَواتِكَ  
 وَبَارِكْ عَلَيْهِ أَكْثَرَ كَاتِبِكَ وَ  
 تَرْحَمْ عَلَيْهِ أَمْتَعِ رَحْمَاتِكَ رَبِّ  
 صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ صَلَوةً  
 زَاكِيَةً لَا تَكُونُ صَلَوةً أَنْفِي مِنْهَا  
 وَصَلِّ عَلَيْهِ صَلَوةً كَامِيَةً لَا تَكُونُ  
 صَلَوةً أَنْفِي مِنْهَا وَصَلِّ عَلَيْهِ  
 صَلَوةً رَاضِيَةً لَا تَكُونُ صَلَوةً  
 نَوَقَهَا رَبِّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ  
 آلِهِ صَلَوةً تُزَوِّدُهُ وَتَزِيدُهُ  
 عَلَى رِضَاهُ وَصَلِّ عَلَيْهِ صَلَوةً  
 تُزَوِّدُهُ وَتَزِيدُهُ عَلَى رِضَاكَ لَهُ  
 وَصَلِّ عَلَيْهِ صَلَوةً لَا تَزْطِي لَهُ  
 إِلَّا بِهَا وَلَا تَزِي عَيْنُهُ لَهَا أَهْلًا  
 رَبِّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ صَلَوةً  
 تُجَاوِزُ رِضْوَانَكَ وَتَقْصِلُ اقْتِصَالَهَا  
 بِمَقَامِكَ وَلَا يَنْفَدُ كَمَا لَا تَنْفَدُ  
 كَلِمَاتُكَ رَبِّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 وَآلِهِ صَلَوةً تَنْتَظِمُ صَلَواتِ  
 مَلَائِكَتِكَ وَآئِيَاتِكَ وَ  
 رُسُلِكَ وَآهْلِ طَاعَتِكَ  
 وَتُشْتَمِلُ عَلَى صَلَواتِ عِبَادِكَ

ایسی حمد کہ اس سے بڑھ کر کوئی حمد تیری مراد سے  
 قریب تر نہ ہو اور جو شخص اس طرح کی حمد کرے اس  
 سے بڑھ کر کوئی حمد گزار نہ ہو۔ ایسی حمد جو تیرے فضل  
 و کرم سے اپنی فراوانی کے باعث افزائشِ نعمت کا سبب  
 ہو اور تو اپنے لطف و احسان سے اس کے ساتھ پیہم  
 اضافہ کا سلسلہ قائم رکھے۔ ایسی حمد جو تیری بزرگی  
 و اعلیٰ کے شایاں اور تیرے شرف و جلال کے ہمدوش ہو۔  
 پروردگار! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر سب رحمتوں سے  
 افضل و برتر رحمت نازل فرما! وہ محمدؐ جو برگزیدہ،  
 معزز و گرامی اور مقرب ہیں اور ان پر اپنی کامل  
 ترین برکتوں کا اضافہ فرما اور اپنی نفع رساں رحمتوں کے  
 ساتھ ان پر رحم و کرم فرما۔ پروردگار! محمدؐ اور اُن کی آلؑ  
 پر رحمت فراوان نازل کر جس سے فراوانی میں کوئی رحمت  
 نہ بڑھ سکے۔ اور ان پر ایسی بڑھنے والی رحمت نازل فرما  
 جس سے زیادہ کوئی رحمت بڑھنے والی نہ ہو اور ان پر  
 ایسی پسندیدہ رحمت نازل فرما جس سے بالاتر کوئی رحمت  
 نہ ہو۔ پروردگار! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت  
 نازل فرما جو انہیں خوش و خوشنود کرے اور ان کی خوشنودی  
 سے بڑھ جائے۔ اور اُن پر ایسی رحمت نازل فرما کہ تو  
 ان کے لئے اس کے سوا کسی رحمت کو پسند نہ کرے  
 اور نہ اُن کے علاوہ کسی کو اس رحمت کا مستزاوار سمجھے  
 پروردگار! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما  
 کہ تیری جانب سے جس رضامندی کے وہ مستحق ہیں  
 اس سے بڑھ جائے اور اس کا پیوند تیرے بقا و دوام  
 سے جڑا ہے اور اس کا سلسلہ کہیں ختم نہ ہو۔ جس طرح  
 تیرے کلمے ختم نہ ہوں گے۔ پروردگار! محمدؐ اور ان کی  
 آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما جو تیرے فرشتوں، نبیوں،

مِنْ جَنَّتِكَ وَرَأَيْتَ أَهْلَ إِبْرَاهِيمَ  
وَتَجَنَّبَهُ عَلَى صَلَوةٍ كُلِّ مَنْ  
ذَرَأَتْ وَبَرَأَتْ مِنْ أَصْنَافِ خَلْقِكَ  
رَبِّ صَلِّ عَلَيْهِ وَإِلَيْهِ صَلَوةٌ تُعِيطُ  
بِكُلِّ صَلَوةٍ سَالِفَةٍ وَمُسْتَأْنِفَةٍ  
وَصَلِّ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ صَلَوةٌ مُرْصِيَّةٌ  
لَكَ وَلِمَنْ دُونِكَ وَتُنْشِئُ مَعَ  
ذَلِكَ صَلَواتٍ قَضَاعِفُ مَعَهَا تِلْكَ  
الْصَلَواتِ عَمْدَهَا وَتَزِيدُهَا  
عَلَى كُرُوبِ الْأَيَّامِ زِيَادَةً فِي  
تَعْمَاعِيفٍ لَا يَعْدُهَا غَيْرُكَ  
رَبِّ صَلِّ عَلَى أَطْيَبِ أَهْلِ  
بَيْتِهِ الَّذِينَ اخْتَرْتَهُمْ لِامْرُكٍ  
وَجَعَلْتَهُمْ خَزَنَةَ عِلْمِكَ وَ  
حَفَظَةَ دِينِكَ وَخُلُقَاتِكَ  
فِي أَرْضِكَ وَجَجَعْتَ عَلَى عِبَادِكَ  
وَطَهَّرْتَ قُلُوبَهُمْ مِنَ الرِّجْسِ  
وَالذَّنَسِ طَهْرًا يَأْتِي رَأْدَتِكَ  
وَجَعَلْتَهُمْ أَلَوْ سِيْلَةَ إِلَيْكَ وَ  
الْمُسْلِكَ إِلَى جَنَّتِكَ رَبِّ صَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ صَلَوةٌ تُجْزِلُ  
لَهُمْ رِجَالًا مِنْ نَحْلِكَ وَكَرَامَتِكَ  
وَتَكْمِلُ لَهُمْ الْأَشْيَاءَ مِنْ  
عَطَائِيكَ وَنَوَائِيكَ وَتَوْفِيقُ  
عَلَيْهِمُ الْحَقَّ مِنْ عَوَائِدِكَ وَ  
تَوَاتُؤِكَ رَبِّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ  
صَلَوةً لَا أَمَدَ فِي أَوَّلِهَا وَلَا غَايَةَ

رسولوں اور اطاعت کرنے والوں کے درود و رحمت  
کو شامل ہو اور تیرے بندوں میں سے جنوں، انسانوں  
اور تیری دعوت کو قبول کرنے والوں کے درود و سلام  
پر مشتمل ہو اور تیری ہر قسم کی مخلوقات کو جنہیں تو نے  
خلق کیا اور عالم وجود میں لایا سب کی رحمتوں پر عادی ہو  
پروردگارا! آنحضرتؐ پر اور ان کی آل پر ایسی رحمت نازل  
فرما جو گزشتہ و آئندہ سب رحمتوں کو محیط ہو۔ ان پر اور  
ان کی آل پر ایسی رحمت نازل فرما جو تیرے نزدیک اور  
نہیب علاوہ دوسروں کے نزدیک پسندیدہ ہو۔ اور ان  
رحمتوں کے ساتھ ایسی رحمتیں بھیجتا رہے کہ ان کے  
بھیجنے کے وقت تو پہلی رحمتوں کو وگنا کر دے۔ اور  
انہی زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ دو چند کر کے  
اتنا بڑھاتا جائے کہ جنہیں تیرے علاوہ کوئی شمار نہ  
کر سکے۔ پروردگارا ان کے اہل بیت اطہارؑ پر رحمت  
نازل فرما جنہیں تو نے امر (دین و شریعت) کے لئے  
منتخب فرمایا۔ اپنے علم کا خزانہ دار اور اپنے دین کا قیام  
اور زمین میں اپنا خلیفہ و جانشین اور بندوں پر اپنی رحمت  
بنایا اور جنہیں اپنے ارادہ نازل سے ہر قسم کی نجاست و  
آلودگی سے پاک و صاف رکھا اور جنہیں اپنے تک پہنچنے  
کا وسیلہ اور جنت تک آنے کا راستہ قرار دیا ہے  
پروردگارا! محمدؐ اور ان کی آل پر ایسی رحمت نازل  
فرما جس کے ذریعہ تو ان کے لئے اپنی بخشش و کرامت  
کو فرازاں اور ان کے لئے عطا یا دانعامات کامل کے  
اور اپنے تحائف و منافع میں سے انہیں دافر حصہ بخشے  
پروردگارا! ان پر اور ان کے اہل بیت پر ایسی رحمت  
نازل فرما کہ نہ اس کی ابتداء کی کوئی مدت، نہ اس کی مدت  
کی کوئی انتہا اور نہ اس کا کوئی آخری کنارہ ہو۔ پروردگارا!

لَا مَدِيَهَا وَلَا ذِيهَا تَبْتَغِي خَيْرَهَا رَيْبَ  
 حَبْلٍ عَلَيْهِمْ رِزْقَ عَرْشِكَ وَمَا دُونَهُ  
 وَمِثْلًا لِمَوْلَانِكَ وَمَا قَوْكُهُنَّ وَ  
 عَدَدَ أَرْضِيكَ وَمَا تَحْتَهُنَّ وَمَا  
 بَيْنَهُنَّ صَلَوةً تُقَرِّبُهُنَّ مِنْكَ  
 زُلْفَى وَتَكُونُ لَكَ وَكَلْمًا يَرْضَا وَ  
 مُتَّصِلَةً بِسَطَاغِيهِنَّ أَبَدًا اللَّهُمَّ  
 إِنَّكَ أَيْدَتِ دِينَكَ فِي كُلِّ أَوَانٍ  
 يَا مَامَ أَكُنْتُكَ عَلَمًا لِعِبَادِكَ وَ  
 مَنَارًا فِي بِلَادِكَ بَعْدَ أَنْ وَصَلْتَ  
 حَبْلَكَ بِحَبْلِكَ وَجَعَلْتَهُ الدَّرِيْعَةَ  
 إِلَى رِضْوَانِكَ وَأَنْفَكَ رَحْمَتَكَ طَاعَتًا  
 وَخَذَرْتَ مَعْصِيَتَهُ وَأَمَرْتَ  
 بِأَمْتِنَالِ أَوَامِرِهِ وَالْإِتْبَاعِ عِنْدَ  
 كَهْفِهِ وَالْإِتْقَانِ مَتَقَلِّمًا وَ  
 لَا يَتَأَخَّرُ عَنْهُ مَتَأَخِّرٌ نَهْوُ  
 عِصْمَةِ اللَّادِيْنِ وَكَلْمُ  
 الْمُؤْمِنِينَ وَعُدْوَةُ الْمُتَمَسِّكِينَ  
 وَبَهَاءُ الْغَالِيْنَ اللَّهُمَّ فَأَوْزِعْ  
 لِعَوْلِيكَ شُكْرَ مَا أَنْعَمْتَ بِهِ عَلَيْهِ  
 وَأَوْزِعْنَا مِثْلَهُ فِيهِ وَابْتَغِ  
 مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيْبًا وَ  
 اقْتَحِمْ لَهُ قُدْرًا يَسِيْرًا وَأَعِزَّهُ  
 بِرُكْنِكَ الْأَعِزِّ وَاشْدُدْ أَمْرَهُ  
 وَكُوْ عَضُدَهُ وَرَاعِيهِ بِعَيْنِكَ  
 وَارْحَمِهِ بِحِفْظِكَ وَأَنْصُرْهُ  
 بِمَلَايِكَتِكَ وَأَمْدُدْهُ بِجُنْدِكَ

اُن پر ایسی رحمت نازل فرما کہ تیرے عرش اور جو کچھ  
 زیرِ عرش ہے سب کے ہموزن ہو اور اس مقدار میں ہو  
 کہ آسمانوں اور جو کچھ آسمانوں کے اوپر ہے سب کو  
 بھر دے اور زمینوں اور جو کچھ زمینوں کے نیچے اور اُن  
 کے اندر ہے اُن کے شمار کے برابر ہو۔ ایسی رحمت جو اُن  
 تیرے تقرب کی منزلِ اعلیٰ پر پہنچا دے اور تیرے  
 لئے اور اُن کے لئے سرمایہٴ خوشنودی ہو اور اپنے جیسی  
 دوسری رحمتوں سے ہمیشہ متصل رہے۔ بارِ الہا! قرآن  
 ہر زمانہ میں ایک ایسے امام کے ذریعہ اپنے دین کی تائید  
 فرمائی ہے جسے تو نے اپنے بندوں کے لئے نشانِ راہ  
 قرار دیا۔ اور شہروں میں منارِ ہدایت بنا کر قائم کیا جبکہ  
 تو نے اپنے پیمانِ اطاعت کو اس کے پیمانِ اطاعت  
 سے وابستہ کر دیا جسے اپنی رضا و خوشنودی کا ذریعہ  
 قرار دیا جس کی اطاعت فرض کر دی۔ جس کی نافرمانی  
 سے ڈرایا جس کے احکام کی بجا آوری اور جس کے منع  
 کرنے پر باز رہنے کا حکم دیا۔ اور یہ کہ کوئی آگے بڑھنے  
 والا اس سے آگے نہ بڑھے اور کوئی پیچھے رہ جانے  
 والا اس سے پیچھے نہ رہے۔ وہ پناہ طلب کرنے  
 والوں کے لئے سرِ سامانِ حفاظت، اہل ایمان کے  
 لئے جائے پناہ، وابستگانِ دامن کے لئے مضبوط سہارا  
 اور تمام جہان کی رونق و زیبائش ہے۔ بارِ الہا!  
 اپنے دلی و پیشوا کے دل میں اس انعام پر جو اسے بخشا  
 ہے، ادائے شکر کا الہام فرما اور اس کے وجود کے باعث  
 ویسا ہی ادائے شکر کا جذبہ ہمارے دل میں پیدا کر  
 اور اسے اپنی طرف سے ایسا تسلط عطا فرما جس سے ہر  
 طرح کی مدد پہنچے اور اس کے لئے کامیابی و کامرانی کی  
 راہ باسانی کھول دے اور اپنے مضبوط سہارے سے

الْأَغْلِبَ وَأَقْرَبَهُ كِتَابِكَ وَخَدُّكَ  
وَشَرَّ أَمَلِكَ وَشَلَّكَ بِسُؤْلِكَ  
صَلَوَاتِكَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ وَالِمْ دَاخِي  
يَهْ مَا آمَاكَ الظَّالِمُونَ وَمِنْ  
مَعَارِيذِيكَ وَاجْلُ يَهْ هَدَاءُ  
الْجَوْرِ عَنْ طَرِيقَتِكَ وَارِثُ يَهْ  
الْغُثَّاءُ مِنْ سَيِّئِكَ وَارِثُ يَهْ  
التَّكْبِيرِ عَنْ صَوَاطِئِكَ وَارِثُ  
يَهْ بَغَاةُ قَصْدِكَ عَوَجًا وَارِثُ  
جَانِبِهِ لَا ذُلَّ يَأْتِيكَ وَارِثُ يَهْ  
عَلَى أَعْدَائِكَ وَهَبْ كُنَّا رَأْفَتًا  
وَرَحْمَةً وَتَعَطُّفَةً وَتَحَلُّفَةً  
اجْعَلْنَا لَهُ سَامِعِينَ مُطِيعِينَ  
وَفِي رَهْنَاهُ سَاعِينَ وَارِثُ يَهْ  
وَالْمَدَائِفَةِ عَنْهُ مُتَوَفِّينَ  
إِلَيْكَ وَارِثُ يَهْ صَلَوَاتِكَ  
اللَّهُمَّ عَلَيْكَ وَالِمْ بِذَلِكَ مُتَكَبِّرِينَ  
اللَّهُمَّ وَصَلِّ عَلَى آوَلِيَاءِ هِمَّ  
الْمُتَكَبِّرِينَ بِمَقَامِهِمُ الْمُتَبِعِينَ  
مَنْهُمْ بِهَمِّ الْمُتَكَبِّرِينَ الْفَائِرَهُ  
الْمُسْتَمْسِكِينَ بِعَرْزِهِمُ  
الْمُسْتَمْسِكِينَ بِوَلَايَتِهِمُ الْمُؤْتَمِنِينَ  
بِإِمَامَتِهِمُ الْمُسْلِمِينَ لِأَمِيرِهِمُ  
الْمُجْتَهِدِينَ فِي طَاعَتِهِمُ  
الْمُنْتَظَرِينَ أَتْيَامَهُمُ الْمَادِينِ  
إِلَيْهِمْ غَيْرُهُمُ الْعَمَلَاتِ الْمُبَارَكَاتِ  
الْمُرَاكِبَاتِ النَّامِيَّاتِ الْغَادِيَّاتِ

اس کی مدد فرما۔ اس کی پشت کو مضبوط اور بازو کو قوی کر  
اور اپنی نظر تو تیرے سے اس کی حفاظت اور اپنی نگہداشت  
سے اس کی حمایت فرما اور اپنے فرشتوں کے ذریعہ  
اس کی مدد اور اپنے غالب آنے والے سپاہ و لشکر  
سے اس کی کمک فرما اور اس کے ذریعہ اپنی کتاب اور  
حدود احکام اور اپنے رسولؐ و ان پرلے اللہ تیری طرف  
سے درود و رحمت ہوں کی روشوں کو قائم کر اور ان کے  
ذریعہ ظالموں نے دین کے جن نشانات کو مٹا ڈالا ہے  
از سر نو زندہ کر دے اور ظلم و جور کے زنگ کو اپنی  
شریعت سے دور اور اپنی راہ کی دشواریوں کو بہتر  
کر دے۔ اور جو لوگ تیری راہ صواب سے روگردانی  
کرنے والے ہیں انہیں ختم اور جو تیرے راہ راست  
میں کمی پیدا کرتے ہیں انہیں نیست و نابود کر دے  
اور اسے اپنے دوستوں کے لئے نرم و بڑ و بار قرار دے  
اور دشمنوں (پر غلبہ و تسلط) کے لئے اس کے ہاتھوں کو  
کھول دے اور میں اس کی طرف سے ولایت و رحمت اور  
اور شفقت و مہربانی عطا فرما اور اس کی بات پر کان  
دھرنے والا اور اطاعت کرنے والا اور اس کی خوشنودی  
کے لئے کوشاں رہنے والا اور اس کی نصرت و تائید اور  
دشمنوں سے دفاع کے سلسلہ میں مدد دینے والا اور اس  
وسیلہ سے تجھ سے اور تیرے رسولؐ کے لئے خدا ان پر تیرا درود  
وسلام ہو سے قریب چاہنے والا قرار دے۔ لئے اللہ ان  
کے دوستوں پر بھی رحمت نازل فرما جو ان کے متبر و مقام  
کے معترف، ان کے طریق و مسک کے تابع، ان کے  
لقب قدم پر گامزن، ان کے سرکشہ و دین سے  
دوست، ان کی دوستی و ولایت سے مسک، ان کی امانت  
کے پیرو، ان کے احکام کے فرمانبردار، ان کی اطاعت میں

الذَّائِمَاتِ وَسَلَامٌ عَلَيْهِمْ وَعَلَى  
 أَرْوَاحِهِمْ وَاجْتَمَعُوا عَلَى التَّقْوَى  
 آمُرُهُمْ وَأَصْلِحْ لَهُمْ شُؤْرَهُمْ  
 وَتُبْ عَلَيْهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ  
 الرَّحِيمُ وَتَعَيَّرَ الْغَافِرُونَ وَ  
 اجْعَلْنَا مَعَهُمْ فِي دَارِ السَّلَامِ  
 بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ  
 اللَّهُمَّ وَهَذَا يَوْمٌ عَرَفَةٌ يَوْمُ  
 شَرِّتَهُ وَكَرَّمْتَهُ عَرَفَةٌ يَوْمُ كَثُرَتْ  
 فِيهِ رَحْمَتُكَ وَمَنْنْتَ فِيهِ بِعَفْوِكَ  
 وَأَجَزْتَ فِيهِ عَظِيمَتَكَ وَكَفَضْتَ  
 بِهِ عَلَى عِبَادِكَ اللَّهُمَّ وَآتِنَا  
 عَبْدُكَ الَّذِي أَلْعَنْتَ عَلَيْهِ قَبْلَ  
 خَلْقِكَ لَهُ وَبَعْدَ خَلْقِكَ إِيَّاهُ  
 فَبَعَلْتَهُ وَمَنْ هَدَيْتَهُ لِيَدِيكَ  
 وَوَقَفْتَهُ لِحَقِّكَ وَعَصَمْتَهُ  
 بِحَبْلِكَ وَأَدْخَلْتَهُ فِي حَبْلِكَ  
 وَأَمْرُ شُكْرِكَ لِمَوْلَاكَ أَوْلِيَاكَ  
 وَمُعَادَاةُ أَعْدَاكَ لِمَا أَمَرْتَهُ  
 فَلَمْ يَأْتِ بِدَرْجَتِكَ فَلَمْ يَأْتِ بِجُزْ  
 وَكَلِمَتِهِ عَنْ مَعْصِيَتِكَ  
 فَخَالَفَ أَمْرَكَ إِلَى تَخْيِيلِكَ لَا  
 مَعَانِدَةً لَكَ وَلَا اسْتِيلِبَانًا  
 عَلَيْكَ بَلْ دَعَاهُ هَوَاهُ إِلَى مَا  
 زِيلَتْهُ وَإِلَى مَا خَدَّرَكَ وَأَعَانَهُ  
 عَلَى ذُنُوبِكَ عَدُوُّكَ وَعَدُوُّكَ  
 قَافِدٌ عَلَيْهِ عَارِفًا بِوَعِيدِكَ

سرگرم عمل، ان کے زمانہ اقتدار کے منتظر اور ان کے لئے  
 چشم براء ہیں۔ اسی رحمت جو بابرکت، پاکیزہ اور بڑھنے  
 والی اور ہر صبح و شام نازل ہونے والی ہوا اور ان پر اور  
 ان کے اردہ (طنیبہ) پر سلامتی نازل فرما اور ان کے کاموں  
 کو صلاح و تقویٰ کی بنیادوں پر قائم کر اور ان کے حالات  
 کی اصلاح فرما اور ان کی توبہ قبول فرما بیشک توبہ قبول  
 کرنے والا، رحم کرنے والا اور سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔  
 اور ہمیں اپنی رحمت کے وسیلے سے ان کے ساتھ  
 دارالسلام (جنت) میں جگہ دے۔ اے سب رحیموں سے  
 زیادہ رحیم۔ پروردگار! یہ روز عرفہ دو دن ہے جسے تو  
 نے شرف، عزت اور عظمت بخشی ہے جس میں اپنی رحمتیں  
 پھیلادیں اور اپنے عفو و درگزر سے احسان فرمایا۔ اپنے  
 عطیوں کو فراوان کیا اور اس کے وسیلے سے اپنے بندوں  
 پر تفصیل فرمایا ہے۔ اے اللہ! میں تیرا وہ بند ہوں جس  
 پر تو نے اس کی خلعت سے پہلے اور خلعت کے بعد  
 انعام و احسان فرمایا ہے۔ اس طرح کہ اے ان لوگوں  
 میں سے قرار دیا جنہیں تو نے اپنے دین کی ہدایت کی،  
 اپنے ادائے حق کی توفیق بخشی جن کی اپنی رسماں کے  
 ذریعہ حفاظت کی جنہیں اپنی جماعت میں داخل کیا اور  
 اپنے دوستوں کی دوستی اور دشمنوں کی دشمنی کی ہدایت  
 فرمائی ہے۔ بالیں ہمہ تو نے اسے حکم دیا تو اس نے حکم نہ  
 مانا، اور منع کیا تو وہ باز نہ آیا اور اپنی معصیت سے  
 روکا، تو وہ تیرے حکم کے خلاف امر ممنوع کا مرتکب ہوا  
 یہ تجھ سے عناد اور تیرے مقابلہ میں تکبر کی رو سے نہ تھا  
 بلکہ خواہش نفس نے اسے ایسے کاموں کی دعوت دی  
 جن سے تو نے روکا اور ڈرایا تھا۔ اور تیرے دشمن اور  
 اس کے دشمن (شیطان ملعون) نے ان کاموں میں اس

رَاجِبًا لِّعَفْوِكَ وَاثِقًا بِتَجَاوُزِكَ  
وَكَانَ أَحَقَّ عِبَادِكَ مَعَ مَا مَنَنْتَ  
عَلَيْهِ إِلَّا يَفْعَلُ وَهَذَا إِذَا بَيَّنَّ  
بِدَائِكَ صَبَاحًا وَدُبَّاحًا ضَمًّا  
خَاسِعًا خَاسِعًا مَعَاكِفًا يَعْظِيْمُ مِنَ  
الدُّنُوبِ تَحَمُّلَتُهُ وَجَلِيلٍ مِنَ  
الْخَطَايَا أَجْزَمَتُهُ مُسْتَجِيْبًا  
بِصَفْحِكَ لَا يَذُرُ رَحْمَتِكَ مُوقِنًا  
أَنَّهُ لَا يُجَيِّدُنِي وَمَنْكَ مَحِيْثٌ وَلَا  
يَمْنَعُنِي وَمَنْكَ مَا نَعَى نَعْدَ عَلَى  
بِمَا تَعُوْذُ بِهِ عَلَى مَنِ افْتَكَرَ مِنْ  
تَقْصِيْرِكَ وَجَدَ عَلَى مَا تَجُوْذُ بِهِ  
عَلَى مَنْ أَتَى بِبِدَةٍ إِلَيْكَ مِنْ  
عَفْوِكَ وَامْتَنَنْتَ عَلَى بِمَا لَا  
يَتَعَاظَمُكَ أَنْ تَمُنَّ بِهِ عَلَى مَنْ  
أَمَلَكَ مِنْ عَفْوَانِكَ وَاجْعَلْ لِي  
فِي هَذَا الْيَوْمِ نَصِيْبًا أَنَا لِي بِحَقِّكَ  
مِنْ رِضْوَانِكَ وَلَا تُؤْذِنِي بِصَفْحًا  
مِمَّا يَنْقَلِبُ بِهِ الْمُتَعَيِّدُونَ  
لَكَ مِنْ عِبَادِكَ وَإِنِّي قَاتِلٌ  
أَقْدَمُ مَا قَدْ مَوَّهَ مِنَ الصَّالِحَاتِ  
لَقَدْ قَدَّمْتُ كَوْنِيْدَكَ وَكَفَى  
الْأُصْدَادُ وَالْأَنْدَادُ وَالْأَشْبَابُ  
عَنْكَ وَآتَيْتَكَ مِنَ الْأَنْبَاءِ  
الَّتِي أَمَدَّتْ أَنْ تُؤْتِيَ مِنْهَا وَ  
تَقَرَّبْتُ إِلَيْكَ بِمَا لَا يَقْرُبُ  
أَحَدٌ مِنْكَ إِلَّا بِالتَّقَرُّبِ بِهِ

کرم کی۔ چنانچہ اس نے تیری دھمکی سے آگاہ ہونے کے  
باوجود تیرے عفو کی امید کرتے ہوئے اور تیرے درگزر  
پر بھروسہ رکھتے ہوئے گناہ کی طرف اقدام کیا۔ حالانکہ  
ان احسانات کی دہرے جو تو نے اس پر کئے تھے،  
تمام بندوں میں وہ اس کا سزاوار تھا کہ ایسا نہ کرتا۔  
اچھا پھر میں تیرے سامنے کھڑا ہوں بالکل خوار و ذلیل،  
سر یا عجز و نیاز اور لرزاں و ترساں۔ ان عظیم گناہوں کا  
جن کا بوجھ اپنے سر اٹھایا ہے اور ان بڑی خطاؤں کا  
جن کا ارتکاب کیا ہے اعتراض کرتا ہوا تیرے دامن  
عفو میں پناہ چاہتا ہوا اور تیری رحمت کا سہارا ڈھونڈتا  
ہوا اور یہ یقین رکھتا ہوا کہ کوئی پناہ دینے والا دیکھے  
عذاب سے مجھے پناہ نہیں دے سکتا اور کوئی بچانے  
والا (تیرے غضب سے) مجھے بچا نہیں سکتا۔ لہذا ان  
اعتراض گناہ و اظہارِ مذمت کے بعد، تو میری پردہ  
پوشی و زنا جس طرح گناہگاروں کی پردہ پوشی فرماتا ہے  
اور مجھے معافی جس طرح ان لوگوں کو معافی عطا  
کرتا ہے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو تیرے حواسے کر دیا ہو  
اور مجھ پر اس بخشش و آمرزش کے ساتھ احسان فرما  
کہ جس بخشش و آمرزش سے تو اپنے امیدوار پر احسان  
کرتا ہے تو مجھے بڑی نہیں معلوم ہوتی۔ اور میرے لئے  
آج کے دن ایسا حظ و نسیب قرار دے کہ جس کے  
ذریعہ تیری رضا مندی کا کچھ حصہ پاسگوں اور تیرے  
عبادت گزار بندے جو (اجر و ثواب کے) تحائف لے  
کر بیٹھے ہیں مجھے اُن سے خالی ہاتھ نہ پھیرا اگرچہ وہ  
نیک اعمال براہوں نے اُنکے بھیجے ہیں میں نے آگے  
بہیں بھیجے لیکن میں نے تیری رحمت و یکتا فی کا عقیدہ  
اور یہ کہ تیرا کوئی حریف، شریک کار اور مثل و نظیر نہیں

ثُمَّ أَتَبَعْتُ ذَلِكَ بِإِذْنِ نَبِيِّكَ  
وَالْتَدَلُّ وَالْإِسْتِغْنَاءُ لَكَ وَحَسَنُ  
الظَّنِّ بِكَ وَالشُّكُّ بِمَا عِنْدَكَ وَ  
سَمِعْتُهُ يَرْجَا نِكَاحَ الْكَذِبِ قُلْ مَا  
يُخَيِّبُ عَلَيْكَ رَاجِيكَ وَسَأَلْتُكَ  
مَسْئَلَةَ الْخَفِيِّ الدَّلِيلِ الْبَاسِ  
الْفَقِيرِ الْخَائِبِ الْمُسْتَجِيرِ وَمَعَ  
ذَلِكَ خِيفَةً وَتَضَرُّعًا وَتَعَوُّذًا  
وَتَكْوِذًا إِلَّا مُسْتَطِيلًا بِشَكِّكَ  
الْمُسْتَكْبِرِينَ وَلَا مُتَعَالِيًا بِدَالَةِ  
الْمُسْطَيعِينَ وَلَا مُسْتَطِيلًا بِشَفَاعَةِ  
السَّائِعِينَ وَأَنَا بَعْدَ أَقْلٍ  
الْأَقْلِينَ وَأَذَلُّ الْأَذَلِّينَ وَ  
مِثْلُ الذَّوَّةِ أَوْ ذَوِّهَا قِيَامًا  
لَمْ يُعَاجِلِ الْمُسَيِّئِينَ وَلَا يَسُدَّهُ  
الْمُسْتَرَفِينَ وَيَا مَنْ يَمُنُّ بِإِقَالَةِ  
الْعَاثِرِينَ وَيَتَّقُضِلُّ بِالنَّظَارِ  
الْمُخَاطِبِينَ أَنَا الْمُسِيءُ الْمَعْرِفُ  
الْمُخَاطِبُ الْعَاثِرُ أَنَا الَّذِي أَقْدَمَ  
عَلَيْكَ مُنْجَرِدًا أَنَا الَّذِي عَصَاكَ  
مُتَعَبِّدًا أَنَا الَّذِي اسْتَعْفَى مِنْ  
عِبَادِكَ وَبَارَكَ لَكَ أَنَا الَّذِي هَابَ  
عِبَادُكَ وَأَمْنَكَ أَنَا الَّذِي لَمْ  
يَرْهَبْ سَطَوَتَكَ وَلَمْ يَخَفْ  
بَاهُكَ أَنَا الْجَانِي عَلَى نَفْسِي  
أَنَا الْمُرْتَكِبُ بِبَلِيَّتِهِ زَيْنُ الْقَلِيلِ  
الْحَيَاءِ أَنَا الظَّالِمُ الْعَنَاءُ بِحَقِّ

ہے پیش کیا ہے اور انہی دروازوں سے جن دروازوں  
سے تو نے آنے کا حکم دیا ہے آیا ہوں اور ایسی چیز  
کے ذریعہ جس کے بغیر کوئی تجھ سے تقرب حاصل نہیں  
کر سکتا، تقرب چاہا ہے۔ پھر تیری طرف رجوع و  
بازگشت، تیری بارگاہ میں تذلل و عاجزی اور تجھ سے  
نیک گمان اور تیری رحمت پر اعتماد کو طلب تقرب کے  
ہمراہ رکھا ہے اور اس کے ساتھ ایسی امید کا ضمیمہ بھی  
لگا دیا ہے جس کے ہوتے ہوئے تجھ سے امید رکھنے  
والا محروم نہیں رہتا اور تجھ سے اسی طرح سوال کیا ہے  
جس طرح کوئی بے قدر، ذلیل، شکستہ حال، تہی دست  
خوف زدہ اور طلب گار پناہ سوال کرتا ہے اور اس  
حالت کے باوجود میرا یہ سوال خوف، غم و نیاز مندی،  
پناہ طلبی اور امان خواہی کی رو سے ہے نہ متکبروں کے  
عجز کے ساتھ برتری جتلانے، نہ اطاعت گزاروں کے  
(اپنی عبادت پر) فخر و اعتماد کی بنا پر اتراتے اور نہ  
سفارش کرنے والوں کی سفارش پر سر بلندی دکھاتے ہوئے  
اور میں اس اعتراف کے ساتھ تمام کمزوروں سے کمتر،  
خوار و ذلیل لوگوں سے ذلیل تر اور ایک چوٹی کے مانند  
بلکہ اس سے بھی پست تر ہوں۔ اے وہ جو گنہگاروں پر  
عذاب کرنے میں جلدی نہیں کرتا اور نہ سرکشوں کو اپنی  
نعمتوں سے (رد کرتا ہے)۔ اے وہ جو لغزش کرنے والوں  
سے درگزر فرما کر احسان کرتا ہے اور گنہگاروں کو مہلت  
دے کر تغفل فرماتا ہے۔ میں وہ ہوں جو گنہگار گناہ کا  
مستتر، خطا کار اور لغزش کرنے والا ہوں۔ میں وہ  
ہوں جس نے تیرے مقابلہ میں جرأت سے کام لیتے ہوئے  
پیش قدمی کی۔ میں وہ ہوں جس نے دیدہ دانستہ گناہ  
کئے ہیں وہ ہوں جس نے (اپنے گناہوں کو) تیرے بندوں

مِنْ اَنْتَجَبْتِ مِنْ خُلُقِكَ وَبَيْنَ  
اَصْطَفَيْتَهُ لِنَفْسِكَ يَحَقُّ مِنْ  
اِخْتَرْتَ مِنْ بَرِيَّتِكَ وَمِنْ اِجْتَبَيْتِ  
لِشَانِكَ يَحَقُّ مَنْ وَصَلْتَ طَاعَتَهُ  
بِطَاعَتِكَ وَمَنْ جَعَلْتَ مَعْصِيَتَهُ  
كَمَعْصِيَتِكَ يَحَقُّ مَنْ كَرِهْتَ  
مَوَالَاتَهُ بِمَوَالَاتِكَ وَ مَنْ  
لُظْتَ مَعَادَاتَهُ بِمَعَادَاتِكَ  
تَغَمَّدَنِي فِي يَوْمِي هَذَا بِمَا  
تَتَغَمَّدُ بِهِ مَنْ جَاذِلْتُكَ  
مُنْتَضِلًا وَ عَادَ بِاسْتِغْفَارِكَ  
تَارِيًّا وَ تَوَلَّيْتُ بِمَا تَتَوَلَّى بِهَا  
أَهْلَ طَاعَتِكَ وَالزُّلْفَى لَدَيْكَ  
وَالْمَكَانَةَ مِنْكَ وَ تَوَحَّدَنِي  
بِمَا تَتَوَحَّدُ بِهِ مَنْ وَفَى  
بِعَهْدِكَ وَ أَكْعَبَ كَفْسَهُ فِي  
ذَاتِكَ وَ أَجْهَدَهَا فِي مَرْضَاتِكَ  
وَلَا تُؤَاخِذْنِي بِتَغْرِيبِي فِي  
جَنْبِكَ وَ كَعْدِي طَوْرِي فِي  
حُدُودِكَ وَ هَبْ أَدْرَجَ أَحْكَامَكَ  
وَلَا تُسْتَدْرِجْنِي بِأَمْلَائِكَ فِي  
اسْتِدْرَاجٍ مَنْ مَنَعْنِي خَيْرَ مَا  
عِنْدَهُ وَ كَرِّ يَشْرُكَكَ فِي خُلُوقِ  
نَفْسِيهِ بِي وَ كَيْفِيَّتِي مِنْ رُقْدَةِ  
الْغَافِلِينَ وَ سِيَرَةِ الْمُسْرِفِينَ  
وَ نَعْسَةِ الْمُخْذُولِينَ وَ خُذْ  
بِقَلْبِي إِلَى مَا اسْتَفْغَلْتُ بِهِ

سے چھپایا اور تیرے سامنے کھلم کھلا مخالفت کی۔ میں  
وہ ہوں جو تیرے بندوں سے ڈرتا رہا، اور تجھ سے بیخوف  
رہا۔ میں وہ ہوں جو تیری ہیبت سے ہراساں اور تیرے  
غائب سے خوف زدہ نہ ہوا۔ میں خود ہی اپنے حق میں  
مجرم اور بلاد معیبت کے ہاتھوں میں گروی ہوں۔ میں  
ہی شرم و حیا سے عاری اور طویل رنج و تکلیف میں مبتلا  
ہوں۔ میں تجھے اس کے حق کا واسطہ دیتا ہوں جسے  
تو نے مخلوقات میں سے منتخب کیا۔ اس کے حق کا واسطہ  
دیتا ہوں جسے تو نے اپنے لئے پسند فرمایا۔ اس کے  
حق کا واسطہ دیتا ہوں۔ جسے تو نے کائنات میں سے  
برگزیدہ کیا اور جسے اپنے احکام کی تبلیغ کے  
لئے چن لیا۔ اس کے حق کا واسطہ دیتا ہوں جس کی اطاعت  
کو اپنی اطاعت سے ملا دیا اور جس کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی  
کے مانند قرار دیا۔ اس کے حق کا واسطہ دیتا ہوں جس کی  
محبت کو اپنی محبت سے مقرون اور جس کی دشمنی کو اپنی  
دشمنی سے وابستہ کیا ہے۔ مجھے آج کے دن اس  
دامن رحمت میں ڈھانپ لے جس سے ایسے شخص کو  
ڈھانپتا ہے جو گناہوں سے دست بردار ہو کر تجھ سے  
نالہ و فریاد کرے اور تائب ہو کر تیرے دامن مغفرت  
میں پناہ چاہے۔ اور جس طرح اپنے اطاعت گزاروں  
اور قرب و منزلت والوں کی سرپرستی فرماتا ہے اسی  
طرح میری سرپرستی فرما اور جس طرح ان لوگوں پر ہنوں  
نے تیرے عہد کو پورا کیا، تیری خاطر اپنے گنہگاروں کی مشقت  
میں ڈالا، اور تیری رضا مندوں کے لئے سختیوں کو کھیلایا۔  
خود تنہا احسان کرتا ہے اسی طرح مجھ پر بھی  
تنہا احسان فرما اور تیرے حق میں کوتاہی کرنے  
تیرے حدود سے متجاوز ہونے اور تیرے احکام کے

الْقَانِیْنَ وَاسْتَعْبَدْتَ بِرِ  
الْمُتَعَبِدِیْنَ وَاسْتَنْقَذْتَ بِرِ  
الْمُتَهَارِیْنَ ذَا عِذِّیْ مِنْ  
یَبَا عِذِّیْ عَنْكَ ذَا یَحْوُلُ بَیْنِیْ  
وَبَیْنَا حِطِّیْ مِنْكَ وَیَصُدُّنِیْ  
عَمَّا أُحَاوِلُ کَدِّیْكَ وَسَحِیْقِیْ  
لِیْ مَسَلِّكَ الْخَیَلَاتِ اِلَیْكَ وَ  
الْمُسَابِقَةِ اِلَیْهَا مِنْ حَیْثُ  
اَمَرْتُ وَالْمُشَاقَّةِ فِیْهَا  
عَلٰی مَا اَرَادْتُ وَلَا تَمَحَقْنِیْ  
فِیْمَنْ تَمَحَقُ مِنَ الْمُسْتَخَفِّیْنَ  
بِمَا اَوْعَدْتَ وَلَا تُهْلِكْنِیْ  
مَعَ مَنْ تُهْلِكُ مِنَ الْمُتَعَرِّضِیْنَ  
لِیَقَّتِیْكَ وَلَا تُتَلِّیْنِیْ فِیْ مَنْ  
تُتَلَبِّدُ مِنَ الْمُتَحَرِّفِیْنَ عَنْ  
سَبِّیْكَ وَتَجْعَلِیْ مِنْ عَمَلَاتِ  
الْفِتْنَةِ وَخَلِیْقِیْ مِنْ کَهْوَاتِ  
الْبَلَاۤءِ ذَا حِزْنِیْ مِنْ اَخْصَنِ  
الْاِمْلَآءِ ذَا حُلِّیْ بَیْنِیْ وَ  
بَیْنَ عَدُوِّیْ بِضِیْقِیْ وَهَوٰی  
یُوْبِقِیْ وَمَنْقَصَةِ کَوْهَقِیْ  
وَلَا تُفْرِضْ عَلَیَّ اِلْحَادَیْ  
مَنْ لَا تُرَضِیْ عَنْهُ بَعْدَ  
غَضَبِیْكَ وَلَا تُوِیْسِیْ  
مِنْ اَلْاَمَلِ فِیْكَ فِیَغْلِبَ  
عَلٰی الْقِسْوَطِ مِنْ رَحْمَتِیْكَ  
وَلَا تَمْنَحْنِیْ بِمَا لَا طَاقَةَ

پس پشت ڈالنے پر میرا مواخذہ نہ کر اور مجھے اس  
شخص کے مہلت دینے کی طرح مہلت دے کر رفتہ  
رفتہ اپنے عذاب کا مستحق نہ بنا۔ جس نے اپنی بھلائی  
کو مجھ سے روک لیا اور سمجھتا یہ ہے کہ میں وہی نعمت  
کا دینے والا ہے یہاں تک کہ تجھے بھی ان نعمتوں کے  
دینے میں شریک نہ سمجھا ہو۔ مجھے غفلت شمار کر  
کی ہمند، بے راہروؤں کے خواب اور حرام نفسیوں  
کی غفلت سے ہوشیار کر دے۔ اور میرے دل  
کو اس راہِ عمل پر لگا جس پر تو نے اطاعت گزاروں  
کو لگایا ہے۔ اور اس عبادت کی طرف مائل فرما جو  
عبادت گزاروں سے تو نے چاہی ہے۔ اور ان  
چیزوں کی ہدایت کر جن کے وسیلہ سے پہل انکار  
کو رہائی بخشی ہے۔ اور جو باتیں تیری بارگاہ سے  
دور کر دیں اور میرے دل کے مقصد و مراد  
کے درمیان مائل اور تیرے دل کے محفوظ رکھ اور نیکیوں کی  
راہ پر مانی اور ان کی طرف سبقت جس طرح تو نے  
حکم دیا ہے اور ان کی بڑھ چڑھ کر خواہش جیسا کہ  
تو نے چاہا ہے میرے لئے سہل و آسان کر اور اپنے  
عذاب و وعید کو سبک سمجھنے والوں کے ساتھ کہ جنہیں  
تو تباہ کرے گا، مجھے تباہ نہ کرنا اور جنہیں دشمنی  
پر آمادہ ہونے کی وجہ سے ہلاک کرے گا۔ ان کے  
ساتھ مجھے ہلاک نہ کرنا اور اپنی سیدھی راہوں سے  
انحراف کرنے والوں کے زمرہ میں کہ جنہیں تو برباد کرے  
گا، مجھے برباد نہ کرنا۔ اور فتنہ و فساد کے بھنور سے  
مجھے نجات دے اور بلا کے منہ سے چھڑا لے اور زمانہ  
مہلت (کی بد اعمالیوں) پر گرفت سے پناہ دے اور

لِي بِهِ فَتَبْهَطَنِي وَمَا تُحْمِلُنِيهِ  
 مِنْ فَضْلٍ مَعْبُودِكَ وَلَا تُرِيْلُنِي  
 مِنْ يَدِكَ إِرْسَالٍ مَنْ لَا تُخَيِّرُ  
 فِيهِ وَلَا حَاجَةَ بِكَ إِلَيْهِ  
 وَلَا إِنَابَةَ لَهُ وَلَا كَرَمَ لِي  
 زَفَى مَنْ سَقَطَ مِنْ عَيْنِ رِعَايَتِكَ  
 وَمَنْ اشْتَمَلَ عَلَيْهِ الْخِزْيُ مِنْ  
 عَيْدِكَ بَلْ خُذْ بِيَدِي مِنْ  
 سَقَطَةِ الْمُتَرَدِّدِينَ وَوَهْلَةِ  
 الْمُتَعَسِّفِينَ وَزَلَّةِ الْمُغْرُورِينَ  
 وَدَرْطَةِ الْهَالِكِينَ وَعَافِي  
 مِمَّا ابْتَلَيْتَ بِهِ طَبَقَاتِ  
 عِبِيدِكَ وَإِمَائِكَ وَبَلِغْنِي  
 مَبَالِغَ مَنْ عَظِيَّتَ بِهِ وَأَنْعَمْتَ  
 عَلَيْهِ وَرَضِيَتْ عَنْهُ نَاعَتُهُ  
 حَمِيدًا وَكَوْنِيَّتُهُ سَعِيدًا  
 وَكُوْنِيْنِي طَوْقَ الْإِفْلَاحِ عَمَّا  
 يُحْبِطُ الْحَسَنَاتِ وَيَذْهَبُ  
 بِالْبَرَكَاتِ وَأَشْعِدْ قَلْبِي  
 الْإِمْرَادِ جَارِ عَنْ قَبَائِحِ  
 السَّيِّئَاتِ وَكَوَاضِحِ الْخَوْبَاتِ  
 وَلَا تَشْغَلْنِي بِمَا لَا أَدْرِيكَ  
 إِلَّا بِكَ عَمَّا لَا يُرْضِيكَ  
 عَنِّي غَيْرُهُ وَانْزِعْ مِنْ  
 قَلْبِي حُبَّ دُنْيَا دُنْيَا  
 تَنْهَى عَمَّا عِنْدَكَ وَكَصِّدْ  
 عَنِ ابْتِغَاءِ الْوَسِيلَةِ إِلَيْكَ

اس دشمن کے درمیان جو مجھے بہکائے، اور اُس خواہش  
 نفس کے درمیان جو مجھے تباہ و برباد کرے۔ اور اُس  
 نقص و عیب کے درمیان جو مجھے گھیر لے، حائل ہو جا۔  
 اور جیسے اُس شخص سے کہ جس پر غضب ناک ہونے  
 کے بعد تو راضی نہ ہو رُخ پھیر لیتا ہے اس طرح مجھ  
 سے رُخ نہ پھیر اور جو امیدیں تجھے دامن سے وابستہ  
 کئے ہوئے ہوں ان میں مجھے بے اُس نہ کر کہ تیری رحمت  
 سے یاکس و نا اُمیدی مجھ پر غالب آجائے۔ اور  
 مجھے اتنی نعمتیں بھی نہ بخش کہ جن کے اٹھانے کی  
 میں طاقت نہیں رکھتا کہ تو فراوانی و جنت سے  
 مجھ پر وہ بار لاد دے جو مجھے گراں بار کر دے۔  
 اور مجھے اس طرح اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑ دے  
 جس طرح اُسے چھوڑ دیتا ہے جس میں کوئی بھلائی  
 نہ ہو اور نہ مجھے اُس سے کوئی مطلب ہو اور نہ اُس  
 کے لئے توبہ و بازگشت ہو۔ اور مجھے اس طرح نہ  
 پھینک دے جس طرح اُسے پھینک دیتا ہے جو  
 تیری نظر تو بہ سے گر چکا ہو۔ اور تیری طرف سے  
 دولت و رسوائی اس پر پھائی ہوئی ہو بلکہ گرنے  
 والوں کے گرنے سے اور کج زوؤں کے خوف ہراس  
 سے اور فریب خوردہ لوگوں کے لغزش کھانے سے اور  
 ہلاک ہونے والوں کے درطہ ہلاکت میں گرنے سے میرا  
 ہاتھ تھام لے اور اپنے بندوں اور کمیزوں کے مختلف  
 طبقوں کو جن چیزوں میں مبتلا کیلئے ان سے مجھے  
 مانیت و سلامتی بخش۔ اور جنہیں تو نے موردِ عنایت قرار  
 دیا، جنہیں نعمتیں عطا کیں، جن سے راضی و خوشنود ہوا۔  
 جنہیں قابلِ ستائش زندگی بخشی اور سعادت و کامرانی  
 کے ساتھ موت دی ان کے مراتب و درجات پر مجھے

وَ تَذْهِلْ عَنِ التَّقَرُّبِ مِنْكَ  
 وَ تَرِيْنِي لِي التَّفْعُذَ بِمُتَاجَاتِكَ  
 بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ هَبْ لِي  
 عِصْمَةً تَذَرِيْنِي مِنْ خَشْيَتِكَ  
 وَ تَقْطَعِي عَنِّي ذُكُوبَ عَذَابِكَ  
 وَ تَفْلِكِي مِنْ أَسْرِ الْعَظَايِمِ  
 وَ هَبْ لِي التَّطَهُّيْرَ مِنْ دَلَسِ  
 الْعِصْيَانِ وَ أَذْهِبْ عَنِّي  
 دَمَنَ الْخَطَايَا وَ سَرِيْرَتِي  
 بِسِرْبَالِ عَافِيَتِكَ وَ رِزْقِي  
 رِزْقًا مُعَافَاَتِكَ وَ جَلِيْرَتِي  
 سَوَاطِيْعَ نِعْمَاتِكَ وَ ظَاهِرَ  
 لَدُنِّي فَضْلِكَ وَ كَوْنِكَ وَ  
 آيَتِي بِتَوَلِّيْتِكَ وَ تَسْدِيْدِكَ  
 وَ أَعِيْنِي عَلَى صَالِحِ الْبَيْتِ  
 وَ مَرْضِي الْقَوْلِ وَ مُسْتَحْسِنِ  
 الْعَمَلِ وَ لَا تَكِلْنِي إِلَى كَوْنٍ وَ  
 قُوْرَتِي دُونَ كَوْنِكَ وَ قُوْرَتِكَ  
 وَ لَا تُخْزِنِي يَوْمَ تَبْعَثُنِي  
 لِبِقَاَتِكَ وَ لَا تَقْضِخْنِي بَيْنَ  
 يَدِي أَوْلِيَائِكَ وَ لَا تُفْسِدْنِي  
 ذِكْرَكَ وَ لَا تَذْهِبْ عَنِّي  
 شُكْرَكَ بَلْ أَلْزِمْنِيهِ فِي  
 أَحْوَالِ الشَّهْرِ عِنْدَ غَفَلَاتِ  
 الْجَاهِلِيْنَ لَا تَكِلْنِي وَ  
 أُوْرِيْغْنِي أَنْ أُشْفِي بِمَا  
 أَوْلَيْتَنِيهِ وَ أَغْرِفَ بِمَا

فائز کر۔ اور وہ چیزیں جو نیکیوں کو محو اور برکتوں  
 کو زائل کر دیں اُن سے کنارہ کشی اس طرح میرے  
 لئے لازم کر دے جس طرح گردن میں پڑا ہوا طوق۔  
 اور برے گناہوں اور رسوا کرنے والی معصیتوں سے  
 علیحدگی و نفرت کو میرے دل کے لئے اس طرح  
 ضروری قرار دے جس طرح بدن سے چپٹا ہوا لباس  
 اور مجھے دنیا میں مصروف کر کے کہ جسے تیری مدد  
 کے بغیر حاصل نہیں کر سکتا ان اعمال سے کہ جن  
 کے علاوہ تجھے کوئی اور چیز مجھ سے خوش نہیں  
 کر سکتی، روک نہ دے اور اس پست دنیا کی محبت  
 کہ جو تیرے دل کی سعادت ابدی کی طرف متوجہ  
 ہونے سے مانع اور تیری طرف وسیلہ طلب کرنے  
 سے سدا راہ اور تیرا تقرب حاصل کرنے سے غافل  
 کرنے والی ہے میرے دل سے نکال دے۔ اور  
 مجھے وہ ملک عصمت عطا فرما جو مجھے تیرے خوف سے  
 قریب، ارتکاب محرمات سے الگ اور کبیر گناہوں  
 کے بندھنوں سے رہا کر دے۔ اور مجھے گناہوں کی  
 آلودگی سے پاکیزگی عطا فرما اور معصیت کی کٹافرو  
 کو مجھ سے دور کر دے اور اپنی عافیت کا ہامہ مجھے  
 پہنا دے اور اپنی سلامتی کی چادر اڑھا دے اور  
 اپنی وسیع نعمتوں سے مجھے ڈھانپ لے اور  
 میرے لئے اپنے عطا یا و انعامات کا سلسلہ پیہم  
 جاری رکھ اور اپنی توفیق و راہ حق کی راہ نمائی سے  
 مجھے تقویت دے اور پاکیزہ نیت، پسندیدہ گفتار  
 اور شائستہ کردار کے سلسلہ میں میری مدد فرما۔ اور  
 اپنی قوت و طاقت کے بجائے مجھے میری قوت و  
 طاقت کے حوالے نہ کر۔ اور جس دن تجھے اپنی ملاقات

أَسَدَيْتَهُ إِلَىٰ وَاجْعَلْ رَغْبَتِي  
إِلَيْكَ فَوْقَ رَغْبَةِ الدَّارِغِينَ  
وَحَمْدِي إِيَّاكَ فَوْقَ حَمْدِ  
الْحَامِدِينَ وَلَا تَخْذَلْنِي  
عِنْدَ فَاقَتِي إِلَيْكَ وَلَا  
تُهْلِكْنِي بِمَا أَسَدَيْتَهُ إِلَيْكَ  
وَلَا تَجْبِهْنِي بِمَا جَبِهْتَ  
بِهِ الْمُتَعَايِدِينَ لَكَ فَيَأْتِي  
لَكَ مُسْلِمٌ أَعْلَمُ أَنَّ الْحُجَّةَ  
لَكَ وَأَنْتَ أَهْلُ بِالْفَضْلِ  
وَأَعُوذُ بِإِلَاحْسَانِ وَأَهْلِهِ  
التَّقْوَىٰ وَأَهْلِ التَّغْفِرَةِ وَ  
أَنْتَ يَا مَنْ تَغْفِرُ أَوْلَىٰ مِنْكَ  
يَا مَنْ تُعَاقِبُ وَأَنْتَ يَا مَنْ  
تُسَلِّدُ الْقُرْبَ مِنْكَ إِلَىٰ أَنْ  
تُشْهَدَ فَأَخْبِرِي حَيُّوَةٌ  
طَيِّبَةٌ تَنْتَظِمُ بِمَا أَرِيدُ  
وَتَبْلُغُ بِي مَا أَحِبُّ مِنْ  
حَيْثُ لَا إِلَهَ إِلَّا مَا تَكْرَهُ وَلَا  
أَرْكَبُ مَا تَهْتِيتُ عَنَّمَا  
وَأَمْنِي مَيْتَةً مَنْ يَسْئَلُ  
لَوْمَةً بَيْنَ يَدَيْهِ وَهَنْ  
يَمِينِهِ وَدَلِيلِي بَيْنَ يَدَيْكَ  
وَأَعِزِّي عِنْدَ خَلْقِكَ  
وَضَعِفِي إِذَا خَلَوْتُ بِكَ  
وَارْتَعْنِي بَيْنَ عِبَادِكَ وَ  
أَخْبِرِي عَمَّنْ هُوَ عَنِّي

کے لئے اٹھائے مجھے ذلیل و خوار اور اپنے دوستوں  
کے سامنے رسوا نہ کرنا، اور اپنی یاد میرے دل سے  
فراموش نہ ہونے دے اور اپنا شکرو سپاس مجھ سے  
نازل نہ کر۔ بلکہ جب تیری نعمتوں سے بے خبر، سہو  
عفت کے عالم میں ہوں، میرے لئے ادا کئے شکر  
لازم قرار دے۔ اور میرے دل میں یہ بات ڈال دے  
کہ جو نعمتیں تو نے بخشی ہیں ان پر حمد و توصیف اور  
جو احسانات مجھ پر کئے ہیں ان کا اعتراف کروں۔  
اور اپنی طرف میری توجہ کو تمام توجہ کرنے والوں سے  
بالا تر اور میری حمد سرائی کو تمام حمد کرنے والوں سے  
بلند تر قرار دے۔ اور جب مجھے تیسری احتیاج ہو  
تو مجھے اپنی نصرت سے محروم نہ کرنا اور جن اعمال  
کو تیری بارگاہ میں پیش کیا ہے ان کو میرے لئے  
درجہ ہلاکت نہ قرار دینا۔ اور جس عمل و کردار کے پیش  
نظر تو نے اپنے نافرمانوں کو دھتکارا ہے یوں مجھے  
اپنی بارگاہ سے دھتکار نہ دینا۔ اس لئے کہ میں تیرا  
مطيع و فرمانبردار ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ حجت و  
برہان تیرے ہی لئے ہے اور تو فضل و بخشش کا  
زیادہ سزاوار اور لطف و احسان کے ساتھ فائدہ رسا  
اور اس لائق ہے کہ تجھ سے ڈرا جائے اور اس کا  
اہل ہے کہ مغفرت سے کام لے اور اس کا زیادہ سزاوار  
ہے کہ سزا دینے کے بجائے معاف کر دے اور تشہیر  
کرنے کے بجائے پردہ پوشی تیری بخشش سے قریب  
ہے۔ تو پھر مجھے ایسی پاکیزہ زندگی دے۔ جو  
میرے حسب دل خواہ امور پر مشتمل اور میری دلچسپی  
بہیزوں پر منتہی ہو۔ اس طرح کہ جس کام کو تو ناپسند  
کرتے اسے بھانہ لاؤں اور جس سے منع کرتے اس

عَنِّي وَبَدِّلِي إِلَيْكَ فَاقَّةً  
وَقَفَرًا وَاعْزِزْنِي مِنْ  
شِمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ وَ مِنْ  
خُلُوفِ الْبَلَاءِ وَ مِنْ الدَّلِ  
وَالْعَنَاءِ تَغَمَّدَنِي بِمَسَا  
اطْلَعْتَ عَلَيْهِ مِنِّي بِمَا  
يَتَغَمَّدُ بِهِ الْقَادِرُ عَلَى  
الْبَطْشِ لَوْلَا حِلْمُهُ وَالْإِحْدُ  
عَلَى الْبَعْرِ يَرَوْ لَوْلَا آثَانُهُ وَ  
إِذَا أَرَدْتَ بِقَوْمٍ فَتَنَةً أَوْ  
سُوءًا تَنْجِيْنِي مِنْهَا لَوْلَا إِذَا  
بَلَكَ وَإِذْ كُنْتَ تَقُنُّنِي مَقَامَ  
قَضِيحَةٍ فِي دُنْيَاكَ فَكَلَا  
تَقُمْنِي مِثْلَهُ فِي اخِرَتِكَ  
وَأَشْفَعُ لِي أَدَايِلَ مِنْدِيكَ  
بِأَوَاخِرِهَا وَتَقْدِيَمِ قَوَائِدِكَ  
نِيحَوَادِثِهَا وَلَا تَمُدُّ رِكَ  
مَدًّا يَكْسُو مَعَهُ ثَلَاثِي وَ  
لَا تَقْدَحْنِي قَارِعَةً يَذْهَبُ  
لَهَا بَهَائِي وَلَا كُثْمِي خَيْسِفَةً  
يَصْغُرُ لَهَا قَدْرِي وَلَا  
لَقِيْصَةً يَجْعَلُ مِنْ أَجْلِهَا  
مَكَانِي وَلَا تَمْرُغْنِي مَرْدَعَةً  
أَبْلِسُ بِهَا وَلَا يَخِفَةً أُوْجِسُ  
دُونَهَا اجْعَلْ هَيْبَتِي فِي  
وَعَيْنِكَ وَ حَذْرِي مِنْ  
إِعْذَارِكَ وَ إِشْذَارِكَ وَ

کا ارتکاب نہ کروں۔ اور مجھے اس شخص کی سی موت  
دے جس کا نور اُس کے آگے اور اُس کے داہنی  
طرف چلتا ہو اور مجھے اپنی بارگاہ میں عاجز و نگوں  
ساز اور لوگوں کے نزدیک ماقار بنا دے اور جب  
تجھ سے تخلیہ میں راز و نیاز کروں، تو مجھے پست و  
سراٹکنده اور اپنے بندوں میں بلند مرتبہ قرار دے  
اور جو کچھ سے بے نیاز ہو اس سے مجھے بے نیاز  
کر دے اور میرے فقر و احتیاج کو اپنی طرف بڑھا  
دے اور دشمنوں کے خذو دیر کب، بلاؤں کے  
درد اور ذلت و سختی سے پناہ دے اور میرے  
ان گناہوں کے بارے میں کہ جن پر تو مطلع ہے  
اس شخص کے مانند میری پردہ پوشی فرما کہ اگر اس  
کا علم مانع نہ ہوتا تو وہ سخت گرفت پر قائم ہوتا  
اور اگر اس کی مدد میں نرمی نہ ہوتی تو وہ گناہوں پر  
مواخذہ کرتا۔ اور جب کسی جماعت کو تو مصیبت  
میں گرفتار یا بلاؤں بھگت سے دوچار کرنا چاہے، تو  
در صورتیکہ میں تجھ سے پناہ طلب ہوں اس مصیبت  
سے نجات دے۔ اور جب کہ تو نے مجھے دنیا میں  
رسوائی کے موقف میں کھڑا نہیں کیا تو اسی طرح  
آخرت میں بھی رسوائی کے مقام پر کھڑا نہ کرنا۔ اور  
میرے لئے دنیوی نعمتوں کو اخروی نعمتوں سے اور  
قدیم فائدوں کو جدید فائدوں سے ملا دے اور مجھے  
اتنی مہلت نہ دے کہ اس کے نتیجہ میں میرا دل سخت  
ہو جائے اور ایسی مصیبت میں مبتلا نہ کر جس سے  
میری عزت و آبرو جاتی رہے اور ایسی ذلت سے  
دوچار نہ کر جس سے میری تقد و منزلت کم ہو جائے  
اور ایسے عیب میں گرفتار نہ کر جس سے میرا مرتبہ

رَهْبَتِي عِنْدَ تِلَاوَةِ آيَاتِكَ  
وَاعْمُرْ كَلْبِي بِإِيقَاطِي فِيهِ  
لِعِبَادَتِكَ وَكَفِّرْ دِي بِاللَّهِجِدِ  
لَكَ وَتَجَرِّدِي بِسُكُونِي إِلَيْكَ  
وَلَا تُزَالِ حَوَاشِي بِكَ  
مُنَازِلَتِي إِيَّاكَ فِي فَكَاكِ  
رَهْبَتِي مِنْ نَارِكَ  
إِجَارَتِي وَمَا فِيهِ أَهْلَهَا  
مِنْ عَذَابِكَ وَلَا تَذَرْنِي فِي  
طُعْيَانِي عَاهِدًا وَلَا فِي غَمَرَتِي  
سَاهِيًا حَتَّى حِينَ وَلَا  
تَجْعَلْنِي عِظَةً لِمَنْ أَلْعَظُ  
وَلَا كَلَالًا لِمَنْ أَعْتَكِرُ وَلَا  
فِتْنَةً لِمَنْ نَظَرُ وَلَا تَمَكُّدَ  
بِي فِيمَنْ كَتَمْتُ بِهِ وَلَا  
تُسَكِّدْ بِي عَلَى وَلَا  
تُفَرِّدْ بِي أَسْمًا وَلَا تُبَدِّلْ  
بِي جِسْمًا وَلَا تَتَّخِذْنِي هَرَوًا  
لِعَلْفِكَ وَلَا سُخْرِيًا لَكَ وَلَا  
تَبْعًا إِلَّا لِمَرْصَاتِكَ وَلَا  
مُسْتَعْنًا إِلَّا بِإِلَاقَتِكَ لَكَ  
وَأَوْجِدْنِي بَرْدَ عَفْوِكَ وَ  
حَلَاوَةَ رَحْمَتِكَ وَرَوْحَكَ  
وَرِيحَانِكَ وَجَنَّةَ نَعِيمِكَ  
وَأَذِقْنِي طَعْمَ الْفَرَاغِ لِمَا  
تُحِبُّ بِسَعَةِ مِنْ سَعَتِكَ  
وَالْإِحْتِمَادِ نِيْمًا يُزِيلُ

مقام جانا نہ پاسکے۔ اور مجھے اتنا خوف زدہ نہ کر  
کہ میں مایوس ہو جاؤں اور ایسا خوف نہ دلا کہ  
ہر اسان ہو جاؤں۔

میرے خوف کو اپنی وعید و سرزنش میں اور میرے اندیشہ  
کو تیرے عذر تمام کرنے اور ڈرانے میں منحصر کر دے اور  
میرے خوف و ہراس کو آیات (قرآنی) کی تلاوت  
کے وقت قرار دے اور مجھے اپنی عبادت کے لئے بیدار  
رکھنے، خلوت و تنہائی میں دعا و مساجات کے لئے  
باگنے، سب سے الگ رہ کر تجھ سے لو لگانے تھے  
سامنے اپنی حاجتیں پیش کرنے، دوزخ سے گلو خلاص  
کے لئے بار بار التجا کرنے اور تیرے اس عذاب  
سے جس میں اہل دوزخ گرفتار ہیں۔ پناہ مانگنے  
کے وسیلہ سے میری راتوں کو آباد کر اور مجھے سرکشی  
میں سرگرداں چھوڑ نہ دے اور نہ غفلت میں ایک  
خاص وقت تک نافل و بے خبر پڑا رہنے دے اور  
مجھے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نصیحت  
عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت اور دیکھنے  
والوں کے لئے فتنہ و گمراہی کا سبب نہ قرار دے  
اور مجھے ان لوگوں میں جن سے تو دُعا کے مکر کی  
پاداش میں) مکر کرے گا شمار نہ کر اور (انعام و  
بخشش کے لئے) میرے عوض و دوسرے کو انتخاب  
نہ کر۔ میرے نام میں تغیر اور جسم میں تبدیلی نہ فرما اور  
مجھے مخلوقات کے لئے مضحکہ اور اپنی بارگاہ میں لاشیں  
استہزاء نہ قرار دے۔ مجھے صرف ان چیزوں کا پابند  
بنا جن سے تیری رضا مندی وابستہ ہے اور  
صرف اس زحمت سے دوچار کر جو (تیرے  
دشمنوں سے) انتقام لینے کے سلسلہ میں ہو اور اپنے

لَدَيْكَ وَعِنْدَكَ وَآتِجِفِن  
 بِتُخْفَةٍ مِّنْ تَحَفَاتِكَ وَاجْعَلْ  
 تَجَارِقِي رَابِعَةً وَكَثْرَتِي غَيْرَ  
 تَحَاسِرَةٍ وَآخِيفِن مَقَامَكَ  
 وَشَرِّفِي بِقَائِكَ وَتُبْ عَلَيَّ  
 كُتُوبَةً تَصُوتُهَا لَا تُبْقِي مَعَهَا  
 ذُكُوبًا صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً  
 وَلَا تَذَرْ مَعَهَا عِلَاقِيَّةً وَ  
 لَا سِرْمِيَّةً وَائْزِعِ الْفُلَّ مِنْ  
 صَدْرِ يَنْمُو مِينَينَ وَاعْطِفْ  
 بِقَلْبِي عَلَى الْخَاشِعِينَ وَ  
 كُنْ لِي كَمَا تَكُونُ لِلصَّالِحِينَ  
 وَجَلِّبِي حِلْيَةَ الْمُتَّقِينَ وَ  
 اجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي  
 الْغَايِبِينَ وَذِكْرًا نَامِيًا فِي  
 الْآخِرِينَ وَوَأْفِ بِي عَذْرَةَ  
 الْأَوَّلِينَ وَكَيْتُو سُبُورًا  
 بِعَمَّتِكَ عَلَيَّ وَظَاهِرًا كَرَامَاتِيهَا  
 لَدَيْكَ وَامْلَأْ مِنْ قَوَائِدِكَ  
 يَدِي وَشُكْرًا كَرَامَتِي  
 مَعَاجِيكَ إِلَيَّ وَجَاوِزِي  
 الْأَظْمِينَ مِنْ أَوْلِيَاثِكَ  
 فِي الْجَنَّتَانِ الْكُنَى تَرْتَلِمَا  
 لِأَصْفِيَاثِكَ وَجَلِّبِي  
 شَرَائِفَ نِعَمِكَ فِي الْمَقَامَاتِ  
 الْمُتَعَدِّهِ لِأَحْسَنَاتِكَ وَ  
 اجْعَلْ لِي عِنْدَكَ مَقْبِلًا

مغفود درگزر کی لذت اور رحمت، راحت و آسائش  
 گل و دریاں اور جنت نعیم کی شیرینی سے آشنا  
 کر اور اپنی وسعت و توانگری کی بدولت اسی غنت  
 سے روشناس کر جس میں تیرے پسندیدہ کاموں کو بجا  
 لاسکوں، اور ایسی سعی و کوشش کی توفیق دے جو  
 تیری بارگاہ میں تقرب کا باعث ہو اور اپنے تحفوں  
 میں سے مجھے بہت نیا تحفہ دے اور میری اخروی تجارت  
 کو نفع بخش اور میری بازگشت کو بے ضرر قرار دے  
 اور مجھے اپنے مقام و موقف سے ڈلا اور اپنی ملاقات  
 کا مشتاق بنا۔ اور ایسی سچی توبہ کی توفیق عطا فرما  
 کہ جس کے ساتھ میرے چھوٹے اور بڑے گناہوں کو  
 باقی نہ رکھے اور کھلی اور ڈھکی معصیتوں کو محو کر  
 دے اور اہل ایمان کی طرف سے میرے دل سے کینہ  
 و بغض کو نکال دے اور انکسار و فروتنی کرنے والوں  
 پر میرے دل کو مہربان بنا دے اور میرے لئے وسعت  
 ایسا ہو جیسا نیکو کاروں کے لئے ہے۔ اور  
 پرہیزگاروں کے زور سے مجھے آراستہ کر دے  
 اور آئندہ آنے والوں میں میرا ذکرِ خیر اور بعد  
 میں آنے والی نسلوں میں میرا ذکرِ رمز افزوں  
 برقرار رکھ اور سابقوں الاولوں کے محل و مقام میں  
 مجھے پہنچا دے اور فراخی نعمت کو مجھ پر تمام کرے  
 اور اس کی منفعتوں کا سلسلہ پیہم جاری رکھے۔ اپنی  
 نعمتوں سے میرے ہاتھوں کو بھر دے۔ اور اپنی  
 گراں قدر بخششوں کو میری طرف بڑھا دے اور  
 جنت میں جسے تو نے اپنے برگزیدہ بندوں کے  
 لئے سجایا ہے مجھے اپنے پاکیزہ دوستوں کا ہمسایہ  
 قرار دے اور اُن جگہوں میں جنہیں اپنے دوستداروں

اَوْفِ اِلَيْهِ مُطْمَئِنًّا وَ مَثَابَةٌ  
 اَتَّبِعُوهَا وَاَقْرَبُ عَيْنًا وَلَا  
 تُفَارِسُنِي بِعِظِيمَاتِ الْجَدَائِرِ  
 وَلَا تَهْلِكُنِي يَوْمَ تُبْلَى السَّيَافِرُ  
 وَاَزِلْ عَنِّي كُلَّ شَيْءٍ وَ شُبُهَةٍ  
 وَاَجْعَلْ لِي فِي الْحَقِّ طَرِيقًا  
 مِنْ كُلِّ رَحْمَةٍ وَاَجْزِلْ لِي  
 قِسْمَ التَّوَاهِبِ مِنْ تَوَالِكَ  
 وَفِرْ عَنِّي حُطُوطَ الْاِصْصَانِ  
 مِنْ اِفْضَالِكَ وَاَجْعَلْ قَلْبِي  
 وَاَثِقًا بِمَا عِنْدَكَ وَ هَيِّئْ  
 مُسْتَقْدَرًا لِمَا هُوَ لَكَ وَ  
 اسْتَعْمِلْنِي بِمَا كُنْتَ تَعْمَلُ  
 بِهِ خَالِصَتَكَ وَ الْهَرَبَ  
 كُلِّي عِنْدَ ذُحُولِ الْعُقُولِ  
 طَاعَتَكَ وَاَجْمَعْ لِي الْغِنَى  
 وَالْعَفَافَ وَالدَّعَةَ وَالْمَعَافَاةَ  
 وَالصِّحَّةَ وَالشَّعَّةَ وَالظَّمَاثِيَّةَ  
 وَالْعَافِيَةَ وَلَا تُخَيِّطْ حَسَنَاتِي  
 بِمَا يَشْتَوِبُهَا مِنْ مَعْصِيَتِكَ  
 وَلَا تَخْلُقْ لِي بِمَا يُعْرِضُ لِي  
 مِنْ تَزَعُّاتٍ يَشْتَكِيكَ وَصْنُ  
 وَجْهِ عَنِ الظَّلْبِ اِلَى اَحَدٍ  
 مِنَ الْعَلَمِيْنَ وَ ذُنُوبِي عَنِ  
 التَّيْمَاسِ مَا عِنْدَ الْفَاسِقِيْنَ  
 وَلَا تَجْعَلْنِي يَسْطَا لِيْمِيْنَ  
 ظَهِيْرًا وَلَا لَهْمًا عَلَيَّ لَحْوًا

کے لئے مہیا کیا ہے، مجھے عمدہ و نفیس عطیتوں کے  
 غلعت امداد دے اور میرے لئے وہ آرامگاہ کہ  
 جہاں میں اطمینان سے بے کھٹکے رہوں اور وہ  
 منزل کہ جہاں میں ٹھہروں اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا  
 کروں، اپنے نزدیک قرار دے۔ اور مجھے میرے  
 عظیم گناہوں کے لحاظ سے سزا نہ دینا۔ اور جس بے  
 دلوں کے بھید جانچے جائیں گے، مجھے ہلاک نہ کرنا  
 ہر شک و شبہ کو مجھ سے دور کر دے اور میرے  
 لئے ہر سمت سے حق تک پہنچنے کی راہ پیدا کر دے  
 اور اپنی عطا و بخشش کے حصے میرے لئے زیادہ  
 کر دے اور اپنے فضل سے نیکی و احسان سے حظ  
 فراوان عطا کر۔ اور اپنے ہاں کی چیزوں پر میرا دل  
 مطمئن اور اپنے کاموں کے لئے میری فکر کو یک سو  
 کر دے اور مجھ سے وہی کام لے جو اپنے مخصوص  
 بندوں سے لیتا ہے۔ اور جب عقلیں غفلت میں  
 پڑ جائیں اس وقت میرے دل میں اطاعت کا دلولہ  
 سمودے اور میرے لئے تو نگری، پاکدامنی، آسائش  
 سلامتی، تندرستی، فراخی، اطمینان اور عافیت کو  
 جمع کر دے اور میری نیکیوں کو گناہوں کی آمیزش  
 کی وجہ سے اور میری تنہائیوں کو ان مفسدوں کے  
 باعث جو اذراہ امتحان پیش آتے ہیں، تباہ  
 نہ کر، اور اہل عالم میں سے کسی ایک کے آگے  
 ہاتھ پھیلانے سے میری عزت و آبرو کو بچا  
 رکھ اور ان چیزوں کی طلب و خواہش سے جو  
 بدکرداروں کے پاس ہیں مجھے روک دے اور  
 مجھے ظالموں کا پشت پناہ نہ بنا اور نہ (احکام) کتاب  
 کے محو کرنے پر ان کا ناصر و مددگار قرار دے اور

كِتَابِكَ يَدًا وَنَصِيرًا وَخُطْبَتِي  
مِنْ حَيْثُ لَا أَعْلَمُ حَيَاظَةً  
تَقِينِي بِهَا وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ  
كَوْنِكَ وَرَحْمَتِكَ وَرَأْفَتِكَ  
وَيَرْزُقِكَ الْوَاسِعَ إِيَّيْكَ  
مِنَ التَّارِغِينَ وَالتَّاسِرِ  
إِلَيْكَ إِنَّكَ خَيْرُ الْمُنْجِيَيْنِ  
وَاجْعَلْ بَاتِي عُمُرِي فِي الْحَيَةِ  
وَالْعُمُورِ ابْتِغَاءً وَجْهَكَ يَا  
رَبَّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللَّهُ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ  
الطَّاهِرِينَ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ  
وَعَلَيْهِمْ أَبَدَ الْأَبَدِينَ۔

میری اس طرح گنجداشت کر کہ مجھے خبر بھی نہ ہونے پائے  
ایسی گنجداشت کہ جس کے ذریعہ تو مجھے (ہلاکت  
و تباہی) سے بچالے جائے اور میرے لئے  
توبہ و رحمت، لطف و رافت اور کشادہ روزی کے  
دروازے کھول دے۔ اس لئے کہ میں تیری جانب  
رغبت و خواہش کرنے والوں میں سے ہوں، اور  
میرے لئے اپنی نعمتوں کو پاپیہ تکمیل تک پہنچانے  
اس لئے کہ انعام و بخشش کرنے والوں میں سب  
سے بہتر ہے اور میری بقیہ عمر کو حج و عمرہ اور اپنی  
رضا جوئی کے لئے قرار دے اسے تمام جہانوں کے  
پالنے والے! رحمت کرے اللہ تعالیٰ محمد  
اور ان کی پاک و پاکیزہ آل پر امدان پر۔ اور  
ان کی اولاد پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام ہو۔

یہ دُعا عرفے کے نام سے موسوم ہے۔ عرفہ کے معنی میں فی الجملہ اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض کے نزدیک عرفہ،  
عرفات ہی کا دوسرا نام ہے جو مکہ معظمہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ایک وسیع میدان ہے جہاں حجاج نہم ذی الحجہ کو غروب  
آفتاب تک وقوف کرتے ہیں۔ گویا اس میدان کا ہر ٹکڑا عرفہ ہے امدان ٹکڑوں کا مجموعہ عرفات ہے۔ اسے عرفات  
اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہاں مکہ مکہ کے باشندے جمع ہوتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے متعارف کھتے  
ہیں۔ یا اس لئے کہ یہ عرف الدیلک (مرغ کی کلفتی) سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ مرغ کی کلفتی بلند اور نمایاں ہوتی ہے۔  
اسی طرح عرفات بھی مکہ کی سرزمین سے کچھ بلندی پر واقع ہوا ہے۔ اور بعض کے نزدیک عرفہ دن کا نام اور عرفات  
مقام کا نام ہے۔ چنانچہ طوسی رحمہ اللہ نے مجمع البیان میں تحریر کیا ہے:-

عرفات اس مشہد جگہ کا نام ہے جہاں حج کے موقع  
پر وقوف ضروری ہے امدان روز وقوف کو روز عرفہ  
کہا جاتا ہے:-

عرفات اسم للبقعة المعروفة  
يجب الوقوف بها في الحج يوم  
عرفة يوم الوقوف بها۔

فیروز آبادی نے قافوس میں تحریر کیا ہے:-  
يوم عرفة التاسع من ذى الحجة و  
عرفات موقف الحجاج ذلك اليوم

نہم ذی الحجہ روز عرفہ ہے۔ اور مکہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ  
پر وہ موقف جہاں اس دن وقوف کیا جاتا ہے عرفات

عنی اثنا عشر ميلا من مكة - ہے۔

اس قول کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو عرفہ کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ذی الحجہ کی آٹھویں شب کو خواب دیکھا کہ وہ اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔ قاصحہ یومہ اجمعہ۔ جب صبح کو بیدار ہوئے تو تمام دن اس پر غور کرتے رہے کہ یہ حکم الہی ہے یا نہیں۔ اس سوچ کی وجہ سے آٹھویں ذی الحجہ کا نام یوم تردیہ ہو گیا۔ اور تردیہ کے معنی سوچ و بچار اور غور و فکر کے ہوتے ہیں۔ دوسری رات کو پھر بھی خواب دیکھا۔ فلما اصبح عرفۃ منہ من اللہ۔ جب صبح ہوئی تو پوری طرح جان لیا کہ حکم خدا یہی ہے۔ اس عرفان کی وجہ سے ذی الحجہ کا نام روزہ عرفہ ہو گیا۔

روزہ عرفہ وہ مبارک و مسعود دن ہے جس میں خداوند عالم کی طرف رجوع ہوا جائے تو دو گنا ہوں کو بخش دیتا ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

انہ من لم یغفرلہ فی شہد  
رمضان لم یغفرلہ الی قابل  
الا ان یشہد عمرہ۔

جس شخص کے گناہ ماہ رمضان میں بخشے نہیں جاتے  
اس کے گناہ آئندہ ماہ رمضان تک نہیں بخشے جائیں گے  
مگر یہ کہ وہ روزہ عرفہ کا شرف حاصل کرے۔

اسی دن مسلمان اطراف و اکناف عالم سے سمت کر مکہ معظمہ میں جمع ہوتے ہیں اور فریضہ حج بجالاتے ہیں۔ حج کی تین قسمیں ہیں۔ حج افراد، حج قرآن، اور حج تمتع۔ حج افراد اور حج قرآن ان لوگوں کے لئے ہے جو مکہ یا مکہ کے اطراف جوارہب کے رہنے والے ہیں۔ جس میں ایک ہی دفعہ احرام باندھا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد عرفات میں وقوف اور مشعر الحرام میں کہ جو کہ اور عرفات کے درمیان واقع ہے قیام اور طلوع آفتاب کے بعد منیٰ میں کہ جو مشعر الحرام اور مکہ کے درمیان واقع ہے قربانی کرنا ہوتی ہے اور سر منڈوایا جاتا ہے اور جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں۔ پھر مکہ میں خانہ کعبہ کا طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی، طواف النساء اور پھر منیٰ میں رمی جمرات کے بعد حج تمام کیا جاتا ہے اور حج تمتع ان لوگوں کے لئے ہے جو کہ اور اطراف مکہ کے حدود کے رہنے والے نہ ہوں۔ اس میں پہلی مرتبہ عمرہ تمتع کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے اور طواف کعبہ، نماز طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کے بعد بالوں اور ناخنوں کا کاٹنا ہوتا ہے اور اس کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے اور آٹھ ذی الحجہ کو حج کی نیت سے مکہ ہی میں احرام باندھا جاتا ہے اور حج کے اعمال بجالاتے ہیں۔ حج تمتع کی مشروعیت میں کسی کو کلام نہیں۔ اور جو اس کے وجوب کے قائل نہیں ہیں انہیں بھی اس کے صحیح و درست ہونے سے انکار نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید اور کتب صحاح میں اس کا صراحۃً ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما  
استیسر من الہدی -

جو شخص حج تمتع کا عمرہ بجالائے تو جیسی قربانی میسر  
آئے کرے۔

اور عمران ابن حصین سے منقول ہے کہ:-

نزلت اية المتعة في كتاب الله  
فامرنا بها رسول الله ثم لم  
تتنزل اية تنسخ متعة الحج  
ولم ينه عنها رسول الله حتى مات  
قال رجل براه بعد ما شاء.

(صحیح مسلم ج ۱ - صفحہ ۱۰۰)

حج تمتع کی آیت قرآن مجید میں وارد ہوئی ہے اور پیغمبر  
اکرم نے بھی اس کا حکم دیا ہے۔ پھر ایسی کوئی آیت نازل  
نہیں ہوئی جو حج تمتع کو نسخ کر دے اور نہ پیغمبرؐ نے  
موتے دم تک اس سے کبھی روکا۔ البتہ بعد میں ایک شخص  
نے اپنی رائے سے جو چاہا کر دیا۔

نوری نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس سے مراد حضرت عمرؓ ہیں جنہوں نے بعض مصالح کی بنا پر اس سے منع کر  
دیا۔ اور حضرت عثمانؓ بھی اسی منع پر کاربند رہے۔ مگر امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالبؓ حکم خدا و عمل پیغمبرؐ کے مطابق حج  
تمتع ہی بجالاتے رہے۔ اور حضرت عثمانؓ نے روکنا چاہا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں کسی کے کہنے پر سنت پیغمبرؐ کو چھوڑ  
نہیں سکتا۔ چنانچہ محمد بن اسماعیل بخاری نے تحریر کیا ہے :-

قال اختلف علي وعثمان و هما  
بعسفان في المتعة فقال علي ما  
تريد ان تنهى عن امر فعله  
رسول الله صلى الله عليه وسلم  
فقال عثمان دعني عنك .

(صحیح بخاری ص ۱۰۰، صفحہ ۱۰۰)

راوی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ نے  
مقام عسفان میں حج تمتع کے بارے میں اختلاف کیا۔  
حضرت علیؓ نے فرمایا تمہارا مطلب کیا ہے کہ تم اس کام  
سے منع کرتے ہو جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے کیا۔ حضرت عثمانؓ نے (لا جواب ہو کر) کہا کہ یہ  
بحث جانے دیجئے۔

ہر حال حج ایک ایسا فریضہ ہے جس سے انسان کی زندگی پر اثر پڑتا اور اس کے افکار و اعمال میں ضبط و انضباط  
پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حج کے سلسلہ میں جو خواہشات ترک کئے جاتے ہیں اس سے صبر و تحمل اور ضبط نفس کی مشق ہوتی  
ہے جو برائیوں سے محفوظ رہنے کا پیش خمیہ ہے۔ اور سفر کی سختیوں اور صعوبتوں کو جھیلنے سے کسبی و سہل انگاری، مستعدی  
و آمادگی سے بدل جاتی ہے۔ اور دل و دماغ میں ایسے تاثرات پیدا ہوتے ہیں جو ایک طرف مبداء سے وابستہ کرتے ہیں  
تو دوسری طرف معاد کا تصور تازہ کرتے ہیں۔ چنانچہ جب انسان میقات پر پہنچ کر احرام باندھتا ہے اور زبان سے لبیک  
اللہ و لبیک لا شریک للہ لبیک - (حاضر ہوں بارِ الہا! میں حاضر ہوں۔ تو لا شریک ہے میں تیری بارگاہ میں  
حاضر ہوں) کہتا ہے تو یہ تصور بھی پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح آج احرام لپیٹے گھر بار اور اہل و عیال کو چھوڑ کر اس کی  
آواز پر لبیک کہہ رہا ہے اسی طرح ایک دن وہ ہو گا جب احرام کے بجائے کفن لپیٹے اس دنیا سے منہ موڑ کر دائمی  
موت کی پکار پر لبیک کہے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گا اور جب احرام باندھے ہوئے عرفات میں پہنچتا ہے  
تو یہ منظر دیکھنے میں آتا ہے کہ تا حد نگاہ لوگوں کا جھگڑنا جن کا پہناوا ایک، لباس ایک، وضع قطع ایک، مذہب و  
امانت کا امتیاز نہ چھوٹے اور بڑے کا فرق۔ سب دست بد دعا پر ہر ایک کی زبان پر توبہ و استغفار، ہر ایک اپنے گناہوں پر

پشیمان اور عفو و آمرزش کا طلب گار ہر ایک امید و بیم کے سنگم پر ایستادہ۔ ہر شخص فریاد کنان، ہر شخص گھبرایا ہوا اور سہما ہوا۔ ایک دوسرے کی خبر نہیں۔ نفسا نفسی کا عالم، اس پر گرمی کا تڑاؤ، لوؤں کا زور، مجلسا دینے والے بادِ کوم کے جھونکے۔ نہ سر چھپانے کی جگہ نہ سایہ کرنے کی اجازت جسے دیکھ کر حشر کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچ جاتا ہے۔ اور جب اس مرحلہ سے فاسخ ہو کر شعرا الحرام کی طرف آتا ہے تو دھوپ سے سنولایا ہوا چہرہ، شاداب اور دھڑکتا ہوا دل مطمئن اس لئے کہ حرم میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔ جو نجات و کامرانی کے لئے ایک نیک فال ہے۔ پھر شعرا الحرام سے منیٰ میں آتا ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تاسی میں رمی جرات کرتا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم نے اس مقام پر شیطان پر پتھر مارے تھے۔ تو گویا وہ اپنے اس عمل سے شیطان کو اپنے سے ہنکاتا اور دور کرتا ہے پھر قربانی کرتا ہے۔ یہ عمل نفس امارہ کو کچلنے اور نفسانی خواہشات کو ذبح کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

واذبح حنجرۃ الہوی والطبع عند الذبیحۃ۔  
ذبح کے وقت نفسانی خواہشات اور حرم طبع کا گلا کاٹ دو۔

پھر خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے تو اس طواف ظاہری سے طواف باطنی کی طرف بھی توجہ پیدا ہوتی ہے اس طرح کہ جسم مادی گھر کا طواف کرتا ہے اور قلب و روح دہلیزِ بیت کا طواف کرتے ہیں۔ پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا اور اس کی جانب بڑھتا ہے کہ اگر پہلی مرتبہ دم نہیں کرے گا تو دوسری مرتبہ، آخر کب تک اس کی رحمت جو جس میں نہ آئے گی اور حیرانی و سرسبکی کو اپنے دامن میں پناہ نہ دے گی۔ اور سنگ اسود کو بوسہ دیتا ہے تو گویا یہ بیان کرتا ہے کہ اب اسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھوں گا جسے قدرت نے نصب کیا ہو چاہے وہ پتھری کیوں نہ ہو۔ اگرچہ ان احساسات کو بیدار نہ کرے تو وہ ایک بے روح عمل ہے جو انسان کے اخلاق و اعمال میں تبدیلی پیدا نہیں کر دے گا۔

## عید الاضحیٰ اور روزِ جمعہ کی دعا

بارِ الہا! یہ مبارک و مسعود دن ہے جس میں مسلمان محمود زمین کے ہر گوشہ میں مجتمع ہیں۔ ان میں سائل بھی ہیں اور طلب گار بھی۔ ملتی بھی ہیں اور خوف زدہ بھی۔ وہ سب ہی تیری بارگاہ میں حاضر ہیں اور تو ہی ان کی حاجتوں پر نگاہ رکھنے والا ہے۔ لہذا میں تجھے

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
يَوْمَ الْأَضْحَىٰ وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ  
اللَّهُمَّ هَذَا يَوْمٌ مَبَارَكٌ مَيِّمُونَ  
وَالسَّالِمُونَ فِيهِ مُجْتَمِعُونَ فِي  
أَقْطَارِ أَرْضِكَ يَشْهَدُ السَّائِلُ مِنْهُمْ  
وَالْمَطْلُوبُ وَالْمُذْغِبُ وَالْمُزَاهِبُ وَ  
أَنْتَ الْغَافِرُ فِي حَوَائِجِهِمْ فَاسْأَلْكَ

يُجُودُكَ وَكَرَمِكَ وَهُوَ ابْنُ مَا  
 سَأَلْتُكَ عَلَيْكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ  
 وَآلِهِ وَاسْتَغْلِكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا بِأَنَّ  
 لَكَ الْمُلْكَ وَكَفَالَةَ الْحَمْدِ لَكَ الْإِلَهَ لَا  
 أَنْتَ الْعَلِيمُ الْكَرِيمُ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ  
 ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَهْدِيهِمُ السَّمُوتُ  
 وَالْأَرْضُ مِنْ مَهْمَا كَسَمْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ  
 الْمُؤْمِنِينَ مِنْ خَيْرٍ أَوْ عَافِيَةٍ أَوْ  
 بَرْكَهٍ أَوْ هُدًى أَوْ عَمَلٍ بِطَاعَتِكَ  
 أَوْ خَيْرٍ كَسَمْتَ بِهِ عَلَيْهِمْ كَلَامُ اللَّهِ بِهِ  
 إِلَيْكَ أَوْ تَرْفَعُ لَهُمْ عِنْدَكَ دَرَجَةً  
 أَوْ تُعْطِيَهُمْ بِهِ خَيْرًا مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا  
 وَالْآخِرَةِ وَاسْتَغْلِكَ اللَّهُمَّ بِأَنَّ لَكَ  
 الْمُلْكَ وَكَفَالَةَ الْحَمْدِ لَكَ الْإِلَهَ لَا أَنْتَ أَنْ  
 تُصَلِّيَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَآلِي مُحَمَّدٍ  
 عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَخَلِيفَتِكَ  
 وَصَفْوَتِكَ وَخَلِيفَتِكَ مِنْ  
 خَلْقِكَ وَعَلَيَّ إِلَى مُحَمَّدٍ الْأَبْنَاءِ  
 الظَّاهِرِينَ الْأَخْيَارِ صَلَوةً لَا  
 يَقْوَى عَلَى إِنْخِصَارِهَا إِلَّا أَنْتَ  
 وَأَنْ تُشْرِكَنَا فِي صَلَاحٍ مِنْ  
 دَعَاكَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مِنْ عِبَادِكَ  
 الْمُؤْمِنِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ وَأَنْ  
 تُخَفِّرَ لَنَا وَلَهُمْ رِثَاكَ عَلَى كُلِّ  
 شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ إِلَيْكَ  
 تَعَمَّدْتُ بِحَاجَتِي وَبِكَ أَنْزَلْتُ  
 الْيَوْمَ نَفْسِي وَبِأَقْوَمِ وَمَسْكَنَتِي

جو دو کرم کو دیکھتے ہوئے اور اس خیال سے کہ میری  
 حاجت باری تیرے لئے آسان ہے تجھ سے سوال  
 کرتا ہوں کہ تو رحمت نازل فرما محمد اور ان کی آل  
 پر۔ اے اللہ! اے ہم سب کے پروردگار! جب کہ  
 تیرے ہی لئے بادشاہی اور تیرے ہی لئے محدود  
 ستائش ہے۔ اور کوئی معبود نہیں تیرے علاوہ، جو  
 بڑو بار، کریم، مہربانی کرنے والا، نعمت بخشنے والا  
 بزرگی و عظمت والا اور زمین و آسمان کا پیدا کرنے  
 والا۔ تو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جب بھی  
 تو اپنے ایمان والے بندوں میں نیکی یا عافیت یا  
 خیر و برکت یا اپنی اطاعت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق  
 تقسیم فرمائے یا ایسی بھلائی جس سے تو ان پر احسان  
 کرے اور انہیں اپنی طرف رہنمائی فرمائے یا اپنے ہاں  
 ان کا درجہ بلند کرے یا دنیا و آخرت کی بھلائی میں  
 سے کوئی بھلائی انہیں عطا کرے تو اس میں میرا حصہ  
 و نصیب فراوان کر۔ اے اللہ! تیرے ہی لئے جہاں  
 داری اللہ تیرے ہی لئے محدود ستائش ہے۔ اور کوئی  
 معبود نہیں تیرے سوا۔ لہذا میں تجھ سے سوال کرتا  
 ہوں کہ تو رحمت نازل فرما اپنے عبد، رسول، حبیب  
 منتخب اور برگزیدہ خلائق محمد پر اور ان کے  
 اہل بیت پر جو نیکو کار، پاک و پاکیزہ اور بہترین  
 خلق ہیں۔ ایسی رحمت جس کے شمار پر تیرے علاوہ  
 کوئی قادر نہ ہو۔ اور آج کے کلن تیرے ایمان لانے  
 والے بندوں میں سے جو بھی تجھ سے کوئی نیک دعا  
 مانگے تو ہمیں اس میں شریک کر دے اے تمام جہانوں  
 کے پروردگار، اور ہمیں اور ان سب کو بخش دے  
 اس لئے کہ تو ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ! میں اپنا

دَرَأِي بِسَعْفَرَتِكَ وَرَحْمَتِكَ  
 أَوْثَقُ مِنِّي بِعَمَلِي وَلِبَعْفَرَتِكَ  
 وَرَحْمَتِكَ أَوْسَعُ مِنِّي ذُنُوبِي  
 فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ قَالِ مُحَمَّدُ  
 وَكَوَلْ قَضَاءَ كُلِّ حَاجَةٍ هِيَ  
 لِي بِقُدْرَتِكَ عَلَيَّهَا وَتَنَسُّبِ  
 ذِيكَ عَلَيْكَ وَبِعَفْوِي إِلَيْكَ وَ  
 غِنَاكَ عَنِّي فَإِنِّي لَمَّا أَصِيبُ  
 خَيْرًا كَلَّمْتُ إِلَّا مِنْكَ وَكَلَّمْتُ يَصْرِفُ  
 عَنِّي سُوءٌ قَطُّ أَحَدٌ غَيْرَكَ وَ  
 لَا أَرْجُو إِلَّا مِنْكَ خَيْرِي وَدُنْيَايَ  
 سَوَاكَ اللَّهُمَّ مَنْ تَهَيَّأَ وَتَعَبَّأَ  
 وَأَعَدَّ وَاسْتَعَدَّ لِيُوفِدَنِي إِلَيْهِ  
 مَخْلُوقِي رَجَاءَ رِفْدِهِ وَكَوَا فِيلِهِ  
 وَطَلَبَ بَثْلِهِ وَجَاءَ نَزْوِيهِ فَإِلَيْكَ  
 يَا مُؤَلَّي كَانَتْ الْيَوْمَ كَلْبِيَّتِي  
 وَكُنْبِيَّتِي وَإِعْدَادِي وَاسْتِعْدَادِي  
 رَجَاءَ عَفْوِكَ وَرِفْدِكَ وَطَلَبَ  
 نَيْدِكَ وَجَائِزَتِكَ اللَّهُمَّ فَصَلِّ  
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَلَا تُخَيِّبْ  
 الْيَوْمَ ذِيكَ مِنْ رَجَائِي يَا مَنْ لَا  
 يُخْفِيهِ سَائِلٌ وَلَا يَنْقُصُهُ نَائِلٌ  
 فَإِنِّي لَمَّا إِلَيْكَ ثِقَّةٌ مِنِّي بِعَمَلِ  
 صَلَاحٍ قَدْ مُتَّهَ وَلَا شَفَاعَةً  
 مَخْلُوقِي رَحْمَتُهُ إِلَّا شَفَاعَةً  
 مُحَمَّدٍ وَآهْلِ بَيْتِهِ صَلَوَاتُكَ  
 عَلَيْهِمْ وَ عَلَيْهِمْ سَلَامُكَ أَيْنِكَ

حاجتیں تیری طرف لایا ہوں اور اپنے فقر و فاقہ و  
 احتیاج کا بار گراں تیرے در پر لا آتا ہے اور میں  
 اپنے عمل سے کہیں زیادہ تیری آمرزش و رحمت پر  
 مطمئن ہوں اور بے شک تیری مغفرت و رحمت کا  
 دامن میرے گناہوں سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ لہذا  
 تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میری ہر  
 حاجت تو ہی بر لا۔ اپنی اس قدرت کی بدولت جو مجھے  
 اس پر حاصل ہے اور یہ تیرے لئے سہل و آسان  
 ہے اور اس لئے کہ میں تیرا محتاج اور تو مجھ سے بے  
 نیاز ہے۔ اور اس لئے کہ میں کسی بجلائی کو حاصل نہیں  
 کر سکا مگر تیری جانب سے اور تیرے سوا کوئی مجھ  
 سے دکھ درد دور نہیں کر سکا۔ اور میں دنیا و  
 آخرت کے کاموں میں تیرے علاوہ کسی سے اُمید  
 نہیں رکھتا۔ اے اللہ! جو کوئی صلہ و عطا کی اُمید اور  
 بخشش و انعام کی خواہش لے کر کسی مخلوق کے پاس  
 جانے کے لئے کمر بستہ و آمادہ اور تیار و مستعد ہو تو  
 اسے میرے مولا و آقا! آج کے دن میری آمادگی و  
 تیاری اور سر و سامان کی فراہمی و مستعدی تیرے عفو  
 و عطا کی اُمید اور بخشش و انعام کی طلب کے لئے  
 ہے۔ لہذا اے میرے معبود! تو محمدؐ اور ان کی آلؑ  
 پر رحمت نازل فرما اور آج کے دن میری امیدوں میں  
 مجھے ناکام نہ کر۔ اے وہ جو مانگنے والے کے ہاتھوں تنگ  
 نہیں ہوتا۔ اور نہ بخشش و عطا سے جس کے ہاں کمی  
 ہوتی ہے۔ میں اپنے کسی عمل خیر پر جسے آگے بھیجا ہو  
 اور سوائے محمدؐ اور ان کے اہل بیت صلوات اللہ علیہ و  
 علیہم کی شفاعت کے کسی مخلوق کی سفارش پر جس کی اُمید  
 رکھی ہو اطمینان کرتے ہوئے تیری بارگاہ میں حاضر

مُعَذَّابًا بِالْجُذُمِ وَالْإِسَاءَةِ إِلَى نَفْسِي  
 أَتَيْتُكَ أَرْجُوا عَظِيمَ عَفْوِكَ الَّذِي  
 عَفَوْتَ بِهِ عَنِ الْخَاطِئِينَ ثُمَّ  
 لَمْ يَنْتَعَكَ طَوْلُ عَفْوِكَ عَلَى  
 عَظِيمِ الْجُذُمِ أَنْ عُدْتَ عَلَيْهِمْ  
 بِالرَّحْمَةِ وَالْمَغْفِرَةِ فَيَا مَنْ  
 رَحْمَتُهُ وَاسِعَةٌ وَعَفْوُهُ عَظِيمٌ  
 يَا عَظِيمُ يَا عَظِيمُ يَا كَرِيمُ يَا كَرِيمُ  
 صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَعُدْ  
 عَلَى بَرَحْمَتِكَ وَتَعَظَّفْ عَنِّي  
 بِفَضْلِكَ وَتَوَسَّعْ عَنِّي بِمَغْفِرَتِكَ  
 اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا الْمَقَامَ يُخْلِفُكَ  
 وَأَصْفِيَاكَ وَمَوَاضِعَ أُمْنَانِكَ  
 فِي الدَّرَجَةِ الرَّفِيعَةِ الَّتِي اخْتَصَصْتَهُمْ  
 بِهَا قَدْ ابْتَرَوْهَا وَأَنْتَ الْمَقْدَرُ  
 لَكَ لَا يُغَالِبُ أَمْرُكَ وَلَا يُعَادِرُ  
 الْمُخْتَوِّمُ مِنْ تَدْبِيرِكَ كَيْفَ شِئْتَ  
 وَأَنْتَ شِئْتَ وَلَهَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ غَيْرُ  
 مَتَّهِمٍ عَلَى خَلْقِكَ وَلَا لِإِرَادَتِكَ  
 حَتَّى عَادَ صِفْوَتُكَ وَخُلْفَاؤُكَ  
 مَغْلُوبِينَ مَقْمُورِينَ مُبْتَذَرِينَ  
 يَرَوْنَ حُكْمَكَ مُبَدَّلًا وَكَرْنَايَكَ  
 مُلْبُودًا وَقَدْ لَيْسَ بِكَ مَخْرَفَةٌ  
 عَنْ جِهَاتِ أَهْلِكَ كَسُنَّ  
 كَيْبِكَ مَشْرُوكَةً اللَّهُمَّ الْعَنْ  
 أَهْلَ آثَمِهِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَ  
 الْآخِرِينَ وَمَنْ رَضِيَ بِفِعْلِهِمْ وَ

نہیں ہوا۔ میں تو اپنے گناہ اور اپنے حق میں برائی کا اقرار  
 کرتے ہوئے تیرے پاس حاضر ہوا ہوں۔ درآنحالیکہ میں  
 تیرے اس عفو عظیم کا اُمیدوار ہوں جس کے ذریعہ تو  
 نے خطا کاروں کو بخش دیا۔ پھر یہ کہ اُن کا بڑے  
 بڑے گناہوں پر عرصہ تک جیسے رہتا تھے اُن پر  
 مغفرت و رحمت کی احسان فرمائی سے مانع نہ ہوا  
 اسے وہ جس کی رحمت وسیع اور عفو و بخشش عظیم ہے  
 اے بزرگ! اے عظیم!! اے بخشنده! اے کریم!!  
 محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنی رحمت  
 سے مجھ پر احسان اور اپنے فضل و کرم کے ذریعہ مجھ  
 پر مہربانی فرما اور میرے حق میں دامن مغفرت کو  
 وسیع کر۔ بارالہ! یہ مقام (عظمت و امامت نماز جمعہ)  
 تیرے جانشینوں اور برگزیدہ بندوں کے لئے تھا  
 اور تیرے امانت داروں کا عمل تھا اور آنحالیکہ تو نے  
 اس بلند منصب کے ساتھ انہیں منسوب کیا تھا۔  
 (غضب کرنے والوں نے) اسے چھین لیا۔ اور تو  
 ہی روز ازل سے اس چیز کا مقدر کرنے والا ہے۔  
 تیرا امر و فرمان مغلوب ہو سکتا ہے اور نہ تیری قلعی  
 تدبیر (قضا و قدر) سے جس طرح تو نے چاہا ہو اور جس  
 وقت چاہا ہو تجاوز ممکن ہے۔ اس مصلحت کی وجہ سے  
 جسے تو ہی بہتر جانتا ہے۔ بہر حال تیری تقدیر اور  
 تیرے ارادہ و مشیت کی نسبت تجھ پر الزام عائد نہیں  
 ہو سکتا۔ یہاں تک کہ (اس غضب کے نتیجہ میں)  
 تیرے برگزیدہ اور جانشین مغلوب و مقہور ہو گئے،  
 اور اُن کا حق اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ وہ دیکھ  
 رہے ہیں کہ تیرے احکام بدل بیٹھے گئے۔ تیری کتاب  
 پس پشت ڈال دی گئی۔ تیرے فرائض و واجبات کی

وَأَشْيَاءَهُمْ وَاتَّبَعَهُمُ اللَّهُمَّ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ إِنَّكَ  
حَمِيدٌ مُجِيدٌ كَصَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ  
وَتُحَيَّاتِكَ عَلَى أَصْفِيَاكَ إِبْرَاهِيمَ  
وَآلِ إِبْرَاهِيمَ وَعِجْلِ الْفَوْزِ وَالزُّوْحِ  
وَالنُّصْرَةِ وَالشُّكُوكِ وَالشَّيْبِ  
كَرِهْتَ اللَّهُمَّ وَاجْعَلْنِي مِنْ أَهْلِ  
التَّوْحِيدِ وَالْإِيمَانِ بِكَ وَالْتَّصْدِيقِ  
بِرَسُولِكَ وَالْآيَةِ الْكَرِيمَةِ  
طَاعَتِهِمْ مِمَّنْ يَجْعَلُ ذِيكَ  
وَعَلَى يَدَيْهِ آمِينَ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
اللَّهُمَّ لَيْسَ يَزِيدُ غَضَبَكَ إِلَّا  
جَلْمُكَ وَلَا يَزِيدُ سَخَطَكَ إِلَّا  
عَفْوُكَ وَلَا يُجَلِّدُ مِنْ عِقَابِكَ إِلَّا  
رَحْمَتُكَ وَلَا يُنْجِيْنِي مِنْكَ إِلَّا  
التَّكْوِينُ إِلَيْكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ  
فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَ  
هَبْ لَنَا يَا إِلَهِي مِنْ لَدُنْكَ كَرَجًا  
يَا الْقُدْرَةَ الَّتِي بِهَا تُخَيِّقُ أَمْوَاتَ  
الْعِبَادِ وَبِهَا تُنْشِئُ مَيِّتَ الْبِلَادِ  
لَا تُهْدِكُنِي يَا إِلَهِي عَمًّا حَتَّى  
يُسْتَجِيبَ لِي وَتُعْرِفَنِي  
الْإِجَابَةَ فِي دُعَائِي وَأَذِقْنِي  
طَعْمَ الْعَافِيَةِ إِلَى مُسْتَهِي  
أَجَلِي وَلَا تُشْرِئْ لِي عَذَابِي  
وَلَا تُمَكِّنْهُ مِنْ عُنُقِي وَلَا  
تُسَلِّطْهُ عَلَيَّ يَا إِلَهِي إِنْ رَفَعْتَنِي

واضح مقاصد سے ہٹا دیئے گئے اور تیرے نبی کے  
طور و طریقے متروک ہو گئے۔ بارِ الہا! تو ان برگزیدہ  
بندوں کے اگلے اور پچھلے دشمنوں پر اور ان پر جو ان  
دشمنوں کے عمل و کردار پر راضی و خوشنود ہوں اور  
جو ان کے تابع اور پیروکار ہوں لعنت فرما۔ اے اللہ!  
محمدؐ اور ان کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما کہ بے شک  
تو قابلِ حمد و ثنا بزرگی والا ہے۔ جیسی رحمتیں کرتیں  
اور سلام تو نے اپنے منتخب و برگزیدہ ابراہیمؑ اور  
آلِ ابراہیمؑ پر نازل کئے ہیں۔ اور ان کے لئے کشائش  
راحت، نصرت، غلبہ اور تائید میں تعمیل فرما۔ بارِ الہا!  
مجھے توحید کا حقیقہ رکھنے والوں، تجھ پر ایمان  
لانے والوں اور تیرے رسولؐ اور ان آئمہؑ کی  
تصدیق کرنے والوں میں سے قرار دے جن کی اطاعت  
کو تو نے واجب کیا ہے۔ ان لوگوں میں سے جن کے  
وسیلہ اور جن کے ہاتھوں سے (توحید، ایمان اور  
تصدیق) سب چیزیں جاری کرے۔ میری دعا کو  
قبول فرما اے تمام جہانوں کے پروردگار! —  
بارِ الہا! تیرے علم کے سوا کوئی چیز تیرے غضب کو  
ٹال نہیں سکتی اور تیرے عفو و درگزر کے سوا کوئی چیز  
تیری ناراضگی کو پٹا نہیں سکتی اور تیری رحمت کے  
سوا کوئی چیز تیرے عذاب سے پناہ نہیں دے سکتی  
اور تیری بارگاہ میں گڑا گڑا ہٹ کے علاوہ کوئی چیز  
تجھ سے رہائی نہیں دے سکتی۔ لہذا تو محمدؐ اور ان  
کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنی اس قدرت سے  
جس سے تو مردوں کو زندہ اور بنجر زمینوں کو شاداب  
کرتا ہے۔ مجھے اپنی جانب سے غم و اندوہ  
سے چھٹکارا دے۔ بارِ الہا! جب تک تو میری دعا

فَمَنْ ذَا الَّذِي يَضَعُنِي ذَاتِ  
وَضْعَتَيْنِ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَرْفَعُنِي  
وَإِنْ أَكْزَمْتَنِي فَمَنْ ذَا الَّذِي  
يَهَيِّئُنِي وَإِنْ أَهَنْتَنِي فَمَنْ ذَا  
الَّذِي يُكْرِمُنِي وَإِنْ عَذَّبْتَنِي فَمَنْ  
ذَا الَّذِي يَرْحَمُنِي وَإِنْ أَهْلَكْتَنِي  
فَمَنْ ذَا الَّذِي يَتَعَدُّ لَكَ فِي عَبْدِكَ  
أَوْ يَسْأَلُكَ عَنْ أَمْرٍ وَ قَدْ  
عَلِمْتُ أَنَّهُ لَيْسَ فِي حُكْمِكَ ظُلْمٌ  
وَلَا فِي نِقْمَتِكَ عَجَلَةٌ وَلَا لَيْسَ  
يُعْجَلُ مَنْ يَخَافُ الْقَوْتَ وَ  
لَمَّا يَحْتَاجُ إِلَى الظُّلْمِ الضَّعِيفُ  
وَقَدْ تَعَالَيْتَ يَا إِلَهِي عَنْ ذَلِكَ  
عَلَّوْا كِبِيرًا اللَّهُوَ صَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَلَا تَجْعَلْنِي  
لِبَلَاءٍ غَرَضًا وَلَا لِنِقْمَتِكَ نَصَبًا  
وَمَهْلِكِي وَكَفْسِي وَ أَقْلِي  
عَائِي وَلَا تَبْسِلْنِي بِبَلَاءٍ عَلَى  
أَمْرٍ بَلَاءٍ فَقَدْ تَرَى ضَعْفِي وَفِلَّةَ  
جِيلِي وَكُضْرَتِي إِلَيْكَ أَعُوذُ بِكَ  
اللَّهُمَّ الْيَوْمَ مِنْ غَضَبِكَ فَصَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاعِدْنِي وَ  
اسْتَجِيزِي بِكَ الْيَوْمَ مِنْ سَخَطِكَ  
فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْزِنِي  
وَأَسْأَلُكَ آمِنًا مِنْ عَذَابِكَ  
فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَآمِنِي  
وَأَسْأَلُكَ بِكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

تبرہ نہ فرمائے اور اس کی قبولیت سے آگاہ نہ کرے  
مجھے غم و اندوہ سے ہلاک نہ کرنا، اور زندگی کے آخری  
لمحوں تک مجھے صحت و عافیت کی لذت سے شاد کام  
رکھنا۔ اور دشمنوں کو (میری حالت پر) خوش ہونے اور  
میری گردن پر سوار اور مجھ پر مستط ہونے کا موقع نہ  
دینا۔ بارِ الہا! اگر تو مجھے بلند کرے تو کون پست  
کر سکتا ہے، اور تو پست کرے تو کون بلند کر سکتا ہے  
اور تو عزت بخشے تو کون ذلیل کر سکتا ہے، اور تو  
ذلیل کرے تو کون عزت دے سکتا ہے۔ اور تو  
مجھ پر عذاب کرے تو کون مجھ پر ترس کھا سکتا ہے  
اور اگر تو ہلاک کرے تو کون تیرے بندے کے بارے  
میں تجھ پر معترض ہو سکتا ہے یا اس کے متعلق تجھ  
سے کچھ پوچھ سکتا ہے۔ اور مجھے خوب علم ہے کہ  
تیرے فیصلہ میں نہ ظلم کا شائبہ ہوتا ہے اور نہ سزا  
دینے میں جلدی ہوتی ہے۔ جلدی تو وہ کرتا ہے جسے  
موقع کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہو اور ظلم  
کی اسے حاجت ہوتی ہے جو کمزور و ناتواں ہو۔ اور  
تو اسے میرے معبود! ان چیزوں سے بہت بلند و برتر  
ہے۔ اے اللہ! تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل  
فرما اور مجھے بلاؤں کا نشانہ اور اپنی عقوبتوں کا ہدف  
نہ قرار دے۔ مجھے مہلت دے اور میرے رنج و  
غم کو دور کر۔ میری لغزشوں کو معاف کرے اور  
مجھے ایک مصیبت کے بعد دوسری مصیبت میں مبتلا  
نہ کر۔ کیونکہ تو میری ناتوانی، بے چارگی اور اپنے  
حضورؐ میری گڑ گڑاہٹ کو دیکھ رہا ہے۔ بارِ الہا!  
میں آج کے دن تیرے غضب سے تیرے ہی دامن  
میں پناہ مانگتا ہوں۔ تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل

قَالِیْهِ وَاهْدِنِیْ وَاسْتَنْصِرْكَ  
 فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِیْهِ وَانْصُرْنِیْ  
 وَاسْتَغْفِرْكَ فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ  
 آلِیْهِ وَارْحَمْنِیْ وَاسْتَغْفِرْكَ فَصَلِّ  
 عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِیْهِ وَانْصُرْنِیْ وَ  
 اسْتَغْفِرْكَ فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ  
 وَآلِیْهِ وَارْزُقْنِیْ وَاسْتَغْفِرْكَ  
 فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِیْهِ وَارْحَمْنِیْ  
 وَاسْتَغْفِرْكَ لَیْسَا سَلَفٌ مِنْ  
 ذُنُوْبٍ فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِیْهِ  
 وَارْحَمْنِیْ وَاسْتَغْفِرْكَ  
 فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِیْهِ وَ  
 اعْصِمْنِیْ فَاِنِّیْ لَنْ اَعُوْذَ بِشَیْءٍ  
 كَرِهْتَهُ وَتِیْ اِنْ شِئْتَ ذٰلِكَ  
 یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا حَسْبُنَا  
 یَا مَنَّانُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ  
 الْاِكْرَامِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ  
 آلِیْهِ وَاسْتَجِبْ لِیْ جَمِیْعَ مَا  
 سَأَلْتُكَ وَطَلَبْتُ اِلَیْكَ وَ  
 رَغِبْتُ فِیْهِ اِلَیْكَ وَارِدُّهُ  
 كَدْرُهُ وَانْصِبْهُ وَاَنْصِبْهُ  
 حِزْبِیْ فِیْمَا تَقْضِیْ مِنْهُ  
 وَبَارِكْ لِیْ فِیْ ذٰلِكَ وَتَقْضِلْ  
 عَلَیَّ بِهٖ وَاسْعِدْنِیْ بِمَا  
 تُعْطِیْنِیْ مِنْهُ وَارْزُقْنِیْ  
 مِنْ فَضْلِكَ وَسَعِّتْ  
 مَا عِنْدَكَ لِنَائِكَ وَاسْعِ

فرما اور مجھے پناہ دے اور میں آج کے دن تیری  
 ناراضگی سے امان چاہتا ہوں۔ تو محمدؐ اور ان کی آلؑ  
 پر رحمت نازل فرما اور مجھے امان دے اور تیرے  
 عذاب سے امن کا طلب گار ہوں۔ تو رحمت نازل  
 فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور مجھے (عذاب سے) مطمئن  
 کر دے۔ اور تجھ سے ہدایت کا خواستگار ہوں۔ تو  
 رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور مجھے ہدایت  
 فرما۔ اور تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ تو رحمت نازل فرما  
 محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور میری مدد فرما۔ اور تجھ سے رحم  
 کی درخواست کرتا ہوں۔ تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور  
 ان کی آلؑ پر اور مجھ پر رحم کر۔ اور تجھ سے بے نیازی  
 کا سوال کرتا ہوں۔ تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی  
 آلؑ پر اور مجھے بے نیاز کر دے اور تجھ سے روزی کا  
 سوال کرتا ہوں۔ تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ  
 پر اور مجھے روزی دے۔ اور تجھ سے کمک کا طالب ہوں  
 تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور میری  
 کمک فرما۔ اور گزشتہ گناہوں کی آمرزش کا  
 خواستگار ہوں۔ تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی  
 آلؑ پر اور مجھے بخش دے۔ اور تجھ سے (گناہوں  
 کے بارے میں) بچاؤ کا خواہاں ہوں۔ تو رحمت نازل  
 فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور مجھے (گناہوں سے) بچائے  
 رکھ۔ اس لئے کہ اگر تیری مشیت شامل حال رہی تو  
 کسی ایسے کام کا جسے تو مجھ سے ناپسند کرتا ہو۔  
 مرتکب نہ ہوں گا۔ اسے میرے پروردگار۔ اے میرے  
 پروردگار! اے مہربان، اے نعمتوں کے بخشے والے  
 اے جلالت و بزرگی کے مالک تو رحمت نازل فرما محمدؐ  
 اور ان کی آلؑ پر، اور جو کچھ میں نے مانگا اور جو کچھ

گَرِيبٌ وَصَلِيٌّ ذِيكَ  
يَخِيْرُ الْاُخِرَةَ وَتَعِيْمَهَا  
يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

ثم

تَدْعُوْا بِمَا

بِذَلِكَ

وَتَصَلُّوْا

عَلٰى

مَعْتَدٍ وَّ اِلٰهٍ

اَلَمْ

مَتَّ

هٰكذَا

كَانَ

بِفَعْلٍ

طلب کیا ہے اور جن چیزوں کے حصول کے لئے تیری  
بارگاہ کا رخ کیا ہے۔ اُن سے اپنا ارادہ، حکم اور  
فیصلہ متعلق کر اور انہیں جاری کر دے۔ اور جو  
بھی فیصلہ کرے اس میں میرے لئے بھلائی قرار دے  
اور مجھے اس میں برکت عطا کر اور اس کے ذریعہ  
مجھ پر احسان فرما۔ اور جو عطا فرمائے اس کے وسیلہ  
سے مجھے خوش نصیب بنادے اور میرے لئے اپنے  
فضل و کثرت کو جو تیرے پاس ہے زیادہ کر دے  
اس لئے کہ تو تو نگر و کریم ہے۔ اور اس کا سلسلہ  
آخرت کی خیر و نیکی اور وہاں کی نعمت فراوان سے  
طاہر ہے۔ اسے تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم  
کرنے والے۔

اس کے بعد جو چاہو دعا مانگو اور ہزار مرتبہ محمدؐ اور  
اُن کی آلؑ پر درود بھیجو کہ امام علیہ السلام ایسا ہی  
کیا کرتے تھے۔

حضرت یہ ومارد زجمعہ اور عید الاضحیٰ کے موقع پر پڑھتے تھے۔ روز جمعہ کو جمعہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس دن مسلمان نماز  
کے لئے ایک مقام پر مجتمع ہوتے ہیں۔ اور اضحیٰ اضماء کی جمع ہے۔ اور اضماء اُس بکری، دنبہ، بھڑو وغیرہ کو کہتے ہیں جو حج کے  
موقع پر ذبح کی جاتی ہے۔ اس ذبح کی بنیاد اس طرح پڑی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب کے ذریعہ اپنے فرزند حضرت  
اسماعیل علیہ السلام کے ذبح پر آمادہ ہوئے تو وہ اپنی مٹاؤں کے مرکزہ اور پداؤں کے حامل کو خدا اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے  
پر آمادہ ہو گئے۔ اور حضرت اسماعیلؑ کو کہ جن کا سن اس وقت صرف تیرہ سال کا تھا بلا کر کہا کہ اے فرزند! میں نے خواب  
میں دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ یا ابت افعل ما قوم، مستجدی  
ان شاء اللہ من القسودین۔ بابا آپ کو جو حکم ہوا ہے اس کو بجالائیے۔ آپ انشاء اللہ مجھے ثابت قدم پائیں  
گئے۔ جب اسماعیلؑ کو بھی آمادہ پایا تو رستی اور چھری لے کر قربان گاہ محبت پر اپنی متاع عزیز کی قربانی کے لئے آ  
گئے۔ اور اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے زمین پر لٹا دیا۔ کیا بعید ہے کہ اس موقع پر آسمان کا نپا اور زمین تمہرائی  
ہو، مگر حضرت ابراہیمؑ کا نہ ہاتھ کا نپا اور نہ دل دھڑکا۔ بلکہ بڑے اطمینان سے اپنے جگر گوشہ کے حلقوم پر  
چھری رکھ دی اور قریب تھا کہ اسماعیلؑ ذبح ہو جاتے کہ قد صدقت المتوڈیا۔ تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔

کی آواز نے اسمعیل کو بچا لیا اور اُن کے لئے دُوبہ دِبح ہو گیا۔ اور اسمعیل ذبیح اللہ بن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ عید اضحیٰ اسی واقعہ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے ہے۔ چنانچہ اس دن گائے، بکری، دُوبہ وغیرہ کی قربانی دے کر اس قربانی کی یاد کو قائم کیا جاتا ہے۔

امام علیہ السلام نے اس دعا میں چند امور واضح طور سے بیان فرمائے ہیں۔

۱۔ نماز جمعہ اور نماز عیدین کی اہمیت ائمہ اہل بیتؑ سے مخصوص ہے اور ان کی موجودگی میں کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خلافتِ امامت سرانجام دے۔ چنانچہ عبداللہ ابن دینار نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:۔

یا عبد اللہ ما من عبد للمسلمین  
اضحی ولا فطر الا یجد ذللاً  
محتلاً فیہ حزن قلت و لیخ  
ذلک؟ قال لا ینہد بدعت حقہم  
فی بد غیرہ۔

اے عبداللہ! مسلمانوں کی عید اضحیٰ ہو یا عید فطر اس میں  
آلِ محمدؐ کا غم و حزن تازہ ہو جاتا ہے۔ و عبد اللہ کہتے  
ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یہ کس لئے؟ فرمایا اس لئے  
کہ وہ اپنے حق کو انبیاء کے احقوں میں دیکھتے ہیں۔

اسی طرح نماز جمعہ کی اہمیت کا حق بھی امام یا اس شخص کے علاوہ جسے امام مامور فرمائے کسی دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ البتہ زمانہ غیبت میں جب کہ امام تک دسترس نہیں ہے۔ نماز جمعہ واجبِ تعمیری ہے۔ یعنی چاہے نماز جمعہ پڑھے چاہے نماز ظہر لیکن نماز جمعہ افضل ہے اور نماز عید مستحب ہے۔ خواہ جماعت سے ہو یا افرادی۔ اس لئے کہ نماز عید کے ساتھ کوئی اور فرد نہیں ہے کہ واجبِ تعمیری صورت پذیر ہو سکے بخلاف نماز جمعہ کے کہ اس کے ساتھ دوسری فرد ظہر موجود ہے۔ معتقد یہ ہے کہ نماز جمعہ اور نماز عیدین کے شرائط و وجوب میں سے ایک شرط حضورِ امام بھی ہے اور در صورتیکہ یہ شرط پائی جائے تو وجوب باقی رہے گا۔ اس لئے علماء نماز عیدین کے استنباب کے قائل ہیں لیکن جمعہ میں استنباب کے قائل اس لئے نہیں ہیں کہ جمعہ ظہر کے قائم مقام ہوتا ہے جس سے نماز ظہر ساقط ہو جاتی ہے اور واجب کا بدلہ مستحب نہیں ہو سکتا اور نہ دونوں کو برنیت وجوب جمع کیا جاسکتا ہے اس لئے ان دونوں میں سے ایک کو برنیت وجوب بحالانا کافی ہے۔ البتہ اس اعتبار سے جمعہ کو مستحب کہا جاسکتا ہے کہ یہ اپنی دوسری فرد ظہر کے مقابلہ میں افضل ہے۔

(۲) خلافت و امامت کے صحیح و درست دارِ ائمہ اہل بیتؑ ہیں۔ کیونکہ امامت کے شرائط میں سے انصافیت، عصمت اور منصوص ہونا ہے اور یہ شرائط ان کے علاوہ کسی اور میں نہیں پائے جاتے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی فردِ اول حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو پیغمبر اکرمؐ نے من کنت مولاً فقد اعلیٰ مولاً کے اعلان سے اپنا جانشین مقرر کیا اور خلافت کے لئے نامزد فرمایا۔ مگر ہوا یہ کہ اس کے مقابلہ میں سفید بنی ساعدہ میں جہوریت کے نام پر خلیفۃ المسلمین منتخب کر لیا گیا۔ لیکن جس جہوریت پر خلافت کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ وہ حوام میں جہوریت کا احساس پیدا نہ کر سکی اور آخر اسے حکومت کے سنگ جھکن پڑا اور قیسری و کسروی طرز کی حکومت دنیائے اسلام پر چھا گئی جس نے اپنے استحکام کے لئے ظلم و تشدد کا سہارا

لیا اور اس دور استبدادیت میں اسرائیل بیت میں سے کچھ حق کی خاطر قتل کئے گئے۔ کچھ زہر سے مارے گئے کچھ قید بند میں ٹالے گئے اور ہر دور میں قربانی طاقتوں کا نشانہ بننے رہے۔ مگر حق کی خاموش تبلیغ جو ان کا دُریضہ منصبی تھا انجام دیتے رہے اور یہ اسی خاموش تبلیغ کا نتیجہ ہے کہ اسلام کے نقوش صفحہ ہستی سے محو نہ ہو سکے۔ ورنہ کون سی کوشش تھی جو اسلام کے عدوِ غالب کے بگاڑنے میں اٹھا رکھی ہو۔

(۳) پیغمبر اکرمؐ کے بعد شریعت کے نقش و نگار کو بگاڑ کر خود ساختہ شریعت کو کھڑا کر دیا گیا۔ خدا کی کتاب اور رسولؐ کی سنت میں پشت ڈال دی گئی اور فرائض و واجبات ناقابلِ عمل قرار پا گئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔

قالت ام الدرداء دخل على ابو  
الدرداء وهو مغضب فقلت  
ما اخطيك فقال والله ما عرف  
من امر محمد غيبا الا انهم  
يصلون جميعا۔  
ام الدرداء کہتی ہیں کہ ابو الدرداء غصہ میں مجھے میرے پاس آئے۔ میں نے کہا کہ یہ غصہ کس بنا پر ہے؟ کہا کہ خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی۔ سوا اس کے کہ لوگ ایک ساتھ نماز پڑھ لیتے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے۔

عن انس قال ما اعرف شيئا مستمرا  
كان على عهد رسول الله قبل  
فالفيلة قال ليس صنعتها  
صنعتموها (صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۱۱)

یہ ہے ایمانِ صحابہ میں سے حضرت ابو الدرداء اور انس بن مالک کی گواہی کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد شریعت میں ترکیم و تنسیخ شروع ہو گئی اور کوئی چیز انہی اصلی صورت پر باقی نہ رہی۔ یہاں تک کہ نماز بھی تعمرات سے محفوظ نہ رہ سکی۔ اور ان میں بھی تغیر و تبدل پیدا کر دیا گیا۔ یہ اجمال بہت سے تفصیلات کا آئینہ دار ہے۔

تو خود حدیث مفصل بخاں ازیں مجل

(۴) ان لوگوں پر جو مستحقِ لعنت ہیں لعنت کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے اور اس کا استہباب عید اضلیٰ کے مبارک موقع پر عملِ امام سے ظاہر ہے اور اس کے جواز کے لئے قرآن و حدیث کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے جس سے یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ لعنت دشنام نہیں ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے۔

ان الذين يحدون الله ورسوله  
لعنهم الله في الدنيا والاخرة و  
اعد لهم عذابا مهينا۔  
وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کو ایذا پہنچاتے ہیں  
ان پر خدا دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے  
لئے رسوا کرنے والا عذاب مہیا کیا ہے۔

اسی طرح احادیث نبویؐ میں صفات کے اعتبار سے بھی لعنت وارد ہوئی ہے جیسے رشوت خور، سود خور، شراب خور

وغیرہ پر اہل نام کے ساتھ بھی لعنت مل رہی ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں:-

فلکن رسول اللہ لعن اباً مروان  
دمردان فی صلبہ یقیض من  
لعنت اللہ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مروان کے باپ (عکرم)  
پر لعنت کی اور مروان ان کی صلب میں تھا اور وہ بھی  
اللہ کی لعنت میں سے حصہ پارہ ہوا تھا۔

(۵) ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی اطاعت واجب لازم ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:-

اطيعوا الله واطيعوا الرسول و  
اولی الامر منكم۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اہل  
جوئم میں سے صاحبان امورؑ۔

اولی الامر وہی ہو سکتے ہیں جو پیغمبر کے خاندان کے قائم مقام ہوں تاکہ ان کی اطاعت پیغمبر کی اطاعت  
کے ہمدرہ قرار پائے اور جن کا دامن قرآن کی طرح پاک اور ہر دامن سے منزہ ہو تاکہ ان کی اطاعت میں ان کے دامن کی  
آلودگی مانع نہ ہو اور پیغمبر اسلام نے حدیث ثقلین انی تارک فیکموا الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بدیتی۔ دہیں  
تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسرے میری عترت جو میرے (اہل بیت ہیں) میں قرآن کی طرح  
اہل بیت کو بھی واجب اطاعت قرار دیا ہے اور اسی اطاعت سے ہدایت کو وابستہ کیا ہے۔ اور جس اطاعت پر  
ہدایت منحصر ہوگی اس کے لزوم سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

دشمنوں کے مکر و فریب کے دفعیہ اور ان  
کی شدت و سختی کو دور کرنے کے لئے  
حضرتؑ کی دعا:-

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فِي دَفَائِعِ كَيْدِ الْأَعْدَاءِ وَ  
رَدِّ بَأْسِهِمْ۔

اے میرے معبود! تو نے میری رہنمائی کی مگر میں ناقل رہا  
تو نے پند و نصیحت کی مگر میں سخت ولی کے باعث متاثر  
نہ ہوا۔ تو نے مجھے عمدہ نعمتیں بخشیں، مگر میں نے نافرمانی  
کی۔ پھر یہ کہ جن گناہوں سے تو نے میرا رخ موڑا  
جب کہ تو نے مجھے اس کی معرفت عطا کی تو میں نے  
گناہوں کی برائی کو اپہان کر تو بہ و استغفار کی  
جس پر تو نے مجھے معاف کر دیا۔ اور پھر گناہوں  
کا مرکب ہوا تو تو نے پردہ پوشی سے کام لیا  
اے میرے معبود! تیرے ہی لئے محدث بنا ہے۔ میں

إِلَهِیْ هَدَيْتَنِي فَلَمَوْتُ  
وَعَقُوتُ فَنَسَوْتُ وَ أَبْلَيْتُ  
الْجَبِيلَ فَعَصَيْتُ ثُمَّ عَزَوْتُ  
مَا أَصْدَرْتُ إِذْ هَرَفْتُ سَنِيْبًا  
فَاسْتَغْفَرْتُ فَأَنْقَلْتُ فَعُدْتُ  
فَسَاوَرْتُ فَكَذَبْتُ إِلَهِی الْحَمْدُ  
لَكَ خَمْسٌ أَوْ دِيْكَ الْهَلَاكِ  
وَحَلَلْتُ بِشَعَابٍ تَلَمَعُ  
فَعَزَّضْتُ فِيْهَا لِسَطَوَاتِكَ

وَجَعَلُوا لَهَا عُلُوًّا بَيْنَكَ وَبَيْنَ قَوْمِكَ  
 إِلَيْكَ التَّوْحِيدُ وَذَرْ بَعِي  
 آتَى لَكَ أَشْرَكَ بِكَ شَيْئًا  
 وَلَمْ أَتَّخِذْ مَعَكَ إِلَهًا وَ  
 كَذَّابْتُ إِلَيْكَ بِنَفْسِي وَ  
 إِلَيْكَ مَقَرُّ الْمَيْمِ وَ مَقَرُّ  
 التَّضْيِيعِ يَحْطِ نَفْسِي السُّلْطَانِي  
 فَكُو مِنْ عَدُوِّ انْتَضَى عَلَى  
 سَيْفِ عَدَاوَتِهِ وَشَحَذِي  
 ظَبَّةَ مُدَيِّنِهِ وَأَرْهَقَ رِي  
 شَاحِدِيهِ وَكَافَ رِي قَوَاتِلِ  
 سُمُومِهِ وَ سَدَّدَ نَحْوِي  
 صَوَائِبَ سَهَامِهِ وَلَمْ تَكُنْ  
 عَقِي عَيْنُ حِرَاسَتِهِ كَأَضْمَرِ  
 أَنْ يَسُومَنِي التَّكْشُفَةُ وَ  
 يَجْزِي عَنِّي زُعَاقِي مَرَارَتِهِ  
 تَنَظَّرْتُ يَا إِلَهِي إِلَى ضَعْفِي  
 عَنِ احْتِمَالِ الْقَوَادِحِ وَ  
 عَجَزِي عَنِ الْإِنْصَارِ مِمَّنْ  
 قَصَدَنِي بِمَحَارِبَتِهِ وَوَحَّدَنِي  
 فِي كَثِيرِ عَدُوِّ مَن نَادَانِي  
 وَأَهْصَدَنِي بِالْبَلَاءِ فِيمَا  
 لَمْ أَهَيِّلْ فِيهِ نِكَدِي  
 فَابْتَدَأْتَنِي بِنَصْرِكَ وَ  
 شَدَّدْتَ أَرْزِي بِقُوَّتِكَ  
 ثُمَّ فَكَلْتَ لِي حَذَاهُ رَهْمَتِكَ  
 مِنْ نَعْدِ صَنِيعِ عَدِيدٍ وَحَذَاهُ

ہلاکت کی وادیوں میں پھاندا اور تباہی و بربادی کی گھاٹیوں  
 میں اُترا۔ ان ہلاکت خیز گھاٹیوں میں تیری قہر سزائی  
 سخت گیریوں اور ان میں در آنے سے تیری عقوبتوں  
 کا سامنا کیا۔ تیری بارگاہ میں میرا وسیلہ تیری رحمت  
 دیکھائی کا اقرار ہے۔ اور میرا در بیعہ صرف یہ ہے  
 کہ میں نے کسی چیز کو تیرا شریک نہیں جانا، اور مجھے  
 ساتھ کسی کو معبود نہیں ٹھہرایا۔ اور میں اپنی جان کو  
 لئے تیری رحمت و مغفرت کی جانب گریزاں ہوں۔  
 اور ایک گنہ گار تیری ہی طرف بھاگ کر آتا ہے۔  
 اور ایک التماس کرنے والا جو اپنے حفظ و نصیب کو  
 ضائع کر چکا ہو تیرے ہی دامن میں پناہ لیتا ہے  
 کتنے ہی ایسے دشمن تھے جنہوں نے شمشیر  
 عداوت کو مجھ پر بے نیام کیا اور میرے لئے اپنی چھری  
 کی دھار کو باریک اور اپنی تندی و سختی کی بارگاہ کو  
 تیز کیا اور پانی میں میرے لئے مہلک ذہروں کی  
 آمیزش کی اور کانوں میں تیروں کو جوڑ کر مجھے نشانہ  
 کی زد پر رکھ لیا۔ اور اُن کی تعاقب کرنے والی نگاہیں  
 مجھ سے ذرا غافل نہ ہوئیں۔ اور دل میں میری ایذا رسانی  
 کے منصوبے باندھتے اور تلخ جرحوں کی تلخی سے مجھے  
 پیہم تلخ کام بناتے رہے۔ تو اسے میرے معبود! ان  
 رنج و آلام کی برداشت سے میری کمزوری اور مجھ سے  
 آمادہ پیکار ہونے والوں کے مقابلہ میں انتقام سے  
 میری عاجزی اور کثیر التعداد دشمنوں اور ایذا رسانی  
 کے لئے گھات لگانے والوں کے مقابلہ میں میری  
 تنہائی تیری نظر میں تھی جس کی طرف سے میں غافل  
 اور بے فکر تھا کہ تو نے میری مدد میں پہل اور اپنی قوت  
 اور طاقت سے میری کمر مضبوط کی۔ پھر یہ کہ اس کی

وَأَعْلَيْتَ كَعْبِي عَلَيْهِ وَ  
 جَعَلْتَ مَا سَدَدَهُ مَرْفُودًا  
 عَلَيْهِ فَرَدَدْتَهُ لَمْ يَشْفِ  
 عَيْظُهُ وَلَمْ يَنْكُ غَدِيلُهُ  
 قَدْ عَطَسَ عَلَى شَوَاهِ وَ آذَنَ  
 مُوَلِّيًّا قَدْ أَخْلَقْتَ سَرَائِيًا  
 وَ كَرِهَ مِنْ بَاغٍ بَغَائِي بِمَكَائِدِهِ  
 وَ نَصَبَ فِي شَرْكَ مَصْنَائِدِهِ  
 وَ دَعَلَ فِي كَفَقْدِ رَحَائِيَتِهِ  
 أَضْبَا إِلَيَّ إِضْبَاءَ الشَّبَحِ  
 يَطْرِيذِيهِ إِنْ تَطَارَا لَا تُتَمَانَا  
 الْفَرْصَةُ يَفْرِيسِيهِ وَ هُوَ  
 يَطْهَرِي بِتَنَاشَةِ التَّلَقِ وَ  
 يَنْظُرِي عَلَى شِدَّةِ الْحَنَقِ  
 فَكَثَارَ أَيْتِ يَا إِلَهِي تَبَارَكْتَ  
 وَ تَعَالَيْتَ وَ عَلَّ سِرِّيَنِي وَ  
 قَبَحَ مَا أَلْطَوِي عَلَيْهِ أَوْ كَسَمَهُ  
 لِأَمْرِ رَأْسِهِ فِي ذُبَيْتِهِ قَدَدَدْتَهُ  
 فِي مَهْوِي حُفْرَتِهِ فَالْقَمْعَ بَعْدَ  
 اسْتِطَالَتِهِ ذَلِيلًا فِي رَأْيِ  
 حَبَالَتِهِ الْكَيْتِ كَانَ يُقَدِّرُ أَثَ  
 بَرَانِي فِيهَا وَ قَدْ كَادَ أَنْ يَجْعَلَ  
 فِي كَوْلَا رَحْمَتِكَ مَا حَلَّ  
 بِسَاحَتِهِ وَ كَرِهَ مِنْ حَاسِدٍ  
 كَدَّ تَسْرِقِي فِي بَغْضَتِهِ وَ  
 شَهِي مَتْنِي بِغَيْظِهِ وَ سَلَقَنِي  
 بِحَلِّ يَسَابِيهِ وَ وَحَرَنِي

تیزی کو توڑ دیا اور اس کے کثیر ساتھیوں (کو منتشر کرنے) کے بعد اسے یکہ و تنہا کر دیا اور مجھے اس پر غلبہ و سر بلندی عطا کی اور جو تیرا اس نے اپنی کمان میں جوڑے تھے وہ اسی کی طرف پٹا دیئے۔ چنانچہ اس حالت میں تو نے اسے پٹا دیا کہ نہ تو وہ اپنا منہ ٹھنڈا کر سکا اور نہ اس کے دل کی تپش فرو ہو سکی۔ اس نے اپنی بوٹیاں کاٹیں اور بیٹھ پھرا کر چلا گیا اور اس کے لشکر والوں نے بھی اسے وفاداری اور کتنے ہی ایسے تمگرتے جنہوں نے اپنے مکرو فریب سے مجھ پر ظلم و تعدی کی اور اپنے شکار کے جال میرے لئے بچھائے اور اپنی لگاؤ جستجو کا مجھ پر پہرا لگا دیا اور اس طرح گھات لگا کر بیٹھ گئے جس طرح ورنہ اپنے شکار کے انتظار میں موقع کی تاک میں گھات لگا کر بیٹھتا ہے۔ درآنحالیکہ وہ میرے سامنے خوشامدازہ طور پر خندہ پیشانی سے پیش آئے اور (دور پردہ) انتہائی کینہ توڑ نظروں سے مجھے دیکھتے تو جب اسے خدا سے بزرگ و برتران کی بد باطنی و بد مرستی کو دیکھا تو انہیں سر کے بل انہی کے گڑھے میں اُلٹ دیا اور انہیں انہی کے غار کے ٹھکانوں میں پھینک دیا، اور جس حال میں مجھے گرفتار دیکھنا چاہتے تھے خود ہی غرور و سر بلندی کا منظر ہر کرنے کے بعد ذلیل ہو کر اس کے پھندوں میں جا پڑے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر تیری رحمت شریک حال نہ ہوتی تو کیا بعید تھا کہ جو بلاؤں مصیبت ان پر ٹوٹ پڑی ہے وہ مجھ پر ٹوٹ پڑتی۔ اور کتنے ہی ایسے ماسد تھے جنہیں میری دبر سے غم و غصہ کے اچھو اور غیظ و غضب کے گلو گیر پھندے لگے اور اپنی تیز زبانی سے مجھے اذیت دیتے رہے اور اپنے محبوب کے ساتھ مجھے

بِقُرْبِ عِيُوْبِهِ وَ جَعَلَ  
 عِزِّي غَرَضًا لِمَدَامِهِ  
 وَ كَلَدِي خِلَالًا لِمَنْ تَزَلُ  
 نِيْلِهِ وَ وَحْدِي بِكَفِيدِهِ  
 وَ قَصْدِي بِمَكِيدَتِهِ  
 فَمَادُكَ يَا اِلٰهِي مُسْتَفِيدًا  
 بِكَ وَ اَيْفًا بِسُرْعَتِ  
 اِجَابَتِكَ عَالِمًا اَنَّ لَا  
 يُضْطَهَدُ مَنْ اَدَى اِلَيْهِ  
 ظِلٌّ كَنَفِكَ وَ لَا يَفْزَعُ  
 مَنْ لَجَا اِلَى مَعْقِلِ اَنْصَارِكَ  
 فَحَصْنَتِي مِنْ بَاسِهِ  
 بِقُدْرَتِكَ وَ كَمُ مِنْ  
 سَحَابٍ مَكْرُوْدِهِ جَلِيَتْهَا هَيَّ  
 وَ سَحَابٍ يَغِيْمُ اَمْطَرَتْهَا  
 عَلَيَّ وَ حَبَاوِي رَاحَتِهِ  
 لَشَرِّهَا وَ عَافِيَةٍ اَلْبَسَتْهَا  
 وَ اَغْيِي اَحْدَاثَ طَمَسَتْهَا  
 وَ غَوَاشِي كُرْبَاتٍ كَشَفَتْهَا  
 وَ كَرُمِي كُلَّ حَسَنٍ خَلَقْتَ  
 وَ عَدَمِ جَبَرْتَ وَ صَرَعْتَ  
 اَنْعَشْتَ وَ مَسْكَنَةً حَوَّلْتَ  
 كُلَّ ذِيكَ اِلٰعَامًا وَ تَطَوَّلَا  
 مِثْلَكَ وَ فِي جَمِيْعِهِ اَنْهَمَا كَا  
 مِيْنِي عَلَيَّ مَقَاصِيكَ كَمُ  
 كَمُنْعِكَ اِسَافَتِي عَنْ  
 اَنْتَامِ اِحْسَانِكَ وَ لَا حَاجَتِي

متہم کر کے طیش دلاتے رہے اور میری آبرود کو اپنے  
 تیروں کا نشانہ بنایا اور جن بُری عادتوں میں وہ خود  
 ہمیشہ مبتلا رہے وہ میرے سر منڈھ دیں اور اپنی فریب  
 کاریوں سے مجھے مشغول کرے اور اپنی دغا بازیوں کے  
 ساتھ میری طرف پر تو لٹے رہے تو میں نے اسے  
 میرے اللہ تجھ سے فریاد رسی پہنچتے ہوئے اور تیری  
 حاجت روائی پر بھروسہ کرتے ہوئے تجھے پکارا اور آنحالیکہ  
 یہ جاننا تھا کہ جو تیرے ساتھ حمایت میں پناہ لے گا  
 وہ شکست خوردہ نہ ہوگا اور جو تیرے انتقام کی پناہ  
 گاہِ محکم میں پناہ گزیں ہوگا، وہ ہر اسان نہیں ہو  
 گا۔ چنانچہ تو نے اپنی قدرت سے ان کی شدت و  
 شرا گیزی سے مجھے محفوظ کر دیا اور کتنے ہی مصیبتوں  
 کے ابر (جو میرے افق زندگی پر چھائے ہوئے تھے)  
 تو نے چھانٹ دیئے اور کتنے ہی نعمتوں کے بادل  
 برسا دیئے اور کتنی ہی رحمت کی نہریں بہا دیں اور کتنے  
 ہی صحت و عافیت کے بارے پہنا دیئے، اور کتنی  
 ہی آلام و حوادث کی آنکھیں (جو میری طرف نگران  
 تھیں) تو نے بے نور کر دیں اور کتنے ہی غموں کے  
 تاریک پردے (میرے دل پر سے) اٹھا دیئے۔ اور  
 کتنے ہی اچھے گمانوں کو تو نے سپرد کر دیا۔ اور  
 کتنی ہی تہی دستیوں کا تو نے چارہ کیا اور کتنی ہی  
 ٹھوکر دوں کو تو نے سنبھالا اور کتنی ہی ناداروں کو تو  
 نے (ثروت سے) بدل دیا۔ (بارا اللہ) یہ سب تیری طرف  
 سے انعام و احسان ہے اور میں ان تمام واقعات  
 کے باوجود تیری معصیتوں میں جہد تن نہاں رہا۔  
 (لیکن) میری بد اعمالیوں نے تجھے اپنے احسانات کی  
 تکمیل سے روکا نہیں اور نہ تیرا فضل و احسان مجھے

ذٰلِكَ عَنِ اَرْثِكَابِ مَسَاخِلِكَ  
 لَا تُسْئَلُ عَمَّا تَفْعَلُ وَتَقْدُ  
 سِئِلَتْ فَاَعْطَيْتَ وَ لَحْ  
 تُسْئَلُ فَاَبْتَدَاْتَ فَاَسْتَبِيحَ  
 نَضْدِكَ فَمَا اَكْدَيْتَ اَبَيْتَ  
 يَا مَوْلَايَ اَلْاِحْسَانَا وَ اَمْتِنَانَا  
 وَ تَطَوُّدَا وَ اِنْعَامَا وَ اَبَيْتَ  
 اِلَّا تَفْقَحْمَا لِحُكْمَايَكَ وَ كَعْدِيَا  
 لِحُدُودِكَ وَ عَقْلِيَّ عَنِ  
 وَ عِيْدِكَ فَلَكَ الْحَمْدُ اِلٰهِي  
 مِنْ مُقْتَدِرٍ لَا يُغْلَبُ وَ يَزِي  
 اَنَا لَا تَعْجَلْ هَذَا مَقَامُ  
 مِنْ اَعْلَوَاتٍ يَسْتَبُوْنِ التَّعْمِي  
 وَ تَابَلْهَا بِالتَّقْصِيْرِ وَ شَهْدِ  
 عَلَى نَفْسِي بِالْقَضِيَةِ اَللّٰهُمَّ  
 قَانِي اَنْ تَقْذِبَ اِيْكَ بِالْحَمْدِيَّةِ  
 الرَّفِيعَةِ وَالْعَلَوِيَّةِ الْبَيْضَاءِ  
 وَ اَكُوْنُ اِلَيْكَ بِهَمَا  
 اَنْ تَعِيْدَنِي مِنْ شِدِّ  
 كَدًا وَ كَدًا قَانِي ذِيكَ  
 لَا يَضِيْقُ عَلَيْكَ فِي  
 وَ جِدِكَ وَ لَا يَتَكَدُّكَ  
 فِي قُدْرِكَ وَ اَنْتَ عَلَى  
 كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فَهَبْ لِي  
 يَا اِلٰهِي مِنْ رَحْمَتِكَ وَ  
 دَقَامِ كَوْفِيْقِكَ مَا  
 اَتَّخِذُهُ سُلْطًا اَعْرُجْ

ان کاموں سے جو تیری ناراضگی کا باعث ہیں باز رکھ  
 سکا اور جو کچھ تو کرے اس کی بابت تجھ سے پوچھ گچھ  
 نہیں ہو سکتی۔ تیری ذات کی قسم! جب بھی تجھ سے  
 مانگا گیا تو نے عطا کیا اور جب نہ مانگا گیا تو تو نے  
 از خود دیا۔ اور جب تیرے فضل و کرم کے لئے مجھ کو  
 پھیلانی گئی تو تو نے بخل سے کام نہیں لیا۔ اسے میرے  
 مولاد آقا! تو نے کبھی احسان و بخشش اور تفضل و انعام  
 سے دریغ نہیں کیا۔ اور میں تیرے محرمات میں پھاندا  
 تیرے حدود و احکام سے متجاوز ہوتا اور تیری تہدید و  
 سرزنش سے ہمیشہ غفلت کرتا رہا۔ اسے میرے معبود  
 تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے جو ایسا صاحب  
 اقتدار ہے جو مغلوب نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا  
 بردبار ہے جو جلدی نہیں کرتا۔ یہ اس شخص کا  
 موقف ہے جس نے تیری نعمتوں کی فراوانی کا اعتراف  
 کیا ہے اور ان نعمتوں کے مقابلہ میں کوتاہی کی ہے  
 اور اپنے غلات اپنی زیاں کاری کی گواہی دی ہے  
 اسے میرے معبود! میں محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)  
 کی منزلت بلند پایہ اور علی (علیہ السلام) کے مرتبہ  
 روشن و درخشاں کے واسطے سے تجھ سے قربت کا  
 خواستگار ہوں اور ان دونوں کے وسیلہ سے تیری  
 طرف متوجہ ہوں۔ تاکہ مجھے ان چیزوں کی برائی سے  
 پناہ دے جن سے پناہ طلب کی جاتی ہے۔ اس  
 لئے کہ یہ تیری تو بھری و وسعت کے مقابلہ میں  
 دشوار اور تیری قدرت کے آگے کون مشکل کام  
 نہیں ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ لہذا تو اپنی  
 رحمت اور دائمی توفیق سے مجھے بہرہ مند فرما کہ جسے  
 زینہ قرار دے کر تیری رضا مندی کی سطح پر بلند ہو

یہ اِنِّیْ رَضَوْنٰکَ وَ اَمِنْتُ بِہِ  
مِنْ حِقَابِکَ یَا اَمَّا حَمْدُ  
التَّاجِ حَمِیْنِ

سکوں اور اس کے ذریعہ تیرے عذاب سے محفوظ  
رہوں۔ اسے تمام رعم کرنے والوں میں سب سے بڑھ  
کر رعم کرنے والے۔

یہ دُعا، دُعائے جو دشمن صغیر کے نام سے موسوم ہے جو دشمن کی ایذا ساز نیوں اور اذیت کو شیعوں سے محفوظ رہنے  
کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ دنیا میں ہر شخص کے خیر خواہ بھی ہوتے ہیں، بد خواہ بھی دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی۔  
اور وہ فطرتاً دشمن کی پیرو دستیوں سے بچنے کے لئے چارہ جوئی کرتا اور طبیعت میں غیظ و غضب کی آگ سلگتی ہے تو  
انتقام کا جذبہ بھرک اٹھتا ہے۔ مگر فاضل خدا صرف اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے اور اس کے دامن حفظ و حمایت میں پناہ  
ڈھونڈتے ہیں۔ اور جب دشمنوں کی کثرت اور دوستوں کی قلت اور انتہائی قلت ہو تو اس کے سوا چارہ کار ہی کیا ہے۔  
امام طایف السلام کا دور حیات کچھ ایسا ہی دور تھا جس میں مغربیت بلا نہ کھولے بیٹھا تھا۔ اور مصائب و آلام کے سیلاب  
اڈے چلے آ رہے تھے۔ ایک طرف فتنہ ابن زبیر سر اٹھائے ہوئے تھا جس میں بنی لاثم ہی اس کے ظلم و تشدد کا  
نشا نہ تھے اور دوسری طرف اموی اقتدار محیط تھا جس کے مظالم کا نشا نہ عام رعایا تو تھی ہی مگر اہل بیت کجوت خصوصی  
ہند تھے اور حکومت کی اس روش کی وجہ سے ایک ایسا ماحول بن گیا تھا جہاں دوست بھی کھل کر دوستی کا اظہار نہ  
کر سکتے تھے۔ اور آمد و رفت اور ملتے جلتے سے ہچکچاتے تھے۔ حالانکہ سانچہ کربلا کے بعد امام کی زندگی ایک خاموش  
زندگی تھی۔ نہ محال حکومت سے ربط و ضبط، نہ ملکی معاملات سے سروکار۔ دنیا سے بس اتنا لگاؤ جتنا زندگی کے لمحات  
گزارنے کے لئے ضروری تھا۔ سعید ابن مسیب کہتے ہیں مارا بیتہ صاحب کا یو ماقط۔ میں نے کسی دن بھی  
ان کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا آپ کی ایک کینر سے آپ کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے کہا: ما اقیستہ  
بطعام نہا ماقط و ما فرشت لہ فراشا بلیل قط۔ میں نے کبھی ان کے سامنے دن کو کھانا پیش نہیں کیا۔  
اور رات کو کبھی بستر نہیں بچھایا۔ مگر اس کے باوجود ہر طرح کی تحقیر و تذلیل اور تشدد آمیز برتاؤ روا رکھا جاتا  
تھا۔ چنانچہ متعدد مؤرخین نے لکھا ہے کہ عبد الملک نے حکم دے دیا کہ آپ کو بیڑیوں اور ہتھکڑیوں میں جکڑ کر شام  
پہنچا دیا جائے۔ جس پر آپ کو زنجیروں میں جکڑ لیا گیا۔ زہری کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت کو اس عالم میں دیکھا  
کہ آپ کے ہاتھ پاؤں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور عبد الملک کے آدمیوں کا پہرا گرو ہے، تو بے ساختہ میرے  
آنسو نکل آئے اور فوراً عبد الملک کے پاس روانہ ہو گیا۔ اور اس سے کہا کہ اے امیر! لیس علی ابن الحسین  
حیث تظن انہ مشغول بریتہ۔ علی ابن الحسین کے متعلق تمہارا عمان درست نہیں ہے۔ وہ تو ہر وقت اپنے  
پروردگار کی عبادت و اطاعت میں مصروف رہتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد آپ کو امان حاصل ہوئی۔ یونہی اگر کوئی  
عقیدت کی بنا پر زبان کھولتا تو وہ مورد عتاب قرار پا جاتا۔ چنانچہ فرزدق کا واقعہ ہے کہ جب اس نے ہشام ابن عبد الملک  
کے تباہل و مافانہ کے موقع پر اپنا وہ قصیدہ پڑھا جس کا پہلا شعر یہ ہے :-

هَذَا الَّذِي نَعُدُّهُ الْبَطْحَةَ وَطَلَّتْهُ وَالْبَيْتَ يَعْرِفُهُ وَالْحَصْلَ وَالْحَصْرَ

یہ وہ ہے جس کے قدموں کی چاب کو سرزمین کرب پناہ کی ہے اور جسے خانہ کعبہ اور محل و حرم بخوبی جانتے ہیں، تو اس کا نام درباری شہزاد کی فہرست سے کاٹ دیا گیا اور مقررہ وظیفہ بند کرنے کے بعد قید میں ڈال دیا گیا۔ اسی طرح ہشام ابن اسماعیل نے جو عبدالملک کے دور میں حاکم مدینہ اور بڑا سفاک و ظالم تھا، امام علیہ السلام کو طرح طرح کی ذلتیں پہنچائیں۔ چنانچہ تاریخ طبری میں ہے کہ لقی منہ علی ابن الحسین اذی شدیداً۔ علی ابن حسین نے اس کے ہاتھوں سنت اذیتیں اٹھائیں، مگر اس ظلم و تشدد کے باوجود حضرت نے ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیا۔ اور شکوہ کیا، تو اس سے جو شکوہ و فریاد کو سنتا اور رنج و کرب کو دیکھتا ہے، اور وہی ایک مظلوم و ستم رسیدہ کی آخری پناہ گاہ ہے۔

## خوفِ خدا کے سلسلہ میں حضرت کی دعا

## وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الرَّهْبَةِ!

بارِ الہا! تو نے مجھے اس طرح پیدا کیا کہ میرے اعضا بالکل جمیع و سالم تھے۔ اور جب کم سن تھا، تو میری پرورش کا سامان کیا اہل بے رنج و کاوش رزق دیا۔ بارِ الہا! تو نے جس کتاب کو نازل کیا اہل جس کے ذریعہ اپنے بندوں کو نوبہ و بشارت دی اس میں میرے اس ارشاد کو دیکھا ہے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ یقیناً اللہ تمہارے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ اس سے پیشتر محمد سے ایسے گناہ سرزد ہو چکے ہیں جن سے تو واقف ہے اور جنہیں تو محمد سے زیادہ جانتا ہے۔ وائے بد بختی و رسوائی اُن گناہوں کے ہاتھوں جنہیں تیری کتاب قلمبند کئے ہوئے ہے۔ اگر تیسے ہمہ گیر عفو و درگزر کے وہ مواقع نہ ہوتے جن کا میں اُمیدوار ہوں تو میں اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان کر چکا تھا۔ اگر کوئی ایک بھی اپنے ہر درگزر سے نکل

اللَّهُمَّ إِنَّكَ خَلَقْتَنِي سَوِيًّا  
وَرَبِّبْتَنِي صَغِيرًا وَرَزَقْتَنِي  
مَكُونًا أَلْهَمْتَ إِيَّيَّ وَجَدْتُ  
فِيهَا أَنْزَلْتَ مِنِّي كِتَابَكَ وَ  
بَشَّرْتَ بِهِ عِبَادَكَ أَنْ قُلْتُ  
يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آسَرْتُمُو عَلَى  
أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنِّي رَحْمَةً  
اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا  
وَقَدْ كُنْتُ مِّنِّي مَا قَدْ عَلِمْتُ  
وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي قَبِيحًا  
سَوَاءَكَ مِنَّا أَحْصَاهُ عَلَى  
كِتَابِكَ فَكُلُوا التَّوَاقِفُ الْيَتِي  
أَوْفِيلُ مِنِّي عَفْوِكَ الَّذِي تَهْمِلُ  
كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا لِقَابِي يَبْدِي وَكُو  
أَنْ أَحْدَانِ اسْتَطَاعَ الْهَرَبَ

مِنْ رَبِّهِمْ لَكُنْتُ أَنَا أَحْسَنُ  
 يَا لَكَ رَبِّ مِنْكَ وَأَنْتَ لَا تَخْفَى  
 عَلَيْكَ خَافِيَةٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا  
 فِي السَّمَاءِ إِلَّا أَكُنْتُ بِهَا وَ  
 كُنِّي بِكَ جَارِيًا وَكُنِّي بِكَ حَبِيبًا  
 اللَّهُمَّ إِنَّكَ طَالِبِي إِنْ أَنَا هَرَبْتُ  
 وَمُذِيقِي إِنْ أَنَا قَضَيْتُ قَلْبًا  
 أَنَا ذَابِيْنَ يَدِيكَ خَاضِعُ  
 ذَبِيلُ رَاغِبٌ إِنْ تُعَذِّبْنِي  
 فَإِنِّي إِذْ ذَاكَ أَهْلٌ وَهُوَ يَا  
 رَبِّ مِنْكَ عَدْلٌ وَإِنْ تَعَفُّ عَنِّي  
 فَقَدِيرًا شَمَلِي عَفْوُكَ وَ  
 الْبَسْتِي عَافِيَتَكَ فَأَسْأَلُكَ  
 اللَّهُمَّ يَا مَخْرُوجٍ مِنْ أَسْمَائِكَ  
 وَبِنَا وَارْتَلَةِ الْحُجُبِ مِنْ جَهَائِكَ  
 إِلَّا رَحِمْتَ هَذِهِ النَّفْسَ الْجَزُوعَةَ  
 وَهَذِهِ الزَّيْمَةَ الْهَلُوعَةَ الَّتِي لَا  
 تَسْتَطِيعُ حَرَّ شَمْسِكَ كُنَيْتُ  
 تَسْتَطِيعُ حَرَّ نَارِكَ وَالَّتِي لَا  
 تَسْتَطِيعُ صَوْتَ رَعْدِكَ فَكَيْفَ  
 تَسْتَطِيعُ صَوْتَ غَضَبِكَ فَارْحَمْنِي  
 اللَّهُمَّ فَإِنِّي أُمِدُّ حُفَيْدًا وَخَطِرِي  
 يَسِيرٌ وَكَيْسٌ عَذَابِي مِمَّا يَزِيدُ  
 فِي مُلْكِكَ وَثِقَالِ ذَنْبِي وَكَأَنَّ عَذَابِي  
 مِمَّا يَزِيدُ فِي مُلْكِكَ لَسَا لَكَ  
 الشُّبْرُ عَلَيْهِ وَأَعْبَيْتُ أَنْ يَكُونَ  
 ذِيكَ لَكَ وَلَكِنْ سُلْطَنُكَ اللَّهُمَّ أَعْظَمُ

بھاگنے پر قادر ہوتا تو میں تجھ سے بھاگنے کا زیادہ  
 سزاوار تھا۔ اور تُو وہ ہے جس سے زمین و آسمان کے اندر  
 کا کوئی راز مخفی نہیں ہے سگریہ کہ تو (قیامت کے دن)  
 اُسے لا حاضر کرے گا۔ تو جزا دینے اور حساب کرنے کے  
 لئے بہت کافی ہے۔ اے اللہ! میں اگر بھاگنا چاہوں  
 تو تو مجھے ڈھونڈ لے گا۔ اگر راہ گریز اختیار کروں، تو  
 تو مجھے پالے گا۔ لے دیکھ میں عاجز، ذلیل اور شکستہ  
 حال تیرے سامنے کھڑا ہوں۔ اگر تو عذاب کرے تو میں  
 اس کا سزاوار ہوں۔ اے میرے پروردگار! یہ تیری  
 جانب سے عین عدل ہے اور اگر تو معاف کر دے۔  
 تو تیرا عفو و درگزر ہمیشہ میرے شامل حال رہا ہے۔  
 اور تو نے صمت و سلامتی کے لباس مجھے پہنائے ہیں۔  
 بار ابا! میں تیرے ان پرشیدہ ناموں کے وسیلہ  
 سے اور تیری اس بزرگی کے واسطے جو (جلال و  
 عظمت کے) پردوں میں مخفی ہے تجھ سے یہ سوال کرتا  
 ہوں کہ اس بے تاب نفس اور بیقرار ہڈیوں کے ڈھانچے  
 پر ترس کھا (اس لئے کہ) جو تیرے سورج کی تپش  
 کو برداشت نہیں کر سکتا وہ تیرے جہنم کی تپسری  
 کو کیسے برداشت کرے گا اور جو تیرے بادل کی گرج  
 سے کانپ اٹھتا ہے تو وہ تیرے غضب کی آواز  
 کو کیسے سُن سکتا ہے۔ لہذا میرے حال زار پر رحم فرما  
 اس لئے کہ اے میرے معبود! میں ایک حقیر فرد ہوں  
 جس کا مرتبہ پست تر ہے۔ اور مجھ پر عذاب کرنا۔ تیری  
 سلطنت میں ذرہ بھر اضافہ نہیں کر سکتا۔ اور اگر مجھے  
 عذاب کرنا تیری سلطنت کو بڑھا دیتا تو میں تجھ سے  
 عذاب پر صبر و شکیبائی کا سوال کرتا اور یہ پاستا کہ  
 وہ اضافہ تجھے حاصل ہو۔ لیکن اے میرے معبود! تیری

وَمَلَكَ أَدْوَمٍ مِنْ أَنْ يَحْزِينَ فِيهِ  
طَاعَةُ الْمُطِيعِينَ أَوْ تَنْقُصَ مِنْهُ  
مَقْصِيَةُ الْمُذْنِبِينَ خَارِجَتَيْنِ  
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَتَجَاوَزَ  
عَنِّي يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ  
وَتَبَّ عَلَى إِيَّاكَ أَنْتَ التَّوَّابُ  
الرَّحِيمُ۔

سلطنت اس سے زیادہ عظیم اور اس سے زیادہ ودوام  
پذیر ہے کہ فرماں برداروں کی اطاعت اس میں کچھ  
اضافہ کر سکے۔ یا گنہگاروں کی معصیت اس میں  
سے کچھ گھٹا سکے۔ تو پھر اسے تمام رحم کرنے والوں  
سے زیادہ رحم کرنے والے مجھ پر رحم فرما۔ اور اسے  
جلال و بزرگی والے مجھ سے درگزر کر اور میری توبہ  
قبول فرما۔ بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم  
کرنے والا ہے۔

یہ دوا خوف و خشیت الہی کے سلسلہ میں ہے۔ جب انسان کو اپنی عبودیت کا احساس ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ  
کی عظمت و جبروت سے متاثر ہونے بغیر نہیں رہتا اور اسی تاثر کا نام خوف ہے جو عبودیت کا جوہر، انسانی عزت کا  
سرمایہ اور دینی و اخلاقی زندگی کا محافظ ہے۔ کیونکہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف بسا ہو تو پھر اس کی مطلق العنانی  
اسے خواہشات نفس کی پیروی سے روک دیتی ہے اور محاسبہ اپنے اعمال پر سزا کے مرتب ہونے کے اندیشہ سے  
گناہوں سے بچ کر رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر خوف کا مظاہرہ کرے مگر خوف اس کی زندگی پر اثر انداز نہ ہو اور  
اس میں فرض شناسی کا احساس پیدا کرے تو وہ درحقیقت خوف ہی نہیں ہے۔ کیونکہ خوف مشاہدہ میں آنے والی  
چیز تو ہے نہیں۔ اس کا اندازہ انسانی کردار کے تاثر ہی سے ہو سکتا ہے۔ بہر حال خوف خدا مختلف مقامی و اسباب  
کی بنا پر پیدا ہوتا ہے کبھی گناہ اور اس کے ہولناک نتائج کے تصور سے خوف طاری ہوتا ہے کیونکہ جب انسان  
اللہ تعالیٰ کو اپنے اعمال پر حاضر ناظر کھے گا اور حشر و نشر پر ایمان رکھے گا سزا و محاسبہ کے ڈر سے اس سے خوف  
کھائے گا لیکن یہ ڈر اپنی تکلیف و اذیت کے احساس کی بنا پر ہے۔ یہ اگرچہ اس سطح پر نہیں ہے جس سطح پر بلند نظر  
افراد کا خوف ہوتا ہے۔ تاہم یہ انسان کے لئے توبہ کا محرک اور اصلاح نفس اور اپنے حالات کی تبدیلی پر آمادہ کرنے  
کا باعث ہوتا ہے اور کبھی اس تصور کے پیش نظر خوف ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ توبہ کے بعد پھر خواہشات نفس غالب آ  
جائیں اور گناہ اس طرح گھیر لیں کہ توبہ کی توفیق ہی نہ ہو اور حشر و نشر اور حساب و کتاب کے موقع پر شرمندگی اٹھانا  
اور عذاب الہی سے دوچار ہونا پڑے۔ اور کبھی خواہشات و جذبات پر پورا قابو ہونے کے باوجود صرف اس کی عظمت و  
ہیبت کے تصور سے خوف طاری ہوتا ہے۔ چنانچہ صلحا و ابدال اس کی رفعت و کبریائی سے متاثر ہوتے ہیں تو ان  
کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ جسم پر کپکپی اور بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اس خوف کو خشیت بہت سے تعبیر  
کیا جاتا ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے علم و معرفت کا۔ چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔  
إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔ اللہ سے بس وہی لوگ ڈرتے ہیں جو علم و معرفت رکھتے ہیں۔

اس علم و معرفت کی بنا پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: انا اخشا کہ یتلم و اتقشکہ یتلم۔  
میں تم سب سے زیادہ اللہ سے خائف و ترساں ہوں: اور کبھی خوف، گناہ اور احساسِ عظمت و دونوں قسم کے لمبے لمبے  
ہذبات کے نتیجہ میں ہوتا ہے اور کبھی صرف قربِ خداوندی و تعاضے ربانی سے محرومی کے تصور سے ہوتا ہے۔ اس میں  
د سزا کی وحشت کا رفرما ہوتی ہے اور نہ حشر و نشر کے خوف کی آمیزش بلکہ بندہ کسی جزا کی امید اور کسی سزا کے اندیشہ  
سے بلند تر ہو کر صرف بارگاہِ ایزدی سے دوری کے تصور سے گھبراتا اور اس کی نظر التفات کی محرومی سے ہراساں  
ہوتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

فہبني يا اللهى و ستيدي و مولاي  
و ربي صديقت على عبدك فكيف  
اصبر على فراقك ۔  
اے میرے معبود! میرے مالک! میرے مولا! مجھے پروردگار!  
یہ مانا کہ میں نے تیرے نقاب پر صبر کر لیا مگر تیری لذی  
و فراق پر کیونکر صبر کروں گا۔

یہ خوف کا مرتبہ تمام مراتبِ خوف سے بلند تر اور صدیقین و مقربین بارگاہ سے مخصوص ہے۔ حضرت اُمّی کی یہ دعا غوثِ  
الہی کے سلسلہ میں ایک جامع اور تمام اقسامِ خوف کو شامل ہے جس میں ابتداءً اس کے احسانات اور ہمہ گیر رحمت و عفو  
کا ذکر کیا ہے۔ پھر اپنے گناہوں کا اقرار و عفو و درگزر کی توفیق، سزا و عقوبت کو اس کے عدل کا تقاضا قرار دیتے ہوئے  
مذہب کے مقابلہ میں اپنی عاجزی و ناطاقتی کا اظہار کیا ہے اس طرح کہ جو دھوپ کی حریت کو برداشت نہ کر سکے وہ  
دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی پیش گوئی کرے گا۔ اور جو بجلی کی کڑک کی آواز پر دہل جاتا ہو وہ اس  
کے غیظ و غضب کی وحشت اور اس کی رحمت سے قدرتی کا کس طرح متحمل ہو سکتا ہے۔ اور آخر میں اس کی شاہی  
و فرمانروائی کا ذکر کیا ہے کہ اس کی سلطنت و شاہی کو دنیوی حکومتوں پر قیاس نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ دوسرے حکمرانوں  
کو اپنی حکومت کی بقا کے لئے رعیت کے تعاون اور شک و سپاہ کی امانت کی حاجت ہوتی ہے اور اسے مخالفوں  
کی مخالفت کی پروا اور مہنواؤں کی مہنوائی کی احتیاج نہیں ہے۔ نہ فرمانبرداروں کی فرمانبرداری سے اس سے حکم  
سلطنت میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ غلط کاروں کی نافرمانی اس پر اثر انداز ہو سکتی ہے کہ وہ فرمانبرداروں کو ساتھ  
ملائے رکھنے کی کوشش کرے اور نافرمانوں اور مجرموں کو سزا دے کر اپنی حکومت کا استحکام چاہے کیونکہ اس کی  
سلطنت غیر مختتم، ملک لازوال اور بادشاہی ہمہ گیر ہے۔ اور یہ اقتدار و نلیہ اسے اپنی قدرت سے حاصل ہے جس  
میں احتیاج کا شائبہ بھی نہیں ہے اور نہ کوئی اس کا قہر مقابل ہے اور نہ کوئی اس سے متصادم ہو سکتا ہے اور  
ہر متنافس وہ فرمانبردار ہو یا فرمان اس کے زیرِ تسلط و اقتدار ہے۔ لہذا وہ گنہگاروں سے عفو و درگزر کر کے اپنی  
رحمت کو کار فرما کرے تو اس کی شانِ کرمی سے بعید نہیں ہے۔

## تضرع و فروتنی کے سلسلہ میں حضرت کی دعا :-

اے میرے معبود! میں تیری حمد و ستائش کرتا ہوں اور  
تو حمد و ستائش کا سزا داسے اس بات پر کہ تو نے  
میرے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ مجھ پر اپنی نعمتوں کو کمال  
اور اپنے عطیوں کو فراوان کیا اور اس بات پر کہ تو نے  
اپنی رحمت کے ذریعہ مجھے زیادہ سے زیادہ دیا اور اپنی  
نعمتوں کو مجھ پر تمام کیا۔ چنانچہ تو نے مجھ پر وہ احسانات  
کئے ہیں جن کے شکر سے قاصر ہوں۔ اور اگر میرے  
احسانات مجھ پر نہ ہوتے اور تیری نعمتیں مجھ پر فراوان  
نہ ہوتیں تو میں نہ اپنا حظ و نصیب فراہم کر سکتا تھا  
اور نہ نفس کی اصلاح و درستی کی حد تک پہنچ سکتا تھا  
لیکن تو نے میرے حق میں اپنے احسانات کا آغاز فرمایا  
اور میرے تمام کاموں میں مجھے (دوسروں سے) بے نیازی  
عطا کی۔ رنج و بلا کی سختی مجھ سے ہٹا دی۔ اور جس  
حکم و قضا کا اندیشہ تھا اُسے مجھ سے روک دیا۔ اے  
میرے معبود! کتنی بلا غیر معیشتیں تھیں جنہیں تو نے  
مجھ سے دور کر دیا اور کتنی ہی کمال نعمتیں تھیں جن سے تو  
نے میری آنکھوں کی خشکی و سرور کا سامان کیا۔ اور  
کتنے ہی تو نے مجھ پر بڑے احسانات فرمائے ہیں۔ تو  
وہ ہے جس نے حالت اضطراب میں میری دعا قبول کی  
اور (گناہوں میں) گرنے کے موقع پر میری لغزش  
سے درگزر کیا اور دشمنوں سے میرے ظلم و ستم سے  
چھٹے ہوئے حق کو لے لیا۔ بار الہا! میں نے جب بھی  
تجربہ سے سوال کیا تجھے بخیل اور جب بھی تیری بارگاہ  
کا قصد کیا تجھے رنجیدہ نہیں پایا۔ بلکہ تجھے اپنی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فِي التَّضَرُّعِ وَالِاسْتِغَاثَةِ:

إِلٰهِي اَحْمَدُكَ وَاَنْتَ يٰلَا حَمْدَ  
اَهْلٌ عَلٰى حُسْنِ صَنِيعِكَ اِلٰى  
وَسُبُوغِ نِعَمَاتِكَ عَلٰى وَجْهِ  
عَظَمَاتِكَ عِنْدِي وَاَعْلٰى مَا  
فَضَّلْتَنِي مِنْ رَحْمَتِكَ وَاَسْبَغْتَ  
عَلَيَّ مِنْ نِعْمَتِكَ فَقَدْ اَصْطَلَعْتُ  
عِنْدِي مَا يَنْعِجُ عَنْهُ شَاكِرِي  
وَكُنُوْلًا اِحْسَانِكَ اِلَيَّ وَسُبُوغُ  
نِعَمَاتِكَ عَلَيَّ مَا بَلَغْتَ اِخْرَاجَ  
حَقِّي وَلَا اِصْلَاحَ نَفْسِي وَلِكُنْتُ  
اِبْتَدَأْتَنِي بِالْاِحْسَانِ وَرَزَقْتَنِي  
لِيْ اُمُوْرِي كُلَّهَا الْكِفَايَةَ وَصَوَّرْتَ  
عَنِّي جَهْدَ الْبَلَاءِ وَ مَنَعْتَ  
مِنْهُ مَخْذُوْرَ الْقَضَاءِ اِلٰهِي  
فَكُوْرٌ مِنْ بَلَاءٍ جَاهِدٍ قَدْ صَوَّرْتَ  
عَنِّي وَكُوْرٌ مِنْ نِعْمَةٍ سَابِقَةٍ  
اَقْدَرْتَ بِهَا عَقِيْقَ وَكُوْرٌ مِنْ صَنِيعَةٍ  
كَرِيْمَةٍ لَكَ عِنْدِي اَنْتَ الَّذِي  
اَحْبَبْتَ عِنْدَ الْاِصْطِرَارِ وَاَعْلُوْرِي  
وَاَقْلْتَ عِنْدَ الْعِثَارِ رَلَّتِي وَ  
اَخَذْتَ لِيْ مِنَ الْاَعْدَاءِ بِظُلْمٍ  
اِلٰهِي مَا وَجَدْتُكَ بِخِيْلًا حِيْنَ  
سَأَلْتُكَ وَلَا مُنْقِصًا حِيْنَ  
اَسْرَوْتُكَ لَكَ وَجَدْتُكَ لِدُعَائِي

سَامِعًا وَبَسْطَ لِي مِغْطِيًا وَ  
وَجَدْتُ نِعْمَتَكَ عَلَيَّ سَابِغَةً  
فِي كُلِّ شَأْنٍ مِنْ شَأْنِي وَكَلَّ نِعْمَانٍ  
مِنْ رَمَانِي فَأَنْتَ عِنْدِي مُخَوِّدٌ  
وَصَلْبِيْعُكَ كَذِبِي مَبْرُورٌ تَحْمِلُكَ  
نَفْسِي وَبِشَانِي وَعَقْلِي حَمْدًا يَبْلُغُ  
الرَّوْنَاءَ وَحَقِيقَةً الشُّكْرِ حَمْدًا يَكُونُ  
مَبْلُغَ رِضَاكَ عَنِّي فَتَجِدْنِي مِنْ  
سُحُطِكَ يَا نَفْسِي عَيْنَ تَقِيْبِي  
الْحَمْدَ أَحِبَّ وَيَا نَفْسِي عَنِّي كَلُّوْا  
سُرُوكَ عَنِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُضْطَرِّينَ  
وَيَا مُؤَيِّدِي بِالْضَّرِّ كَلُّوْا لَضُرُوكَ  
إِتْيَايَ لَكُنْتُ مِنَ الْمَغْلُوْبِيْنَ  
وَيَا مَنْ دَضَعْتَ لَهُ الْمُلُوكَ يَلَدَ  
الْمَذَلَّةِ عَلَيَّ أَعْنَانِيهَا كَهْلُومِي  
سَطَوَانِي حَايِفُونَ وَيَا أَهْلَ  
الْعُقُوبِ وَيَا مَنْ لَهُ أَرْسَامُ  
الْعُصْفِ اسْأَلُكَ مَنْ كَلَفُوْا عَنِّي  
وَتَغْفِرْ لِي فَلَسْتُ بِرِيْعًا قَاغْتِيْدَارَ  
وَلَا بِذِي قُوَّةٍ قَا تَصِيْرَ وَلَا مَقَرَّ  
لِي قَا قِيْدَ وَاسْتَفِيْلِكَ عَنِّي وَ  
أَنْصَلُ إِلَيْكَ مِنْ ذُنُوبِي الَّتِي  
قَدْ أَوْبَقْتَنِي وَأَحَاطَتْ بِِي  
قَا عَلَّكَ شَيْءٌ مِنْهَا قَرَرْتُ إِلَيْكَ  
رَبِّ قَا لِيَا نَسَبَ عَلَيَّ مَسْعُوْدًا  
قَا عِزِّي مُسْتَجِيْدًا فَلَا تَخْذُلْنِي  
سَاكِلًا فَلَا تَعِيْزْنِي مُعْتَصِمًا فَلَا

کی نسبت سننے والا اور اپنے مقاصد کا برآئے والا ہی  
پایا۔ اور میں نے اپنے اعمال میں سے ہر حال میں اور  
اپنے زمانہ (حیات) کے ہر لمحہ میں تیری نعمتوں کو اپنے  
لئے خزاں پایا۔ لہذا تو میرے نزدیک قابلِ تعریف اور  
تیرا احسان لائقِ شکر ہے۔ میرا جسم (عقل) تیری زبان  
(قول) اور میری عقل (اعتقاد) تیری حمد و سپاس کرتی  
ہے۔ ایسی حمد جو مدِّ کمال اور انتہائے شکر پر ناگزیر  
ہو۔ ایسی حمد جو میرے لئے تیری خوشنودی کا  
برابر ہو۔ لہذا مجھے اپنی ناراضگی سے بچا۔ اے میرے پناہ  
گاہ جبکہ (متفرق) راستے مجھے خسرو پریشان کر دیں۔  
اے میری لغزشوں کے معاف کرنے والے اگر تو میری  
پردہ پوشی نہ کرتا، تو میں یقیناً رسوا ہونے والوں میں  
سے ہوتا۔ اے اپنی مدد سے مجھے تقویت دینے والے  
اگر تیری مدد شریکِ حال نہ ہوتی تو میں مغلوب و  
شکست خوردہ لوگوں میں سے ہوتا۔ اے وہ جس کی  
بارگاہ میں شاہوں نے ذلت و خواری کا جُؤا اپنی گرین  
میں ڈال لیا ہے اور وہ اس کے غلبہ و اقتدار سے  
خوف زدہ ہیں۔ اے وہ جو تقویٰ کا سزاوار ہے  
اے وہ کہ حسن و خوبی والے نام بس اسی کے لئے  
ہیں۔ میں تجھ سے خواستگار ہوں کہ تجھ سے درگزر فرما  
اور مجھے بخش دے۔ کیونکہ میں بے گناہ نہیں ہوں کہ عذر  
خواہی کروں اور نہ طاقت ور ہوں کہ غلبہ پاسکوں اور  
نہ گریز کی کوئی جگہ ہے کہ بھاگ سکوں۔ میں تجھ سے اپنی  
لغزشوں کی معافی چاہتا ہوں اور ان گناہوں سے جنہوں  
نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور مجھے اس طرح گھیر لیا ہے  
کہ مجھے تباہ کر دیا ہے، تو بہ و معذرت کرتا ہوں میں  
اے میرے پردہ و کار! ان گناہوں سے تو بہ کرتے

تُسَلِّمُنِيْ دَاعِيًا كَلَا تَكُوْدُنِيْ  
 تَحَايِبًا دَعُوْتُكَ يَا رَبِّ  
 مِنْكِتَا مُسْكِيْنًا مُّسِيْفًا  
 حَايِبًا وَجَلًا نَقِيْدًا مُّضْطَرًّا  
 اِلَيْكَ اَشْكُوْا اِلَيْكَ يَا اِلٰهِي  
 صَنَعْتَ نَفْسِيْ عَنِ السَّارِعَةِ  
 بَيْنَا وَعَدَّتْكَ اَقْرَبًا ثَلَاثًا وَ  
 اَلْبَجَائِبَةِ عَمَّا حَذَرْتُمْ  
 اَعْدَاثَكُمْ وَكَثْرَةَ هُمُوْرِيْ  
 وَرُسُوْسَةَ نَفْسِيْ اِلٰهِي كُوْ  
 تَقْضِ عَنِّيْ بِسِرِّيْنِيْ وَ كُوْ  
 تَهْلِكُنِيْ بِجَبْرِ بِيْرَتِيْ اَدْعُوْكَ  
 كَتَجِيْبَتِيْ وَاِنْ كُنْتُ بَطِيْنًا  
 حِيْنَ تَدْعُوْنِيْ وَ اَسْأَلُكَ  
 كُلَّمَا شِئْتُ مِنْ حَقْوَايِجِيْ  
 وَ حَيْثُ مَا كُنْتُ وَ صَنَعْتُ  
 عِنْدَكَ سِرِّيْ فَلَا اَدْعُوْ  
 سِوَاكَ وَلَا اَرْجُوْا غَيْرَكَ  
 لَكِنَّكَ كَلِمَتِكَ تَسْمَعُ مِنْ  
 شَكَا اِيْلِكَ وَ تَلْقَى مِنْ  
 كَوْنِكَ عَلَيَّكَ وَ تُخَلِّصُ  
 مَنْ اَعْتَصَمَ بِكَ وَ تُفَرِّجُ  
 عَمَّنْ لَا ذِيْلَكَ اِلٰهِي فَلَا  
 تَحْرِمْ نِيْ تَحِيْرَ الْاِيْحَةِ وَ  
 الْاَوْفَى يَهْلِكُ شُكْرِيْ وَ  
 اَعِيْزِيْ مَا تَعْلَمُوْ مِنْ  
 دُنْيِيْ اِنْ تُعْلِبْ فَاَنَا

ہوئے تیری طرف بھاگ کھڑا ہوں تو اب میری  
 توبہ قبول فرما۔ تجھ سے پناہ چاہتا ہوں۔ تجھے  
 پناہ دے۔ تجھ سے امان مانگتا ہوں تجھے خوار نہ کر  
 تجھ سے سوال کرتا ہوں مجھے محروم نہ کر۔ تیرے دامن  
 سے وابستہ ہوں مجھے میرے مال پر چھوڑ نہ  
 دے، اور تجھ سے دُعا مانگتا ہوں لہذا مجھے ناکام  
 نہ پھیر۔ اے میرے پروردگار! میں نے ایسے حال  
 میں کہ میں بالکل مسکین، عاجز، خوف زدہ، ترساں،  
 ہراساں، بے سروسامان اور لاچار ہوں۔ تجھے پکارا  
 ہے۔ اے میرے معبود! میں اس اجر و ثواب کی جانب  
 جس کا تو نے اپنے دوستوں سے وعدہ کیا ہے جلدی  
 کرنے اور اس عذاب سے جس سے تو نے اپنے  
 دشمنوں کو ڈرایا ہے جلدی اختیار کرنے سے اپنی۔  
 کج روی اور ناتوانی کا گلہ کرتا ہوں۔ نیز افکار کی زیادتی  
 اور نفس کی پریشان خیالی کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے  
 میرے معبود! تو میری باطنی حالت کی وجہ سے مجھے  
 رُسوا نہ کرنا۔ اور میرے گناہوں کے باعث مجھے تباہ  
 و برباد نہ ہونے دینا۔ میں تجھے پکارتا ہوں تو تجھے  
 جواب دیتا ہے۔ اور جب تو مجھے بلاتا ہے تو میں  
 سستی کرتا ہوں۔ اور میں جو حاجت رکھتا ہوں  
 تجھ سے طلب کرتا ہوں اور جہاں کہیں ہوتا ہوں،  
 اپنے مازدلی تیرے سامنے آشکارا کرتا ہوں اور تیرے  
 سوا کسی کو نہیں پکارتا اور نہ تیرے علاوہ کسی سے  
 آس رکھتا ہوں۔ حاضر ہوں! میں حاضر ہوں!! جو تجھ  
 سے شکوہ کرے تو اس کا شکوہ سنتا ہے اور جو تجھ  
 پر بھروسہ کرے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور  
 جو تیرا دامن تھام لے اُسے دُغم و دُکھ سے رہائی دیتا،

الْغَالِيَةُ الْمَفْرُطَةُ الْمُضْتَعِ  
الْأَيْهِ الْمَقْصِدُ  
الْمُضْتَعِ الْمَغْفِلُ  
حَقَّ كَفْسِي  
وَرَأَى  
كَفِّرَ قَانَتْ  
أَرْحَمُ  
الزَّاحِمِينَ

اور جو تجھ سے پناہ چاہے اس سے غم و اندوہ کو دور کر دیتا ہے۔ اے میرے معبود! میرے ناشکرے پن کی وجہ سے مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم نہ کر اور میرے جو گناہ جو تیرے علم میں ہیں بخش دے۔ اور اگر تو سزا دے تو اس لئے کہ میں ہی حد سے تجاوز کرنے والا ہست قدم، نذیاں کار، عاصی، تعقیر پیش غفلت شعار اور اپنے حلال نصیب میں لاپرواہی کرنے والا ہوں۔ اور اگر تو بخش دے تو اس لئے کہ تو سببم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

یہ دعا خداوند عالم کی نعمتوں کے اقرار اور اپنے گناہوں کے اعتراف کے سلسلہ میں ہے۔ اقرار و نعمت کے معنی یہ ہیں کہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ ذات احدیت کو سمجھتے ہوئے ان پر شکر ادا کرے۔ اور اعتراف گناہ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے گناہوں پر اظہارِ غم و توبہ کرتے ہوئے توبہ کرے۔ اس طرح نعمتوں کے اقرار سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور گناہوں کے اعتراف سے گناہ و حمل جاتے ہیں۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:-  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَا أَرَادَ اللَّهُ مِنَ النَّاسِ  
الْإِخْلَاصَ لِيَنْقُذُوا لِمَا  
بِالنَّعْمِ فَيَزِيدَهُمْ بِالذُّنُوبِ  
فَيَغْفِرَهُمْ لَهُمْ -  
خدا کی قسم! اللہ بندوں سے صرف دو خصلتوں کا طلب گار ہے۔ ایک یہ کہ اس کی نعمتوں کا اقرار کریں۔ تاکہ وہ ان میں امتداد کرے اور دوسرے یہ کہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں تاکہ وہ ان کے گناہوں کو معاف کر دے۔

خداوند عالم کی نعمتیں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ وَان تَعْدُوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا (اگر تم اس کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے) اس نے اپنی رحمت و ربوبیت کے پیش نظر ہر فرد کی ضرورت اور اس کی بقا کا سامان ہتیا کر دیا ہے اور زندگی و بقا کے لئے جن چیزوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اسی قدر انہیں فراوانی سے پیدا کیا ہے اور ان تک رسائی کے وسائل آسمان کو دیئے ہیں تاکہ ہر شخص اپنی ضرورت و حاجت کے مطابق ان سے فائدہ حاصل کرے۔ چنانچہ ہر جاندار کی بقا کے لئے سب سے ضروری چیز ہوا ہے۔ اس لئے زمین کا کوئی قطعہ اور سمورہ عالم کا کوئی گوشہ اس سے قالی نہیں ہے اور انسان دنیا کے کسی حصہ میں ہو اسے سانس لینے کے لئے ہوا کے تلاش کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ ہوا کے بعد پانی کی ضرورت سب سے زیادہ ہے اس لئے قدرت نے زمین کے نیچے پانی کا ایک عظیم ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور زمین کی سطح پر صاف اور چستے رواں کر دیئے ہیں۔ اور پھر دقتاً فرما بادلوں سے مینہ برسانے کا سامان کر دیا ہے تاکہ جہاں زمین کھوکھلی نہ نکالا جائے وہاں

دنیوں اور چشموں سے اور جہاں دیا اور چٹھے نہ ہوں وہاں بادلوں سے سیرانی کا سامان ہو سکے۔ پانی کے بعد پھر غذا کی ضرورت سب سے زیادہ ہے اس لئے اس نے زمین میں قوت نامیہ دوڑا کر روئیدگی کا انتظام کیا اور ہر مخلوق کی ضرورت و حاجت کے مطابق اس کے گرد نعمتیں پھیلا دی ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: «وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ» ہم نے زمین میں تمہاری زندگی و معیشت کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ اور پھر انہیں عامل کرنے کے طریقے بتلا دیئے ہیں۔ ان نعمتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ منعم کے احسانات و انعامات کو یاد رکھا جاتا اور ان نعمتوں کو معامی میں صرف کر کے کفرانِ نعمت کا ارتکاب نہ کیا جاتا۔ مگر اکثر افراد ان نعمتوں کو فراموش کر دیتے ہیں اور بے کفلی اس کی معصیت کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ان نعمتوں کے حق ادا نیل کی ایک ہی صورت تھی کہ اُس کے گناہوں سے بچ کر رہا جاتا۔ اور یوں تو اس کی کسی نعمت کا بھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اور اسی ادائے حق میں کوتاہی کا احساس خاصانِ خدا کو گناہوں سے محفوظ ہونے کے باوجود اس کی بارگاہ میں تقصیر و کوتاہی کے اقرار پر آمادہ کرتا ہے اور وہ اس کی بارگاہ میں ٹھہر کر گڑا تے اور تضرع و زاری کے ساتھ قریب و استغفار میں مصروف رہتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے معذور و درگزر کی بھیک مانگتے ہیں اور اپنے اعمال پر نازاں ہونے کے بجائے اعترافِ عجز و تقصیر ہی کو مرادِ عبودیت سمجھتے ہیں۔

وہ کوئے دوست شوکت شاہی نے غزل

اقرارِ بندگی کن و دعویٰ چا کر

## اللہ تعالیٰ سے طلبِ الحاج کے سلسلہ میں حضرت کی دعا

اے وہ معبود جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔  
چاہے زمین میں ہو چاہے آسمان میں۔ اور اے میرے  
معبود وہ چیزیں جنہیں تو نے پیدا کیا ہے وہ تجھ سے  
کیونکر پوشیدہ رہ سکتی ہیں، اور جن چیزوں کو تو نے  
بنایا ہے ان پر کس طرح تیرا علم محیط ہو گا۔ اور جن چیزوں  
کی تو تدبیر و کارسمازی کرتا ہے وہ تیری نظروں سے  
کس طرح اوچھل رہ سکتی ہیں۔ اور جس کی زندگی تیرے  
رزق سے وابستہ ہو وہ تجھ سے کیونکر راہِ گریز اختیار  
کر سکتا ہے یا جسے تیرے ملک کے علاوہ کہیں راستہ  
نہلے وہ کس طرح تجھ سے آزاد ہو سکتا ہے۔ پاک  
ہے تو۔ جو تجھے زیادہ جاننے والا ہے وہی سب مخلوق

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فِي إِلَاحِاحٍ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى ؛  
يَا اللَّهُ الْكَوْنُ لَا يَخْفَى عَلَيْكَ شَيْءٌ فِي  
الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَكَيْفَ  
يَخْفَى عَلَيْكَ يَا إِلَهِي مَا أَنْتَ خَلَقْتَهُ  
وَكَيفَ لَا تُخْفِي مَا أَمْتَ صَمَعْتَهُ  
أَوْ كَيْفَ يَغِيبُ عَنْكَ مَا أَنْتَ  
كَدَيْمُكَ أَوْ كَيْفَ كَسَطِيعُكَ آتِ  
يَلْهَبُ مِنْكَ مِنْ لَحَايَاكَ لَمْ  
إِلَّا بِرِيقِكَ أَوْ كَيْفَ يَنْجُو مِنْكَ  
مَنْ لَا مَذْهَبَ لَهُ فِي عِلْمِ مُلْكِكَ  
سُبْحَنَكَ أَتَخْشَى خَلْقَكَ لَكَ  
أَعْلَمُكَ بِكَ وَأَخْضَعُهُمْ لَكَ

أَعْمَلُهُمْ بِطَاعَتِكَ وَأَهُوَئُهُمْ  
عَلَيْكَ مَنْ أَنْتَ تَذُرُّهُ وَهُوَ يَعْبُدُ  
فَعَيْزُكَ مُبْحَنُكَ لَا يَنْقُصُ مُلْكُكَ  
مَنْ أَشْرَكَ بِكَ وَكَذَّبَ رُسُكَ وَ  
كَيْسَ بِسُلْطَانِهِ مَنْ كَرِهَ قَضَائِكَ  
أَنْ يَرَوْا أَمْرَكَ وَلَا يَمْنَعُهُمْ مِنْكَ  
مَنْ كَذَّبَ بِقُدْرَتِكَ وَلَا يَفُوتُكَ  
مَنْ عَبَدَ عَيْزَكَ وَلَا يَعْمُرُ سِرِّي  
الدُّنْيَا مَنْ كَرِهَ يُقَاتِلُكَ مُبْحَنُكَ  
مَا أَعْظَمَ شَأْنَكَ وَأَكْثَرَ مُلْكُكَ  
وَأَشَدَّ قُوَّتَكَ وَأَلْعَنَ أَمْرَكَ  
مُبْحَنُكَ قَضَيْتَ عَلَى جَمِيعِهِ  
خَلْقِكَ السَّمَوَاتِ مَنْ وَجَدَكَ وَمَنْ  
غَفَرَكَ وَكُلَّ ذَا لِحَقِّ السَّمَوَاتِ وَكُلَّ  
صَاحِبِ لَيْلِكَ فَتَبَارَكَ وَتَعَالَى  
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ  
لَكَ إِمْنُكَ بِكَ وَصَدَقْتُ رُسُكَ  
وَكَيْلْتُ كِتَابَكَ وَكَفَرْتُ بِكُلِّ  
مَعْبُودٍ عَيْزَكَ كَرِهْتُ وَمَنْ عَبَدَ  
سِوَاكَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَصْبَحُ وَأَمْسِي  
مُسْتَقِيلًا لِعَمَلِي مُتَعَلِّقًا بِدَعْوَتِي  
مُؤْتَرًا بِخَطَايَايَ أَنَا يَا مُرْتَفِعِي عَلَى  
تَفْهِي ذِيئِكَ عَلِيَّ أَهْلَكَ غِيَّ  
وَهَوَايَ أَرْزَانِي وَشَهَوَاتِي  
حَرَمْتَنِي لِمَا سَأَلْتُكَ يَا مُؤَلَّاهِي  
سُؤَالَ مَنْ كَفَسَهُ لَاهِيَةً لِيَطْوِي  
أَمَلِهِ وَبَدَنُهُ غَايَةً لِيَسْكُوبَ

سے زیادہ تجھ سے ڈرنے والا ہے اور جو تیرے سامنے  
سر اٹکے ہوئے وہی سب سے زیادہ تیرے  
فرمان پر کار بند ہے۔ اور تیری نظروں میں سب سے  
زیادہ ذلیل و خوار وہ ہے جسے تو روزی دیتا ہے  
اور وہ تیرے علاوہ دوسرے کی پرستش کرتا ہے۔  
پاک ہے تو۔ جو تیرا شریک ٹھہرائے اور تیرے رسولوں  
کو جھٹلائے وہ تیری سلطنت میں کمی نہیں کر سکتا۔ اور  
جو تیرے حکم قضا و قدر کو ناپسند کرے وہ تیرے  
فرمان کو پٹا نہیں سکتا۔ اور جو تیری قدرت کا انکار  
کرے وہ تجھ سے اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا۔ اور جو تیرے  
علاوہ کسی اور کی عبادت کرے وہ تجھ سے بچ نہیں  
سکتا اور جو تیری ملاقات کو ناگوار سمجھے وہ دنیا میں زندگی  
جادید حاصل نہیں کر سکتا۔ پاک ہے تو۔ تیری شان کتنی  
عظیم تیرا اقتدار کتنا غالب، تیری قوت کتنی مضبوط اور تیرا  
فرمان کتنا نافذ ہے۔ تو پاک و سزا ہے تو سب سے تمام  
خلق کے لئے موت کا فیصلہ کیا ہے۔ کیا کوئی تجھے  
یکتا جانے اور کیا کوئی تیرا انکار کرے سب ہی موت  
کی تلخی چکھنے والے اور سب ہی تیری طرف پلٹنے  
والے ہیں۔ تو بابرکت اور بلند و برتر ہے۔ کوئی معبود  
نہیں مگر تو۔ تو ایک اکیلا ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں  
ہے۔ میں تجھ پر ایمان لایا ہوں، تیرے رسولوں کی  
تصدیق کی ہے۔ تیری کتاب کو مانا ہے۔ تیرے علاوہ  
ہر معبود کا انکار کیا ہے۔ اور جو تیرے علاوہ دوسرے  
کی پرستش کرے اس سے بیزاری اختیار کی ہے۔  
یا اے اللہ! میں اس عالم میں صبح و شام کرتا ہوں کہ اپنے  
اعمال کو کم تصور کرتا، اپنے گناہوں کا اعتراف اور اپنی خطاؤں  
کا اقرار کرتا ہوں، میں اپنے نفس پر ظلم و زیادتی کے باعث

عَرُودِهِمْ وَقَلْبُهُ مَفْتُوتٌ  
يَكْفُرُوا النَّعِيمَ عَلَيْكَ وَفِكَرُهُ  
قَلِيلٌ لِمَا هُوَ صَاحِبُهُ لَا يَسِيرُ  
سُؤَالٌ مَنْ كَدَّ قَلْبَ عَلَيْهِ  
الْكَمَلُ وَكَثَنَةُ الْهَوَىٰ وَ  
اسْتَمْتَكْتُ مِنْهُ الدُّنْيَا وَ  
أَظْلَمُ الرَّجُلُ سُؤَالٌ مَنْ  
اسْتَمْتَكْتُ ذُنُوبَهُ وَاعْتَدْتُ  
بِخَطِيئَتِهِمْ سُؤَالٌ مَنْ لَا  
رَبَّ لَهُ غَيْرُكَ وَكَأَنَّكَ  
لَهُ دُونُكَ وَلَا مُنْقِذَ  
لَهُ مِنْكَ وَلَا مُلْجَأَ لَهُ  
مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ إِلَهِي  
أَسْأَلُكَ بِحَقِّكَ الْوَاجِبِ  
عَلَىٰ جَمِيعِ خَلْقِكَ وَبِاسْمِكَ  
الْعَظِيمِ الَّذِي أَمَرْتُكَ  
رَسُولُكَ أَنْ يُسَبِّحَكَ  
بِهِ وَيَجْلَلُ وَجْهَكَ الْكَرِيمِ  
الَّذِي لَا يَبُولُ وَلَا يَتَغَبَّرُ  
وَلَا يَخُولُ وَلَا يَفْنَىٰ أَنْ  
تُصَلِّيَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ  
مُحَمَّدٍ وَأَنْ تُغْنِيَنِي عَنْ  
كُلِّ شَيْءٍ بَعْدَ ذَلِكَ  
وَأَنْ تُسَلِّقَ لِقَائِي عَنِ  
الدُّنْيَا بِمَخَافَتِكَ وَأَنْ  
تُثَبِّتَنِي بِالْكَفَرِ مِنْ  
كَرَامَتِكَ بِرَحْمَتِكَ

ذیل دعا ہوں۔ میرے کردار نے مجھے ہلاک اور  
ہوائے نفس نے تباہ کر دیا ہے اور خواہشات نے  
(تیک و سعادت سے) بے بہرہ کر دیا ہے۔ اے تھے  
مالک! میں تجھ سے ایسے شخص کی طرح سوال کرتا ہوں  
جس کا نفس طولانی امیدوں کے باعث غافل، جسم  
صمت و تن آسانی کی وجہ سے بے خبر، دل نعمت کی  
فراوانی کے سبب خواہشوں پر وارفتہ اور فکر انجام کا  
کی نسبت کم ہو۔ میرا سوال اس شخص کے مانند ہے جس  
پر آرزوؤں نے غلبہ پالیا ہو۔ جسے خواہشات نفس  
نے درغلا یا ہو۔ جس پر دنیا مسلط ہو چکی ہو اور جس کے  
سر پر موت نے سایہ ڈال دیا ہو۔ میرا سوال اس شخص  
کے سوال کے مانند ہے جو اپنے گناہوں کو زیادہ سمجھتا اور  
اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتا ہو۔ میرا سوال اس شخص کا سا  
سوال ہے جس کا تیرے علاوہ کوئی پروردگار اور تیرے  
سوا کوئی ولی سرپرست نہ ہو اور جس کا تجھ سے کوئی  
بچانے والا اور نہ اس کے لئے تجھ سے سوا تیری طرف  
رجوع ہونے کے کوئی پناہ گاہ ہو۔ بارالہا! میں تیرے  
اس حق کے واسطے جو تیرے مخلوقات پر لازم و  
واجب ہے اور تیرے اس بزرگ نام کے واسطے  
سے جس کے ساتھ تو نے اپنے رسول کو تسبیح کرنے کا  
حکم دیا اور تیری اس ذات بزرگوار کی بزرگی و جلالت  
کے وسیلے سے کہ جو نہ کہنہ ہوتی ہے نہ مستغیر نہ تبدیل  
ہوتی ہے نہ فنا۔ تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو محمدؐ  
اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنی عبادت  
کے ذریعہ ہر چیز سے بے نیاز کر دے۔ اور اپنے  
خوف کی وجہ سے دنیا سے دل برداشتہ بنا دے۔  
اور اپنی رحمت سے بخشش و کرامت کی فراوانی کے ساتھ

خَائِكَ أَفِرُّ وَمِنْكَ أَخَافُ  
دَيْكَ اسْتَعِيْثُ وَإِيَّاكَ  
أَرْجُو وَكَأَدْعُوهُ لَا يَكْفِيْكَ  
أَحْجَاؤُ دَيْكَ أَتَقِيْ وَإِيَّاكَ  
أَسْتَعِيْثُ قَرِيْبَكَ أَوْ مِيْثُ وَ  
عَلَيْكَ أَكُوْنُ وَعَلَى مَحْبُوْبِكَ وَ  
كَتَمِكَ أَكْمَلُ -

مجھے واپس کر اس لئے کہ میں تیری ہی طرف گریزاں اور  
تجھ ہی سے ڈرتا ہوں اور تجھ ہی سے فریادری چاہتا  
ہوں اور تجھ ہی سے امید رکھتا ہوں اور تجھ ہی پکارتا  
ہوں اور تجھ ہی سے پناہ چاہتا ہوں اور تجھ ہی پر بھروسہ  
کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد چاہتا ہوں اور تجھ ہی  
پر ایمان لایا ہوں اور تجھ ہی پر توکل رکھتا ہوں اور  
تیرے ہی جو دو کرم پر اعتماد کرتا ہوں۔

یہ دُعا اللہ تعالیٰ سے طلبِ الحاج کے سلسلہ میں ہے۔ الحاج کے معنی طلب و سوال میں اصرار اور مسلسل و پیہم  
مانگنے کے ہیں۔ اگر یہ الحاج اللہ تم سے ہو تو مددِ اور قابلِ ستائش ہے، اور بندوں سے ہو تو نہایت مذموم ہے۔ اول تو  
سوال ہی بُری چیز ہے پر جانیکہ اس میں الحاج کا بھی پہلو ہو۔ یہ وثائق نفس اور پستی ضمیر کی علامت ہے۔ اس سے انسان  
کی عزت و اقدار اور محبت و غیرت پامال ہو جاتی ہے۔ اس لئے اللہ سبحانہ اسے ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتا ہے۔  
اور یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے بندے اپنے ایسوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔ اور ان کے سامنے گڑبڑائیں۔ بلکہ وہ تم  
یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے مانگیں تو اُنسی سے مانگیں اور الحاج و عاجزی کا ہاتھ پھیلائیں تو اُنسی کے آگے پھیلائیں  
چنانچہ امام جمعہ صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ الْحَاجِمَ النَّاسَ بَعْضُهُمْ  
عَلٰى بَعْضٍ فِى الْمَسْئَلَةِ وَاَحْبَبَ لَكَ  
لِنَفْسِكَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَحْبِبُ  
اَنْ يَسْأَلَ وَيَطْلُبَ مَا عِنْدَهُ -

خداوند عالم آپس میں ایک دوسرے سے طلبِ سوال میں  
الحاج و اصرار کو ناپسند کرتا ہے اور اپنے لئے اُسے دوست  
رکھتا ہے۔ خدا کے بزرگ و برتر یہ چاہتا ہے کہ اس سے سوال  
کیا جائے اور اس کے ہاں کی چیزوں کو طلب کیا جائے۔

بندہ جب اپنے معبود کے در پر دستک دیتا ہے پکارتا اور تجر و الحاج سے سوال کرتا ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ  
اس کا احساسِ عبودیت زندہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے شکرِ حق برقرار رکھے ہوئے ہے اور شیوہِ عبودیت یہی ہے کہ وہ پیہم اس کے  
سامنے ہاتھ پھیلائے اور اپنی حاجتیں اس کے سامنے پیش کرے۔ اور کسی حالت میں یا اس نہ ہو خواہ قبولیت دعا میں کتنی دیر  
ہو جائے۔ کیونکہ اُمید ورجا کے جلو میں اس سے بار بار طلب کرنا خود ایک عبادت اور ناپسندیدہ عمل ہے جس سے غفلت  
کرنا اللہ تم کی ایک نعمت سے محروم ہونا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:-

رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا طَلِبًا مِّنَ اللّٰهِ عَزَّ  
وَجَلَّ حَاجَةً فَالَمِ فِي الدَّعَاةِ اسْتَجِيبُ  
لِمَا وَلَهُمُ اسْتَجِبُ -

خدا اس بندے پر رحم کرے جو خدا کے بزرگ و برتر سے کوئی  
حاجت طلب کرتا ہے تو بار بار دعا کرتا ہے چاہے اس  
کی دعا قبول ہو یا نہ ہو۔

دعا کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ اس کے پردہ میں اللہ تعالیٰ سے لو لگی رہے۔ اور بعض چیزوں کو دعا سے وابستہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان ان کے حصول کے لئے دعا و الحاح کرتا رہے اور گڑبڑ اٹانے اور لپٹنے سے اس کے خزانہ پر تو کوئی اثر پڑتا نہیں کہ اسے ناگوار گزے اور نہ داد و دہش سے اس کے ہاں کمی ہوتی ہے کہ کسی کے بار بار مانگنے سے وہ رنجیدہ و کبیدہ خاطر ہو۔ کیونکہ کمی بیشی کا سوال وہاں ہوتا ہے جہاں سرمایہ محدود ہو۔ اور جس کے مقدرات کی کوئی حد نہایت ہی نہ ہو اس کے لئے کمی بیشی کے معنی کیا ہیں۔ اور پھر یہ کہ کمی بیشی احتیاج کی علامت ہے اور وہ غنی مطلق ہے جس کے ہاں نہ عطا کرنے سے کمی اور نہ روک لینے سے اضافہ ہوتا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے حضور تذل و عاجزی کے سلسلہ میں حضرت کی دعا۔

اے میرے پروردگار! میرے گناہوں نے مجھے دُعا  
خواہی سے (چپ کر دیا ہے، میری گفتگو بھی دم توڑ  
چک ہے۔ تو اب میں کوئی عذر و حجت نہیں رکھتا۔  
اس طرح میں اپنے رنج و معیبت میں گرفتار اپنے  
اعمال کے ہاتھوں میں گروی، اپنے گناہوں میں حیران  
و پریشان، مقصد سے سرگرداں اور منزل سے دُور افتاد  
ہوں۔ میں نے اپنے کو ذلیل گنہگاروں کے موقف پر لا  
کھڑا کیا ہے ان بد بختوں کے موقف پر جو تیرے  
مقابلہ میں جرات دکھانے والے اور تیرے وعدہ کو  
سرسری سمجھنے والے ہیں۔ پاک ہے تیری ذات۔ میں  
نے کس جرات و دلیری کے ساتھ تیرے مقابلہ میں جرات  
کی ہے۔ اور کس تباہی و بربادی کے ساتھ اپنی ہلاکت  
کا سامان کیا ہے۔ اے میرے مالک! میرے منہ کے  
بل گرنے اور قدموں کے ٹھوکر کھانے پر رحم فرما اور  
اپنے علم سے میری جہالت و نادانی کو اور اپنے احسان  
سے میری غلط و بد اعمالی کو بخش دے اس لئے کہ میں  
اپنے گناہوں کا مقررہ اپنی غلطوں کا معترف ہوں

## وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي التَّذَلُّلِ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

رَبِّ اَفْحَشْنِي ذُنُوبِي وَانْقَطَعَتْ  
مَقَالِقِي فَلَا حُجَّةَ لِي فَانَا  
الَّذِي بِيَّتِي الْمُرَكَّبُ بَعِيْتُ  
الْمُرَكَّبُ فِي حُطِيئَتِي الْمَتَحَدِّ  
عَنْ قَصْدِي الْمُنْقَطِعُ بِى كَدُّ  
اَوْقَعْتُ كَفِيَّ مَوْقِعَ الْاَذَلِّ  
الْمُذَلِّينَ مَوْقِعَ الْاَشْقِيَاءِ  
الْمُتَحَدِّينَ عَلَيْكَ الْمُسْتَغِيثِينَ  
بِوَعْدِكَ سُبْحَانَكَ اَيُّ جُرْأَةٍ  
اُجَارَاتُ عَلَيْكَ ذَا اَيُّ كَفَرٍ  
عَدَّكَ بِنَفْسِي مَوْلَايَ اَرْحَمُ  
كَبُوْنِي يَحْتَرِكُ جَبِي وَنَا لَسَا  
تَدْرِي وَعَدُ بِحُلْمِكَ عَلَى  
جَهْلِي وَبِاخْتَانِكَ عَلَى اِسَاتِي  
فَاَنَا الْمَقْرُ بِذَنْبِي الْمُعْلِفُ  
بِحُطِيئَتِي وَهَذِهِ بِيَدِي وَ  
نَاصِيئِي اَسْتَغِيثُ بِالْقُوْدِ

مِنْ نَفْسِي اَرْحَمَ شَيْئِي وَ  
 نَفَادَ اَيَّامِي وَاقْتِرَابَ اَجَلِي  
 وَضَعِي وَ مَسْكَتِي وَ قِلَّةَ  
 حَيَاتِي مَوْلَايَ وَ اَحْسَنِي اِذَا  
 انْقَطَعَ مِنَ الدُّنْيَا اَكْرَمِي  
 وَ اَمَحِي مِنَ السَّخْلَوَاتِ  
 ذِكْرِي وَ كُنْتُ فِي  
 الْمُسْتَضِئِينَ كَمَنْ قَدْ نَسِيَ  
 مَوْلَايَ وَ اَرْحَمِي عِنْدَ  
 تَغْيِيرِ صُورَتِي وَ حَالِي اِذَا  
 بَلِيَ جَسَدِي وَ تَفَرَّقَتْ  
 اَعْضَائِي وَ تَفَقَّطَتْ اَوْصَائِي  
 يَا غَفْلَتِي عَمَّا يُرَادُ لِي  
 مَوْلَايَ وَ اَرْحَمِي فِي حَشَوَتِي  
 وَ نَشْوِي وَ اَجْعَلْ فِي  
 ذِكِّكَ الْيَوْمَ مَعَ اَوْلِيَايِكَ  
 مَوْفِقِي وَ فِي اَحْبَابِكَ مَصْدَقِي  
 وَ فِي جَوَارِكَ مَسْكِنِي يَا رَبِّ  
 الْعَالَمِينَ -

میرا ہاتھ اور یہ میری پیشانی کے بال (تیرے قبضہ قدرت میں) ہیں۔ میں نے مجھ و سرافگندگی کے ساتھ اپنے کو قصاص کے لئے پیش کر دیا ہے۔ بار اہلبا! میرے بڑھاپے، زندگی کے دنوں کے بیت جانے، موت کے سر پر منڈلانے اور میری ناتوانی، عاجزی اور بے چارگی پر رحم فرما۔ اے میرے مالک۔ جب دنیا سے میرا نام و نشان مٹ جائے اور لوگوں (کے دلوں) سے میری یاد محو ہو جائے اور اُن لوگوں کی طرح جنہیں بھلا دیا جاتا ہے میں بھی بھلا دیئے جانے والوں میں سے ہو جاؤں تو مجھ پر رحم فرماتا۔ اے میرے مالک! میری صورت و حالت کے بدل جانے کے وقت جب میرا جسم گہنہ، اعضاء دمدم و برہم اور جوڑہ بند الگ الگ ہو جائیں تو مجھ پر ترس کھانا۔ ہائے میری غفلت و بے خبری اس سے جواب میرے لئے پابا جا رہا ہے۔ اے میرے مولا! حشر و نشر کے ہنگام مجھ پر رحم کرنا اور اُس دن میرا قیام اپنے دوستوں کے ساتھ اور موقف حساب کے محل جنا کی طرف (میری واپس اپنے دوستداروں کے ہمراہ اور میری منزل اپنی ہمسائیگی میں قرار دینا سب سے تمام جہانوں کے پروردگار۔ !

یہ دعا اللہ تم کے حضور تذلل و فروتنی کے سلسلہ میں ہے۔ تذلل کے معنی اظہارِ مجرور و بیچارگی اور انتہائے تعزیر و معذرت کے ہیں۔ یہ تذلل و فروتنی عبادت و عبادت کی اصل روح و حقیقت ہے اور عبادت کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ انسان میں کبر و غرور اور غرور و خود پسندی کے بجائے مجرور و فروتنی اور بندگی و نیاز مندی کی روح نشو و نما پائے۔ چنانچہ نماز میں قیام و قعود رکوع و سجود سب اسی تذلل کے مظاہرے ہیں۔ اور حج کے موقع پر دو سیدھے سامے کپڑے لپیٹ کر کبھی طواف اور کبھی سر پر ہنہ پہلائی و صوب میں سعی مجرور و تذلل ہی کا مظاہرہ ہے۔ اور روزہ سے بھی یہی مقصد ہے کہ ایک محدود عرصہ تک خواہشات پر قابو اور ضبط نفس کے اندوہ طبعی و سرکشی کے جذبات کو دبایا جائے۔ اور زکوٰۃ سے بھی یہی مقصد ہے کہ ایک طرف مرنے مال کی صورت پیدا کر کے سرمایہ اندوزی سے روکا جائے کیونکہ مال و دولت کی فراوانی انسان کو

فرعون صفت بنا دیا کرتی ہے اور دوسری طرف فقر و ساکین کی معاشی حالت کو بلند کر کے ذہنیاتوں کو ایک متوازن سطح پر لایا جائے تاکہ دولت کی وجہ سے پیدا ہونے والی نخوت اور دوسروں کے مقابلہ میں مالی لحاظ سے احساس برتری کا انداد ہو جائے۔

اس تذلل کا تعلق کبھی دل سے ہوتا ہے کبھی اعضا سے اور کبھی زبان سے۔ دل سے تذلل یہ ہے کہ بندہ اپنے دل و دماغ کو ضرور و تمکنت کے جذبات سے خالی کر دے اور واقفاً اپنے کو حقیر و پست مرتبہ تصور کرے۔ اور اعضا سے یہ ہے سر نیا و خم کو بے خاک پر رخصت رکھے زمین پر بیٹھ بیٹھے اور اپنے کسی عمل سے تفوق و برتری کا اظہار نہ ہونے دے اور زبان سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑ گڑائے، تضرع و زاری کرے، گناہوں کا اقرار اور توبہ و استغفار اور دعا و مناجات کرے حضرت کی یہ دعا تذلل کی اسی قسم سے تعلق رکھتی ہے۔ اور چونکہ اس دعا کا بنیادی موضوع تذلل و تواضع ہے۔ اس لئے حضرت نے عام افراد انسانی کے ایک گروہ کی حیثیت سے اپنے کو پیش کیا ہے۔ اور انہی پھیروں کو بیان کیا ہے جو عام افراد سے متعلق ہیں۔ چنانچہ اس دعا میں حضرت کا یہ ارشاد کہ جب میرا جسم کہنہ، اعضا و درم درم اور جوڑ بند الگ الگ ہو جائیں، ایک جہی حالت کا بیان ہے جس میں مستثنیات ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ آئمہ اہل بیت کے متعلق وارد ہوا ہے کہ بعد مرگ ان کے اجساد مقدسہ کہنہ و بوسیدہ نہیں ہوتے۔ جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:-

انہ یسوت من مات منا ولیس  
بیسیت ویبلی من بلی مناولیس  
ہم میں سے جو مر جاتا ہے وہ مردہ نہیں ہے اور ہم میں سے جو بظاہر مر کر بوسیدہ ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں بوسیدہ نہیں ہوتا۔

غم و اندوہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے حضرت کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فِي اشْتِكَائِهِ الْهُمُومِ-

اسے رنج و اندوہ کے برطرف کرنے والے اور غم و الم کے دور کرنے والے۔ اسے دنیا و آخرت میں رحم کرنے والے اور دونوں جہاؤں میں مہربانی فرماتے والے تو محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما، اور میری بیہوشی کو دور اور میرے غم کو برطرف کرے۔ اے لیلے اے یکتا! اے بے نیاز! اے وہ جس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اُس کا کوئی ہمسرہ ہے۔ میری حفاظت فرما اور مجھے دگنا ہوں گے!

يَا فَارِجَ الْهُمُومِ كَاثِفَ الْغَمِّ يَا  
رَحْمَنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَرَحِيحَهُمَا  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِمْ  
هَبْنِي وَكَثِّفْ عَمِّي يَا وَاحِدُ يَا  
أَحَدُ يَا صَمَدُ يَا مَنْ لَمْ يَلِدْ  
لَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا  
أَحَدٌ يَا غِيَاثِي يَا ظَلَمْتُ  
وَأَذْهَبْ بِبَلِيَّتِي رَوَاقِدُ

آيَةُ الْكُرْسِيِّ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ وَقَدْ  
 هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقَدْ، اللَّهُمَّ إِنِّي  
 أَسْأَلُكَ سُؤَالَ مَنْ اسْتَعَدَّ  
 كَاتِبُهُ وَصَفَّقَتْ لِقَوُّهُ وَ  
 كَثُرَتْ ذُنُوبُهُ سُؤَالَ مَنْ لَا  
 يَجِدُ لِقَائِهِ مُبِغِثًا وَلَا  
 يَضَعِفُهُ مُقَوِّيًا وَلَا لِيَنْتَبِهَ  
 عَافِرًا خَيْرَكَ يَا ذَا الْجَلَالِ  
 وَالْإِكْرَامِ أَسْأَلُكَ عَسَلًا  
 تُجِبُّ بِهِ مَنْ عَهِدَ بِهِ  
 وَيَقِينًا تُنْفَعُ بِهِ مَنْ  
 اسْتَيْقَنَ بِهِ حَقَّ الْيَقِينِ  
 فِي كَفَاذِ أَمْرِكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
 مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ  
 عَلَى الصِّدْقِ الْكَلْبِيِّ وَاقْطَعْ  
 مِنَ الدُّنْيَا حَاجِقًا وَاجْعَلْ  
 فِيمَا عِنْدَكَ رَغْبَتِي شَوْقًا  
 إِلَى لِقَائِكَ وَهَبْ لِي صِدْقِي  
 الْكَوْثَلَ عَلَيْكَ أَسْأَلُكَ مِنْ  
 خَيْرِ كِتَابٍ قَدْ خَلَا وَأَعُوذُ  
 بِكَ مِنْ شَرِّ كِتَابٍ قَدْ خَلَا  
 أَسْأَلُكَ خَوْفَ الْعَابِدِينَ  
 لَكَ وَرِعَ بَاكِي الْخَاشِعِينَ لَكَ  
 وَيَقِينَ الْمُتَوَكِّلِينَ عَلَيْكَ  
 وَكَوْنِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْكَ  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ رَغْبَتِي فِي  
 مَسْأَلَتِي مِثْلَ رَغْبَةِ أَوْلِيَائِكَ

پاک رکھ اور میرے رنج و الم کو دور کر دے (اس  
 مقام پر آیت الکرسی، قل أعوذ برب الناس، قل  
 أعوذ برب الفلق اور قل هو الله احد پڑھو، اور  
 یہ کہو) بارِ الہا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اس  
 شخص کا سا سوال جس کی احتیاج شدید قوت و  
 توانائی ضعیف اور گناہ فراوان ہوں، اس شخص کا سا  
 سوال جسے اپنی حاجت کے موقع پر کوئی فریادیں  
 جسے اپنی کمزوری کے عالم میں کوئی پشت پناہ اور  
 جسے تیرے علاوہ ————— اسے جلالت و بزرگی  
 والے! ————— کوئی گناہوں کا بخشنے والا دستیاب  
 نہ ہو۔ بارِ الہا! میں تجھ سے اس عمل (کی توفیق) کا  
 سوال کرتا ہوں کہ جو اس پر عمل پیرا ہو تو اسے  
 دوست رکھے اور ایسے یقین کا کہ جو اس کے ذریعہ  
 تیرے فرائض قضاء پر پوری طرح متیقن ہو تو اس کے  
 باعث تو اسے فائدہ و منفعت پہنچائے۔ اسے  
 اللہ! محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور  
 مجھے حق و صداقت پر موت دے اور دنیا سے میری  
 حاجت و ضرورت کا سلسلہ ختم کر دے اور اپنی ملاقات  
 کے جذبہ اشتیاق کی بنیاد پر اپنے ہاں کی پیمروں کی  
 طرف میری خواہش و رغبت قرار دے اور مجھے اپنی ذات  
 پر صحیح اعتماد و توکل کی توفیق عطا فرما۔ میں تجھ سے سابقہ  
 فرشتہ تقدیر کی بھلائی کا طالب ہوں اور سابقہ  
 سر نوشت تقدیر کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں  
 تیرے عبادت گزار بندوں کے خوف، محسوس و  
 فروتنی کرنے والوں کی عبادت، توکل کرنے والوں  
 کے یقین اور ایمان داروں کے اعتماد و توکل کا تجھ  
 سے خواستگار ہوں۔ بارِ الہا! طلب و سوال میں میری

فِي مَسَائِلِهِمْ وَرَهْبَتِي وَمَلَأَ  
رَهْبَةً أَوْلِيَائِكَ وَاسْتَعْمَلْتَنِي  
فِي مَرْصَاتِكَ عَمَلًا لَا أَشْرَكَ  
مَعَهُ شَيْئًا مِنْ دِينِكَ  
مَخَافَةً أَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ  
الَّذِينَ هَذِهِ حَاجَتِي فَاعْظِمْ  
فِيهَا رَهْبَتِي وَأَظْهِرْ فِيهَا  
عُذْرِي وَتَقْنِي فِيهَا حُجَّتِي  
وَعَافِ نِيهَا جَدِي أَللَّهُمَّ  
مَنْ أَصْبَحَ لَكَ ثِقَةً أَوْ  
رَجَاءً غَيْرُكَ فَقَدْ أَصْبَحْتَ  
وَأَنْتَ ثِقَتِي وَرَجَائِي فِي  
الْأُمُورِ كُلِّهَا فَاقْضِ لِي  
بِحُجَّتِهَا عَاقِبَةً وَتَجِدْنِي  
مِنْ مَضَلَّاتِ الْفِتَنِ بِرَحْمَتِكَ  
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَصَلَّى  
اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَسُولِ  
اللَّهِ الْمُصْطَفَى وَعَلَى آلِهِ  
الطَّاهِرِينَ .

خواہش و رغبت کو ایسا ہی قرار دے، جیسی طلب و  
سوال میں تیرے دوستوں کی تمنا و خواہش ہوتی ہے۔  
اور میرے خوف کو بھی اپنے دوستوں کے خوف کے  
مانند قرار دے اور مجھے اپنی رضا و خوشنودی میں اس  
طرح برسرِ عمل رکھ کہ میں تیرے مخلوقات میں سے  
کسی ایک کے خوف سے تیرے دین کی کسی بات  
کو ترک نہ کروں۔ اے اللہ! یہ میری حاجت ہے  
اس میں میری توجہ و رغبت کو عظیم کر دے۔ میرے  
عذر کو آشکارا کر اور اس کے بارے میں مجھے دلیل  
و حجت کی تعلیم کر اور اس میں میرے جسم کو صحت  
و سلامتی بخش۔ اے اللہ! جسے بھی تیرے سوا دوسرے  
پر بھروسہ یا امید ہو تو میں اس عالم میں صبح کرتا  
ہوں کہ تمام امور میں تو ہی اعتماد و امید کا مرکز  
ہوتا ہے۔ لہذا جو امور بلحاظ انجام بہتر ہوں، وہ  
میرے لئے نافذ فرما اور مجھے اپنی رحمت کے وسیلہ  
سے گمراہ کرنے والے فتنوں سے چھٹکارا دے۔ اے  
تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے  
والے۔ اور اللہ رحمت نازل کرے ہمارے سید و  
سردار فرستادہ خدا محمد مصطفیٰ پر اور ان کی پاک و  
پاکیزہ آل پر۔

یہ دعا ہم و غم اور رنج و کرب سے چھٹکارا حاصل کرنے کے چھ ہے۔ دنیا میں ہر حساس آدمی کے لئے ایسے اسباب  
پریدا ہوتے رہتے ہیں جو دل و دماغ کو پرانگندہ اور خیالات کو پاشان و پریشان کئے دیتے ہیں اور کسی طرح انسان ان ہجوم  
و افکار سے بچ کر نہیں رہ سکتا اور اسے زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر حادثے سے دوچار ہونا ہی پڑتا ہے۔ اور اگر ان حوادث و  
آلام کا دامن طویل ہو جائے تو پھر اس طرح یاس و تنوید اس پر چھا جاتی ہے کہ اس کے حواس کو معطل کر کے اسے تاریکیوں  
میں ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ دیتی ہے اور نتیجہ نہ کسی کام میں اس کا جی گنتا ہے اور نہ دل جی سے کام کو سرانجام دے  
سکتا ہے۔ ہر وقت دل اُچاٹ، طبیعت پریشان اور حواس پرانگندہ سے رہتے ہیں۔ نہ کسب معاش میں جی گنتا ہے

اور نہ عبادت و اطاعت پر دل آمادہ ہوتا ہے۔ اس لئے غم و اندوہ کی غلط اور فکر و اندیشہ کی کھٹک کا ازالہ ضروری اور اس کا قمارک لازمی ہے تاکہ انسان الجھنوں سے چھٹکارہ پا کر دنیا و عقبی کا اہتمام و انصرام کر سکے۔ غم اور غم میں فرق یہ ہے کہ جو فکر و اندیشہ مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے ہو وہ ہم ہے اور جو مصیبت کے نازل ہونے کے بعد ہو وہ غم ہے۔ اور بعض کے نزدیک جس اندوہ و قلق کا پارہ ہو سکتا ہو وہ ہم ہے۔ جیسے فقر و افلاس، تنگی و عسرت، اور جس کے تدارک پر انسان قادر نہ ہو وہ غم ہے۔ جیسے کسی عزیز کی موت۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جو امور قابل تدارک ہیں۔ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے ان کا تدارک کرے۔ اس طرح کہ فقر و احتیاج کو دور کرنے کے لئے جو ذریعہ وہ اختیار کر سکتا ہے۔ اسے اختیار کرے اور اگر اس میں کامیابی حاصل نہ کر سکے تو صبر و شکر کا سررشتہ ہاتھ سے نہ دے۔ اور خیال کرے کہ فکر و اندیشہ سے حالت بدل نہیں سکتی۔ لہذا جس حالت میں ہو حالات کے سازگار ہونے کی توقع رکھے اور اگر اس رنج و اندوہ کا علاج اس کے ہاتھ میں نہیں ہے تو اس پر غم کرنا بھی بے نتیجہ ہو گا۔ مثلاً کسی عزیز کے مرنے کا صدمہ ہے۔ تو یہ سوچے کہ مرنے والے کو ایک نہ ایک دن ہر حال جدا ہونا تھا۔ اور اگر وہ جدا نہ ہوتا تو یہ سر کر اس سے جدا ہوتا۔ تو جس سے جدا ہونا طے ہوا اس کی جدائی پر اتنا صدمہ کیوں؟ کہ صبر و شکیب کے اجر کو کھو دیا جائے اور صبر و تحمل کے ثواب سے محروم رہا جائے جو اس سلسب ہونے والی نعمت سے کہیں گراں قدر درگراں قیمت ہے۔ اس طرح نفس میں قوت اور دل میں ایک اطمینانی کیفیت پیدا ہوگی جو اس کے لئے تسلی و تسکین کا سامان فراہم کرے گی۔ اور اس کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں دست بردما بھی رہے کہ وہ غموں کے بادلوں کو چھانٹے اور رنج و اندوہ کی اندھیاریوں کو برطرف کرے اور غم دنیا کو بھلا کر غم آخرت کی یاد تازہ رکھنے کی توفیق دے۔ چنانچہ یہ دعا ہمیں یہی تعلیم دیتی ہے کہ انسان دنیا کے افکار و ہوم سے بچنے کی تو کوشش کرے اور ان سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے التماس کرے مگر اپنے دل کو فکر آخرت سے غافل اور اندیشہ زد سے خالی نہ ہونے دے۔ اور یہی فکر و اندیشہ وہ ہے جو حیات دینی کا تقاضا اور عبودیت کا لازمہ ہے اور اس کے ہوتے ہوئے دنیا کے افکار و ہوم خود ہی چھٹ جاتے ہیں اور دلچسپی و یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

جو شخص اپنی زندگی کے صبح و شام اس طرح بسر کرے کہ اسے سب سے بڑی فکر دنیا ہی کی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے فقر و فاقہ ہی دکھاتا ہے اور اس کے معاملات کو پرانگندہ کر دیتا ہے۔ اور دنیا سے اسے وہی حاصل ہوتا ہے جو اس کے غم میں ہوتا ہے۔ اور جو زندگی کے صبح و شام اس طرح گزارتا ہے کہ اسے سب سے بڑی فکر عقبی کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں غنا و بے نیازی بھر دیتا ہے اور اس کے امور کو منظم فرما دیتا ہے۔

من أصبح فامسى والذنيا  
أكبر همه جعل الله الفقر  
بين عينيه وشتت امة  
وله ينل من الدنيا الا ما قسم  
له ومن أصبح فامسى و  
الاخرة أكبر همه جعل  
الله الغنى في قلبه وجمع  
له امة -

یہ وہ دعائیں ہیں جو صحیفہ کاملہ کے بعض  
نسخوں میں درج کی گئی ہیں۔ منجملہ ان  
کے حضرت کی ایک دُعا یہ ہے  
جو تسبیح و تقدیس کے  
سلسلہ میں ہے

مِمَّا الْحَقُّ بِبَعْضِ تَسْبِيحِ  
الصَّحِيفَةِ وَكَانَ مِنْ  
تَسْبِيحِ أَغْنَى  
زَيْنِ الْعَابِدِينَ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ

اے میرے معبود! میں تیری تسبیح کرتا ہوں تو مجھ پر  
کرم بالائے کرم فرما۔ بار الہا! میں تیری تسبیح کرتا  
ہوں اور تو بلند و برتر ہے۔ ہدایا میں تیری تسبیح  
کرتا ہوں اور عزت تیرا ہی جامہ ہے۔ بار الہا! میں  
تیری تسبیح کرتا ہوں اور عظمت تیری ہی روا ہے۔  
اے پروردگار! میں تیری تسبیح کرتا ہوں اور کبریائی  
تیری دلیل و محبت ہے۔ پاک ہے تو اے عظیم و برتر  
تر کتنا عظمت والا ہے۔ پاک ہے تو اے وہ کہ  
لار اعلیٰ کے رہنے والوں میں تیری تسبیح کی گئی  
ہے۔ جو کچھ تر خاک ہے تو اُسے سُنا اور دیکھتا  
ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو ہر راز دارانہ گفتگو پر  
مطلع ہے۔ پاک ہے تو اے وہ جو ہر رنج و شکوہ  
کے پیش کرنے کی جگہ ہے۔ پاک ہے تو اے جو ہر  
اجتماع میں موجود ہے۔ پاک ہے تو اے وہ جس  
سے بڑی سے بڑی امیدیں باندھی جاتی ہیں۔  
پاک ہے تو جو کچھ پانی کی ٹہرائی میں ہے اُسے تو

سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَحَمْدُكَ  
سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَتَعَالَيْتُ  
سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَالْعِزُّ إِذَا رُكِّعَ  
سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَالْعَظَمَةُ  
رِذَاكَ سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَ  
الْكِبَرِيَا سُلْطَانُكَ سُبْحَنَكَ  
مِنْ عَظِيمٍ مَا أَعْظَمَكَ  
سُبْحَنَكَ سُبْحَنَكَ فِي الْمَلَاءِ  
الْأَعْلَى تَسْمَعُ وَتَعْلَمُ مَا  
كُنْتَ الْغَدَى سُبْحَنَكَ أَنْتَ  
شَهِيدٌ كُلِّ نَجْوَى سُبْحَنَكَ  
مَوْضِعٌ كُلِّ شَكْوَى سُبْحَنَكَ  
حَاضِرٌ كُلِّ مَلَأٍ سُبْحَنَكَ  
عَظِيمُ الرَّجَاءِ سُبْحَنَكَ  
تَعْلَى مَا فِي كَعْبِ الْهَاءِ  
سُبْحَنَكَ تَسْمَعُ أَنْفَاسَ

الْحَيَاتَانِ فِي قُعُورِهِمَا الْيَحْيَا  
 سُبْحَنَكَ تَعْلَمُ قَدْرَتِ  
 السَّمَوَاتِ سُبْحَنَكَ تَعْلَمُ  
 قَدْرَتِ الْأَرْضَيْنِ سُبْحَنَكَ  
 تَعْلَمُ قَدْرَتِ الشَّمْسِ وَ  
 الْقَمَرِ سُبْحَنَكَ تَعْلَمُ  
 قَدْرَتِ الظُّلُمَةِ وَالنُّورِ  
 سُبْحَنَكَ تَعْلَمُ قَدْرَتِ الْفَوْزِ  
 وَالْهَوَا سُبْحَنَكَ تَعْلَمُ  
 قَدْرَتِ الرِّيحِ كَدْرِهِ مِنْ  
 مِثْقَالِ ذَرَّةٍ سُبْحَنَكَ قُدُّوسٌ  
 قُدُّوسٌ قُدُّوسٌ سُبْحَنَكَ  
 عَجَبًا مَنْ عَرَفَكَ كَيْفَ لَا  
 يَخَافُكَ سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ  
 بِحَمْدِكَ سُبْحَانَ الْعَالِي  
 الْعَظِيمِ -

دیکھتا ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو سمندروں کی گہرائیوں  
 میں مچھلیوں کے سانس لینے کی آواز سناتا ہے۔ پاک  
 ہے تیری ذات تو آسمانوں کا وزن جانتا ہے۔ پاک  
 ہے تیری ذات تو زمینوں کے وزن سے باخبر  
 ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو سورج اور چاند کے  
 وزن سے واقف ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو  
 تاریکی اور روشنی کے وزن سے آگاہ ہے پاک  
 ہے تیری ذات تو سایہ اور ہوا کا وزن جانتا ہے  
 پاک ہے تیری ذات تو ہوا کے (ہر جھونکے  
 کے) وزن سے آگاہ ہے کہ وہ وزن میں کتنے  
 ذروں کے برابر ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو تصور  
 و خیال و وہم میں آنے سے، پاک، منزہ اور بری  
 ہے تیری تسبیح کرتا ہوں۔ تعجب ہے کہ جس  
 نے تجھے پہچانا وہ کیونکر تجھ سے غائب نہیں کیا۔ اے  
 اللہ! میں محمد و ثنا کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتا  
 ہوں۔ پاک ہے وہ پروردگار جو مخلوق و خلقت والا ہے۔

یہ دعا اللہ تعالیٰ کی تحمید و تسبیح کے سلسلہ میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و رفعت، علو و اجلال اور تنزیہ و تقدس کے  
 پہلو بہ پہلو اُس کے علم کی وسعت کا ایسے سیدھے سادھے اور دل نشین اغاز سے تذکرہ کیا ہے کہ دل و دماغ پر اس کی علمی وسعت  
 و ہم گیری کا نقش ثبت ہو جاتا ہے اور اس علمی وسعت کو ذہنوں میں راسخ کرنے کے لئے ان چیزوں کو بیان فرمایا ہے  
 جو عام علم و مشاہدہ اور حس و ادراک کے دائرہ سے باہر ہیں۔ جیسے نور و خلعت، سایہ اور ہوا کا وزن، سمندر کی گہرائیوں میں مچھلیوں  
 کے سانس لینے کی آواز، زمین کے اندر کی مخفی کائنات اور پانی کی تہ در تہ چادروں کے نیچے چھپے ہوئے عجائبات۔  
 مقصد یہ ہے کہ جب وہ زمین کی اندونی تہوں اور سمندر کے اندر کی چیزوں کو دیکھتا، مچھلیوں کے سانس لینے کی آواز  
 سننا اور نور و ہوا ایسے لطیف اجسام کے وزن و مقدار کو جانتا ہے تو پھر ان سے زیادہ حواس و مشاعر سے مخفی ہونے  
 والی چیزیں کیا ہوں گی جن کے متعلق یہ خیال کیا جائے کہ وہ اُس کی نگاہ سے اوجھل رہ سکتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو  
 زمین کے اندر اور سمندر کی اتھاہ گہرائی سے واقف ہے وہ اس کی سطح سے بھی ضرور آگاہ ہوگا۔ اور جو سمندر کی تہ  
 میں مچھلیوں کے سانس لینے کی آواز سناتا ہے۔ وہ گہو نسلوں میں پندوں کے چھپے، کھوؤں میں جہازوں کی آوازیں

اور زمین پر انسانوں کی حدائیں بھی سننا ہو گا۔ اور جو اندھیرے اور اُجالے اور سایہ و ہوا کا وزن جانتا ہے وہ دوسری چیزوں کے وزن و مقدار سے بھی پوری طرح باخبر ہو گا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے :-

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ  
 زمین و آسمان کی کوئی چیز وہ زمین و آسمان کے اندر ہو یا اُن کا جز ہو اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرت کی دعا کے اس حصہ پر جو عظیم الہی سے متعلق ہے نظر کرنے کے بعد کم از کم اتنا تو اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ انسان نے تحقیق و جستجو کے بعد جن راز ہائے سرستہ کا سراغ لگایا ہے صدیوں پہلے ان رموز و اسرار کی نقاب کشائی کی اسے دعوت دی جا چکی تھی۔ اور یہ اس کی تساہل پسندی کا قصور ہے کہ وہ اتنے عرصہ تک تحقیق و تجسس کے میدان میں گامزن نہ ہوا اور اس دعوتِ فکرو عمل کے باوجود صد ہا برس چپ سادھے رہا۔ اور علی الخصوص وہ افراد زیادہ محدود الزام ہیں۔ جن کے پاس یہ سرمایہ علمی موجود تھا۔ اور وہ اس سے بے خبر رہے اور علم کوئی فائدہ نہ اُٹھایا۔ ورنہ جو حقائق آج سامنے آ رہے ہیں وہ صدیوں پہلے بے نقاب ہو چکے تھے۔ چنانچہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے تیر سو برس پیشتر زمین و آسمان، شمس و قمر، نور و ظلمت اور سایہ و ہوا کے وزن اور زمین کی اندرونی تہوں، سمندر کی گہرائیوں اور وہاں کی آباد کائنات کا ذکر کر کے خلائے بسیط اور کراستہ ارضی و سماوی میں فکر و تجسس کی راہ کھول دی تھی تاکہ انسان زمین کے ورق اُٹھے، سمندر کی موجوں سے کھیلے اور فطرت کی برقلونیوں سے حاکم نظر بھرے اور روشنی و ہوا اور اجرام فلکیہ کا وزن معلوم کرنے کے لئے نفا کو تسخیر کرے۔ وزن کو چیرے اور ان میں ایک جہان تو کا تماشا دیکھے اور قدرت کی قلمرو مملکت کی وسعت و پیمائی کا اندازہ لگائے کہ یہ مالی نفا کتنی بڑی کائنات کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے کہ ہر ذرہ اپنے مقام پر ایک دنیا ہے جس میں آفتاب و مہتاب، ستارے، سیارے ہمارے اس نظام شمسی کی طرح گھوم پھر رہے ہیں۔

دل ہر ذرہ کہ بشکافی آفتابیش درمیان بینی

حضرت نے پہلے زمین کے اندرونی حصہ کا ذکر کیا ہے۔ زمین کا اندرونی حصہ بھی اس کے بالائی حصہ کی طرح مختلف اور متنوع چیزوں سے آراستہ ہے اور ماہرین طبقات الارض نے سطح ارض سے ہزاروں فٹ کی گہرائیوں اور پراسرار غاروں میں اُتر کر زمین کی تہوں پر قدرت کے کندہ کئے ہوئے نقوش پڑھے تو انہیں زمین کے بالائی غلطو سے کم متنوع اور کم دلغریب نہیں پایا۔ چنانچہ جس طرح اس کی بالائی سطحوں پر کہیں ریگزار ہیں اور کہیں سر بلند پہاڑ، کہیں دریا ہیں اور کہیں سبزہ ناز، کسی حصہ پر چیلپاتی گرمی پڑ رہی ہے اور کسی حصہ پر کڑکڑاتی سردی۔ کہیں مینہ کے جھالے برس رہے ہیں اور کہیں ٹوکے جھونکے چل رہے ہیں۔ اسی طرح اس کی اندرونی تہوں میں بھی کہیں جہتے ہوئے دریا ہیں اور کہیں رستے ہوئے چشمے کہیں سونے اور چاندی کے ذرات، بکھرے ہوئے ہیں اور کہیں ہیرا و نذر و ایسے معدنیات نشوونما پا رہے ہیں کہیں گہرے اور کہیں خوش نادر حنک۔ کہیں سردی ہے اور کہیں گرمی۔ کہیں دریائے سارگیز اور ہڈیادک بہہ رہے ہیں۔ اور کہیں آتشیں جھیلیں اور دوسرے سیال عناصر رواں دواں ہیں۔ ان سیال عناصر میں زمین کا وہ آتشیں مادہ بھی

ہے کہ جو اس کے رگ وریشہ میں تیزی سے دوڑتا ہے تو زمین ذروں کی لمبائی میں آجاتی ہے۔ اور کبھی یہ کھوت ہوا  
 ماحول زمین کو چیرتا اور چٹانوں کو توڑتا ہوا لار کی صورت میں اُبل پڑتا ہے۔ اس سے زمین کی اندرونی حرارت و تپش  
 کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ اس کے اوپر کی تہیں سرد ہیں مگر جہاں جوں اس کے اندر اُترتا جائے۔ اس کی  
 حرارت بڑھتی جاتی ہے اور ۲۰۰ فٹ کی گہرائی میں پانی کھولنے لگتا ہے۔ بلکہ اتنی گہرائی میں پہنچ کر بجلی کے  
 زور سے زمین کی سطح کو چیر دیتا اور گرم چشمہ کی صورت میں ابلنے لگتا ہے۔ اور جنوبی افریقہ میں بعض کانیں ۴۰ فٹ  
 تک گہری کھودی جا چکی ہیں۔ جہاں گرمی کا یہ عالم ہے کہ اس سے بچاؤ کے مخصوص انتظامات کے بغیر وہاں ٹھہرا نہیں جاسکتا۔  
 اور اس کے مرکز میں تو پچھلے ہوئے لوہے کی بھٹی شعلہ لگن ہے جس کا درجہ حرارت تقریباً سطح آفتاب کے درجہ حرارت  
 کے برابر ہے۔ پھر سمندر اور اس کے اندر کی دنیا کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمندر کی تہ میں  
 بھیا تک خاموشی کا نظریہ نہ رکھتے تھے اور نہ ان توہات میں مبتلا تھے جو اس دور میں عوام کے ذہنوں پر چھائے ہوئے  
 تھے اور عقائد کی صورت میں طبائع انسانی پر مستط تھے۔ بلکہ وہاں کے متعلق ایک بھتی باگتی پُر مدنی و آباد دنیا کا تصور  
 رکھتے تھے۔ چنانچہ اب وہاں کی تھوڑی بہت دنیا شاہد میں آچکا ہے اور تقریباً آٹھ میل تک اس کی گہرائیوں میں  
 اُترا اور وہاں کے عجائب و غرائب کو دیکھا جا چکا ہے۔ بلکہ وہاں کی مختلف چیزوں اور جانوروں کو حاصل بھی کیا جا چکا  
 ہے اور متعدد حیوانوں اور قسم قسم کی مچھلیوں کی آدازیں کہ جن کی وجہ سے سمندر کی تہ میں سکوت و خاموشی کے بجائے ہر  
 وقت شور و ہنگامہ برپا رہتا ہے ریکارڈ کی جا چکی ہیں۔ پھر پانی کے اندر مچھلیوں کے سانس لینے کا ذکر فرمایا ہے یہ  
 بھی اس زمانہ کے لحاظ سے حیرت انگیز چیز ہے کہ پانی کی گہرائیوں میں کیونکر سانس لی جاسکتی ہے۔ جب کہ اس میں ہوا  
 کا گزر ہوا نہیں ہو سکتا۔ مگر عصری تحقیقات نے بتایا ہے کہ پانی کے اندر حل شدہ ہوا موجود ہوتی ہے اور مچھلیوں کے  
 آلات تنفس اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ پانی کے اندر صرف اسی حل شدہ ہوا میں عمل تنفس جاری رکھ سکتی ہیں۔ اور پانی سے  
 باہر نکل آئیں تو سانس نہیں لے سکتیں۔ اس کے برعکس انسان صرف پانی سے باہر رہ کر ہی سانس لے سکتا ہے۔ اور  
 پانی کے اندر اس کی سانس بند ہو جاتی ہے۔ اسی لئے سمندر کی گہرائیوں میں اترنے والوں کو آلات کے ذریعہ  
 باہر سے آکسیجن بہم پہنچائی جاتی ہے۔ مچھلیاں چونکہ ہمیشہ پانی میں رہتی ہیں اس لئے قدرت نے ان کے سانس  
 لینے کا انتظام بھی پانی کے اندر کر دیا ہے۔ اس طرح کہ جب پانی ان کے منہ میں جاتا ہے تو گلپھڑوں کے اندر پھیلے  
 ہوئے سیٹے آکسیجن کو جذب کر لیتے ہیں اور پانی گلپھڑوں کے راستے باہر نکل جاتا ہے اور جن مچھلیوں کے گلپھڑے  
 نہیں مہلتے انہیں سانس لینے کے لئے سمندر کی سطح پر ابھرنا پڑتا ہے۔ یہ درحقیقت مچھلیاں ہوتی ہی نہیں ہیں۔  
 کیونکہ مچھلی وہی ہے جو پانی کے اندر رہ کر سانس لے۔ چنانچہ وہیل مچھلی اگرچہ مچھلی کہلاتی ہے۔ مگر وہ مچھلی نہیں ہے  
 اور نہ اس میں مچھلی کے خواص پائے جاتے ہیں۔ وہ انڈوں کے بجائے بیجے دیتی، بچوں کو دودھ پلاتی اور سانس لینے  
 کے لئے سطح سمندر سے ابھرتی ہے۔ پھر مختلف چیزوں کے وزن کا ذکر فرمایا ہے، وزن سے مراد وہ قوت ہے، جو  
 کشش ثقل کی وجہ سے کسی چیز میں پیدا ہوتی ہے اور مرکز سے قرب و بعد کے لحاظ سے کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

روشنی مادہ کی ایک انتہائی لطیف صورت ہے جو ذرات کی صورت میں منور اجسام سے بید سرعت کے ساتھ خارج ہوتی ہے اس نظریہ کی بنا پر روشنی کا وزن ظاہر ہے۔ اور موجودہ نظریات کے لحاظ سے بھی جو روشنی میں فوٹون کو ثابت کرتے ہیں اس کے وزن سے انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ فوٹون ایک مادی چیز ہے اور اس کے خصوصیات وہی ہیں جو الیکٹرون (برقیہ) کے ہیں۔ اور الیکٹرون مسلمہ طور پر مادی ہے۔ یہ فوٹون بیسویں صدی میں روشنی کے تجزیہ کے موقع پر دریافت ہوئے۔ یہ انتہائی چھوٹے چھوٹے نقطے ہوتے ہیں اور ارتعاشی لہروں کی صورت میں چلتے اور ہمیشہ رواں دواں اور حرکت میں رہتے ہیں اس لئے ان کا مشاہدہ حالت سکون میں ناممکن ہے۔

ہستم اگر سے دوم گر نہ دوم ہستم

روشنی میں وزن کا امکان سب سے پہلے لیون ہارڈ یور نے افسویں صدی کے آغاز میں ظاہر کیا اور اسی صدی کے آخر میں میکسول نے روشنی کے وزن کو دریافت کر لیا۔ اور یہ بتایا کہ روشنی میں بھی ہوا کے تیز جھونکوں کی طرح قوت محفی ہوتی ہے جو مختصر فزوں کو اپنے راستہ سے ہٹا دے سکتی ہے اور یہ دباؤ بہت ہی ہلکا ہوتا ہے۔ اور عام حالات میں اس کا مشاہدہ بہت مشکل ہے۔ آخر سرولیم کرکس نے ریڈیو میٹر ایجاد کیا جس میں چار پر ہوتے ہیں جو روشنی کے سامنے رکھنے سے گھومتے ہیں اور یہ دباؤ مشاہدہ کے مدار میں آ گیا۔ پھر پیٹر لیڈ یور نے ایک بہترین قسم کے ریڈیو میٹر سے روشنی کی پیمائش کر لی۔ یہ پیمائش ایک ایسے پیمانہ سے کی جاتی ہے جس میں انتہائی چھوٹے چھوٹے درجات ہوتے ہیں۔ چنانچہ پہلے درجہ کی لمبائی ایک ملی میٹر کا کروڑواں حصہ ہوتی ہے اور ایک ملی میٹر، میٹر کا ہزارواں حصہ ہوتا ہے اور ایک میٹر تقریباً سو اسی گز کا ہوتا ہے۔ جب روشنی ۲۸۰۰ درجہ سے متجاوز ہوتی ہے تو دکھائی دیتی ہے اور ۵۵۵ درجہ پر پہنچ کر پوری طرح نمایاں ہو جاتی ہے۔ روشنی کا سب سے بڑا مرکز سورج ہے جس کی سطح سے بلند ہونے والے آتش باد شعلے کبھی کبھی ۲۸۰۰۰۰ میل تک کی بلندیوں کو چھو لیتے ہیں۔ اور ایک مربع سنٹی میٹر میں جو میٹر کا سواواں حصہ ہوتا ہے ۵۰۰۰۰۰ سوم بیوں کی روشنی کے برابر روشنی بھر دیتا ہے اور تمام کرہ زمین کو جو اس سے روشنی حاصل ہوتی ہے اس کی مقدار سورج کی پوری روشنی سے وہی نسبت رکھتی ہے جو ایک سیکنڈ کو ۴۷ سال سے ہے اور زمین سے دس گنا زائد روشنی اجسام فلکی میں بٹتی ہے اور باقی فضا میں منتشر ہو جاتی ہے اور چاند ایسے ۴۱۶۵۰۰۰ کتے اس کی روشنی سے روشن ہو سکتے ہیں۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ اس تقسیم نور سے سورج کے ۴۰۰۰۰۰۰ ٹن گیسو مادے ایک سیکنڈ میں جل جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی اسے ختم ہوتے ہوتے دس ارب سال اور لگیں گے۔ بہر حال یہ روشنی کے نقطے جنہیں ارتعاشی لہریں مرنی صورت میں نمایاں کرتی ہیں بعض جگہ اتنی کم مقدار میں ہوتے ہیں کہ آنکھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ ایسی جگہ تاریکی کی لپیٹ میں آ جاتی ہے۔ یہ تاریکی صرف مرنی شعاعوں سے خالی ہوتی ہے۔ لہذا جس طرح مرنی لہروں کی وجہ سے روشنی میں دباؤ ہوتا ہے۔ ظلمت میں بھی غیر مرنی شعاعوں کی وجہ سے دباؤ ہونا چاہیے۔ اہل تحقیق کی یہ کرد کاوش قابل قدر ہے کہ انہوں نے روشنی کی پیمائش کے آلات ایجاد کئے۔ روشنی کا تجزیہ کیا اس کے ایک ایک جوہری نقطہ کو قائل، ناپا۔

اور اس کے وزن و مقدار کا اندازہ لگایا۔ مگر یہ کہ اس کائنات میں کتنے اجرام نورانی اور کتنے سورج، چاند اور سیارے ہیں اور کہاں کہاں ان کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ تو آنکھیں عاجز و درماندہ اور دوربینیں ایک حد پہ پہنچ کر سیر انداختہ نظر آئیں گی۔ چنانچہ کہکشاں کا مرکز ہمارے سورج سے ۲۰۰۰۰ نوری سال کے فاصلہ پر واقع ہے۔ نوری سال سے مراد وہ فاصلہ ہے جو روشنی اپنی رفتار سے ایک سال میں طے کرتی ہے۔ اس کہکشاں میں ۴۰ ارب سورج اور ان گنت سیارے پائے جاتے ہیں اور ہر سورج دوسرے سورج سے ۴ نوری سال کے فاصلہ پر ہے اور ان میں سے اکثر کے گرد ہمارے نظام شمسی کی طرح سیارے گھوم رہے ہیں اور اس کہکشانی قسم کے نظام دس کروڑ سے زیادہ موجودہ دوربینوں سے دیکھے جا چکے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی وسعت ہماری کہکشاں کی وسعت کے برابر ہے اور اتنے ہی سورج ان میں گردش کر رہے ہیں۔ اس عالم کی وسعت و بلندی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ زمین سے قریب ترین ستارے کی روشنی ۴ سال میں زمین تک پہنچتی ہے اور بعض اجرام فلکی کی روشنی کو زمین تک پہنچنے کے لئے دس لاکھ سال کی مدت درکار ہے۔ مسئلہ میں ایک چمک دیکھی گئی جس کی بلندی سے یہ اندازہ لگایا گیا کہ ۴۰ لاکھ برس پہلے کوئی ستارہ ٹوٹا ہو گا جس کی روشنی اب نظر آئی ہے اور فلکیات کے ماہر تو یہاں تک کہتے ہیں کہ بعض ستارے ایسے بھی ہوں گے جن کی روشنی ابھی زمین تک پہنچی ہی نہیں ہے۔ حالانکہ روشنی کی رفتار ۱۸۶۲۸۴ میل فی سیکنڈ ہے اور سورج جو ہم سے ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے اس کی روشنی ۸ منٹ ۱۸ سیکنڈ میں اور چاند کی روشنی ایک سیکنڈ میں زمین تک پہنچ جاتی ہے۔ اور پھر یہ کہ کیسی بادل جو دس لاکھ سے ۵ کروڑ نوری سال تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان سے دور تو سماجئے جن کے فاصلے دس کھرب نوری سال تک ہیں ان میں روشنی کی مقدار کتنی اور کہاں کہاں پہنچتی ہے اور انتہاء تاریکیاں جو ہم سے کالے کوسوں دور ہیں ان میں غلائی شمایں (کاسمک دیو) کس مقدار میں پائی جاتی ہیں اور کہاں کہاں ظلمتوں کے طوفان میٹھیں تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کس کو ہو سکتا ہے۔ عصر جدید نے اگرچہ آلات و گونا گوں ایجادات سے روشنی کے وزن کا انکشاف کیا مگر ائمہ اہل بیتؑ نے روشنی کے وزن کا اس وقت ذکر کیا جب کہ نہ دوربینیں ایجاد ہوئی تھیں اور نہ لیبارٹریوں کا وجود تھا۔ اور عوام تو عوام خواہی کے ذہن میں اس تصور سے خالی تھے۔ چنانچہ یہ دعا اُس کے لئے شاہ ہے۔ اس کے علاوہ اور ارشادات ائمہ میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے فرزند رسول! مجھے ستاروں کے دیکھنے سے ایک خاص حظ حاصل ہوتا ہے اور ایک حد تک مجھے اس فن میں مہارت حاصل ہے۔ تو حضرت نے بطور امتحان اس سے دریافت کیا کہ :-

کو تسقى الشمس القمر من  
نورھا و کو تسقى الشمس  
الارض من نورھا۔

اچھا یہ تو بتاؤ کہ سورج کتنی مقدار میں اپنی روشنی سے  
چاند کو سیراب کرتا ہے اور کتنی مقدار میں زمین کو سیراب  
کرتا ہے ؟

اس نے کہا یہ باتیں تو ایسی ہیں جو اس سے پہلے میں نے کسی سنی ہی نہیں اور نہ ان کا کبھی تصور ہوا ہے۔

پھر سامنے اور ہوا کے وزن کا ذکر کیا ہے۔ سایہ وہی تاریک حصہ ہے جو کشیف اور غیر شفاف اجسام کے امتزاج

سے مرئی شعاعوں سے خالی ہوتا ہے۔ لیکن غیر مرئی شعاعیں اس میں نرم و بیش ہوتی ہیں جس سے وہ کبھی زیادہ تاریک اور کبھی کم تاریک ہوتا ہے اور جس طرح کثیف اجسام مرئی شعاعوں کے نفوذ سے مانع ہو کر سایہ کو جنم دیتے ہیں۔ اسی طرح دُور شہیروں کے تقادم سے بھی سایہ نمودار ہوتا ہے جسے ظلِ نور سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی اسی طرح وزن کا حامل ہوتا ہے۔ جس طرح تاریکی غیر مرئی شعاعوں کی وجہ سے وزن رکھتی ہے اور ہوا بھی ایک مادی اور وزن دار چیز ہے۔ یہ ہوائی گڑا زمین سے دو سو میل سے زائد بلندی تک پھیلا ہوا ہے۔ اور زمین سے متصل ہوا کثیف اور بھاری ہوتی ہے اور جوں جوں بلند ہوتی ہے لطیف و نسیک ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ ۲۰۰۰۰ فٹ کی بلندی پر اس قابل نہیں رہتی کہ انسان اس میں سانس لے سکے۔ سب سے پہلے حسن ابن ہشیم نے ہوا کا وزنی ہونا بتایا اور ۱۲۲۳ء میں اٹلی کے ڈاکٹر ٹرڈیلی نے بادِ پیما (برومیسٹر) ایجاد کیا اور اس کے وزن اور ہواؤ کی مقدار کو معلوم کر لیا۔ اس کا مجموعی وزن ۵۱۰۰ کلو گرام ہے اور سمندر کے کنارے ایک مربع انچ میں ہوا کا وزن ۱۴ پونڈ ہوتا ہے۔ اور ہر شخص ۲۰۰۰ پونڈ وزنی ہوا اپنے اوپر اٹھاتے ہوئے ہے۔ اور یہ اللہ کی کرسشمہ سازی ہے کہ اس نے انسان کے اندر ہوا بھر کر اس بوجھ کا احسا نہیں ہونے دیا۔ ورنہ وہ اس بوجھ کے نیچے دب کر رہ جاتا۔ ہوا کا وزن اگرچہ ایک حد تک معلوم کیا جا چکا ہے مگر یہ کہ ان میں درختوں کو مار آور کرنے والی ہواؤں، سطح سمندر سے بخارات اٹھانے والی ہواؤں اور بادلوں کو حرکت میں لانے والی ہواؤں اور اس کی مختلف تہوں کا وزن کیا ہے اور دوسرے کڑوں اور سیاروں پر ہوا کی مقدار اور کثیت کیا ہے۔ اور ان میں آکسیجن، نائٹروجن اور دوسری گیسوں کی مقدار کتنی ہے تو قیاس آرائیوں کے علاوہ یقین کے ساتھ کچھ بتایا جاسکے گا۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے اور وہی ان ہواؤں کے عمل و مقام، وزن و مقدار، اجزا اور اجزاء کی کثیت و کیفیت سے واقف ہے اور اس کا علم کلیات و جزئیات، ظواہر و باطن اور غیوب و شہود پر یکساں محیط ہے۔ اور کوئی چیز اس کے دائرۃ اطلاع سے خارج، اس کے احاطہ نگاہ سے باہر اور اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے اور نہ پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ کیونکہ ذاتِ الہی کے لئے جہل اگرچہ دُور چھوٹی سے چھوٹی اور مخفی سے مخفی چیز کے متعلق کیوں نہ ہو نقص ہے اور نقص اس کے کمالِ ذات کے منافی ہے۔

## بزرگی و عظمتِ الہی کے بیان میں حضرت کی دعا

دُعَاؤُ وَكُنْجِيْدًا لِّدَا  
عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي تَجَلٰى بِمُغْلُوْبٍ  
بِالْعَظَمَةِ وَاسْتَجَبَ حَقِّ  
الْبَصَارِ بِاَعْوَدَةٍ وَاسْتَدَارَ  
عَلَى الْاَشْيَاءِ بِالْقُدْرَةِ فَلَا

تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو اپنی عظمت کے ساتھ دلوں پر روشن و درخشاں ہے اور اپنی عزت کے ساتھ آنکھوں سے پنہاں ہیں۔ اور تمام چیزوں پر اپنے اقتدار سے قابو رکھتا ہے نہ آنکھیں

اس کے دیدار کی تاب لا سکتی ہیں اور نہ عقلیں اس کی عظمت کی حد تک پہنچ سکتی ہیں۔ وہ اپنی عظمت و بزرگی کے ساتھ ہر چیز پر غالب ہے اور عزت و احسان و جلالت کی رواد اور مہرے ہوئے ہے۔ حسن و جمال کے ساتھ نقائص سے بری ہے اور فخر و سر بلندی کے ساتھ شرف و بزرگی کا مالک ہے اور غیر و بخشش کی فراوانی اور (عطائے) نعمات سے خوش ہوتا ہے اور نور و روشنی کے ساتھ (تمام) عالم (سے) امتیاز رکھتا ہے۔ وہ ایسا خالق ہے جس کا کوئی نظیر نہیں۔ وہ ایسا یکتا ہے کہ جس کا کوئی مثل نہیں۔ وہ ایسا یگانہ ہے جس کا کوئی مد مقابل نہیں۔ وہ ایسا بے نیاز ہے جس کا کوئی ہمسر نہیں۔ وہ خدا جس کا کوئی دوسرا نہیں۔ وہ پیدا کرنے والا ہے جس کا کوئی شریک کار نہیں۔ وہ رزق دینے والا ہے جس کا کوئی مددگار نہیں۔ وہ ایسا اول ہے جسے زوال نہیں۔ وہ ایسا باقی و جاوید ہے جسے فنا نہیں۔ وہ دائم و قائم ہے بغیر کسی رنج و مشقت کے وہ امن و امان کا بچھنے والا ہے۔ بغیر کسی حد و نہایت کے وہ ایجاد کرنے والا ہے۔ بغیر کسی مدت کی حد بندی کے وہ صانع و موجد ہے۔ بغیر کسی ایک (کی امانت) کے وہ پروردگار ہے۔ بغیر کسی شریک کے وہ پیدا کرنے والا ہے۔ بغیر کسی زحمت و دشواری کے وہ کام کرنے والا ہے۔ بغیر عجز و درماندگی کے اس کی کوئی حد نہیں۔ مکان میں اور نہ اس کی کوئی انتہا ہے زمانہ میں۔ وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ یونہی ہمیشہ ہمیشہ اسے کہیں زوال نہ ہوگا۔ وہی خدا ہے جو زندہ دائم و قائم و قدیم قادر اور عالم و حکمت والا ہے۔ بار الہا! تیرا ایک بندہ

الْأَبْصَارُ تَثْبِيْتُ لِرُؤْيَيْهِ وَلَا  
الْأَوْهَامُ تَبْلُغُ كُنْهَ عَظَمَتِهِ  
تَجَبَّرُ بِالْعَظَمَةِ وَالْكَثْرِيَّةِ وَ  
تَعْتَظِفُ بِالْعِزِّ وَالْبَرِّ وَالْجَلَالِ  
وَتَقْدَسُ بِالْحُسْنِ وَالْجَمَالِ  
وَتَتَجَدُّ بِالْفَخْرِ وَالْمَلَكَةِ وَ  
كَهْلِكُ بِالْمَجْدِ وَالْآلَاءِ وَ  
اسْتَخْلَصَ بِالشُّوْرِ وَالْغِيَاةِ  
خَالِقٌ لَا تُطِيزُ لَهُ وَآخِذٌ لَا  
يَذَلُّهُ وَوَاحِدٌ لَا ضِدَّ لَهُ وَ  
مَمْدُودٌ لَا تُكْفَوُ لَهُ قَالَةٌ لَا ثَانِي  
مَعَهُ وَخَاطِرٌ لَا شَرِيكَ لَهُ  
وَسَائِقٌ لَا مُعِينَ لَهُ وَالْأَوَّلُ  
يَلَا زُولَ وَالْآخِرُ يَلَا نَسَاءَ  
وَالْقَادِمُ يَلَا عَنَاءَ وَالْمُؤْمِنُ  
يَلَا نَهَايَةَ وَالْمُسْتَبْدِي يَلَا  
أَمَدَ وَالصَّانِعُ يَلَا أَحَدٍ  
وَالْمَرْبُ يَلَا شَرِيكَ وَالْفَاعِلُ  
يَلَا كَلْفَةَ وَالْفَعَّالُ يَلَا عَجْزَ  
لَيْسَ لَهُ حَدٌّ فِي مَكَانٍ  
وَلَا هَايَةَ فِي زَمَانٍ لَوْ بَيَّنَّ  
وَلَا يَزُولُونَ وَكُنْ يَدَاكَ كَذَلِكَ  
أَبَدًا هُوَ إِلَهُ الْحَيِّ الْقَيُّومِ  
الْقَادِمِ الْقَدِيمِ الْقَادِمِ  
الْحَكِيمِ الْحَيِّ الْهَبِيدُكَ  
يَفْنَاكَ سَائِلُكَ يَفْنَاكَ  
تُعِيدُكَ يَفْنَاكَ رَحْمَتُكَ

إِلٰهِي كَلَّ يَرْهَبُ الْمَكْرَهُونَ  
تَرَكَكَ أَخْلَصَ الْمُتَبَتِّلُونَ  
تَاهَبَ كَلَّ وَرَجَاوُ يَعْفُونَ  
يَا إِلٰهَ الْحَقِّ اذْهَبْ دُعَاؤُ  
الْمُسْتَظْرِعِينَ وَاعْفُ  
عَنْ جَرَائِمِ الْخَافِلِينَ  
وَنِيذِي إِحْسَانِ الْمُنِيبِينَ  
يَتَوَكَّرُ الْوُفُودُ عَلَيْكَ يَا  
كَرِيمُ -

حقیر تیرے ساحتِ قدس میں حاضر ہے۔ تیرا سائل  
تیرے آستانہ پر حاضر ہے۔ تیرا محتاج و دستِ نگر  
تیری بارگاہ میں حاضر ہے (ان تینوں جملوں کو تین مرتبہ  
دہرائے) اسے میرے اللہ! تجھ ہی سے عبادت گزار  
ڈرتے ہیں اور تیرے خوف اور امید و عنود بخشش  
کے پیش نظر عاجزی سے التجا کرنے والے تجھ سے  
نور لگاتے ہیں۔ اسے سچے معبود! استغاثہ و فریاد کرنے  
والوں کی پکار پر رحم فرما اور غفلت میں گرفتار رہنے  
والوں کے گناہوں سے درگزر فرما اور اسے کریم  
اپنی بارگاہ میں توبہ کرنے والوں کے ساتھ اس  
دن کہ جب وہ تیرے سامنے پیش ہوں، نیکی اور  
احسان میں اضافہ فرما۔

یہ دُعا خداوندِ عالم کی عظمت و بزرگی اور اُس کے اوصافِ کمال کے بیان کے سلسلہ میں ہے۔ الہی صفات کے  
بیان سے جہاں یہ مقصد ہے کہ انسان خدا شناسی کی منزل سے قریب ہو، وہاں یہ بھی مقصد ہے کہ معبود کی رفعت و  
بلندی کا تصور اس میں نوعی رفعت و سر بلندی کا احساس پیدا کرے تاکہ وہ اس کائنات میں اپنے کو بلند درجہ سمجھتے  
ہوئے خالق کائنات کے علاوہ کسی اور کی پرستش و عبادت کا تصور بھی نہ کرے اور اس بلندی کے احساس کے پیش  
نظر اپنے عمل و کردار میں بھی بلندی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

صفاتِ الہی میں سے پہلی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ انسان کے قلب و ضمیر سے نہاں نہیں ہے کیونکہ ہر چیز  
میں اس کی نمود اور ہر شے میں اس کی جلوہ ریزی ہے چنانچہ زمین، آسمان، چاند، سورج، دریا، پہاڑ اور کائنات کا ہر  
ذوہ اس کے وجود کی ایک عکس بُراں ہے۔ اگر کوئی شخص کسی نقاش کو نقش کھینچتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ یہ یقین کرنے  
پر مجبور ہے کہ وہ ذوق بھی ہے، عالم بھی ہے، قادر بھی ہے اور مرید بھی۔ اس لئے کہ حیاتِ علم قدرت اور ارادہ کے بغیر  
نقاش کا ہاتھ نقش نہیں کھینچ سکتا۔ تو اگر اس کے ہاتھ کی حرکت کو دیکھ کر ان اوصاف کا یقین ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس  
حرکت کے مشاہدہ کے علاوہ اور کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ تو کیا کائنات کے نقش بدیع کو دیکھنے کے بعد صانع کے  
وجود اور اس کی صفتِ علم و قدرت سے انکار کی گنجائش ہو سکتی ہے؟ اور جس کے وجود پر اتنے شواہد موجود ہوں  
وہ چشم بصیرت سے مخفی رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! جبکہ دل ضمیر فطرت اور وجدان اس کے وجود کی شہادت دے رہے  
ہیں اور اس کی سستی کے دلِ لائل اتنے قوی ہیں کہ ہر شخص اس کا اقرار کرنے پر مجبور ہے اور نظم کائنات کو دیکھنے کے بعد

یہ تصور کہ یہ عالم بعض عناصر کے اتفاقی میل کا نتیجہ ہے عقل و فہم سے بلرمل و فہم ہے اس لئے کہ ہر چیز کی جہی ایک یکساں نظام کار نظر آتا ہے اور ہر شے اپنے مقام پر ایک خاص سوز و نیت کی حامل دکھائی دیتی ہے جسے بعض اتفاقیہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ چنانچہ اس عالم کے نظم و نسق اور وضع و ساخت کو دیکھنے کے بعد یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے کہ اس کائنات ہستی کا کوئی خالق و صانع ہے جو حکیم، مدبر اور تمام صفات کمال کا جامع ہے۔

دوسری صفت یہ ہے کہ وہ دیکھنے والوں کی نگاہوں سے اپنے غلبہ و عزت کی وجہ سے پوشیدہ ہے اور یہ پوشیدگی اس طرح کی نہیں ہے جس طرح شاہوں اور فرمانرواؤں کی پوشیدگی ہوتی ہے کہ وہ دروازوں پر پرستے لٹکا کر اور پہرے کھڑے کر کے رعایا کی نظروں سے پنہاں دیتے ہیں تاکہ اُن کے رعب و عظمت میں فرق نہ آئے اور نہ اس طرح پوشیدہ ہے جس طرح چوگاڈ کی نگاہ سے سورج پوشیدہ ہو جاتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس کے نور کی تابش اور جمال کی لطیفانی رویت سے مانع ہے کیونکہ وہ اس لئے پوشیدہ نہیں ہے کہ نگاہیں اس کے سامنے مضطرب ہو جاتی ہوں۔ بلکہ وہ ذاتاً ناقابلِ رویت ہے اس لئے کہ اگر وہ دیکھے جانے کے قابل ہوتا تو نگاہوں کی محدود وسعت سے اُسے بھی محدود ہونا پڑتا۔ اور جب کہ اس ذات غیر محدود کے لئے محدود ہونا ناممکن ہے تو اس کے دیکھے جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

تیسری صفت یہ ہے کہ وہ قادر مطلق ہے۔ اس لئے اپنی ہی قوت و طاقت سے ہر چیز پر اقتدار رکھتا ہے نہ ان سلاطین کی طرح جو لشکر و سپاہ اور اعوان و انصار کی بدولت اقتدار حاصل کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو وہ جن سے مدد لئے گا ان کا محتاج قرار پائے گا۔ اور احتیاج ممکن کا خاصہ ہے نہ واجب کا۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ انسانی عقلیں اس کی واقعی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اس لئے کہ عقل و ادراک کی قوتیں محدود ہیں اور خدا لا محدود، غیر محدود کا عاقل نہیں کر سکتا کہ عقل و فہم میں سما سکے۔

پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ یگانہ ہے اور کائنات کے پیدا کرنے میں کوئی اس کا معاون و شریک کار نہیں ہے اس لئے کہ اگر مذکور خالق ہوں تو ان میں سے ایک کس کام کو کرنا چاہے تو دوسرا اس کا ہمنوا ہوگا یا مخالف۔ اگر ہمنوا ہے تو اس کی ہمنوائی کا فائدہ و نتیجہ ہی کیا جب کہ وہ تنہا اس کام کو انجام دینے کے لئے کافی ہے۔ اور اگر مخالف ہے تو اس صورت میں یا وہ دونوں ناکام ہوں گے یا اُن میں سے ایک کامیاب ہوگا اور دوسرا ناکام۔ پہلی صورت میں دونوں خدا نہ رہیں گے اور دوسری صورت میں ناکام ہونے والا خدا نہ رہے گا۔ لہذا جب دوسرے کی احتیاج ہی نہیں ہے تو ایک بے کار وجود کو تسلیم کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ اول ہے اس لئے کہ تمام سلسلہ موجودات اس پر منتہی ہوتا ہے اور جو تمام کائنات کا نقطہ آخر اور علت العلل ہو تو وہ یقیناً سب سے اول و اقدم ہوگا۔

ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ مکان و زمان کے حدود سے بالاتر ہے اس لئے کہ مکان و زمان کی تعلید و جد بندی صفات اجسام میں سے ہے اور وہ جسم و جہانِ نیاں سے منزہ ہے اور دوسرے یہ کہ زمان و مکان حادث ہیں۔ اور جب وہ کسی مخلوق و حادث کا پابند ہوگا تو واجب الوجود نہ رہے گا۔ اور جب کہ وہ حادث قرار پایا تو اس کے لئے فنا و زوال بھی ضروری

ہوگا۔ اس لئے کہ فنا سے مانع صرف اس کا واجب الوجود ہونا ہے اور زمان و مکان کی پابندی سے وہ واجب الوجود نہ رہا۔

آٹھویں صفت یہ ہے کہ اس کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے اس لئے کہ اگر اس کا مثل و نظیر ہوگا تو یا وہ واجب الوجود ہوگا یا ممکن۔ اگر واجب الوجود ہوگا تو واجب الوجود متعدد نہیں ہو سکتے۔ اور اگر ممکن ہوگا تو ممکن دو واجب ایک دوسرے کے مثل ہو نہیں سکتے۔ اس لئے کہ واجب غیر محتاج اور ممکن سزا یا احتیاج ہے۔

نویں صفت یہ ہے کہ وہ ایسا خالق ہے جو تخلیق اشیا میں مادہ کا محتاج نہیں ہے کیونکہ احتیاج ممکن کی شان ہے اور واجب الوجود ہر قسم کی احتیاج سے کوسوں فاصلہ ہے۔

دسویں صفت یہ ہے کہ وہ رب ہے۔ رب کے معنی پالنے والے کے ہیں۔ چنانچہ یہ پرورش و نگہداشت کا سر و سامان اور تربیت عالم کا سلسلہ اس کی ربوبیت کا منظر ہے اور یہ ربوبیت اتنی کامل و ہمہ گیر ہے کہ کوئی مخلوق وہ پانی کے اندر ہو یا زمین کے اوپر یا فاسق کوہ میں ہو یا وسعت فضا میں اپنی حاجت و ضرورت کے مطابق بقائے زندگی کے سامان سے بہرہ مند ہے۔ جس کا سلسلہ نہ کبھی قطع ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

گیارہویں صفت یہ ہے کہ وہ عین حسن و سراپا جمال ہے۔ چنانچہ زمین پر سبز و خواہید کا مٹکی فرش، پھولوں میں رنگوں کا حسین امتزاج، دریاؤں کی روانی، موجوں کی طغیانی، آبشاروں کے زمزمے، طافروں کے نغمے، ستاروں کی چشمک، چاند کا آثار چڑھاؤ، سورج کی ضیا، پاشی، کبکشاں کی دلاویزی اور صبح دشام کی نظر افروزی اسی کے جمال کا پر تو اور اس کے حسن کی جلوہ آرائی کا نتیجہ ہیں۔ کیونکہ جو جمال سے عاری ہو وہ دوسری چیزوں میں رعنائی پیدا نہیں کر دے سکتا۔ لہذا کائنات ہستی کی مورد نیت اور فطرت کا بناؤ خالق کے حسن و جمال کا آئینہ دار اور اس کی جمال پسندی کی دلیل ہے۔

بارہویں صفت یہ ہے کہ وہ مومن ہے۔ اگر مومن کا اطلاق انسان پر ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خدا اور اس کے رسول اور آسمانی احکام کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر اس کا اطلاق ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ظلم و جود کا قطعاً کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

سبحی الباری عز وجل مؤمنًا لائق  
یؤمن من عذابہ من اطاعة۔

خداوند عالم کا نام مومن اس لئے ہے کہ اس کے اطاعت گو  
بندے اس کے عذاب سے مومن و بے خطر ہیں۔

بہر حال اس دو ماد کے مطالعہ سے ایک ایسی ہستی کا تصور سامنے آ جاتا ہے جو تمام حسن و خوبی کی صفوں کو میٹھے لئے ہے جو عظمت و بلال و کبریائی کا بھی مالک ہے۔ اور مجدد و بزرگی و شرف کا بھی سرمایہ دار ہے جو سرتا پا نور و ضیاء، سراپا حسن و جمال ازل، ابدی، زندہ، قائم، توانا، بے نیاز، باقی و برقرار اور دائم و جاوید ہے۔ اسی سے تمام موجودات کا ظہور ہوا اور اسی سے ان کی بقا وابستہ ہے اور اسی کی طرف پلٹنا ہے وہ یکتا و یگانہ اور بے مثل و بے ہمتا ہے۔ ہر چیز میں نمایاں، ہر دل میں جلوہ گر، اور پھر کہیں نہیں کہ اسے دیکھا جاسکے یا اس کی طرف اشارہ کیا جاسکے۔

پایا دیوں کر کرتے اس کی طرف اشارہ یہ یوں تو جہاں میں ہم نے اسکو کہاں نہ پایا

## تذلل و عاجزی کے سلسلہ میں حضرت کی دعا

اے میرے آقا، اے میرے مالک! تو آفا ہے، اور  
میں بندہ۔ اور بندے پر آقا کے سوا کون رحم کھائے گا۔  
میرے مولا، میرے آقا! تو عزت والا ہے۔ اور میں  
ذلیل۔ اور ذلیل پر عزت داسکے علاوہ اور کون رحم  
کرے گا۔ میرے مالک، میرے مالک! تو خالق ہے،  
اور میں مخلوق۔ اور مخلوق پر خالق کے سوا کون ترک  
کھائے گا۔ میرے مولا! میرے مولا! تو عطا کرنے  
والا ہے اور میں سوالی۔ اور سائل پر عطا کرنے والے  
کے علاوہ کون مہربانی کرے گا۔ میرے آقا! میرے  
آقا! تو فریاد رس ہے اور میں فریادی۔ اور فریادی  
پر فریاد رس کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے  
مالک! میرے مالک! تو باقی ہے اور میں فانی۔  
اور فانی پر دائم و جاوید کے علاوہ کون رحم  
کرے گا۔ میرے مولا! میرے مولا! تو زندہ ہے  
اور میں مردہ۔ اور مردہ پر زندہ کے سوا کون ترک  
کھائے گا۔ میرے مالک! میرے مالک! تو طاقتور  
ہے اور میں کمزور۔ اور کمزور پر طاقت ور کے  
علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا! میرے مالک!  
تو غنی ہے اور میں تہی دست۔ اور تہی دست  
پر غنی کے علاوہ کون رحم کھائے گا۔ میرے آقا!  
میرے آقا! تو بڑا ہے اور میں چھوٹا۔ اور چھوٹے  
پر بڑے کے سوا کون نظر شفقت کرے گا۔ میرے

## وَمِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي التَّذَلُّلِ

مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَنْتَ الْمَوْقُوتُ وَ  
أَنَا الْعَبْدُ وَهَلْ يَرْحَمُ الْعَبْدَ  
إِلَّا الْمَوْقُوتُ مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَنْتَ  
الْعَزِيزُ وَأَنَا الذَّلِيلُ وَهَلْ يَرْحَمُ  
الذَّلِيلَ إِلَّا الْعَزِيزُ مَوْلَايَ مَوْلَايَ  
أَنْتَ الْخَالِقُ وَأَنَا الْمَخْلُوقُ وَ  
هَلْ يَرْحَمُ الْمَخْلُوقَ إِلَّا الْخَالِقُ  
مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَنْتَ الْمُعْطِي وَأَنَا  
السَّائِلُ وَهَلْ يَرْحَمُ السَّائِلَ إِلَّا  
الْمُعْطِي مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَنْتَ الْمُغْنِي  
وَأَنَا الْمُسْتَغْنِي وَهَلْ يَرْحَمُ  
الْمُسْتَغْنِي إِلَّا الْمُغْنِي مَوْلَايَ  
مَوْلَايَ أَنْتَ الْبَاقِي وَأَنَا الْفَانِي  
وَهَلْ يَرْحَمُ الْفَانِي إِلَّا الْبَاقِي  
مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَنْتَ الدَّائِمُ وَأَنَا  
الزَّائِلُ وَهَلْ يَرْحَمُ الزَّائِلَ إِلَّا  
الدَّائِمُ مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَنْتَ الْقَوِيُّ  
وَأَنَا الضَّعِيفُ وَهَلْ يَرْحَمُ الضَّعِيفَ  
إِلَّا الْقَوِيُّ مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَنْتَ  
الْقَوِيُّ وَأَنَا الضَّعِيفُ وَهَلْ  
يَرْحَمُ الضَّعِيفَ إِلَّا الْقَوِيُّ مَوْلَايَ  
مَوْلَايَ أَنْتَ الْكَبِيرُ وَأَنَا الصَّغِيرُ وَ

هَلْ يَرْجُو الضَّعِيفُ إِلَّا الْكِبِيرُ مُؤَلَّيْ  
مُؤَلَّيْ أَنْتَ الْمَالِكُ وَأَنَا الْمَمْلُوكُ  
وَهَلْ يَرْجُو الْمَمْلُوكُ إِلَّا الْمَالِكُ۔

مولا! میرے مولا! تو مالک ہے اور میں غلام اور غلام  
پر مالک کے سوا کون مہربانی کرے گا۔

یہ دُعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقترع و استرعام کے سلسلہ میں ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنٰ میں سے  
مختلف ناموں کے ساتھ یاد کیا ہے اور وہ اسماء جن جن معنی و معنی کے حامل ہیں ان کے مقابلہ میں بطور صنعت طبع و تضاد  
اپنے لئے ایک ایک نام کا انتخاب کیا ہے جیسے مولیٰ کے مقابلہ میں عبد، غنی کے مقابلہ میں فقیر، باقی کے مقابلہ میں فانی وغیرہ۔  
یہ اغراض خطاب، طلب سوال کے استحقاق پر بھی روشنی ڈالتا ہے اس طرح کہ بندہ اپنے آقا سے اور فقیر غنی سے طلب نہ  
کرے تو کس سے رحم کی التجا کرے اور کس کے آگے بھولی پھیلانے اور آقا مالک کے سوا ہو بھی کون سکتا ہے جو اپنے  
بندہ پر شفقت و مہربانی کرے۔ اور غنی کے علاوہ کون ہو سکتا ہے جو فقیر کی بے مانگی کو غنا و خوش حالی سے بدل سکے۔  
اس بنا پر حضرت اس کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ تو آقا مولا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ اور بندہ پر نظر شفقت و  
رحمت آقا ہی کر سکتا ہے۔ مولیٰ کے معنی مالک و متصرف کے ہیں۔ یعنی اسے اپنے بندوں پر ہر طرح کا اختیار حاصل ہے  
اس معنی سے وہی حقیقی مالک مولا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

هُوَ الْمَوْلَىٰ فَنَعُوْهُ الْمُسْتَکُوْۤنَ۔  
وہ تیرا مولا ہے اور کیا اچھا مولا ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ تو عزیز ہے اور میں ذلیل ہوں۔ یعنی میں تیرے آگے عاجز و سراسر انگنہ ہوں اور تو غلبہ و اقتدار کا  
مالک ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔  
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عزت و قلبہ اور  
حکمت والا ہے۔

اور تو خالق ہے اور میں مخلوق ہوں۔ یعنی میں تیرا پیدا کردہ ہوں اور تو میرا اور تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔  
چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

هُوَ الَّذِي خَلَقَ الْبَاسَاطِیۡنَ الْمَکْشُوۡۤرَۃَ۔  
وہی اللہ ہے جو پیدا کرتے والا، ایجاد کرنے والا اور  
صُورَتِ گرسہ۔

اور تو عطا کرنے والا اور میں سوا ہوں۔ یعنی ہر عطا و بخشش کی انتہا تیری ذات پر ہے۔ اس لئے ہر دست طلب تمہارے  
آگے بڑھتا ہے۔ اور تجھ سے مانگنے والا کبھی محروم و ناکام نہیں ہوتا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-  
وَمَا تَكُوۡنُ مِنْ کُلِّ مَسْأَلَةٍ مُّتَمَوِّۤعَۃً۔  
تم نے جو کچھ اُس سے مانگا اُس نے تمہیں دیا۔

اور تو فریاد رس ہے اور میں فریاد ہی ہوں۔ چنانچہ وہی رنج و قلق کو دور کرتا اور پریشانی و مصیبت زدہ لوگوں کی داد  
فریاد سناتا ہے چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

امن یحبیب المضطر اذا دعاہ  
ویکشف السوء۔

وہ کون ہے جسے پریشان حال جب پکارے تو وہ اس  
کی سنتا اور دکھ درد کو دور کرتا ہے؟

اور تو باقی ہے اور میں فانی ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ملاوہ ہر چیز کے لئے فنا ضروری ہے اور کوئی بھی موت کی گرفت سے  
بچ نہیں سکتا۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے:-

کل من علیہا فان ویبھی  
وجہ ربک ذوالجلال و  
الاکرام۔

روئے زمین کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اور تمہارا  
ہر دور، نگار جو جلالت و بزرگی کا سرمایہ دار ہے باقی رہنے  
والا ہے؟

اور تو دائم و جاوید ہے اور میں معرض زوال میں ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ ہر چیز فانی و زوال پذیر ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے  
لئے بقا۔ دوام نہیں صرف اسی کی شاہی فرمانروائی باقی و برقرار رہنے والی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:-

لنن الملك الیوم للہ الواحد القہار

آج کس کی بادشاہی ہے؟ اس اللہ کی جو کیتا و غالب ہے؟

اور تو زندہ ہے اور میں مردہ ہوں۔ خدا کے زندہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود موجود ہے اور دوسرے کو زندگی و حیات بخشنے  
والا ہے۔ جب کائنات ہستی کی زندگی و بقا اس کی حیات سے وابستہ ہے اور ہر چیز اپنے وجود میں اس کی محتاج و  
دست نگر اور خود اس کے وجود کو مستقل حیثیت حاصل نہیں ہے تو وہ زندہ رہنے کے باوجود مردہ ہی کہی جانے کی ضرورت  
ہے۔ اس لئے حضرت نے اس ذات کو جو حشر حیات اور ہمیشہ ہے اور ہمیشہ رہے گی تخت سے تعبیر فرمایا ہے  
اور اس کے مقابل میں اپنے کو مردہ کہا ہے اور اس لئے بھی کہ زندگی کے پہلے عدم اور زندگی کے بعد موت ہے۔  
اور جو چیز عدم و موت کے درمیان واقع ہو اور وہ بھی اس طرح کہ سرشت حیات دوسرے کے ہاتھ میں ہو تو ایسی زندگی  
کا حامل زندہ ہی کہے جانے کے قابل ہے۔ اگر کوئی زندہ کہے جانے کا مستحق ہے تو وہ ذات جو عدم و نیستی سے نا آشنا  
ازل و ابدی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

لا الہ الا ہوالحق القیوم۔

اللہ تم کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور نظم عالم قائم کر نواں ہے؟

تو قوی ہے اور میں ضعیف ہوں۔ یعنی تو ہر چیز پر غلبہ و اقتدار رکھتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

ان اللہ لقوی عزیز۔

یقیناً خدا قوی و غالب ہے؟

اور میں عاجز و کمزور اور ضعیف و ناتوان ہوں۔ چنانچہ انسان کے بارے میں ارشاد الہی ہے:-

خلق الانسان ضعیفاً۔

انسان کمزور و ناتوان پیدا کیا گیا ہے؟

اور تو غنی ہے اور میں فقیر و نامدار ہوں۔ غنی کے معنی یہ ہیں کہ وہ بے نیاز اور ہر قسم کی احتیاج سے بری ہے اس کے مقابلے  
میں انسان سراپا فقر و احتیاج ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

واللہ الغنی والکمال الفقراء۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تم محتاج ہو؟

تو کبیر ہے اور میں پست و صغیر ہوں۔ کبیر کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ذات جلال و عظمت اور کبریائی و رفعت کی مالک ہے،

اور اس کے مقابلہ میں ہر فرد کم درجہ اور پست تر ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ۔

یقیناً صرف اللہ تعالیٰ ہی بلند مرتبہ و بزرگ ہے۔

اور کونسا ملک ہے اور میں مملوک ہوں۔ ملک کے معنی یہ ہیں کہ خداوند عالم قات و صفات میں ہر موجود سے مستغنی و بے نیاز ہے اور کوئی چیز اس کے قبضہ قدرت سے باہر اور اس کے حدود و فرائض وائی سے خارج نہیں ہے کیونکہ ہر جگہ اور ہر مقام پر اسی کی حکومت و فرائض وائی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

اللَّهُ مَالِكُ الْمُلْكِ۔

اے شاہی و جہان نزاری کے مالک۔

وَمِنْ دُعَائِهِمْ فِي ذِكْرِ آلِ مُحَمَّدٍ  
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

حضرت کی دعا جو ذکر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
پر مشتمل ہے

اللَّهُمَّ يَا مَنْ خَلَقَ مُحَمَّدًا وَآلَهُ  
بِالْكَوَامَةِ وَحَبَّاهُمْ بِالرِّسَالَةِ وَ  
تَخَصَّصَهُمُ بِالْوَسِيلَةِ وَجَعَلَهُمُ  
وَرَثَةَ الرُّسُلِ وَخَلَعَ بِهِمُ الْقَصِيَّةَ  
وَالْأَيْمَةَ وَعَلَّمَهُمْ عِلْمَ مَا كَانَ وَ  
عِلْمَ مَا بَقِيَ وَجَعَلَ أَفْتِدَاءَ مِنَ  
النَّاسِ تَحْوِي أَلِيَهُمْ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ  
آلِهِ الطَّاهِرِينَ وَافْعَلْ بِمَا مَأْتَا فَعْلُهُ  
فِي الدِّينِ وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِنَّكَ عَلَى  
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

اے اللہ! اے وہ جس نے محمد اور ان کی آل کو عزت و  
بزرگی کے ساتھ مخصوص کیا اور جنہیں منصب رسالت  
عطا کیا اور وسیلہ بنا کر امتیاز خاص بخشا جنہیں انبیاء  
کا وارث قرار دیا اور جن کے ذریعہ اوصیاء اور  
ائمہ کا سلسلہ ختم کیا۔ جنہیں گزشتہ و آئندہ  
کا علم سکھایا اور لوگوں کے دلوں کو جن کی طرف  
مائل کیا۔ بار اہلبائت محمد اور ان کی پاک و پاکیزہ آل  
پر رحمت نازل فرما اور ہمارے ساتھ دین، دنیا اور  
آخرت میں وہ برتاؤ کر جس کا تو سزاوار ہے۔ یقیناً  
تو ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت اطہار کے اوصاف و خصوصیات کے ذکر پر مشتمل ہے۔ ان  
اوصاف و خصوصیات میں سے پہلی صفت یہ ہے کہ خداوند عالم نے انہیں ایسی عزت و رفعت اور شرف و کرامت کے طعنت سے  
آراستہ کیا ہے جو دنیا میں کسی اور کے قد و قامت پر راست نہ آسکا۔ یہ اختصاف اس امر کی دلیل ہے۔ کہ خداوند عالم  
نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت کو تمام کائنات پر فضیلت و برتری عطا کی ہے۔ چنانچہ امام  
جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى خَلَقَ الْإِنْسَانَ

خداوند عالم نے روحوں کو جسموں سے دو ہزار برس پیشتر خلق

قبل الاجساد بالفی حکم اعلاھا و  
اشرفھا معتدک و علی حفاظتہ الحسن  
والحسنین (الجمعة ص ۱۸۷) علیہ السلام۔

فرمایا اور ان میں سب سے بلند مرتبہ و ذی شرف  
محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور اہل بیت صلوات  
اللہ علیہم ہیں۔

دوسری صفت یہ ہے کہ ان میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرکز نبوت قرار دیا اور وحی و رسالت  
کا اقیانوس بنا۔ چنانچہ آنحضرت کا ارشاد ہے:-

ہم اہل بیت ارحمت کی کبنیاں، رسالت کی منزل اور  
علم و پروہاری کا معدن ہیں۔

نحن اهل البيت معانيهم الرحمة و منبع  
الرسالة و معدن العلوم (اصح الطالب)

تیسری صفت یہ ہے کہ وہ وسیلہ ہیں۔ اس طرح کہ انہی کے وسیلہ سے خدا تک رسائی ہوتی ہے۔ انہی کے وسیلہ سے  
دعائیں قبول اور فقر و فاقہ ابتلا و مصیبت اور رنج و اندوہ دور ہوتا ہے۔ اور عقبنی میں بھی ان کی شفاعت کو وسیلہ قرار دینے  
بغیر نکات و کامرانی نہ ہوگی۔ اور یہ وہ مرتبہ رفیع ہے جس سے بلند مرتبہ نہ سرائیں ہیں۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد  
ہے:-

اللہ سبحانہ نے اپنی نبی سے وسیلہ کا وعدہ فرمایا ہے  
اور یہ جنت کا ایک بلند ترین درجہ اور خواہش و مقصد کی  
مدد آخر ہے۔

ان الله وعد نبيه الوسيلة دهي  
اعلى درج الجنة و فهاية غاية  
الامنية۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ ان میں تمام انبیاء کی صفیں یکجا تھیں۔ چنانچہ آدمؑ کی صفوت، ابراہیمؑ کی غلت، موسیٰؑ کی ہیبت،  
عیسیٰؑ کی زہادت اور دوسرے انبیاء کی صفیں ان میں سمٹ کر جمع ہو گئی تھیں۔ اس لحاظ سے وہ انبیاء کے محاسن و کمالات اور  
اخلاق و اوصاف میں ان کے وارث و جانشین ہوں گے۔ چنانچہ امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

ہم، اولو العزم نبیوں اور رسولوں کے ورثہ دار ہیں۔

نحن ورثة اولی العزم من الرسل الانبیاء۔

پانچویں صفت یہ ہے کہ جس طرح پیغمبر اکرمؐ قائم الانبیاء ہیں کہ ان کے ذریعہ سلسلہ نبوت تمام تک پہنچا یا گیا، اسی  
طرح ان کے اہل بیت کے ذریعہ ائمہ و اوصیاء کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔ کیونکہ نہ نبی آخر الزمان کے بعد کوئی نبی آئے گا اور نہ ان  
کا کوئی وحی وارث ہوگا۔ لہذا جس طرح ہمارے پیغمبر آخری پیغمبر ہیں اسی طرح ان کے اوصیاء آخری اوصیاء ہیں اور وہ آئمہ  
اثنا عشر ہیں۔ چنانچہ علامہ شیخ قندوزی تحریر فرماتے ہیں:-

راوی کہتا ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا  
کہ مجھے بعد میں آنے والے اپنے اوصیاء سے مطلع فرمائیے  
تاکہ میں اس سے تمسک اختیار کر لوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ  
میرے اوصیاء بارہ ہیں (اور اس کے بعد سب کا نام بنام  
ذکر فرمایا ہے)۔

اخبرنی یا رسول الله عن  
اوصیاءك من بعدك لا تمسك  
بہو قال اوصیائی الاثنا  
عشر۔

(مناہج السوۃ)

مجھنی صفت یہ ہے کہ انہیں گزشتہ و آئندہ واقعات کا علم دیا گیا ہے۔ یہ علم عطیۃ الہی اور اس سرچشمہ علم سے حاصل کیا جواسے جوازلی و سرمدی اور غیر محدود ہے۔ جس کے بعد علم الہی میں شریک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب کہ اللہ تعالیٰ کا علم عین ذات اور غیر کسب ہے۔ اور یہ القا و الہام یا پنیر کی وساطت سے حاصل ہوا ہے اور انتہائی وسعت و پہنائی کے باوجود محدود ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں جہاں جہاں علم غیب کو ذات الہی سے مخصوص کیا گیا ہے۔ اور دوسروں سے اس کی نفی کی گئی ہے اس سے ذاتی علم مراد ہے۔ لیکن وہ علم جو مستقبل کے بارے میں یا امور معنیہ پر قدرت کی طرف سے خاص خاص بندوں کو حاصل ہوتا ہے اس کی کہیں نفی نہیں ہے۔ اور آخر کا علم اسی نوعیت کا ہے اور ان کے ارشادات میں اس کی پوری پوری وضاحت ہے جس کے بعد کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ ایک شخص نے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب سے کہا کہ لقد اعطیت یا امیر المؤمنین علم الغیب۔ اسے امیر المؤمنین! آپ کو علم غیب حاصل ہے؟ آپ نے فرمایا: لیس ہو بعلوم غیب انساہو تعلم من ذی علو (نہج البلاغہ) یہ علم غیب نہیں، بلکہ ایک صاحب علم (رسول) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں۔ یونہی یحییٰ ابن عبد اللہ نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا کہ مدحلت فذاک انھو یسمون انک تعلم الغیب میں آپ پر قربان ہاؤں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ علم غیب جانتے ہیں، حضرت نے یہ سن کر فرمایا:-

سبحان اللہ ضعیف یدک علی راسی فواللہ  
ما بقیت شعرة فیہ خلاقی جسدی  
الاقامت (ثعلب قال) لا واللہ ماھی الا  
وماثی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم۔ (امالی شیخ مفید)

اللہ اکبر! ذرا اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھ کر دیکھو! خدا کی قسم!  
میرے سر کے بال اور میرے جسم کے ہڈی کھڑے ہو گئے  
ہیں۔ (پھر فرمایا) یہ صرف وہ علم ہے جو ہمیں رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وراثۃً حاصل ہوا ہے۔

ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ لوگوں کی محبت و ارادت کا مرکز ہیں۔ یہ اس لئے کہ انسان فطرۃً ان افراد کی طرف جھکتا ہے جو کسی کمال کے حامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حاتم کی سخاوت، فوشیرواں کی عدالت اور ستم کی شجاعت دلوں کو ان کی طرف جھکا دیتی اور نظروں کو ان کی جانب موڑ دیتی ہے اور آلی محمد تو وہ ہیں جو اپنے ذاتی کمالات و خصوصیات کی وجہ سے عظمت انسانی کا معیار ہیں۔ وہ کون سا جو ہر فضیلت ہے جس سے ان کا دامن آراستہ ہو۔ اور وہ کون سی صفت خوبی و کمال ہے جو ان کے جوہر ذاتی میں جلوہ گر نہ ہو۔ لہذا ان کمالات و خصوصیات کو دیکھتے ہوئے نگاہیں ان کی طرف جھکیں گی اور دل عقیدت کے جلو میں بڑھیں گے۔ چنانچہ زندیق و ملحد اور دین و ملت سے نا آشنا افراد بھی عقیدت کے پھول ان کے قدروں پر پھیا اور کرتے اور دشمن بھی لاشعری طور پر ان کی عظمت کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔ اور یہ دلوں کا جھکاؤ۔ اس راز کا بھی نتیجہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت کے بارے میں کی تھی کہ:-

ربنا انی اسکت من ذریعتی بواحد  
غیذی زرع عند بیتک المحترم

اے ہمارے پروردگار! میں نے ایک دیلان بستی میں تیرے  
محترم گھر کے پاس اپنی کچھ اولاد کو لا بسایا ہے۔ تاکہ

رَبَّنَا لِيَقْمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً  
مِنْ أَقْنَاسٍ تَهْوِي إِلَيْهَا

اسے ہمارے پروردگار! وہ نماز پڑھا کریں۔ تو لوگوں کے دلوں  
کو ان کی طرف مائل کر دے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فِي الصَّلَاةِ عَلَى آدَمَ:

حضرت آدمؑ پر درود و صلوٰۃ کے سلسلہ میں  
حضرت کی دعا۔

بارِ الہا! وہ آدمؑ جو تیری آفرینش کے نقشِ بدیع اور  
خاک سے پیدا ہونے والوں میں تیری ربوبیت کے  
پہلے معترف اور تیرے بندوں اور تیری مخلوقات پر  
تیری پہلی حجت اور تیرے عذاب سے تیرے دامن  
عفو میں پناہ مانگنے کی راہ دکھانے والے اور تیری  
بارگاہ میں توبہ کی راہیں آشکارا کرنے والے اور تیری  
معرفت اور تیرے مخلوقات کے درمیان وسیلہ بننے  
والے ہیں۔ وہ کہ جن پر خصوصی کرم و احسان اور  
مہربانی کرتے ہوئے انہیں وہ تمام باتیں بتلا دیں  
جن کے ذریعہ تو ان سے راضی و خوشنود ہوا وہ  
کہ جو توبہ و انابت کرنے والے ہیں۔ جنہوں نے تیری  
معصیت پر اصرار نہیں کیا۔ جو تیرے حرم میں سرمنڈوا  
کر بجز و فروتنی کرنے والوں میں شامل ہیں۔ وہ جو  
مخالفت کے بعد اطاعت کے وسیلہ سے تیرے  
عفو و کرم کے خواہشمند ہوئے اور ان تمام انبیاء کے  
باپ ہیں جنہوں نے تیری راہ میں اذیتیں اٹھائیں۔  
اور زمین پر بسنے والوں میں سب سے زیادہ تیسری  
اطاعت و بندگی میں سعی و کوشش کرنے والے  
ہیں۔ ان پر اسے مہربانی کرنے والے تو اپنی جانب  
سے اور اپنے فرشتوں اور زمین و آسمان میں بسنے  
والوں کی طرف سے رحمت نازل فرما۔ جس طرح

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آدَمَ كَاَدَمَ بَدِيعِ  
فِطْرَتِكَ وَاَوَّلِ مُعْتَرِفٍ مِنَ الطَّيِّبِ  
بِرُبُوبِيَّتِكَ وَبِكُرْمِ حُجَّتِكَ عَلَى  
عِبَادِكَ وَالدَّلِيلُ عَلَى اِلَهِيَّةِ جَارَةِ  
بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَالنَّاسِ حُجْمِ  
سُبُلِ تَوْبَتِكَ وَالْمُتَوَسِّلُ بَيْنَ  
الْخَلْقِ وَبَيْنَ مَعْرِفَتِكَ وَالَّذِي  
لَقَيْتَهُ مَا رَضِيتَ بِهِ عَنْهُ  
بِسَنَّتِكَ عَلَيْهِ وَرَحْمَتِكَ لَهُ  
وَالْمُنِيبُ اِلَيْكَ كَمَنْ يُصِرُّ  
عَلَى مَعْصِيَتِكَ وَسَابِقُ  
الْمُعَذَّلِيْنَ بِعَلْنِ نَاسِهِ فِي  
حَرَمِكَ وَالْمُتَوَسِّلُ بَعْدَ  
الْمَعْصِيَةِ بِالطَّاعَةِ اِلَى  
عَفْوِكَ وَاَبْوَالِ تَلْبِيَاؤِ الَّذِينَ  
اَوْذَوْا فِي جَلْبَتِكَ وَكَثُرُوا  
سُكَّانِ الْاَرْضِ سَعْيًا فِي  
طَاعَتِكَ فَصَلِّ عَلَيْهِ اَنْتَ  
يَا رَحْمَنُ وَ مَلَا يُكْثُكَ وَ  
سُكَّانُ سَمَوَاتِكَ وَاَرْضِكَ  
كَمَا عَظَّمَ حُرْمَاتِكَ وَ

وَدَلَّكَ عَلَى سَبِيلِ مَرْضَاتِكَ  
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ -

انہوں نے تیری قابلِ احترام چیزوں کی عظمت ملحوظ رکھی۔  
اور تیری خوشنودی و رضا مندی کی طرف ہماری رہنمائی کی۔  
اسے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

آسمان کا نیلگون شامیاد ستاروں کی قندیلوں سے آراستہ تھا۔ آفتاب و مہتاب کی آمد و شد سے بہار افروز مٹیوں  
اور کیف افزا شاموں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ مگر فطرت کی اس رنگینی و رعنائی سے لطافت اندوز ہونے والی آنکھیں ہنوز محو  
خواب تھیں۔ دریاؤں کی تہہ میں موتی اور بہاؤوں کے دامن میں محل و جواہر بکھرے ہوئے تھے۔ مگر انہیں آدینہ تاج بنانے  
والی کوئی ہستی نہ تھی۔ اجڑائے ارضی میں قوتِ نامیہ برباد رہی تھی۔ مگر کوئی نہ تھا جو اس سے فائدہ اٹھا کر زمین کو چین  
و لالہ زار میں تبدیل کرتا کہ قدرت نے خرابہ عالم کو بے بسا نہ اور عظمت کو دہریں اُجالا کرنے کے لئے تخلیقِ آدم کی طرح  
ٹوالی۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

إِنِّي خَالِقُ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ  
مِّن حَمَإٍ مَّسْنُونٍ -

میں غیر کی ہوئی مٹی سے جو (سوکھ کر) کھٹکھٹانے لگے  
ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں؟

جب صنّاعِ ازل نے مٹی کا پتلا بنایا اور اس کی نوک ہلک درست کونے کے بعد اس میں رُوح پھونکی تو زندگی کے  
خود نال بکھر آئے جس دستور کی دنیا آباد ہو گئی، اور خدا کے آگے جھکنے والی پیشانیوں آدم کے سلسلے سبب تعظیمی کے  
لئے جھک گئیں۔ آدم نے آنکوشِ حیات میں کرٹ ہلتے ہی زبان سے الحمد للہ رب العلمین کہہ کر اپنے خالق و  
پروردگار کی ربوبیت کا اعتراف کیا جو حضرت نے مٹی سے خلق ہونے والوں میں انہیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا پہلا معترف  
اسی بنا پر فرمایا ہے۔ تو اس کی ربوبیت و خالقیت کے اول معترف تھے جو اولین مخلوق تھے اور اس وقت جب کہ آدم  
کے وجود کی بنیاد بھی نہ رکھی گئی تھی۔ ان کی تسبیح و تہلیل کی آوازوں سے عورتی قضا گونج رہی تھی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:-

كنت نبيا واحم بين الماء و  
الطين

میں اُس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم اب گل کے پردہ  
میں نہاں تھے؟

بہر حال جب آدم کی تخلیق مکمل ہو گئی تو قدرت نے کچھ عرصہ کے لئے جنت کی بہار آفرین فضاؤں میں انہیں ٹھہرایا تاکہ  
اپنی جائے بازگشت کو دیکھ لیں اور دنیا کی رنگینیوں میں اس کی یاد باقی رہے۔ آدم اس سکون پر و فضا میں راحت فرما رہے  
سے ہمکنار تھے۔ اور عیش و نعمت میں زندگی کے دن بسر کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کی ہر نعمت سے بہر مند  
ہونے کی اجازت دے رکھی تھی۔ مگر ایک خاص درخت کے پھل سے یہ کہہ کر روک دیا تھا کہ لا تقربا هذه الشجرة۔  
تم دونوں اس درخت کے نزدیک بھی نہ جانا۔ مگر شیطان نے جو حضرت آدم کی طرف سے اپنے دل میں کینہ و عناد رکھتا  
تھا، اُن سے کہنے لگا کہ:-

يَا آدَمُ هَلْ أَدَبَكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ  
وَمَلَكَ لِابْنِي -

ہے آدم! کیا میں تمہیں ہمیشگی کے درخت اور ایسی بادشاہی  
کا پتہ دوں؟ جو ناقابلِ زوال ہے۔

آدم درختِ خلد اور دائمی تقرب کے حصول کے لئے اس کے بیلکائے میں آگئے اور اس درخت کا پھل کھا یا جس کے  
نتیجہ میں قدرت کی طرف سے عتاب کے آثار ظاہر ہوئے۔ جنت کی فضا اجنبی سی نظر آنے لگی۔ جسم سے لباس جدا ہو گیا۔  
آدم یہ دیکھ کر گھبرائے۔ اپنے کئے پر نادم و شیمان ہوئے اور اللہ سے کیجئے کلمات کا واسطہ دے کر اس کے حضور گڑ گڑائے  
توبہ و انابت کا اہتمام پھیلایا۔ آخر اللہ نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

تَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ  
فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ  
الرحيم -

آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمے کیجئے پھر اللہ تعالیٰ  
ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔ اور وہ توبہ قبول کرنے والا بڑا  
مہربان ہے۔

توبہ قبول کرنے کے بعد انہیں جہاں کے لئے خلق فرمایا تھا وہاں پر اتر جانے کا حکم دیا اور زمین کو اُن کے لئے جلائے  
قرار و جائے انتفاع قرار دیا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مَسْقَدٌ  
مِمَّا عَمِلْتُمْ -

تمہارے لئے زمین میں شہر و اور ایک وقت مقرر تک  
غائبہ اٹھانا ہے۔

حضرت آدمؑ کے واقعہ میں قرآنی تعبیرات کچھ اس قسم کے ہیں جن سے ان کا گنہگار ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ علامہ انبیا  
کی مزیں بعثت کے پیش نظر معصوم ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلا شبہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں عاصی کہا گیا ہے۔  
جیسا کہ ارشادِ باری ہے:- وَغَضِبْنَا آدَمَ رَبُّهُ آدَمُ نَسِيَ آيَاتِهِ الَّتِي كُنْ يُظَاهَرُ بِهَا وَنَافَرَانِي كِي - اور عصیان و نافرمانی کا لازمی  
نتیجہ دوزخ ہے۔ جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے:-

وَمَنْ يَعْصِ أَمْرًا مِنْ رُسُلِهِ فَإِنَّ لَهُ  
نَارَ جَهَنَّمَ -

جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرتا ہے اس  
کے لئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے۔

لہذا جب آدمؑ عصیان کے نتیجہ میں دوزخ کے مستحق قرار پائے تو اُن کی عصمت کہاں باقی رہ سکتی ہے۔ کیونکہ ہر وہ فعل  
جس کی سزا جہنم ہو وہ یقیناً گناہ اور عصمت کے منافی ہوتا ہے۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ انہیں گمراہ اور ہدایت سے منحرف قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ الہی ہے فَوَعْنَى "وہ گمراہ ہو گئے" غرابت  
کے معنی گمراہی کے ہیں۔ چنانچہ خداوندِ عالم نے ارشادِ ہدایت کے مقابلہ میں اسے بیان کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-  
قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ -

تیسرا شبہ یہ ہے کہ انہیں درخت کے قریب جانے کے بعد توبہ کی احتیاج ہوئی۔ اور توبہ کسی امرِ ناپسندیدہ ہی کے  
نتیجہ میں ہو سکتی ہے۔ چنانچہ خداوندِ عالم نے ان کی توبہ کا ذکر قبولیتِ توبہ کے ضمن میں اس طرح کیا ہے کہ:-  
فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ  
اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ وہ یقیناً بہت توبہ قبولی

کرتے والا بڑا مہربان ہے۔

الترجیعہ۔

چوتھا شبہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک ایسے فعل کا ارتکاب کیا جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:-  
 العاقل حکما عن تلکما الشجرة۔  
 کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہیں روکا تھا؟

اور پہلی منبر کے ارتکاب ہی کا نام گناہ ہے۔

پانچواں شبہ یہ ہے کہ وہ درخت کے پاس جانے کے نتیجہ میں ظالم ٹھہرے۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے:-

ولا تقربا هذه الشجرة فتکونا  
 من الظالمین۔  
 اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ ورنہ ظلم کرنے والوں میں  
 سے ہو گے۔

اور ظلم خواہ کسی نوعیت کا ہو عصمت کے منافی ہے۔

پہٹا شبہ یہ ہے کہ حضرت آدمؑ نے خود اپنے نقصان رسیدہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ان  
 کی ذیالیٰ ارشاد ہے:-

دان لعل تغفلنا ورحمنا لنکون  
 من الخسیرین۔  
 اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کھائے گا  
 تو ہم بلاشبہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

اور نقصان کا ترتب گناہ ہی پر ہو سکتا ہے۔

ساتواں شبہ یہ ہے کہ وہ شیطان کے بہکانے میں آگئے جس کے بعد انہیں جنت سے نکلنا پڑا۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے:-  
 فاولیہما الشیطان عنہما فاخرجہما  
 منہما کانا فیہ۔  
 شیطان نے ان کو وہاں سے ڈنگ لگایا تو انہیں اس حالت  
 سے جس میں تھے نکلوا دیا۔

اور جو لغزش شیطان ملعون کے بہکانے کا نتیجہ ہو وہ بہر حال عصمت سے سازگار نہیں ہو سکتی۔

پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ عصیان کے معنی امر الہی کی مخالفت کے ہیں۔ خواہ وہ امر بطور واجب ہو خواہ بطور ندب استحب  
 اگر امر واجب کی مخالفت ہو تو وہ گناہ ہے جس پر سزا مرتب ہوتی ہے۔ اور اگر ندب و استحبانی ہو تو اس کی مخالفت کو گناہ نہیں قرار  
 دیا جاسکتا۔ اس طرح امر ارشادی کی مخالفت بھی گناہ نہیں ہے۔ اگرچہ امر ندب و استحبانی کی مخالفت کو بھی عصیان سے تعبیر کیا  
 جاتا ہے۔ اور امر ارشادی کی مخالفت پر بھی عصیان کا اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ امر متہ بشرب الذواہ  
 فعصائی۔ میں نے اسے دوا کے پینے کا حکم دیا مگر اس نے میری نافرمانی کی۔ اسی طرح ابن المنذر نے یزید ابن مہلب امیر  
 خراسان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:-

امرتک اما جازما فعصیتنی فاصبحت مملوفا نادما

میں نے تمہیں ایک پختہ اور سوچی سمجھی ہوئی دوائے دی مگر تم نے میری نافرمانی کی جس کے نتیجہ میں تمہیں امدت سے محروم  
 اور شرسار ہونا پڑا۔

ابن دوقل مشاوی میں امر ارشادی ہے جس کی حیثیت صرف ایک مشورہ دوائے کی ہوتی ہے جس میں مخاطب ہی

کا مفاد ملحوظ ہوتا ہے اور اس کی غلات و رزق پر قہراً کچھ مفاسد مرتب ہوتے ہیں۔ جیسے کسی کو سنکھیا سے پرہیز کرتے کا مشورہ دیا جائے تاکہ وہ ہلاکت و تباہی سے دو چار نہ ہو۔ اسی طرح حضرت آدمؑ کو درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا، تاکہ وہ ان مغزوں سے بچے رہیں جو اُس کھانے کا قہری نتیجہ تھیں۔ چنانچہ خداوند عالم نے حضرت آدمؑ علیہ السلام کو جب درخت کے پاس جانے سے منع کیا تو اُس کے مفاسد سے بھی آگاہ کر دیا۔ اس طرح کہ انہیں شیطان ملعون کی دشمنی سے متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

لا یخرب جنکم من الجنة فتنسی  
ان ذلک الاتجموع فیہا ولا تعزى  
وانک لا تظماء فیہا ولا  
تعضی۔

ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں جنت سے نکال دے کہ تم بد بختی  
مول لو۔ بیشک تمہارے لئے یہاں یہ سامان ہے کہ تم یہاں  
نہ بھوکے ہو گے۔ نہ برہنہ اور نہ پیاس اور دھوپ سے  
سابقہ پڑے گا۔

اگر یہ اس قسم کی نہیں ہوتی جس کی مخالفت گناہ قرار پاتی ہے۔ تو بھوک، پیاس اور عریانی و تیش کے بجائے اللہ تعالیٰ اپنے غضب و انتقام کا ذکر کرتا۔ لیکن یہ کچھ نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ اس نہیں کی حیثیت صرف نہیں ارشادی کی تھی۔ جس کی خلاف ورزی گناہ نہیں ہے۔ مگر آدمؑ کی رخصت و بلند پاگی کی بنا پر اسے عصیان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور یہ عصیان کی نسبت صرف حضرت آدمؑ کی طرف دی گئی ہے۔ حالانکہ حضرت خوا علیہا السلام بھی نہیں میں شریک تھیں اور کھانے میں بھی شریک، اور جنت سے نکلنے میں بھی شریک ہیں مگر ہر منزل پر شریک ہونے کے باوجود ان کی طرف عصیان کی نسبت نہیں ہے۔ اگر یہ بھی حرمت کی بنا پر ہوتی تو حوا کو انگ نہ کیا جاتا۔ اور وہ اس عصیان میں شریک قرار پائیں۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ صرف ترکِ ادنیٰ تھا جو نبوت کی وجہ سے عصیان کہلایا۔ اور ترکِ اولیٰ وہی ہے جو بعض کے اعتبار سے قابلِ مواخذہ اور بعض کے اعتبار سے قابلِ مواخذہ نہ ہو۔ اس لئے شریک نہیں ہونے کے باوجود حوا کی خلاف ورزی کو عصیان نہیں کہا گیا۔

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ عزایت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان کسی مقصد کو حاصل کرنا چاہے اور صحیح طریق کار اختیار نہ کرنے کی وجہ سے اپنے مقصد میں ناکام رہے۔ چنانچہ ایک شاعر کا قول ہے۔

فمن یلقی بخیدا یحمد الناس امدا  
ومن یغول یعدم علی الغی لاھما

”جو اپنے مقصد کو پالیتا ہے لوگ اس کی مدح و ستائش کرتے ہیں۔ اور جو ناکام رہتا ہے اسے اس ناکامی پر ملامت کرنے والا بھی ملتا ہے۔“

چنانچہ حضرت آدمؑ علیہ السلام کا اصل مقصد تقربِ الہی تھا جس کا وسیلہ انہوں نے درخت کے پھل کو قرار دیا۔ چنانچہ شیطان ملعون نے اُن سے کہا کہ۔

ما نہاکم ربکم عن ہذہ الشجرة  
الا ان تكونوا ملکین او تكونوا

تمہارے پروردگار نے تم دونوں کو درخت (کا پھل کھانے)  
سے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ مباحا تم دونوں فرشتے

من الخالدين -

بن باؤ یا ہمیشہ ہمیشہ یہی رہ جاؤ۔

چونکہ مقصد حضرت آدمؑ کا حصولِ تقرب تھا لذتِ اندوزی و شکم پروری۔ اس لئے لحاظِ مقصد تو بھل کھانے کو گناہ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن حصولِ تقرب کا جو اسے وسیلہ قرار دینا چاہا وہ وسیلہ ثابت نہ ہو سکا جس کے نتیجہ میں وہ محروم و ناکام رہے اور اسی محرومی و ناکامی کو عاقبت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تیسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ بیشک حضرت آدمؑ نے اپنے فعل پر نادم ہوتے ہوئے توبہ کی۔ لیکن توبہ کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی گناہ ہی کے نتیجہ میں ہو۔ کیونکہ توبہ کا مطلب اپنے کسی فعل یا ترک پر نادم ہونا اور یہ ندامت استجابی و نذابی امر کے ترک پر بھی ہو سکتی ہے۔ اور خاصاً ان خدا اپنے مقام و منزلت کے پیشِ نظر امرِ مذہب کے ترک، اور فعلِ مکروہ کے ارتکاب پر نادم و پشیمان ہوتے اور اسے گناہ تصور کرتے ہوئے اس سے توبہ کرتے ہیں۔

چوتھے شبہ کا جواب یہ ہے کہ ہر مہیٰ منہ کا ارتکاب گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ نہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تحریمی اور دوسرے تنزیہی۔ نہی تحریمی کا مطلب یہ ہے کہ اس کی خلاف ورزی گناہ ہو اور اس پر سزا و عقوبت صیح ہو۔ اور نہی تنزیہی کا مطلب یہ ہے کہ اس سے کدو کشی پسندیدہ ہو مگر اس کے ارتکاب پر سزا و عذاب نہ ہو۔ اس مقام پر نہی، نہی تحریمی نہیں ہے اس لئے کہ اگر یہ نہی تحریمی ہوتی تو اس پر حضرت آدمؑ سزا کے مستحق ہوتے۔ اور انبیاء کی شان اس سے کہیں بلند تر ہے کہ ان کے لئے سزا و عقوبت کو تجویز کیا جاسکے۔ اور پھر یہ کہ نہی تحریمی ایک تکلیف شرعی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور جنت مقامِ محل نہیں ہے جہاں ان پر امر و نہی کے فدیہ کوئی تکلیف مائد ہوتی۔ لہذا جنت کے دارا لجزاء ہونے کے لحاظ سے اس نہی کو نہی تنزیہی قرار دیا جائے گا۔ جس کی خلاف ورزی ترکِ اولیٰ شمار ہوتی ہے۔ گناہ و معصیت۔ البتہ اس ترکِ اولیٰ کا طبعی نتیجہ اس طرح ظاہر ہوا کہ ان کے بدن سے لباس اُتر دیا گیا اور جنت سے اُتار دیئے گئے اور اسے سزائے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ اسی زمین کو آباد کرنے کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ ممکن ہے کہ جنت میں ان کے قیام کی مدت کچھ اور طویل ہو جاتی، کہ ترکِ اولیٰ کے باعث حکمتِ الہی اس کی مقتضی ہوئی کہ انہیں مقصدِ تخلیق کی تکمیل کے لئے جلد زمین پر اُتار دیا جائے اور یہ ترکِ اولیٰ زمین کی آباد کاری کا ذریعہ قرار پا گیا۔ چنانچہ حدیثِ قدسی میں وارد ہوا ہے کہ :-

انی جعلت معصیۃ آدم سبباً للعسار العالی

پانچویں شبہ کا جواب یہ ہے کہ ظلم کے معنی حدودِ الہیہ کو نظر انداز کر کے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے :-

ومن یتعد حد اللہ فاولئک

ہم الظالمون -

ہیں وہی لوگ ظالم ہیں۔

اور یہ حدود کبھی بطورِ وجوب و الزام ہوتے ہیں۔ اور کبھی بطورِ استحباب و مذہب۔ اگر حد کی پابندی بطورِ وجوب ہو تو اس سے متجاوز ہونا گناہ قرار پائے گا۔ اور اگر بطورِ مذہب و استحباب ہو تو اس سے متجاوز ہونا ترکِ اولیٰ ہوگا۔ اور ترکِ اولیٰ معصیت کے منافی نہیں ہے۔

چھٹے شبہ کا جواب یہ ہے کہ خسران کے معنی کسی منفعت سے محرومی کے ہیں اور منفعت سے محرومی اور محرومی سے اور

گناہ اور چیز ہے۔ چنانچہ مستحب اور کو ترک کرنا گناہ نہیں ہے مگر خسران یعنی ثواب سے محرومی اس میں بھی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت آدمؑ نے ترکِ اولیٰ کے ارتکاب سے ان لاشدوں اور منفعتوں کو کھو دیا جو انہیں حاصل تھیں۔ اور یہی نقصان و خسران ہے۔

ساتویں شبہ کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کا جنت سے نکلنا اور دین پر اترنا سزا بھگتنے کے لئے نہ تھا اس لئے کہ آدمؑ تو پیدا ہی خلافتِ ارضی کے لئے ہوئے تھے۔ اور اپنے قلم و مملکت میں آتا سزا مستور نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر آدمؑ کے لئے جنت دارالعمل اور دنیا دارالجزا ہوتی حالانکہ جنت دارالجزا اور دنیا دارالعمل ہے۔ اور پھر ایک قول کی بنا پر حضرت آدمؑ کے ہیوط کا واقعہ توبہ کے قبول ہونے کے بعد ہوا۔ تو جب توبہ قبول ہو گئی تو اس کے بعد سزا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ سزا و عقاب کا کوئی عمل رہتا ہے۔ چنانچہ ہیوطِ آدمؑ کے سلسلہ میں ارشادِ باری ہے :-  
عطیٰ ادم رتبہ نفوے شر  
اجتباہ رتبہ نقاب علیہ  
ورہدی قال اهبطا منها  
جملعاً۔

اس آیت میں ہیوط کا تذکرہ توبہ کے بعد ہے۔ اور اسے سزا و عقوبت کے نتیجہ کے طور پر بیان نہیں کیا۔ بلکہ صاف ظاہر ہے کہ ان کے مقصدِ تخلیق کے پیش نظر انہیں زمین پر اتارا۔ اور اس قول کی تائید امیر المؤمنین علیہ السلام کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے :-

لوربط اللہ سبحانہ فی توبتہ و  
لقاہ کلمۃ رحمۃ و وعدۃ المرد  
الیٰ جنتہ و اہبطہ الیٰ دارالبلیۃ  
و تناسل الذریتہ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کے لئے توبہ کا دامن پھیلا دیا، انہیں رحمت کے گلے سکھائے، جنت میں دوبارہ پہنچانے کا ان سے وعدہ کیا اور انہیں دارالابتلا و عمل افزائشِ نسل قرار دیا۔

کرب و مصیبت سے تحفظ اور لغزش و  
خطا سے معافی کے لئے حضرت کی دعا

اے میرے معبود! میرے دشمنوں کو میری حالت پر  
دل میں خوش ہونے کا موقع نہ دے اور میری وجہ  
سے میرے کسی شخص و دوست کو رنجیدہ خاطر نہ کر۔  
بارِ الہا! اپنی نظرِ عنایات میں سے ایسی نظر توبہ میرے

وَمِنْ خُفَاةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فِي الْكَرْبِ وَالْإِقَالَةِ؛

إِلَهِي لَا تُثَبِّتْ بِي عَدُوِّي وَلَا  
تُفَجِّعْ بِي حَبِيبِي وَصَدِيقِي إِلَهِي  
هَبْ لِي كَعْظَةً مِنْ كَعْظَاتِكَ  
تُكْثِفُ بِهَا عَنِّي مَا ابْتَلَيْتَنِي بِهِ

وَتَعِيدُنِي إِلَىٰ أَحْسَنِ عَادَاتِكَ  
عَلَيْكَ مَا اسْتَجِبْتُ دُعَائِي وَدُعَاءَ  
مَنْ أَخْلَصَ نَكَدًا مَعَكَ فَقَدْ  
صَغَفْتُ غَوِي وَفَلْتُ حَبْلِي  
وَأَشْكُتُ حَالِي وَأَيْسْتُ مَتَاعِي عِنْدَ  
خَلْقِكَ فَتَعَبُّوْا بَنِي آدَمَ جَاوِدًا  
إِلَهِیَّ إِنَّ قُدْرَتِكَ عَلَىٰ كُفْرٍ مَا  
أَنَا فِيهِ كَقُدْرَتِكَ عَلَىٰ مَا أَبْتَغِيكَ  
بِهِ وَإِنَّ دُكْرَ عَوَاسِيكَ يُؤْنِسُنِي  
وَالرَّجَاءُ فِي إِنْعَامِكَ وَقَضَايِكَ  
يُغَوِّنِي لِأَنِّي لَمْ أَخْلُ مِنْ عَيْتِكَ  
مُنْذُ خَلَقْتَنِي وَأَنْتَ إِلَهِیَّ  
مُفَرِّعِي وَمَلْجَأِي وَالْعَافِي  
لِي وَالذَّابُّ عَنِّي الْمُتَحَنِّنُ عَلَيَّ  
الرَّحِيمُ فِي التَّكْفِيلِ بِرِزْقِي فِي  
قَضَائِكَ كَانَ مَا خَلَقَنِي وَ  
يَعْلَمُكَ مَا صُرْتُ إِلَيْهِ فَاَجْعَلْ  
بَيْنَ قَلْبِي وَرَسِيدِي مَتَاعًا قَدَرْتُ  
وَقَضَيْتُ عَلَيَّ وَحَشَنْتُ عَافِيَتِي  
وَمَا فِيهِ صَلَاحِي وَخَلَاحِي  
مِمَّا أَنَا فِيهِ قِيَانِي لَكَ أَتَجَوِّا  
لِدَمْعِ ذُلِكَ عَلَيْكَ وَلَا  
أَعْتَمِدُ فِيهِ إِلَّا عَلَيْكَ فَكُنْ  
يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ عِنْدَ  
أَحْسَنِ ظَنِّي بِكَ وَأَجْزَلُ  
صَغْفِي وَفَلَّةَ حَبْلِي وَ  
أَشْبُتُ كُزْبَتِي وَاسْتَجِبْ

شامل مال فرا جس سے تو ان مصیبتوں کو مجھ سے مال  
وے جن میں مجھے مبتلا کیا ہے اور ان احسانات کی طرف  
مجھے پلادے جن کا مجھے خور بنایا ہے اور میری دعا اور  
ہر اس شخص کی دعا کو جو صدق نیت سے مجھے پکارے  
قبول فرما۔ کیونکہ میری قوت کمزور، پارہ ہوئی کی صورت  
ناپید، اور حالت سخت سے سخت تر ہو گئی ہے اور جو کچھ  
تیرے مخلوقات کے پاس ہے اس سے میں بالکل ناامید  
ہوں۔ اب تو تیری پہلی نعمتوں کے دوبارہ حاصل ہونے  
میں تیری امید کے علاوہ کوئی صورت باقی نہیں رہی۔  
اسے میرے معبود! جن رنج و آلام میں گرفتار ہوں۔  
ان سے چھٹکارا دلانے پر تو ایسا ہی قادر ہے۔ جیسا  
ان چیزوں پر قدرت رکھتا ہے جن میں مجھے مبتلا کیا  
ہے۔ بے شک تیرے احسانات کی یاد میرا دل بہلاتی  
اور تیرے انعام و تفضل کی امید میری ہمت بندھاتی  
ہے۔ اس لئے کہ جب سے تو نے مجھے پیدا کیا ہے۔  
میں تیری نعمتوں سے محروم نہیں رہا۔ اور تو ہی اے  
میرے معبود! میری پناہ گاہ، میرا ملجا، میرا محافظ  
دہشت پناہ، میرے حال پر شفیق و مہربان اور میرے  
رزق کا ذمہ دار ہے، جو مصیبت مجھ پر وارد ہوئی  
ہے وہ تیرے فیصلہ قضا و قدر میں اور جو میری موجودہ  
عالت ہے وہ تیرے علم میں گزر چکی تھی۔ تو اے میرے  
مالک و سرور! جن چیزوں کو تیرے فیصلہ قضا و قدر  
نے میرے حق میں طے کیا اور لازم و ضروری قرار دیا  
ہے ان چیزوں میں سے میری اطاعت اور وہ چیز  
جس سے میری بہبودی اور جس حالت میں ہوں اس  
سے رہائی وابستہ ہے قرار دے۔ کیونکہ میں اس مصیبت  
کے ٹانے میں کسی سے امید نہیں رکھتا اور نہ اس

دَعَوْتِي وَأَقْلَبِي عَثَرِي قَامَتِي  
عَلَى يَدَيْكَ وَ عَلَى كُلِّ دَاعٍ  
لَكَ أَمْرِي يَا سَيِّدِي  
بِالدُّعَا وَ تَكَلَّمْتَ بِالْإِجَابَةِ  
وَوَهَّدَكَ الْحَقُّ الْيَدِي لَا  
خُلْفَ فِيهِ وَلَا تَبْدِيلَ  
قَصَلٍ عَلَى مُعْتَدٍ نَبِيٍّ  
وَعَبِيدِكَ وَ عَلَى الظَّاهِرِينَ  
مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَ آغْشِي  
فِيكَ غِيَاثٌ مِّنْ لَا غِيَاثَ  
لَهُ وَ جِزْرٌ مِّنْ لَا جِزْرَ لَهُ وَ  
أَنَا الْمُسْتَظَرُّ الْيَدِي أَوْ جَبَّتْ  
إِجَابَتُهُ وَ كَشَفَ مَا بِهِ  
مِنَ الشُّكِّ فَأَجِبْنِي وَ  
الْكَفِّ عَنِّي وَ تَزَيَّجْ عَنِّي وَ  
أَعِدْ حَافِي إِلَى أَحْسَنِ مَا  
كَانَتْ عَلَيْهِ وَ لَا تَجَاوِزْنِي  
بِالْإِسْتِخْفَافِ وَ الْكِفِّ بِرَحْمَتِكَ  
الَّتِي وَ سِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ يَا ذَا  
الْجَلَالِ قَالِي كَرَامٍ صَلِّ عَلَى  
مُعْتَدٍ وَ عَلَى آلِ مُعْتَدٍ قَاسِمِ  
وَأَجِبْ يَا عَزِيزُ-

سلسلہ میں تیرے علاوہ کسی پر بھروسہ کرتا ہوں تو اے  
جلالت و بزرگی کے مالک میرے اس حسن ظن کے  
مطابق ثابت ہو جو مجھے تیرے بارے میں ہے اور میری  
کمزوری و بے چارگی پر رحم فرما۔ میری بے چینی کو  
دور کر۔ میری دُعا قبول فرما۔ میری غلطی و لغزش کو معاف  
کر دے اور مجھے بد اور جو بھی تجھ سے دُعا مانگے عفو و  
درگزر کر کے احسان فرما۔ اے میرے مالک! تو نے  
مجھے دُعا کا حکم دیا اور قبولیت دُعا کا ذمہ لیا۔ اور تیرا  
وعدہ ایسا سچا ہے۔ جس میں خلاف ورزی و تبدیلی  
کی گنجائش نہیں ہے۔ تو اپنے نبیؐ اور عہدِ خاص محمدؐ  
اور اُن کے اہل بیت اطہارؑ پر رحمت نازل فرما۔ اور  
میری فریاد کو پہنچ۔ کیونکہ تو اُن کا فریاد رس ہے جن  
کا کوئی فریاد رس نہ ہو۔ اور اُن کے لئے پناہ ہے جن  
کے لئے کوئی پناہ نہ ہو۔ میں ہی وہ مضطرب و لاچار ہوں جس  
کی دُعا قبول کرنے اور اس کے دکھ درد کے دور کرنے  
کا تو نے التزام کیا ہے۔ لہذا میری دُعا کو قبول فرما۔ جس  
علم کو دور اور میرے رنج و اغزوہ کو برطرف فرما اور میری  
حالت کو بہل حالت سے بھی بہتر حالت کی طرف پلٹا دے  
اور مجھے استعناق کے بعد اجردہ دے بلکہ اپنی اس رحمت  
کے لحاظ سے جزا دے جو تمام چیزوں پر چھائی ہوئی ہے  
اسے جلالت و بزرگی کے مالک تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور  
آلِ محمدؐ پر اور میری دُعا کو کُسن اور اُسے قبول فرما اے  
قالب! اے صاحبِ اقتدار!-

حضرت نے اس دعا کے شروع میں اُن مصائبِ آلام سے بچاؤ کی التجا کی ہے جو دشمنوں کی شامت اور دوستوں کے  
لئے اذیت کا باعث ہوتے ہیں۔ شامت کا مطلب ہے کہ دشمن اپنے کسی حریف کو رنج و مصیبت اور کرب و اغزوہ میں دیکھ  
کر بغل پر ہمدردی کا اظہار کرے اور باطنی خوش ہو۔ اور یہ شامت اور ہمدردانہ لہجہ میں طنز کی آمیزش انتہائی روحانی اذیت کا  
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

بانت ہوتی ہے۔ ادما نیا و خاصانِ فلا کرٹھے سے کڑے گھونٹ پینے کے باوجود اس کی تلخی سے پناہ مانگتے تھے۔ چنانچہ حضرت ایوبؑ کے متعلق وارد ہوا ہے کہ جب اُن کی تمام اولاد مر گئی، مال ہوشی تلف ہو گئے اور خود مختلف بیماریوں کا ہدف بن گئے تو خداوندِ عالم نے اُن کے صبر و شکر کے نتیجہ میں انہیں پہلے سے بڑھ کر نعمتیں دیں۔ اس موقع پر ان سے پوچھا گیا کہ زمانہ ابتلاؤں آزمائش میں کون سی مصیبت آپ پر سب سے زیادہ گراں گزری؟ آپ نے فرمایا کہ دشمنوں کی شہادت اور ان کا اظہارِ رنج و افسوس کے ساتھ خند و زیر لب۔ اسی شہادت کی تلخی کی بنا پر عباس ابن مرداس سلمی کے یہ دو شعر امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی زبان سے نقل جایا کرتے تھے:

فان تسلیننی کیف انت فانی صبور علی ریب الزمان صلیب  
اگر تم مجھ سے پوچھتی ہو کہ کیسے ہو؟ تو سنو کہ میری زبان کی سختیاں جھیل سے جاسنے میں بڑا مضبوط اور کوہ صبر و تحمل ہیں۔  
یَعِزُّ عَلٰی اَنْ تَذٰی بٰی کَا نَبِتْ فِی شِمْتِ عَادَا وِیْسَاءِ حَبِیْبِ

"مجھے یہ گوارا نہیں کہ مجھ میں حزن و غم کے آثار دکھائی پڑیں کہ دشمن خوش ہونے لگیں اور دوستوں کو رنج پہنچے۔  
حضرت شہادت اعداد سے دعائے تحفظ کے بعد اللہ تعالیٰ کی نگاہِ کرم و نگاہِ مرحمت کی انتہا کرتے ہیں کیونکہ موت و حیات، عزت و ذلت، صحت و بیماری اور فقر و غنا سب اسی نظرِ الہی کا کرشمہ و نتیجہ ہیں۔ چنانچہ حضرت ہی کا ارشاد ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ لَوَحًّا مَّحْضُوظًا یُّبَیِّنُ لَیَّ کلِّ یَوْمٍ ثَلَاثَ مِائَةِ لَحْظَةٍ لِّیْسَ فِیْهَا لَحْظَةٌ اِلَّا وَیَحِیْ مِنْهَا وَیَمِیْتُ وَیَعِزُّ وَیَذَلُّ وَیُفَعِّلُ مَا یَشَآءُ۔  
اللہ تعالیٰ کے لئے ایک لوح محفوظ ہے جس پر وہ ہر روز تین سو مرتبہ نظر ڈالتا ہے اور ہر نظر کے نتیجہ میں وہ کسی کو زندگی دیتا ہے کسی کو موت، کسی کو عزت دیتا ہے کسی کو ذلت اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

اس نگاہِ لطف و مرحمت کے بعد انسان صبر و استقامت سے اپنی امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ اور اس کے علاوہ ہر فرد سے مایوس و ناامید ہو جاتا ہے۔ کیونکہ راجد صادق وہی ہے جس کے بعد دنیا کی ہر مخلوق سے استغنا دے بی نیاز ہو جائے۔ اور یہ بے نیازی اس پر درجا کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے بجائے دوسروں سے امید رکھتا ہے۔ وہ سرایا فقر و احتیاج نظر آتا ہے۔ اگرچہ مال و دولت رکھتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے والا فقر و تنگ دستی میں بھی غنی دے بی نیاز رہتا ہے۔ اس لئے کہ اُسے یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود رزق کا ضامن و کفیل ہے اور وہ زندگی کے کسی دور میں اس کا سلسلہ بند نہیں کرے گا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلٰی اَسْمٰئِیْ یَوْمَیْنِ یَکُونُ رِزْقُہَا عَلٰی سَیْطَرِیْنِ۔  
اس نے زمین پر پلٹنے پھرنے والی ہر مخلوق کی روزی کا ذمہ لیا ہے۔

اس کے بعد اپنے مصائبِ محن کے سلسلہ میں تضادِ قدرِ الہی کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح کہ جو مصائب و آلام مجھ پر وارد ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علم اور فیصلہٴ تضاد و قدر کے مطابق ہیں۔ مسئلہٴ تضاد و قدر ان دقیق مسائل میں سے ہے۔

اس میں سطلی ذہنیت کے لوگ غور و فکر سے اطمینان و یقین کی روشنی حاصل نہیں کر سکتے بلکہ باریکیاں اور کاوشیں اُسے اور پیچیدہ بنا دیتی ہیں۔ اسی لئے حوام کو اس میں غرور و غرض اور رذوکد سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین علیہ السلام ایک شخص نے قضاء و قدر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: "مجدد حقیق لا تلجہ"۔ یہ ایک گہرا سمندر ہے اس میں نہ اُترو، اس نے پھر پوچھا تو فرمایا: "طریق مظلوم لا تسلكہ"۔ یہ ایک تاریک راستہ ہے اس میں قدم نہ اٹھاؤ، پھر پوچھا تو فرمایا: "سوا اللہ لا تتکلفہ"۔ یہ اللہ تم کا ایک راز ہے اسے جاننے کی زحمت نہ اٹھاؤ یہ عقل کی دراندازی اندہم و ادراک کی نارسائی ہی ہے، جو انسان کو کبھی جبر کی طرف لے جاتی ہے اور کبھی تفویض تک پہنچا دیتی ہے۔ چنانچہ اس قضا و قدر میں فکر و تعمق کے نتیجہ میں ایک گروہ جبر کا قائل ہو گیا اس طرح کہ انسان سے جو افعال بھی صادر ہوتے ہیں وہ ان کے بجا لانے پر مجبور ہے اور اپنی اچھائی، برائی، نفع و نقصان کے سلسلہ میں اسے ذرا اختیار نہیں ہے۔ اور ایسے گروہ تفویض کا قائل ہو گیا۔ اس طرح کہ انسان سے جو افعال بھی صادر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علم و ارادہ سے برابر اس کی قضا و قدر سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ مگر اقامہ میر نے جو راہ اختیار کی ہے وہ ان دونوں راہوں کے درمیان جاتی ہے اور دونوں سے بچ کر نکلتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

لا جبر ولا تفویض ولكن امر لا جبر ہے نہ تفویض، بلکہ حقیقت ان دونوں کے

بین الامین - بین بن ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نہ تو خدا کی طرف سے بندوں پر جبر ہے اور نہ ان کے افعال و اعمال کو اپنے قضا و قدر کے مدار سے باہر رکھا ہے۔ بلکہ انسان نیک اعمال بجالاتا ہے تو اس لئے کہ اس کے ارادہ و اختیار کے ساتھ لطف و توفیق الہی شریکِ حال ہوتی ہے۔ اور بُرے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے لئے کہ اس نے با اختیار خود ایسی صورت پیدا کر لی ہے کہ اس سے توفیق سلب ہو جاتی ہے اور اللہ اس کے خود اختیاری افعال کے نتیجہ میں اسے عزاہیوں میں بھگنے کے لئے کھلا چھوڑ دیتا ہے۔ اس "امو بین" امور میں کہ اس طرح سمجھنا چاہیے کہ کسی کے گھر میں بجلی نصب ہو تو وہ جب چاہے روشنی کر سکتا ہے اور جب چاہے اندھیرا۔ مگر اس اختیار کے باوجود ایک لحاظ سے مجبور بھی ہے، وہ اس طرح، کہ جو بجلی کے مرکز پر سلسلہ و کار فرما ہے وہ اسے بند کر دے تو یہ لاکھ ٹن دبائے تاروں میں برقی رد نہیں دوڑا سکتا۔ کیونکہ بجلی کا مرکز اس کے مدار و اختیار سے باہر ہے۔

خوف و خطر کے موقع پر حضرت کی

دعا :-

اے میرے مہربان تیرے غضب کو کوئی چیز روک نہیں سکتی سوا تیرے علم کے، اور تیرے عذاب سے

دُعَاؤُكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِمَّا

يَخَافُهُ وَيَحْذَرُهُ

إِلٰهِكَ لَيْسَ يَرُدُّ غَضَبَكَ  
إِلَّا جَلْمُكَ وَلَا يُنْجِي مِنْ عِقَابِكَ

إِلَّا عَفْوُكَ وَلَا يُخَلِّصُ مِنْكَ  
إِلَّا رَحْمَتُكَ فَاسْتَعِزُّ بِإِلَهِكَ  
قُلُوبِي يَا إِلَهِي قَرِّبْهَا بِالْفَقْدَةِ  
الَّتِي بِهَا تُخَيِّئُ مَبِيتَ الْبَلَاءِ وَ  
بِهَا تُنْشِرُ أَمْوَاحَ الْعِبَادِ وَلَا  
تُهْلِكُنِي وَغِيْرَتِي الْإِجَابَةِ يَا  
رَبِّ فَارْقِنِي وَلَا تَضَعْنِي وَ  
الْبُصْرَتِي وَارْقِنِي وَ عَافِنِي  
مِنَ الْأَلْقَاتِ يَا رَبِّ إِنَّ سُوءَ قُنُوتِي  
قَسَمٌ يَضَعُنِي وَإِنْ تَضَعْنِي لَنْ  
يَرْفَعُنِي وَقَدْ عَلِمْتُ يَا إِلَهِي أَنَّ  
كَيْسَ فِي حُكْمِكَ ظِلْمٌ وَلَا فِي  
نِقْمَتِكَ عَجَلَةٌ إِلَّا مَا يَجْعَلُ  
مِنْ يَخَافُ الْفَوْتَ وَبَحْتَاجُ  
إِلَى الظُّلْمِ الطَّعِيفُ وَقَدْ تَعَالَيْتَ  
عَنْ ذَلِكَ يَا سَيِّدِي عَلُوًّا كَبِيرًا  
رَبِّ لَا تَجْعَلْنِي لِلْبَكَاءِ مُخْرَجًا  
وَلَا لِنِقْمَتِكَ نَصَبًا وَمَقْلُوبًا  
وَكُفِّرْنِي وَأَقِلْنِي عَنِّي وَ  
لَا تُثَبِّعْنِي بِالْبَكَاءِ فَقَدْ  
كَدَى ضَعْفِي وَقِلَّةَ حِيلَتِي  
فَصَبِّرْنِي فَإِنِّي يَا رَبِّ  
ضَعِيفٌ مُسْتَعِزٌّ إِلَيْكَ  
يَا رَبِّ وَاعُوْذُ بِكَ مِنْكَ  
فَاعِزِّنِي وَاسْتَجِبْ بِكَ  
مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ فَأَجِزْنِي  
وَاسْتَعِزُّ بِكَ فَاسْتُرْنِي

کوئی چیز چھڑا نہیں سکتی۔ سوا تیرے عفو و کرم کے۔ اور  
تجھ سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی سوا تیری رحمت اور  
تیری بارگاہ میں تضرع و زاری کے۔ اسے میرے  
معبود! تو اس قدرت کے ذریعہ جس سے مردہ زمینوں  
کو زندہ کرے گا اور بندوں کی (مردہ) روحوں کو زندگی  
دے گا، مجھے کشائش و فارغ البالی عطا کر اور تباہ و برباد  
نہ ہونے دے۔ اور (موت سے پہلے) قبولیت دعا سے  
آگاہ کر دے۔ اسے میرے پروردگار اور مجھے رفعت و  
سر بلندی دے اور پست و نگو تسار نہ کر۔ اور میری آلود  
فرما اور مجھے روزی دے۔ اور آفتوں سے حفظ و امان  
میں رکھ۔ پروردگار! اگر تو مجھے بلند کرے تو پھر کون  
مجھے پست کر سکتا ہے، اور اگر تو پست کرے  
تو کون بلند کر سکتا ہے۔ اور اسے میرے معبود!  
مجھے بخوبی علم ہے کہ تیرے حکم میں ظلم کا شائبہ نہیں  
ہے اور نہ تیرے انتقام میں جلدی۔ جلدی تو وہ کرتا  
ہے جسے موقع کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ  
ہوتا ہے۔ اور ظلم کرنے کی ضرورت اُسے پڑتی ہے  
جو کمزور و ناتواں ہوتا ہے۔ اور تو اسے میرے مالک!  
اس سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے۔ اسے میرے  
پروردگار! مجھے بلا و مصیبت کا ہدف اور اپنے  
عذاب کا نشانہ نہ بنا۔ اور مجھے ہلکت دے اور میرے  
علم و اندوہ کو دور کر۔ میری لغزش سے درگزر فرما اور  
مصیبت میرے پیچھے نہ لگا کہ کیونکہ میری کمزوری و بیچاریگی  
تیرے سامنے ہے۔ تو مجھے صبر و ثبات کی ہمت دے۔  
کیونکہ اسے میرے پروردگار! میں کمزور اور تیرے  
آگے گرا گڑا آنے والا ہوں۔ اسے میرے پروردگار!  
میں تجھ سے تیرے ہی دامن رحمت میں پناہ مانگتا

يَا سَيِّدِي مِمَّا أَخَافُ وَ  
أَحْذَرُ وَأَنْتَ الْعَظِيمُ  
أَعْظَمُ مِنْ كُلِّ عَظِيمٍ  
يَا إِلَهِي اسْتَرْسُ  
يَا اللَّهُ يَا اللَّهُ يَا اللَّهَ يَا  
اللَّهُ يَا اللَّهَ يَا اللَّهَ يَا اللَّهَ  
يَا اللَّهَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ  
آلِ مُحَمَّدٍ الطَّيِّبِينَ وَسَلِّمْ  
كَثِيرًا۔

ہوں۔ لہذا مجھے پناہ دے اور ہر مصیبت و ابتلا سے  
تیرے ہی دامن میں امان کا طلب گار ہوں۔ لہذا مجھے  
امان دے۔ اور تجھ سے پردہ پوشی چاہتا ہوں۔ لہذا  
جن چیزوں سے میں خوف و ہراس محسوس کرتا ہوں  
اُن سے اُسے میرے مالک اپنے دامن حفظ و حمایت  
میں چھپا لے اور تو عظیم اور ہر عظیم سے عظیم تر ہے  
میں تیرے اور صرف تیرے اور محض تیرے ذریعہ پردہ  
حفظ و امان میں چھپا ہوا ہوں۔ اے اللہ! اے  
اللہ! اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ!  
اے اللہ! اے اللہ! تو محمد اور اُن کی پاک و پاکیزہ  
آل پر رحمت اور کثیر سلامتی نازل فرما۔

یہ دُعا دنیا کے آلام و مصائب اور سوئے انجام سے بچاؤ کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے علم کو اس  
کے غضب و انتقام سے مانع، اس کے مغرور گزروں کو سزا و عقوبت سے ہراس اور اس کی رحمت اور اس کی بارگاہ میں تضرع و عاجزی  
کو نہایت اغوی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس کا علم اُسے نہ آتا تو اس کا سبیل غضب و کاندہ جاسکتا۔ اور مغرور و محنت کی کار  
فرمان نہ ہوتی تو بخشش و نہایت کی کوئی صورت پیدا نہ ہوتی۔ کیونکہ تعالیٰ نے عدل تعزیر و عقوبت ہے اور اس تعالیٰ نے کو صرف  
رحمت ہی دیا جاسکتی ہے جو اُس کے غضب سے سابق ہے۔ مغرور و محنت کے ذکر کے بعد اس کے اقتدار کی طرف اشارہ  
کیا ہے کہ وہ خشک زمینوں میں شادابی اور مردوں میں حیات پیدا کرے سکتا ہے۔ تو پھر کیا بعید ہے کہ وہ تنگی و سختی  
کو وسعت و کشائش سے، اور فقر و احتیاج کو خدادیہ نیازی سے بدل دے۔ جبکہ وہی رزق و مالیت کا بخشنے والا  
اور رفعت و بلندی دینے والا ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی اختیار و اقتدار نہیں رکھتا۔ وہ جسے پست کرنا چاہے۔  
اُسے کوئی اوج و عروج پر نہیں پہنچا سکتا، اور جسے ذلیل کرنا چاہے اُسے کوئی عزت و رفعت نہیں دے سکتا اور جسے  
اپنی نصرت سے محروم کرنا چاہے اُسے کوئی مدد نہیں دے سکتا۔ اور ان تمام صورتوں میں اُس کا عدل ہی کار فرما ہوتا ہے  
اور کسی مرحلہ پر ظلم نہیں کرتا۔ اس لئے کہ ظلم کی ضرورت اُسے ہوتی ہے جو کمزور و ناتوان ہو۔ بنا پر کہ اُسے یہ اندیشہ  
ہوتا ہے کہ عدم تشدد کی صورت میں اقتدار و تسلط میں کمی رونما ہو جائے گی، اور جو ہر لحاظ سے توانا و غالب ہے اُسے  
اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے ظلم کی احتیاج ہی کیا ہے۔ اسی طرح وہ گنہگاروں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اس لئے  
کہ جلدی وہ کرتا ہے جسے یہ خطرہ ہو کہ مجرم و گنہگار اُس کے پنجرے سے نکل بھاگے گا۔ اور جس کا محیط اقتدار ہمہ گیر ہو اُسے  
یہ اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی اس کی گرفت سے آزاد اور اُس کے مدبر مملکت سے باہر نکل جائے گا۔ اور پھر وہ ہر عظیم

کے عظیم تر ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز اس کی مخلوق اور ہر شخص اس کا پروردہ ہے۔ اور اپنی زندگی و بقا میں اس کا دست لگ رہا ہے۔ اور جو محتاج و درمست ہو وہ آزاد کیسے رہ سکتا ہے۔

حضرت سنے دعا کے آخر میں اللہ کا نام بار بار لیا ہے۔ یہ تکرار حفظ و التذاد اور طلب و الحاج کے لئے ہے۔ اور اذکار و اذرا و اور دعا و عبادت میں انسان خدا کی زبان پر اللہ کا نام ہی زیادہ آتا ہے اور یہ نام اس کے ناموں میں سب سے بلند تر، مشہور اور نمایاں ہے اور قبل اسلام جہاں اور مجودوں کے نام تجویز کر لئے گئے تھے وہاں ایک آن دیگی ہستی کا تصور بھی تھا۔ جو اللہ کے نام سے موسوم کی جاتی تھی۔ چنانچہ باطنیت کے دور میں بعید کی زبان سے نکلا ہوا یہ شعر اس کا شاہد ہے۔

دکل نحیو لامحالة نراطل !

الا کل شیء ما خلا الله باطل

”ویکھو! اللہ کے علاوہ ہر چیز بے حقیقت اور ناپائیدار ہے اور ہر نعمت کے لئے بہر حال فنا و زوال ہے“

اس نام میں اور اللہ تم کے دوسرے ناموں میں یہ فرق ہے کہ اس کے تمام ناموں کو اس نام کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے جیسے یہ کہ اللہ رحیم ہے، ورحمن ہے، قادر ہے، مگر اسے دوسرے ناموں کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا کہ یہ کہا جائے کہ رحیم اللہ ہے، ورحمن اللہ ہے، قادر اللہ ہے۔ کیونکہ اللہ اہم ذات ہے اور دوسرے اسماء صفاتی ہیں۔ لہذا جس طرح اوصاف کا انتساب ذات کی طرف ہوتا ہے اسی طرح اس کے صفاتی نام اہم ذات کی طرف منسوب ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

وَاللّٰهُ اَسْمَاؤُ الْمَحْسَنٰی قَادِعُوْہُ

اللہ ہی مشنوں والے نام اللہ ہی کے لئے ہیں لہذا اسے

انہی ناموں سے پکارا کرو:-

بھلا۔

دوسرے یہ کہ یہ نام صرف خالق عالم کے لئے مخصوص ہے اور کسی اور پیماس کا اطلاق نہ حقیقتاً ہوتا ہے نہ مجازاً۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

هَلْ تَعْلَمُوْہُ سَمِیْئًا۔

کیا تمہارے علم میں اس کا ہمنام کوئی اور بھی ہے:-

تیسرے یہ کہ یہ اس ذات پر دلالت کرتا ہے جو جامع جمیع صفات ہے۔ اور چونکہ اہم ذات ہے لہذا ہر اس صفت پر ملوی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے لئے تجویز ہو سکتی ہے بخلاف دوسرے ناموں کے کہ وہ صرف ایک ایک صفت پر دلالت کرتے ہیں جیسے قادر صفت قدرت پر ہے، عالم صفت علم پر، رحیم صفت رحمت پر۔

چوتھے یہ کہ یہ نام معنوی اعتبار سے اس ہستی کی نشان دہی کرتا ہے جو معبودیت و اوستیت کی حامل ہو۔ چنانچہ یہ نام اگر تالہ سے مشتق ہے تو اس کے معنی ہوں گے ”وہ ذات جو عبادت و پرستش کی سزاوار ہے اور تالہ کے معنی قہر کے ہیں اور تالہ سے مشتق ہے تو اس کے معنی ہوں گے ”وہ ذات جس کی طرف مخلوقات اپنے مقاصد و حوائج کے لئے رجوع کرتی ہے۔ اور تالہ کے معنی رجوع کرنے اور سہارا ڈھونڈنے کے ہیں۔ اور وہ اسے مشتق ہے تو اس کے معنی ہوں گے وہ ذات جس کے بچنے میں عقل و دانش و حیرت و اداک متعیر و درماندہ ہیں اور وہ اس کے معنی خیر کے ہیں۔ اور تالہ

سے مشتق ہے تو اس کے معنی ہوں گے وہ ذات جو عقول و افہام سے بالاتر اور آنکھوں سے مخفی ہے اور لہ کے معنی بلند و برتر اور پوشیدہ ہونے کے ہیں۔ اور یہ تمام معانی اسی ذات کے لئے ہو سکتے ہیں جو خالق کائنات مبداء اول اور معبود حقیقی ہو۔

پانچویں یہ کہ اس نام کے حروف میں سے جتنے حروف چاہے کم کر دیجئے! پھر بھی اس کی دلالت اسی ذاتِ واحد ویکتا پر ہوتی ہے۔ چنانچہ سید نعمت اللہ جزاؤں نے کتاب مشارق الانوار سے نقل کیا ہے کہ اللہ میں سے الف نکال دیا جائے تو خدا رہ جائے گا۔ اور لام نکال دیا جائے تو الہ رہ جائے گا۔ اگر الف اور لام نکال دیا جائے تو لہ رہ جائے گا۔ اور اگر الف کے ساتھ دونوں لام نکال دیئے جائیں تو ہا رہ جائے گا۔ جو داؤ کے ساتھ مل کر ھو کی صورت میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور یہ تمام الفاظ اسی کی ذات پر دلالت کرتے ہیں۔

ہفتہ کے سات دنوں میں حضرت

کے پڑھنے کی دعائیں

دعائے روز یک شنبہ

اس اللہ تم کے نام سے مدد مانگتا ہوں جس کے فضل و کرم ہی کا امیدوار ہوں اور جس کے مدد ہی سے اندیشہ ہے۔ اسی کی بات پر مجھے بھروسہ ہے۔ اور اسی کی رستی سے وابستہ ہوں۔ اسے عفو و خوشنودی کے مالک! میں تجھ سے ظلم و جبر، زمانہ کے انقلابات، غم و غم کے ہیوم، جویم اور نازل ہونے والی مصیبتوں سے پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے کہ آخرت کا ساز و سامان اور زائر راہ مہیا کرنے سے پہلے ہی مدت حیات ختم ہو جائے اور تجھ ہی سے ان چیزوں کی رہنمائی چاہتا ہوں جن میں اپنی بہبودی اور دوسروں کی فلاح و مددستی کا سامان ہو اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں ان باتوں کی جن میں اپنی فلاح و کامرانی اور دوسرے کو کامیاب بنانے کی صورت مضمر ہو۔ اور تجھ ہی سے خواہشمند ہوں لباس عافیت (کے پہنانے) اور اسے اتمام تک پہنچانے کا اور سلامتی کے شامل حال ہونے اور اس کے دائم و برقرار رہنے کا اور تیرے ہی ذریعہ اسے میرے پروردگار پناہ مانگتا ہوں شیطان کے دوسروں سے۔ اور تیرے ہی تسلط و اقتدار کے ذریعہ تحفظ چاہتا ہوں فرمانرواؤں کے ظلم و جبر سے تو

وَمِنْ دُعَائِهِمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي الْإِيَّامِ السَّبْعَةِ :

دُعَاءُ يَوْمِ الْاَحَدِ :-

بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا آخِزَ إِلَّا  
فَعْلُهُ وَلَا آخِزَ إِلَّا عَدْلُهُ  
وَلَا آخِزَ إِلَّا كَوْلُهُ وَلَا آخِزَ إِلَّا  
إِلَّا مَحَبَّتُهُ بِكَ أَسْتَعِيزُ يَا ذَا  
الْعَفْوِ وَالرِّضْوَانِ مِنَ الظُّلْمِ  
وَالْعُدَاوَانِ وَمِنْ غَيْرِ الزَّمَانِ وَ  
كَوَائِدِ الْأَحْزَانِ وَمِنَ الْقِصَاصِ  
الْمُدَّهِ كَبَلِ الْعَاقِبِ وَالْعُدَّةِ  
وَأَيَّكَ أَسْتَغِيثُ يَا فِيهِ السَّلَامُ  
وَالْوَهْلَامُ وَبِكَ أَسْتَعِينُ فِيمَا  
يَعْتَكِرُ بِهِ النَّجَاحُ وَالْإِلْجَامُ  
وَأَيَّكَ أَسْتَعِيزُ فِي بَاسِ الْعَافِيَةِ  
وَكَيْفَ مَعَهَا وَشُمُولِ السَّلَامَةِ وَ  
دَوَائِهَا وَاعْوِذُ بِكَ يَا رَبِّ  
مِنَ تَهَمُّاتِ الشَّيَاطِينِ  
وَأَخَازِئِ سُلْطَانِكَ مِنْ جَوْرِ  
السَّلَاطِينِ كَتَقَبَّلُ مَا كَانَتْ  
مِنْ صِلَتِي وَصَوْبِي وَاجْعَلْ  
عِدِّي وَمَا بَعْدَكَ الْفَضْلَ مِنْ

سَاعِيٍّ وَيَوْمِيَّ وَأَعِزَّنِي فِي  
عَشِيرَتِي وَكُوْمِي وَاحْفَظْنِي  
فِي يَفْطِيٍّ وَكُوْمِي فَأَنْتَ  
اللَّهُ خَيْرُ حَافِظٍ وَأَنْتَ  
أَرْحَمُ النَّاجِيَيْنِ - اللَّهُمَّ  
إِنِّي أَبْتَغِي إِلَيْكَ فِي يَوْمِي هَذَا  
وَمَا بَعْدَهُ مِنَ الْإِحَادِ مِنَ  
الْيُسْرِ وَالْإِحَادِ وَالْخِلَاصِ  
لَكَ دُعَائِي كَعَزْمَتِنَا يَلُوحَاةٍ  
وَأَقِيْمْ عَلَى طَاعَتِكَ  
رَجَاءً لِلْإِثَابَةِ فَصَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ خَيْرِ خَلْقِكَ النَّاسِ  
إِلَى حَقِّكَ وَأَعِزَّنِي بِعِزِّكَ  
الَّذِي لَا يُضَامُ وَاحْفَظْنِي  
بِعِزِّكَ الْغِيَّ لَا تُنَامُ وَ  
اسْتَعِزْ بِالْإِغْطَاءِ إِلَيْكَ أَمْرِي  
وَيَا تَعَالِي عُنِّي إِنَّكَ  
أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ -

میری گزشتہ نمازوں اور روزوں کو قبول فرما اور کل کے  
دن اور اس کے بعد کے دنوں کو آج کی گھڑی اور آج  
کے دن سے بہتر قرار دے اور مجھے اپنے قوم و قبیلہ میں  
عزت و توقیر دے اور خواب و بیداری کی حالت میں  
میری حفاظت فرما۔ تو ہی وہ اللہ ہے، جو سب  
سے بہتر نگران و محافظ ہے اور تو ہی سب رحم کرنے  
والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! میں  
تیری بارگاہ میں اس اتوار اور بعد کے اتواروں میں  
شرک و بے دینی سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔  
اور قبولیت کی خاطر خلوص نیت کے ساتھ تجھ سے  
دُعا کرتا ہوں اور بائید ثواب تیری اطاعت و فرمان  
برداری پر برقرار ہوں۔ لہذا تو بہترین غلام اور حق  
کے غلام سے (حضرت) محمدؐ پر رحمت نازل فرما اور  
اپنی اس عزت کے وسیلہ سے جسے مغلوب نہیں کیا  
جاسکتا مجھے عزت و بزرگی دے اور اپنی اس آنکھ  
سے میری حفاظت فرما جو خواب آلودہ نہیں ہوتی اور  
میرے ہر کام کا انجام اپنے دامن سے وابستہ اور میری  
علم کا خاتمہ اپنی مغفرت و آمرزش پر قرار دے۔ بلاشبہ  
تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

لحے ساعتوں میں اور ساتھیوں دنوں میں اور دن ہفتوں میں وصال کر اور ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیلی  
ہو کر بکے پھلے ہاتھوں کی طرح اڑتے چلے جا رہے ہیں جنہیں نہ کہیں ٹھہراؤ ہے نہ قرار۔ اور انہی گریز پالموں اور مختصر دنوں  
کے مجموعہ کا نام زندگی ہے۔ جب یہ دن سمٹ جائیں گے تو زندگی کا شیرازہ بکھر جائے گا اور دنوں کے ختم ہوتے ہی زندگی ختم ہو  
جائے گی۔ اس لحاظ سے ایک ایک دن بلکہ ایک ایک دقیقہ اور ایک ایک لمحہ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ ایک دن  
کے گزرنے سے ہمدی زندگی میں ایک دن کی کمی ہو جاتی ہے۔ اور یہ دن اتنا قیمتی سرمایہ ہے کہ جب ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو  
پھر کبھی واپس نہ آتا۔ اس دولت رفتہ کو واپس نہیں لاسکتے۔ اگر زندگی کی کچھ قیمت ہے تو دن کی قیمت سے انکار  
نہیں کیا جاسکتا۔ اور زندگی کی کچھ اہمیت ہے تو دن کی اہمیت بھی مسلم ہوگی۔ یہی ایک دن ہمارے لئے تباہی و

ہلاکت کا پیش خمیہ ہو سکتا ہے اور اسی ایک دن سے زندگی کے لئے مفید نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں اور زندگی کی ناہمواریوں کو ہموار کیا جاسکتا ہے۔ وہ بھی دن ہے جو مفسدوں کو جنم دیتا، مہلک کن برائیوں میں کٹتا اور ہرگز شستہ کی نیکیوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ اور وہ بھی دن ہے جو اصلاح نفس و تہذیب کو دار اور توبہ و اتابیت میں گزرتا ہے اور پچھلے گناہوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جاتا ہے۔ دن ہونے میں دونوں برابر ہیں مگر نتائج کے لحاظ سے ان میں اتنا ہی فرق ہے جتنا زہر اور تریاق اور جہنم کے شعلوں اور فردوس کے لالہ نازوں میں۔ لہذا زندگی اور اس کے آب کو کامیاب بنانے کے لئے دن کے لمحات کو کامیاب بنانے کی ضرورت ہے۔ اور دن کو کامیاب بنانے کے لئے ہمارے سامنے وہ عملی شاہیں موجود ہیں جو آل محمد کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور ان کے ایسے تعلیمات بھی ہیں جن کی پیروی ہماری زندگی کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ جب انسان ان کی قائم کردہ بنیادوں پر اپنی زندگی کی تعمیر کرتا ہے تو وہ صرف اپنی ہی زندگی کو کامیاب نہیں بناتا۔ بلکہ دنیا سے انسانیت کے لئے ایک شاہی کردار کا نمونہ بن کر دوسروں کو کامیابی کی راہیں دکھاتا ہے۔ چنانچہ یہ ”ہفتہ ہیکل“ یعنی ہفتہ کے سات دنوں کی سات دعائیں ان تعلیمات پر مشتمل ہیں جو مبداء و معاد سے وابستگی پیدا کر کے زندگی کو کامیابی کی شاہراہ پر گامزن کرتے ہیں اور ایک ایک دن کی اہمیت کی طرف متوجہ کر کے اللہ تعالیٰ سے ٹو لگانے، اس کے عدل کے تقاضوں سے ڈرنے، شرک و الحاد سے بچنے، حقوق اللہ و حقوق العباد سے عہدہ برآ ہونے، زادِ آخرت کے مہیا کرنے اور صرف اُسی سے اُمید کی وابستہ کرنے کی اہمیت واضح کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر شخص ذہنی لحاظ سے کسی الجھن میں یا جسمانی اعتبار سے کسی تکلیف میں مبتلا یا کسی پیش آئند خطرہ سے ہراساں ہوتا ہے۔ اُسے اپنے دن کی ابتداء اس دعا سے کرنا چاہیے جو اس دن سے مخصوص ہے تاکہ اللہ تعالیٰ سے رجوع و وابستگی، معائب و آلام، حوادث و فتن اور بلیات و آفات سے مامون و محفوظ رہ سکے۔

زیر نظر دعا روز یک شنبہ کی دعا ہے جس میں زمانے کے حوالہ، دنیا کے رنج و اندوہ، شیطان کے وساوس اور سلاطین جور کے ظلم و ستم سے پناہ مانگی ہے اور اس کے ساتھ دنیا و آخرت کی کامیابی، عزت و توقیر، صحت و سلامتی، فلاح و پہچودی، اعمالِ صالحہ کی توفیق، روزہ و نماز کی پزیرائی، دعا کی قبولیت اور حسین انجام اور خاتمہ بالآخر کی القاء کی ہے اور انہی چیزوں میں زندگی کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

## دُعائے روزِ دوشنبہ

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ جب اس نے زمین و آسمان کو خلق فرمایا تو کسی کو گواہ نہیں بنایا۔ اور جب جانداروں کو پیدا کیا تو اپنا کوئی مددگار نہیں ٹھہرایا۔ الوہیت میں کوئی اکس کا شریک، اور

## دُعائے یَوْمِ الدِّينِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَوْنُ یُشِہِدُ  
اَحَدًا حِیْنَ قَطَرَ السَّمٰوٰتِ  
وَلَا اَرٰہُ وَلَا اَتَّخَذَ مُعِیْنًا  
حِیْنَ بَرَأَ السَّمٰوٰتِ کَوْنُ یُشَارِکُ

فِي الْإِلَهِيَّةِ وَكَوَيْظَاهِرَ فِي  
الْوَحْدَانِيَّةِ كَلَّتِ الْأَسْرَابُ  
عَنْ غَايَةِ صِفَتِهِ وَالْعُقُولُ  
عَنْ كُنْهِ مَعْرِفَتِهِ وَكَلَامُ صَفَتِ  
الْجَبَابِرَةِ لِكَيْبَتِهِ وَعَنْتِ الْوُجُوهُ  
لِعَظَمَتِهِ وَأَلْقَادُ كُلِّ عَظِيمٍ  
لِعَظَمَتِهِ فَذَلِكَ الْحَمْدُ مُتَوَاتِرًا  
مُتَّسِقًا وَمُتَوَالِيًا مُسْتَوْثِقًا وَ  
صَلَوَاتُهُ عَلَى رَسُولِهِ أَبَدًا وَ  
سَلَامُهُ دَائِمًا سَرْمَدًا اللَّهُمَّ  
اجْعَلْ أَوَّلَ يَوْمِي هَذَا مَبْلَغًا  
وَأَوْسَطَهُ قَلْبًا وَآخِرَهُ نَجَاحًا  
وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ يَوْمٍ أَوَّلُهُ  
تَذَرٌ وَأَوْسَطُهُ جَزَمٌ وَآخِرُهُ  
وَجَعَمٌ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَغْفِرُكَ  
لِكُلِّ نَذْرٍ نَذَرْتُهُ وَكُلِّ وَعْدٍ  
وَعَدْتُهُ وَكُلِّ عَهْدٍ عَاهَدْتُهُ  
ثُمَّ لَمَّا رَأَى بِهِ وَأَسْأَلُكَ  
فِي مَطَالِبِ عِبَادِكَ عِنْدِي  
فَأَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبِيدِكَ أَوْ  
أَمَةٍ مِنْ أَمَتِكَ كَانَتْ لَهُ  
بِسَبِي مَظْلَمَةٌ ظَلَمْتُهَا لِنَافٍ  
فِي نَفْسِهِ أَوْ فِي عِرْضِهِ أَوْ فِي  
مَالِهِ أَوْ فِي أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ  
أَوْ غَيْبَةٍ أَعْتَلْتُهَا بَيْنَهُ أَوْ  
تَحَامُلٍ عَلَيْهِ يَسِيرٍ أَوْ  
هَوًى أَوْ آفَةٍ أَوْ حَيْثُ أَوْ رِشَاقٍ

وحدت (و انفرادیت سے منصوص ہونے) میں کوئی اس  
کا معاون نہیں ہے۔ زبانیں اس کی انتہائی صفات  
کے بیان کرنے سے گنگ اور عقلیں اس کی معرفت کی  
تہہ تک پہنچنے سے عاجز ہیں۔ جابر و سرکش اس کی  
ہیبت کے سامنے جھکے ہوئے، پسرے نقاب  
خشیت اور ڈرے ہوئے اور عظمت والے اس کی  
عظمت کے آگے سر اٹکندہ ہیں۔ تو بس تیرے ہی لئے  
حمد ستائش ہے پے در پے۔ لگاتار مسلسل و  
پیہم۔ اور اس کے رسول پر اللہ تعالیٰ کی ابدی رحمت  
اور دائم و جاودانی سلام ہو۔ بار الہا! میرے اس دن  
کے ابتدائی حصہ کو صلاح و درستی، درمیانی حصہ کو  
فلاح و بہبودی اور آخری حصہ کو کامیابی و کامرانی سے  
ہمکنہ قرار دے۔ اور اس دن سے جس کا پہلا حصہ  
خوب، درمیانی حصہ بے تابی اور آخری حصہ دردِ عالم  
لئے ہو، تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ بار الہا! میرا اس  
نذر کے لئے جو میں نے مانی ہو، ہر اس وعدہ کی نسبت  
جو میں نے کیا ہو اور ہر اس عہد و پیمان کی بابت جو  
میں نے باندھا ہو پھر کسی ایک کو بھی تیرے لئے پورا نہ  
کیا ہو تجھ سے معذور بخشش کا خواستگار ہوں اور جیسے  
بندوں کے ان حقوق و مظالم کی بابت جو مجھ پر عاید  
ہوتے ہیں۔ تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے بندوں میں  
سے جس بندے کا اور تیری کینزوں میں جس کینز کا  
کوئی حق مجھ پر ہو، اس طرح کہ خود اس کی ذات یا  
اس کی عزت یا اس کے مال یا اس کے اہل و اولاد  
کی نسبت میں مظلمہ کا مرتکب ہوا ہوں یا غیبت کے  
ذریعہ اس کی بدگوئی کی ہو یا (اپنے ذاتی) رجمان یا  
کسی خواہش یا عورت یا خود پسندی یا ربا، یا عصیت

أَوْ عَصِيْبَةٍ غَائِبَةٍ كَانَ أَوْ شَاهِدًا  
أَوْ حَيًّا كَانَ أَوْ مَيِّتًا فَتَقْصُرَتْ  
بِدِي وَصَنَاقِي وَتُحْيِي عَنْ مَرَدِّهَا  
إِلَيْهِ وَالتَّحَلُّلِ مِنْهُ فَاسْأَلْكَ  
يَا مَنْ يَمْلِكُ الْعُلُجَاتِ وَهِيَ  
مُسْتَجِيبَةٌ لِتَسْلِيَتِهِ وَمُسْرِعَةٌ  
إِلَى إِرَادَتِهِ أَنْ تُعَلِّيَ عَلَيَّ فَحْمَتِي  
وَعَلِّي إِلِيَّ مُحَمَّدٍ وَأَنْ تُرْضِيَنِي  
عَنِّي بِمَا شِئْتَ وَتَهَبْ لِي  
مِنْ عِنْدِكَ رَحْمَةً إِنَّكَ لَا  
تَنْقُصُكَ الْمَغْفِرَةُ وَلَا  
تَقْصُرُكَ الْمَوْجِبَةُ يَا أَرْحَمَ  
الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ أَذِلِّي  
فِي كُلِّ يَوْمٍ اثْنَيْنِ نِعْمَتَيْنِ  
مِنْكَ يُثَلِّينِ سَعَادَةً فِي  
أَوَّلِهِ بِطَاعَتِكَ وَنِعْمَةً فِي  
آخِرِهِ بِمَغْفِرَتِكَ يَا مَنْ  
هُوَ إِلَالَهُ وَلَا يُغْفَرُ  
الذَّنُوبُ سِوَاهُ -

مے اس پر ناجائز دباؤ ڈالا ہو چاہے وہ غائب ہو  
یا حاضر و زندہ ہو یا مرگیا ہو، اور اب اس کا حق ادا  
کرنا یا اس سے تحلیل تیرے دسترس سے باہر اور  
میری طاقت سے ہال ہو تو اسے وہ جو حاجتوں کے  
بر لاسنے پر قادر ہے اور وہ حاجتیں اس کی مشیت  
کے زیر فرمان اور اس کے ارادہ کی جانب تیزی سے  
بڑھتی ہیں میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو محمدؐ اور  
ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرمائے اور ایسے شخص کو  
جس طرح تو چاہے مجھ سے راضی کر دے اور مجھے اپنے  
پاس سے رحمت عطا کر۔ بلاشبہ مغفرت و آمرزش  
سے تیرے ہاں کوئی کمی نہیں ہوتی اور نہ بخشش عطا  
سے تجھے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے اسے رحم کرنے  
والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔ یا اے اللہ!  
تو مجھے دو شنبہ کے دن اپنی جانب سے دو نعمتیں  
رحمت فرما۔ ایک یہ کہ اس دن کے ابتدائی حصہ میں تیری  
اطاعت کے ذریعہ سعادت حاصل ہو اور دوسرے یہ کہ  
اس کے آخری حصہ میں تیری مغفرت کے باعث نعمت  
سے بہرہ مند ہوں۔ اے وہ کہ وہی معبود ہے اور اس  
کے علاوہ کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔

اس دعا میں ابتداء اللہ کی وحدت و یگانگی، استغناء و بے نیازی، عظمت و کبریائی اور اس کے صفات کی کثرت  
سے عقول انہام کی در ماندگی کا تذکرہ ہے اور صمیمیت کی اکثر و بیشتر دعاؤں میں ایسی پر زیادہ زور دیا گیا ہے کہ خالق کائنات یکتا  
و یگانہ ہے۔ یہ اس لئے کہ توحید خالص ہی دین کا سرچشمہ اور اسلام کے قہر و قہر کی خستہ قول ہے۔ اگر عقیدہ توحید مستحکم نہ  
ہو گا تو مذہب و ملت کی جو عمارت بھی کھڑی کی جائے گی تزلزل و نا پائیدار ہوگی۔ اس بنیادی و اساسی چیز کے تذکرہ کے بعد  
ذمہ اور عہدہ پیمان کے ایفاء اور حقوق العباد کی اہمیت اور اس فریضہ سے عہدہ براہ ہونے کی دعائیں پیرایہ میں تسلیم دی ہے  
اور یہ طریقہ تبلیغ و تلقین براہ راست بندہ موعظت سے زیادہ مؤثر و دل نشین ہوتا ہے۔

نذر یہ ہے کہ انسان اللہ کے لئے کسی ایسے امر کے بجالانے یا ترک کرنے کا اپنے اوپر التزام کرے جس میں شرعاً

رجان پایا جاتا ہو۔ اس نذر پر طبعاً یہ قائد مترتب ہوتا ہے کہ انسان فرائض کی پابندی کا خوگر ہو جاتا ہے اور ان سے ہمدرد ہونا چاہتا ہے۔ کیونکہ جب وہ اپنے ماند کردہ فریضہ کو اہم سمجھتے ہوئے اسے ادا کرتا ہے تو جو فرائض اللہ نے اس پر عاید کر دیئے ہیں انہیں بھی اہمیت دے گا۔ اور غفلت سے احتراز کرتے ہوئے پابند فرائض ہو جائے گا۔ فقہی کتب میں نذر کی تین قسمیں کی گئی ہیں۔ نذر مجازات، نذر زجر اور نذر تبرع۔

نذر مجازات یہ ہے کہ انسان نذر کو کسی مقصد و حاجت کے پورا ہونے پر منحصر کرے۔ اس طرح کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں فلاں کار خیر انجام دوں گا یا فلاں امر خیر میں اتنا روپیہ پیسہ صرف کروں گا۔ نذر زجر یہ ہے اسے کسی فعل حرام یا مکروہ کے ارتکاب یا کسی امر واجب یا مستحب کے ترک سے وابستہ کرے اس طرح کہ اگر میں نے کوئی نشہ آور چیز استعمال کی یا نماز کو ترک کیا تو ایک گوسفند ذبح کر کے مسکینوں پر تقسیم کروں گا۔ نذر تبرع یہ ہے کہ اسے کسی کام کے پورا ہونے یا مقصد کے برآنے پر موقوف نہ کرے بلکہ بقصد تقریب اس کا التزام کرے کہ اس طرح کہ میں مجھ کے دن روزہ رکھوں گا۔

بہر حال نذر کی جو بھی قسم ہو اس کا ایفاء لازم و واجب ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ۔ انہیں چاہیئے کہ اپنی نذریں ادا کریں۔ اور در صورتیکہ منت اداء کرے تو اس پر کفارہ عائد ہو گا۔ وعدہ یا بھی قول و قرار کا نام ہے۔ یہ قول و قرار روزہ کی زندگی اور معاشرہ کے تمام کاروبار میں ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ اگر وعدہ کی پابندی کا لحاظ نہ کیا جائے تو باہمی اعتماد و وثوق ختم اور ایک عام مفروبے اعتمادی کا ماحول پیدا ہو جائے گا جس کے نتائج کا اخلاق، عیال، بے ضمیری اور پست فطرت کی صورت میں ظاہر ہونا ضروری ہے۔ انہی نتائج پر نظر کرتے ہوئے اسلام نے وعدہ خلافی سے شدت منع کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَوْ تَوَلَّوْا مَا لَا تَفْعَلُونَ۔ کہہ رہے مقتدا عند اللہ ان  
تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ۔  
اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليوف بوعده۔  
جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر اعتماد رکھتا ہے کہ  
چاہیئے کہ وعدہ کرے تو اسے پورا کرے۔

مگر اب تو معاشرہ اس طرح کا بن چکا ہے کہ وعدہ کی قیمت اور نذر قول و قرار کی کوئی اہمیت بھی جاتی ہے۔ اگر کسی نے وعدہ یاد دلایا تو مسکرا کر ٹال دیا۔ یا یہ کہہ دیا کہ وعدہ کے ساتھ ان شاء اللہ کا ضمیم بھی تو تھا۔ اب مشیت الہی ہی نے نہیں چاہا۔ تو ہمارا قصور کیا ہے۔ ملائکہ ان شاء اللہ اگر عادتاً یا تبرکاً کہا گیا ہو تو اس سے وعدہ معلق نہیں قرار پاتا۔ اور اگر وعدہ کو واقعاً مشیت الہی سے وابستہ کیا ہو تو اس سے وعدہ کی خلاف ورزی، کذب، بیانی میں مصوب نہ ہوگی۔ بشرطیکہ جس سے وعدہ کیا گیا ہو وہ بھی وعدہ کے وقت یہ سمجھا ہو کہ وعدہ معلق و مشروط ہے۔ ورنہ صرف انشاء اللہ سے وعدہ خلافی کا حواز پیدا نہیں

کیا جاسکتا۔

عہد بھی نذر ہی کی ایک قسم ہے مگر فرق یہ ہے کہ غد میں رجحان شرعی کا ہونا ضروری ہے، اور عہد ہر اس امر کے متعلق ہو سکتا ہے جو حدود و جواز کے اندر ہو۔ اور غد کی طرح اس کی پابندی لازم و واجب ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں کفارہ مایہ ہوگا۔ چنانچہ عہد کے متعلق ارشاد الہی ہے۔

وَادْفُوا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا۔  
عہد و پیمان کو پورا کرو۔ کیونکہ عہد کے بارے میں پوچھ کچھ ہوگی۔

حقوق العباد سے مراد وہ حقوق ہیں جو انسانی معاشرہ میں ایک دوسرے پر عائد ہوتے ہیں۔ ان حقوق کا تحفظ تمدن و معاشرت کی سر بنی اور اخلاقی و اجتماعی زندگی کی آراستگی کے لئے از بس ضروری ہے۔ کیونکہ انسان طبعاً اپنے مفاد کے پیش نظر یا اقتدار پسندی کے جذبے سے متاثر ہو کر دوسروں کے نقصان و ضرر کو درخور اعتنا نہیں سمجھتا۔ اور خواہشات کے زیر اثر کیا اپنے اور کیا بیگانے صلب کی حق تلفی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ تصادم و باہم آویزی ہے لہذا اصلاح معاشرہ کی ایک ہی صورت ہوگی کہ انسان جہاں اپنے حقوق کا تحفظ چاہتا ہے۔ وہاں دوسروں کے حقوق کا بھی پاس و لحاظ رکھے، اسلام جو پُر امن معاشرہ اور خوشگوار ماحول کی تشکیل چاہتا ہے اس نے حقوق انسانی کی عہد بندی کی اور انسان کے مزاج اور اس کی طبیعت کے مقتضیات کو دیکھتے ہوئے ہر ایسے اقدام سے سختی کے ساتھ منع کیا جس سے دوسروں کے حقوق پر اثر پڑتا ہو۔ حضرت نے اس دعا میں حقوق العباد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اہیں چار قسموں پر تقسیم فرمایا ہے۔ اس طرح کہ اس حق کا تعلق یا کسی شخص کی ذات سے ہوتا ہے جیسے اس کا کوئی عضو بے کار کر دینا یا اسے زخمی کرنا یا اسے قتل کر دینا۔ یا اس کا تعلق اس کی عزت و حیثیت عرفی سے ہوتا ہے جیسے اسے گالی دینا، اس پر تہمت باندھنا، بدگوئی یا تذلیل و اذیت کرنا۔ یا اس کا تعلق مال سے ہوتا ہے۔ جیسے قرضہ لے کر ادا نہ کرنا، امانت میں خیانت کرنا، کسی مالی حق کو دہالینا یا مالی نقصان پہنچانا۔ یا اس کا تعلق اہل خانہ سے ہوتا ہے جیسے اس کے ناموس پر حملہ آور ہونا اور زنا وغیرہ کا ارتکاب کرنا۔ اس طرح کا غلطی و مجرم صرف ایک ہی فرد کے سامنے جواب دہ نہیں ہے بلکہ تمام معاشرہ کے سامنے جواب دہ ہے۔ اس لئے کہ اس نے اپنے عمل سے صرف ایک فرد کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ پورے نظام معاشرہ کو اپنی غلط کارنامہ ردش سے نقصان پہنچایا ہے۔ اب اگر وہ اپنے حرکات پر نادم ہو کہ توبہ کرنا چاہے تو ان حقوق و مظالم سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کا امکانی تدارک کرے۔ اس طرح کہ اگر جسمانی گزند پہنچایا ہو تو اپنے کو نقصان کے لئے پیش کرے یا خوشامد درآمد اور حسن سلوک سے اس کی رضائے حصول کی کوشش کرے اور اسے بھل کر اسے۔ اور اگر صاحب اس ملک رسائی ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کے حضور تضرع و زاری سے التجا کرے کہ وہ صاحب حق کو اس سے راضی کرے اور اس کے لئے پیہم اعمال خیر بجالائے تاکہ اس کے حق کا کچھ عوض ہو سکے۔ اور اگر غیبت، بہتان، دشنام وغیرہ سے اس کی عزت کو مجروح کیا ہو تو اس سے اظہارِ ندامت کرتے ہوئے معافی مانگے اور زینتِ خوش مدد کرے اس حق کو بخشائے اور

اگر یہ ممکن نہ ہو تو اس کے حق میں دُعا سے خیر کیسے اور اس کے لئے اعمالِ حسنہ بجالائے تاکہ اس کے حق کی کچھ تلافی ہو سکے۔ اور اس بدگوئی و اِلامِ تراشی سے جو دوسروں کو غلط فہمی پیدا ہوتی ہے اس کا تا حد امکان انا لہ کرے اور اپنی دروغ گوئی و غلط بیانی کا اقرار کرے۔ اور اگر اس کا تعلق مال سے ہو تو صاحبِ مال کو مال واپس کرے جیسے غصب، خیانت، رشوت، چوری وغیرہ سے حاصل کیا ہوا وہ پیسہ۔ اور اگر صاحبِ حق تک پہنچنا ناممکن نہ ہو جیسے لائری، موت، وغیرہ سے حاصل کیا ہوا مال، تو صاحبِ مال کی طرف سے فخرِ اہل پر تصدق کرے۔ اور اگر مالِ مِلال کے ساتھ غلوٹ ہو چکا ہو تو اس میں غصہ ادا کرے۔ اور اگر مالی استطاعت ختم ہو گئی ہو تو اس سے بخشوائے۔ اور اگر وہ نہ بخشے یا اس تک رسائی نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑ گڑائے اور صاحبِ حق کے لئے دُعا سے مغفرت کرے اور اس کے لئے اعمالِ خیر بجالائے تاکہ خداوندِ عالم صاحبِ حق کو اس کے حق کا عوض دے کر اس سے راضی کرے۔ اور اگر اہلِ خانہ کی ناموس و حرمت کے متعلق ہو اور انسانی شرافت کے دامن کو داغدار کیا ہو تو اس دھتے کو چھڑانا اور مظلمہ سے سبکدوش ہونا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ اس جرم اور گناہ نے جرم کی تلافی کی کوئی سہولت نہیں ہے تاہم اس کا امکانِ تدارک وہ ہے جو علامہ شیخ بہاء الدین حالی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ صالح جزائری کے استفادہ کے جواب میں تحریر فرمایا ہے اور سید نعمت اللہ جزائری نے اسے شرح صحیفہ میں درج کیا ہے۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگر زنا ایسی عورت سے کیا گیا ہو جو شوہر دار نہ ہو اور نہ اس پر کسی قسم کا جبر و اکراہ ہو تو یہ صرف اللہ کا گناہ ہے جس پر وہ محاسبہ کرے گا۔ اور اگر شوہر دار عورت سے اس کی رضامندی سے دنا کیا گیا ہو تو یہ اللہ کا گناہ اور شوہر کی حق تلفی ہے اس لئے یہ اللہ کی تافروانی کے لحاظ سے حقوق اللہ میں شمار ہوگا اور شوہر کے حق میں مداخلت کے اعتبار سے حقوق العباد میں محسوب ہوگا۔ اس بنا پر صاحبانِ حق فدا ہوں گے۔ ایک اللہ اور دوسرے شوہر۔

اور اگر شوہر دار عورت سے زنا جبر و اکراہ سے کیا گیا ہو تو صاحبانِ حق تین ہوں گے۔ ایک اللہ، دوسرے شوہر اور عورت اور تیسرے شوہر۔ تو در صورتیکہ اس میں حق العباد کی شمولیت ہو اس طرح کہ زنا میں جبر و تشدد کار فرما ہو۔ خواہ عورت شوہر دار ہو یا بے شوہر یا شوہر دار عورت سے دنا کیا گیا ہو چاہے اس کی رضامندی ہو یا نہ ہو۔ تو اس مظلمہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ وہ شوہر دار عورت کے شوہر سے اجالا یہ کہے کہ تمہارا ایک مظلمہ میری گردن پر ہے جس کا تدارک ممکن نہیں ہے کیونکہ نہ وہ مالی ہے نہ بدنی۔ تم اس سے درگزر کرو اور مجھے معاف کر دو۔ اور اسے کھلم کھلا بیان نہ کرے اور نہ زیادہ اہمیت دے کہ وہ کھٹک جائے۔ اور ایک فتنہ انگیز کھڑا ہو اور طرفین کی ذلت و رسوائی کا موجب بن جائے۔ اس کے بعد اگر وہ معاف کر دے تو اس طرف سے چھٹکارا ہو جائے گا۔ رہا اللہ کا گناہ تو اس کی بارگاہ میں اظہارِ ندامت کرتے ہوئے گڑ گڑائے اور عفو و درگزر کی التجا کرے۔ سید جزائری رحمہ اللہ نے اس جواب کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے ایک غدر کا بھی اظہار کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر اس مظلمہ سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے الفاظ اس قسم کے ہوں کہ جس سے اصل واقعہ پر تو پردہ ہی پڑا ہے اور وہ سمجھے کہ اس کے اہلِ خانہ کی نسبت اس سے کوئی معمولی لغزش ہوئی ہوگی (جیسے دروازہ کی اوٹ میں سے تانک جھانک کر تار بھونکا یا درغلنا چا یا یا

تو بعید نہیں کہ وہ درگزر کرے اور اپنے حق کو معاف کر دے۔ اور اگر مظلمہ کی اصل نوعیت پر اسے مطلع کیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ درگزر کرنے کے بجائے مرنے مارنے پر آمادہ ہو جائے گا اور ایک فتنہ اٹھ کھڑا ہوگا۔ تو درمیان میں یہ یقین ہو کہ حکم کھلا بیان کر دینے سے وہ کبھی اس مظلمہ کو بھلی کرے گا۔ تو یہ سمجھنا کہ اس مظلمہ سے برکت کا پر فائدہ حاصل ہو گیا، بعید از فہم ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ زید، خالد کے ہاں سے مسلسل مالی خیانت کرتا رہے جو ایک معتد بہ رقم بن جائے اور اب اسے یہ خیال پیدا ہو کہ اس مظلمہ سے نجات حاصل کرے اور صاحب حق سے اس کا حق معاف کرائے تو خالد سے یہ کہے کہ میں تمہارا خط وار ہوں اور تمہارا کچھ مالی ادھر ادھر کیا ہے وہ مجھے معاف کر دیجئے تاکہ میں اس مظلمہ سے نجات پاؤں اور اپنے مقام پر وہ یہ سمجھتا ہو کہ اگر میں نے رقم کی صحیح صحیح مقدار بتادی تو وہ کبھی معاف نہیں کرے گا اور اپنے مالی کا مطالبہ کرے گا لیکن خالد ایک معمولی رقم سمجھ کر معاف کر دیتا ہے اور وہ اس سے یہ سمجھ لیتا ہے کہ اب مظلمہ برطرف ہو گیا حالانکہ مظلمہ اسی صورت میں برطرف ہو سکتا ہے جب اسے رقم کا کچھ اندازہ ہو۔ اسی طرح مسند زید بحث میں مظلمہ سے پھٹکارا اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب جرم کی اصل نوعیت آشکارہ ہو جائے۔

سید محمد اللہ کا یہ خدشہ اس طرح برطرف کیا جاسکتا ہے کہ وہ مظلمہ جو ناموس سے متعلق ہوتا ہے، قابل تدارک نہیں ہوتا۔ اور مالی مظلمہ چلے کتنا ہی گراں باریکوں نہ ہو قابل تدارک ہے۔ اس طرح کہ وہ صحیح رقم ظاہر کرنے کے بعد اسے واپس لوٹا کر عہدہ برآ ہو سکتا ہے اور اگر استطاعت نہ ہو تو بالاقساط یا اپنے خدات پیش کیے سبکدوشی کی صورت پیدا کر دے سکتا ہے اور اس میں کسی فتنہ کے پیدا ہونے کا اندیشہ بھی نہیں ہے۔ لیکن ناموس کے معاملہ میں کسی تدارک کی گنجائش نہیں ہے۔ اور واضح طور پر بیان کرنے میں فتنہ و شرش سکھ برپا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ لہذا اس عمل کو اس مورد پر قیاس نہیں کیا جاسکتا جب کہ یہاں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے۔

## دُعائے روزِ شنبہ

سب تعریف اللہ کے لئے ہے اور وہی تعریف کا حقدار اور وہی اس کا مستحق ہے۔ ایسی تعریف جو کثیر و فراوان ہو۔ اور میں اپنے ضمیر کی برائی بھلنے اس کے دامن میں پناہ مانگتا ہوں۔ اور بے شک نفس بہت زیادہ برائی پر ابھارنے والا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے۔ اور میں اللہ ہی کے ذریعہ اس شیطان کے شر و فساد سے بچنا چاہتا ہوں جو میرے لئے گناہ پر گناہ بڑھاتا جا رہا ہے۔ اور میں ہر سرکش، بدکار اور ظالم بادشاہ اور

## دُعَاءُ يَوْمِ الثَّلَاثَةِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ حَقُّكَ كَمَا  
يَسْتَحِقُّهُ حَمْدًا كَثِيرًا وَأَعُوْذُ بِكَ  
مِنْ شَرِّكَفِيْ رَأْيِ النَّفْسِ  
لَا مَانَةَ يٰ اَلشَّوْءُ اِلَّا مَا رَحِمَ  
رَبِّيْ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ  
الشَّيْطَانِ الَّذِيْ يَنْبِيْئِيْ ذَنْبًا  
اِنْ ذَنْبِيْ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ  
كُلِّ حَبِيْرٍ فَاجِرٍ وَ سُلْطَانٍ

جَاهِدْ وَعَدُوَّ قَاهِدٍ اَنْتَهُمْ  
اجْعَلْنِي مِنْ جُنْدِكَ فَاتَّ  
جُنْدَكَ هُمْ اِنْفَالِيُونَ واجْعَلْنِي  
مِنْ جُنْدِكَ قَاتِلَ جُنْدِكَ هُمُ  
الْمُقْلِحُونَ واجْعَلْنِي مِنْ  
اَوْلِيَايِكَ قَاتِلَ اَوْلِيَايَكَ لَا تَخُونُ  
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَخُونُونَ اَنْتَهُمْ  
اَصْلِحْ لِي دِينِي فَإِنَّهُ عِصْمَةٌ أَمْرِي  
وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي فَإِنَّهَا دَارُ  
مَقَرِّي وَإِلَيْهَا مِنْ عِجَابِ الدُّعَاءِ  
مَقَرِّي وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ بَيْنَ يَدَيَّ  
لِي فِي كُلِّ حَيَاةٍ وَالْوَفَاةَ رَاحَةً  
لِي مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَهُمْ صَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَكُلِّهِمْ  
عِدَّةَ الْمُرْسَلِينَ وَ عَلَى اَلِ  
الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ وَأَصْحَابِهِ  
الْمُسْتَجِبِينَ وَهَبْ لِي مِنْ  
الْمُلْكَاءِ قَلْبًا لَا تَدْعُ لِي  
ذَنْبًا إِلَّا عَفَوْتَهُ وَلَا غَمًّا  
إِلَّا أَزْهَبْتَهُ وَلَا عَدُوًّا إِلَّا  
دَفَعْتَهُ بِسْمِ اللَّهِ خَلِّدْ  
اَلْأَسْمَاءَ بِسْمِ اللَّهِ رَبِّ  
الْعَالَمِينَ وَالْأَسْمَاءَ اَسْتَدْنِعُ  
كُلَّ مَكْرُوهٍُ أَوَّلَهُ مَخْطُوءٌ  
وَأَسْتَجْلِبُ كُلَّ مَحْبُوبٍ  
أَوَّلَهُ رِضَاءٌ فَآخِرُهُ رِزْقٌ  
مِنْكَ يَا غَفُورَ الْبَاطِلِ

چہرہ دست دشمن سے اُس کے دامن حمایت میں پناہ  
گزین ہوں۔ بارالہا! تجھے اپنے لشکر میں قرار دے  
کیونکہ تیرا لشکر ہی غالب و فائز ہے۔ اور تجھے اپنے  
گروہ میں قرار دے کیونکہ تیرا گروہ ہی ہر لحاظ سے  
بہتری پانے والا ہے اور تجھے اپنے دوستوں میں  
سے قرار دے کیونکہ تیرے دوستوں کو نہ کوئی اندیشہ  
ہوتا ہے اور نہ وہ انس و غم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اے اللہ!  
میرے لئے میرے دین کو آراستہ کر دے اس لئے  
کہ وہ میرے ہر معاملہ میں حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اور  
میری آخرت کو بھی منوار دے کیونکہ وہ میری مستقل  
منزل اور دینی و دنیوی لوگوں سے (بہت) چھڑا کر، نکل  
بھاگنے کی جگہ ہے۔ اور میری زندگی کو ہر نیکی میں انعام  
کا باعث اور میری موت کو ہر رنج و تکلیف سے راحت  
دسکر کا ذریعہ قرار دے۔ اے اللہ! محمدؐ جو نبیوں  
کے خاتم اور پیغمبروں کے سلسلہ کے فرخِ آخر ہیں۔  
ان پر ادران کی پاک و پاکیزہ آل اور برگزیدہ اصحاب  
پر رحمت نازل فرما اور مجھے اس روزِ شنبہ میں تین  
چیزیں عطا فرما۔ وہ یہ کہ میرے کسی گناہ کو باقی نہ رہے  
وہ۔ مگر یہ کہ اُسے بخش دے۔ اور نہ کسی غم  
کو مگر یہ کہ اُسے برطرف کر دے۔ اور نہ کسی دشمن کو  
مگر یہ کہ اُسے دور کر دے۔ بسم اللہ کے واسطے  
جو (اللہ تعالیٰ کے) تمام ناموں میں سے بہتر نام (پر)  
مستعمل ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کے واسطے جس  
زمین و آسمان کا پروردگار ہے۔ میں تمام ناپسندیدہ چیزوں  
کا دفعیہ چاہتا ہوں۔ جن میں اول درجہ پر اس کی نافرمانی  
ہے اور تمام پسندیدہ چیزوں کو سمیٹ لینا چاہتا ہوں۔  
جن میں سب سے مقدم اس کی رضا مندی ہے۔

## الاحسان

اسے فضل و احسان کے مالک تو اپنی جانب سے میرا  
خاتمہ بخشش و مغفرت کا فرما۔

سزاواردہ عاتقین اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے مستحق حمد ہونے کا تذکرہ ہے اور اس کا استحقاق اس سے ظاہر ہے کہ وہ تمام خوبیوں اور اچھی صفوں کا مالک ہے۔ اور حمد کے معنی اچھی صفوں کے بیان ہوتے ہیں۔ لہذا ہر رحمت و ثنا اسی کے لئے ہوگی اور ہر حمد و ستائش کا وہی سزاوار ہوگا۔ اس استحقاق کے تذکرہ کے بعد نفسِ امارہ اور اس کی باطل کوششوں سے پناہ مانگی ہے۔ کیونکہ انسان کا سب سے بڑا دشمن خود اسی کا نفس ہے جو شیطانی دوسوں سے متاثر ہو کر اچھی باتوں کو چھوڑ دیتا اور برے منصوبوں میں لگ جاتا ہے۔ ایسے موقعوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہی شریکِ خال ہو تو اس کے مہلکوں سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ قرآن عزیز میں زینِ عزیز مصر یا حضرت یوسفؑ کی زبانی ارشاد ہوتا ہے:-

وَمَا ابْرَأِي نَفْسِي اِنَّ النَّفْسَ  
لَا مَارَّةً بِالسُّوءِ اِلَّا مَا رَحِمَ  
رَبِّي -

میں اپنے نفس کی پاکیزگی کا دعویٰ نہیں کرتا۔ یہ نفس  
تو بہت زیادہ بُرائی پر ابھارتے والا ہے۔ مگر اس صورت  
میں کہ میرا پروردگار رحم کرے۔

پھر شیطان کی فتنہ سامانی، بدکرداروں کی شوریدہ سری، فرزندوں کی ستم کوشی اور دشمنوں کی چیر دستی سے بچاؤ کے لئے اللہ تعالیٰ کو پناہ گاہ قرار دیا ہے کیونکہ وہی شیطان کے حربوں کو گنڈ کرنے والا اور بدکرداروں، ظالم حکمرانوں اور فتنہ انگیز دشمنوں سے حفظ و نگہداشت کرنے والا ہے۔ نفسِ امارہ اور شیطان معاً سے پناہ مانگنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی فوج اور اس کے گروہ اور اس کے دوستوں کی جماعت میں محسوب ہونے کی دعا فرمائی ہے۔ کیونکہ اللہ کی فوج نے کبھی شکست نہیں کھائی اور روزِ ازل سے غلبہ اس کے پاس ہے۔ نام ہو چکا ہے اس غلبہ سے مراد ظاہری غلبہ نہیں ہے جو مادی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ فوج کے بل بوتے اور قوت و طاقت کے سہارے سے حربوں کو زیر کر لینا غلبہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے مخصوص و برگزیدہ بندے کبھی دشمنوں سے زیر نہ ہوتے۔ اور پھر جو غلبہ طاقت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے وہ طاقت کے ذریعہ ختم بھی ہو جاتا ہے۔ فوجِ خداوندی کی ہار جیت کو دنیوی فتح و شکست پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ وہ بظاہر ناکام ہو کر بھی کامیاب اور شکست کھا کر بھی فاتح و کامران ہوتی ہے۔ کبھی اس کی فتح ظاہری فتح کے لحاظ سے ہوتی ہے اور کبھی اس کی فتح اس میں مضمر ہوتی ہے کہ وہ بظاہر شکست کھا کر دلوں کو تسخیر کرے۔ اور حق و صداقت کی صورت میں اپنی دائمی فتح کے آثار چھوڑ جائے اور یہی فتح حقیقی فتح ہے۔ جو نصب العین کی کامیابی سے وابستہ ہے اور اللہ جل جلالہ کا گروہ وہ ہے جو حق و صداقت کی راہ پر استوار صلاح و ہدایت کا روشن منار اور احیائے دین و اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہمہ تن وقف ہے اس کی زندگی کا مقصد ہی دنیا کو خدا پرستی کی راہ دکھانا اور جان جو کھوں میں ڈال کر منزلِ صدق و صفا کی طرف لے ملتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں اِدْلٰیثُ هُوَ الْمَفْلَحُ۔ کی آواز نے ہر طرح کی بہتری اس کے لئے مخصوص کر دی ہے اور دوستانِ خداوندی جو اس کی رضا و خوشنودی

کے حصول کے لئے دلوں کو اس کی یاد، زبانوں کو اس کے ذکر اور محراب عبادت کو تسبیح و تہلیل سے آباد رکھتے ہیں۔ اور خوف خدا کے گھر کر لینے کی وجہ سے انہیں کوئی خوف ہراساں نہیں کرتا اور نہ رنج و اندوہ سے انہیں دوبار ہونا پڑتا ہے چنانچہ ارشاد الہی ہے :-

الان اولیاء اللہ الا خوف علیہم ولا هم یحزنون۔  
خدا کے دوستوں کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ  
انہیں کوئی رنج و غم ہوگا۔

علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں تحریر کیا ہے کہ خوف کا تعلق مستقبل سے ہوتا ہے اور حزن کا تعلق زمانہ گزشتہ سے مقصد یہ ہے کہ انہیں نہ آخرت میں کوئی خوف و خطر ہوگا اور نہ انہیں دنیا اور دنیا کے ساز و سامان کے چھوڑنے کا غم ہوتا ہے وہ دنیا میں ہر قسم کے خدشوں اور اندیشوں سے پاک اور آخرت میں امن و سکون کی چھاؤں میں منزل گزیں ہوں گے۔ پھر دین کی اصلاح و آراستگی کی دعا ہے۔ اس لئے کہ دین ہی انسان کو فرائض و حقوق کی طرف توجہ دلاتا اور ان پر کاربند رہنے کی تلقین کرتا اور ایثار و سخاوت، انصاف و انصاف کا کفیل، مدنیت و اجتماعیت کے حدود کا پاس بنان اور اخلاق و اعمال کا نگران ہے۔ پھر ایسی زندگی کا سوال کیا ہے۔ جو عبادت و اطاعت میں صرف ہو۔ اس لئے کہ دنیوی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اخروی زندگی کو سنوارا جائے۔ کیونکہ دنیا کی زندگی چند روزہ اور وہاں کی زندگی دائمی و برکتی ہے اور اسے عبودیت کے تقاضوں پر عمل کرنے ہی سے سنوارا جاسکتا ہے۔ اور ایسی موت کی خواہش کی ہے جو سکون و راحت کا پیغام لے کر آئے۔ کیونکہ دنیا میں لاکھ مسلمانانِ راحت موجود ہوں اہل ایمان و ایتقان کی حقیقی راحت و برکت کے بعد ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :-

لیس للمؤمن راحة دون لقاء الله۔  
تقائے الہی کے علاوہ مومن کے لئے اور کہیں  
راحت نہیں ہے۔

آخر دعائیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین خواہشیں پیش کی ہیں۔ ایک گناہوں کی بخشش، دوسرے غم و اندوہ کا تدارک، تیسرے دشمنوں سے تحفظ۔ لہذا ان مقاصد کے لئے اس دعا کو ہر شنبہ کے روز پڑھنا چاہیے تاکہ خداوندِ عالم دنیا میں غم و فکر سے نہات اور آخرت میں مغفرت و خوشنودی سے سرفراز کرے۔

## دُعائے روزِ چہار شنبہ

تمام تعریف اس تعالیٰ کے لئے ہے جس نے رات کو پروہ بنایا اور نیند کو آرام و راحت کا ذریعہ اور دن کو حرکت و عمل کے لئے قرار دیا۔ تمام تعریف تیرے

## دُعَاءُ يَوْمِ الْاَرْبَعَاءِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ الْكَيْلَ  
لِبَاسًا وَّالْثَّوْمَ سَبَاتًا وَّجَعَلَ  
اَللَّهَ اَكْرَسُوْرًا لَكَ الْحَمْدُ اَنْ

بَعَثْتَنِي مِنْ مَرْقَدِي وَ لَوْ  
 شِئْتَ جَعَلْتَهُ سَرْمَدًا أَحَدًا  
 دَائِمًا لَا يَنْقُطُ أَبَدًا وَلَا يَخْصِي  
 لَهُ الْخَلَائِقُ عَدَدًا اَللّٰهُمَّ نَكَ  
 الْحَمْدُ اِنْ خَلَقْتَ فَسَوَّيْتُ وَ  
 قَدَّرْتَ وَ قَضَيْتَ وَ اَمَرْتَ وَ  
 اَنْعَيْتَ وَ اَمْرَضْتَ وَ شَفَيْتَ  
 وَ عَاقَيْتَ وَ اَنْبَلَيْتَ وَ عَلَى  
 الْعَرْشِ اسْتَوَيْتَ وَ عَلَى الْمُلْكِ  
 اخْتَوَيْتَ اَدْعُوكَ دُعَاءَ مَنْ  
 صَغُفْتُ وَ سَيَلْتُكَ وَ اَنْقَطَعَتْ  
 حِيلَتُهُ وَ اقْتَرَبَ اَجَلُهُ وَ  
 تَدَاوَى فِي الدُّنْيَا اَمَلُهُ وَ  
 اسْتَدَّتْ اِلَى رَحْمَتِكَ فَاَكْتُمْتُ  
 وَ عَظُمْتَ لِتَغْفِرَ لِيْ طَبْعَ حَسْرَتِهِ  
 وَ كَثُرَتْ رُكَّتُهُ وَ عَظُمَتْ رُكَّتُهُ  
 خَلَصْتُ يَوْمَئِذٍ بِكَ كَوْنَتُهُ فَصَلِّ  
 عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ  
 وَ عَلَى اَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِينَ  
 الطَّاهِرِينَ وَ اَرِنِيْ شِفَاعَةَ  
 مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهِ وَ سَلَّمَ  
 وَ لَا تَحْزِنْنِيْ صُحْبَتَهُ اِنَّكَ اَنْتَ  
 اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اَللّٰهُمَّ اَقْضِ لِيْ  
 فِي الْاٰثِرِ بَعْدَكَ اَرْبَعًا اَجْعَلْ قَوْلِيْ فِيْ  
 طَاعَتِكَ وَ كَشَاطِعِيْ فِيْ عِبَادَتِكَ  
 وَ رَغْبَتِيْ فِيْ كَوَايِكَ وَ نَهْيِيْ  
 فِيْمَا يُوْجِبُ لِيْ اِلَيْكَ عِقَابَكَ

ہی لئے ہے کہ تُو نے مجھے میری خواب گاہ سے زندہ  
 اور سلامت اٹھایا۔ اور اگر تُو چاہتا تو اُسے دائمی خواب  
 گاہ بنا دیتا۔ ایسی حمد جو ہمیشہ ہمیشہ رہے۔  
 جس کا سلسلہ قطع نہ ہو اور نہ مخلوق اس کی گنتی کا شمار  
 کر سکے۔ بارِ الہا! تمام تعریف تیرے ہی لئے ہے کہ  
 تُو نے پیدا کیا تو ہر لحاظ سے درست پیدا کیا۔ اندازہ  
 مقرر کیا اور حکم نافذ کیا، موت دی اور زندہ کیا۔  
 بیمار ڈالا اور شفا بھی بخشی۔ عافیت دی اور مبتلا بھی  
 کیا۔ اور تو عرش پر متمکن ہوا اور ملک پر چھا گیا۔  
 میں تجھ سے دعا مانگنے میں اس شخص کا سطر عمل  
 اختیار کرتا ہوں جس کا وسیلہ کمزور، چارو کا رخم  
 اور موت کا ہنگام نزدیک ہو۔ دُنیا میں اس کی  
 اُمیدوں کا فائن سمٹ چکا ہو اور تیسری رحمت  
 کی جانب اس کی اعتبار شدید ہو اور اپنی  
 کوتاہیوں کی وجہ سے اُسے بڑی حسرت اور اس  
 کی لغزشوں اور خطاؤں کی کثرت ہو اور تیری بارگاہ  
 میں سداً نیت ہے اس کی توبہ ہو چکی ہو تو اب  
 خاتم الانبیاء محمدؐ اور اُن کی پاک و پاکیزہ آل پر رحمت  
 نازل فرما اور مجھے محمدؐ مسئلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 کی شفاعت نصیب کر اور مجھے ان کی ہم نشینی سے  
 محروم نہ کر۔ اس لئے کہ تو تمام رحم کرنے والوں سے  
 زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ بارِ الہا! اس روزِ چہار  
 شنبہ میں میری چار حاجتیں پوری کر دے۔ یہ کہ اطمینان  
 ہو تو تیری فرمانبرداری میں، سرور ہو تو تیری جہالت  
 میں، خواہش ہو تو تیرے ثواب کی جانب، اور  
 کنارہ کشی ہو تو اُن چیزوں سے جو تیرے دردناک  
 عذاب کا باعث ہیں۔ بے شک تو جس چیز

إِنَّكَ لَطِيفٌ لِّمَا تَشَاءُ۔  
کے لئے چاہے اپنے لطف کو کار فرما کرتا ہے۔

سرمائے دو مائیں شبِ روز کی آمد و شد اور اس پر مترتب ہونے والے فوائد کا تذکرہ فرمایا ہے اور اس دو مائیں اور دو مائے صبح و شام میں بھی رات کا تذکرہ پہلے اور دن کا ذکر بعد میں ہے۔ یہ اس لئے کہ قمری مہینوں اور تاریخوں کی ابتداء رات سے ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اسے دن پر تقدم حاصل ہے۔ یا اس لئے کہ خاصانِ خدا کے لئے رات اللہ سے فرلگانے اور محرابِ عبادت کو آباد کرنے کا وقت ہوتا ہے اس لئے وہ دن کے مقابلہ میں اسے اقدیمیت کا مستحق سمجھتے ہیں یا اس لئے کہ قرآن مجید کے اسلوب و ترتیب بیان سے مطابقت برقرار رہے۔ اس شبِ روز کی تقسیم سے زندگی کے کاروبار و حقوق پر تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک حرکتِ عمل اور سرد سامانِ معیشت مہیا کرنے کے لئے، اور ایک سکون و راحت کے لئے۔ چنانچہ دن کا روبرو کے لئے ہے جو سورج کی تیز روشنی سے درخشاں ہوتا ہے تاکہ کاروبارِ مشاغل میں کوئی غفلت پیدا نہ ہو، اور رات آرام کے لئے ہے جس میں چاند کی ہلکی شاعیں نور پاشی کرتی ہیں تاکہ اُن کی پرسکون چھاؤں میں آرام کیا جاسکے۔ قدرت نے دن کو براہِ راست سورج کی سنہری کرنوں سے روشن کیا اور راتوں کو روشن کرنے کا انتظام اس طرح کیا کہ جب سورج کی روشنی زمین پر پڑے تو وہ منعکس ہو کر چاند کو روشن کرے اور چاند مختلف صورتیں بدل کر زمین کو روشن کرتا رہے۔ اس طرح کہ پہلے بتدیج روشنی میں ترقی ہو اور پھر بتدیج تنزل تاکہ اس تبدیلی و تنوع سے اس کی کشش کم نہ ہونے پائے اور اس کے آثار چڑھاؤ کی گونا گوں کیفیتیں نظر افروزی کا سامان مہیا کرتی رہیں۔ پھر شبِ روز کی مدت انسان کے قوائے عمل اور آرام و استراحت کی ضرورت کے لحاظ سے اتنی موزوں و مناسب ہے جو فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ اگر دنیا میں مسلسل دن رہتا تو زمین سورج کی شاعوں سے جل کر دھندگی کی قوت کھودیتی۔ اور انسان کے لئے مناسب آرام کی صورت پیدا نہ ہوتی۔ اور بعید نہیں کہ وہ کار و کسب کی مشغولیتوں سے گھبرا کر مدت کا سہارا ڈھونڈنے لگتا۔ اور اگر مسلسل رات رہتی تو اندھیرے سے اکتا کر دیواروں سے سر ٹکوانے لگتا۔ چنانچہ انہی احکام و مصالح کی طرف دعوتِ فکر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

ان فی خلق السموات والارض  
واختلاف الیل والنهار لآیات  
لأولی الالباب۔  
بلاشبہ زمین و آسمان کی خلقت اور شبِ روز  
کی آمد و شد میں اہلِ دانش کے لئے بہت سی  
نشانیوں ہیں۔

اس کے بعد انسانی خلقت کا ذکر فرمایا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا مدد و حکمت بالذات سے تناسل  
عنصر میں ترکیبِ ایلات اور ترکیب میں توازن و اعتدال کو کار فرمایا اور انسان کو موزوں و مناسب کے سانچہ میں  
ڈھال کر حسن و دلآویزی کا مرقع اور اپنی جمال پسندی کا آئینہ دار بنایا چنانچہ ارشاد الہی ہے:-  
الذی یخلقک فسطوٰک  
وہ جس نے تجھے پیدا کیا تو ہر طرح سے نوک پیکر

فقد لك في اى صورة ما  
شأنك لكبف -

کر کے پیدا کیا اور تیرے (اعضا میں) توازن و اعتدال  
قائم کیا اور جس صورت میں اس نے چاہا تیرے جوڑا پس  
میں ملا دیئے۔

اگر انسانی نشو و ارتقا کے مراتب اس کے اعضا کی ترکیب و ترتیب اور ان اعضا کے مختلف وظائف و اعمال پر  
نظر کی جائے تو اس کے ہر گوشہ میں ایسی حکمت کا درخشاں نظر آئے گی جیسے ایک سب سے شہور مادہ کی اندھا دھند تخلیق کا نتیجہ  
نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ انسانی صورت انداس کی زیبائی و خدو خالی کی رنگینی اور اس کے نقش و نگار کی دلگیری و دلچسپی کو عقل  
سلیم یا عقربت کرنے پر مجبور ہوگی کہ کسی مدبر و حکیم مبالغہ کی نقش آرائی کا کرشمہ ہے۔ چنانچہ اہم جعفر صادق علیہ السلام  
کا ارشاد ہے:-

ان الصورة الانسانية اكبر حجة  
لله على خلقه وهي الكتاب الذي  
اكتبه بيده -

انسانی صورت مخلوقات پر اللہ تم کی سب سے بڑی حجت و  
دلیل ہے۔ اور یہ وہ کتاب ہے جس کے نقوش اس نے  
خود اپنے ہاتھ سے کھینچے ہیں۔

نقش آرائی فطرت نے اس انسانی صیغہ کو اس طرح سمیٹا ہے کہ ہر خط میں خط نورس کی تازگی، ہر خم میں خم ابرو کی  
کشش اور ہر نقطہ میں خال رخ زیبائی کی حسن آرائی سمٹ آئی ہے۔ یہ جسم و صورت کی زیبائی اعضا کے تناسب سے وابستہ  
ہے۔ اس طرح کہ ہر عضو اپنے مناسب مال مقام پر ہے اور وہی مقام اسے زیب دیتا اور اس کے لئے موزوں و مناسب  
ہے۔ جو بلند ہے اسے بلندی زیب دیتی ہے اور جو پست ہے وہ پستی ہی کے قابل ہے۔ جو طاق ہے اسے طاق  
ہی ہونا چاہیئے۔ اور جو جنت ہے اسے جنت ہی ہونا چاہیئے۔ اگر ان میں رد و بدل کر دیا جائے تو تمام حسن و زیبائی  
ختم ہو جائے۔ چنانچہ سر کو مرکز جلال و محل محل و شعور ہونے کی وجہ سے سب سے بلند مقام پر بلکہ دی اور اس کے گرد و  
ویش حواس خمسہ کے پیرے بٹھا دیئے۔ اس طرح کہ اس کے دونوں طرف بائیں پر دوں میں حواس سماعت پیدا کیا اور  
ان پر دوں کے گرد کان بنائے جس میں ٹیڑھے میڑھے راستے ہیں۔ تاکہ آواز پیچ و خم کھاتی ہوئی ان پر دوں سے ٹکرائے  
اور سخت ہولناک آوازوں کے براہ راست ٹکرانے سے پھٹ نہ جائیں۔ اور ان میں ایک شور و متعفن مادہ پیدا کر  
دیا تاکہ سوتے میں یا سبے خبری کی حالت میں کیرے کوڑے اندر گھسنے نہ پائیں۔ اور دونوں لبوں کے اندر دانتوں  
کی بارڈھ کھینچ کر اس میں زبان کو بند کر دیا اور اسے مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ قرار دیا۔ اور ناک کے بانسوں  
میں قوت شامہ پھیلا دی تاکہ خوشبو کو راستہ دے اور بدبو کو دماغ میں گھسنے سے روک دے اور پیشانی کے نیچے  
اور سر کے بالائی حصہ میں آنکھوں کے دید بان کھڑے کر دیئے تاکہ درست دشمن اور موافق و مخالفت کی فوٹا اطلاق ہو  
سکے اور ان میں نور کی تخلیق کر کے اس کی حفاظت کا اس طرح سامان کیا کہ پہلے اسے سات پر دوں میں چھپایا۔  
پھر ان پر دوں کے آگے پھاٹک لگائے اور ان پر ہلکوں کی چلنیں ڈال دیں تاکہ خش و خشاک اور گرد و غبار کے حملہ  
سے بچاؤ ہو سکے اور جسم کے ہر حصہ میں قوت لامسہ دوڑا کر اس حصہ جسم کے لئے حفاظت خود اختیاری کا سامان کر دیا۔

یہ حواس اپنے مخصوص آلات و بعضی نظام کے ذریعہ دماغ تک پہنچاتے ہیں اور قوتِ حافظہ تمام نقوش کو جمع کرتی جاتی ہے اور جدا جدا عنوانات سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس طرح کہ انسان جب چاہے یادداشت کے نقوش میں سے ان تمام متعلقہ نقوش کو جو کسی موقع پر درکار ہوں اس طرح نکال لے جس طرح کسی کتب خانہ میں سے کسی کتاب کو ڈھونڈ لیا جاتا ہے۔ اور پھر قوتِ گویائی کے ذریعہ پورے پورے مرقعے ایک ذہن سے دوسرے ذہن میں منتقل کئے جاسکتے ہیں۔ اور ضبطِ تحریر میں لا کر انہیں دوام بھی بخشا جاسکتا ہے۔ اور یہ وہ کمال ہے جو انسانی استعداد سے وابستہ ہے۔ اگرچہ انسان کو بہت سے حیات و قوتیں نہیں بھی دیئے گئے لیکن اس کی شعوری دنیا میں کوئی غلط نہیں ہے۔ مثلاً وہ پانی کے اندر ایک محدود عرصہ سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا، حالانکہ مچھلیاں اور دوسرے آبی جانور پانی میں رہتے، گھر بناتے اور متلاطم موجوں میں پرسکون زندگی گزارتے ہیں۔ وہ اپنے دست و بازو سے فضا میں پرواز نہیں کر سکتا، حالانکہ کبوتر، باز اور دوسرے پرندے فضا میں پرواز کرتے ہیں۔ وہ اندھیرے میں چیزوں کو دیکھ نہیں سکتا حالانکہ رات کو اڑنے والے شکاری پرندے گھاس میں رہتے ہوئے سانپوں، چوہوں اور کیڑوں کو بلندی پر سے دیکھ لیتے ہیں اور جسے ہم اندھیر کہتے ہیں وہ ان کے لئے اجالا اور جسے ہم سکوت کہتے ہیں وہ ان کے لئے شور و ہنگامہ ہوتا ہے۔ اور پرانے میلوں سے طبع کی خوشبو اور ان خوشبوؤں کو جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، سونگھ لیتے ہیں۔ اور یہی قوتِ شامہ ان کے لئے بصارت کا کام دیتی ہے۔ اور ہرن کی دنیا میں تو خوشبوئیں بڑی فراوان ہیں۔ جو ہمارے لئے سبزہ زار ہے وہ اس کے لئے فضا ئے عطرِ بزم ہے جس کی مختلف خوشبوئیں اس کے شام میں بسی ہوئی ہیں۔ اور کتے اور گھوڑے بعض ان آوازوں کو سن لیتے ہیں جو ہمیں سنائی نہیں دیتیں اور بعض جانوروں کو زلزلہ، بارش، آندھی اور دوسرے آفات کا علم پہلے سے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ فقیر الدین طوسی رحمہ اللہ کے متعلق یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ کسی مقام پر آبادی کے باہر ایک شخص کے ہاں ٹھہرے۔ گرمی کا موسم تھا۔ آپ نے مکان کی چھت پر بستر لگوا یا۔ صاحب خانہ نے کہا کہ آپ چھت کے بجائے حجرے کے اندر آرام فرمائیں تاکہ بارش کی وجہ سے آپ کو بے آرام نہ ہونا پڑے۔ اس لئے کہ آج رات کو بارش آئے گی۔ محقق رحمہ اللہ نے ہواؤں کا سُخ دیکھا اور نکل اوضاع کا جائزہ لیا اور کہا کہ بارش کے قطعاً کوئی آثار نہیں ہیں اور وہ چھت ہی پر سو گئے۔ کچھ دیر گزری ہوگی کہ بارش شروع ہو گئی۔ محقق کو صاحب خانہ کی پیشین گوئی پر حیرت ہوئی اور اُس سے پوچھا کہ تمہیں کیسے علم ہو گیا کہ آج رات بارش ہوگی۔ اُس نے کہا کہ ہمارے ہاں ایک کتاب ہے وہ جس رات کو بارش برسنی ہوئی ہے چھت کے ٹائے نیچے رہتا ہے اور آج بھی وہ نیچے رہا اور چھت پر نہیں گیا۔ جس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ آج رات بارش ہوگی۔ اسی طرح بعض سطحِ سمندر پر شکار کرنے والے پرندے آئیوٹالے طوفان سے مطلع ہو جاتے ہیں اور اُس کی آمد سے پہلے خشکی پر چلے جاتے ہیں۔ اور شہد کی کھیاں بن دیکھے سمت کو پہچان لیتی ہیں۔ چنانچہ انہیں کسی ڈبیہ میں کسی بھی سمت چھوڑا جائے وہ سمت پہچان کر جلد سے لائی گئی ہیں اور وہی پرواز کریں گی۔ ان حیات سے ہم بالکل نا آشنا ہیں اور ان حیات کے فقدان کا ہمیں کچھ احساس بھی نہیں ہے کہ شعور میں کوئی خلل واقع ہو۔ بلکہ حواسِ خمسہ میں سے کوئی حواس شروع ہی سے نہ ہو تو اس کا بھی کوئی احساس نہیں ہوتا۔ ایک پیدائشی اندھے کو اپنی بصریت کے نہ ہونے کا

بس اتنا ہی غم ہے جتنا ایک نام آدمی کو پروں کے نہ ہونے کا۔ اس کی دنیا میں اگر جبر بشارت نہیں ہے مگر اس سے اس کے شعور میں کوئی نعلی واقع نہیں ہوتا۔ اور نہ شعور میں کوئی کمی اور نہ زندگی میں کوئی غلامی محسوس کرتا ہے۔ اس لئے بعض حسیات کے نہ ہونے کے باوجود ہر شخص کی زندگی اپنے مقام پر شعوری لحاظ سے مکمل ہے۔ بشرطیکہ کسی شعور سے آشنا ہونے کے بعد اسے کھویا نہ ہو۔ اور ہمارے احساسات صرف اسی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں جو ہمارے ذہن میں آباوہ اور انہی حسیات پر اپنی دنیا تعمیر کرتے ہیں جن سے آشنا ہوتے ہیں۔

## دعائے روز پنجشنبہ

## دُعَاؤُ يَوْمِ الْخَمِيسِ ؛

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَذْهَبَ اللَّيْلَ  
مُظْلِمًا بِقُدْرَتِهِ وَجَاءَ بِالنَّهَارِ  
مُبْصِرًا بِرَحْمَتِهِ وَكَسَانِي ضِيَاءَهُ  
وَ اَنَا فِي نِعْمَتِهِ اَللّٰهُمَّ فَكَسِّمْ  
اَبْقِيْتَنِيْ لَكَ قَابِضِيْ يَوْمَ مِثَالِهَا  
وَصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَ  
اَلَتَيْهِمْ فِيْهِ وَفِيْ غَيْرِهِ مِنْ  
النَّبِيِّ وَالْاَنْبِيَاءِ يَا رَحْمَنُ  
السَّعَادَةِ وَالْاَسَافِ الْمَآلِخِ وَ  
اَلْزُفَى تَحِيَّةً وَتَحِيَّةً مَا فِيْهِ وَ  
تَحِيَّةً مَا بَعْدَهُ وَاصْرِفْ عَنِّيْ  
شَرَّهُ وَ شَرَّ مَا فِيْهِ وَ شَرَّ  
مَا بَعْدَهُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ بِذِمَّةِ  
اِسْلَامِ اَكُوْسَلُ اِلَيْكَ وَبِحُجْرَةِ  
الْقُرْآنِ اَعْتَمِدُ عَلَيْكَ وَبِمُحَمَّدٍ  
الْمُصْطَفَى صَلَّيْ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ  
وَسَلَّمَ اَسْكُفِعْ لَدُنْكَ نَاعِدِيْ  
اللّٰهُمَّ ذِمَّتِي الْوَقِيْ رَاجُوْتُ بِهَا  
قَصْبًا عَزَاجَتِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنی قدرت سے اندھیری رات کو رخصت کیا اور اپنی رحمت سے روشن دن نکالا اور اس کی روشنی کا زور تاد جاہ مجھے پہنایا اور اس کی نعمت سے بہرہ مند کیا۔ بار الہا! جس طرح تو نے اس دن کے لئے مجھے باقی رکھا اسی طرح اس جیسے دوسرے دنوں کے لئے زندہ رکھ۔ اور اپنے پیغمبر محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اس دن میں اور اس کے علاوہ اور راتوں اور دنوں میں حرام امور کے بھالانے اور گناہ و معاصی کے ارتکاب کرنے سے رنجیدہ خاطر نہ کر۔ اور مجھے اس دن کی بھلائی اور جو اس کے بعد ہے اس کی بھلائی عطا کر۔ اور اس دن کی برائی اور جو کچھ اس دن میں ہے اس کی برائی اور جو اس کے بعد ہے اس کی برائی مجھ سے دور کر دے۔ اے اللہ! میں اسلام کے عہد و پیمان کے ذریعہ تجھ سے توکل چاہتا ہوں اور قرآن کی عزت و حرمت کے واسطے سے تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں اور محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے تیری بارگاہ میں شفاعت کا طلب گار ہوں۔ تو اے میرے معبود! میرے اس عہد و پیمان پر نظر کر جس کے وسیلہ سے حاجت برآری

أَلَا تَهْتَفُ أَقْصَىٰ لِي فِي الْخَيْبِيسِ مَخَا  
لَا يَتَّبِعُ لَهَا إِلَّا كَرَمُكَ وَلَا  
يَطِيقُهَا إِلَّا رَيْعُكَ سَلَامَةً أَقْوَىٰ  
بِهَا عَلَى طَاعَتِكَ وَرِعَادَةً أَسْتَحِقُّ  
بِهَا جَزِيلَ مَثْوِيَّتِكَ وَ سَعَةً  
فِي الْعَالِ مِنَ التَّرِيقِ الْحَلَالِ  
وَأَنْ تُوَدِّعَنِي فِي مَوَاقِفِ  
الْخَوْفِ بِأَمْنِكَ وَتَجْعَلَنِي مِنْ  
طَوَائِقِ الْهُمُومِ وَالْغُمُومِ فِي  
حِصْنِكَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ  
عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَاجْعَلْ تَوَشُّعِي  
بِهِ شَافِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
نَافِعًا إِنَّكَ أَنْتَ أَرْحَمُ  
الرَّاحِمِينَ -

کا اُمیدوار ہوں۔ اسے رحم کرنے والوں میں سب سے  
زیادہ رحم کرنے والے۔ بارِ الہا! اس روزِ پنجشنبہ میں  
میری پارچہ حاجتیں بر لا جن کی سمائی تیرے ہی  
دامنِ کرم میں ہے اور تیری ہی نعمتوں کی فراوانی  
ان کی متحمل ہو سکتی ہے۔ ایسی سلامتی دے جس سے  
تیری فرمانبرداری کی قوت حاصل کر سکوں۔ ایسی توفیق  
عبادت دے۔ جس سے تیرے ثوابِ عظیم کا مستحق  
قرار پاؤں۔ اور سرِ دست رزقِ حلال کی فراوانی  
اور خوف و خطر کے مواقع پر اپنے امن کے ذریعہ  
مطمئن کرے اور غموں اور فکروں کے ہجوم سے اپنی پناہ  
میں رکھ۔ محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ان  
سے میرے توسل کو قیامت کے دن سفارش کرنے والا  
نفع بخشے والا قرار دے۔ بے شک تو رحم کرنے والوں  
میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اس دعا کے شروع میں رات کے شدت ہونے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظاہرہ اور دن کی آمد کو اس کی رحمت  
کا کرم قرار دیا ہے۔ قدرت کا مظاہرہ اس طرح ہے کہ زمین ایسا عظیم ترین کرہ اس کے ادنیٰ اشارے سے پرکاش کی طرح  
اُرتا اور ہر وقت گردش میں رہتا ہے اور اسی گردش کے نتیجہ میں موسموں کی تبدیلی، سورج کے طلوع و غروب کی نمود اور شب  
روز کی تخلیق ہوتی ہے۔ اس طرح کہ جو حصہ سورج کے سامنے آتا ہے وہاں دن اور جو حصہ اس کے سامنے نہیں آتا وہاں  
رات ہوتی ہے جس سے ہماری آنکھوں کے سامنے کبھی اندھیرا اور کبھی ابالا ہو جاتا ہے۔ اور یہ بالکل ایسا ہے جیسے کسی  
کرہ میں روشنی کے بعد اندھیرا اور اندھیرے کے بعد روشنی کر دی جائے۔ اور رحمت کا کرمشمہ اس طرح ہے کہ دن  
کے وجود سے جیسا کہ فزاید منافع وابستہ ہیں۔ اس سے کرہٴ ارضی کی حیات اور اس پر بسنے والوں کی زندگی وابستہ ہے  
چنانچہ سورج کی کرنیں جب سمندر سے بخارات اٹھاتی ہیں تو وہ ابھرنے پر پانی کی زمین کو سیراب کرتے ہیں جس  
سے زمین کی قوت نشوونما ابھرتی اور اس میں زندگی آتی ہے۔ اور اسی دن کی حرارت سے کھیتیاں پکتی اور فصل پختہ  
ہوتے ہیں جو انسان و حیوان کی زندگی و بقا کا سامان کرتے ہیں۔ اسی کی روشنی سے سبزہ و نہات کا رنگ نکھرتا اور  
پتھروں میں رنگ آمیزی ہوتی ہے جو عمل و یا قوت و زمرہ کی صورت میں چمکتے، جگمگاتے اور رنگارنگ ہوں کو خیر کرتے ہیں۔ دن  
رات کے بدلنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت پر دلیل لانے کے بعد زندگی و بقا کا سوال کیا ہے۔ یہ خواہش

زندگی کی چاہت اور حفظ اندوزی کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ سرمایہ کر لیں اور اپنے خالق کی رضا و خوشنودی کا سرمایہ فراہم کریں۔ چنانچہ اس دُعا میں جو چیزیں طلب کی ہیں ان میں پہلی چیز یہ ہے کہ میں صحت و سلامتی چاہتا ہوں تو اس لئے کہ زندگی کے لمحات کو مقصد حیات کی تکمیل میں صرف کر دوں اور اپنے معبود کی اطاعت و فرمانبرداری کی قوت حاصل کر سکوں۔ اور عبادت کے ذریعہ ثواب اخروی کا مستحق قرار پاؤں اور خوف و خطر کے مقامات پر اس کے مذاہبِ عتاب سے محفوظ رہوں۔ اور غم و اندوہ سے نہایت اور رزقِ ملال کا سوال کیا ہے تو اس لئے کہ رزق و معیشت کی نگرانی اور غم و اندوہ کی فردانی خیالات کو پرانگندہ اور ذہن کو منتشر کر دیتی ہے اور ذہن میں یکسوئی نہ ہو تو طبیعت پوری توجہ کے ساتھ عبادت و اعمال کی طرف مائل نہیں ہوتی۔ غرض آپ کی زندگی کا مقصد اولین اللہ تعالیٰ سے وابستگی اور اس کی رضا جوئی تھا۔ اور آپ کی پوری زندگی اسی محبوب ترین مشغلہ میں بسر ہوئی

## دُعائے روزِ جمعہ

## دُعَاءُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

تمام تعریف اُس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو پیدا کرنے اور زندگی بخشنے سے پہلے موجود تھا اور تمام چیزوں کے فنا ہونے کے بعد باقی رہے گا۔ وہ ایسا علم والا ہے کہ جو اسے یاد رکھے اسے بھولتا نہیں۔ جو اس کا شکر ادا کرے اُس کے مال کی کمی نہیں ہونے دیتا۔ جو اسے پکارے اسے محروم نہیں کرتا۔ جو اُس سے امید رکھے اُس کی امید نہیں توڑتا۔ بار الہا! میں تجھے گواہ کرتا ہوں اور تو گواہ ہونے کے لحاظ سے بہت کافی ہے۔ اور تیرے تمام فرشتوں اور تیرے آسمانوں میں بسنے والوں اور تیرے عرش کے اٹھانے والوں اور تیرے فرستادہ نبیوں اور رسولوں اور تیری پیدا کی ہوئی قسم قسم کی مخلوقات کو اپنی گواہی پر گواہ کرتا ہوں کہ تو ہی معبود ہے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ تو وحدہ لا شریک ہے تیرا کوئی ہمسر نہیں ہے تیرے قول میں نہ وعدہ خلافی ہوتی ہے اور نہ کوئی تبدیلی۔ ادا یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے خاص بندے اور

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْأَوَّلِ قَبْلَ الْآخِرِ وَالْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ قَدْ قَنَاءَ الْأَشْيَاءِ الْعَالِيَةِ الْكَذِبِي لَا يُلْسِي مَنْ ذَكَرَهُ وَلَا يَنْقُصُ مَنْ شَكَرَهُ وَلَا يَغِيْبُ مَنْ دَعَاهُ وَلَا يَنْقُطُ رَجَاءُ مَنْ رَجَاهُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُكَ وَكَفَى بِكَ شَهِيدًا وَأَشْهَدُ جَمِيعَ مَلَائِكَتِكَ وَسُكَّانِ سَمَوَاتِكَ وَحَمَلَةِ عَرْشِكَ وَمَنْ بَعَثْتَ مِنْ أَنْبِيَائِكَ وَرُسُلِكَ وَالنَّسَاءِ مِنْ أَصْنَانِ خَلْقِكَ إِنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَلَا عَدِيْلٌ وَلَا خَلْفٌ لِقَوْلِكَ وَلَا تَبْدِيلٌ وَأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ

أَتَى مَا حَمَلْتَهُ إِلَى الْعِبَادِ وَ  
جَاهِدْ فِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَقَّ  
الْجِهَادِ وَأَنْتَ بَشَرٌ مِمَّا هُوَ حَقُّ  
مِنَ الثَّوَابِ وَأَنْتَ زَيْدٌ هُوَ  
صِدْقٌ مِّنَ الْعِقَابِ اللَّهُمَّ  
تَبَيَّنْ عَلَى دِينِكَ مَا أَحْيَيْتَنِي  
وَلَا تُزِمْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي  
وَهَبْ لِي مِمَّنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ  
أَنْتَ الْوَهَّابُ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى  
آلِ مُحَمَّدٍ وَاجْعَلْنِي مِمَّنْ اتَّبَعَهُ  
وَسَلِّعْتِهِمْ وَأَخْشَرْنِي فِي دُورِهِمْ وَ  
وَقِّفْنِي لِذِي آيَةِ فَرَضِ الْجُعَاعَاتِ وَمَا  
أَوْجَبَتْ عَلَى فَرْهَاتِهَا مِنَ الطَّعَامَاتِ  
تَسْمَتُ لَا هَلْهَا مِنَ الْعَطَاءِ فِي يَوْمِ  
الْجَنَاءِ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْمُعْكِوُ

رسول ہیں۔ جن چیزوں کی ذمہ داری تو نے اُن پر عائد  
کی وہ بندوں تک پہنچا دیں۔ انہوں نے خدائے بزرگ و  
بزرگ کی راہ میں جہاد کر کے حق جہاد ادا کیا اور صبح صبح  
ثواب کی خوشخبری دی اور واقعی عذاب سے ڈرایا  
بار الہا! جب تک تو مجھے زندہ رکھے اپنے دین پر ثابت  
قدم رکھ اور جب کہ تو نے مجھے ہدایت کر دی تو میرے  
دل کو بے راہ نہ ہونے دے اور مجھے اپنے پاس سے  
رحمت عطا کر۔ بے شک تو ہی (نعمتوں کا) بخشنے والا ہے  
محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اُن کے  
اتباع اور اُن کی جماعت میں سے قرار دے اور اُن کے  
گروہ میں محشور فرما اور نماز جمعہ کے فریضہ اور اس دن کی  
دوسروں عبادتوں کے بحال لانے اور ان فرائض پر عمل کرنے  
والوں پر قیامت کے دن جو عطا میں تو نے تقسیم کی ہیں  
انہیں حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ بے شک تو مہربان  
اقدس اور حکمت والا ہے۔

یہ دعا جمعہ کے دن پڑھی جاتی ہے۔ جمعہ سید الایام اور نزولِ برکات کا دن ہے اور اس کی آخری ساعت  
قبولیت دعا کے لئے مخصوص ہے۔ سید نعمت اللہ جزاؤں رحمة اللہ نے جمعہ کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے، کہ  
خداوند عالم نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا۔ جن میں پہلا دن یکشنبہ اور چھٹا دن جمعہ اور اس دن تمام مخلوق  
کو ایک مقام پر جمع کیا اس لئے اسے جمعہ کہا جاتا ہے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا اسمیت الجمعۃ  
جمعۃ۔ جمعہ کو جمعہ کیوں کہتے ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا:-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ جَمَعَ فِيهَا خَلْقَهُ لِحُلَايَةِ  
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
وَأَهْلِ بَيْتِهِ -  
خداوند عالم نے اس دن مخلوقات کو محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
اور اُن کے اہل بیتؑ کی محبت و ولایت پر جمع کیا اس  
لئے اسے جمعہ کہا جاتا ہے۔

اس دعا میں خداوند عالم کے چند اہم خصوصیات و صفات بیان فرمائے ہیں جو عقیدہ توحید کے تحفظ کے لئے  
اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اول بھی ہے اور آخر بھی۔ یہ اولیت و آخریت زمان و مکان کے  
لفاظ سے نہیں ہے کہ دونوں کا ایک ذات میں اجتماع نہ ہو سکے بلکہ یہ اولیت و آخریت زمان و مکان کے اور اسے

اس کی اولیت کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو کسی لحاظ سے اس پر تقدم نہیں ہے اور آخریت کے معنی یہ ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی سرمدی دابدی نہیں ہے۔ چنانچہ خود اسی کا ارشاد ہے:-

هو الاقل والآخر۔  
وہی سب سے پہلے اور آخر ہے۔

دوسری صفت یہ کہ جو اُسے یاد کرتا ہے وہ اُسے فراموش نہیں کرتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اُس کے مافظہ و ذہن سے نہیں اُترتا کیونکہ اُس کے ہاں بھول چوک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے یاد رکھنے والے کو جزا دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

فاذکروانی اذکرکم۔  
تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

تیسری صفت یہ ہے کہ جو اس کا شکر ادا کرتا ہے اسے زیادہ سے زیادہ نعمتیں دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-  
لئن شکرتم لازیدنکم۔  
اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا۔

چوتھی صفت یہ کہ جو اسے پکارتا ہے اُس کی سنتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-  
ادعونی استجب لکم۔  
تم مجھے پکارو۔ میں تمہاری بات قبول کروں گا۔

پانچویں یہ کہ وہ اُس رکھنے والوں کی اُس نہیں توڑتا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:-  
ولا یبیس من رحمہ اللہ الا القوم  
الکفرون۔  
ہیں۔

چھٹی صفت یہ کہ وہ ایک ایک ہے۔ چنانچہ اس عقیدہ توحید کی اہمیت کے پیش نظر تمام کائنات کو گواہ کر کے اشد تم کی وحدت یکتائی کی گواہی دی ہے اور قرآن مجید میں اس گواہی کا اس طرح تذکرہ ہے:-  
شہدا اللہ انہ لا الہ الا هو والملك  
ما دلو العلم۔  
اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور تمام صاحبانِ علم گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

ساتویں صفت یہ کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:-  
لا شریک لمعبودک امرت وانا  
اقل المسلمین۔  
اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلم ہوں۔

آٹھویں صفت یہ ہے کہ اس کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-  
لہ یکن لہ کفو احد۔  
اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

نویں صفت یہ کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:-  
ان اللہ لا یخلف المیعاد۔  
بے شک خدا اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

دسویں صفت یہ کہ اس کی بات میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ بات میں تبدیلی کی ضرورت اُسے پڑتی ہے جو عاجز یا ناتجربہ سے بے خبر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ دونوں باتیں ناممکن ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:-

میرے ۶۸ بات نہیں بدلا کرتی۔

ما یبدل القول لدی -

توحید کی گواہی کے بعد رسالت کی گواہی دی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبدیت و رسالت کا ذکر فرمایا ہے۔ یہاں عبدیت کا ذکر پہلے اور رسالت کا ذکر بعد میں ہے۔ کیونکہ عبدیت عبد و معبود کے درمیان اور رسالت خدا اور مخلوق کے درمیان ایک واسطہ ہے۔ تو جو چیز جنبۃ الوہیت سے متعلق ہے اُسے پہلے اور جو جنبۃ مخلوق سے متعلق ہے اُسے بعد میں بیان کیا ہے۔ شہادتین کے بعد راہ ہدایت پر ثبات قدم کی دعا کی ہے کہ وہ ہدایت کرنے کے بعد ضلالت و گمراہی سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں کی دعا یہ ہے۔

اے ہمارے پروردگار! جب کہ تو نے ہمیں ہدایت کی تو

رَبَّنَا لَا تُدْخِلْ قُلُوبَنَا بَعْدَ

ہمارے دلوں کو بے راہ نہ ہونے سے اور اپنی بارگاہ سے

هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ

رحمت عطا فرما۔ بے شک تو بہت عطا کرنے والا ہے۔

رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الرَّحِيمُ .

خداوند کریم کی طرف ہدایت کے بعد جو دلوں کی بے راہروی کی نسبت دی گئی ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ اپنے بندوں کو ہدایت سے منحرف اور بے راہ کرتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ گناہوں اور بے راہرویوں کے نتیجہ میں سلب توفیق کر لیتا ہے اور کوئی با اختیار خود غمراہ ہوتا ہے تو وہ بھرانع نہیں ہوتا۔ چنانچہ قرآن مجید میں واضح طور سے ارشاد ہوا ہے۔ فَلْتَأْمُرُوا عِبَادَ اللَّهِ أَنْ يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَهُمْ يُذَكِّرُونَ۔ چنانچہ وہ خود بے راہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بے راہ ہونے دیا۔

## دعا کے روزِ شنبہ

## دُعَاؤُ يَوْمِ السَّبْتِ

مدد اللہ تعالیٰ کے نام سے جو حفاظت چاہنے والوں کا کلمہ کلام اور پناہ ڈھونڈنے والوں کا وردِ زبان ہے۔ اور خداوندِ عالم سے پناہ چاہتا ہوں۔ ستم گاروں کی ستم رانی، حاسدوں کی فریب کاری اور ظالموں کے ظلم ناروا ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں اور سوال کرتا ہوں کہ وہ اس حمد کو تمام حمد کرنے والوں کی حمد پر فوقیت دے۔ بارِ الہا! تو ایک اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور بغیر کسی مالک کے بنائے تو مالک و فرمانروا ہے۔ تیرے حکم کے آگے کوئی رک رکھری نہیں کی جاسکتی اور نہ تیری سلطنت و

بِسْمِ اللَّهِ كَلِمَةً الْمُتَّقِينَ  
وَمَقَالَةً الْمُتَحَرِّينَ وَ أَعُوذُ  
بِاللَّهِ تَعَالَى مِنْ حُجُورِ الْجَائِرِينَ  
وَكَيْدِ الْخَائِدِينَ وَ بَغْيِ  
الظَّالِمِينَ وَ أَحْمَدُكَ قَوْقُ حَمْدِ  
الْعَامِدِينَ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْوَاحِدُ  
بِلَا شَرِيكَ وَ الْوَلَدُ بِلَا كَمِيلِيكَ  
لَا تُضَادُّ فِي حُكْمِكَ وَ لَا  
تُتَارَعُ فِي مَدْحِكَ أَسْأَلُكَ  
أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ

رَسُوْلِكَ دَاٰنْ تُوْذِيْعِيْ مِنْ  
شُكْرِ نِعْمَاتِكَ مَا تَبْلُغُ رِبِّيْ  
غَايَةَ رِضَاكَ دَاٰنْ تُعِيْنِيْ عَلَى  
طَاعَتِكَ وَ تَذِيْرُ عِبَادَتِكَ  
وَاِسْتِحْقَاقِ مَثُوبَتِكَ بِلَطْفِ  
عِنَايَتِكَ وَ تَوْحِيْفِيْ وَ صِدْقِيْ  
عَنْ مَعَاصِيكَ مَا أُخِيْبْتَنِيْ  
وَتَوْفِيْقِيْ لِمَا يُنْفَعُنِيْ مَا  
أَبْقَيْتَنِيْ وَ أَنْ تَشْرَحَ  
بِكِتَابِكَ صَدْرِيْ وَ تَحْطَ  
بِحِلَاوَتِهِ وَ رِزْقِيْ وَ تَكُنْ حَيَّ  
السَّلَامَةِ فِيْ دِيْنِيْ وَ  
نَفْسِيْ وَ لَا تُؤْخِشْ بِيْ أَهْلَ  
أَلْبِيْ وَ تُتِمِّمْ لِحَسَانِكَ  
نَيْمًا بَقِيَ مِنْ عُمْرِيْ كَمَا  
أَحْسَنْتَ نَيْمًا مَطْنِيْ مِنْهُ  
يَا مُرَحِّمَ الرَّاحِيْنَ

فرماندہائی میں تجھ سے ٹکر لی جاسکتی ہے۔ میں تجھ سے  
سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے عیدِ خاص اور رسولِ حضرت  
محمدؐ پر رحمت نازل فرما اور اپنی نعمتوں پر ایسا شکر  
میرے دل میں ڈال دے۔ جس سے تو اپنی خوشنودی  
کی آخِری مدت تک مجھے پہنچا دے۔ اور اپنی نظر  
حنایت سے اطاعت، عبادت کی پابندی اور ثواب  
کا استحقاق حاصل کرنے میں میری مدد فرمائے اور جب تک  
مجھے زندہ رکھے گناہوں سے باز رکھنے میں مجھ پر  
رحم کرے، اور جب تک مجھے باقی رکھے ان چیزوں کی  
توفیق دے جو میرے لئے سود مند ہوں اور اپنی کتاب  
کے ذریعہ میرا سینہ کھول دے اور اس کی تلاوت  
کے وسیلہ سے میرے گناہ چھانٹ دے اور جان و  
ایمان کی سلامتی عطا فرمائے اور میرے دوستوں  
کو (میرے گناہوں کے باعث) وحشت میں نہ  
ڈالے اور جس طرح میری گزشتہ زندگی میں احسانات  
کئے ہیں اسی طرح بقیہ زندگی میں مجھ پر اپنے احسانات  
کی تکمیل فرمائے۔ اسے رحم کرنے والوں میں سب سے  
زیادہ رحم کرنے والے۔

اس دُعا کا عنوان ”دُعائے یوم السبت“ ہے۔ سبت ہفتہ کے دن کو کہتے ہیں۔ اس دن یہود کو دنیا کے جھیلوں  
سے الگ رہ کر عبادت و ذکرِ الہی میں مصروف رہنے کا حکم تھا۔ اور سبت کے لغوی معنی کار و کسب کے چھوڑنے اور  
آرام و استراحت کرنے کے ہیں۔ اس لئے اس دن کا نام یوم السبت یعنی روزِ تعطیل قرار پا گیا۔

حضرت نے سرنامہ دُعا میں اہم جلالت کو حفاظت و نجاتِ اشد چاہنے والوں کی زبانوں کا کلمہ درود قرار دیا ہے۔  
چنانچہ اس کے اہم احسن میں سے سب سے زیادہ یہی نام زبانوں پر آتا ہے۔ اور کیا دُعا و مناجات ہو اور کیا قریب و استغاثہ  
رہا تو وہ اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور حفظ و امانِ قلبی کے موقع پر یہی نام سب سے زیادہ موزوں بھی ہے۔ کیونکہ  
اسے اللہ کہا ہی اس لئے جاتا ہے کہ ینالہ الیہ کل مخلوق۔ ہر مخلوق اس کی طرف رجوع ہوتی اور اس سے پناہ  
پا رہتی ہے و اور یہ اللہ کا لفظ جو کلام ذات ہے جو معنوی لحاظ سے اس کی تمام صفات کو حاوی ہے اس لئے

جب ہم اُسے اللہ کہہ کر پکارتے ہیں تو گویا اس کی ایک ایک صفت کے ساتھ اُسے پکارتا ہے۔ اب ایک فقیر، فقر و احتیاج کے ازالہ کے لئے اُسے کہہ کر پکارتا ہے تو گویا اُسے غنی کہہ کر پکارتا رہا ہے۔ کیونکہ یہ نام اس کے غنی و بے نیاز ہونے کا آئینہ دار ہے۔ اور ایک مریض شفا کے لئے اُسے اس نام سے پکارتا رہا ہے تو گویا اسے شافی کہہ کر مخاطب کر رہا ہے کیونکہ یہ نام اس صفت پر بھی عادی ہے۔ اور کوئی مظلوم اُسے اس نام سے پکارتا رہا ہے تو گویا اُسے عادل و مستقیم کہہ کر پکارتا رہا ہے۔ کیونکہ یہ نام اس کے عادل ہونے کا بھی پتہ دیتا ہے۔ اسی جامعیت کے لحاظ سے حضرت نے ستم گاروں کے ستم، حاسدین کے عناد اور ظالموں کے ظلم و جور سے اس نام کے ذریعہ پناہ چاہی ہے۔ کیونکہ اس ایک نام سے اس کی تمام صفتوں کی طرف ذہن متقل ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی ان صفتوں کا تقاضا یہ ہے کہ دل سے اس کی عظمت کا اعتراف اور زبان سے اس کی تحمید و ستائش کی جائے۔ چنانچہ دشمنوں کے مقابلہ میں طلب اعانت و امداد کے بعد اس کی حمد سرائی کی ہے جس میں اس کی وحدت و یکتائی اور بلا شرکت غیرے سلطنت و فراروائی کا ذکر کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اقتدارِ اعلیٰ کا مالک ہے اور کوئی چیز اس کے محیطِ اقتدار سے باہر نہیں ہے۔ لہذا ہر حاجت و خواہش اور تنہا و آرزو کو اُسی کے سامنے پیش کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد جو دُعا کا زیور اور قبولیت کا ضامن ہے اس کی بارگاہ میں شکرِ نعمت و اطاعت، دوامِ عبادت اور اجتنابِ معاصی کی توفیق اور شرحِ صدر، عفوِ گناہ، دین کی سلامتی اور جان کی عافیت کا سوال ہے اور عاقبتِ دُعا پر یہ التجا کی ہے۔ کہ اُسے معبود! جس طرح تو نے زندگی کے اُن لمحوں میں جو گزر گئے مجھ پر پیہم احسانات کئے ہیں، اسی طرح زندگی کے بقیہ لمحوں میں مجھ سے اپنے احسانات و انعامات کا سلسلہ قطع نہ کرنا، بلکہ انہیں اتمام تک پہنچانا اس لئے کہ:- الاحسان بالانعام!

